هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤی اَجَلًا ؕ وَ اَجَلٌ

اوست آنکه بیافرید شما را از گل باز مقرر کرده وقت مرگ را مدتی

وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر موت کا وقت مقرر کیا اور ایک مدت

مُّسَمًّی عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝۲ وَ هُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ

معین ہست نزدیک او باز شما شک میکنید و اوست خدا در آسمانہا

معین ہے اسکے نزدیک پھر تم شک کرتے ہو ۱ اور وہی ہے اللہ آسمانوں میں

وَ فِی الْاَرْضِ ؕ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ جَهْرَكُمْ وَ یَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝۳

و در زمین میداند پنہاں شما و آشکار شما و میداند آنچہ عمل میکنید

اور زمین میں، جانتا ہے تمہارا چھپا اور تمہارا ظاہر اور جانتا ہے جو عمل کرتے ہو ۲

وَ مَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا

و نمی آید بکافراں ہیچ نشانہ از نشانہای پروردگار ایشاں الا از و

اور نہیں آتی ہے کافروں کے پاس کوئی نشانی انکے رب کی نشانیوں میں سے مگر اس سے

مُعْرِضِیْنَ ۝۴ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ؕ فَسَوْفَ

روگردان شدند پس ثابت شد کہ ایشاں بدروغ نسبت کردند سخن راست را چوں بیامد بایشاں پس خواہد

روگردانی کرتے ہیں ۳ پس ثابت ہوا کہ جب انکے پاس پیغام آیا تو انہوں نے حق کی جانب جھوٹ کی نسبت کی پس

یَاْتِیْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۵ اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا

آمد بایشاں خبرہائے آنچہ تمسخر کردند ایا ندیدہ کہ چہ قدر ہلاک کردہ ایم

انکے پاس بہت جلد وہ خبر آئیگی جسکا تمسخر کیا کرتے تھے ۴ کیا انھوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے ہلاک کیا

مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ

پیش از ایشاں از امتہا کہ استقرار دادہ بودیم ایشانرا در زمین آنقدر کہ استقرارندادہ ایم

ان سے پہلے کتنی امتوں کو جنہیں ہم نے زمین میں قوت دی تھی اتنی قوت ہم نے

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی ابتدا مٹی سے ہے اس حیثیت سے کہ تمہاری اصل حضرت آدم علیہ السلام کو اسی سے پیدا کیا گیا۔ حضرت سدی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو زمین کی طرف بھیجا کہ وہاں سے چند قسم کی مٹی لیکر آؤ' جب آپ زمین پر آئے تو زمین دہائی دینے لگی کہ مجھ سے کچھ مت لے جاؤ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت میکائیل علیہ السلام کو زمین کی جانب بھیجا انھیں بھی زمین اللہ تعالیٰ کی دہائی دینے لگی آپ بھی خالی واپس لوٹ گئے پھر اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو زمین کی طرف بھیجا۔ زمین انھیں بھی اللہ تعالیٰ کی دہائی دینے لگی تو آپ نے فرمایا کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں اس کے حکم کی مخالفت کروں پس آپ نے زمین سے سرخ' سیاہ اور سفید مٹی لی۔ اسی وجہ سے بنی آدم کا رنگ مختلف ہے پھر آپ نے میٹھے' نمکین اور کڑوا پانی سے گوندھا۔ اسی بناء پر بنی آدم کا اخلاق مختلف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے جبرائیل و میکائیل! تم دونوں زمین پر مہربان ہو کر مٹی نہ لا سکے لیکن عزرائیل لیکر آ گئے اس لئے روح قبض کرنے کا منصب عزرائیل ہی کو دیا جائیگا۔ ثُمَّ قَضٰۤی اَجَلًا اس سے مراد یہ ہے کہ فرشتے ماں کے پیٹ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے لکھ دیتے ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک تمہاری پیدائش کے مراحل میں اللہ تعالیٰ ماں کے بطن میں چالیس دنوں تک نطفہ رکھتا ہے' پھر چالیس روز تک خون کا لوتھڑا' پھر چالیس روز تک گوشت کا لوتھڑا۔ پھر اللہ تعالیٰ چار کلمات کے ساتھ ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو آ کر لکھ جاتا ہے عمل' اجل' رزق اور شقی ہوگا یا سعید۔ پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے پس اس ذات کی قسم جسکے سوا کوئی معبود نہیں' تم میں سے کوئی ایک جنتی والا عمل کرتا ہے یہاں تک کہ جنت اور اسکے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر اسکی کتاب سبقت کر جاتی ہے پھر وہ اہل نار والا عمل کرنے لگ جاتا ہے اور تم میں سے کوئی ایک جہنمی والا عمل کرتا ہے یہاں تک کہ جہنم اور اسکے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر اسکی کتاب سبقت کر جاتی ہے اور وہ جنتی والا عمل کرنے لگ جاتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ وَاَجَلٌ مُّسَمًّی عِنْدَهٗ یعنی اللہ تعالیٰ کے علم قدیم میں اجل معین اور مثبت ہے۔ حضرت حسن اور قتادہ فرماتے ہیں کہ اجل اول ولادت سے موت تک ہے اور اجل ثانی موت سے بعث تک ہے۔ حضرت مجاہد اور سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ اجل اول' اجل دنیا ہے اور اجل ثانی' اجل آخرت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ثُمَّ قَضٰۤی اَجَلًا یعنی نیند جس میں روح قبض کی جاتی ہے اور بیداری کے وقت لوٹا دی جاتی ہے اور اَجَلٌ مُّسَمًّی سے مراد موت ہے۔ (مظہری) ۲ اس قول کی دو تاویل کی گئی ہے (۱) زمین اور آسمان کا معظم یا معبود اللہ ہی ہے جیسے کہا جاتا ہے زید الخلیفة فی الشرق والغرب ای حکمه زید مشرق اور مغرب میں خلیفہ ہے یعنی اسکا حکم ہے (۲) آسمانوں اور زمین کا منفرد تدبیر کرنے والا ہے۔ (القرطبی) آسمان اور زمین میں اللہ تعالیٰ کا کمال علم ہے گویا کہ آسمان و زمین میں اللہ ہی ہے۔ (بیضاوی) وَهُوَ اللّٰهُ پر کلام تمام ہو گیا پھر فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے کلام کی ابتدا ہے معنی یہ ہوگا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آسمانوں میں سرائر ملائکہ اور زمین میں سرائر انس و جن کو جانتا ہے۔ (تفسیر کبیر) ۳ یعنی جب بھی انکے لئے ادلہ میں سے کوئی دلیل' معجزات میں سے کوئی معجزہ یا آیات قرآن میں سے کوئی آیت ظاہر کی جائے تو اسکی جانب التفات نہیں کرتے ہیں۔ (بیضاوی) ۴ حق سے مراد قرآن ہے یعنی یہ قرآن اعظم آیات میں سے ہے جب اسکا انکار کر کے اسے جھٹلاتے ہیں تو دیگر سے بدرجہ اتم اعراض کرینگے لیکن جن چیزوں کا استہزاء کرتے ہیں دنیا و آخرت میں نزول عذاب کے وقت انھیں معلوم ہو جائیگا۔ (بیضاوی)

لَكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۖ وَّجَعَلْنَا

شما را و فرستاده بودیم باران بر ایشاں پے در پے ریزنده و پیدا کردیم

تمھیں نہ دی اور ہم نے ان پر پانی پے در پے گرنے والا بھیجا تھا اور ہم نے انکے

الْاَنْهٰرَ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَ

جوبہا میرفت زیر ایشاں پس ہلاک کردیم ایشانرا بگناہان ایشاں و

(مکانات کے) نیچے بہتی نہریں بنا ڈالیں پس ہم نے ہلاک کیا انکو انکے گناہوں کے سبب اور

اَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ ۝۶ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ

پیدا کردیم بعد از ایشاں امتی دیگر و اگر فرو میفرستادیم بر تو

ہم نے پیدا کیا انکے بعد دوسرا گروہ ۱ اور اگر ہم اتارتے تجھ پر

كِتٰبًا فِیْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَیْدِیْهِمْ لَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا

نوشتہ در ورقی پس مساس میکردندے آنرا بدست خود گفتندے کافران

کاغذ میں لکھی لکھائی (کتاب) جسے اپنے ہاتھوں سے چھوتے' (جب بھی) کافرین ضرور کہتے کہ

اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝۷ وَقَالُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْهِ

نیست ایں مگر سحری ظاہر و گفتند کافران چرا نہ فرود آورده شد بر پیغمبر

یہ نہیں ہے مگر کھلا جادو ۲ اور کافروں نے کہا کیوں نہیں اتارا گیا رسول پر

مَلَكٌ ؕ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِیَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا یُنْظَرُوْنَ ۝۸

فرشتہ و اگر فرود فرستادیم فرشتہ را البتہ بانجام رسانیده شدی کار باز مہلت داده نشوند

فرشتہ اور اگر ہم اتارتے فرشتہ تو ضرور کام تمام کر دیا جاتا پھر مہلت نہ دی جاتی ۳

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَیْهِمْ

و اگر میکردیم آنفرستاده را فرشتہ لازم میشد کہ کنیمش مردی و ہر آئنہ مشتبہ میکردیم بر ایشاں

اور اگر ہم انھیں (نبی کو) فرشتہ بناتے تو ضرور ہم انھیں مرد ہی بناتے اور بیشک ہم مشتبہ کرتے ان پر ۴

تفسیر اظہار العرفان

۱ قرن سے مراد وہ قوم ہے جو ایک زمانے سے ملی ہوئی ہو۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خیر القرون قرنی یعنی جو زمانہ میرے زمانے سے ملا ہوا ہے وہ بہترین زمانہ ہے' یا قرن زمانے کے ایک ٹکڑے کو کہتے ہیں۔ اس ٹکڑے کے تعین میں مختلف اقوال ہیں۔ مثلاً ۴۰ سال' ۱۰ سال' ۲۰ سال' ۳۰ سال' ۵۰ سال' ۶۰ سال' ۷۰ سال' ۸۰ سال' ۱۰۰ سال' یا ایک سو بیس سال۔ اصح یہ ہے کہ ایک سو سال ہے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے عبداللہ بن بشر المازنی سے فرمایا کہ تو ایک قرن جئے گا پس وہ سو سال تک زندہ رہے۔ اسی طرح امام بغوی نے ذکر کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک لڑکے کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ تو ایک قرن جئے گا پس وہ سو سال تک زندہ رہا۔ مَكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ یعنی میں نے انھیں قوت' اسباب اور عدد سب کچھ عطا فرمایا جو مال' اسباب اور عدد تمھیں نہیں عطا کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ امھلناھم فی العمر ما لم نعمرکم یعنی ہم نے انھیں عمر میں مہلت دی جو کہ تمھیں نہیں دی مثلاً قوم نوح' عاد اور ثمود وغیرہ۔ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَیْهِمْ مِّدْرَارًا. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مدرار بمعنی متتابعات یعنی پے در پے ہے۔ (مظہری)

۲ کلبی اور مقاتل کہتے ہیں کہ نضر بن حارث' عبداللہ بن ابی امیہ اور نوفل بن خویلد نے کہا کہ اے محمد! (ﷺ) ہم ہرگز آپ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک اللہ کی طرف سے کوئی کتاب ہمارے پاس نہ آجائے اور اسکے ساتھ فرشتے ہوں جو یہ گواہی دیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (مظہری) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک کتاب آسمان و زمین کے درمیان معلق ہو۔ اس تفسیر کی بناء پر دو وجہیں ہونگیں (۱) پہلی وجہ: ہمارے پاس ایک کتاب ہو جسے فرشتے لیکر آئیں۔ دوسری وجہ: ہمارے پاس ایک کتاب آئے جو زمین اور آسمان کے درمیان معلق ہو اور اسکی ڈور کو اللہ تھامے رہے۔ (القرطبی) ۳ اس آیت کریمہ میں منکرین نبوت کے تیسرے شبہے کو بیان کیا جا رہا ہے۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ مخلوق کی جانب رسول مبعوث فرماتا تو وہ رسول ملائکہ میں سے ایک ہوتا' پس جب وہ ملائکہ میں سے ہوتا تو انکا علم اکثر ہوتا' انکی قدرت اشد ہوتی' انکی ہیبت اعظم ہوتی' امتیاز عن الخلق اکمل ہوتا اور انکی نبوت اور رسالت میں شکوک وشبہات اقل ہوتے۔ اس لئے انھوں نے لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْهِ مَلَكٌ کہا۔ اللہ تعالیٰ اس شبہے کا جواب دیتے ہوئے فرماتا ہے لَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِیَ الْاَمْرُ۔ یعنی بشر کی صورت میں ملک کا اترنا آیت باہرہ ہے پھر جو اس آیت باہرہ سے انکار کرتا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے عذاب نازل ہوتا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا دستور رہا ہے کہ آیتِ باہرہ کے ظہور کے وقت جو ایمان نہیں لاتا ہے اسے ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ اس لئے ملک کو بشر کی صورت میں رسول بنا کر مبعوث نہیں فرمایا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ انکے مطالبہ کے مطابق فرشتہ کو رسول بنا کر بھیج دیا جائے تو یہ لوگ اسے دیکھ کر لرز جاتے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو جب اپنی اصلی حالت میں دیکھا تو آپ کا سارا وجود کانپنے لگا۔ (تفسیر کبیر) ۴ اگر اللہ تعالیٰ فرشتے کی صورت انکی صورت کی طرح بنا کر مبعوث فرماتا تو یہ کہہ کر انکار کر دیتے کہ یہ ملک نہیں ہیں بلکہ ہماری طرح بشر ہے اور ان پر ایمان نہیں لاتے۔ واضح رہے کہ ملائکہ' انبیائے کرام علیہم السلام کی خدمت میں بشری صورت میں تشریف لاتے تھے مثلاً حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہما السلام کی خدمت میں آدمی کی صورت میں آتے تھے اور ہمارے نبی ﷺ کی خدمت میں حضرت جبرائیل علیہ السلام دحیہ کلبی کی صورت میں آتے تھے۔ وَلَلَبَسْنَا عَلَیْهِمْ وہ لوگ حضرت محمد ﷺ کے بارے میں کہتے تھے کہ یہ بشر ہیں انکے اور ہمارے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ (القرطبی)

مَّا يَلْبِسُونَ ۝٩ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ

آنچہ الحال اشتباہ میکنند و ہر آئنہ کردہ شد بہ پیغمبران استہزا پیش از تو

جس اشتباہ میں ابھی پڑتے ہیں اور بیشک رسولوں سے استہزا کیا گیا آپ سے پہلے

فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝١٠

پس فرود آمد بتمسخر کنندگان از ایشاں جزای آنچہ تمسخر میکردند

پس گھیر لیا ان میں سے تمسخر کرنے والوں کو انکے تمسخر نے اسکے بدلہ میں جو وہ سب کرتے تھے ۱

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انظُرُوا كَيْفَ كَانَ

بگو سیر کنید در زمین باز نظر کنید چگونہ شد آخر

آپ فرما دیجئے کہ سیر کرو زمین میں پھر دیکھو کیسا ہوا انجام

عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ۝١١ قُل لِّمَن مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

کار دروغدارندگان بگو کراست آنچہ در آسمانہا و زمین است

جھٹلانے والوں کا ۲ آپ فرما دیجئے کہ کس کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے

قُل لِّلَّهِ كَتَبَ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ

بگو خدا راست لازم کرد بر خود مہربانی البتہ جمع کند شما را تا روز

آپ فرما دیجئے اللہ کیلئے ہے اپنے اوپر مہربانی لازم کی ہے، ضرور جمع فرمائیگا تم سب کو قیامت کے

الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فَهُمْ لَا

قیامت ہیچ شک نیست دراں آنانکہ زیاں کردند در حق خویشتن پس ایشاں نمی آرند

روز کوئی شک نہیں ہے اس میں، وہ لوگ جنہوں نے اپنے حق میں نقصان کیا وہ سب

يُؤْمِنُونَ ۝١٢ وَلَهُ مَا سَكَنَ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُوَ

ایمان و زود است آنچہ ساکن شد در شب و روز و اوست

ایمان نہیں لائیں گے ۳ اور اسی کیلئے ہے جو آباد ہے رات اور دن میں اور وہی ۴

ع ١

۱ جاننا چاہیئے کہ بعض اقوام کا کہنا تھا کہ رسول کیلئے ضروری ہے کہ وہ ملائکہ میں سے ہو اور وہ لوگ یہ کلام علی سبیل الاستہزاء کہتے تھے جس سے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف ہوتی تھی پس اللہ تعالیٰ اس آیت کریمہ کے ذریعے اپنے محبوب ﷺ کے غم کو دور فرمانا چاہتا ہے۔(تفسیر کبیر)

۲ اس سے پہلی آیت میں رسول اللہ ﷺ کو انکے استہزاء پر صبر کا حکم تھا اور اب اس آیت میں استہزاء کرنے والی قوم کو ڈرایا جا رہا ہے کہ زمین میں سیر کر کے دیکھ لو کہ استہزاء اور جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا ہے۔ یہاں یہ سوال ہوتا ہے اس آیت میں ثُمَّ انظُرُوا ہے جبکہ دوسری آیت میں فَانظُرُوا ہے ان دونوں میں کیا فرق ہے۔ جواب: فَانظُرُوا دلالت کرتا ہے کہ نظر سیر کیلئے سبب ہو گویا کہ یوں کہا گیا ہے تم سیر کرو نظر کے مقصد کیلئے، غافلین کی طرح سیر مت کرو۔ ثُمَّ انظُرُوا دلالت کرتا ہے کہ سیر تجارت اور دیگر منافع کیلئے کرنا مباح ہے۔(تفسیر کبیر)

۳ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے خلق کا فیصلہ فرمایا تو کتاب میں لکھ دیا جو اسکے پاس عرش کے اوپر ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں ان میں سے ایک رحمت جن، انس اور بہائم کے درمیان نازل کی۔ جسکے سبب ہر ایک اپنے اولاد سے محبت کرتا ہے اور ایک دوسرے پر لطف و مہربانی کرتا ہے۔ ننانوے رحمت اللہ تعالیٰ نے مؤخر کی جس سے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اپنے بندوں پر رحم فرمائیگا۔ واضح رہے کہ سو کا عدد کثرتِ بیان کیلئے ہے تعینِ عدد کیلئے نہیں ہے۔ حضرت عمر بن خطاب روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں قیدی پیش کیے گئے ان میں سے ایک عورت ایسی بھی تھی جو اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی جب وہ بچے کو قیدیوں میں پاتی تو اسے لیتی اور اپنے پیٹ سے چمٹا کر دودھ پلاتی پس نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ عورت اسے آگ میں ڈالے گی۔ ہم نے عرض کی نہیں۔ وہ کسی حال میں بھی اپنے بچے کو آگ میں نہیں ڈالے گی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ مہربان ہے۔(مظہری) ۴ جاننا چاہیئے کہ اس آیت میں بہترین طریقے سے اللہ تعالیٰ کی قدرت بیان کی گئی ہے۔ ابو مسلم فرماتے ہیں کہ اس سے پہلی آیت میں سموات اور ارض کا ذکر ہے جب کہ ان دونوں کے سوا تیسرا کوئی مکان نہیں ہے اور اس آیت میں لیل ونہار کا ذکر ہے جبکہ ان دونوں کے سوا تیسرا کوئی زمان نہیں ہے پس زمان اور مکان محدثات کیلئے دو ظرف ہیں پس اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ مکان اور مکانیات کا مالک اور زمان اور زمانیات کا مالک وہی ہے گویا کہ یہ بیان غایتِ جلالت ہے پھر واضح رہے کہ ان دو ظرفوں میں سے مکان و مکانیات کے ذکر سے ابتدا ہے کیونکہ یہ زمان کی نسبت عقل وفکر سے زیادہ قریب ہے۔(تفسیر کبیر) کہا گیا ہے کہ یہ آیت اسوقت نازل ہوئی جب انھوں نے کہا کہ اے محمد! (ﷺ) ہمیں معلوم ہے کہ آپ ہمیں اپنے دین کی طرف کیوں بلا رہے ہیں۔ آپکو مال و زر کی ضرورت ہو تو ہم آپکو اتنا دینگے کہ آپ غنی ہو جائینگے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور انھیں بتایا کہ جمیع اشیاء اللہ کیلئے ہیں وہ چاہے تو اپنے نبی کو غنی فرمادے۔ مَا سَكَنَ سے مراد یہ ہے کہ جو ساکن ہو اور جو متحرک ہو یہاں ما سکن کہہ کر ما تحرک محذوف رکھا کیونکہ جب سامع کو مَا سَكَنَ کا علم ہوگا تو وہ اسکی ضد کا علم خود بخود آ جائیگا۔ بعض نے کہا کہ ما سکن بمعنی مَا خَلَقَ ہے ایسی صورت میں سکون اور حرکت دونوں شامل ہوگی۔

السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿١٣﴾ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ

شنوای دانا بگو ایا دوستی گیرم بجز خدای پیدا کننده آسمانہا و

سننے والا جاننے والا ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ کیا تم دوست بناتے ہو اللہ کے سوا (جو) بنانے والا ہے آسمانوں اور

وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ؕ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ

زمین و او رزق میدہد و رزق دادہ نمیشود بگو ہر آئنہ امر کردہ شدست مرا کہ باشم

زمین کا اور رزق دیتا ہے اور اسے رزق نہیں دیا جاتا آپ فرما دیجئے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ہو جاؤں

اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٤﴾ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ

نخستین مسلمانان (فرمودہ شد) و کہ مباش از شریک مقرر کنندگان بگو ہر آئنہ من میترسم کہ

اول مسلمان اور تو نہ ہو شریک ٹھہرانے والوں میں سے [1] آپ فرما دیجئے بیشک میں ڈرتا ہوں کہ

اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٥﴾ مَنْ يُّصْرَفْ

اگر نافرمانی پروردگار خود میکنم از عذاب روز بزرگ ہر کہ عذاب باز داشتہ شود

اگر اپنے رب کی نافرمانی کروں بڑے روز کے عذاب سے [2] (جب) کسی سے عذاب پھیر دیا جائیگا

عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿١٦﴾ وَاِنْ

ازوی آنروز پس مہربانی کرد خدا بر وی و ایں است مطلب ظاہر یابی و اگر

اس روز پس اللہ نے اس پر مہربانی کی اور یہ واضح کامیابی ہے [3] اور اگر

يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ؕ

سختی رساند خدا بتو پس ہیچ دفع کنندہ نیست آنرا مگر او و اگر

اللہ تجھے کوئی سختی پہنچائے تو کوئی ہٹانے والا نہیں ہے اسے اسکے سوا اور اگر

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٧﴾ وَهُوَ

نعمت رساند بتو پس او بر ہر چیز توانا ست و او ست

کوئی نعمت تجھے پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے [4] اور وہی

[1] یہ آیت کریمہ اسوقت نازل ہوئی جب مشرکین نے آپکو اپنے آباء و اجداد کے دین کی جانب دعوت دی۔ (مظہری) فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ فاطر کا کیا مفہوم ہے یہاں تک کہ دو اعرابی ایک کنویں کے مسئلے پر جھگڑتے ہوئے آئے ان میں سے ایک نے کہا: انا فطرتها ای ابتدأتها یعنی کنویں کی کھدائی کی ابتدا میں نے کی۔ ابن الانباری کہتے ہیں کہ الفطر کی اصل کسی چیز کو اسکی ابتدا میں شق کرنا ہے لیکن یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا خالق ہے۔ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ یعنی اللہ تعالیٰ رزاق ہے اسے کوئی رزق نہیں دیتا ہے۔ یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ آپ نے اطعام کا ترجمہ رزق کیسے کر دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنَ ۔ اس آیت میں رزق اور اطعام کے درمیان واوٴ عاطفہ ہے اور عطف کی اصل مغایرت ہے لہذا معلوم ہوا کہ رزق اور اطعام دو الگ چیزیں ہیں۔ جواب: اس میں شک نہیں ہے کہ عطف کی اصل مغایرت ہے لیکن پیش کردہ آیت میں شدتِ مقاربت کی بناء پر ایک دوسرے کو کنایہ لیا گیا ہے یعنی يُطْعِمُوْنَ کو رزق سے مقاربت کی بناء پر يُرْزَقُوْنَ کے معنی میں لیا جائیگا۔ آیت کریمہ کا مقصود یہ ہے کہ کل منافع اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے ہے۔ (تفسیر کبیر)

[2] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اخاف بمعنی اعلم ہے۔ (القرطبی) یہ آیت دلالت نہیں کرتی کہ نبی کریم ﷺ کو اپنے نفس پر خوف تھا بلکہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ آپ کفر اور معصیت کے صدور سے خوف رکھتے ہیں۔ جیسے کوئی یہ کہے کہ اگر میری پانچ بیویاں ہوں تو میں ان سب میں مساوات کرونگا۔ اس شخص کا یہ جملہ دلالت نہیں کرتا ہے کہ اسکی پانچ بیویاں ہیں۔ (تفسیر کبیر) [3] یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور احسان سے عذاب کو پھیر دیگا۔ نبی کریم ﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کوئی آدمی اپنے عمل سے جنت میں داخل نہ ہوگا۔ لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! آپ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا: وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ بِرَحْمَتِهٖ یعنی اور میں بھی نہیں اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لیگا۔ آپ نے اپنے سر کے اوپر ہاتھ بلند کیا اور اپنی آواز لمبی کی۔ (تفسیر کبیر) [4] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے پیچھے تھا کہ آپ نے مجھ سے فرمایا' یا غلام یعنی اے لڑکا! یا آپ نے یا بنی فرمایا۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا کہ کیا میں تمہیں وہ کلمات نہ بتادوں جس سے اللہ تعالیٰ تمہیں نفع دے۔ میں نے عرض کی کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ تو اللہ [کے حکم] کی حفاظت کر اللہ تعالیٰ تیری حفاظت فرمائیگا۔ تو اللہ [کے حکم] کی حفاظت کر' تو اسے اپنے سامنے پائیگا' تو اپنی راحت و آرام میں اسکی تعریف کر' وہ تیری تعریف مشکل کے وقت کریگا' جب تو سوال کرے تو اللہ سے سوال کر' جب تو مدد طلب کرے تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر پس تحقیق جو کچھ ہونے والا ہے قلم اسے لکھ کر خشک ہو چکا ہے۔ پس پوری مخلوق اگر جمع ہو جائے کہ تجھے وہ ضرر پہنچائے جو تیری تقدیر میں نہ ہو تو ہرگز نہ پہنچا سکیں گے اور تو اللہ تعالیٰ کیلئے شکر و یقین کیساتھ عمل کر' اور تو جان کہ جسے تو ناپسند کرے اس میں صبر کرنا خیر کثیر ہے' اور بیشک نصرت صبر کیساتھ ہے اور راحت تکلیف کیساتھ ہے اور بیشک تنگی کیساتھ آسانی ہے۔ (القرطبی) جاننا چاہیئے کہ یہ دوسری دلیل ہے کہ عاقل کیلئے جائز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ بتوں کو اپنا مددگار یا ولی سمجھے۔ (تفسیر کبیر)

الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۸﴾ قُلْ اَيُّ شَيْءٍ

غالب بالائے بندگان خود و او ست دانا آگاہ بگو چہ چیز

غالب ہے اپنے بندوں پر اور وہی حکمت والا با خبر ہے ۱ آپ فرما دیجئے کیا چیز

اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۚ وَاُوْحِيَ

معتبر تر است در باب شہادت بگو خدا ست وی اظہار حق کنندہ است میان من و میان شما و وحی کردہ شد

زیادہ معتبر ہے گواہی کے باب میں' آپ فرمادیجئے اللہ ہے وہ اظہارِ حق کرنے والا ہے میرے اور تمہارے درمیان

اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ اَئِنَّكُمْ

بسوے من ایں قرآن تا بیم کنم شما را و بیم کنم آنرا نیز قراں باور شد ہر کہ بر آں با او برسد آیا شما

اور وحی کی گئی ہے میری طرف یہ قرآن تا کہ میں تمہیں ڈراؤں اس سے اور اسکو بھی جسے یہ قرآن پہنچے۔ کیا تم

لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ

اثبات میکنید کہ با خدا ہستند خدایان دیگر بگو من اثبات نمیکنم بگو

ثابت کرتے ہو کہ اللہ کے ساتھ دوسرے معبوداں ہیں' آپ فرمادیجئے کہ میں اثبات نہیں کرتا' آپ فرمادیجئے

قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَّذِيْنَ

جز ایں نیست کہ او خدای یگانہ است و ہر آئنہ من بیزارم از آنچہ شما شریک مقرر میکنید آنانکہ

اسکے سوا کچھ نہیں کہ وہ ایک ہی معبود ہے اور بیشک میں بیزار ہوں اس سے جسے تم شریک ٹھہراتے ہو۲ وہ لوگ

اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ

ایشانرا کتاب دادہ ایم می شناسند حقیقت ایں قول را چنانکہ می شناسند پسران خود را آنانکہ

جنہیں ہم نے کتاب دی پہچانتے ہیں اس قول کی حقیقت کو جیسا کہ پہچانتے ہیں اپنی اولاد کو وہ لوگ جنہوں نے

خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ

زیانکار شدند در حق خویشتن ایشاں ایمان نمی آرند و کیست ستمگار تر از کسیکہ

خود کو نقصان میں ڈالا پس وہ ایمان نہیں لائیں گے ۳ اور کون ہے اس سے بڑا ظالم جو

تفسیر اظہار العرفان

۱ اس آیت کریمہ کا پہلا جزء [وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ] کمالِ قدرت پر دلالت کر رہا ہے اور دوسرا جزء [وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ] کمالِ علم پر دلالت کرتا ہے۔ پس حکمت علم سے عام ہے اس لئے کہ حکمت علم و عمل کو کہتے ہیں اور خبیر علم سے اخص ہے اس لئے کہ خبیر باطنی امور کے جاننے والے کو کہتے ہیں جب یہ دونوں معانی ایک جگہ جمع ہو گئے تو کمالِ قدرت حاصل ہوا۔ (غرائب القرآن)

۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نحام بن زید' قردم بن کعب اور بحری بن عمرو [رسول اللہ ﷺ کے پاس] آئے اور کہا کہ اے محمد! (ﷺ) ہم جانتے ہیں کہ اللہ کے سوا ایک اور خدا بھی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ اسی پر میں بھیجا گیا ہوں اور اسی کی طرف بلاتا ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے انکے قول کے جواب میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) اس آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو قرآن و سنت کی تبلیغ کا حکم دیا گیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس نے کتاب اللہ کی ایک آیت پہنچائی تو تحقیق اس نے اللہ کے حکم کو پہنچا دیا چاہے اسے کوئی قبول کرے یا چھوڑ دے۔ (القرطبی) یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شہادت اکبر شہادات میں سے ہے پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان فرمایا کہ اسکی شہادت حاصل ہے مگر آیت یہ دلالت نہیں کرتی کہ یہ شہادت کن مطالب کے اثبات میں ہے پس ہم [علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ] کہتے ہیں کہ شہادتِ الٰہی حضرت محمد ﷺ کی نبوت کے ثبوت کے حصول کیلئے ہو سکتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ شہادتِ الٰہی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے ثبوت کے حصول کیلئے ہو۔ ہر دو احتمال پر دلیل قائم ہے۔ قُلْ لَا اَشْهَدُ قُلْ اِنَّمَا الخ جاننا چاہیئے کہ اس کلام سے توحید کا اثبات اور شرک سے بیزاری کا حکم تین طریقے سے ثابت ہو رہا ہے۔ پہلا طریقہ: قُلْ لَا اَشْهَدُ یعنی تم لوگ جن شرکاء کا تذکرہ میرے سامنے کر رہے ہو میں اسکی گواہی نہیں دونگا۔ دوسرا طریقہ: قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ' کلمہ انما حصر کیلئے آتا ہے اور لفظِ واحد صریح توحید اور شرکاء کی نفی کیلئے آتا ہے۔ تیسرا طریقہ: اِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اس میں شرکاء کے اثبات سے واضح طور پر براءت موجود ہے پس ثابت ہوا کہ ایجابِ توحید پر اس آیت کی دلالت بیان کے راستے میں اعظم اور تاکید کی وجوہ میں ابلغ ہے۔ علماء کہتے ہیں کہ جو شخص ابتداً اسلام قبول کرے اسکے لئے مستحب ہے کہ دو مرتبہ شہادتین کے بعد دین اسلام کے سوا تمام ادیان سے بیزاری کا اعلان کردے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ دلیل قائم کرتے ہیں کہ شہادتین کیساتھ بیزاری کا ملانا مستحب ہے۔ (تفسیر کبیر) ۳ جاننا چاہیئے کہ جب کفار نے یہود و نصاری سے حضرت محمد ﷺ کی صفت کے بارے میں سوال کیا تو ان لوگوں نے انکار کیا اور بتایا کہ توریت و انجیل میں انکی نبوت پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت میں بیان فرمایا کہ ان کی نبوت پر اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے اب اس آیت میں ان لوگوں کے قول کو جھٹلایا جا رہا ہے جنہوں نے آپکی نبوت کی پہچان سے انکار کیا۔ مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی ہے یہ بتاؤ کہ تمہیں یہ معرفت کیسے ملی۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے عمر! جب اس رسول کو تم میں دیکھا تو فوراً پہچان گیا جیسا کہ اپنی اولاد کو دیکھ کر پہچان جاتا ہوں اس لئے کہ ہمارے پاس اس نبی کی معرفت کیلئے اپنی اولاد سے بھی زیادہ پہچان تھی ہمیں نہیں معلوم کہ ہماری عورتوں نے کیا کیا۔ (تفسیر کبیر)

افترٰی علی اللہ کذبا او کذب بایتہ انہ لا یفلح

بست بر خدا دروغرا یا دروغ نسبت کرد آیات او را ہر آئنہ رستگار نمی شوند

اللہ پر جھوٹ باندھے یا جھوٹ کی نسبت اسکی آیات کی جانب کرے، بیشک کامیاب نہیں ہونگے

الظلمون ۲۱ ویوم نحشرھم جمیعا ثم نقول للذین

ستمگاران و یاد کن آنروز کہ حشر کنیم ایشانرا ہمہ یکجا باز گوئیم

ظلم کرنے والے ۱ اور یاد کرو جس دن جمع کرینگے ان سب کو ایک جگہ پھر ہم فرمائینگے

اشرکوا این شرکاؤکم الذین کنتم تزعمون ۲۲ ثم

مشرکانرا کجا اند آن شریکان شما کہ ایشانرا بظن اثبات میکردید بعد ازاں

مشرکوں سے کہاں ہیں وہ تمہارے شرکاء جنہیں تم اپنے گمان میں شریک ٹھہراتے تھے ۲ پھر اسکے بعد

لم تکن فتنتھم الا ان قالوا واللہ ربنا ما کنا مشرکین ۲۳

نباشد عذر ایشانرا مگر آنکہ گویند قسم بخدا پروردگار ما کہ مشرک نبودیم

انکے لئے کوئی عذر نہیں ہوگا مگر یہ کہ کہیں گے ہمارے رب اللہ کی قسم کہ ہم مشرک نہ تھے ۳

انظر کیف کذبوا علی انفسھم وضل عنھم ما کانوا

بنگر چگونہ دروغ گفتند بر خویشتن و گم گشت از ایشاں آنچہ

دیکھو کیسا جھوٹ کہا انھوں نے اپنے اوپر اور گم ہو گیا ان سے جو

یفترون ۲۴ ومنھم من یستمع الیک وجعلنا علی

افترا میکردند و از ایشاں کسی ہست کہ گوش می نہد بسوے تو و پیدا کردیم بر

افترا کرتے تھے ۴ اور ان میں سے بعض وہ ہے جو کان لگاتا ہے آپکی جانب اور ہم نے پیدا کئے

قلوبھم اکنۃ ان یفقھوہ وفی اذانھم وقرا وان یروا

دل ایشاں پردہ ہا تا فہمند آنرا و در گوش ایشاں گرانی را و اگر بہ بینند

انکے دلوں پر پردے تا کہ اسے نہ سمجھیں اور انکے کانوں میں بوجھ کو اور اگر وہ دیکھیں

تفسیر اظہار العرفان

۱ یہ کہ محمد ﷺ نے رسالت کا جھوٹا دعوی کیا ہے اور وہ یہ کہتے ہیں کہ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْہِ شَیْءٌ یعنی میری جانب وحی کی گئی ہے حالانکہ ان کی طرف کچھ وحی نہیں کی گئی۔ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ یعنی قرآن کریم اور ایسے معجزات جو توحید اور صدق رسول ﷺ پر دلالت کرتے ہیں انھوں نے جھٹلایا اس لئے اس سے بڑا ظالم کون ہوگا آیت کی جب یہ تاویل ہوگی تو ایسی صورت میں نبی ﷺ کیلئے جھوٹ سے پاکی کا بیان ہوگا اور کافرین کیلئے تنبیہ ہوگی کہ یہ لوگ اظلم الناس [لوگوں میں سب سے زیادہ ظلم کرنے والے] ہیں۔ یہ بھی جائز ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ پر افترا کیا اور اللہ تعالیٰ کیلئے وہ کچھ مان گئے جو اسکی شان کے لائق نہیں تھے مثلاً ولد اور پتھروں کو اپنا معبود بنا کر اللہ کا شرک ٹھہرانا۔ (مظہری)

۲ یوم فعل محذوف کا ظرف ہے اس جگہ فعل کو حذف اس لئے کیا تا کہ ذہن احوال کثیرہ اور احوال متعددہ کی جانب منتقل ہو جائے جو اس روز لوگوں کو ملیں گے گویا کہ ایسی ہولناکیاں ہونگیں جسے عبارت میں احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس روز سورج انسانوں سے قریب ہوگا، رگیں تکلیف سے ابھر جائیں گی اور جسم سے پسینہ زمین پر ستر [۷۰] باع تک گریگا [ایک باع چھ فٹ کا ہوتا ہے اس حساب سے ستر باع کا حساب لگالیں] ثُمَّ نَقُوْلُ، ثم انتظار کی جانب اشارہ ہے یعنی حشر کے بعد سے سوال تک۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیسا ہوگا تمہارے ساتھ جب اللہ تعالیٰ تمہیں جمع فرمائیگا جیسے جمع کیا جاتا ہے تیر کو کمان میں؛ پچاس ہزار سال تک تمہاری جانب نظر نہیں فرمائیگا۔ (مظہری)

۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اہل اخلاص کے گناہوں کو معاف فرمائیگا اور ان پر کوئی گناہ نہیں ہوگا جسے وہ معاف نہ فرمادے۔ پس جب مشرکین یہ دیکھیں گے تو کہیں گے کہ بیشک ہمارا رب گناہوں کو معاف فرما رہا ہے اور شرک معاف نہیں فرما رہا ہے۔ آؤ ہم سب چلیں اور کہیں کہ ہم اہل ذنوب ہیں مشرکین میں سے نہیں ہیں۔ پس جب وہ لوگ شرک چھپائیں گے تو اللہ تعالیٰ انکی زبان پر مہر لگا دیگا پھر انکے ہاتھ اور پیر انکے کرتوت کی گواہی دینگے پس اسوقت مشرکین خوب جان لینگے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے کوئی بات نہیں چھپا سکتے ہیں۔ یہی مفہوم اس آیت کا ہے وَلَا یَکْتُمُوْنَ اللّٰہَ حَدِیْثًا اور وہ سب اللہ سے کوئی بات چھپا نہ سکیں گے۔ حضرت حسن کہتے ہیں کہ یہ منافقین سے خاص ہے اور فتنتھم بمعنی عاقبۃ فتنتھم یعنی انکے کفر کا انجام۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ فِتْنَتُھُمْ بمعنی معذرتھم یعنی انکا عذر۔ (القرطبی) واضح رہے کہ قیامت کے روز پانچ ایسے مواقع ہونگے جہاں کفار جھوٹ کہیں گے (۱) رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْھَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ یعنی "اے ہمارے رب! تو ہمیں نکال دے پھر اگر ہم شرک کی جانب لوٹیں تو بیشک ہم ظالم ہیں" اللہ تعالیٰ انھیں انکے جھوٹ کے بارے میں خبر دیگا وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُھُوْا عَنْہُ یعنی "اگر انھیں لوٹا دیا جائے تو ضرور یہ لوگ ان کاموں کی جانب پلٹیں گے جن سے انھیں منع کیا گیا تھا" (۲) یَوْمَ یَبْعَثُھُمُ اللّٰہُ جَمِیْعًا فَیَحْلِفُوْنَ لَہٗ کَمَا یَحْلِفُوْنَ لَکُمْ وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ عَلٰی شَیْءٍ اَلَا اِنَّھُمْ ھُمُ الْکٰذِبُوْنَ یعنی جس روز ان سب کو اللہ تعالیٰ جمع فرمائیگا تو اللہ کے حضور ایسی قسم کھائیں گے جیسی تمہارے حضور کھاتے ہیں اور وہ سب گمان کرتے ہیں کہ کچھ ہیں سنو یہی جھوٹے ہیں (۳) قٰلَ کَمْ لَبِثْتُمْ قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ یعنی "فرمایا کتنے عرصے دنیا میں رہے کہیں گے ایک دن یا ایک دن کا بعض حصہ" (۴) وَنَادَوْا یٰمٰلِکُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّکَ "وہ سب پکارینگے کہ اے مالک تاکہ ہم پر تمہارا رب فیصلہ کرے" حالانکہ ان سب کو معلوم تھا کہ جہنم سے خلاص کا فیصلہ نہ ہوگا (۵) وَاللّٰہِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ. "ہمارے رب اللہ کی قسم ہم مشرکین میں سے نہ تھے" حالانکہ وہ سب مشرکین تھے۔ (تفسیر کبیر) ۴ یعنی انکے جھوٹ کہنے پر اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ دیکھو آج اپنے آپ پر کیسا جھوٹ بول رہے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ

هر معجزه ایمان نیارند بآں تا وقتیکه بیایند پیش تو مکابره کناں با تو

ہر معجزہ (جب بھی) ان پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ آپ کے پاس آپ سے مکابرہ کرتے ہوئے آئیں

يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٥﴾

گویند این کافران نیست این مگر قصهای پیشینان

کافرین کہیں گے نہیں ہے یہ مگر اگلوں کی کہانیاں ۱

وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْــــَٔـوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ

و ایشاں منع میکنند از متابعت او و دوری شوند از متابعت او و هلاک نمیکنند مگر

اور وہ سب منع کرتے ہیں اسکی پیروی سے اور دور بھاگتے ہیں اس سے اور ہلاک نہیں کرتے مگر اپنے آپکو اور وہ سب

اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَلَوْ تَرٰٓي اِذْ وُقِفُوْا عَلَي النَّارِ

خویشتن را و نمیدانند و تعجب کنی اگر بنی ایشانرا وقتیکه باز داشته شوند نزدیک آتش

نہیں جانتے ۲ اور تجھے تعجب ہوگا اگر تم انھیں دیکھو گے جب آگ کے سامنے کھڑے کئے جائینگے پس کہیں گے اے

فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ

پس گویند اے کاش ما باز گردانیده میشویم پس دروغ نسبت نکنیم آیات پروردگار خویش را و شویم از

ہماری بربادی ہمیں واپس بھیج دیا جائے تو جھوٹ کی نسبت اپنے رب کی آیت کی طرف نہیں کرینگے اور ہم مسلمانوں

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٧﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَ

مسلمانان نه بلکه ظاهر شد ایشانرا جزای آنچه می پوشیدند پیش ازیں و

میں سے ہونگے ۳ نہیں بلکہ ظاہر ہوا انکے لئے بدلہ اسکا جو چھپاتے تھے اس سے پہلے اور اگر واپس بھیج دیا جائے تو

لَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿٢٨﴾ وَقَالُوْٓا

باز گردانیده شوند البته رجوع کنند بسوئے آنچه منع کرده شدند ازاں هر آئنه ایشاں دروغ گویانند و گفتند

ضرور لوٹیں گے انکی جانب جس سے انھیں روکا گیا اور بیشک وہ سب جھوٹ کہنے والے ہیں ۴ اور انھوں نے کہا

تفسیر اظہار العرفان

۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ابوسفیان، ولید بن مغیرہ، نضر بن حارث، عتبہ، شیبہ وغیرہ آئے اور رسول اللہ ﷺ کی بات سننے لگے پس انھوں نے نضر سے پوچھا کہ محمد (ﷺ) کیا کہہ رہے ہیں۔ نضر نے جواباً اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں ہمیں نہیں معلوم لیکن میں انکا ہونٹ ہلتا ہوا دیکھ رہا ہوں اور یہ اگلوں کی کہانیاں اس طرح سنا رہے ہیں جیسے میں تم سب کو قرون اولیٰ کی کہانی سناتا ہوں۔ ابو سفیان نے کہا کہ میں انکی بعض باتوں کو حق پا رہا ہوں۔ یہ سنکر ابوجہل نے کہا ہرگز نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ واضح رہے کہ جو بندہ علم باری تعالیٰ میں یوں ہو کہ وہ ایمان لائے گا نہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسکے قلب پر ایک مخصوص علامت لگا دیتا ہے جسے فرشتے دیکھ کر سمجھ جاتے ہیں کہ یہ مؤمن نہیں ہے پس کچھ بعید نہیں ہے کہ اس علامت کو اس آیت کریمہ میں "اکنۃ اور وقراً" کہا گیا ہو اور دیگر آیات میں غشاوۃ کہا گیا ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ حاکم وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی۔ وہ مشرکین کو رسول اللہ ﷺ کی ایذا رسانی سے روکتے تھے اور جو کچھ آپ لائے تھے اس سے دور بھاگتے تھے۔ ابن ابی حاتم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت نبی کریم ﷺ کے دس چچاؤں کے بارے میں نازل ہوئی۔ ظاہراً وہ آپ کے زبردست حمایتی تھے اور بباطن وہ آپ کے سخت مخالف تھے۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ، یہ جمیع کفار کے حق میں عام ہے یعنی وہ لوگ اتباعِ محمد ﷺ سے روکتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت ابوطالب کے ساتھ خاص ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک روز نبی کریم ﷺ کعبہ میں نماز ادا فرما رہے تھے کہ ابوجہل داخل ہوا۔ وہ آپکو نماز پڑھتا دیکھ کر غصے میں کہنے لگا کہ کون ہے جو انکی نماز میں فساد برپا کرے۔ یہ سنکر ابن زبعری کھڑا ہوا اور اونٹ کی اوجھڑی لاکر آپکے سر اقدس پر ڈال گیا۔ آپ نماز سے فراغت کے بعد اپنے چچا ابوطالب کے پاس گئے اور انکو سارا واقعہ کہہ سنایا۔ ابوطالب غصے میں تلوار لیکر نکلے تو لوگوں نے ابن زبعری کو بمشکل انکی تلوار سے بچایا پھر ابوطالب نے تلوار کو یہ کہہ کر میان میں ڈال لی کہ ابن زبعری کے چہرے اور کپڑوں پر بھی اونٹ کی اوجھڑی اور خون ڈالا جائیگا پس ابو طالب نے ابن زبعری کے منہ پر اوجھڑی اور خون وغیرہ ڈال دیا اور اسکا بہت برا حال کردیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ چچا آپکے بارے میں قرآن کی آیت نازل ہوئی ہے۔ ابو طالب نے پوچھا وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ آپ قریش کو مجھے اذیت دینے سے روکتے ہیں اور مجھ پر ایمان لانے سے اپنے آپ کو روکتے ہیں۔ (القرطبی) محمد بن حنیفہ، ضحاک اور قتادہ کہتے ہیں کہ یہ آیت کفار مکہ کے بارے میں نازل ہوئی اور اسکا معنی یہ ہے کہ وہ لوگوں کو حضرت محمد ﷺ کی پیروی سے روکتے ہیں یا قرآن کی پیروی سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور رہتے ہیں۔ (مظہری) ۳ یعنی جب آپ انھیں دیکھیں کہ آگ میں واقع ہوتے ہیں یہاں تک کہ وہ سب جان لیں گے کہ ہم امر شنیع کے مرتکب ہوئے۔ پھر دنیا میں لوٹنے کی تمنا کرینگے۔ (بیضاوی) ۴ انکے ایمان کے ارادے سے تعجب کی طور پر بل فرمایا جا رہا ہے کیونکہ دنیا میں نفاق میں پڑے تھے مَا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ یعنی اہل کتاب جو نعتِ نبی ﷺ چھپاتے تھے اور نبی ﷺ کو باوجود کہ ایسا پہچانتے تھے جیسا اپنی اولاد کو پہچانتے تھے، ایمان نہیں لائے یا اس سے مراد یہ ہے کہ مشرکین آخرت میں جو شرک چھپانا چاہتے تھے، اسے چھپا نہ سکیں گے۔ مبرد کہتے ہیں کہ بدا لهم جزاء ما كانوا يخفون یعنی انکے لئے ظاہر ہوگا انکا بدلہ جسے وہ سب چھپاتے تھے۔ (مظہری)

اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ

نیست ہیچ حیاۃ مگر زندگانی این جہانی ما و نیستیم ما بر انگیختگاں و کنی تعجب اگر

نہیں ہے کوئی حیات مگر ہماری اس جہان کی زندگی اور ہم اٹھنے والے نہیں ہیں ۱ اور تمہیں تعجب ہوگا اگر تم دیکھو جب

تَرٰٓی اِذْ وُقِفُوْا عَلٰی رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا

بہ بینی آنگاہ کہ باز داشتہ شوند بحضور پروردگار خویش گوید خدا آیا این درست نیست گویند

کھڑے کئے جائیں اپنے رب کے حضور، اللہ فرمائیگا کیا یہ درست نہیں ہے کہیں گے

بَلٰی وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۰﴾

آری درست است قسم پروردگار ما گوید بچشید عذاب را بسبب آنکہ کافر بودید

کیوں نہیں درست ہے ہمارے رب کی قسم، فرمائیگا چکھو عذاب کو اس سبب کہ تم کافر تھے ۲

قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰٓی اِذَا جَآءَتْهُمُ

بتحقیق زیانکار شدند آنانکہ بدروغ نسبت کردند ملاقات خدا را تا آنگاہ کہ بیاید بایشاں

تحقیق نقصان اٹھایا ان لوگوں نے جنھوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا یہاں تک کہ جب آئیگی انکے پاس

السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا یٰحَسْرَتَنَا عَلٰی مَا فَرَّطْنَا فِیْهَا ۙ وَهُمْ

قیامت ناگہاں گویند اے پشیمانی ما بر تقصیر ما در باب قیامت و ایشاں

قیامت اچانک تو کہیں گے اے ہماری حسرت ہماری تقصیر پر قیامت کے باب میں اور وہ سب

یَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰی ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَمَا

بردارند بارہای خویش را بر پشت خویش آگاہ شوید بد چیزیست آنچہ بر میدارند و نیست

اپنے بوجھ کو اپنی پیٹھ پر اٹھائیں گے، آگاہ رہو کیا ہی بری چیز ہے جسے وہ سب اٹھائیں گے ۳ اور نہیں ہے

الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ

زندگانی دنیا مگر بازی بلہو و لعب و ہر آئنہ آخرت سرای بہتر است

دنیا کی زندگی مگر لہو و لعب اور بیشک آخرت کا گھر بہتر ہے ۴

تفسیر اظہار العرفان

۱ اس آیت کی تفسیر میں دو اقوال ہیں۔(۱) اس سے پہلی آیت میں یہ بتایا گیا تھا کہ جو چیز وہ لوگ چھپائیں گے اللہ تعالیٰ اسے ظاہر فرمادیگا۔ اب اس آیت میں ان چیزوں کو بیان کیا جارہا ہے جسے وہ لوگ چھپاتے تھے یعنی امر معاد، حشر اور نشر وغیرہ۔(۲) آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ اگر انکی تمنا پر انھیں دنیا میں بھیج دیا جائے جب بھی جاکر حشر ونشر کا انکار کردینگے۔(تفسیر کبیر)

۲ اس آیت کریمہ کے ظاہر سے بعض لوگ دلیل قائم کرتے ہیں کہ اہل قیامت اللہ تعالیٰ کے پاس اور اسکے قرب میں کھڑے ہونگے اور یہ بھی دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی مکان میں حاضر ہوگا اور کبھی غائب ہوجائیگا۔ جاننا چاہئے کہ اہل ظواہر کا اس آیت کے ظاہر سے مذکورہ استدلال درست نہیں ہے کیونکہ آیت کا ظاہر یہ دلالت کر رہا ہے کہ وہ سب واقفین علی اللہ تعالیٰ ہونگے جیسا کہ ہم میں سے کوئی ایک زمین پر کھڑا ہوتا ہے گویا کہ یہ دلالت ہوگی کہ واقفین اللہ تعالیٰ کی ذات پر بلند ہونگے اور یہ بالاتفاق باطل ہے۔ اس لئے اسکا مفہوم یہ ہوگا کہ وہ لوگ کھڑے ہونگے جو انکے رب نے وعدہ کیا ہے یعنی کافرین کیلئے عذاب کا اور مؤمنین کیلئے ثواب کا۔(تفسیر کبیر)

۳ شاید آیت کریمہ میں ساعت سے مراد ساعتِ موت ہے اس لئے کہ جس پر موت طاری ہوئی تو تحقیق اس پر قیامت طاری ہوگئی۔ صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے یہ حدیث ہے کہ ایک اعرابی نے نبی کریم ﷺ سے ساعت کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ اصغر ساعت کو پہلے دیکھو، اگر یہاں ساعت سے مراد قیامت ہو جب بھی موت ساعت موت کیلئے مقدم ہے۔ یَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰی ظُهُوْرِهِمْ یعنی جب اپنی اپنی قبروں سے نکلیں گے۔ حضرت عمرہ بن قیس الملائی سے روایت ہے کہ بیشک مؤمن جب اپنے قبر سے نکلے گا تو اسکا عمل بہترین خوشبو کیساتھ استقبال کریگا پس اسکا عمل کہے گا کہ کیا تم نے مجھے نہیں پہچانا وہ شخص کہے گا نہیں۔ سنو اللہ تعالیٰ نے تمہارے اعمال کو بہترین خوشبو اور اچھی صورت میں بنادیا ہے جیسا کہ تم دنیا میں عمل صالح کی سواری پر سوار تھے آج کے دن میں سوار ہوجا اور یہ تلاوت کرتا جا۔ یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ اِلَی الرَّحْمٰنِ وَفْدًا۔[جس دن ہم متقین کو رحمٰن کی جانب مہمان بنا کرلے جائیں گے] اور اگر قبر سے نکلنے والا کافر ہوگا تو اسکا عمل انتہائی قبیح صورت اور بدبودار ہوکر استقبال کریگا۔ وہ شخص کہے گا اللہ کی پناہ اتنی بدصورتی اور اتنی بدبو۔ عمل کہے گا تو دنیا میں ایسا ہی تھا تو نے دنیا میں برے عمل کی سواری کی آج میں تجھ پر سواری کرونگا پھر یہی آیت تلاوت کی، صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعا روایت ہے کہ جو شخص ایک بالشت زمین بھی ظلماً کسی کی لیگا تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ساتوں زمین کا طوق بنا کر اسکی گردن میں ڈال دیگا۔(مظہری) ۴ زندگی کی موت کم ہونے کی بناء پر لہو ولعب کہا گیا ہے۔ بعض نے کہا کہ حیاتِ دنیا کے متاع کو لہو ولعب کہا گیا ہے یعنی جو دنیا میں اسکی خواہش کریگا اس کیلئے عاقبت نہیں ہوگی پس یہ بمنزلہ لہو ولعب ہوا۔ بعض نے کہا اس سے مراد باطل اور غرور ہے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ. اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ جب کافروں نے کہا کہ ہمارے لئے دنیا ہی کی زندگی ہے تو انکے قول کو رد کیا گیا کہ دنیا کی زندگی تو کھیل کود ہے۔ مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے دنیا کی مذمت کی تو آپ نے فرمایا کہ دنیا اس کیلئے دار صدق ہے جو صدق کیساتھ زندگی گذارے، دار نجات ہے اس کیلئے جو اسے سمجھ کر اس سے جدا رہے، اور دارِ غنا ہے اس کیلئے جو اس سے بچے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے مگر جو اس میں اللہ کے ذکر میں ہو یا جو اللہ کے ذکر کی طرف لے جائے اور عالم ومتعلم دونوں اجر میں شریک ہیں اور تمام لوگ نادانی میں ہیں اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔(القرطبی)

يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِیْ

متقیانرا آیا در نمی یابید ہر آئنہ میدانیم کہ اندوہگین میکند ترا آنچہ ایشاں

پرہیزگاروں کیلیئے کیا تم نہیں سمجھتے ہو۔ بیشک ہم جانتے ہیں کہ غمگین کرتی ہے آپکو جو بات وہ سب

يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

میگویند پس ہر آئنہ ایشاں دروغ نسبت نمیکنند ترا فقط و لیکن ایں ستمگاران آیات

کہتے ہیں پس بیشک وہ سب صرف آپکو نہیں جھٹلاتے لیکن یہ ظالمین اللہ کی

يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا

خدا را انکار میکنند و ہر آئنہ بدروغ نسبت کردہ شد پیغامبراں را پیش از تو پس صبر کردند

آیتوں سے انکار کرتے ہیں ۱ اور بیشک تم سے پہلے رسول جھٹلائے گے تو انھوں نے صبر کیا

عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ

بر تکذیب خویش و رنجانیدہ شدن خویش تا آنکہ بیامد بایشاں نصرت ما و نیست ہیچ تغیر دہندہ

اپنی تکذیب پر اور اپنی ایذائیں پانے پر یہاں تک کہ انکے پاس ہماری نصرت آئی اور نہیں ہے کوئی بدلنے والا

لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۴﴾

وعدہاے خدا را و ہر آئنہ آمد بتو بعض خبر پیغامبران

اللہ کے وعدوں کو اور بیشک آپ کے پاس پیغمبروں کی بعض خبریں آ چکی ہیں ۲

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ

و اگر گراں شدہ باشد بر تو روگردانی ایشاں پس اگر میتوانی

اور اگر گراں گذرا ہو آپ پر انکا منہ پھیرنا تو اگر تم سے ہو سکے

اَنْ تَبْتَغِیَ نَفَقًا فِی الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ

کہ بجوئی سوراخی در زمین یا نردبانی در آسمان پس بیاری پیش ایشاں

تو زمین میں کوئی سرنگ تلاش کرو یا آسمان میں کوئی سیڑھی پس لاؤ انکے سامنے

تفسیر اظہار العرفان

۱ ترمذی اور حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ابوجہل نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ ہم آپ کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ جو کچھ آپ لائے ہیں ہم صرف اسکو جھٹلاتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) ابوجہل کا قول ہے کہ انا لا نکذبک و لکن نکذب ما جئت به یعنی ہم آپ کو نہیں بلکہ اس چیز کو جھٹلاتے ہیں جو آپ لائے ہیں۔ دراصل یہ بات ابوجہل کے دل کی گہرائیوں سے نکلی ہے اور نہایت ہی سچی بات نکلی ہے کیونکہ وہ نہ صرف آپ کی سچائی، آپکی راستی، آپکی نیکی اور آپکی بیداغ سیرت کا قائل تھا بلکہ آپکو نبی برحق بھی جانتا تھا لیکن اسکا تکبر، اسکی انانیت، اسکی جاہلانہ عصبیت اور بت پرستی کا وہ قدیم عقیدہ جو اسکی سرشت میں رچا بسا ہوا تھا۔ اسکے ایمان میں حائل تھا۔ اسی لئے وہ کبھی رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا انکار کرتا ہے اور کبھی اعتراف۔ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اور علامہ طبرسی نے مجمع البیان میں ابویزید مدنی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی ابوجہل سے ملاقات ہوگئی تو ابوجہل نے آپ سے مصافحہ کیا، اس پر ایک شخص نے کہا کہ تم نے تو صابی سے ہاتھ ملائے ہیں۔ ابوجہل نے کہا خدا کی قسم! میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں لیکن بنی عبد مناف کی پہلے ہم نے کب پیروی کی ہے کہ اب میں انکی اطاعت قبول کرلوں؟ علامہ جار اللہ زمخشری تفسیر کشاف میں لکھتے ہیں کہ اخنس بن شریف نے ابوجہل سے پوچھا کہ اے ابوالحکم! سچ بتاؤ کہ محمد ﷺ! صادق ہیں یا کاذب۔ کیونکہ آخر وہ ہمارے اپنے ہی تو ہیں۔ ابوجہل نے کہا کہ یقیناً وہ سچے ہیں انھوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، لیکن جب لواء، حجابت، سقایت اور نبوت سبھی کچھ بنی قصی لے جائیں تو بتاؤ کہ باقی سارے قریش کیلیئے کیا بچا؟ اسی طرح سے ہمیں یہود و نصاریٰ کے عالموں اور بعض مشرکوں کے بارے میں بھی روایات ملتی ہیں کہ انکو آپ کے سچے نبی ہونے کا علم تھا لیکن وہ اپنی اپنی مصلحتوں کے تحت آپ پر ایمان نہ لاتے تھے تاکہ انھیں ان فوائد سے محروم نہ ہونا پڑے جو انکے خیال میں کفر پر رہ کر انھیں حاصل ہو رہے تھے اور انکی چودھراہٹ بھی قائم رہے۔ (حاشیہ لباب النقول) اس آیت کریمہ کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ حضرت محمد ﷺ کی تکذیب نہیں کرتے تھے بلکہ آیاتِ الٰہی کا انکار کرتے تھے، جبکہ دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ آپکی بھی تکذیب کرتے تھے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ انکے قلوب آپ کو نہیں جھٹلاتے تھے بلکہ صرف انکی زبان ظاہر میں آپکی تکذیب کرتی تھی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ لوگ آپ کو جھوٹا نہیں کہہ سکتے تھے اس لئے کہ آپ نے زندگی کا ایک طویل حصہ انکے سامنے گذارا اور وہ سب آپ کو صادق الامین کے لقب سے یاد کرتے تھے اس لئے وہ لوگ آپ کی بجائے صحت نبوت و رسالت سے انکار کرنے لگے۔ (تفسیر کبیر) ۲ جاننا چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت میں رسول اللہ ﷺ کے حزن کو یہ کہہ کر دل سے نکالا کہ اے محبوب! یہ لوگ آپ کو نہیں مجھے جھٹلا رہے ہیں تو اب اس آیت میں دوسرے طریقے سے اپنے محبوب ﷺ کے حزن کو نکال رہا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ ساری امتوں نے اپنے اپنے نبی کے ساتھ یہی معاملہ کیا یعنی انکی تکذیب کی اور ان تمام نبیوں نے انکی تکذیب اور ایذا رسانی پر صبر کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت، فتح اور کامیابی آئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت کے وعدے کو اس قول سے مؤکد فرمایا، وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ یعنی اللہ تعالیٰ کا جو وعدہ آپ کے ساتھ نصرت کا ہے وہ حق اور سچ ہے اسے کوئی بدل نہیں سکتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ

معجزه و اگر خواستی خدا که جمع ساختی ایشانرا بر ہدایت پس مباش

کوئی معجزہ اور اگر اللہ چاہتا تو ضرور جمع کر دیتا ان سب کو ہدایت پر پس

مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿٣٥﴾ اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؕ وَ

از جاہلان جز ایں نیست که قبول میکنند آنانکه می شنوند و

نادانوں میں سے نہ ہو جاؤ[١] اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ وہ لوگ (آپکی بات) قبول کرتے ہیں جو (غور سے) سنتے ہیں

الْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿٣٦﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا

مردگان بر انگیزد ایشانرا خدا باز بسوے او گردانیده شوند و گفتند چرا نه

اور اللہ مردوں کو اٹھائیگا پھر اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے[٢] اور انھوں نے کہا کیوں نہیں

نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ

فرو آورده شد بر پیغمبران نشانه از جانب پروردگار او بگو ہر آئنه خدا قادر است بر آنکه فرو فرستد

کوئی نشانی رسول پر اتاری گئی انکے رب کی جانب سے' آپ فرما دیجئے بیشک اللہ قادر ہے اس پر کہ بھیجے

اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٧﴾ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ

آیتی و لیکن اکثر ایشاں نمیدانند و نیست ہیچ جانوری در زمین

کوئی نشانی لیکن اکثر ان میں جانتے نہیں ہیں[٣] اور نہیں ہے کوئی جانور زمین میں

وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِى

و ہیچ پرنده که می پرد بد و بازی خود مگر ایشاں جماعتہا اند مانند شما فرو گذاشت نکرده ایم در

اور نہ کوئی پرندہ جو اپنے پروں پر اڑتا ہو مگر وہ سب تمہاری مثل جماعت ہیں ہم نے

الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ﴿٣٨﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

کتاب ہیچ چیز را باز بسوے پروردگار خود حشر کرده خواہند شد و کسانیکه بدروغ نسبت کردند

کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی پھر اپنے رب کی طرف اٹھائیں جائیں گے[٤] اور وہ لوگ جنہوں نے جھوٹ کی

تفسیر اظہار العرفان

[١] جب اللہ کے رسول ﷺ اپنی قوم کے ایمان پر زیادہ حریص ہوئے اور ان کا ایمان سے منہ پھیرنا آپ پر شاق گذرا تو آپ نے یہ ارادہ کیا کہ اللہ تعالیٰ اس قوم کو کوئی نشانی دکھا دیتا تا کہ قوم ایمان لے آتی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (مظہری) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف' قریش کی ایک جماعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ اے محمد! (ﷺ) آپ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نشانی لائیں جیسی نشانی آپ سے پہلے انبیاء لاتے رہے تا کہ ہم آپ کی تصدیق کریں پس اللہ تعالیٰ نے انھیں کوئی نشانی نہ دی تو رسول اللہ ﷺ پر یہ شاق گذرا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ **وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى** یعنی اگر اللہ تعالیٰ انھیں ہدایت دینا چاہتا تو ضرور ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا گویا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے ہدایت نہیں چاہی۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کیلئے ایمان کا ارادہ نہیں فرماتا بلکہ چاہتا ہے کہ یہ لوگ اپنے کفر پر باقی رہیں۔ **فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ**۔ اس ٹکڑے میں جاہلین کی حالت سے آپ کے حق میں ''نہی'' وارد ہے اور یہ نبی کی اس حالت کے اقدام پر دلالت نہیں کرتی' جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان **وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِيْنَ وَالْمُنَافِقِيْنَ** ''اور آپ کافرین و منافقین کا کہنا نہ مانیں'' یہ دلالت نہیں کرتی ہے کہ آپ نے انکے دین کو قبول کر لیا تھا اور انکی اطاعت کی۔ اس ٹکڑے کا مفہوم یہ ہے کہ مناسب نہیں ہے کہ آپ کی حسرت ان کے حق میں سخت ہو۔ (تفسیر کبیر)

[٢] یعنی اے محبوب آپ ان لوگوں پر حریص ہیں کہ آپ کی تصدیق کریں جو مردے ہیں۔ علی بن عیسیٰ کہتے ہیں کہ **یستجیب** اور **یجیب** میں فرق یہ ہے کہ **یستجیب** اسکے حق میں کہا جاتا ہے جسے بلایا جائے تو بلاوا کو قبول کرلے اور یجیب میں یہ بات نہیں بلکہ کبھی یہ مخالفت میں استعمال ہوتا ہے جیسے کوئی کہے **اتوافق فی هذا المذهب ام تخالف؟** یعنی تو اس مذہب میں موافقت رکھتا ہے یا مخالفت؟ پس مجیب کہے گا **اخالف** یعنی میں مخالفت رکھتا ہوں۔ (تفسیر کبیر) [٣] یعنی جو نشانی انھوں نے انتخاب کی یا آیاتِ متکاثرہ میں سے کوئی آیت نازل فرمادے۔ اللہ تعالیٰ اسکے انزال پر قادر ہے۔ (بیضاوی) [٤] **اِلَّا اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ**۔ فراء کہتے ہیں کہ **بهائم** میں سے ہر صنف امت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر کلاب یعنی کتے امم میں سے امت نہ ہوتے تو میں ضرور انکے قتل کا حکم دیتا۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ چوپائے اور پرندے ہماری طرح ہیں لیکن یہ وضاحت نہیں ہے کہ یہ مماثلت کس معانی میں ہے اور یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ اس مماثلت کو من کل الوجوہ کہا جائے ورنہ لازم آئیگا کہ ہم صورت' صفت اور خلقت میں انکی طرح ہیں۔ اس لئے اسکے تعین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس مماثلت سے مراد یہ ہے کہ جس طرح تم مجھے پہچانتے' میری توحید بیان کرتے' میری تسبیح کرتے اور میری تمجید کرتے ہو اس طرح یہ چوپائے اور پرندے بھی کرتے ہیں۔ دلیل اس آیت سے قائم کرتے ہیں **وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ** اور نہیں ہے کوئی شے مگر حمد کیساتھ تسبیح بیان کرتی ہے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ **بهائم** کے عقول کو اللہ تعالیٰ نے ہر شے سے مبہوت فرمایا سوائے ان چار اشیاء کے یعنی معرفتِ الٰہ' طلب رزق' معرفتِ ذکر اور معرفتِ انثی۔ مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص پرندے کو عبث قتل کریگا تو وہ پرندہ قیامت کے روز اللہ کے حضور آئیگا اور کہے گا کہ اے میرے رب! بیشک اس نے مجھے عبث قتل کیا تھا۔ اس نے مجھ سے نفع حاصل کیا نہ مجھے چھوڑا کہ زمین کے جانور مجھے کھالیں۔ (تفسیر کبیر)

بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِی الظُّلُمٰتِ ؕ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ؕ

آیات ما را کرانند و گنگانند در تاریکیها اند هر کرا خواهد خدا گمراه کندش و

نسبت ہماری آیتوں کی طرف کی بہرے اور گونگے ہیں تاریکیوں میں ہیں اللہ جسے چاہے اسے گمراہ کرتا ہے اور

وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۳۹ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ

هر کرا خواهد براه راست گرداندش بگو آیا دیدید اگر

جسے چاہے سیدھے راستے پر اسے کر دیتا ہے ا آپ فرما دیجئے کیا تم نے دیکھا اگر

اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ

بیاید بشما عذاب خدا یا بیاید بشما قیامت آیا بغیر خدا تضرع میکنید

تمہارے پاس اللہ کا عذاب آئے یا تمہارے پاس قیامت آئے کیا اللہ کے سوا کسی اور سے تضرع کرو گے

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۴۰ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا

اگر راستگو هستید نه بلکه خاص بجناب او دعا میکنید پس دفع کند آنچه

اگر تم سب سچے ہو ۲ نہیں بلکہ خاص اسی کی جانب دعا کرو گے پھر اسے ہٹا دیگا

تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ۝۴۱ وَلَقَدْ

دعا میکنید برائے دفع آں اگر خواهد و فراموش میکنید آں چیز که او را شریک مقرر کردید و هر آئنه

جسکے ہٹانے کیلئے تم اسے پکاروگے اگر وہ چاہے اور فراموش کردو گے اس چیز کو جسے وہ لوگ شریک ٹھہراتے تھے ۳ اور

اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَ

فرستادیم بسوے امتان پیش از تو پس در گرفت کردیم ایشانرا به تنگی معیشت و

بیشک ہم نے بھیجا آپ سے پہلی امتوں کی جانب پس ہم نے انھیں پکڑا معیشت کی تنگی اور

الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ۝۴۲ فَلَوْلَاۤ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا

بیماری تا شاید که زاری کنند پس چرا نه زاری کردند وقتیکه آمد بایشان عذاب ما

بیماری سے تا کہ وہ سب گریہ وزاری کریں ۴ پس کیوں نہیں گریہ وزاری کی جب انکے پاس ہمارا عذاب آیا

۱ ہمارے اصحاب نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ بیشک ہدایت اور ضلالت نہیں ہیں مگر اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے۔ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا. اس میں آیات کے تعین میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد قرآن کریم اور حضرت محمد ﷺ ہیں اور بعض نے کہا کہ یہ جمیع دلائل وحجج کو شامل ہیں۔ (تفسیر کبیر)

۲ اسکا مفہوم یہ ہے کہ تم لوگ دنیا میں جسکی عبادت کرتے تھے آج ان بتوں کو پکار کر دیکھو کیا وہ تمہارے مددگار ہوسکیں گے۔ علامہ بیضاوی فرماتے ہیں کہ یہاں استفہام تعجب کیلئے ہے۔ محقق تفتازانی کہتے ہیں کہ یہاں استفہام کو علم کی جگہ رکھا گیا ہے۔ یا رؤیتِ بصر کو استخبار کی جگہ' اس لئے کہ رؤیت بالبصر علم کیلئے سبب ہے اور علم اخبار کیلئے سبب ہے۔ پس سبب کو مسبب کی جگہ رکھا گیا ہے۔ (مظہری) رؤیت جب ایک مفعول سے متعدی ہو تو اسوقت رؤیت العین مراد ہوگی اور جب دو مفعول سے متعدی ہو تو اسوقت علم کے معنی میں ہوگی۔ (القرطبی) آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اے محمد ﷺ! آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا عذاب تمہارے پاس دنیا میں آجائے یا قیامت کے وقت عذاب آجائے تو کیا تم اس بلا اور ضرر سے بچنے کیلئے غیر اللہ کو بلاؤ گے۔ پس ضروری طور پر معلوم ہے کہ تم اللہ ہی کو بلاؤ گے۔ (تفسیر کبیر)

۳ یعنی بلا اور ضرر کو ہٹانے کیلئے اللہ ہی کو پکارو گے۔ کہا گیا ہے کہ نزول عذاب کے وقت۔ (القرطبی) فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تم لوگ بتوں کو چھوڑ دیتے ہو اور انھیں نہیں پکارتے اس لئے کہ تمہیں معلوم ہے کہ یہ بت تمہیں نفع نہیں دے سکتے ہیں اور نہ نقصان۔ زجاج کہتے ہیں کہ اسکا معنی یہ ہے کہ تم ترکِ دعا میں انھیں ایسا چھوڑ دیتے ہو جیسے کہ تم انھیں بھول گئے یہ قول حضرت حسن کا بھی ہے۔ اسکی مثال اللہ تعالیٰ کے اس قول میں موجود ہے حَتّٰۤى اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ وَ جَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّ جَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ دَعَوُا اللّٰهَ۔ ترجمہ: یہاں تک کہ جب [کبھی] تم کشتیوں پر سوار ہوتے ہو اور وہ ان لوگوں کو بادِ موافق کی مدد سے لیکر چلی اور لوگ اس رفتار سے خوش ہوئے [یکایک] کشتی پر ہوا کا ایک جھونکا آپڑا اور ہر طرف سے اس پر لہریں چلی آئیں اور ان لوگوں نے سمجھ لیا کہ اب گھر گئے اسوقت اللہ کو پکارا۔ واضح رہے کہ یہ آیت دلالت کررہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی دعا قبول فرماتا ہے اور کبھی قبول نہیں فرماتا ہے' جبکہ اس آیت میں یعنی اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دعا قبول فرماتا ہے' پس ان دونوں آیات میں مطابقت کیسے ہوگی؟ جواب: ہمارے اصحاب کے نزدیک دعا کی قبولیت کا انحصار تحت مشیت ہے۔ کبھی قبول فرماتا ہے اور کبھی رد کردیتا ہے اس لئے دو طرح کی آیات ہیں۔ (تفسیر کبیر) ۴ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی رسول تشریف لاتے تھے تو یہ لوگ انکی مخالفت کرتے تھے جسکی بناء پر ہم انھیں معیشت کی تنگی اور بلاء میں مبتلا کرتے تھے۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ البأس شدت فقر کو کہتے ہیں اور ضراء امراض اور بھوک کو کہتے ہیں پھر فرمایا لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ. التضرع بمعنی تخشع اور یہ عبارت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے آگے بندہ گردن جھکادے اور سرکشی اور نافرمانی چھوڑ دے۔ اسکی اصل ضراعة بمعنی ذلت ہے۔ (تفسیر کبیر) اس آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کیلئے تسلی ہے اور وہ اس طرح کہ وہ لوگ مخالفت کے باب میں پچھلی قوم کی پیروی کررہے ہیں اے محبوب! آپ سابقہ انبیاء کی طرح صبر کیجئے۔ البأساء مصائب کو کہتے ہیں اور ضراء بدنی مصائب کو کہتے ہیں۔ ابن عطیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں مصائب کے ذریعے بندے کیلئے تادیب کا سامان مہیا کرتا ہے۔ (القرطبی)

وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ

و لیکن سخت شد دل ایشاں و زینت داد در نظر ایشاں شیطان

لیکن ان کے دل سخت ہوئے اور انکی نظروں میں (اسے) زینت دی شیطان نے

مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ

آنچہ میکردند پس فراموش کردند آنچہ پندداده شد ایشانرا بآں کشاده ساختیم بر ایشاں

جو وہ کرتے تھے ا پس جب انھوں نے بھلا دیا جو نصیحت انھیں کی گئی تھی تو ہم نے ان پر

اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ

در ہای ہمہ چیز تا آں ہنگام کہ شادمان گشتند بآنچہ داده شد ایشانرا در گرفت کردیم ایشانرا

تمام چیزوں کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب خوش ہوئے اس چیز سے جو انھیں دیا گیا تو ہم نے انھیں

بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ

ناگہاں پس شدند ناامید شونده پس بریده شد بیخ گروه ستمگاران

پکڑا اچانک پس ناامید ہوگئے ۲ پس ظلم کرنے والے گروہ کی جڑ کاٹ دی گئی

ظَلَمُوْا ۭ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۵﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ

پس سپاس خدا راست پروردگار عالمہا بگو ایا دیدید اگر

اور تعریف اللہ کیلئے ہے (جو) تمام جہان کا پالنے والا ہے ۳ آپ فرما دیجئے کیا تم نے دیکھا اگر

اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ

باز گیرد خدا شنوای شما را و چشمہاے شما را و مہر کند بر دلہاے شما کیست

اللہ واپس لے تمہاری سماعت اور تمہاری بصارت اور مہر لگا دے تمہارے دلوں پر تو کون ہے

اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ

خدا غیر اللہ کہ آنرا بیارد بشما ببیں چگونہ گونا گوں بیان میکنیم آیا۔تہا باز

الہ اللہ کے سوا جو تمہیں وہ چیز لا دے، دیکھو کیسے گونا گوں ہم بیان کرتے ہیں آیتوں کو پھر ۴

ا یہ ترکِ دعا پر عتاب ہے اور انکے حالات کی خبر ہے کہ انھوں نے نزولِ عذاب کے وقت تضرع نہیں کیا۔ یہ بھی جائز ہے کہ انھوں نے تضرع کیا ہو لیکن انکے تضرع میں اخلاص نہیں تھا، یا انھوں نے عذاب پہنچنے پر تضرع کیا اور اسوقت کا تضرع غیر نافع ہوتا ہے کیونکہ دعا حالتِ راحت اور حالتِ شدت میں مامور ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ تم مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا۔ وَلٰکِنْ قَسَتْ قُلُوْبُھُمْ. یہ جملہ کفر اور اصرارِ معصیت پر دلالت کرتا ہے۔ (القرطبی)

۲ یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ نسیان پر کیوں مذمت کی جا رہی ہے کیونکہ یہ انکا فعل نہیں ہے۔ جواب: یہاں نَسُوْا بمعنی تَرَکُوْا یعنی انھوں نے چھوڑا، یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابن جریج اور ابوعلی کا ہے۔ اس لئے کہ تارکِ شئے، اس سے اعراض کے باب میں بمنزلہ نسیان کے ہے۔ اسکا دوسرا جواب یہ ہے کہ ان لوگوں نے بالقصد بھلایا تھا اس لئے نسیان پر مذمت کی جا رہی ہے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ بندوں کو چاہئے کہ آیت حَتّٰی اِذَا فَرِحُوْا بِمَا اُوْتُوْا اَخَذْنٰھُمْ بَغْتَةً پر غور وفکر کرے۔ محمد بن نضر حارثی کہتے ہیں کہ اس قوم کو اللہ تعالیٰ نے بیس سال تک مہلت دی۔ حضرت عقبہ بن عامر روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم یہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو انکے گناہوں پر جو وہ چاہتا ہے عطا فرماتا ہے تو سمجھ جاؤ اس بندے کیلئے استدراج ہے یعنی گناہوں میں اور بڑھنے کیلئے مہلت ہے پھر آپ نے فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُکِّرُوْا بِهٖ پوری آیت تلاوت فرمائی۔ حضرت حسن کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم لوگوں میں سے کوئی نہیں ہے جسکے لئے دنیا میں کشادگی عطا فرمائے پھر نہ ڈرے اور اس دنیا میں مکروفریب میں مبتلا ہو تو اللہ تعالیٰ اسکے عمل میں کمی فرماتا ہے اگر اللہ تعالیٰ اسے نہ پکڑے تو اسے خیر گمان نہ کرے۔ مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے موسیٰ! جب تم دیکھو کہ فقر تمہاری جانب آرہا ہے تو مرحبا کہو اس لئے کہ یہ صالحین کا شعار ہے اور جب دیکھو کہ تمہاری طرف غنا آرہی ہے تو کہو کہ گناہ ہے جسکے بدلے اللہ تعالیٰ جلد سزا دیگا۔ (القرطبی) ۳ آیت کریمہ میں الدابر الآخر کے معنی میں ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ من الناس من لا یاتی الصلاۃ الا دبریًا یعنی لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو نماز ادا نہیں کرتے مگر آخر وقت میں، پس فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا کا معنی یہ ہوگا کہ انکی نسل کاٹ دی گئی اور انھیں بدل دیا گیا کہ انکا کوئی باقی نہ رہا۔ قطرب کہتے ہیں کہ انھیں ہلاک کر دیا گیا۔ (القرطبی) وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ اس میں چند احتمالات ہیں (۱) اللہ تعالیٰ نے خود اپنی تعریف کی کیونکہ ان ظالمین کی جڑ کاٹ دی گئی جو مختلف زاویے سے شر پھیلا رہے تھے (۲) جب انکے قلوب سخت ہوگئے تو لازم تھا کہ انکی جڑ کاٹ دی جائے تاکہ ظلم و جبر کو روکا جا سکے لہذا یہ کام قائم مقام نعمت کے ہے، اس لئے وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ فرمایا گیا۔ (۳) یہ عذر اور علت پر ہے۔ (تفسیر کبیر) ۴ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ صانع کا وجود ہے۔ اس لئے کہ انسانی جسم میں اشرفِ اعضاء آنکھ، کان اور دل ہیں پس کان قوتِ سامعہ کا محل ہے، آنکھ قوتِ باصرہ کا محل ہے اور قلب حیات، عقل اور علم کا محل ہے جب ان اعضاء کے صفات زائل ہو جائیں تو انسان کے مصالح دین اور مصالح دنیا دونوں میں خلل پیدا ہو جاتا ہے اس لئے ضروری طور پر معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ جو قادر مطلق ہے وہ ان اعضاء کے سلب پر بھی قدرت رکھتا ہے لہذا تمہیں چاہئے کہ ایسے قادر مطلق کی عبادت کرو اور بت پرستی چھوڑ دو۔ وَخَتَمَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ اس میں تین احتمالات ہیں (۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انکے دلوں پر مہر لگا دی ہے پس وہ لوگ ہدایت کو نہیں سمجھ پائیں گے (۲) اللہ تعالیٰ نے انکے عقول کو زائل کر دیا یہاں تک کہ وہ لوگ مجنون کی طرح ہوگئے (۳) اس ختم سے مراد اماتت ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے انکے قلوب کو مردہ کر دیا۔ (تفسیر کبیر)

هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴿٤٦﴾ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ

ایشاں روگرداں میشوند بگو آیا وبدید اگر بیاید بشما عذاب خدا

وہ سب منہ پھیرنے والے ہو جاتے ہیں آپ فرما دیجئے کیا تم نے دیکھا اگر تمہارے پاس اللہ کا عذاب اچانک

بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَ

ناگہاں یا آشکارا آیا ہلاک کردہ شوند مگر قوم ستمگاران و

آئے یا آشکارا، تو کون ہلاک کیا جائیگا سوائے ظالمین قوم کے ۱ اور

مَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ

نمی فرستیم پیغامبرانرا مگر بشارت دہندہ و بیم کنندہ پس ہر کہ

ہم نہیں بھیجتے ہیں رسولوں کو مگر بشارت دینے والے اور ڈرانے والے پس جو کوئی

اٰمَنَ وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٤٨﴾

ایمان آورد و نیکوکاری کرد پس ہیچ ترس نبود بر ایشاں و نہ ایشاں اندوہ گین شوند

ایمان لائے اور بھلائی کرے تو کوئی ڈر نہیں ہوگا ان پر اور نہ وہ سب غمگین ہونگے ۲

وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا

و کسانیکہ بدروغ نسبت کردہ اند آیات ما را برسد بایشاں عذاب بسبب

اور جنہوں نے جھوٹ کو منسوب کیا ہماری آیات کی جانب، انھیں عذاب پہنچے گا بسبب

كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿٤٩﴾ قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ

فاسق بودن ایشاں بگو نمیگویم بشما کہ نزدیک من ست خزانہائے

ان کے فاسق ہونے کے ۳ آپ فرما دیجئے کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے

اللّٰهِ وَ لَاۤ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَ لَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ

خدا و نمیگویم کہ میدانم غیب و نمیگویم بشما کہ من فرشتہ ام نمی کنم

خزانے ہیں اور میں نہیں کہتا کہ میں غیب جانتا ہوں اور میں نہیں کہتا تمہیں کہ میں فرشتہ ہوں میں نہیں کرتا ۴

۱ جاننا چاہئے کہ پہلی آیت میں عذاب سمع، بصر اور قلب کیساتھ خاص تھا اب اس آیت میں عذاب عام ہے معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جو عذاب کے انواع میں سے کسی نوع کو ہٹا سکے اور اسے چھوڑ کر کوئی نہیں جس سے خیرات میں سے کوئی خیر حاصل کی جا سکے پس واجب ہے کہ جمیع انواع عبادات کیلئے وہی معبود ہے۔ واضح رہے کہ عذاب آنے کی دو صورتیں ہیں کسی علامت کیساتھ عذاب آئیگا یا نہیں، اول پر جھرۃ کا اطلاق ہوگا اور ثانی پر بغتۃ کا اطلاق ہوگا۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً کا معنی یہ ہے کہ رات یا دن میں اللہ کا عذاب آئے۔ هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ جب اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے تو اس میں نیک اور برے کی تمیز نہیں ہوتی ہے پھر اس ٹکڑے کا کیا مفہوم ہوگا؟ جواب: ہلاکت ظاہر کے اعتبار سے نیک اور برے میں عام ہے لیکن حقیقت کے اعتبار سے ہلاکت ظالمین کیساتھ خاص ہے۔ اس لئے کہ اس تکلیف کے نزول سے اخیار کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب اور درجاتِ رفیعہ حاصل ہوتے ہیں پس ظاہر کے اعتبار سے ان کیلئے بلا ہے لیکن حقیقت کے اعتبار سے سعادتِ عظیمہ کے حصول کا سبب ہے۔ اسکے برعکس جن ظالمین پر بلا نازل ہوتی ہے تو وہ دین و دنیا میں نقصان اٹھانے والا ہو جاتا ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ مؤمن تقی و نقی سعید ہی ہے بلا میں ہو خواہ آلاء میں ہو اور فاسق کافر ہی شقی ہے اگر ظاہراً اسکے حالات صحیح ہوں۔ (تفسیر کبیر)

۲ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ دنیا میں وسعتِ رزق اور آخرت میں ثواب کی بشارت دینے والے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔ یعنی اگر اھل قری ایمان لاتے اور تقوی اپناتے تو ضرور ہم ان پر کھول دیتے آسمان و زمین کی برکت۔ (القرطبی) ۳ یعنی وہ لوگ جنہوں نے قرآن اور معجزات کو جھٹلایا، بعض نے کہا کہ آیات سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں۔ (القرطبی) ۴ اللہ تعالیٰ نے آپکو حکم دیا کہ تین چیزوں کی نفی فرما دیجئے۔ (۱) لَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ۔ چونکہ مشرکین مطالبہ کرتے تھے کہ اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو آپ اللہ سے طلب کر کے ہماری دنیا اور مال و زر میں وسعت کر دیں۔ اسکے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ محبوب آپ ان سے فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مالک الملک ہے جسے چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے ساری بھلائی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ (۲) وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَيْبَ۔ لوگ کہتے تھے کہ اگر آپ رسول ہیں تو ضروری ہے کہ آپ ہمیں مستقبل کے بارے میں خبر دیجئے تا کہ ہم اپنے آپ کو ضرر سے بچا سکیں۔ (۳) لَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ۔ لوگ کہتے تھے کہ مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ یعنی اس رسول کیلئے مناسب نہیں ہے کہ وہ کھانا کھائیں اور بازاروں میں چلیں۔ جاننا چاہئے کہ لوگوں کا اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ ان تینوں احوال کی نفی کیوں کرائی گئی ہے۔ اسکا پہلا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی ذات گرامی سے تواضع کا اظہار فرمائیں اور عبودیت میں خضوع اور اعتراف فرمائیں یہاں تک کہ آپکی امت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کے اعتقاد کی طرح اپنا اعتقاد نبی کریم ﷺ سے متعلق نہ بنا ڈالے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جب مشرکین نے آپ سے معجزہ کا مطالبہ کیا تو آپ نے انھیں جواب دیا کہ میں اس دنیا میں معجزہ دکھانے کیلئے نہیں بھیجا گیا ہوں گویا کہ یہ کلام اظہار عجز پر مبنی ہے۔ (تفسیر کبیر) وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَيْبَ کا عطف قُلْ پر ہے پس اس میں یہ دلالت ہے کہ غیب بالاستقلال اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے۔ (غرائب القرآن) اس آیت کریمہ کا آخری جملہ دلالت کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ احکام میں سے کوئی حکم اپنی مرضی سے بیان نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ آپکی جانب وحی فرماتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے "اور یہ نبی اپنی خواہش سے نہیں بولتے، نہیں۔ یہ وہ مگر انکی جانب وحی کی جاتی ہے"۔ (تفسیر کبیر)

اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَىَّ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَ

پیروی مگر چیزے را کہ وحی کردہ شد بسوے من بگو آیا برابر میشود نابینا و

کسی چیز کی پیروی مگر جو وحی کی جاتی ہے میری جانب' آپ فرما دیجئے کیا برابر ہوگا نابینا اور

الْبَصِيْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۠ ۝۵۰ وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ

بینا آیا تامل نمیکنید و بترساں بقرآن کسانیکہ میترسند

دیکھنے والا' کیا تم غور و فکر نہیں کرتے ہو' اور ڈراؤ اس قرآن سے انکو جو ڈرتے ہوں

اَنْ يُّحْشَرُوْۤا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِىٌّ وَّ لَا

از آنکہ حشر کردہ شوند بسوے پروردگار خویش نباشد ایشانرا بجز خدا ہیچ دوستی و نہ

اس سے کہ جمع کئے جائیں گے اپنے رب کی طرف' نہیں ہوگا انکے لئے اللہ کے سوا کوئی دوست اور نہ

شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝۵۱ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ

شفاعت کنندہ تا پرہیزگاری کنند و دور مکن کسانیرا کہ مناجات میکنند

کوئی سفارش کرنے والا تا کہ پرہیزگاری کریں ۱ اور دور نہ کرو انھیں جو مناجات کرتے ہیں

رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِىِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ

بہ پرہیزگار خویش باماداد و بگاہ می طلبند روے او نیست بر تو

اپنے رب سے صبح اور شام' چاہتے ہیں اسکی رضا' نہیں ہے آپ پر

مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَىْءٍ وَّ مَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ

از حساب ایشاں چیزی و نیست از حساب تو بر ایشاں

انکے حساب میں سے کوئی (ذمہ داری) اورنہیں ہے آپ کے حساب سے ان پر کوئی (ذمہ داری) کہ توانھیں اپنے

مِّنْ شَىْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۵۲ وَكَذٰلِكَ

چیزی تا برانی ایشانرا مر ان ایشانرا کہ آنگاہ باشی از ستمگاراں و ہمچنیں

سے دور کر دے' مت دور کر کہ تو اسوقت تو حد سے تجاوز کرنے والوں سے ہوگا ۲ اور اسی

تفسیر اظہار العرفان

۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور زجاج کہتے ہیں کہ انھیں قرآن سے ڈرائیے اور یہ اس سے پہلے موجود بھی ہے کہ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَىَّ یعنی میں پیروی نہیں کرتا مگر اسکی جو میری جانب وحی کی جاتی ہے۔ حضرت ضحاک فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ سے ڈرائیے۔ (غرائب القرآن) اَلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْا اِلٰى رَبِّهِمْ ۔اس سے کون لوگ مراد ہیں اس میں چند اقوال ہیں (۱) اس سے مراد وہ کافرین ہیں جسکا ذکر پہلے ہو چکا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ جب انھیں آخرت سے ڈراتے تھے تو وہ لوگ اس تخویف کا اثر لیتے تھے (۲) اس سے مراد مؤمنین ہیں اس لئے یہ لوگ حشر' نشر' بعثت اور قیامت پر یقین رکھتے تھے اور اس روز کے عذاب سے ڈرتے تھے (۳) یہ کل کو شامل ہے مؤمن ہو یا کافر اس لئے کہ کوئی عاقل نہیں ہے جسے حشر کا خوف نہ ہو۔ اگر يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْا اِلٰى رَبِّهِمْ سے مراد کفار ہوں تو اسکا معنی ظاہر ہے کہ انکا کوئی مددگار ہے اور نہ کوئی شفاعت کرنے والا ہے' اور اگر اس سے مراد مسلمان ہوں تو ہمارے مذہب کے خلاف نہیں ہے اس لئے کہ ملائکہ اور رسول مؤمنین کیلئے شفاعت اللہ کے اذن سے کریں گے پس جب شفاعت اذنِ الٰہی سے ہوگی تو حقیقت میں اللہ ہی کی طرف سے شفاعت ہے۔ (تفسیر کبیر' مظہری)

۲ ابن حبان اور حاکم نے سعید بن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ یہ آیت میرے اور عبد اللہ بن مسعود اور چار دیگر افراد' کل چھ آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ انکو دھتکار دیجئے' ہم کو شرم آتی ہے کہ ایسے لوگ بھی ہمارے ساتھ آپ کے پیروکار ہوں۔ اس پر اللہ کے رسول ﷺ کے دل پر وہ بات بیٹھ گئی جو اللہ نے چاہی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ تا اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ نازل ہوئی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ کہ قریش کا ایک گروہ رسول اللہ ﷺ کے قریب سے اسوقت گذرا جب خباب بن ارت' صہیب' بلال اور عمار آپ کے پاس موجود تھے۔ انھوں نے کہا کہ اے محمد! (ﷺ) کیا آپ ان لوگوں پر قانع ہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو چھوڑ کر انھیں لوگون پر انعام و اکرام کیا ہے؟ اگر آپ انکو دھتکار دیں تو ہم آپکی اطاعت قبول کرلیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے انھی کے بارے میں وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ تا سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) عصمتِ انبیاء میں طعن کرنے والے اس آیت کا سہارا لیکر چند وجوہ سے طعن کرتے ہیں (۱) نبی کریم ﷺ نے انھیں اپنی محفل سے دھتکارا اور اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا پس یہ دھتکارنا ذنب ہوگیا۔ جواب: نبی کریم ﷺ نے ان غریب ایمان والوں کو استخفاف یا انکی غربت کی وجہ سے محفل سے (معاذ اللہ) نہیں ہٹایا بلکہ اسوقت آنے سے روکا جب اکابر قریش آئیں اور یہ ایک خاص وقت تھا آپکا ایسا کرنا تلطف کے بناء پر تھا تا کہ اکابرِ قریش اسلام میں داخل ہوجائیں (۲) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ اور یہ ثابت ہے کہ آپ نے انھیں ہٹایا پس اس سے لازم آتا ہے کہ آپ ظالمین کے زمرے میں سے ہوگئے۔ جواب: ظلم عبارت ہے شے کا غیر موضع میں رکھنا اور یہاں صورت یہ ہے کہ ضعفا اور فقراء رسول کی جانب سے مستحق ہیں کہ انکی تعظیم کی جائے پس جب رسول نے انھیں مجلس سے اٹھایا تو یہ ترک اولیٰ اور ترک افضل کے باب میں سے ہوگا نہ کہ ترکِ واجبات کے باب میں سے' اس لئے آپ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ سے نہ ہوئے۔ (تفسیر کبیر)

فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُولُوٓا أَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ

امتحان کردیم بعض مردمانرا ببعض تا گویند آیا ایں جماعت انعام کرد است خدا بر ایشاں

طرح ہم نے ایک کو دوسرے سے آزمایا تا کہ کہیں کیا یہ جماعت ہے جن پر اللہ نے انعام کیا

مِّنْۢ بَيْنِنَا ۭ أَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ﴿٥٣﴾ وَإِذَا جَآءَكَ

از میان ما خدا فرمود آیا نیست خدا دانا تر بشکر کنندگان و چوں بیایند پیش تو

ہمارے درمیان (فرمایا اللہ نے) کیا نہیں ہے اللہ زیادہ جاننے والا شکر کرنے والوں کو ۱ اور جب آپکے پاس

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ

کسانیکہ ایمان آوردہ اند بایتہا ما پس بگو سلام علیکم لازم کرد است پروردگار شما

وہ لوگ آئیں جو ایمان لائے ہماری آیتوں پر تو آپ (انہیں) سلام علیکم کہیئے لازم کی ہے تمہارے رب نے

عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ أَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ

بر خود مہربانی را لازم کرد است کہ ہر کہ کند از شما کار بد بنادانی باز

اپنے ذمے مہربانی' لازم کیا ہے کہ جو کوئی تم میں سے برا کام نادانی میں کرے پھر

تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٥٤﴾ وَكَذٰلِكَ

توبہ کرد بعد ازاں و نیکوکاری نمود پس خدا آمر زندہ مہربان است و ہمچنیں

توبہ کرے اسکے بعد اور بھلائی ظاہر کرے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۲ اور اسی طرح

نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٥٥﴾ ع قُلْ إِنِّيْ

تفصیل میکنیم نشانہا را تا ظاہر شود راہ ستمگاران ظاہر نزدیک بگو ہر آئنہ

ہم تفصیل بیان کرتے ہیں آیتوں کی تا کہ ظلم کرنے والوں کا راستہ خوب ظاہر ہو ۳ آپ فرما دیجئے کہ بیشک

نُهِيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قُلْ

منع کردہ شد مرا کہ عبادت کنم آنکسانیرا کہ شما می پرستید بجز خدا بگو

منع کیا گیا ہے مجھ کو کہ میں عبادت کروں جنکی تم سب عبادت کرتے ہو اللہ کو چھوڑ کر آپ فرما دیجئے

منزل ۲

۱ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ یہ بتا رہا ہے کہ کافروں کے رؤسا' فقرائے صحابہ پر حسد کر رہے ہیں کہ یہ لوگ سابقین فی الاسلام کیونکر ہو گئے اگر ہم اسلام میں داخل ہونگے تو ان فقرائے صحابہ کے نقش قدم پر چلنا پڑیگا۔ یہ ان پر بڑا شاق گذرتا تھا۔ دوسری فقرائے صحابہ ان کفار کی راحات' مسرات اور تعیشات کو دیکھتے تو کہہ پڑتے تھے کہ ان کافروں کی تو یہ حالت ہے اور ہم شدت' تنگی اور قلت میں ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے انھیں تسلی دینے کیلئے فرمایا وَ كَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ. پس ان دو گروہ میں سے ایک گروہ دوسرے کو دیکھتا کہ وہ مناصبِ دینیہ میں ہم سے آگے ہے اور دوسرا گروہ پہلے کو دیکھتا کہ یہ لوگ مناصبِ دنیویہ میں آگے ہے۔ بعض کو بعض سے آزمانے کی کئی صورتیں ہیں (۱) غنی کو فقیر سے اور فقیر کو غنی سے آزماتا ہے (۲) شریف کی آزمائش رذیل سے ہوتی ہے (۳) عقل مند کی آزمائش بے وقوف سے کی جاتی ہے۔ بالجملہ صفات کمال مختلف ہیں اور وہ سب ایک انسان میں مجتمع نہیں ہو سکتے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

۲ امام بغوی اپنی سند کیساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مہاجرین کی ایک جماعت اس طرح مل کر بیٹھی تھی کہ ان میں کا بعض' بعض کو چھپائے ہوئے تھا اور ایک قاری ہم میں قرآن کی تلاوت کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ہم میں تشریف فرما ہوئے جب آپ تشریف لائے تو قرآن کی تلاوت کرنے والا خاموش ہو گیا پس رسول اللہ ﷺ نے سلام کیا اور فرمایا کہ تم لوگ کیا کر رہے تھے' ہم نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے ایک قاری قرآن کی تلاوت کر رہا تھا اور ہم سب کتاب اللہ کی تلاوت سن رہے تھے پس اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ تمام تعریفیں اس ذات ستودہ صفات کیلئے ہیں جس نے میری امت کو اس لائق بنایا جس نے مجھے حکم دیا کہ میں انکے ساتھ بیٹھوں' پھر آپ انکے وسط میں بیٹھ گئے تا کہ اپنے آپ کو بھی ان میں موجود رکھیں پھر آپ نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے حلقہ بنانے کا حکم دیا۔ اسوقت رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ مبارک خوشی سے ایسا دمک رہا تھا کہ ہم نے اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے مہاجرین کی جماعت! تم سب کو قیامت کے روز نورِ تام کی بشارت ہو۔ تم سب جنت میں اغنیاء سے نصف دن پہلے داخل ہوگے اور وہ نصف دن پانچ سو سال کی مقدار ہے۔ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہیں اللہ کے نبی ﷺ نے طرد فرمایا تھا پس نبی کریم ﷺ جب بھی انھیں دیکھتے تو خود سلام کی ابتدا فرماتے۔ حضرت عطا فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکر' عمر' عثمان' علی' بلال' سالم' ابو عبیدہ' مصعب بن عمیر' حمزہ' جعفر' عثمان بن مظعون' عمار بن یاسر' ارقم بن الارقم اور ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ فریابی اور ابن ابی حاتم نے ہامان سے روایت کی ہے کہ کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہم لوگ بہت بڑے گناہ میں مبتلا ہو گئے ہیں ابھی آپ نے کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ یہی آیت نازل ہو گئی۔ (مظہری) كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ۔ یعنی اللہ نے مہربانی خبر صادق اور وعدۂ حق سے واجب کی۔ پس بندوں سے ایسے لفظ سے خطاب کیا گیا ہے جسے وہ لوگ پہچانتے تھے یعنی انکے یہاں معروف تھا کہ اگر کوئی شخص یہ جملہ کہے کہ كَتَبَ شَيْئًا تو اسکا مطلب اوجبہ علی نفسہ یعنی اس نے اپنے آپ پر کوئی چیز واجب کی۔ بعض نے یہ کہا اس نے تمہارے لئے لوحِ محفوظ میں مہربانی لکھ دی۔ (القرطبی)

۳ اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہم نے اس سورت میں مشرکین سے حجت کیلئے دلائل قائم کئے ہیں اسی طرح تمہارے امر دین میں سے ہر ایک کی تفصیل بیان کی ہے۔ (القرطبی)

لَآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾

پیروی نمی کنم آرزوہائے شما را گمراہ شدہ باشم آنگاہ و نباشم از راہ یافتگان

میں پیروی نہیں کرتا تمہارے باطل آرزوؤں کی جب تو میں راہ گم کردہ ہونگا اور میں راہ پانے والوں میں سے نہیں

قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِیْ

بگو ہر آئنہ من بر حجتم از پروردگار خود و بدروغ داشتید آں دلیل را نیست نزدیک من

ہونگا[1] آپ فرما دیجئے کہ بیشک میں حجت پر ہوں اپنے رب کی طرف سے اور تم نے اس دلیل کو جھٹلایا، نہیں ہے

مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ یَقُصُّ الْحَقَّ

آنچہ شما بزودی می طلبید آنرا نیست حکم مگر خدا را بیان کند دین درست را و

میرے پاس وہ جسے تم جلد طلب کرتے ہو، نہیں ہے حکم مگر اللہ کیلئے، بیان کرتا ہے درست دین اور

وَهُوَ خَیْرُ الْفٰصِلِیْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ

او بہترین فیصل کنندگانست بگو اگر بودی نزد من آنچہ بزودی می طلبیدش

وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے[2] آپ فرما دیجئے کہ اگر میرے پاس ہوتا وہ جسے تم جلد طلب کرتے ہو

بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۸﴾

ہر آئنہ بانجام رسانیدہ شدی کار میان من و میان شما و خدا دانا تر است بستمگاران

تو بیشک کام کا فیصلہ ہو چکا ہوتا میرے اور تمہارے درمیان اور اللہ خوب جانتا ہے ظلم کرنے والوں کو[3]

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَیَعْلَمُ مَا فِی

و نزدیک او ست کلیدہائے غیب نمیداندش مگر او و میداند آنچہ در

اور اس کے پاس غیب کی چابیاں ہیں اسے نہیں جانتا مگر وہ، اور جانتا ہے جو کچھ

الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَلَا

بیابان و دریا ست و نمی افتد ہیچ برگ الا میداندش و نمی

بیابان میں اور دریا میں ہے اور نہیں گرتا کوئی پتہ مگر اسے جانتا ہے اور نہیں ہے[4]

[1] اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا کہ اے محبوب! آپ ان مشرکین سے کہہ دیجئے کہ تم جن بتوں کی عبادت کرتے ہو مجھے اللہ تعالیٰ نے اسکی عبادت سے منع فرمایا ہے اس لئے میں تمہاری موافقت نہیں کر سکتا ہوں اور نہ ان بتوں کی محبت تمہیں دے سکتا ہوں اگر میں نے ایسا کیا تو گویا کہ حق کی حجت کو چھوڑنے والا ہو جاؤنگا۔(ابن جریر) قَدْ ضَلَلْتُ ۔ضلال کلام عرب میں قصد کے راستے اور طریقِ حق سے ہٹ جانے کو کہتے ہیں۔اسی سے ہے ضل اللبن فی الماء یعنی دودھ پانی میں غائب ہوگیا۔قرآن کریم میں ہے أَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ (السجدہ:۱۰) یعنی جب ہم موت کے سبب زمین میں غائب ہو جائیں اور مٹی ہو جائیں۔(القرطبی)

[2] جاننا چاہئے کہ نبی کریم ﷺ کو خوف تھا کہ انکے شرک کی بناء پر کہیں آسمان سے عذاب نازل نہ ہو جائے۔ دوسری جانب قوم کفر پر مصر تھی اور نزولِ عذاب میں عجلت چاہتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد ﷺ! آپ فرما دیجئے کہ جسکی تم لوگ جلدی کرتے ہو وہ میرے پاس نہیں ہے یعنی انکا کہنا تھا اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ. [اے اللہ اگر یہی قرآن تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لا] اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ عذاب اللہ تعالیٰ نازل فرمائیگا اور اسکے نزول کا وقت بھی اسکے ارادے میں ہے۔اس لئے تم لوگ جلدی نہ کرو۔ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۔یہ مطلق ہے اور کل پر مشتمل ہے لیکن یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ تاخیر عذاب میں حکم صرف اللہ کیلئے ہے۔ یَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَیْرُ الْفَاصِلِیْنَ. یعنی یہ کل وہ ہیں جسکی خبر اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور یہ سب اقاصیصِ حق میں سے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ یعنی ہم آپ پر بہترین قصص بیان کرتے ہیں۔واضح رہے کہ اس جگہ ابوعلی فارسی کہتے ہیں کہ قصص بمعنی قول ہے۔(تفسیر کبیر) اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ یعنی میں اپنے رب کی معرفت میں واضح دلیل رکھتا ہوں اور وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اسکے سوا کوئی معبود نہیں ہے لیکن تم جھوٹے ہو کہ اسکے ساتھ غیر کو شریک ٹھہراتے ہو۔بعض نے کہا کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ میں اپنے رب کی جہت سے حجت پر ہوں اور وہ حجت قرآن ہے۔(غرائب القرآن)

[3] کلبی کہتے ہیں کہ یہ آیت نضر بن حارث اور رؤسائے قریش کے بارے میں نازل ہوئی ہے کیونکہ یہ لوگ استہزاء کے طور کہتے تھے کہ ہم پر عذاب کیوں نہیں نازل ہوتا ہے؟(غرائب القرآن)

[4] مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس کیساتھ بارہ ہزار فرشتے بھی تھے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو خیر کیلئے مفاتیح ہیں اور شر کیلئے مغالیق ہیں اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو شر کیلئے مفاتیح ہیں اور خیر کیلئے مغالیق ہیں پس خوشخبری ہو اسے جسکے ہاتھوں میں اللہ تعالیٰ خیر کی چابیاں کردے اور ویل ہو اس شخص کیلئے جسکے ہاتھوں میں اللہ تعالیٰ شر کی چابیاں کردے۔یہ آیت کریمہ توصل الی الغیوب سے استعارہ ہے جیسا کہ انسان چابی کے ذریعے چھپے ہوئے خزانے کی جانب پہنچتا ہے۔اسی بناء پر بعض نے کہا کہ یہ ماخوذ ہے لوگوں کے اس قول سے کہ افتح علی کذا یعنی مجھے اتنا دیا یا اس نے مجھے اتنا سکھایا جتنا میں سیکھنا چاہتا تھا پس اللہ تعالیٰ وہ ہے جسکے پاس علم غیب ہے اور اسی کے ہاتھ میں اس علم تک پہنچنے کا راستہ ہے لہٰذا لَا یَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ کا مطلب لا یمکها الا هو ہوگا۔یعنی اسکا مالک سوائے اسکے اور کوئی نہیں ہے پس وہ جسے چاہے اس پر مطلع کرے اور وہ جسے چاہے اسے محجوب رکھے۔(القرطبی)

حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا

افتد ہیچ دانہ در تاریکہاے زمین و نہ ہیچ تری و خشکی الا ثبت است

گرتا ہے کوئی دانہ زمین کی تاریکیوں میں اور نہیں ہے کوئی تر اور کوئی خشک مگر ثابت ہے

فِیْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾ وَهُوَ الَّذِیْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ

در کتاب ظاہر و اوست آنکہ قبض روح شما میکند بشب و میداند

روشن کتاب میں ۱ اور وہی ہے جو تمہاری روح قبض کرتا ہے رات میں اور جانتا ہے

مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى

آنچہ کسب کردید بروز باز بر می انگیزد شما را در روز تا بانجام رساندہ شدہ میعاد معین

جوتم نے کمایا دن میں پھر تمہیں اٹھاتا ہے دن میں تا کہ (زندگی کی) معین میعاد کو انجام تک پہنچا دی جائے

ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَهُوَ

باز بسوی او باز گشت شما ست باز خبر دہد شما را بآنچہ میکردید و اوست

پھر اسی کی طرف تم سب کا لوٹنا ہے پھر تمہیں خبر دیگا جو تم عمل کرتے تھے ۲ اور وہی ہے

الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتّٰٓى اِذَا

غالب بالاے بندگان خود و میفرستد بر شما ملایکہ نگہبان تا وقتیکہ

غالب اپنے بندوں پر اور بھیجتا ہے تم پر فرشتوں کو نگہبان یہاں تک کہ

جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿۶۱﴾

بیاید یکے از شما مرگ و قبض روح او کنند فرستادگان ما و ایشاں تقصیر نمی کنند

آئے تم میں سے کسی کے پاس موت، روح قبض کرتے ہیں ہمارے بھیجے ہوئے اور وہ سب کوتاہی نہیں کرتے ہیں ۳

ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ اَسْرَعُ

باز گرداںیدہ شوند مردگان بسوی اللہ خداوند ایشاں کہ حق ہست مر اورا ست حکم و شتاب ترین

پھر پھیرے جائیں گے مردے اللہ کی طرف (جو) ان سب کا سچا مولیٰ ہے اسی کیلئے حکم ہے اور سب سے جلد

۱ پس منافی نہیں ہے کہ بعض انبیاء اور اولیاء کو اللہ تعالیٰ بعض مغیبات پر مطلع فرماتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ [غیب کا جاننے والا اپنے غیب کا اظہار کسی پر نہیں کرتا ہے مگر پسندیدہ رسول پر] اگر کوئی شخص یوں کہے کہ ہمارے نبی نے کل مغیبات کو اسطرح محیط کیا ہوا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے کیا ہوا ہے تو تحقیق اس نے کفر کیا۔ (صاوی) یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ مغیبات کا علم اللہ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے۔ غیر کیلئے مغیبات کا علم اللہ تعالیٰ کے بتانے پر موقوف ہے۔ اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اشیاء کا علم اسکے وجود سے پہلے ہوتا۔ مفاتح اگر مفتح کی جمع ہو تو اسوقت معنی یہ ہوگا کہ اللہ ہی کے پاس غیب کے خزانے ہیں اور اگر مِفتح کی جمع ہو تو معنی یہ ہوگا کہ اللہ ہی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں۔ حضرت ضحاک فرماتے ہیں کہ مفاتح الغیب سے مراد خزائن الارض اور نزولِ عذاب کا علم ہے۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ ثواب وعقاب ہے جو ہم سے پوشیدہ ہیں۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد موت کا وقت ہے اور بعض نے یہ بھی کہا کہ بندوں کے احوال جو سعادت وشقاوت سے متعلق ہیں اور اسکا خاتمہ کس حال پر ہوگا، یہ مراد ہے۔ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رطب سے مراد پانی ہے اور یابس سے مراد خشکی ہے۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ رطب سے مراد جو اُگے وہ ہے اور یابس سے جو نہ اُگ سکے وہ مراد ہے۔ بعض نے کہا کہ رطب سے مراد زندہ ہے اور یابس سے مراد میت ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ رطب اور یابس ہر شے سے عبارت ہے۔ (مظہری) ۲ جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلی والی آیت میں اپنے کمالِ علم کو بیان فرمایا اور اب اس آیت میں کمالِ قدرت کو بیان فرما رہا ہے کہ وہ اللہ موت سے حیات کی جانب اور نیند سے بیداری کی جانب ذوات کو منتقل فرماتا ہے اور ان تمام احوال کیلئے بہترین تدبیر فرماتا ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سونے والا زندہ رہتا ہے لیکن اسکے باوجود کہا گیا ہے کہ وہی اللہ ہے جو تمہاری روح حالتِ نوم میں قبض کرتا ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ جب بندہ سوتا ہے تو حواسِ ظاہرہ کام کرنے سے رک جاتے ہیں پس اس اعتبار سے نوم اور موت کے درمیان مشابہت حاصل ہوتی ہے۔ لہذا موت اور وفات کا لفظ نوم کیلئے جائز ہوا۔ واضح رہے کہ جب یہ ذکر ہوا کہ وہی اللہ تمہیں سلاتا ہے اور وہی اللہ تمہیں بیدار کرتا ہے تو گویا کہ یہ احیاء بعد الاماتت کے قائم مقام ہو گیا لہذا ضروری ہوا کہ اس سے بعث اور قیامت کی صحت پر دلیل قائم کی جائے۔ (تفسیر کبیر) ۳ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ دوسرے طریقے سے اپنے کمالِ قدرت کو بیان کر رہا ہے۔ قھر کی پوری تقریر اس فرمان میں موجود ہے کہ ''اے محبوب آپ فرما دیجئے کہ اے اللہ! ملک کے مالک، تو ملک عطا فرماتا ہے جسے چاہے اور ملک چھین لیتا ہے جس سے چاہے اور تو عزت دیتا ہے جسے چاہے اور ذلیل کرتا ہے جسے چاہے'' جب آپ نے اس طریقے سے کلام کو سمجھ لیا تو اب جان لو کہ بیشک یہ وہ سمندر ہے جسکا کوئی ساحل نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہر مخلوق کیلئے ضد ہے، پس فوق کی ضد تحت، ماضی کی ضد مستقبل، نور کی ضد ظلمت، حیات کی ضد موت، قدرت کی ضد عجز، اسی طرح باقی تمام صفات پر غور کرو، لیکن اللہ تعالیٰ ایسا قاہر، قادر اور مدبر ہے کہ اسکی کوئی ضد نہیں ہے لہذا یہ کمالِ قدرت ہے اس لئے فرمایا وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ۔ آگے ارشاد ہے وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہر انسان کیساتھ دو فرشتے ہیں ایک دائیں اور ایک بائیں۔ داہنے طرف والا نیکی لکھتا ہے اور بائیں طرف والا بدی لکھتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

الْحٰسِبِيْنَ ﴿٦٢﴾ قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ

حساب کنندگان است بگو کیست کہ می رہاند شما را تاریکیہا بیابان و دریا مناجات میکنید بجناب او

حساب لینے والا ہے ۱ آپ فرما دیجئے کہ کون ہے جو تمہیں نجات دیتا ہے بیابان اور دریا کی تاریکیوں سے، مناجات

تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ

بزاری و نیاز پنہانی میگوئید اگر رہائی دہد ما را از ایں محنت ہر آئنہ باشیم از

کرتے ہو اس کی جناب میں گریہ وزاری اور آہستگی سے (تم کہتے ہو) اگر نجات دے ہمیں اس مصیبت سے تو

الشّٰكِرِيْنَ ﴿٦٣﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ

شکر کنندگان بگو خدا می رہاند شما را ازاں محنت و از ہر اندوہی باز شما مقرر میکنید

بیشک ہم ہونگے شکر کرنے والوں میں سے ۲ آپ فرما دیجئے اللہ تمہیں اس مصیبت سے نجات دیتا ہے اور ہر غم سے

تُشْرِكُوْنَ ﴿٦٤﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا

شریک او بگو اوست توانا بر آنکہ فرستد بر شما عذابے

پھر تم ٹھہراتے ہو اسکا شریک ۳ آپ فرما دیجئے وہ قادر ہے اس پر کہ بھیجے تم پر کوئی عذاب

مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا

از بالای شما یا از زیرپایہای شما یا جمع کند شما را گروہ گروہ و

تمہارے اوپر سے یا تمہارے نیچے سے یا تمہیں جمع کرے گروہ در گروہ اور

وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ

بچشاند بعض شما را جنگ بعض بنگر چگونہ گونا گوں بیان میکنیم آیتہا

تمہارے بعض کو بعض کی برائی کا مزہ چکھائے دیکھو کیسے گونا گوں ہم بیان کرتے ہیں آیتوں کو

لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿٦٥﴾ وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۭ قُلْ

تا باشد کہ اینہا بفہمند و بدروغ نسبت کردند قراں را قوم تو و آں راست ست بگو

تا کہ وہ سب سمجھیں ۴ اور جھٹلایا قرآن کو آپکی قوم نے اور وہ حق ہے آپ فرما دیجئے

۱ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ قیامت کے روز رب کے حضور حساب کیلئے لوٹایا جائیگا' یا اس سے مراد یہ ہے کہ قبضِ روح کے بعد نیک روح کو فرشتے جنت کی جانب لیکر جاتے ہیں اور گناہگار کو فرشتے عذاب کی جانب لیکر جاتے ہیں جیسا کہ حدیث طویل میں وارد ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مؤمن کی روح کو لیکر فرشتے ملاء اعلیٰ تک گذر جاتے ہیں مگر یہ کہ ہر آسمان میں داخل ہونے سے پہلے پوچھا جاتا ہے کہ یہ طیب روح کس کی ہے تو فرشتے جواب میں کہتے ہیں کہ فلاں ابن فلاں کی۔ جب ساتویں آسمان میں روح پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے اس بندے کیلئے مقام علیین لکھ دو اور اسے زمین کی طرف لوٹا دو۔ جب کافر کی روح کو فرشتے لیکر جاتے ہیں تو آسمان میں داخل ہونے سے پہلے پوچھا جاتا ہے کہ یہ خبیث روح کس کی ہے تو فرشتے جواب میں کہتے ہیں کہ فلاں ابن فلاں کی۔ پس اس کیلئے دروازہ نہیں کھولا جاتا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ یعنی ان کیلئے آسمان کا دروازہ نہیں کھولا جائیگا' پھر اللہ تعالیٰ فرمائیگا اسکے لئے سجیین میں جگہ لکھ دو جو زمین کے سب سے نیچے ہے' پس اسکی روح کو اس میں پھینک دیا جاتا ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۔ ترجمہ: اور جو اللہ کا شریک کرے وہ گویا گرا آسمان سے کہ پرندے اسے اچک لے جاتے ہیں یا ہوا اسے کسی اور جگہ پھینکتی ہے۔ (مظہری) اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ روح بدن سے پہلے بھی موجود تھی اس لئے کہ اس عالم سے حضرت جلال کی طرف لوٹانا اسی وقت ہوگا جب یہ روح تعلق بالبدن سے پہلے موجود ہو۔ اسکی نظیر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے اِرْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ اے روح! تو لوٹ جا اپنے رب کی جانب۔ اسی طرح یہ فرمان اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا تم سب کو اسی کی جانب لوٹنا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے ارواح کو اجساد سے دو ہزار سال پہلے پیدا فرمایا۔ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے آپکو دو اسم سے موسوم فرمایا (۱) مولیٰ: یہ آپ کو معلوم ہے کہ لفظِ مولیٰ اور لفظِ ولی دونوں بمعنی قرب ہیں۔ (۲) حق: اس میں اختلاف ہے کہ الحق اسمائے باری تعالیٰ میں سے ہے یا نہیں؟ الحق مصدر ہے اسکی نقیض الباطل ہے اور اسمائے مصادر فاعلین پر جاری نہیں ہوتے مگر مجازی طور پر۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کہا جائے کہ حق وہ ہے جو موجود ہو اور احق الاشیاء بالموجودیۃ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس لئے کہ وہ واجب لذاتہ ہے۔ (تفسیر کبیر) ۲ اس آیت کے کلمات دلالت کررہے ہیں کہ شدائد کے وقت انسان چار امور کی جانب منتقل ہوتا ہے (۱) دعا (۲) تضرع (۳) اخلاص بالقلب (۴) شکر میں مشغول ہونا۔ واضح رہے کہ قدرت الٰہیہ کے کمال اور اسکے فضل ورحمت پر اس آیت میں دلیل موجود ہے۔ (تفسیر کبیر) ۳ یعنی تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں مصیبت سے نجات دیتا ہے اسکے باوجود تم اسے چھوڑ کر دوسرے کی عبادت کرتے ہو۔ (مظہری) ۴ زید بن اسلم سے روایت ہے کہ آیت قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى اَنْ يَّبْعَثَ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ انھوں نے کہا کہ ہم اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا اور کوئی خدا نہیں ہے اور یہ کہ آپ اسکے رسول ہیں۔ بعض لوگوں نے کہا کہ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ مسلمان ہونے کے باوجود ہم ایک دوسرے کی گردنیں ماریں۔ اس پر اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ تا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ نازل ہوئیں۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) اوپر سے عذاب دینا مثلاً پتھروں سے رجم کرنا' طوفان نوح' کڑک اور سخت آندھی جیسا کہ عاد' ثمود' قوم شعیب' قوم لوط اور قوم نوح کیساتھ کیا گیا' اور پیر کے نیچے سے عذاب دینا مثلاً زمین میں دھنسا دینا اور زلزلہ جیسا کہ قارون اور اصحاب مدین کیساتھ کیا گیا۔ (القرطبی)

لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿٦٦﴾ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٧﴾

نیستم بر شما نگاہباں ہر خبر را میعادی است و خواہید دانست

میں تم پر نگہبان نہیں ہوں [۱] ہر خبر کے وقوع کا ایک وقت ہے اور عنقریب تم جان لو گے [۲]

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ

و چوں بہ بینی آنرا کہ بحث شروع میکنند در آیتہاے ما پس اعراض کن از ایشاں

اور جب تو دیکھے اسے جو (عیب جوئی میں) پڑتے ہیں ہماری آیتوں میں تو ان سے اعراض کر

حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ؕ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ

تا وقتیکہ بحث شروع کنند در حدیث غیر وی اگر فراموش گرداند ترا

یہاں تک کہ لگ جائیں دوسری باتوں میں اور اگر شیطان (میرا یہ حکم)

الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٦٨﴾ وَ

شیطان پس منشین بعد یاد آوردن با گروہ ستمگاران و

تمہیں بھلا دے پس یاد آنے کے بعد ظلم کرنے والی قوم کیساتھ نہ بیٹھو [۳] اور

مَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ

نیست بر کسانیکہ پرہیزگاری کردند از حساب کافراں چیزے و لیکن

نہیں ہے ان لوگوں پر جو پرہیزگاری کریں کافروں کے حساب سے کچھ لیکن

ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا

بر ایشاں لازم است پند دادن تا شود کہ پرہیزگاری کنند و بگذار کسانیرا کہ دین خود گرفتند بازی

ان پر لازم ہے نصیحت کرنا تا کہ وہ سب پرہیزگاری کریں [۴] اور چھوڑ دو ان لوگوں کو جنہوں نے اپنے دین کو مذاق

وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖۤ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ

و لہو و فریفت ایشانرا زندگانی دنیا و پندده بقرآن برای احتیاط از آنکہ بمہلکہ گذاشتہ شود نفسے را

اور کھیل بنایا اور انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکا دیا اور انہیں قرآن سے نصیحت کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی مصیبت انکے

[۱] حضرت حسن فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ میں تمہارے اعمال کا محافظ نہیں ہوں یہاں تک میں اس پر تمہیں بدلہ دوں۔ میں تو صرف ڈرانے والا ہوں اور وہ کر چکا ہوں۔ اسکی نظیر اس آیت میں ہے وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ یعنی میں تمہارے اعمال کا محافظ نہیں ہوں' پھر یہ کہا گیا ہے کہ یہ آیت' آیتِ قتال سے منسوخ ہے۔ بعض نے کہا کہ منسوخ نہیں ہے۔ (القرطبی) بہٖ کی ضمیر کا مرجع کیا ہے اس میں تین اقوال ہیں۔ (۱) آیتِ سابقہ میں جس عذاب کا ذکر ہے یہ ضمیر اسی جانب راجع ہے۔ (۲) یہ ضمیر قرآنِ کریم کی جانب راجع ہے اس اعتبار سے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کردہ کتاب ہے اور یہ حق ہے۔ (۳) یہ ضمیر تصریفِ آیات کی جانب راجع ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا مختلف طریقے سے آیات کا بیان کرنا حق ہے۔ (تفسیر کبیر)

[۲] یعنی ہر ایک خبر کیلئے وقت معین ہے وہ اپنے وقت پر ہی واقع ہوگی۔ بعض نے کہا کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ ہر عمل کیلئے جزاء ہے۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ یہ وعید اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفار کیلئے ہے۔ اس لئے کہ وہ لوگ اس بات کا اقرار نہیں کرتے تھے کہ ان سے عذاب کا کوئی وعدہ کیا گیا ہے۔ ثعلبی کہتے ہیں کہ ہم نے بعض تفاسیر میں دیکھا کہ یہ آیت دانتوں کے درد کیلئے مفید ہے۔ استعمال کا طریقہ اس طرح ہے کہ اس آیت کو کاغذ پر لکھ کر درد کی جگہ پر رکھ دیا جائے۔ (القرطبی)

[۳] کہا گیا ہے یہ خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے لیکن مراد غیر ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ خطاب غیر ہی سے ہے یعنی اے سننے والے جب تو دیکھے۔ واحدی نقل کرتے ہیں کہ جب مؤمن' مشرکین کیساتھ بیٹھتے تھے تو مشرکین اللہ کے رسول ﷺ اور قرآن پاک کے بارے میں غلط بات کہتے تھے گالیاں دیتے تھے اور مذاق اڑایا کرتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو حکم دیا کہ انکے ساتھ اسوقت تک اٹھنا بیٹھنا مت کریں جب تک وہ سب ایسی باتوں سے باز نہ آجائیں۔ اس آیت سے دلیل قائم کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں مناظرہ منع ہے۔ اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں خوض ہے اور اس آیت کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی آیات میں خوض حرام ہے' لیکن اکثر مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ خوض سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں علی سبیل الطعن اور استہزاء بحث ممنوع ہے نہ کہ احقاقِ حق اور ابطال باطل کیلئے۔ (تفسیر کبیر) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل خصومات کے پاس مت بیٹھو کیونکہ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات میں ناحق بحث کرنے والے ہیں۔ ابن عربی کہتے ہیں کہ یہ آیت دلیل ہے کہ اہل کبائر کی مجلس میں بیٹھنا حلال نہیں ہے۔ ابن خویز منداد کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ کی آیات میں علی سبیل الطعن بحث کرے اسکی مجلس چھوڑ دی جائیگی مؤمن ہو یا کافر ہو۔ اسی طرح ہمارے اصحاب نے منع کیا ہے کہ دشمن کی زمین میں کلیسہ وگرجا میں مت جاؤ۔ حضرت فضیل بن عیاض کہتے ہیں کہ جو شخص صاحب بدعت سے محبت کریگا اللہ تعالیٰ اسکے عمل کو ضائع کر دیگا اور اسلام کا نور اسکے دل سے نکال دیگا اور جو شخص بدعتی سے اپنی لڑکی کا نکاح کرائے تو تحقیق اس نے قطع رحمی کیا اور جو شخص صاحب بدعت کیساتھ بیٹھے اسے حکمت نہیں دی جائیگی اور جب وہ شخص صاحب بدعت سے عداوت کریگا تو اللہ تعالیٰ اسکی جانب مغفرت سے رجوع فرمائیگا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے صاحب بدعت کی تعظیم کی تو تحقیق اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد کی۔ ان دلائل سے ان لوگوں کا قول رد ہو گیا جو کہتے ہیں کہ صاحب بدعت کیساتھ اٹھنا بیٹھنا جائز ہے۔ (القرطبی) [۴] امام بغوی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب آیت فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى نازل ہوئی تو مسلمان کہنے لگے کہ ہم مسجد حرام میں کیسے بیٹھیں گے اور طواف کیسے کرینگے اس لئے کہ وہ لوگ علی سبیل الطعن گفتگو شروع کر دیتے ہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ مسلمانوں نے کہا کہ اگر ہم انہیں ایسے ہی چھوڑ دیں اور انہیں گناہوں سے نہ روکیں تو ہم بھی گناہ گار ہونگے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (مظہری)

بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيعٌ ۚ وَ

بسبب آنچه کرده است نیست او را بجز خدا هیچ دوستی و نه شفاعت کننده

نفس کو آلے اس سبب سے جو اس نے کیا ہے نہیں ہے اسکے لئے اللہ کے سوا کوئی دوست اور نہ کوئی سفارش کرنے والا

اِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

اگر عوض خود دہد ہر فدای که تواند که گرفته نشود از وی آں جماعت آنانند

اگر اپنے عوض ہر طرح کا فدیہ دے جو دے سکتا ہو' قبول نہ کیا جائیگا اس سے' یہی وہ جماعت ہے

اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ

که بہلکہ گذاشتہ شدند بوبال آنچه کردند ایشانراست آشامیدنی از آب جوشانیدہ و ایشانراست عذاب درد دہندہ

جو پکڑے گئے تھے جو انھوں نے کیا اسکے وبال کے بدلے ان کیلئے پینا کھولتے ہوئے پانی سے اور ان کیلئے ہے

بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝۷۰ قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا

بسبب آنکه کافر بودند بگو آیا مناجات کنیم بجز خدا

تکلیف دینے والا عذاب بسبب اسکے کہ وہ سب کافر تھے! آپ فرما دیجئے کیا ہم پکاریں ہو اللہ کے سوا ایسے

لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ

کسی را که نفع نکند ما را و زیاں نرساند بما و باز گردانیدہ شویم بر پا شنہائے خود بعد ازانکہ

کو جو نہ ہمیں نفع دے سکتا ہے اور نہ ہمیں نقصان پہنچا سکتا ہے اور ہم اپنے ایڑیوں پر لوٹائے جائیں بعد اسکے کہ

هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ

راه راست نمود ما را خدا مانند کسیکہ گمراہ کردہ باشند او را پریان در زمین

اللہ نے ہمیں سیدھی راہ دکھائی اس شخص کی طرح جسے جنگل میں شیطانوں نے بھٹکا دیا ہو

حَيْرَانَ ۖ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ۗ قُلْ

حیران ماندہ مر او را یاراں اند که میخوانندش بسوے راہ راست که بیا بسوئے ما بگو

(اور وہ) حیران ہو اسکے ساتھی ہوں جو اسے بلاتے ہوں سیدھی راہ کی طرف تو ہماری طرف آ' آپ فرما دیجئے ۲

ع ۸ ۱۴

۱ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس آیت فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (پس مشرکین کو قتل کرو جہاں انھیں پاؤ) سے منسوخ ہے۔ لَعِبًا وَّ لَهْوًا یعنی ان لوگوں نے دین کا مذاق اڑایا۔ (القرطبی) مشرکین انکے قریب ہوئے جو انھیں فی الحال نفع پہنچا سکتے ہیں نہ آئندہ' جیسے بتوں کی عبادت اور بحائر وسوائب کی تحریم یا اسکا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے لئے ایسا دین بنایا جس میں انھیں کھیل کود کا مکلف بنایا گیا۔ بعض نے اسکا معنی یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کیلئے عید بنائی پس سوائے مسلمانوں کے ہر ایک نے اپنی عید کو لہو ولعب بنالیا۔ لیکن مسلمانوں نے اپنی عید میں عبادت کو شامل کیا مثلا صلوۃ العید' صلوۃ الجمعہ وغیرہ۔ (مظہری)

۲ یہ آیت کریمہ عبد الرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضرت عبد الرحمٰن اپنے والد ماجد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کفر کی جانب بلاتے تھے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ انھیں اسلام کی دعوت دیتے تھے اور انھیں حکم دیتے تھے کہ جہالت کو چھوڑ کر ہدایت کی جانب اور ظلمتِ کفر کو چھوڑ کر نورِ ایمان کی طرف لوٹ آؤ۔ واضح رہے کہ اس آیتِ کریمہ کا مقصد یہ ہے کہ انسانوں کو بتوں کی عبادت سے ہٹایا جائے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت سے جوڑ دیا جائے۔ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِيْنُ فِى الْاَرْضِ اس میں اللہ تعالیٰ نے انواعِ صفات میں سے تین صفات کو بیان فرمایا ہے (۱) اِسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِيْنُ یعنی یہ لوگ شیاطین کی جانب مائل ہوتے ہیں یا شیاطین کے حکم کی پیروی کرتے ہیں (۲) حیران: حیرت کا معنی ہے کسی کام میں اس حیثیت سے تردد کرنا کہ اسکے مخرج کی جانب ہدایت یافتہ نہ ہو سکے (۳) تیسری صفت یہ ہے کہ وہ کفر کی جانب دعوت دیتا ہے۔ (تفسیر کبیر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بتوں کی عبادت کرنے والوں کی مثال ایسی ہے جیسے وہ شخص جو جنگل بیابان میں کسی کو پکارے پس صبح ہو جائیگی لیکن اسکی پکار کا کوئی جواب نہیں دیگا اور وہ اپنے آپکو ہلاکت میں ڈال لیگا۔ ابو عمر کہتے ہیں کہ میری ماں کا نام رمان بنت حارث بن غنم الکنانہ ہے جو کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سہیلی تھیں۔ کفر کی حالت میں عبد الرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بدر میں شریک ہوئی تھیں اسی طرح احد میں بھی شامل ہوئی تھیں۔ پس جب انھیں براز کی جانب بلایا گیا تو اسکے والد لڑائی کیلئے کھڑے ہو گئے' پھر انکے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ذکر کیا گیا کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ متعنی بنفسک جسکا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ تو حالتِ کفر سے نکل کر حالتِ اسلام میں داخل ہو کر تبلیغِ دین کے باب میں اپنی جان و مال سے میری معاونت کر۔ چنانچہ وہ مسلمان ہوئے اور انکا اسلام اچھا ثابت ہوا۔ (القرطبی) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ضـال کی تشبیہ دی ہے جو اسلام کو چھوڑ کر گمراہی کی جانب دعوت دیتے ہیں اور مسلمان انھیں اسلام کی جانب دعوت دیتے ہیں پس یہ لوگ انکی جانب التفات نہیں کرتے ہیں۔ وہ لوگ طریق سے پیچھے چلے گئے اور انکے ساتھی انھیں طریق کی جانب آنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ واضح رہے کہ قُلْ اَنَدْعُوْا میں استفہام انکار کیلئے ہے یعنی اے محبوب! آپ فرما دیجئے کہ میں اللہ کو چھوڑ کر ایسے کی عبادت نہیں کرتا جو نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہے۔ (مظہری) وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا یہ جملہ بھی استفہام میں داخل ہے یعنی کیا ہم شرک کی جانب لوٹ جائیں بعد اسکے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں شرک سے نکالا اور ہمیں اسلام کی دعوت دی۔ پس اگر ہم پہلی حالت کی جانب لوٹ جائیں تو گویا کہ ہم اسی جہالت کی جانب چلے جائیں گے جس پر ہماری پیدائش ہوئی تھی۔ (غرائب القرآن)

إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ ۖ وَأُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ

ہر آئنہ ہدایتِ خدا ہمونست ہدایت حقیقی و فرمودہ شد است ما را کہ منقاد شویم پروردگار

کہ بیشک اللہ کی ہدایت وہی حقیقی ہدایت ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم گردن جھکا دیں عالمین کے

الْعَالَمِينَ ﴿٧١﴾ وَأَنْ أَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَاتَّقُوهُ ۚ وَهُوَ الَّذِي

عالمہا را و فرمودہ شد کہ بر پادارید نماز را و بترسید از خدا و اوست آنکہ

رب کیلئے۔ (اور حکم دیا گیا ہے) کہ نماز قائم رکھو اور اللہ سے ڈرو اور وہی ہے

إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٧٢﴾ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ

بسوے او حشر کردہ خواہید شد و اوست آنکہ بیافرید آسمانہا و زمین

جسکی جانب اٹھائے جاؤ گے ۱ اور وہی ہے کہ جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو

بِالْحَقِّ ۖ وَيَوْمَ يَقُولُ كُن فَيَكُونُ ۚ قَوْلُهُ الْحَقُّ ۚ وَلَهُ

بتدبیر محکم و روزی کہ می فرماید بشو پس میشود سخن او راست ست و مر او راست

محکم تدبیر کیساتھ اور جس روز کہ فرمائیگا ہو جا پس وہ ہو جائیگی ۲ اسکا قول حق ہے اور اسی کیلئے ہے

الْمُلْكُ يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ ۚ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ

پادشاہی روزیکہ دمیدہ شود در صور دانندہ نہاں و آشکارا

بادشاہت جس روز کہ صور پھونکا جائیگا' جاننے والا ہے پوشیدہ اور ظاہر کا

وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ﴿٧٣﴾ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ أَتَتَّخِذُ

و اوست استوار کار آگاہ و یاد کن چوں گفت ابراہیم پدر خود آذر را ایا خدا میگیری

اور وہی ہے حکمت والا باخبر ۳ اور یاد کرو جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ آذر سے کیا تو معبود بناتا ہے

أَصْنَامًا آلِهَةً ۖ إِنِّي أَرَاكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٧٤﴾

بتانرا ہر آئنہ من می بینم ترا و قوم ترا در گمراہی ظاہر

بتوں کو بیشک میں دیکھتا ہوں تجھے اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں ۴

تفسیر اظہار العرفان

۱ واضح رہے کہ اعمال اگر قلوب سے ہوں تو اسے ایمان کہا جائیگا اور اعمالِ قلوب میں رئیس ایمان باللہ اور اسلام ہے اس لئے ان دونوں کا حکم اس سے پہلی آیت میں دیا گیا۔ پھر اعمال اگر جوارح سے متعلق ہوں تو اسے عبادات کا درجہ حاصل ہوگا۔ عبادات میں رئیس نماز ہے اس لئے "اَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ" سے اسکا ذکر ہو رہا ہے' پھر اگر حکم کا تعلق کسی چیز کے چھوڑنے سے ہو تو تقوی سے موسوم کیا جائے گا اسکی جانب "وَاتَّقُوْهُ" سے اشارہ ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ یعنی وہی اللہ جس کیلئے تم پر عبادت واجب ہے نہ کہ بتوں کیلئے۔ اس نے تمہارے لئے لفظ کن سے کائنات کی تخلیق فرمائی۔ (القرطبی)

۳ یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہر وقت میں حق ہے اور ہر وقت میں اسکی قدرت کاملہ ہے تو پھر اس روز سے ان دو صفات کو خاص کرنے کی کیا وجہ ہے؟ جواب: اس لئے کہ یہ دن وہ دن ہے جس میں کسی ایک سے نفع و نقصان ظاہر نہ ہوگا تو گویا کہ امر ایسا ہی ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ یعنی اور امر اس روز اللہ ہی کیلئے ہوگا۔ اسی بناء پر اس روز سے خاص کیا گیا ہے۔ (تفسیر کبیر) صور سینگ کی طرح ہے جس میں پھونکا جائیگا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک اعرابی کے سوال کے جواب میں ایسا ہی فرمایا۔ حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے صور کو سفید موتی اور صاف شیشے سے بنایا پھر عرش کو حکم دیا کہ اسے تھام لے چنانچہ صور عرش کے نیچے معلق ہو گیا پھر اللہ تعالیٰ نے کن فرمایا تو اسرافیل ہو گئے پس اللہ تعالیٰ نے انھیں صور پکڑنے کا حکم دیا تو آپ نے صور پکڑ لیا اس صور میں ہر روحِ مخلوقہ کی تعداد کے برابر سوراخ ہیں' ایک سوراخ سے دو روح نہیں نکلے گی۔ اسکے وسط میں ایک روشندان آسمان و زمین کی طرح ہے حضرت اسرافیل علیہ السلام نے اپنا منہ اس میں ڈالا ہوا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت اسرافیل علیہ السلام سے فرمایا کہ میں نے تمہیں صور پر موکل فرمایا ہے پس تو اس میں پھونکے گا اور اس سے آواز نکلے گی پس حضرت اسرافیل علیہ السلام مقدم عرش میں داخل ہوئے اور اپنے سیدھے پیر کو عرش کے نیچے داخل کیا اسی طرح الٹے پیر کو بھی جب سے اللہ تعالیٰ نے صور کو پیدا فرمایا آپ اسی طرح صور پھونکنے کا انتظار کر رہے ہیں۔ (مظہری)

۴ آزر صحیح قول کے مطابق آپ کا چچا تھا۔ عرب والے چچا کیلئے لفظِ اب استعمال کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا۔ [ہم عبادت کرینگے آپ کے الٰہ کی اور آپ کے آباء حضرت ابراہیم' اسماعیل اور اسحاق علیہم السلام کی سب کا الٰہ ایک ہے] اسکا نام ناخور تھا اور اپنے آبائے کرام کے دین پر تھا لیکن جب اسے نمرود سے وزارت ملی تو اپنے آباء کے دین کو چھوڑ کر کفر اور حرص دنیا میں پڑ گیا۔ امام زرقانی شرح مواہب میں کہتے ہیں کہ آذر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا اس لئے کہ اہل کتابین اور تاریخ کا اس پر اجماع ہے۔ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی نے حضرت ابن عباس' حضرت مجاہد' ابن جریر اور سدی سے روایت کی ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا اور آپ کے والد کا نام تارخ تھا۔ قاموس میں ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام ہے۔ انکے والد کا نام تارخ ہے۔ (مظہری) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ تھا آزر آپ کے چچا کا نام ہے۔ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آزر کو سختی سے مخاطب کیا ہے اور باپ کیلئے خطاب میں سختی جائز نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر) آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام ہے اس لئے کہ یہ بت پرست تھا اور بت پرستی پلید ہوتی ہے اور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں اصلابِ طاہرین سے ارحامِ طاہرات کی طرف منتقل ہوتا رہا۔ (غرائب القرآن) مفسرین کرام کہتے ہیں کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام نہیں ہے بلکہ آپ کے چچا کا نام تھا آپ کے والد کا نام تارخ تھا جنکا انتقال فترۃ پر ہوا اور آپکے بارے میں ثابت نہیں ہے کہ آپ نے بتوں کو سجدہ کیا ہو۔ عرب والے عادت کے مطابق چچا کو اب کہہ دیتے ہیں۔ توراۃ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد کا نام تارخ مرقوم ہے۔ (صاوی)

وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

و ہمچنیں می نمودیم ابراہیم را ملک آسمانہا و زمین

اور اسی طرح ہم دکھاتے ہیں ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی بادشاہت

وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿٧٥﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ

تا او از یقین کنندگاں باشد پس چوں تاریک شد بروی شب دید

تا کہ وہ (عین) الیقین والوں میں ہو جائے [1] پس جب ان پر رات کی تاریکی ہوئی تو ستارہ

كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿٧٦﴾

ستارہ گفت ایں است پروردگار من پس رفت گفت دوست ندارم فرو روندگانرا

دیکھا کہا یہ ہے میرا رب پس جب وہ ڈوب گیا تو کہا کہ میں دوست نہیں رکھتا ڈوبنے والوں کو [2]

فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ

پس چوں دید ماہ را طلوع کردہ گفت ایں است پروردگار من پس چوں فرو رفت گفت دوست اگر

پس جب دیکھا چاند کو چمکتا ہوا تو کہا یہ ہے میرا رب پس جب ڈوب گیا تو کہا اگر

لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿٧٧﴾ فَلَمَّا رَاَ

ہدایت نکند مرا پروردگار من شوم از گروہ گمراہان پس وقتیکہ دید

ہدایت نہ فرماتا مجھے میرا رب تو میں گمراہوں میں سے ہوتا [3] پس جب دیکھا

الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ

آفتاب را طلوع کردہ گفت ایں است پروردگار من ایں بزرگ تر است پس چوں فرو رفت

سورج کو طلوع ہوتا تو کہا یہ ہے میرا رب' یہ تو (ان) سب سے بڑا ہے پس جب ڈوب گیا

قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿٧٨﴾ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ

گفت اے قوم من ہر آئینہ من بیزارم از آنچہ شریک مقرر میکنید ہر آئینہ متوجہ ساختیم روے خود را

تو کہا اے میری قوم! بیشک میں بیزار ہوں اس سے جو شریک تم ٹھہراتے ہو [4] بیشک میں نے متوجہ کیا اپنے چہرے کو

[1] حضرت مجاہد اور حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ اس سے مراد زمین و آسمان کی نشانیاں ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک پتھر پر کھڑے ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین حتی کہ عرش اور ساتوں زمین کے نیچے تک کھول دیا اور آپ کی نظر جنت میں اپنے مقام تک پہنچی۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا یہی مطلب ہے وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا یعنی ہم نے انکا مکان انھیں جنت میں دکھایا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور بعض نے اسکی سند حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچائی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کا مشاہدہ کرایا گیا تو آپ کو دکھایا گیا کہ ایک شخص فحش کام میں مبتلا ہے آپ نے انکے لئے بددعا فرمائی پس وہ ہلاک ہو گیا پھر دوسرے شخص کو دکھایا گیا آپ نے اسکے لئے بھی بددعا کی چنانچہ وہ بھی ہلاک ہوا' پھر تیسرے شخص کو دکھایا گیا آپ نے اسکے حق میں بھی بددعا کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیم تم مستجاب الدعوات ہو اس لئے میرے بندوں کیلئے بددعا نہ کرو پس میں اپنے بندوں پر تین خصال سے ہوں۔ بندہ مجھ سے توبہ کرے میں اسکی توبہ قبول کروں' میں اس سے روح نکالونگا تا کہ وہ میری عبادت میں مصروف ہو اور میں اسے اپنی طرف اٹھاؤنگا اگر چاہوں تو اسے معاف کر دوں اور اگر چاہوں تو اسے عتاب کروں۔ (مظہری)

[2] هٰذَا رَبِّيْ تین احتمال رکھتا ہے (۱) تمہارے گمان کے مطابق یہ رب ہے (۲) یہاں ہمزہ استفہام محذوف ہے یعنی أهذا ربی کیا یہ میرا رب ہے (۳) یہ سوال علی سبیل الفرض ہے۔ مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش نمرود بن کنعان کے زمانے میں ہوئی اور نمرود اول تھا جس نے سب سے پہلے سر پر تاج رکھ کر لوگوں کو اپنی عبادت کی جانب بلایا۔ اسکے دربار میں بہت سے کاہن اور نجومی ہوا کرتے تھے ایک دن ان لوگوں نے نمرود کو بتایا کہ تمہارے شہر میں اسی سال ایک بچہ پیدا ہوگا جو اہل زمین کے دین کو بدل دیگا اور اسکے ہاتھوں تمہاری ہلاکت ہوگی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کاہنوں اور نجومیوں نے یہ بات انبیاء علیہم السلام کی کتب میں پائی تھی۔ حضرت سدی کہتے ہیں کہ نمرود نے خواب دیکھا کہ ایک ستارہ طلوع ہوا ہے جس سے چاند اور سورج کی روشنی ماند پڑ گئی ہے یہاں تک کہ ان دونوں میں روشنی باقی ہی نہ رہی۔ نمرود یہ خواب دیکھ کر بہت گھبرایا اور اس نے اسکی تعبیر چاہی کاہنوں نے بتایا کہ اسی سال ایک بچہ پیدا ہوگا جسکے ہاتھوں تمہاری' تمہاری سلطنت اور تمہارے گھر والوں کی ہلاکت ہوگی۔ یہ سن کر اس نے حکم دیا کہ اس سال جو بچہ بھی پیدا ہو اسے مار دیا جائے اور مرد عورتوں سے جدا رہیں پس ہر دس عورتوں پر ایک مرد پہرہ کے طور پر بٹھا دیا گیا جب انھیں حیض آتا تو یہ لوگ الگ ہو جاتے کیونکہ حیض کی حالت میں وہ لوگ جماع نہیں کرتے تھے جب عورتیں حیض سے پاک ہوتیں تو پہرہ دار لوٹ آتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کا حمل ٹھہر گیا تو کاہنوں نے کہا کہ ہم نے جس بچے کی خبر تمہیں دی تھی آج شب وہ بچہ اپنی ماں کے رحم میں آ گیا ہے پس جب ولادت کا وقت قریب ہوا تو آپکی والدہ ماجدہ ایک غار میں چلی گئیں اور وہیں آپکی ولادت ہوئی' پھر جب آپ بڑے ہو کر اس غار سے اپنی قوم کی طرف تشریف لائے اور قوم کو سمجھانے کی غرض سے ستارے دیکھ کر کہا کیا یہ میرا رب ہے؟ اسی طرح چاند اور سورج کو دیکھ کر بھی آپ نے فرمایا۔ حضرت ابو ورق کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ ماجدہ نے سوچا کہ آپکی انگلیاں دیکھوں چنانچہ کیا دیکھتی ہیں کہ ایک انگلی سے پانی نکل رہا ہے' دوسری انگلی سے دودھ نکل رہا ہے' تیسری انگلی سے شہد نکل رہا ہے' چوتھی انگلی سے کھجور ظاہر ہو رہی ہے اور پانچویں انگلی سے گھی نکل رہا ہے۔ (مظہری)

[3] یعنی چاند کے طلوع کے وقت آپ نے یہ فرمایا اس میں یہ تنبیہ ہے کہ چاند کے حال میں بھی تغیر ہوتا ہے اس لئے کہ یہ الٰہ بنانے کے لائق نہیں ہے۔ (بیضاوی)

[4] یعنی یہ سورج استدلال کے اعتبار سے بہت بڑا ہے پھر آپ نے اس سے بھی بیزاری کا اعلان فرمایا۔ (بیضاوی)

لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ

بسوی کسیکه بیافرید آسمانها و زمین در حالتیکه حنیفم و نیستم از

اسکی جانب جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو ہر باطل سے جدا ہو کر اور میں نہیں ہوں

الْمُشْرِكِيْنَ ۝٧٩ وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ۭ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ

مشرکان و جدال کردند با او قوم او گفت آیا جدال میکنید با من در باب خدا

مشرکوں سے اور ان سے انکی قوم نے جھگڑا کیا' کہا کیا تم مجھ سے جھگڑا کرتے ہو اللہ کے بارے میں اور بالتحقیق اس

وَقَدْ هَدٰىنِ ۭ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ

و بتحقیق ہدایت کردہ است مرا و نمی ترسم از آنچہ شما شریک مقرر میکنید باخدا ولیکن میترسم از آنکه

نے مجھے ہدایت دی ہے اور میں نہیں ڈرتا اس سے جسے تم شریک ٹھہراتے ہو اللہ کیساتھ لیکن میں ڈرتا ہوں اس سے

رَبِّيْ شَيْـــًٔا ۭ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝٨٠

خدا ارادہ کند چیزی و احاطہ کرد است پروردگار من ہمہ چیز از جہت دانش آیا پند نمی گیرید

جس چیز کا ارادہ اللہ فرماتا ہے اور احاطہ کیا ہوا ہے میرا رب تمام چیزوں کا ازروئے علم کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے ۲

وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ

و چگونه ترسم از کسیکه او را شریک مقرر می کنید و شما نمی ترسید از آنکه مقرر کردید شریک

اور میں کیوں ڈروں اس سے جسے تم شریک ٹھہراتے ہو اور تم نہیں ڈرتے اس سے کہ تم شریک ٹھہراتے ہو

بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ۭ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ

خدا چیزیرا کہ نفرو فرستادہ است بر شما دلیلے برائے آں پس کدام ازیں دو گروه

اللہ کیساتھ ایسی چیز کو کہ تم پر اسکے بارے میں کوئی دلیل نہیں اتاری پس ان دو گروہ میں سے کون امن کے

اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝٨١ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ

وقف لازم

سزاوار تر است بامن بگوئید اگر میدانید خدا فرمود کسانیکه ایمان آوردند و

زیادہ لائق ہے (کہو) اگر تم جانتے ہو ۳ (اللہ نے فرمایا) وہ لوگ جو ایمان لائے اور

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی میں نے عبادت کی غرض سے اپنا چہرہ اس ذات کی طرف پھیرا۔ اس لئے کہ جو غیر کا مطیع ہوگا تو اپنی توجہ بھی اسی کی جانب مبذول رکھے گا۔ اس اعتبار سے توجیہ الوجہ اطاعت سے کنایہ ہوگی۔ (غرائب القرآن) ابو العالیہ کہتے ہیں کہ حنیف وہ ہے جو بیت اللہ کی جانب منہ کر کے نماز پڑھتا ہو۔ بعض نے کہا کہ حنیف وہ ہے جو ہر معبودانِ باطلہ سے منہ موڑتا ہو۔ (تفسیر کبیر)

۲ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسی دلیل سے جو ہدایت اور یقین کا موجب ہو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ثابت کیا پھر ان سے فرمایا کہ میں کیسے تمہارے کلماتِ باطلہ کی جانب متوجہ ہونگا' پھر ان لوگوں نے آپ کو ڈرانے کی کوشش کی کہ اگر آپ ہمارے معبودان کی ہجو سے باز نہ آئے تو آپ کو نقصان پہنچے گا آپ نے اسکے جواب میں کہا کہ وَلَا اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖ یعنی میں تمہارے بے جان بتوں سے نہیں ڈرتا۔ اس لئے کہ یہ سب جمادات ہیں جو نفع اور نقصان پر قدرت نہیں رکھتے ہیں۔ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ رَبِّيْ۔ اس میں چند وجہیں ہیں (۱) مگر یہ کہ میں کوئی گناہ کروں تو میرا رب عقوبت نازل فرما سکتا ہے (۲) مگر یہ کہ وہ چاہے تو مجھے دنیا کے معاملات میں مبتلا کر کے اپنی بعض نعمتوں کو مجھ سے کاٹ دے (۳) مگر یہ کہ میرا رب چاہے تو میں اس سے ڈر سکتا ہوں جسکے قبضۂ قدرت میں موت و حیات ہے' پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا یعنی میرا رب علام الغیوب ہے اس لئے وہ صلاح' خیر اور حکمت کے سوا کچھ نہیں کرتا۔ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ یعنی جب اللہ تعالیٰ کی ذات سے شرکاء' اضداد اور انداد کی نفی کر رہا ہوں تو تم لوگ اس سے نصیحت حاصل نہیں کرتے اور توحید کے اثبات اور تنزیہ میں سعی کیوں نہیں کرتے ہو؟ واضح رہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں حجت کی اور وہ یہ قول ہے لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ۔ قوم نے بھی آپ سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں حجت کی اور وہ اس قول سے ثابت ہے وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ پس اس آیت سے ہمیں حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں محاجت کبھی مدح عظیم اور ثنائے بالغ کا سبب ہے اور کبھی ذم کا موجب ہے۔ (تفسیر کبیر) مروی ہے کہ ایک روز آزر نے بت بنا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیا کہ اسے جا کر بیچ آؤ۔ آپ بازار گئے اور یہ صدا لگانے لگے کہ کون ہے جو ایسی چیز خریدے جو انھیں نفع دے اور نہ نقصان۔ چنانچہ لوگوں نے جب یہ صدا سنی تو کسی نے بت کو نہیں خریدا۔ آپ شام کے وقت اس بت کو لیکر ایک نہر کے پاس پہنچے اور اسکے سر کو پانی میں ڈبو کے کہنے لگے کہ پانی پی۔ آپ نے یہ کام اسکے ساتھ استہزاء کے طور پر کیا۔ (مظہری) ۳ جاننا چاہئے کہ یہ آیت کلامِ اول کا بقیہ جواب ہے۔ معنی یہ ہوگا کہ میں ان بتوں سے کیسے ڈروں جن کے پاس نفع اور نقصان کی قدرت نہیں ہے اور تمہارا حال یہ ہے کہ تم لوگ اللہ کیساتھ شریک ٹھہرانے سے نہیں ڈرتے ہو حالانکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا۔ یہ جملہ وجود حجت کے امتناع پر دلالت کرتا ہے۔ یا اسکا مفہوم یہ ہے کہ ان تماثیل کو معبود بنانا عقلاً بھی منع ہے۔ (تفسیر کبیر)

يَلْبِسُوٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾

نیامیختند ایمان خود را بشرک آں جماعت ایشانرا ست ایمنی و ایشانند راہ یافتگان

نہیں ملایا اپنے ایمان کیساتھ شرک، یہی جماعت ہے جنکے لئے امن ہے اور یہی لوگ راہ پانے والے ہیں[1]

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ

و ایں ست حجت ما دادیمش ابراہیم را بر قوم او بلند میکنیم در مراتب

اور یہ ہے ہماری حجت کہ ہم نے اسے دی ابراہیم کو انکی قوم پر اور ہم بلند کرتے ہیں مراتب میں

مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۸۳﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَ

ہر کرامی خواہیم ہر آئنہ پروردگار تو استوار کار دانا است و عطا کردیم ابراہیم را اسحٰق و

جسے چاہیں۔ بیشک تمہارا رب حکمت والا جاننے والا ہے[2] اور ہم نے عطا کئے ابراہیم کو اسحٰق اور

يَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ

یعقوب ہر یکی را از ایشاں ہدایت کردیم و نوح را ہدایت کردیم پیش ازیں و از

یعقوب ان میں سے ہر ایک کو ہم نے ہدایت کی اور اس سے پہلے ہم نے نوح کو ہدایت کی اور

ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى

اولاد ابراہیم راہ نمودم داؤد و سلیمٰن و ایوب و یوسف و موسی

ابراہیم کی اولاد میں سے (راہ دکھائی) داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسی

وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى

و ہارون و ہمچنیں جزا میدہیم نیکو کارانرا و ہدایت کردیم زکریا و یحی

ہارون کو اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکوکار کو[3] اور ہم نے ہدایت کی زکریا اور یحی

وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ

و عیسی و الیاس ہر یک از صالحان بود و ہدایت کردیم اسماعیل

اور عیسیٰ اور الیاس کو، ہر ایک صالحین میں سے تھے[4] اور ہم نے ہدایت کی اسماعیل

[1] بکر بن سوادہ سے روایت ہے کہ ایک دشمن نے مسلمانوں پر حملہ کیا اور ایک شخص کو قتل کر دیا۔ پھر حملہ کیا تو دوسرے کو قتل کر دیا اور پھر حملہ کیا تو تیسرے [مسلمان] کو قتل کر دیا۔ اسکے بعد کہنے لگا کہ [اگر میں اسلام قبول کرلوں تو] کیا اب بھی میرا اسلام لانا مجھے فائدہ دیگا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں۔ اس پر اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور مسلمانوں میں شامل ہو گیا، پھر اس نے اپنے [سابقہ] ساتھیوں پر حملہ کر کے ایک آدمی کو قتل کر دیا۔ اسکے بعد دوسرے کو اور دوسرے کے بعد تیسرے کو، حتی کہ [لڑتے لڑتے] وہ خود شہید ہو گیا۔ راوی کا قول ہے کہ یہ آیت اسی کے بارے میں نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں کو خوف لاحق ہوا پس انھوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کون ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم نہ کیا ہو، آپ نے ارشاد فرمایا کہ آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے۔ کیا تم نے لقمان کی نصیحت کے بارے میں قرآن سے نہیں سنا کہ انھوں نے نصیحت کرتے ہوئے کہا يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۔ ترجمہ: اے میرے بیٹے! اللہ کیساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ بیشک شرک ظلم عظیم ہے۔ (مظہری)

[2] دَرَجَاتٍ مَّنْ نَّشَاءُ. اسکے تعین میں اختلاف ہے۔ پہلا قول یہ ہے کہ درجات سے مراد اعمالِ آخرت ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد حج ہیں جو ثوابِ عظیم کا موجب ہیں۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہم نے انھیں دنیا میں نبوت و حکمت عطا کی اور آخرت میں جنت اور ثواب عطا کرینگے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے مراد علم عطا کرنا ہے۔ واضح رہے کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ کمالِ سعادت صفاتِ روحانیہ میں ہے اور صفاتِ جسمانیہ میں بُعد ہے۔ (تفسیر کبیر)

[3] اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے انکی ہدایت کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نعمت پر شمار کیا ہے اس لئے کہ حضرت اسحاق اور یعقوب کے آپ "اب" ہیں اور باپ کی شرافت بیٹے کی جانب متعدی ہوتی ہے۔ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ کی ضمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے۔ بعض نے کہا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی جانب لوٹ رہی ہے اور یہ اقرب ہے اس لئے کہ حضرت یونس علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام ذریتِ ابراہیم میں شامل نہیں ہیں۔ (بیضاوی) یہاں سوال ہوتا ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے ساتھ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو کیوں نہیں ذکر کیا گیا بلکہ ذکر درجات میں انھیں مؤخر کیا گیا ہے۔ جواب: یہاں مقصود انبیائے بنی اسرائیل کا ذکر ہے اور وہ حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے صرف حضرت محمد ﷺ نبی ہوئے۔ اس لئے یہاں انکا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو حکم دیا کہ اہل عرب کو شرک سے بچانے کیلئے دلیل یہ قائم کیجئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شرک کی نفی کی اور توحید کو مضبوطی سے تھاما تو اللہ تعالیٰ نے انھیں دین و دنیا میں نعم عظیمہ عطا فرمایا اور دنیا میں انکی اولاد کو انبیاء اور ملوک بنایا اس لئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر نہیں کیا گیا۔ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاً چار انبیائے کرام علیہم السلام کا ذکر کیا یعنی حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحٰق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام۔ اسکے بعد انکی ذریت میں سے چودہ انبیائے کرام علیہم السلام کا ذکر کیا گیا یعنی حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت ایوب، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت الیاس، حضرت اسماعیل، حضرت یسع، حضرت یونس اور حضرت لوط علیہم السلام۔ اسطرح کل اٹھارہ نبیوں کے نام ذکر کئے گئے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

[4] یعنی یہ سب صغائر اور کبائر سے پاک ہیں، پس جو شخص اللہ تعالیٰ کے منہیات میں منہمک ہو اور اوامر کو ترک کرے وہ فساد میں پڑ گیا۔ (مظہری)

وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۶﴾

والیسع و یونس و لوط و ہر یک را فضل دادیم بر اہل زمان

اور یسع اور یونس اور لوط کو اور ہر ایک کو ہم نے فضیلت دی اہل زمانہ پر ۱؎

وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ

و ہدایت کردیم بعض از پدران ایشاں و اولادان ایشاں و برادران ایشاں و برگزیدیم ایشانرا

اور ہم نے ہدایت کی انکے بعض آباء واجداد کو اور انکی بعض اولاد کو اور انکے بعض بھائیوں کو اور ہم نے انھیں چن لیا

وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۸۷﴾ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ

و دلالت کردیم ایشانرا براہ راست ایں ست ہدایت خدا

اور ہم نے رہنمائی کی انھیں سیدھے راستے کی ۲؎ یہ ہے اللہ کی ہدایت

يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ

دلالت میکند بداں ہر کرا خواہد ارجمندگان خویش و اگر شریک مقرر میکردند البتہ نا بود شدے

اسکی رہنمائی فرماتا ہے جسے چاہے اپنے نیک بندوں میں سے اور اگر وہ سب شریک ٹھہراتے تو ضرور ضائع ہوتا

عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ

از ایشاں آنچہ میکردند ایں جماعت آنانند کہ دادیم ایشانرا کتاب

ان سے جو وہ سب کرتے تھے ۳؎ یہ جماعت وہ ہیں کہ ہم نے انھیں کتاب

وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا

و حکمت و پیغامبری پس اگر کافر شود بآیات قراں ایں کافراں ما مقرر ساختیم برائے ایمان بآنہا

اور حکمت اور نبوت دی پس اگر منکر ہوں قرآن کی آیات سے تو انکے انکار کرنے والوں کو انکے ایمان کیلئے ہم نے

قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ

گروہی را کہ ہرگز کافر نشوند ایں جماعت انبیاء کسانند کہ ہدایت کرد ایشانرا خدا

مقرر کیا ایک گروہ کو جو ہرگز انکار کرنے والے نہیں ہیں ۴؎ یہ انبیاء کی جماعت وہ ہیں کہ اللہ نے انھیں ہدایت دی

تفسیر اظہار العرفان

۱؎ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام ملائکہ سے افضل ہیں انکی دلیل یہ آیتِ کریمہ ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان نبیوں کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا ان میں سے ہر ایک کو ہم نے عالمین پر فضیلت دی ہے۔ عالم کا اطلاق ما سوا اللہ تعالیٰ کے تمام موجودات پر ہوتا ہے پس عالم ملائکہ بھی اس میں داخل ہے۔ احکام کا استنباط کرنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام ہر قسم کے اولیاء سے افضل ہیں اس لئے کہ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِيْنَ کے عموم کا تقاضا بھی یہی ہے۔ بعض نے یہ کہا کہ اسکا معنی یہ ہے کہ ہم نے انھیں انکے زمانے پر فضیلت دی۔ قاضی کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اس سے یہ مراد ہو کہ ہم نے انبیاء علیہم السلام کو ہر زمانے میں انکے سوا پر فضیلت دی۔ اسکے بعد یہاں یہ کلام باقی رہتا ہے کہ انبیاء میں سے کس نبی کو بعض پر فضیلت دی گئی ہے۔ یہ کلام کا دوسرا حصہ ہے جسکا تعلق یہاں سے نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲؎ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما ذریتِ رسول ﷺ میں سے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں شمار کیا باوجود یہ کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں صرف من جہتِ ام شامل ہیں پس اسی طرح حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما ذریتِ رسول ﷺ میں سے ہیں باوجودیکہ اس ذریت کا ثبوت بھی صرف من جہتِ ام ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ استدلال ابو جعفر الباقر رضی اللہ عنہ نے اسی آیتِ کریمہ سے حجاج بن یوسف کے سامنے کیا تھا۔ واضح رہے کہ اس آیتِ کریمہ سے بہت سارے احکام نکلتے ہیں (۱) اللہ تعالیٰ نے آباء، ذریات اور اخوان کا ذکر کیا پس آباء اصول ہیں، ذریات فروع ہیں اور اخوان اصول کے فروع ہیں۔ اس میں اشارہ ہے کہ ان انبیاء سے جن کا تعلق ان میں سے کسی سے بھی ہو وہ تعلق شرف کا سبب ہے (۲) اس آیت میں ہدایت سے مراد ہدایتِ ثواب، جنت، ایمان اور معرفت ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو نبی کی اولاد میں سے ہو لیکن مؤمن نہ ہو وہ ان سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتا ہے۔ (۳) اگر ہدایت سے مراد نبوت ہو تو آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ انسان کے رسول ہونے کیلئے مرد ہونا ضروری ہے، عورت کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ رسول بنے۔ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ اس لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں نبوت سے سرفراز فرمایا اس لئے کہ اجتباء جب انبیاء کے حق میں ذکر کیا جائے تو زیادہ مناسب ہوتا ہے کہ اسے نبوت و رسالت پر محمول کیا جائے۔ (تفسیر کبیر) ۳؎ جاننا چاہئے کہ یہاں ہدایت سے مراد معرفتِ توحید اور اللہ تعالیٰ کیساتھ شرک سے بچنا ہے اس لئے کہ اسی کے بعد ارشاد ہے وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ لہٰذا اس آیت سے ثابت ہوا کہ ایمان اللہ تعالیٰ کے خلق سے حاصل ہوتا ہے۔ (تفسیر کبیر) ۴؎ جاننا چاہئے کہ اُولٰئِكَ سے اشارہ ان اٹھارہ انبیاء علیہم السلام کی جانب ہے جنکا تذکرہ اس سے پہلے ہوا ہے۔ اس آیت میں اللہ نے کتاب، حکمت اور نبوت تین چیزوں کو بیان فرمایا ہے اور ان میں سے ہر ایک کو واوَ عاطفہ کے ذریعے بیان کیا ہے جس کا تقاضا ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے سے جدا ہے۔ واضح رہے کہ حکام علی الخلق کے تین گروہ ہیں (۱) وہ لوگ جو صرف لوگوں کے بواطن کا فیصلہ کرتے ہیں یہ علماء کی جماعت ہے (۲) وہ لوگ جو صرف لوگوں کے ظواہر کا فیصلہ کرتے ہیں یہ سلاطین کی جماعت ہے (۳) وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ لوگوں کے بواطن اور ظواہر دونوں فیصلے کا حق عطا فرماتا ہے یہ انبیاء کی جماعت ہے۔ اس لئے ان انبیاء علیہم السلام کے حق میں کتاب، حکمت اور نبوت دینے کا بیان ہے۔ قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكَافِرِيْنَ سے مراد اہل مدینہ ہیں، یا انصار و مہاجرین۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ جن اٹھارہ انبیاء کا تذکرہ ہوا ہے وہ مراد ہیں۔ (تفسیر کبیر)

فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا

پس بروش ایشاں اقتدا کن بگو سوال نمی کنم از شما ہیچ مزد تبلیغ قران نیست ایں مگر

پس انکے طریقے کی اقتدا کرو' آپ فرما دیجئے میں سوال نہیں کرتا تم سے کسی اجر کا قرآن کی تبلیغ کے بدلے' نہیں ہے

ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ۝۹۰ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ اِذْ قَالُوْا

پند عالمہا را و صفت نکردند یہود خدا را حق صفت او چوں گفتند

یہ مگر نصیحت عالمین کیلئے [1] اور یہود نے اللہ کی قدر نہ کی جیسی (قدر) چاہئے (تھی) جب کہا

مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ

فرو نفرستادہ است خدا بر ہیچ آدمی چیزی بگو کہ فرو فرستاد کتابی

اللہ نے کسی پر کچھ بھی نہیں اتارا آپ فرما دیجئے کس نے اتاری (وہ) کتاب

الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّ هُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ

کہ آورد است او را موسی روشنی و ہدایت مردمانرا میگردانید او را

جسے لیکر موسیٰ آئے روشنی اور ہدایت ہے لوگوں کے واسطے تم اسے

قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ وَ عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ

ورقہای آشکارا میکنید و پنہاں میکنید بسیاری را و آموختہ شدید آنچہ نمی

ورقوں میں گردانتے ہو' تم ظاہر کرتے ہو اور چھپاتے ہو بہت سے کو اور تمہیں وہ سکھایا گیا جو تم نہ

تَعْلَمُوْۤا اَنْتُمْ وَ لَاۤ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ

دانستید شما و نہ پدران شما میدانستند بگو خدا فرود آورد و باز بگذار ایشانرا در بحث ایشاں

جانتے تھے اور نہ تمہارے آباء جانتے تھے' آپ فرما دیجئے اللہ نے اتاری پھر انھیں چھوڑ دو انکی بحث میں

یَلْعَبُوْنَ ۝۹۱ وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ

در حالتیکہ بازی میکنند و ایں قرآن کتابیست کہ فرستادیم او را با برکت باور دارندہ آنچہ

اس حالت میں کہ کھیل کرتے ہیں [2] اور یہ قرآن (ایک) کتاب ہے جسے ہم نے اتارا برکت اور اسکی تصدیق کرنے

تفسیر اظہار العرفان

[1] اس آیت کریمہ سے ہمارے اصحاب دلیل قائم کرتے ہیں کہ ہمارے رسول ﷺ جمیع انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں۔ اسکی تقدیر یہ ہے کہ خصالِ کمال اور صفاتِ شرف جو متفرق ہیں وہ سب ہمارے نبی ﷺ میں مجتمع ہیں۔ پس حضرت داوٗد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام اصحابِ شکر میں سے ہیں' حضرت ایوب علیہ السلام بلاء پر اصحابِ صبر میں سے ہیں' حضرت یوسف علیہ السلام میں صبر اور شکر کی یہ دونوں حالتیں مجتمع ہیں' حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحبِ شریعتِ قوۃ قاہرہ اور معجزاتِ ظاہرہ ہیں' حضرت زکریا' حضرت یحییٰ' حضرت عیسیٰ اور حضرت الیاس علیہم السلام اصحاب زہد میں سے ہیں' حضرت اسماعیل علیہ السلام صاحبِ صدق ہیں اور حضرت یونس علیہ السلام صاحبِ تضرع ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ ان تمام خصالِ عبودیت و طاعت کو اپنے اندر مجتمع کرلیں۔ واحدی کہتے ہیں کہ اقتداء ثانی کا لانا فعلِ اول کی مثل تا کہ وہ فعل بھی اول کی طرح ہوجائے۔ قُلْ لَّا اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا. جب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ان انبیاء کی اقتداء کی جائے تو اب حکم ہو رہا ہے کہ جس طرح ان انبیاء نے تبلیغ دین پر اجرت کا سوال نہیں کیا' آپ بھی فرما دیجئے کہ میں تم سے کچھ طلب نہیں کرتا ہوں۔ (تفسیر کبیر)

[2] ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ ایک یہودی جو مالک بن صیف کہلاتا تھا آیا اور نبی ﷺ سے بحث کرنے لگا آپ نے فرمایا کہ میں تم سے اس خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل فرمائی کیا توریت میں یہ لکھا پاتے ہو کہ اللہ تعالیٰ موٹے حبر [یہودی عالم] سے نفرت کرتا ہے مالک بن صیف موٹا آدمی تھا اس لئے غصے میں آ گیا اور کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے بشر پر کوئی شے نازل نہیں کی۔ اسکے ساتھیوں نے کہا افسوس تجھ پر! کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہودیوں نے کہا کہ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کوئی کتاب نازل نہیں کی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ۔ اسکی چند تفاسیر ہیں۔ (۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اسکا معنی یہ ہے کہ ما عظموا الله حق تعظيمه یعنی انھوں نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم ویسی نہیں کی جیسی کرنی چاہئے (۲) ان ہی سے مروی ہے کہ اسکا معنی یہ ہے ما امنوا ان الله على كل شیء قدير یعنی ایمان نہیں لائے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے (۳) ابو عالیہ کہتے ہیں کہ اسکا مفہوم یہ ہے کہ ما وصفوه حق صفته یعنی اللہ تعالیٰ کی قدر ویسی نہیں کی جیسی کرنے چاہئے (۴) اخفش کہتے ہیں کہ اسکا مفہوم یہ ہے کہ ما عرفوه حق معرفته یعنی انھوں نے اللہ تعالیٰ کو ویسا نہیں پہچانا جیسا کہ پہچاننا چاہئے۔ واضح رہے کہ اس آیت کریمہ سے ثابت ہے کہ جس نے نبوت و رسالت کا انکار کیا اس نے حقیقت میں اللہ تعالیٰ کو ویسا نہیں پہچانا جیسا کہ پہچاننے کا حق ہے۔ (تفسیر کبیر) تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ كَثِیْرًا۔ یعنی ان میں سے جو تم پسند کرتے ہو اسے اپنے ہاتھوں سے لکھ دیتے ہو اور جسے ناپسند کرتے ہو اسے نکال دیتے ہو جیسے نعتِ محمد ﷺ اور نعتِ عیسیٰ علیہ السلام اور آیتِ رجم وغیرہ۔ گویا کہ اس میں توبیخ ہے اور انکے کرتوت پر مذمت ہے اور یہود کے بارے میں خبر دی گئی ہے کہ وہ لوگ شہوات کی پیروی کرتے ہیں۔ وَ عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنْتُمْ وَ لَاۤ اٰبَآؤُكُمْ اکثر مفسرین کرام کہتے ہیں کہ یہ خطاب یہود سے ہے یعنی اے یہودیو! تمہیں حضرت محمد ﷺ کی زبان سے معلوم ہو گیا ہے کہ توریت میں اضافہ کیا گیا ہے اور اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے کچھ احکامات نکال دیئے گئے ہیں۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کے ذریعے معلوم ہوا لیکن انھوں نے اس علم کو ضائع کر دیا۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ یہ خطاب مسلمانوں سے ہے یعنی انھیں اللہ تعالیٰ یاد دلا رہا ہے کہ تمہیں بعثتِ نبوی ﷺ کے بارے میں معلوم تھا اور تمہیں یہ بھی معلوم تھا کہ وہ امی ہونگے۔ (مظہری)

بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَلِتُنۡذِرَ اُمَّ الۡقُرٰى وَمَنۡ حَوۡلَهَا ؕ وَالَّذِيۡنَ
پیش از وے بود تا بیم کنی اہل مکہ را و کسانیرا کہ گرد مکہ ساکن اند و
والا جو انکے پہلے تھی تا کہ تم ڈراؤ اہل مکہ کو اور ان لوگوں کو جو مکہ کے گرد آباد ہیں اور

يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ يُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ وَهُمۡ عَلٰى صَلَاتِهِمۡ
معتقدان آخرت البتہ ایمان آرند بقرآن و ایشاں بر نماز خود را
جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں وہ ایمان لاتے ہیں قرآن پر اور وہ لوگ اپنی نماز پر

يُحَافِظُوۡنَ ۝٩٢ وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا
محافظت میکنند و کیست ستمگار تر از کسیکہ بر بست بر خدا دروغ
مداومت کرتے ہیں ۱ اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے

اَوۡ قَالَ اُوۡحِىَ اِلَىَّ وَلَمۡ يُوۡحَ اِلَيۡهِ شَىۡءٌ وَّمَنۡ قَالَ سَاُنۡزِلُ
یا گفت وحی فرستادہ شداست بمن وبحقیقت نفرستادہ شداست بسوی وی چیزی واز کسانکہ گفت فرود خواہد آورد
یا کہے وحی بھیجی جاتی ہے میری طرف اور حقیقت میں وحی نہیں بھیجی گئی ہے انکی جانب کچھ بھی اور اس سے جو کہے میں

مِثۡلَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ ؕ وَلَوۡ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوۡنَ فِىۡ غَمَرٰتِ
مانند آنچہ فرود آوردہ است خدا و چوں بنگری وقتیکہ ظالمان در شداید
عنقریب اتارونگا اسکی مثل جسے اللہ نے اتارا ہے اور جب تو دیکھے جس وقت ظلم کرنے والے موت کے

الۡمَوۡتِ وَالۡمَلٰۤئِكَةُ بَاسِطُوۡۤا اَيۡدِيۡهِمۡ ۚ اَخۡرِجُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ ؕ
مرگ باشند و فرشتگان دست خود در از میکنند (میگویند) بیروں آرید روحہاے خود را
سختیوں میں ہونگے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہیں انکی جانب (اور کہہ رہے ہیں) نکالو اپنی روحوں کو

اَلۡيَوۡمَ تُجۡزَوۡنَ عَذَابَ الۡهُوۡنِ بِمَا كُنۡتُمۡ تَقُوۡلُوۡنَ عَلَى
امروز جزا دادہ خواہید شد عذاب رسوا کنندہ بسبب آنکہ می گفتید بر خدا
آج کے دن بدلہ دیا جائیگا رسوا کرنے والا عذاب اس سبب سے جو تم کہتے تھے اللہ پر ۲

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی یہ قرآن کثیر الفوائد اور کثیر النافع ہے اور توریت کا جو حصہ یہود کے پاس ہے اسکی تصدیق کرتا ہے۔ یہاں ام القری سے مراد مکۃ المکرمہ ہے۔ اسے ام القری اس لئے کہا گیا ہے کہ پانی پر زمین کی ابتدا یہیں سے ہوئی۔ پس یہ جمیع ارض کیلئے اصل کی طرح ہے یا اس لئے کہ اہل قری کیلئے وہاں قبلہ ہے۔ وَالَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ الخ پس جو شخص آخرت پر ایمان لائیگا وہ اپنی عاقبت سے ڈرتا رہیگا۔ جب اس سے خوف زائل نہیں ہوگا تو وہ شخص ہمیشہ نظر اور تفکر پر قائم رہیگا یہاں تک کہ نبی اور کتاب پر ایمان لائیگا اور اطاعت کی حفاظت کریگا۔ یہاں صلوۃ کو ذکر سے خاص کیا اس لئے کہ نماز دین کا ستون ہے۔ واضح رہے کہ اس آیتِ کریمہ میں یہ خبر دی گئی ہے کہ یہود قرآن اور حضرت محمد ﷺ پر ایمان نہیں لائیں گے۔ اس لئے کہ یہ لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جو کچھ لیکر آئے اس پر ایمان نہیں لاتے ہیں۔ (مظہری)

۲ ابن جریر نے حضرت عکرمہ سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالی کا قول وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا الخ عبداللہ بن سعید بن ابی سرح کے بارے میں نازل ہوا۔ یہ شخص رسول اللہ ﷺ کا کاتب تھا۔ اسے عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ لکھایا جاتا تو غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ لکھ دیتا اور پھر جب رسول اللہ ﷺ کو سنایا جاتا تو کہتا کہ چلو ایک ہی بات ہے۔ آخر وہ اسلام ترک کر کے قریش سے جاملا۔ ابن جریر نے حضرت سدی سے بھی اسی قسم کی حدیث بیان کی ہے جس میں اضافہ ہے کہ وہ کہتا تھا کہ اگر محمد (ﷺ) پر وحی نازل ہوتی ہے تو [اسی طرح سے] مجھ پر بھی نازل ہوتی ہے اور اگر اللہ تعالی نے ان پر کوئی وحی نازل کی ہے تو میں نے بھی ان پر اسی طرح کی وحی نازل کی ہے جیسی کہ اللہ تعالی نے نازل کی ہے۔ محمد (ﷺ) نے کہا کہ سَمِيۡعًا عَلِيۡمًا تو میں نے کہا کہ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) جب مکہ فتح ہوا تو اگرچہ رسول ﷺ نے عام معافی کا اعلان فرمادیا لیکن چند آدمیوں کے بارے میں فرمایا کہ جہاں کہیں بھی پائیں جائیں انھیں قتل کردیا جائے۔ عبداللہ بن ابی سرح انھیں لوگوں میں سے ایک تھا۔ عبداللہ نے جب یہ سنا کہ میرے قتل کا حکم جاری ہوگیا ہے تو بھاگ کر حضرت عثمان ؓ کے پاس پناہ لے لی اور جب ذرا سکون ہوا تو حضرت عثمان ؓ اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آئے اور معافی کی درخواست پیش کردی۔ ہر چند کہ رسول اللہ ﷺ خاموش رہے تا کہ کوئی شخص اٹھ کر اسے قتل کردے لیکن یہ بات کسی کے ذہن میں نہ آئی۔ بالآخر آپ نے حضرت عثمان ؓ کی سفارش پر معافی کی درخواست منظور فرمالی۔ واحدی کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح سے سورۂ مؤمن کی آیات وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَةٍ الخ املا کرائیں۔ جب آپ اللہ کے قول ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰهُ خَلۡقًا اٰخَرَ (مؤمنون:۱۴) پر پہنچے تو عبداللہ کو انسان کی خلقت پر تعجب ہوا اور بے اختیار اسکی زبان سے نکلا کہ تَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِيۡنَ۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر یہ آیت اسی طرح اتری ہے اس پر عبداللہ شک میں پڑگیا اور کہا کہ اگر محمد ﷺ سچے نبی ہیں تو مجھ پر اسی طرح وحی نازل ہوئی ہے جیسی کہ ان پر ہوئی ہے اور اگر وہ جھوٹے ہیں [نعوذ باللہ] تو میں نے بھی وہی بات کہی ہے جو انھوں نے کہی ہے۔ اسکے بعد وہ مرتد ہوگیا۔ (حاشیہ لباب النقول) یہ آیتِ کریمہ رحمان الیمامہ اسود عنسی اور سجاح زوج مسیلمہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک نے جھوٹی نبوت کا دعوی کیا اور کہا کہ ہماری جانب وحی کی جاتی ہے۔ حضرت قتادہ ؓ کہتے ہیں کہ یہ آیت مسیلمہ کذاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے یہی قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے۔ (القرطبی)

اللّٰہِ غَیۡرَ الۡحَقِّ وَکُنۡتُمۡ عَنۡ اٰیٰتِہٖ تَسۡتَکۡبِرُوۡنَ ﴿۹۳﴾ وَلَقَدۡ

ناحق و بسبب آنکہ از تصدیق آیات او سرکشی میکردید و گوئیم

ناحق اور اس سبب سے کہ اسکی آیات کی تصدیق سے سرکشی کرتے تھے' اور ہم انھیں کہیں گے

جِئۡتُمُوۡنَا فُرَادٰی کَمَا خَلَقۡنٰکُمۡ اَوَّلَ مَرَّۃٍ وَّتَرَکۡتُمۡ مَّا خَوَّلۡنٰکُمۡ

آمدید پیش ما تنہا چنانکہ آفریدہ بودیم شما را اول بار و بگذاشتید آنچہ عطا کردہ بودیم شما را

تم آئے ہمارے پاس تنہا جیسا کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا تھا پہلی بار اور تم چھوڑ آئے جو ہم نے تمہیں عطا کیا تھا

وَرَآءَ ظُهُوۡرِكُمۡ‌ۚ وَمَا نَرٰی مَعَكُمۡ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيۡنَ

پس پشت خود و نمی بینیم با شما شفاعت کنندگان شما را آنانکہ

اسے اپنی پیٹھ کے پیچھے کیا اور ہم نہیں دیکھتے تمہارے ساتھ تمہارے سفارشیوں کو جسے

زَعَمۡتُمۡ اَنَّهُمۡ فِيۡكُمۡ شُرَكٰٓؤُا‌ ؕ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيۡنَكُمۡ وَضَلَّ

گمان میکردید کہ ایشاں در تربیتِ شما شریکان خدا اند ہر آئنہ بریدہ شد پیوند میان شما و گمشد

تم گمان کرتے تھے کہ وہ تمہاری تربیت میں اللہ کے شریک ہیں بیشک کٹ گئے تمہارے درمیان رشتے اور گم ہوئے

عَنۡكُمۡ مَّا كُنۡتُمۡ تَزۡعُمُوۡنَ ﴿۹۴﴾ اِنَّ اللّٰهَ فٰلِقُ الۡحَبِّ وَالنَّوٰى‌ ؕ

ع ۱۱ / ۱۷

از شما آنچہ شما گمان میکردید ہر آئنہ خدا شگافندہ دانہ و ختہ ہا است

تم سے جو تم گمان کرتے تھے [۱] بیشک اللہ دانوں اور گٹھلیوں کا چیرنے والا ہے

يُخۡرِجُ الۡحَـىَّ مِنَ الۡمَيِّتِ وَمُخۡرِجُ الۡمَيِّتِ مِنَ الۡحَىِّ‌ ؕ ذٰ لِكُمُ

بیروں می آرد زندہ را از مردہ بیروں آرندۂ مردہ است از زندہ ایں است

زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ سے زندہ کو نکالنے والا ہے یہ ہے

اللّٰهُ‌ فَاَنّٰى تُؤۡفَكُوۡنَ ﴿۹۵﴾ فَالِقُ الۡاِصۡبَاحِ‌ۚ وَجَعَلَ الَّيۡلَ

خدا پس کجا برگردانیدۂ شب میشوید شگافندہ صبح را و گردانیدہ شب را

اللہ پس تم سب کہاں پھرے جاتے ہو [۲] صبح کا چیرنے والا ہے اور رات کو

[۱] ابن جریر نے حضرت عکرمہ سے روایت کی ہے کہ نضر بن حارث نے کہالات وعزیٰ میری سفارش کرینگے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) کَمَا خَلَقۡنٰکُمۡ اَوَّلَ مَرَّۃٍ یعنی جیسے تمہیں پہلی دفعہ پیدا کیا۔ بعض نے یہ کہا کہ اس سے یہ مراد ہے کہ جس طرح تمہیں ماں کے پیٹ سے بغیر کپڑے کے نکالا اسی طرح تمہیں قبر سے بغیر کپڑے کے نکالے گا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ آیت تلاوت کی تو رسول اللہ ﷺ کے حضور عرض کرنے لگیں کہ یا رسول اللہ ﷺ! شرمگاہوں کا کیا بنے گا کیونکہ مرد اور عورت سب جمع کئے جائیں گے۔ کیا بعض، بعض کی شرمگاہ کی جانب دیکھیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر شخص اپنے معاملہ میں مصروف ہوگا اس لئے کسی مرد کو کسی عورت کی جانب اور کسی عورت کو کسی مرد کی جانب دیکھنے کا وقت ہی نہیں ملے گا۔ (القرطبی) جاننا چاہئے کہ یہ آیتِ کریمہ احوالِ قیامت کی معرفت میں قانونِ شریعت پر مشتمل ہے۔ اول: بیشک نفس انسانیہ جو اس جسم سے تعلق رکھتا ہے وہ مصارفِ حقہ اور اخلاقِ فاضلہ کے اکتساب میں آلہ ہے پس جب نفس، جسم سے جدا ہو جائے اور مطلوب حاصل نہ ہو تو اسکی حسرت بڑھ جائیگی اور اسکی آفات قوی ہو جائینگی، اگر اپنے نفس سے سعادتِ ابدیہ حاصل کرلے پھر اسے ضائع اور باطل کردے اور نفع حاصل نہ کرے تو اس ٹکڑے سے یہی مراد ہے وَلَقَدۡ جِئۡتُمُوۡنَا فُرَادٰی کَمَا خَلَقۡنٰکُمۡ اَوَّلَ مَرَّۃٍ. ثانی: اگر انسان اپنے جسم کے اس آلہ سے سعادتِ روحانیہ اور کمالاتِ روحانیہ حاصل نہ کرے اور دوسرے عمل میں پڑ جائے اور اپنی لمبی عمر میں مال وجاہ کی محبت بسالے اور اسی کی تحصیل میں پوری زندگی صرف کردے تو انسان سوائے نقصان کے اور کچھ حاصل نہیں کرسکے گا کیونکہ انسان کی حقیقت عالم اجسام میں عالم روحانی کی جانب متوجہ ہونا ہے۔ اس جانب اس ٹکڑے سے اشارہ کیا گیا ہے وَتَرَکۡتُمۡ مَّا خَوَّلۡنٰکُمۡ وَرَآءَ ظُهُوۡرِكُمۡ. یہ ٹکڑا مزید یہ بھی دلالت کرتا ہے کہ انسان اگر دنیا میں مال وزر جمع کرلے اور اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتا ہے تو گویا کہ اس نے اپنی دولت دنیا ہی میں چھوڑ دی اور اگر بھلائی کے کاموں میں خرچ کرے تو گویا کہ اس نے اپنے لئے سرمایہ پہلے ہی بھیج دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا تُقَدِّمُوۡا لِاَنۡفُسِكُمۡ مِّنۡ خَيۡرٍ تَجِدُوۡهُ عِنۡدَ اللّٰهِ اور جو تم اپنے نفوس کی بھلائی کیلئے پہلے بھیجتے ہو اسے اللہ کے پاس پاؤ گے۔ ثالث: لوگ اپنے مذاہبِ فاسدہ اور عقائدِ باطلہ کے پیشِ نظر معبودانِ باطلہ کو عذابِ شدید اور عقابِ دائم سے بچنے کیلئے سہارا سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم لوگ جن بتوں کی عبادت کرتے ہیں وہ بت ہمیں عذاب سے بچالیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اسکی جانب اس ٹکڑے سے اشارہ فرمایا ہے وَمَا نَرٰی مَعَكُمۡ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيۡنَ زَعَمۡتُمۡ اَنَّهُمۡ فِيۡكُمۡ شُرَكٰٓءُ۔ رابع: جب ان لوگوں کو معلوم ہو جائیگا کہ دنیا میں رہتے ہوئے اکتساب خیرات چھوڑ گیا اور اب انھیں مضرات حاصل ہو رہے ہیں تو ایسی صورت میں ان کے پاس صرف امید باقی رہ جائیگی جبکہ اللہ تعالیٰ اسے بھی منقطع کردیگا۔ اس کی جانب اس ٹکڑے سے اشارہ کیا گیا ہے لَقَدۡ تَّقَطَّعَ بَيۡنَكُمۡ یعنی انکی تمام امیدیں کاٹ دی جائینگی۔ (تفسیر کبیر) [۲] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خالقِ حب اور خالقِ نوی ہے۔ واحدی کہتے ہیں کہ فالق بمعنی فاطر ہے یعنی شق کرنے والا۔ (تفسیر کبیر) حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ اسکا معنی یہ ہے کہ اللہ وہ ہے جو دانے چیر کر پودے نکالتا ہے اور گٹھلی چیر کر درخت نکالتا ہے۔ يُخۡرِجُ الۡحَـىَّ مِنَ الۡمَيِّتِ الخ یعنی اللہ تعالیٰ نطفۂ میتہ سے زندہ بشر نکالتا ہے اور زندہ بشر سے نطفہ میتہ نکالتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس ذات کی قسم جو دانے کو شق کرتا ہے بیشک نبی کریم ﷺ نے مجھ سے عہد لیا کہ میں مؤمن کے علاوہ کسی سے محبت نہ کروں اور منافق کے علاوہ کسی پر غضب ناک نہ ہوں۔ (القرطبی)

سَكَنًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ

آرامگاه و گرداینده آفتاب و ماه را میعاد حساب ایں است تقدیر خدای غالب

آرامگاہ بنانے والا اور سورج اور چاند کو حساب کی میعاد بنانے والا' یہ ہے اللہ کی (بنائی ہوئی) مقدرا جوز بردست

الْعَلِيْمِ ﴿۹۶﴾ وَ هُوَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا

دانا و او ست آنکہ بیافرید برائے شما ستارہ ہا تا راہ یابید بسبب آنہا

جاننے والا ہے[۱] اور وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے لئے ستاروں کو تا کہ تم راہ پا لو اس سے

فِىْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾

در تاریکیہای بیابان و بحر ہر آئنہ بتفصیل بیان کردیم نشانہا را برائے گروہی کہ میدانند

بیابان اور سمندر کی تاریکیوں میں۔ بیشک ہم نے تفصیل سے بیان کردی ہیں نشانیوں کو اس گروہ کیلئے جو جانتے ہیں[۲]

وَ هُوَ الَّذِىْۤ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ

و او ست آنکہ پیدا کرد شما را از یک شخص پس شما را قرار گاہی ہست

اور وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہیں ایک شخص سے پھر تمہارے لئے قرار گاہ

وَّ مُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۸﴾ وَ هُوَ

و ودیع جای ہر آئنہ بتفصیل بیان کردیم نشانہا را گروہیکہ می فہمند و او ست

اور امانت کی جگہ بنائی بیشک ہم نے نشانیاں تفصیل سے بیان کردی ہیں اس گروہ کیلئے جو سمجھتے ہیں[۳] اور وہی ہے

الَّذِىْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ

آنکہ فرود آورد از آسمان آبی پس بیروں آوردیم بسبب آں آب رویندہ را از ہر

جس نے آسمان سے پانی اتارا پس ہم نے اس پانی کے سبب سے اگنے والی چیزوں میں سے ہر قسم کی چیز نکالی پس ہم

شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ

قسم پس بیروں آوردیم ازاں آب سبزہ بیروں می آریم ازاں سبزہ دانہا یکی بر دیگری پیوستہ

نے اس پانی کے سبب سے سبزہ نکالا اس سبزہ سے (ایسے) دانے نکالتے ہیں جو ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں[۴]

[۱] صبح اور صباح دن کے اول حصے کو کہتے ہیں اسی طرح اصباح بھی دن کے اول حصے کو کہتے ہیں۔ معنی یہ ہوگا کہ رات کا اندھیرا ختم کر کے دن کی روشنی لاتا ہے۔ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ بمعنی خَالِقُ النَّهَارِ ہے۔ وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا۔ حضرت یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ فَالِقَ الْاِصْبَاحِ وَجَاعِلَ اللَّيْلِ سَكَنًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا اِقْضِ عَنِّىَ الدَّيْنَ وَاَغْنِنِىْ مِنَ الْفَقْرِ وَاَمْدِدْنِىْ بِسَمْعِىْ وَبَصَرِىْ وَ قُوَّتِىْ فِىْ سَبِيْلِكَ۔ ترجمہ: اے اللہ صبح کو روشن کرنے والا اور رات کو باعثِ سکون کرنے والا اور سورج و چاند کو حساب کیلئے میعاد بنانے والا! مجھ سے قرض کو ہٹا دے اور فقر سے غنا عطا کر دے اور میری مدد فرما اپنی راہ میں میری سماعت' بصارت اور قوت کیساتھ۔ بعض نے کہا ہے کہ اس دعا میں سمع اور بصر سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (القرطبی) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ سے مراد یہ ہے کہ دن کو سورج کی روشنی سے منور کرتا ہے اور رات کو چاند کی روشنی سے منور کرتا ہے۔ حضرت علی بن ابی طلحہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا سے مراد ایام' شہور اور سنین کی گنتی ہیں۔ (ابن جریر)

[۲] اس آیت کریمہ میں کمالِ قدرت پر تیسری دلیل دی جارہی ہے۔ ستاروں سے چند فوائد حاصل کئے جاتے ہیں (۱) اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا تا کہ خشکی اور سمندری کا وہ راستہ جو چاند اور سورج سے پتہ نہ چل سکے ستارے اس پر دلالت کریں (۲) لوگ سورج کے ذریعے اوقاتِ صلوٰۃ معلوم کرتے ہیں اور حرکتِ شمس کے ذریعے دن میں قبلہ کے تعین پر دلالت قائم کرتے ہیں۔ احوالِ کواکب سے رات میں معرفتِ قبلہ پر دلیل قائم کرتے ہیں۔ (۳) یہ ستارے آسمان کیلئے زینت ہیں جیسا کہ ارشاد ہے اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ الْكَوَاكِبِ یعنی بیشک ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں سے مزین کیا ہے۔ (۴) ان ستاروں سے شیاطین پر انگارے برسائے جاتے ہیں۔ (۵) ان ستاروں کو دیکھ کر انسان زمین و آسمان کی خلقت پر غور و فکر کرتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا۔ اور زمین و آسمان کی خلقت میں غور و فکر کرتے ہیں پھر کہتے ہیں اے ہمارے رب تو نے اسے بیکار پیدا نہیں کیا۔ (تفسیر کبیر) [۳] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مستقر سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ماں کے رحم میں قرار دیتا ہے یہاں تک کہ ولادت ہوتی ہے اور مستودع سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو قبر میں بطور امانت رکھتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے روز قبر سے دوبارہ نکالے گا۔ حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ مستقر سے مراد یہ ہے کہ ماں کے رحم میں قرار دیتا ہے اور مستودع سے مراد یہ ہے کہ باپ کے صلب میں بطورِ امانت رکھتا ہے۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد مستقر فی القبر ہے اور مستودع سے مراد مستودع فی الدنیا ہے اور میرے (قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک مستقر سے مراد مستقر فی الجنۃ یا مستقر فی النار ہے اور مستودع سے مراد اسکے علاوہ یعنی اصلاب' ارحام' دنیا اور قبر ہے۔ (مظہری) [۴] اس آیت کریمہ میں کمالِ قدرت پر پانچویں دلیل دی جارہی ہے۔ واضح رہے کہ درختوں کے انواع میں سے یہاں چار انواع بیان کئے گئے ہیں یعنی نخل [کھجور کا درخت] عنب [انگور کی بیل] زیتون [زیتون کا درخت] اور رمان [انار کا درخت] (تفسیر کبیر)

وَمِنَ النَّخۡلِ مِنۡ طَلۡعِهَا قِنۡوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنۡ

و از درختان خرما از شاخهای او یک طائفه شاخها بزمین نزدیک شده و بیروں می آریم بوستانها از

اور کھجور کے درخت یعنی اسکے سے خوشے جو زمین کی جانب جھکے ہوئے ہیں اور ہم نکالتے ہیں باغات

اَعۡنَابٍ وَّالزَّيۡتُوۡنَ وَالرُّمَّانَ مُشۡتَبِهًا وَّغَيۡرَ مُتَشَابِهٍ ؕ

درختان انگور و بیروں آوردیم زیتون و آنار مانند یکدیگر و غیر مانند یکدیگر

انگور کی بیل سے اور ہم نکالتے ہیں زیتون اور آنار ایک دوسرے سے مشابہ اور ایک دوسرے سے غیر مشابہ

اُنۡظُرُوۡۤا اِلٰى ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثۡمَرَ وَيَنۡعِهٖ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰ لِكُمۡ لَاٰيٰتٍ

بنگرید بسوی میوه درخت چوں میوه آرد و بسوے پختگی او هر آئنه دریں نشانها ست

دیکھو میوہ کے درخت کی جانب جب میوہ لائے اور اسکے پکنے کی جانب۔ بیشک اس میں نشانیاں ہیں

لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۹۹﴾ وَجَعَلُوۡا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الۡجِنَّ وَخَلَقَهُمۡ

گروہی را کہ ایمان دارند و مقرر کردند برائے خدا شریکانرا کہ از قسم جن اند و آفریدہ ست ایشانرا

ایسی قوم کیلئے جو ایمان رکھتی ہے اور اللہ کیلئے جنوں کی قسم سے شرک ٹھہرایا حالانکہ انہیں بھی (اللہ نے) پیدا کیا

وَخَرَقُوۡا لَهٗ بَنِيۡنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ ؕ سُبۡحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى

و بافترا ثابت کردند اورا فرزندان و دختران بغیر دانش پاکی اوراست و بلند است

اور افترا سے اسکے لئے بیٹے اور بیٹیاں بغیر علم کے ثابت کیا پاکی ہے اسکے لئے اور بلند ہے

عَمَّا يَصِفُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾ بَدِيۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اَنّٰى يَكُوۡنُ

از آنچہ بیان میکنند او آفرینندہ آسمانہا و زمین است چگونہ باشد

اس سے جو وہ سب بیان کرتے ہیں ۱ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے

لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمۡ تَكُنۡ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَىۡءٍ ۚ

اورا فرزندی حالانکہ نبود او را زن و بیافرید ہر چیز را

اسکے لئے کیسے ولد ہو سکتا ہے حالانکہ اس کیلئے بیوی نہیں ہے اور ہر چیز کو اسی نے پیدا کیا ۲

ع ۱۲ / ۱۸

تفسیر اظہار العرفان

۱ جو لوگ اللہ تعالیٰ کیساتھ شریک ٹھہراتے تھے اسکے تین گروہ ہیں (۱) پہلا گروہ: بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور انکا کہنا ہے کہ اصنام عبودیت میں اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں لیکن وہ لوگ اعتراف کرتے تھے کہ یہ اصنام خلق، ایجاد اور تکوین پر قدرت نہیں رکھتے ہیں۔ دوسرا گروہ: یہ لوگ کواکب کو اس عالم کا مدبر سمجھتے ہیں پھر ان میں دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم کواکب کو واجب الوجود لذاتہا سمجھتے ہیں۔ دوسری قسم والے کواکب کو ممکن الوجود لذواتہا سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ستارے حادث ہیں اسکا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں پیدا کر کے عالم اسفل کی تدبیر انکے سپرد کر دی، یہی وہ گروہ ہے جسکے متعلق قرآن کریم میں موجود ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے مناظرہ کیا اور فرمایا لَاۤ اُحِبُّ الۡاٰفِلِيۡنَ یعنی ڈوب جانے والوں کو میں دوست نہیں رکھتا۔ تیسرا گروہ: یہ گروہ آسمانوں اور زمین کیلئے دو الٰہ کا قائل ہے۔ انکا کہنا ہے کہ ایک الٰہ فاعل الخیر ہے اور دوسرا الٰہ فاعل الشر ہے۔ اس آیت سے مقصود اسی گروہ کی مذمت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت زنادقہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنکا کہنا تھا کہ [معاذ اللہ] اللہ تعالیٰ اور ابلیس اخوان ہیں پس اللہ تعالیٰ لوگ، چوپائے، دیگر جانور اور خیرات کا پیدا کرنے والا ہے اور ابلیس درندہ، سانپ، بچھو اور شرور کا پیدا کرنے والا ہے۔ واضح رہے کہ یہاں زنادقہ سے مراد مجوس ہیں اس لئے کہ مجوس کا لقب زنادقہ ہے۔ جاننا چاہئے کہ مجوس کا کہنا ہے کہ اس عالم میں بھلائی میں سے جو کچھ بھی ہے وہ سب ''یزدان'' کی جانب سے ہے اور اس عالم میں شرور میں سے جو کچھ بھی ہے وہ سب ''اھرمن'' کی جانب سے ہے جسے ہم نے اپنی شرح میں ابلیس کا نام دیا ہے۔ پھر اسکے بارے میں اختلاف ہے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ اھرمن حادث ہے اور اسکی کیفیت حدوث کی طرح ہی ہے کچھ کا کہنا ہے کہ اھرمن قدیم ازلی ہے، بہرکیف یہ دونوں گروہ اس عالم کی تدبیر میں اللہ تعالیٰ کیساتھ شریک ٹھہراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس عالم میں خیرات اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور شرور ابلیس کی جانب سے ہے۔ جاننا چاہئے کہ انکی شرکت کی تفسیر تین طریقے سے کی گئی ہے۔ پہلی وجہ: وہ لوگ دو الٰہ کے قائل تھے یعنی خالق الخیر اور خالق الشر۔ دوسری وجہ: کفار کہتے تھے کہ ملائکہ بنات اللہ ہیں کیونکہ یہاں ''جن'' سے مراد ملائکہ ہے۔ تیسری وجہ: جنات کفار کو بتوں کی عبادت کی جانب بلاتے تھے۔ پہلے طریقے کو اللہ تعالیٰ نے اس قول سے باطل کیا وَ خَرَقُوۡا لَهٗ بَنِيۡنَ وَ بَنٰتٍۢ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ۔ دوسرے طریقے کو اللہ تعالیٰ نے لَمۡ يَلِدۡ وَلَمۡ يُوۡلَدۡ سے باطل کیا۔ تیسرے طریقے کو بھی وَ لَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ سے باطل کیا، پھر آخر آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان تمام شرکاء سے اپنی پاکی یوں بیان فرمائی کہ سُبۡحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوۡنَ۔ لفظ سبحان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی پاکی ہر اس چیز سے بیان کی جارہی ہے جو اسکے لائق نہ ہو اور تعالیٰ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انکے اقوالِ فاسدہ سے بلند ہے۔ اس تشریح سے سبحان اور تعالیٰ میں ظاہری فرق بھی معلوم ہو گیا۔ (تفسیر کبیر) ۲ یہ آیت کریمہ چند وجوہ سے ذاتِ باری تعالیٰ کیلئے ولد کی نفی کر رہی ہے۔ اول: اللہ تعالیٰ کے مبدعات میں سے آسمان و زمین ہیں اور یہ خلقت ایسی جنس سے متصف نہیں ہے کہ جسے ولد سے موصوف کر سکیں لہٰذا مستقل بالذات صرف باری تعالیٰ ہے۔ ثانی: اللہ تعالیٰ خالق اجسام عظیمہ ہے اور خالق اجسام کیلئے جسم نہیں ہوتا ہے اور ولادت اجسام کے خواص میں سے ہے۔ ثالث: لڑکا اور لڑکی متجانسین سے پیدا ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ متجانسین سے پاک ہے۔ رابع: ولد، والد کا کفو ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کفو سے پاک ہے۔ (مظہری) ابداع عبارت ہے کہ شے کو بغیر مثال سابق کے لائی جائے۔ عیسائیوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا حالانکہ اس سے پہلے ایسا نہیں ہوا ہے لفظِ ابداع کے ذریعے اللہ تعالیٰ جواب دے رہا ہے کہ وہ اللہ بغیر مثالِ سابق کے پیدا فرمانے پر قادر ہے۔ (تفسیر کبیر)

وَهُوَ بِكُلِّ شَيۡءٍ عَلِيمٌ ﴿١٠١﴾ ذَٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمۡ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ خَالِقُ

و او بہر چیز دانا ست ایں ست خدا پروردگار شما نیست ہیچ معبود مگر او آفرینندہ

اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ یہ ہے اللہ تمہارا رب نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ پیدا کرنے والا

كُلِّ شَيۡءٍ فَاعۡبُدُوهُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٍ وَكِيلٌ ﴿١٠٢﴾ لَا

ہر چیز است پس پرستش کنید او را و او بر ہمہ چیز کارساز است و

ہر چیز کا پس پوجو اسی کو اور وہ تمام چیزوں پر نگہبان ہے ۱ اور

تُدۡرِكُهُ الۡأَبۡصَارُ وَهُوَ يُدۡرِكُ الۡأَبۡصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ

نمی یابند او را چشمہا و او درمی یابد چشمہا را و او ست مہربان

اسے آنکھیں احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ آنکھوں کو احاطہ کرتا ہے اور وہ مہربان باخبر

الۡخَبِيرُ ﴿١٠٣﴾ قَدۡ جَآءَكُم بَصَآئِرُ مِن رَّبِّكُمۡ فَمَنۡ أَبۡصَرَ فَلِنَفۡسِهِ

آگاہ ہر آئنہ آمدند بشما دلیلہا از جانب پروردگار شما پس ہر کہ بینا شد پس نفع او راست

ہے ۲ بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے دلیلیں آئیں پس جو کوئی دیکھے تو (دیکھنا) اسکے نفع کیلئے ہوگا

وَمَنۡ عَمِيَ فَعَلَيۡهَا وَمَآ أَنَا عَلَيۡكُم بِحَفِيظٍ ﴿١٠٤﴾ وَكَذَٰلِكَ

و ہر کہ نابینا ماند پس زیاں برویست و نیستم من بر شما نگاہبان و ہمچنیں

اور جو کوئی اندھا رہا تو نقصان اس پر ہے اور میں نہیں ہوں تم پر نگہبان ۳ اور اسی طرح ہم گونا گوں بیان کرتے ہیں

نُصَرِّفُ الۡأٓيَٰتِ وَلِيَقُولُواْ دَرَسۡتَ وَلِنُبَيِّنَهُ لِقَوۡمٍ

گو ناگوں بیان میکنیم نشانہا تا نگویند کہ خواندۂ و تا بیان کنیم ایں دین را برائے گروہی

نشانیوں کو تا کہ نہ کہیں کہ آپ نے (کسی سے) پڑھا ہے اور تا کہ ہم اس دین کو بیان کریں ایسی قوم کیلئے جو جانتی ہے

يَعۡلَمُونَ ﴿١٠٥﴾ اتَّبِعۡ مَآ أُوحِيَ إِلَيۡكَ مِن رَّبِّكَ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ

کہ میدانند پیروی کن چیزیرا کہ وحی کردہ شد بسوے تو از جانب پروردگار تو ہیچ معبود نیست مگر او

۴ پیروی کرو اس چیز کی جسے تمہاری جانب وحی کی گئی تمہارے رب کی طرف سے، کوئی معبود نہیں ہے مگر وہ ۵

تفسیر اظہار العرفان

۱ اس آیتِ کریمہ میں حکم ہے کہ جو ان صفاتِ عالیہ کا مالک ہے وہی عبادت کا مستحق ہے اس لئے تم لوگ اسکی عبادت کرو۔ (بیضاوی)

۲ ادراک بمعنی احاطہ اور تحدید ہے جیسا کہ آپ دیگر مخلوقات کے ادراک میں کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ لَا تُدۡرِكُهُ الۡأَبۡصَارُ سے مراد دنیامین دیکھنا ہے اور مؤمن آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وُجُوهٌ يَوۡمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ. اس روز کچھ چہرے ہرے بھرے ہونگے اپنے رب کی جانب دیکھ رہے ہونگے۔ حضرت سدی کہتے ہیں کہ مؤمنین کو رب کی زیارت جنت میں ہوگی۔ بعض نے اسکا معنی یہ کیا ہے کہ لا تحیط به وهو یحیط بها یعنی تم اسکا احاطہ نہیں کر سکتے ہو اور وہ تمہارا احاطہ کریگا۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ اسکا معنی یہ ہے کہ تم ان آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے ہو جو تمہارے لئے دنیا میں پیدا کی گئی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنی کرامت سے جس کیلئے چاہے بصر اور ادراک فرمادیگا پھر وہ اسکے ذریعے اپنے رب کا دیدار کریگا جیسا کہ حضرت محمد ﷺ کیلئے ثابت ہے۔ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کی رؤیت دنیا میں عقلاً ثابت ہے اگر ایسا نہ ہوتو حضرت موسیٰ علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں رؤیت کا سوال نہ کرتے۔ اس لئے کہ نبی کیلئے محال ہے کہ انھیں معلوم نہ ہو کہ کیا چیز اللہ تعالیٰ کیلئے جائز ہے اور کیا ناجائز ہے بلکہ اللہ کے نبی اللہ تعالیٰ سے وہی سوال کرتے ہیں جو جائز ہوتا ہے۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کیلئے رؤیتِ باری تعالیٰ ثابت ہے کہ نہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے رب تعالیٰ کو نہیں دیکھا۔ وَلَقَدۡ رَءَاهُ بِالۡأُفُقِ الۡمُبِينِ اور وَلَقَدۡ رَءَاهُ نَزۡلَةً أُخۡرَىٰ سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام کا دیکھنا ہے۔ یہی قول حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کا ہے لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بیشک محمد ﷺ نے اپنے رب کو دومرتبہ دیکھا ہے یہ سنکر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اتنے زور سے تکبیر کہی کہ آواز پہاڑ سے جاٹکرائی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رؤیت اور کلام کو حضرت محمد ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم فرمایا پس موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور حضرت محمد ﷺ کو اپنا دیدار کرایا۔ عبدالرزاق حکایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن قسم کھا کر کہتے تھے کہ بیشک محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ ابن اسحاق نے نقل کیا ہے کہ مروان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا جی ہاں! نقاش حضرت احمد بن حنبل سے روایت کرتے ہیں کہ بیشک آپ نے فرمایا کہ میں حدیث ابن عباس کے سبب یہ کہہ سکتا ہوں کہ آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ یہی مذہب حضرت ابوالحسن اشعری اور صحابہ کی ایک جماعت کا ہے کہ محمد ﷺ نے اپنے سر کی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ ابوالعالیہ، قرظی، ربیع بن انس اور ایک جماعت کا کہنا ہے کہ آپ نے اپنے رب کو اپنے قلب سے دیکھا ہے۔ (القرطبی) ۳ یعنی ایسی واضح دلیل جسکے دیکھنے سے انسان ضلال سے ہدایت کی جانب اور باطل سے حق کی جانب مائل ہوتا ہے۔ پس نفس کیلئے بصیرت ہے اور بدن کیلئے بصارت ہے وَمَآ أَنَا عَلَيۡكُم بِحَفِيظٍ۔ یعنی تمہارے اعمال اور اسکے بدلے پر میں حفیظ نہیں ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ حفیظ ہے میں تو صرف بشیر اور نذیر بن کر آیا ہوں۔ (مظہری) ۴ صرف کی اصل یہ ہے کہ شے کو ایک حال سے دوسرے حال کی جانب منتقل کیا جائے اور تفصیل کی اصل یہ ہے کہ ایک معنی کو ایک عبارت سے دوسری عبارت کی جانب پھیرا جائے یہاں تک کہ مخاطب کی سمجھ میں آجائے۔ (مظہری) ۵ جاننا چاہئے کہ جب مشرکین نے قرآن کی جانب افترا کیا اور کہا کہ محمد (ﷺ) کسی سے پڑھکر ہم سے کہتے ہیں کہ یہ قرآن ہے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم اس قرآن کی پیروی کرو اور انکی باتوں پر دھیان مت دو۔ (تفسیر کبیر)

وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ۞١٠٦ وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ

و اعراض کن از مشرکان و اگر خواستی خدا

اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔ اور اگر اللہ چاہتا تو

مَاۤ اَشۡرَكُوۡا ؕ وَمَا جَعَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيۡظًا ۚ

شریک مقرر نمی کروند و نہ گردانیدیم ترا بر ایشاں نگاہبان

وہ سب شریک نہ ٹھہراتے اور آپکو ان پر نگہبان نہیں بنایا

وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِوَكِيۡلٍ ۞١٠٧ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيۡنَ

و نیستی تو بر ایشاں متعہد اے مسلمانان دشنام مدہید

اور نہیں ہیں آپ ان پر وکیل ۱ اے مسلمانو! گالی نہ دو

يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ

کسانیرا کہ می پرستند بجز خدا زیرا کہ ایشاں دشنام خواہند را بخدا از روئے ظلم

انھیں جسے وہ لوگ پوجتے ہیں اللہ کے سوا اس لئے کہ وہ گالی دینگے اللہ کو از روے ظلم

عَدۡوًاۢ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا

بغیر دانش ہمچنیں آراستہ کردہ ایم در نظر

نادانی میں اسی طرح ہم نے مزین کیا ہر گروہ کی نظر میں

لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمۡ ۖ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمۡ

ہر گروہی کردار آنگروہ بسوئے پروردگار ایشاں

اس گروہ کا (اپنا) کردار پھر اپنے رب کی جانب

مَّرۡجِعُهُمۡ فَيُنَبِّئُهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ۞١٠٨

رجوع ایشاں باشد پس خبر دہد ایشانرا بعاقبت حال آنچہ میکردند

ان سب کا پھرنا ہے پس وہ انھیں بتائیگا (انکے) حال کے انجام کے بارے میں جو وہ سب کرتے تھے ۲

۱ اس آیت میں دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کافرین کیلئے ایمان کا ارادہ نہیں فرماتا ہے بلکہ انکا کفر میں ہونا واجب الوقوع ہے۔(بیضاوی)

۲ حضرت قتادہ روایت کرتے ہیں کہ مسلمان کفار کے بتوں کو گالیاں دیتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(لباب النقول فی اسباب النزول) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آیت اِنَّكُمۡ وَمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ [بیشک تم اور جسکی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو جہنم کے ایندھن ہونگے] نازل ہوئی تو مشرکین کہنے لگے کہ اے محمد (ﷺ) آپ ہمارے معبود کو برا کہتے ہیں ہم بھی اسکے نتیجے میں آپکے رب کو برا کہیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (مظہری) یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ جب شتمِ اصنام [بتوں کو برا کہنا] اصولِ طاعات میں سے ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے منع کیوں فرمایا؟ جواب: یہ شتم اگرچہ طاعت ہے مگر جب ایسی وجہ پر ہو کہ منکرین طاقتور ہوں [اور اہل ایمان کمزور ہوں] تو اس سے احتراز واجب ہے اور یہاں یہی معاملہ ہے اس لئے کہ یہ شتم مستلزم ہے انکی جانب شتمِ الٰہی، شتمِ رسول، سفاہت کا دروازہ کھولنے، قبولِ دین سے انکی تنفیر اور انکے قلوب میں غیظ وغضب داخل کرنے پر، اس لئے یہاں نہی وارد ہے۔ (تفسیر کبیر) علمائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ حکم اس امت کے حق میں ہر حال میں باقی ہے پس جب کافر کے منع کرنے پر خوف ہو کہ وہ اسلام کو برا بھلا کہے گا، یا نبی علیہ السلام کو برا کہے گا، یا اللہ تعالیٰ کو برا کہے گا تو مسلمان کیلئے جائز نہیں ہے کہ انکے دین یا انکے عبادت گاہوں کو برا کہے۔ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ میں سدِ ذرائع فرمایا ہے [قرآن کریم کے دیگر مقامات میں بھی اس قسم کی آیت موجود ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے سدِ ذرائع فرمایا ہے مثلاً] اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواء سلام اللہ علیہا سے فرمایا لَا تَقۡرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ یعنی تم دونوں اس درخت کے قریب نہ جاؤ [حضرت آدم علیہ السلام اگر درخت کے قریب جاتے لیکن اس درخت سے کچھ کھاتے نہیں تو آپ خطائے اجتہادی کے مرتکب نہ ہوتے کیونکہ درخت کے قریب جانے کی ممانعت اصل میں کھانے کی ممانعت ہے جب آپ درخت کے قریب جائیں تو درخت سے کچھ کھا بھی سکتے ہیں لہذا جو کھانے کا ذریعہ تھا اسی سے روکا گیا اسے سدِ ذرائع کہتے ہیں۔ پیش کردہ تفسیری آیت میں بھی سدِ ذرائع یوں ہے کہ اگر تم حالتِ کمزوری میں انکے معبودانِ باطلہ کو برا کہو گے تو وہ پلٹ کر تمہارے حقیقی معبود کو برا کہیں گے] اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مبغوض ہے وہ شخص جو اپنے والدین کو گالی دے۔ صحابی نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! کوئی شخص اپنے والدین کو گالی دے سکتا ہے، آپ نے فرمایا اگر وہ کسی کے والدین کو گالی دیگا تو جسے گالی دی گئی ہوگی وہ پلٹ کر اسکے والدین کو گالی دیگا یہ ایسا ہی ہے جیسے اس نے اپنے والدین کو گالی دی [اس حدیث شریف میں بھی سدِ ذرائع کا بیان ہے] اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ "اے ایمان والو! رَاعِنَا نہ کہو" مطلب یہ ہے کہ اگر تم ایسا کہو گے تو تمہارے کہنے کی وجہ سے یہود بھی کہیں گے [یہ بھی سدِ ذرائع ہے] (القرطبی)

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ

و سوگند خوردند کافراں بسختریں سوگندان خود کہ

اور کافروں نے اللہ کی سخت ترین قسمیں کھائیں کہ

لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ۭ

اگر بیاید بایشاں معجزہ البتہ ایمان آرند باں

اگر انکے پاس معجزہ آئے تو ضرور اس پر ایمان لائینگے

قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ

بگو جز ایں نیست کہ معجزہا نزد خدا ست و چہ مطلع ساختہ است شما را

آپ فرما دیجئے کہ نشانیاں اللہ ہی کے پاس ہیں اور تمہیں کیا معلوم ہے کہ

اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

چوں بیاید بایشاں ایمان نیارند

جب وہ انکے پاس آئے تو وہ ایمان نہیں لائینگے [١]

وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ

و صرف کنیم دل ایشانرا و چشم ایشانرا

اور ہم انکے دلوں کو اور انکی آنکھوں کو پھیر دینگے

كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ

چنانچہ نیاوردند ایمان بقرآن اول بار

جس طرح (یہ لوگ) قرآن پر پہلی بار ایمان نہیں لائے

وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ ع

و بگذاریم ایشانرا در گمراہی خود سرگرداں گشتہ

اور ہم انھیں انکی گمراہی میں چھوڑ دینگے کہ بھٹکتے پھریں [٢]

١٣ ع ١٩

تفسیر اظہار العرفان

[١] ابن جریر نے محمد بن کعب قرظی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قریش سے بات چیت کی تو انھوں نے کہا کہ اے محمد (ﷺ) آپ ہم کو یہ خبر دیتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس عصا تھا جسے وہ پتھر پر مارتے تھے اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردے زندہ کرتے تھے اور یہ کہ ثمود کی ایک اونٹنی تھی آپ بھی ہمارے سامنے نشانیاں لائیں تا کہ ہم آپکی تصدیق کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ تم کون سی نشانیاں مانگتے ہو؟ انھوں نے کہا کہ کوہِ صفا کو سونا بنا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں نے یہ کام کر دیا تو تمہیں تصدیق کرنی پڑے گی۔ انھوں ے کہا کہ خدا کی قسم! ضرور۔ اللہ کے رسول ﷺ کھڑے ہو کر دعا مانگنے لگے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو پہاڑ سونا بن جائیگا، لیکن اسکے بعد بھی اگر انھوں نے آپکی تصدیق نہ کی تو یقیناً میں انھیں سخت عذاب دونگا اور اگر آپ چاہیں تو انھیں انکے حال پر چھوڑ دیں تا آنکہ ان میں سے توبہ کرنے والے توبہ کرلیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب القول فی اسباب النزول) حاصل کلام یہ ہے کہ قوم نے رسول اللہ ﷺ سے معجزاتِ قویہ طلب کرنے کا اور ایمان لانے کا حلف اٹھایا پس اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو خبر دی کہ یہ لوگ معجزاتِ قویہ دیکھنے کے بعد بھی ایمان نہیں لائینگے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے سے آپ کو روک دیا۔ (تفسیر کبیر) اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ جس کے بارے میں علم ازلی ہی میں یہ ہے کہ ایمان نہیں لائیں گے پس وہ قسم بھی کھائیں کہ ہم ایمان لائیں گے جب بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيَاتُ عِنْدَ اللّٰهِ: اے محمد ﷺ! آپ فرما دیجئے کہ جن نشانیوں کا یہ لوگ مطالبہ کر رہے ہیں اللہ ان نشانیوں کے لانے پر قادر ہے اور جب چاہے ان نشانیوں کو لے آئے۔ اَنَّهَا اِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ: حضرت مجاہد اور حضرت ابن زید کہتے ہیں کہ اس میں خطاب مشرکین سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انکے بارے میں فیصلہ فرما دیا ہے کہ وہ سب ایمان نہیں لائیں گے اور مشاہدہ سے بھی ثابت ہو گیا کہ جن لوگوں نے نشانیوں کا مطالبہ کیا تھا وہ سب ایمان نہیں لائے۔ (القرطبی) [٢] یعنی جس طرح انشقاقِ قمر وغیرہ کی نشانی دیکھنے کے باوجود یہ لوگ پہلی مرتبہ ایمان نہیں لائے ویسے ہی اگر آپ کوہِ صفا کو سونا بنا دیں جب بھی یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ (تفسیر کبیر) اس آیتِ کریمہ کا خلاصہ یہ ہوا کہ جب انکے پاس پہلی مرتبہ نشانی آئی تو اسی وقت چاہئے تھا کہ ایمان لے آتے لیکن جب اس وقت ایمان نہیں لائے تو اب بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ یعنی قیامت کے روز ہم انکے دلوں اور آنکھوں کو جہنم کی چنگاریوں پر الٹ پلٹ کرینگے اور انکے چہرے کو چنگاریوں سے تپائیں گے جیسا کہ یہ لوگ دنیا میں ایمان نہیں لائے۔ وَنَذَرُهُمْ یعنی دنیا میں ہم انہیں مہلت دینگے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کو چاہیئے تھا کہ پہلی دفعہ ہی جب انکے پاس نشانی آئی تھی اسی وقت ایمان لے آتے جب پہلی بار ایمان نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل اور انکی آنکھوں کو پھیر دیا۔ بعض نے یہ مطلب بیان کیا کہ جس طرح سابقہ امتوں کے قلوب اور چہرے پھیر دیئے گئے تھے اسی طرح انکی سرکشی اور گمراہی کے سبب چہرے اور دل پھیر دیئے گئے۔ (القرطبی)

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى

و اگر می فرستادیم بسوے ایشاں فرشتگانرا و سخن میگفتند بایشاں مردگان و جمع میکردیم

اور اگر ہم انکی جانب فرشتے (بھی) اتارتے اور ان سے مردے کلام (بھی) کرتے اور ہم

وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ

بر ایشاں ہر چیز گروہ گروہ ایمان نمی آوردند مگر وقتیکہ خواستی خدا

ان پر تمام (مخفی) چیزیں گروہ گروہ لے (بھی) آتے جب بھی وہ سب ایمان نہیں لائیں گے مگر یہ کہ اللہ چاہے

اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ

و لیکن بسیاری از ایشاں نادانی میکنند و ہمچنیں پیدا کردیم برائے ہر پیغامبری

لیکن ان میں سے اکثر نادان ہیں ۱ اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کیلئے دشمن بنائے

عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى

دشمنانرا کہ شیاطین اند از آدمیان و جن بطریق وسوسہ القا میکنند بعض ایشاں بسوے

انسانوں اور جنوں میں سے ایک دوسرے کی طرف وسوسہ ڈالتے ہیں

بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ

بعض سخن بظاہر آراستہ تا فریب دہند و اگر خواستی پروردگار تو نمیکردند ایں کار

بظاہر آراستہ بات (کے ذریعے) تا کہ فریب دیں اور اگر تمہارا رب چاہتا تو وہ سب یہ کام نہ کرتے

فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ

پس بگذار ایشانرا بافتراء ایشاں و القا میکنند سخن بظاہر آراستہ تا میل کند بسوئے او دلہای کسانیکہ

پس چھوڑ دیں انھیں انکے افتراء میں ۲ اور القا کرتے ہیں بظاہر آراستہ بات تا کہ اسکی جانب مائل ہوں ان لوگوں کے دل جو

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ

ایمان ندارند بآخرت و تا پسند کنند او را تا عمل کنند آنچہ ایشاں

آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں اور تا کہ اسے پسند کریں اور تا کہ عمل کریں وہ لوگ جو ۳

۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کا مذاق پانچ افراد اڑاتے تھے جنکے نام یہ ہیں۔ ولید بن مغیرہ المخزومی، عاصی بن رائل السہمی، اسود بن عبد یغوث الزہری، اسود بن مطلب اور حارث بن حظلہ، یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ ہمیں فرشتوں کو دکھائیں وہ ہمارے سامنے آکر گواہی دیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں یا ہمارے مردوں میں سے بعض کو زندہ فرمائیں تا کہ ہم ان سے پوچھیں کہ آپ جو کہتے ہیں وہ حق ہے یا باطل۔ یا فرشتے اور ملائکہ باری باری ہمارے سامنے آکر گواہی دیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ قُبُلاً کے تین معانی ہیں (۱) بمعنی کفیل (۲) قبلاً قبیل کی جمع ہے بمعنی گروہ۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ ہم ان پر ہر شے کو گروہ گروہ جمع کر دیں (۳) قبلا بمعنی مواجہت (تفسیر کبیر)

۲ حضرت قتادہ، مجاہد اور حسن فرماتے ہیں کہ شیطان سرکش کو کہتے ہیں اسکی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ حضرت جابر ﷺ نے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں کتوں کو مارنے کا حکم دیا پھر اسکے قتل سے ہمیں روک دیا اور فرمایا کہ تم پر لازم ہے کہ ذو نقطتین سیاہ درندے مارو اس لئے کہ یہ شیطان ہے۔ حضرت ابو ذر غفاری ﷺ سے راویت ہے کہ اللہ کے رسول نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کے حضور شیاطین جن وانس سے پناہ مانگتے ہو میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا انسانوں میں بھی شیاطین ہیں آپ نے ارشاد فرمایا جی ہاں اور یہ شیاطین جنوں [کے شیاطین] سے زیادہ شریر ہوتے ہیں۔ حضرت مالک بن دینار کہتے ہیں کہ شیاطین انس، شیاطین جن سے زیادہ خطرناک ہیں اور وہ اسطرح کہ میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں تو شیاطین جن مجھ سے بھاگ جاتے ہیں لیکن شیاطین انس مجھے گناہوں کی جانب کھینچتے ہیں۔ (مظہری) حضرت عمر بن خطاب ﷺ نے ایک عورت سے یہ شعر سنا کہ اِنَّ لِنِسَاءٍ رَيَّاحِيْنَ خُلِقْنَ لَكُمْ * وَكُلُّكُمْ يَشْتَهِيْ شَمَّ الرَّيَّاحِيْنَ۔ ترجمہ: بیشک عورتیں تمہارے لئے مثل ریاحین پیدا کی گئی ہیں اور تم میں سے ہر ایک ریاحین کی خوشبو سونگھنے کی خواہش رکھتا ہے۔ حضرت عمر ﷺ نے اس عورت کو جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اِنَّ لِنِسَاءٍ شَيَاطِيْنَ خُلِقْنَ لَنَا * نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ الشَّيَاطِيْنَ۔ ترجمہ: بیشک عورتیں ہمارے لئے مثل شیطان پیدا کی گئی ہیں ہم شیاطین کے شر سے اللہ تعالیٰ کے حضور پناہ چاہتے ہیں۔ (القرطبی) يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یعنی ہر جن کیساتھ اور ہر انسان کیساتھ شیطان ہوتا ہے پس ایک دوسرے کو القا کرتا ہے کہ میں نے فلاں ابن فلان کو بہکا دیا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایک نہیں ہے مگر جنوں میں اسکا قرین [ہمزاد] مقرر کیا گیا ہے۔ کہا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ پر بھی، آپ نے فرمایا مجھ پر بھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اسکے بارے میں میری معاونت فرمائی پس وہ مسلمان ہو گیا پس وہ مجھے حکم نہیں دیتا مگر بھلائی کا۔ راوی کہتے ہیں کہ حدیث شریف میں عبارت فاسلم دو احتمال رکھتا ہے ایک میم کے رفع سے، ایسی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ میں اسکے شر سے محفوظ رہتا ہوں۔ دوم میم کے فتح سے، ایسی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ وہ شیطان مسلمان ہو گیا۔ (القرطبی) ۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ شیاطین ان کے دل میں کجی پیدا کرتے ہیں۔ حضرت سدی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ ایمان نہیں لاتے ہیں ان کے قلوب کفار کی محبت کی جانب مائل ہوتے ہیں اور وہ ان سے راضی ہوتے ہیں۔ (ابن جریر)

مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿١١٤﴾ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ

کننده گانند بگو آیا طلب کنم فیصل کننده بجز خدا و اوست آنکه فرو فرستاد

کرنے والے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ کیا میں طلب کروں فیصلہ کرنے والا اللہ کے سوا اور وہی ہے جس نے اتاری

اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ

بسوے شما کتاب واضح کرده شده و کسانیکه داده ایم ایشانرا کتاب میدانند

تمہاری جانب واضح کی ہوئی کتاب اور وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی جانتے ہیں

اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿١١٥﴾

که قرآن فرو فرستاده شده است از جانب پروردگار تو براستی پس مباش از شک کنندگان

کہ قرآن اتارا ہوا ہے تمہارے رب کی جانب سے حق کیساتھ پس نہ ہو جاؤ شک کرنے والوں میں سے [۱]

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ

و تمام است سخن پروردگار تو براستی و انصاف ہیچ کس تغیر کننده نیست سخنهائے او را

اور مکمل ہے تمہارے رب کی بات سچائی اور انصاف میں، کوئی شخص نہیں ہے بدلنے والا اس کی باتوں کو

وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿١١٦﴾ وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ

و اوست شنوای دانا و اگر فرمانبرداری کنی بسیاری را از اہل زمین

اور وہی ہے سننے والا جاننے والا [۲] اور اگر تم اہل زمین میں سے اکثر کی فرمانبرداری کرو

يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ

گمراه کنند ترا از راه خدا و پیروی نمیکنند مگر گمان را و نیستند

تو گمراہ کریں گے تجھے اللہ کی راہ سے اور پیروی نہیں کرتے ہیں مگر گمان کی اور نہیں ہیں

هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿١١٧﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ

ایشاں مگر دروغ گویاں ہر آئنہ پروردگار تو دانا تر است بکسیکہ دور میشود از

وہ سب مگر جھوٹ کہنے والے [۳] بیشک تمہارا رب سب سے زیادہ جانتا ہے ان لوگوں کو جو دور ہوتے ہیں

تفسیر مظہر العرفان

[۱] جب قریش نے نبی ﷺ سے کہا کہ ہمارے اور اپنے درمیان کوئی حَکَم مقرر کردیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (مظہری) اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا یعنی اے محمد ﷺ آپ فرما دیجئے کیا تم تمام معجزات طلب کرتے ہو اور کیا اللہ کے سوا کسی کو حاکم بنانا عقلاً جائز ہے؟ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۔ اس میں چار احتمالات ہیں (۱) یہ بابِ ترغیب وترہیب کے قبیل سے ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ وَلَا تَكُوْنُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (۲) اہل کتاب جانتے ہیں کہ یہ قرآن آپکے رب کی جانب سے حق نازل ہوا ہے (۳) یہ خطاب ہر ایک کو فرداً فرداً ہے اور وہ اسطرح کہ جب دلائل ظاہر ہو جائیں تو تم میں سے کسی ایک کو بھی شک نہیں کرنا چاہئے۔ (۴) یہ خطاب اگرچہ بظاہر رسول اللہ ﷺ سے ہے لیکن اس سے مراد امت ہے۔ واضح رہے کہ حَکَم اور حاکم اہل لغت کے نزدیک ایک ہی معنی میں ہے مگر بعض اہل تاویل نے ان کے درمیان یہ تفریق کی ہے کہ حَکَم، حاکم سے اکمل ہوتا ہے اس لئے کہ حاکم وہ ہے جو حکم دیتا ہے اور حَکَم وہ ہے جو صرف حق دیتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

[۲] جاننا چاہئے کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ صفاتِ کثیرہ سے موصوف ہے۔ پہلی صفت: کلمہ کا تامہ ہونا اسکی جانب اللہ تعالیٰ نے اس قول سے اشارہ فرمایا ہے وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ ۔ دوسری صفت: کلمہ کا صدق ہونا اسکی دلیل یہ ہے کہ صدق کی نقیض کذب ہے اور اللہ تعالیٰ کیلئے محال ہے لہذا کلمہ کیلئے صدق کی صفت ثابت ہو جائیگی۔ تیسری صفت: کلمہ کا عدل ہونا قرآن کریم میں جو کچھ حاصل ہے اسکی دو قسمیں ہیں خبر یا تکلیف۔ پس خبر سے مراد ہے کہ ہر وہ چیز جسکے وجود یا عدم کے بارے میں اللہ تعالیٰ خبر دے اور اس خبر میں وجودِ ذاتِ باری تعالیٰ اور اسکی صفات کا حصول شامل ہے۔ تکلیف میں ہر امر و نہی شامل ہیں جب یہ تفسیر سمجھ میں آگئی تو اب ہم کہتے ہیں کہ جب کلمہ کی صفت صدق ہو تو یہ باب خبر سے ہوگا اور اگر کلمہ کی صفت عدل ہو تو یہ باب تکلیف سے ہوگا۔ چوتھی صفت: کلمہ کی چوتھی صفت یہ ہے کہ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ یعنی ہر قسم کی تحریف اور تغیر سے کلمات محفوظ ہیں، تناقض سے بھی کلمات محفوظ ہیں اور تبدیل وزوال بھی قبول نہیں کرتے ہیں۔ (تفسیر کبیر) [۳] یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ اکثر اہل ارض گمراہ ہیں اس لئے کہ اضلال یعنی گمراہ کرنے کیلئے ضروری ہے کہ مسبوق بالضلال ہو۔ جاننا چاہئے کہ یہ ضلال اور اضلال تین امور میں سے کسی نہ کسی ایک سے ملتے ہونگے (۱) مباحث اگر الٰہیات سے متعلق ہوں تو ان میں حق ایک ہے اور باطل ان میں سے اکثر ہیں مثلاً شرک اور زنادقہ وغیرہ کا قول (۲) مباحث اگر نبوت سے متعلق ہوں تو پھر دیکھا جائیگا کہ مطلقاً نبوت کا منکر ہے یا نبوتِ محمد ﷺ کا منکر ہے یا نشر کا منکر ہے اس باب میں معاد کے مباحث بھی شامل ہیں (۳) ایسے مباحث جو احکام سے متعلق ہوں اور یہ کثیر ہیں پس کفار بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانوروں کو اپنے لئے حرام قرار دیتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان میں سے کسی ایک کی بھی پیروی نہیں کرنی ہے۔ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ کفار آپ کے دین اور آپ کے مذہب کے بارے میں لڑتے ہیں اور اپنے مذہب پر کوئی صحیح دلیل نہیں دیتے ہیں بلکہ وہ لوگ اپنے صحتِ دین کے بارے میں اپنے اسلاف کی تقلید کرتے ہیں۔ (تفسیر کبیر) وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ یعنی وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو جھٹلاتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کیلئے ولد مان لینا اور بتوں کی عبادت کرنا وغیرہ۔ (بیضاوی)

سَبِيلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ

راہ وی و او دانا تر است براہ یافتگان پس بخورید از آنچہ ذکر کردہ شد

اسکی راہ سے اور وہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے راہ پانے والوں کو‌ا پس کھاؤ اس میں سے جس پر

اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَمَا لَكُمْ

نام خدا بر وی اگر مؤمن ہستید بآیات خدا و چیست شما را

اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہو اگر تم سب ایمان رکھنے والے ہو اللہ کی آیات پر ۲ اور کیا ہوا تمہیں

اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا

کہ نمی خورید از آنچہ ذکر کردہ شد است نام خدا بر وی حال آنکہ بتفصیل بیان کرد است برائے شما آنچہ

کہ نہیں کھاتے ہو اس میں سے جس پر اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہے حالانکہ تفصیل بیان کر چکا تمہارے لئے جو

حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا

بر شما حرام ساختہ است الا آنچہ مضطر باشید بسوئے او و ہر آئنہ بسیاری

تم پر حرام کیا گیا ہے مگر مجبور ہو جسکی جانب اور بیشک بہت سے لوگ

لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ

گمراہ میکنند بخواہش نفس خویش بغیر دانش ہر آئنہ پروردگار تو دانا تر است

اپنی خواہش سے گمراہ کرتے ہیں نادانی میں بیشک تمہارا رب سب سے زیادہ جانتا ہے

بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ

بستمگاران و ترک کنید آشکار گناہ و پنہاں او ہر آئنہ کسانیکہ

ظالموں کو ۳ اور چھوڑ دو ظاہر گناہ کو اور اسکے پوشیدہ (گناہ) کو بیشک وہ لوگ جو

يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

گناہ میکنند جزا دادہ خواہند شد بحسب آنچہ میکردند

گناہ کرتے ہیں عنقریب بدلہ دیا جائیگا ان کے عمل کے مطابق ۴

۱ یعنی حق اور باطل کی معرفت کے بعد انکی پیروی نہ کرو پس ان کی قید میں نہ ہو بلکہ اپنے معاملات کو اپنے خالق و مالک کی جانب سپرد کر دو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہدایت یافتہ کو بھی جانتا ہے اور کون گمراہ ہے اسے بھی جانتا ہے' پس ہر ایک کو اس کے کئے کا بدلہ دیگا، یا اس سے مراد یہ ہے کہ اگر یہ کفار اپنی جانب سے یہ ظاہر کریں کہ ان کے پاس پختہ علم ہے تو یہ سب جھوٹے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے قلوب کے احوال' ان کے بواطن اور ان کے تحیر پر مطلع ہے۔ (غرائب القرآن)

۲ ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ چند آدمی رسول اللہ کے پاس آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ! جسے آپ خود قتل کرتے ہیں اسے تو آپ کھا لیتے ہیں لیکن جسے اللہ قتل کرے اسے نہیں کھاتے' اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ تا وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) اللہ تعالیٰ نے سورہ نحل کی آیت نمبر ۱۱۴ میں فرمایا کہ اے لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہو تو حلال و طیب رزق کھاؤ اور اپنے رزاق کا شکر ادا کرو۔ اسکے بعد حلال و حرام کی تفصیل میں فرمایا کہ جو جانور اللہ کے سوا کسی دوسرے کے نام پر ذبح کیا گیا ہو اسکا گوشت تمہارے لئے حرام ہے۔ اب سورہ انعام کی اس آیت میں بتایا جا رہا ہے کہ اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو انہیں چیزوں کو حلال سمجھو جنہیں اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے اور انہیں جانوروں کا گوشت کھاؤ جنہیں ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو' نہ یہ کہ اپنی مرضی اور اپنی پسند کے مطابق جانوروں کا گوشت کھانے لگو جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کئے گئے ہوں یا طبعی موت مر گئے ہوں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے مردار کبھی حلال نہیں ہو سکتا ہے خواہ اسے ''اللہ کا ذبح کیا ہوا'' کے الفاظ سے تعبیر کیا جائے اور یہ جو فرمایا کہ شیاطین اپنے چیلوں پر وحی کرتے ہیں تو اس میں شیاطین سے مراد اہل فارس ہیں اور انکے چیلوں سے مراد قریش مکہ ہیں کیونکہ انھوں نے اہل قریش سے کہلا بھیجا تھا کہ رسول اکرم ﷺ سے پوچھو کہ جسے تم خود ذبح کرتے ہو اسے تو کھا لیتے ہو لیکن جسے اللہ سونے کی چھری سے ذبح کرے [مردار] اسے کیوں نہیں کھاتے؟ (حاشیہ لباب النقول) حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ یہ آیت امر ہے کہ ہر مطعوم اور ہر مشروب جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اسے کھاؤ۔ (القرطبی) ۳ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ تمہارے لئے کیا چیز مانع ہے کہ تم اسے نہیں کھاتے ہو جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو اگرچہ تم نے اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال و حرام کو واضح طور پر بیان کر دیا ہے۔ (القرطبی) ۴ اس میں چند تفاسیر ہیں (۱) ظاہر اثم سے مراد اعلان بالزنا ہے اور باطن اثم سے مراد خفیہ زنا ہے۔ حضرت ضحاک فرماتے ہیں کہ اہل جاہلیت خفیہ زنا کو حلال سمجھتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعے اعلانیہ زنا اور خفیہ زنا دونوں کو حرام قرار دیا (۲) یہ نہی جمیع محرمات میں عام ہے اور یہی اصح ہے اس لئے کہ لفظِ عام کی تخصیص صورت معینہ میں بغیر دلیل کے ناجائز ہے لہذا اس کا معنی یہ ہوگا کہ جو گناہ اعلانیہ کرتے ہو اسے چھوڑ دو اور جو گناہ چھپ کر کرتے ہو اسے بھی چھوڑ دو۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جو گناہ بالفعل کرتے ہو اور جس گناہ کے کرنے کی نیت کرتے ہو دونوں چھوڑ دو۔ بعض نے یہ کہا کہ ظاہری اثم سے مراد افعال جوارح ہے اور باطن اثم سے مراد افعال قلوب ہیں جیسے کبر' حسد' مسلمانوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کرنا وغیرہ۔ (تفسیر کبیر)

وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ

و مخورید از آنچه یاد کرده نشد نام خدا بروی و هر آئنه خوردنش گناه است

اور نہ کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام ذکر نہ کیا گیا ہو اور بیشک اسکا کھانا گناہ ہے

وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ

و هر آئنه شیاطین وسوسه القا میکنند بسوے دوستان خویش تا خصومت کنند با شما

اور بیشک شیاطین وسوسہ القا کرتے ہیں اپنے دوستوں کی جانب تا کہ تم سے جھگڑا کریں

وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿١٢٢﴾ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا

و اگر فرمانبرداری ایشاں کنید هر آئنه شما مشرک باشید آیا کسیکه مرده بود

اور اگر تم انکی فرمانبرداری کرو تو بیشک تم مشرک ہو جاؤ گے [1] کیا وہ (شخص) جو (پہلے) مردہ تھا

فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ

پس زنده ساختیمش و پیدا کردیم نوری که میرود باوی میاں مرداں مانند

پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور ہم نے انکے واسطے ایک نور پیدا کیا کہ جسکے ذریعے لوگوں میں (بآسانی) چلتا پھرتا ہے

مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ

کسے باشد که در تاریکیها است نیست بیروں آینده ازاں همچنیں آراسته کرده شد است

اسکی مثل ہوگا جو تاریکیوں میں پڑا ہے اس سے نکلنے والا نہیں؛ اسی طرح مزین کیا گیا ہے

لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٣﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ

در نظر کافران آنچه میکردند و همچنیں پیدا کردیم در

کافروں کی نظر میں جو وہ کرتے ہیں [2] اور اسی طرح ہم نے پیدا کیا ہر بستی میں

كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ وَمَا يَمْكُرُوْنَ

هر دیهی رئیسان اهل فسق آں دیه تا فساد کنند دراں دیه بحقیقت ضرر نمی کنند

اس بستی کے اہل فسق کے سرداروں کا نظر میں تا کہ فساد کریں اس بستی میں اور حقیقت میں ضرر نہیں پہنچاتے ہیں

تفسیر اظہار العرفان

[1] طبرانی وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جب آیت وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ نازل ہوئی تو اہل فارس نے قریش کو لکھ بھیجا کہ محمد (ﷺ) سے مباحثہ کرو اور ان سے کہو کہ جسے تم خود چھری سے ذبح کرتے ہو وہ تو حلال ہے اور جسے اللہ تعالیٰ سونے کی چھری سے ذبح کرے یعنی مردار وہ حرام ہے؟ اس پر آیت وَاِنَّ الشَّيَاطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰى اَوْلِيَاءِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) اس آیت کے عموم سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ دلیل پکڑتے ہیں کہ وقتِ ذبح اللہ کا نام عمداً چھوڑے یا سہواً رہ جائے اسکا کھانا حرام ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس کے عموم سے دلیل قائم کرتے ہیں کہ تسمیہ اگر بھولے سے رہ جائے تو جانور حلال ہے اسکی تائید اس حدیث سے کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ آپ اس بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی شخص وقتِ ذبح تسمیہ بھول جائے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا نام ہر مسلمان کی زبان پر [نقش] ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان اگر وقتِ ذبح تسمیہ بھول جائے تو یاد آنے پر اللہ کا نام لے اور پھر کھائے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بھی یہی ہے کہ اگر مسلمان وقتِ ذبح تسمیہ بھول جائے تو اس جانور کا کھانا حلال ہے لیکن امام صاحب کے نزدیک کتاب اللہ کی تخصیص آحاد سے جائز نہیں ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ سے مراد مردار ہیں اور یہ وہ جانور ہے جو غیر اللہ کے نام پر ذبح ہو۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ عمداً متروک تسمیہ پر حلت کے قائل ہیں اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے دلیل قائم کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ایک قوم نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ یہاں مختلف اقوام ہیں بعض ان میں مشرک ہیں ہمارے پاس گوشت لے کر آتے ہیں ہمیں نہیں معلوم کہ اس نے اللہ کا نام ذکر کیا ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا اسے کھاؤ۔ اسی طرح اس حدیث سے دلیل قائم کرتے ہیں کہ جو مراسیل ابی داؤد میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے خواہ وہ اللہ کا نام ذکر کرے یا نہ کرے۔ احناف اس حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ کہ حدیث حالتِ نسیان پر محمول ہے۔ حدیثِ عائشہ ہماری دلیل ہے اس لئے کہ تسمیہ کے بارے میں شک ہونے کی صورت میں ان کا سوال کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک جانور کے حلال ہونے کیلئے تسمیہ شرط ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس گوشت کے کھانے کا حکم اس لئے دیا کہ یہ مسلمانوں کا بازار ہے اور مسلمان عمداً تسمیہ نہیں چھوڑتا ہے گویا کہ یہ حکم ظاہر پر مبنی ہے اگرچہ باطناً اس کا احتمال ہو کہ مجوسی کا ذبیحہ ہے۔ (مظہری) [2] ابوشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے قول اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ کے بارے میں روایت کی ہے کہ یہ آیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) امام بغوی کہتے ہیں کہ حمزہ بن عبدالمطلب اور ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی۔ حالتِ سجدہ میں ابوجہل نے آپ پر اوجھڑی ڈلوائی تو اس واقعہ کے بعد حضرت حمزہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگئے۔ حضرت عکرمہ اور کلبی کہتے ہیں کہ یہ آیت عمار بن یاسر اور ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ واضح رہے کہ ان تینوں روایات میں مفسرین کرام اس بات پر متفق ہیں کہ فِي الظُّلُمَاتِ سے مراد ابوجہل ہے۔ اس کے مقابلے میں تین صحابہ کا نام آتا ہے چونکہ یہاں لفظ عام ہے اس لئے اسکا اطلاق ان تینوں پر ہوگا۔ فَاَحْيَيْنٰهُ یعنی ہم نے نورِ ایمان سے ان کے قلوب کو زندہ کیا۔ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا یعنی مومن کی فراست حق و باطل میں [illegible] اکر دیتی ہے۔ (مظہری)

اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٢٤﴾ وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا

مگر در حق خویشاں و نمیدانند و چوں بیاید بدیشاں نشانہ گویند

مگر اپنے آپ کو اور وہ سب نہیں جانتے ہیں ۱ اور جب ان کے پاس نشانی آئے تو کہتے ہیں

لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِىَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔ اَللّٰهُ

ایمان نیاریم تا وقتیکہ دادہ شود ما را مانند آنچہ دادہ شدہ است پیغمبران خدا را خدا

ہم ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ ہمیں بھی اسکی مثل نہ دیا جائے جو اللہ کے رسولوں کو دیا گیا اللہ

اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ

دانا تر است بمحل پیغامبری خود خواہد رسید ایں گناہگاراں را

سب سے زیادہ جاننے والا ہے اپنے پیغمبر کے محل کو عنقریب پہنچے گی ان گناہگاروں کو

اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا

رسوای نزد خدا و عذابی سخت بسبب آنکہ

رسوائی اللہ کے نزدیک اور سخت عذاب بسبب اس کے جو

كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ﴿١٢٥﴾ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ

بدی اندیشیدند پس ہر کرا خدا خواہد کہ ہدایت کندش کشادہ کند

مکر کرتے تھے ۲ پس جسے اللہ چاہے کہ اسے ہدایت دے کشادہ فرماتا ہے

صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ

سینۂ او برائے اسلام و ہر کرا خواہد کہ گمراہ کندش تنگ کند سینہ او

اسکے سینے کو اسلام کیلئے اور جسے چاہے کہ اسے گمراہ کرے تنگ کرتا ہے اسکے سینے کو

ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ

در نہایت تنگی گویا بالا میرود در آسمان ہمچنیں می اندازد

انتہائی تنگی میں گویا کہ وہ اوپر جاتا ہے آسمان میں' اسی طرح ڈالتا ہے ۳

۱ یعنی جس طرح ہم نے کافرین کیلئے ان کے عمل کو مزین کیا اسی طرح ہم نے ہر بستی کے سرداروں کیلئے ان کے عمل کو مزین کیا۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اکابر بمعنی عظماء ہے۔ بعض نے کہا کہ بمعنی رؤسا ہے۔ انھیں ذکر میں خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ فساد میں عام لوگوں کی نسبت زیادہ قادر ہوتے ہیں۔ مکر استقامت کی مخالفت میں حیلہ کرنے کو کہتے ہیں۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ وہ لوگ ہر مرکزی جگہ پر بیٹھتے تھے اور نبی کریم ﷺ کی پیروی سے روکتے تھے۔ (القرطبی)

۲ مفسرین کرام کہتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ نے کہا کہ اللہ کی قسم اگر نبوت حق ہے تو میں محمد (ﷺ) سے زیادہ حقدار ہوں اس لئے کہ میرے پاس مال بھی زیادہ ہے اور اولاد کی کثرت بھی ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر کبیر) امام بغوی حضرت قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابوجہل نے کہا کہ بنوعبد مناف نے شرف میں ہم سے مزاحمت کی یہاں تک کہ جب ہم برابر ہو گئے تو انھوں نے کہا کہ ہم میں بھی نبی ہیں جن کی جانب اللہ تعالیٰ وحی فرماتا ہے۔ اللہ کی قسم ہم ایمان لائیں گے نہ انکی پیروی کرینگے مگر یہ کہ ہم پر بھی اسی طرح وحی آئے جس طرح ان کے پاس وحی آتی ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ واضح رہے کہ نبوت' نسب' مال اور عمر سے متعلق نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ خوب جانتا ہے کہ اسکا کون مستحق ہے۔ (مظہری) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے قلوب کی جانب نظر کی تو حضرت محمد ﷺ کے قلوب کو خیر القلوب پایا پس اسے اپنے لئے منتخب فرما لیا اور انھیں اپنی رسالت سے چن کر مبعوث فرمایا پھر قلب محمد ﷺ کے بعد قلوبِ عباد کی جانب نظر کی تو انکے اصحاب کے قلوب کو قلوبِ عباد میں بہتر پایا پس انھیں وزرائے نبی بنا دیا' وہ لوگ اپنے دین کیلئے جہاد کرتے ہیں۔ پس جسے مؤمنین اچھا جانیں وہ عنداللہ بھی اچھا ہے اور جسے مؤمنین برا سمجھیں وہ عنداللہ بھی برا ہے۔ (حاشیہ مظہری)

۳ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اللہ کے رسول ﷺ سے شرح صدر کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مؤمنین کے دل میں نور ڈال دیتا ہے جس سے اسکا سینہ کھل جاتا ہے اور وسیع ہو جاتا ہے۔ ''میں [قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ] کہتا ہوں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ حق کی معرفت کیلئے اور ایمان لانے کیلئے وسعت دیدی جاتی ہے''۔ صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! کیا ایسے شخص کیلئے کوئی پہچان ہے؟ آپ نے فرمایا جی ہاں! وہ شخص دارِ خلود کی جانب رجوع کرنے والا ہوگا' دار غرور سے بچنے والا ہوگا اور نزولِ موت سے قبل موت کی تیاری کرنے والا ہوگا۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ شرح صدر فنائے نفس کے بعد حاصل ہوتی ہے اور ولایتِ کبریٰ اور ولایتِ انبیاء میں اللہ تعالیٰ کی صفات کی تجلیات ہیں جب یہ حاصل ہو جائیں تو حقیقی ایمان حاصل ہوتا ہے۔ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا۔ حضرت کلبی کہتے ہیں کہ بھلائی کیلئے ان کے دل میں کوئی راستہ نہیں رہتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب وہ اللہ کا ذکر سنتے ہیں تو انکا دل منجمد ہو جاتا ہے' جب بتوں کی عبادت کا ذکر سنتے ہیں تو انکا دل ترقی پاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ آیت تلاوت کی تو کنانہ کے ایک اعرابی سے پوچھا کہ حرجہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ ہمارے درختوں کے درمیان ایک درخت ہے جسکی جانب نہ کوئی چیز چرنے جاتی ہے اور نہ کوئی وحشی جانور جاتا ہے یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ منافق کا دل بھی ایسا ہی ہے کہ جسکی جانب بھلائی میں سے کچھ بھی نہیں پہنچتا ہے۔ ''اَلرِّجْسُ'' حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ دنیا میں لعنت اور آخرت میں عذاب کو کہتے ہیں۔ کلبی کہتے ہیں کہ گناہ کو رِجْسٌ کہتے ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں کہ جس میں کوئی بھلائی نہ ہو اسے رِجس کہتے ہیں۔ حضرت ابن عیاض کہتے ہیں کہ شیطان کو رجس کہتے ہیں۔ (مظہری)

اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَهٰذَا صِرَاطُ

خدا ناپاکی بر کسانیکه ایمان نمی آرند و ایں اسلام راہ

اللہ ناپاکی ان لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے ہیں اور یہ اسلام تمہارے رب کا سیدھا راستہ ہے

رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ لَهُمْ دَارُ

پروردگار تست راست آمدہ ہر آئنہ تفصیل کردیم نشانہا را برائے گروہ کہ پند پذیر میشوند ایشانرا ست سرای

بیشک ہم نے تفصیل بیان کر دی نشانیوں کی ایسے گروہ کیلئے جو نصیحت حاصل کرتے ہیں ا ان کیلئے سلامتی کا

السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَ

سلام نزد پروردگار ایشاں و او کار ساز ایشاں است بسبب آنچہ میکردند و

گھر ہے انکے پروردگار کے پاس اور وہ ان سب کا کام بنانے والا ہے بسبب اسکے جو عمل وہ سب کرتے تھے ۲ اور

يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ

روزیکہ حشر کند ایشانرا ہمہ یکجا گوید اے گروہِ جن بسیار گرفتید از

جس دن اٹھائے گا ان سب کو ایک جگہ' فرمائیگا اے گروہِ جن تم نے بہت سے لوگوں کو لئے

الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ

مردمان و گفتند دوستان ایشاں از آدمیان اے پروردگار ما بہرہ مند شد

اور کہیں گے آدمیوں میں سے انکے دوست اے ہمارے رب فائدہ حاصل کیا

بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ؕ قَالَ

بعض ما از بعض و رسیدیم بمیعاد خویش کہ معین کردہ بودی برائے ما گوید

ہم میں سے بعض نے بعض سے اور ہم پہنچے اپنے میعاد کو جسے تو نے معین کیا ہمارے لئے۔ فرمائیگا

النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ

آتش جاے شما ست جاویدان آنجا لیکن آنچہ خواستہ است خدا بودنی است ہر آئنہ پروردگار تو

آگ تمہاری جگہ ہے اس جگہ ہمیشہ رہیں گے لیکن جو اللہ نے چاہا (ہو گا) بیشک تمہارا رب ۳

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی ہدایت کیلئے شرح صدر فرمانا اور گمراہی کیلئے سینے کو تنگ فرمانا۔ صِرَاطُ رَبِّكَ وہ راستہ ہے جسے حکمت تقاضا کرے اور بندے کے حق میں طریقۂ جاریہ ہو۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اے نبی ﷺ آپ جس دین پر ہیں اور جو قرآن و اسلام لے کر آئے۔ واضح رہے کہ اہل سنت و جماعت عالمین سے نفع حاصل کرتے ہیں اور اس بات کے قائل ہیں کہ قادر اللہ تعالیٰ ہے غیر نہیں ہے اور خیر وشر سے ہر ایک چیز اللہ تعالیٰ کی قضا اور اسکی خلق سے ہے اور وہ احوالِ عباد کا علیم و حکیم ہے۔ (مظہری)

۲ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ سے حصر کا فائدہ حاصل ہو رہا ہے جس کا مفہوم یہ ہوگا کہ دار السلام صرف ان ہی لوگوں کیلئے ہے ان کے غیر کیلئے نہیں ہے۔ السلام کے بارے میں دو اقوال ہیں (۱) یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے دار کی جانب اسکی اضافت تشریفی ہے جیسے کعبہ کو بیت اللہ اور خلیفہ کو عبداللہ کہہ دیتے ہیں (۲) سلام دار کی صفت ہے اور یہ جنت کا نام ہے۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ سے یہ فائدہ حاصل ہو رہا ہے کہ جو بندہ دار السلام کا مستحق ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے بہت قریب ہوتا ہے اور اسے انعام کے طور پر جو چیز دی جائیگی وہ بلندی پر فائز ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ یعنی کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کیلئے چھپا رکھی ہے۔ اس آیت میں تیسرا فائدہ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ سے حاصل ہو رہا ہے اور اس طرح کہ عِنْدَ رَبِّهِمْ دلالت کر رہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہیں اور وَهُوَ وَلِيُّهُمْ دلالت کر رہا ہے کہ اللہ ان سے قریب ہے گویا کہ قربیت کی منزل دونوں جانب سے بیان کی جا رہی ہے۔ (تفسیر کبیر)

۳ انسان جنوں سے نفع اس طرح حاصل کرتا ہے کہ جنات انسانوں کو جادو اور کہانت سکھاتے ہیں اور انسانی امور کو ان کے دلوں میں مزین کرتے ہیں اور انسان جس کی خواہش کرتا ہے اسکی تحصیل میں مدد کرتے ہیں اور جنات کا انسان سے انتفاع یہ ہے کہ وہ اسے اللہ تعالیٰ سے دور کرتا ہے اور گمراہی و معاصیات کی پیروی کرواتا ہے۔ (مظہری) بعض نے کہا کہ جب کوئی شخص کسی وادی میں سفر کرتا تھا تو اسے خوف لاحق ہوتا تو ''اَعُوْذُ بِرَبِّ هٰذَا الْوَادِيْ'' کہتا اور اسکے بعد اپنے زعم کے مطابق خوف سے امن میں آجاتا تھا۔ (القرطبی) وَبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا اس کا مفہوم یہ ہے کہ ان دونوں کا آپس میں نفع حاصل کرنا اجل معین اور وقتِ محدود تک رہتا پھر اسکے بعد نقصان' حسرت اور ندامت آجاتی تھیں۔ مفسرین کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ اجل اوقات میں سے کس وقت کو کہتے ہیں۔ پہلے قول کے مطابق وقتِ موت کو کہتے ہیں۔ دوسرے قول کے مطابق تخلیہ اور تمکین کے وقت کو کہتے ہیں۔ تیسرے قول کے مطابق قیامت کے روز حساب و کتاب کے وقت کو اجل کہتے ہیں وَبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا۔ جن کا یہ کہنا ہے کہ موت کے وقت کو اجل کہتے ہیں ان کے نزدیک جو شخص اپنی موت مرے یا اسے کوئی قتل کر ڈالے وہ اپنے اجل ہی میں مرتا ہے اس لئے کہ انھوں نے اقرار کیا کہ اس آیت کریمہ میں الا ماشاء اللہ کے ذریعے جو استثناء کیا گیا ہے اس میں چند اقوال ہیں۔ زجاج کہتے ہیں کہ یہ استثناء قیامت کے روز کی جانب لوٹ رہا ہے معنی یہ ہوگا کہ جہنم میں رہیں گے مگر انکی قبروں میں رہنا اور مقدارِ حساب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ استثناء نار کی جانب ہے معنی یہ ہوگا کہ بغیر نار کے بعض اوقات اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دیگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ استثناء اہل ایمان کیلئے ہے۔ یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ جمیع کفار کیلئے جہنم واجب ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں دنیا میں بغیر عذاب رکھے گا (تفسیر کبیر والقرطبی) مَثْوٰى بمعنی مقام۔ ابوعلی الفارسی کہتے ہیں کہ المثوی اسم امصدر ہے اسم مکان نہیں ہے اس لئے کہ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا حال ہے اس اعتبار سے معنی یہ ہوگا کہ نار تمہارے لئے اہل ہے کہ تم اس میں ہمیشہ رہو۔ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ یعنی بندہ جو کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے اور اس پر اسے ثواب و عقاب عطا فرمائیگا ارشادِ باری تعالیٰ یوں ہے کہ ان کافروں کو دائمی طور پر جہنم میں رکھنا میرے علم اور حکمت کے مطابق ہے (تفسیر کبیر)

حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿١٢٩﴾ وَكَذٰلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظّٰلِمِينَ بَعْضًا

استوار کار دانا و ہمچنیں مسلط کنیم بعض ستمگاراں را بر بعض بشامت

حکمت والا جاننے والا ہے اور اسی طرح ہم مسط کرتے ہیں بعض ظالموں کو تمہارے بعض پر بسبب

بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿١٣٠﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ

آنچہ میکردند اے گروہ جن و انس آیا نیامدند بشما

اسکے جو وہ سب کرتے ہیں ؁۱ اے جن و انس کے گروہ! کیا تمہارے پاس رسول نہیں آئے

رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِي وَيُنْذِرُونَكُمْ لِقَاءَ

پیغامبران از نفس شما میخواندند بر شما آیات مرا و بیم می کردند شما را از ملاقات

تمہاری قوم سے (جو) تم پر میری آیات پڑھتے تھے اور ڈراتے تھے تمہیں تمہاری

يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ قَالُوا شَهِدْنَا عَلٰى أَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ

ایں روز شما گویند اعتراف کردیم بر خویشتن و فریب دادہ بود ایشانرا

اس دن کی ملاقات سے، کہیں گے ہم نے اعتراف کیا اپنے اوپر اور دھوکا دیا تھا انھیں

الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوا عَلٰى أَنْفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا

زندگانی دنیا و گواہی دادند بر خویشتن کہ ایشاں بودند

دنیا کی زندگی نے اور انھوں نے گواہی دی اپنے اوپر کہ وہ سب کافر تھے ؁۲

كٰفِرِينَ ﴿١٣١﴾ ذٰلِكَ أَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ

کافر ایں ارسال بسبب آنست کہ ہرگز پروردگار تو ہلاک کنندہ شہرہا نباشد بجرائے ظلم

یہ رسولوں کا بھیجنا اس لئے ہے کہ ہرگز تمہارا رب شہروں کی ظلم کی پاداش میں ہلاک نہیں کرتا ہے اس حال میں

وَّأَهْلُهَا غٰفِلُونَ ﴿١٣٢﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوا ۚ وَمَا

در حالتیکہ اہل آنہا غافل باشند و ہر شخص را مراتبہا ست از اجر آنچہ کردند و نیست

کہ اس کے رہنے والے غافل ہوں ؁۳ اور ہر شخص کیلئے درجے ہیں اس چیز کے بدلے جو انھوں نے کیا اور نہیں ہے

؁۱ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ ان میں سے بعض جنوں کو اللہ تعالیٰ مؤمن کا دوست بنا دیتا ہے اس لئے وہ خیر کے کاموں پر اسکی مدد کرتا ہے اور بعض جنوں کو کافر کا دوست بنا دیتا ہے اس لئے انھیں شر کے کاموں پر ابھارتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ بیشک اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کیساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے تو انکے معاملات کا حاکم انکے بہتر کو بنا دیتا ہے اور جب کسی قوم کیساتھ شر کا ارادہ فرماتا ہے تو انکے معاملات کا حاکم شر کو بنا دیتا ہے پس اسکا معنی یہ ہوا کہ ہم بعض کو بعض پر مسلط کرتے ہیں پس ہم ظالم سے ظلم کا بدلہ ظالم ہی کے ذریعے لیتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے کہ جس نے ظلم کی مدد کی اللہ تعالیٰ اس ظالم کو اس پر مسلط فرمادیگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت علی ﷛ پر ابن ملجم نے وار کیا اور آپ شہادت کے قریب ہو گئے تو لوگوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! آپ ہم پر کوئی خلیفہ مقرر کر دیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے تم میں بہتر کون ہے لہذا اللہ تعالیٰ تمہارے بہتر کو والی بنا دیگا۔ حضرت علی ﷛ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں حضرت ابوبکر ﷛ کو خیر جانا اس لئے ہم پر حاکم بنا دیا۔ (مظہری)

؁۲ مفسرین کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ جنوں کی جانب رسول بنا کر بھیجا گیا ہے یا نہیں؟ حضرت ضحاک سے یہ سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کیوں نہیں؟ کیا تم اللہ تعالیٰ کا فرمان نہیں سنتے کہ اَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یعنی انس اور جن کا رسل۔ حضرت کلبی کہتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کی بعثت سے قبل جو رسول آتے رہے وہ جن وانس دونوں کی جانب مبعوث ہوتے رہے۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ رسل انس کیلئے ہیں اور نذر جن کیلئے ہیں پھر آپ نے وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِينَ تلاوت فرمائی۔ نذر سے مراد رسل رسل ہیں اور جن ہیں جو رسل کے کلام کو سنتا اور اپنی قوم تک پہنچا دیتا تھا۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ دونوں فریقین کی جانب رسل آئے خواہ دونوں صنف سے ہوں یا فقط انسان سے، لیکن اس میں کچھ مانع نہیں ہے کہ بعض رسل صرف جنوں کیلئے ہوئے اور یہ ہمارے نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے ہوئے اور کیوں نہ ہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَّسُولًا ۔[اگر زمین پر فرشتے (بسے ہوئے) ہوتے کہ اطمینان سے چلتے پھرتے تو ہم ان لوگوں کے پاس فرشتہ ہی کو رسول بنا کر نازل کرتے] یہ آیت تقاضا کرتی ہے کہ جنوں کی جانب بھی رسول ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے جنوں کو پیدا کیا گیا اور انھیں احکام کا مکلف بنایا گیا اس لئے کہ وہ ذوی العقول میں سے ہیں اور اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے لَأَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ یعنی میں ضرور جہنم جنوں اور انسانوں سے بھر دونگا پس اگر انکی جانب کوئی رسول نہ بھیجا گیا ہو تو یہ کیسے ممکن ہے کہ انھیں عذاب دیا جائے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُولًا ۔ اور ہم کسی پر عذاب اس وقت تک نازل نہیں کرتے جب تک رسول نہ بھیج دیں، پس آیت دلالت کرتی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے قبل جنوں کی جانب جن ہی میں رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ ؁۳ یعنی یہ رسولوں کا بھیجنا اس لئے ہے کہ تمہارا رب انھیں ظلما ہلاک نہیں کرتا ہے پہلے اسے غفلت سے بیدار کر کے باخبر کر دیتا ہے۔ (مظہری)

رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ ﴿۱۳۳﴾ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ

پروردگار تو بیخبر از آنچہ عمل میکردند و پروردگار تو غنی خداوند رحمت ست

تمہارا رب بے خبر اس سے جو عمل وہ سب کرتے ہیں ۱ اور تمہارا رب غنی رحمت والا ہے

إِن يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِن بَعْدِكُم مَّا يَشَاءُ

اگر خواہد دور کند شما را و جانشین سازد پس از شما ہر کرا خواہد

اگر چاہے تو تمہیں دور کر دے اور جانشین بنا دے تمہارے بعد جسے چاہے

كَمَا أَنشَأَكُم مِّن ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ آخَرِينَ ﴿۱۳۴﴾ إِنَّ مَا تُوعَدُونَ

چنانچہ پیدا کرد شما را از نسل قومی دیگر ہر آئنہ آنچہ وعدہ کردہ میشود شما را

جس طرح تمہیں دوسری قوم کی نسل سے پیدا کیا ۲ بیشک جو وعدہ تم سے کیا گیا ہے

لَآتٍ ۖ وَمَا أَنتُم بِمُعْجِزِينَ ﴿۱۳۵﴾ قُلْ يَا قَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ

البتہ آمد نیست و نیستید شما معجزگاں بگو اے قوم من عمل کنید شما بر حالت خویش

ضرور آنے والا ہے اور تم عاجز کرنے والے نہیں ہو ۳ آپ فرما دیجئے اے میری قوم! عمل کرو تم اپنی حالت میں

إِنِّي عَامِلٌ ۖ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَن تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ

ہر آئنہ من نیز عمل کنندہ ام زود باشید کہ بدانید کسیرا کہ باشد او را عاقبت

بیشک میں عمل کرنے والا ہوں بہت جلد تم جان لو گے اسے کہ کس کا انجام آخرت میں

الدَّارِ ۗ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿۱۳۶﴾ وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ

پسندیدہ در آخرت ہر آئنہ او رستگار نشود ظالمان و مقرر کردند برائے خدا از آنچہ او پیدا کرد است از جنس

پسندیدہ ہے بیشک وہ فلاح نہیں پائینگے (جو) ظالمین ہیں ۴ اور انھوں نے مقرر کیا اللہ کیلئے اس میں سے جو اس نے

الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هَٰذَا لِلَّهِ بِزَعْمِهِمْ

زراعت و چہار پایان حصہ گفتند ایں حصہ برائے خدا ست بگمان خویش

پیدا کی ہے کھیتی اور مویشیوں میں سے حصہ کہتے ہیں کہ یہ حصہ اللہ کیلئے ہے اپنے گمان کے سبب

۱ یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ مطیع جن جنت میں داخل ہوگا اور عاصی جن جہنم میں داخل ہوگا۔ ہر اطاعت کرنے والے کا ثواب میں درجہ ہے اور ہر گناہ کرنے والے کا عذاب میں درجات ہیں۔ (القرطبی)

۲ وَرَبُّکَ الْغَنِیُّ سے حصر کا فائدہ حاصل ہو رہا ہے اسکے سوا کوئی غنی نہیں ہے اور معاملہ ایسا ہی ہے اس لئے کہ وہ تنہا واجب الوجود لذاتہ ہے اور اسکے سوا سب ممکن لذاتہ ہیں اور جو ممکن لذاتہ ہوتا ہے وہ محتاج ہوتا ہے پس ثابت ہوا کہ اللہ کے سوا کوئی غنی نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان "ذُو الرَّحْمَةِ" بھی حصر پر دلالت کرتا ہے جسکا مفہوم یہ ہے کہ رحمت نہیں ہے مگر اسی کی طرف سے۔ اور معاملہ ایسا ہی ہے اس لئے موجود واجب لذاتہ ہوگا یا ممکن لذاتہ ہوگا۔ واجب لذاتہ تنہا اللہ کی ذات ہے پس اسکے سوا جو کچھ ہے وہ اللہ ہی کی جانب سے ہے اور اسکے ماسوا میں رحمت بھی داخل ہے لہذا ثابت ہوا کہ رحمت نہیں ہے مگر حق کی جانب سے۔ یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ ہم والدین کی رحمت اپنی اولاد پر اور مولیٰ کی رحمت اپنے عبد پر دیکھتے ہیں اور اسی طرح رحمت کے سارے اقسام۔ مفسرین کرام نے اسکا جواب مختلف طریقے سے دیا ہے۔ پہلا طریقہ: اگر اللہ تعالیٰ والدین اور مولیٰ کے دلوں میں محبت نہ ڈالتا تو یہ لوگ کسی پر رحیم نہ ہوتے پس جب اس رحمت کا موجد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے تو حقیقی رحیم اللہ ہی ہے۔ دوسرا طریقہ: ہر ایک جو اپنے غیر کو کچھ دیتا ہے وہ عوض طلب کرتا ہے وہ عوض دنیا میں ثناء کی صورت میں ہو یا آخرت میں ثواب کی صورت میں ہو یا اسکی جانب سے شفقت و رحمت ہو لیکن اللہ تعالیٰ بغیر کسی غرض کے عطا فرماتا ہے لہذا ثابت ہوا کہ حقیقی رحیم و کریم اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے وَرَبُّکَ الْغَنِیُّ ذُو الرَّحْمَةِ فرمایا جس سے حصر کا فائدہ حاصل ہو رہا ہے۔ ابو مسلم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جن وانس کے علاوہ تیسری مخلوق پیدا کرنے پر قادر ہے۔ (تفسیر کبیر) ۳ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ قیامت کے دن کا انکار کرتے تھے اس لئے ان سے کہا گیا کہ قیامت آنے پر انھیں وہ سب کچھ دکھا دیا جائیگا جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا۔ اس میں یہ بھی احتمال بھی ہے کہ یہ وعدہ ثواب کے بارے میں مخصوص بالاخبار ہو اور وعید کے بارے میں بالاخبار ہے۔ وَمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ یعنی ہماری قدرت اور ہماری سلطنت سے تم باہر نہیں نکل سکتے ہو۔ (تفسیر کبیر) ۴ جاننا چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ کے ذریعے یہ بیان کر دیا کہ جس سے جو وعدہ کیا گیا ہے وہ عنقریب پورا ہو جائیگا۔ اب اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم دے رہا ہے کہ منکرین بعث سے فرما دیجئے کہ اپنی جگہ عمل کرتے جاؤ ہر ایک کو اللہ تعالیٰ ان کے عمل کا بدلہ دے گا۔ صاحب کشاف کہتے ہیں کہ اِعْمَلُوْا عَلٰی مَکَانَتِکُمْ علی سبیل التہدید اور تخویف ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ یعنی عمل کرو جو تم چاہو۔ واحدی کہتے ہیں کہ اَلْعَاقِبَةُ مصدر ہے۔ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظَّالِمُوْنَ اس کے بیان کی غرض یہ ہے کہ کفار فلاح نہیں پائیں گے اور نہ اپنے مطالب میں کامیاب ہو سکیں گے۔ (تفسیر کبیر) مَنْ تَکُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ یعنی عنقریب وہ لوگ پہچان لیں گے کہ آخرت میں بہتر گھر کس کیلئے ہے۔ (مظہری)

وَ هٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ

و ایں حصہ برائے شرکائے ما پس آنچہ بود برائے شرکاء ایشاں نمیرسد بخدا

اور یہ حصہ ہمارے شریکوں کیلئے پس جو انکے شریکوں کیلئے ہو وہ اللہ تک نہیں پہنچتا ہے

وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿١٣٦﴾

و آنچہ باشد برائے خدا میرسد بشرکاء ایشاں بد چیزیست کہ مقرر میکنند

اور جو اللہ کیلئے ہو وہ ان کے شریکوں تک پہنچتا ہے بری چیز ہے وہ جو مقرر کرتے ہیں [۱]

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ

و ہمچنیں آراستہ کردہ اند در نظر بسیاری از مشرکان قتل اولاد ایشانرا

اور اسی طرح مزین کیا ہے مشرکوں میں سے بہت سو کی نظر میں انکی اولاد کا قتل

شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ

شرکاء ایشاں تا ہلاک کند ایشانرا و تا مختلط کنند بر ایشاں دین ایشانرا و اگر خواستی

انکے شرکاء نے تا کہ انھیں ہلاک کریں اور تا کہ مخلوط کر دیں ان پر انکے دین کو اور اگر چاہتا

اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿١٣٧﴾ وَقَالُوْا

خدا نکردند ایں کار پس بگذار ایشانرا با مفتریات ایشاں و گفتند ایں

اللہ تو نہیں کرتے اس کام کو پس انھیں چھوڑ دو ان کے افترا میں [۲] اور انھوں نے کہا یہ

هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَاۤ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ

چہار پایان و زراعت حجر ست نخورد آنرا مگر آنکہ می خواہیم بگمان خویش

چوپائے اور زراعت روکی ہوئی ہے اسکو نہیں کھاتے ہیں مگر جسے ہم چاہیں اپنے گمان میں

وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ

و چہار پایان دیگر اند کہ حرام کردہ اند سواری بر پشت آنہا و چہار پایان دیگر اند کہ نام

اور دوسرے چوپائے ہیں کہ حرام کیا ہے انکے پشت پر (چڑھنا) اور دوسرے چوپائے ہیں کہ ان پر اللہ کا [۳]

تفسیر اظہار العرفان

[۱] امام بغوی کہتے ہیں کہ مشرکین اپنے کھیتوں، مویشیوں اور پھلوں میں اور اسی طرح دیگر تمام اموال میں سے اللہ تعالیٰ کیلئے حصہ مقرر کرتے تھے اور بتوں کیلئے بھی ان اموال میں حصہ مقرر کرتے تھے، پس جو حصہ اللہ تعالیٰ کیلئے مقرر کرتے تھے اسے مہمان اور مساکین پر صرف کرتے تھے اور جو حصہ بتوں کیلئے مقرر کرتے تھے اسے اسکے خدمت گاروں پر خرچ کرتے تھے پس اگر اس میں سے کوئی شے گر جاتی بتوں کے حصے میں جسے اللہ تعالیٰ کیلئے مقرر کیا تھا تو اسے چھوڑ دیتے اور کہتے کہ بیشک اللہ تعالیٰ اس سے غنی ہے اور اگر کوئی شے بتوں کے حصے میں اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حصے میں گر جاتی تو اسے بتوں کی جانب لوٹا دیتے تھے اور کہتے کہ یہ اس کا محتاج ہے اور جب وہ حصہ ہلاک ہو جاتا یا کم ہو جاتا جسے اللہ تعالیٰ کیلئے مقرر کیا ہو تو اس میں مزید نہیں ملاتے تھے اور اس نقصان کو اللہ تعالیٰ کے حصے سے پورا کیا کرتے تھے۔ اس آیت کریمہ کے بیان کا یہی مطلب ہے۔ (مظہری) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ عرب کی جہالت جانے اسے چاہئے کہ سورہ انعام کی آیت نمبر ۱۳۰ سے قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ کا بغور مطالعہ کرے۔ (القرطبی) جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اب انکے انکارِ بعث کی قباحت بیان فرما رہا ہے تا کہ انکی کم عقلی پر تنبیہ ہو جائے اور اس تنبیہ سے عقلاء ان جیسے اقوال سے بچیں۔ یہاں یہ سوال ہوتا ہے جب جمیع اشیاء اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں تو جب انھوں نے یہ کہا کہ هٰذَا لِلّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کیلئے ہے تو انکی جانب جھوٹ کی نسبت کیوں کی گئی؟ جواب: چونکہ وہ لوگ اپنے اموال کو دو حصوں میں تقسیم کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کیلئے ہے اور یہ شیطان کیلئے ہے اس لئے اسے کذب کہا گیا ہے۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ جب قحط پڑتا تو اللہ تعالیٰ کے حصے سے معاونت کرتے تھے اور اپنے شرکاء کے حصے کو اور بڑھا دیتے تھے۔ (تفسیر کبیر) [۲] جاننا چاہئے کہ اس آیت میں ان کے احکامِ فاسدہ میں سے دوسری قسم بیان کی گئی ہے۔ اہل جاہلیت فقر اور تزویج کے خوف سے اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے اس آیت کریمہ میں اسی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔ شُرَكَآء کے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ یہاں شُرَكَاء سے مراد شیاطین ہیں جو اہل جاہلیت کو تنگ دستی کا خوف دلاتے تھے انھیں شُرَكَاء اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ لوگ معصیت میں انکی پیروی کرتے تھے۔ حضرت کلبی کہتے ہیں کہ شُرَكَاء سے مراد ان کے بت اور خدماء ہیں اس لئے کہ یہ لوگ اہل کفار کو اولاد کے قتل کی طرف مائل کرتے تھے۔ زمانۂ جاہلیت میں ایک شخص نے قسم کھالی کہ اگر ان کے یہاں اتنے لڑکے ہوں تو ان میں سے ایک کو ضرور قربان کریگا جیسے عبد المطلب نے عبد اللہ کے بارے میں حلف اٹھالیا کہ اسے قربان کرینگے۔ (تفسیر کبیر) [۳] اس آیت کریمہ میں انکے احکامِ فاسدہ میں سے تیسری قسم بیان کی جارہی ہے۔ واضح رہے کہ اس آیت میں جانوروں کی تین قسمیں کی گئی ہیں۔ (۱) هٰذِهٖ اَنْعَامٌ حَرْثٌ وَ حِجْرٌ۔ (۲) وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا۔ اور یہ جانور بحائر، سوائب اور حوامی ہیں انکی تفسیر سورہ مائدہ میں گذر چکی ہے۔ (۳) اَنْعَامٌ لَا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ. یہ وہ جانور ہے جس پر بتوں کا نام لیا گیا ہو۔ بعض نے کہا کہ یہ وہ جانور ہے جسکا دودھ استعمال کرنا اور اس پر سواری کرنا حرام قرار دے دیا گیا ہو۔ (تفسیر کبیر) اَلْحِجْرُ بمعنی حرام۔ اس کی اصل منع ہے جیسے کہا جاتا ہے حَجَرْتُ عَلَى الصَّبِيِّ حَجْرًا بمعنی عقل بھی آیا ہے جیسے هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ اور حجر بمعنی انثی بھی آتا ہے۔ انسان کے حجر سے مراد یہ ہے کہ اسے کسی چیز کے استعمال سے روک دیا جائے۔ (القرطبی)

اللّٰهِ عَلَيۡهَا افۡتِرَآءً عَلَيۡهِ ؕ سَيَجۡزِيۡهِمۡ بِمَا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ ﴿۱۳۹﴾

خدا نمی گیرند نزدیک ذبح آن بسبب آنکه دروغ بستہ اند بر خدا جزا خواہد داد ایشانرا بمقابلہ آنکہ افترا میکردند

نام نہیں لیتے ہیں اسکے ذبح کے وقت (اس) جھوٹ کے سبب (جو) اللہ پر باندھا ہے عنقریب بدلہ دیگا انھیں اس

وَقَالُوۡا مَا فِىۡ بُطُوۡنِ هٰذِهِ الۡاَنۡعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوۡرِنَا وَ

و گفتند آنچہ در شکم ایں چہار پایان باشید حلالست برائے مردمان و

سبب جو افترا کرتے تھے اور انھوں نے کہا جو اس چوپائے کے شکم میں ہو حلال ہے مردوں کیلئے اور

مُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزۡوَاجِنَا ۚ وَاِنۡ يَّكُنۡ مَّيۡتَةً فَهُمۡ فِيۡهِ شُرَكَآءُ ؕ

حرام است بر زنان ما و اگر مردہ باشد ہمہ دران شریک اند

حرام ہے ہماری عورتوں پر اور اور اگر مردہ ہو تو اس میں سب شریک ہیں عنقریب بدلہ دیگا انکے اس بیان کے بارے

سَيَجۡزِيۡهِمۡ وَصۡفَهُمۡ ؕ اِنَّهٗ حَكِيۡمٌ عَلِيۡمٌ ﴿۱۴۰﴾ قَدۡ خَسِرَ الَّذِيۡنَ

جزا خواہد داد بمقابلہ ایں بیان ایشاں ہر آئنہ او استوار کار ہر آئنہ زیانکار شدند آنانکہ

میں بیشک وہ حکمت والا جاننے والا ہے [۱] بیشک نقصان اٹھانے والے ہوئے وہ لوگ جنہوں نے

قَتَلُوۡۤا اَوۡلَادَهُمۡ سَفَهًۢا بِغَيۡرِ عِلۡمٍ وَّحَرَّمُوۡا مَا رَزَقَهُمُ

کشتند فرزندان خود را از جہت بے خبری بغیر دانش و حرام کردہ اند آنچہ روزی دادہ بود ایشانرا

قتل کیا اپنے فرزندوں کو بے خبری کی جہت سے بغیر جانے اور جو روزی اللہ نے انہیں دی اسے حرام کیا

اللّٰهُ افۡتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ قَدۡ ضَلُّوۡا وَمَا كَانُوۡا مُهۡتَدِيۡنَ ﴿۱۴۱﴾ ع

خدا بسبب دروغ بستن بر خدا بتحقیق گمراہ شدند ایشاں و نشدند راہ یافتگان

اللہ پر جھوٹ باندھنے کے سبب، تحقیق گمراہ ہوئے وہ سب اور راہ پانے والے نہ ہوئے [۲]

وَهُوَ الَّذِىۡۤ اَنۡشَاَ جَنّٰتٍ مَّعۡرُوۡشٰتٍ وَّغَيۡرَ مَعۡرُوۡشٰتٍ

و خدا آنست کہ پیدا کرد بوستانہا برداشتہ شدہ بر پایہا و بوستانہا غیر برداشتہ بر پایہا

اور اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیا بنیادوں پر اٹھے ہوئے باغوں کو اور ان باغوں کو جو بنیادوں پر اٹھے ہوئے نہیں ہیں

[۱] اس آیتِ کریمہ میں انکے اقوالِ فاسدہ میں سے چوتھی قسم بیان کی جارہی ہے۔ وہ لوگ کہتے تھے بحائر اور سوائب جو بچہ زندہ جنے وہ ہم مردوں کیلئے ہے اسکا گوشت کوئی عورت نہیں کھا سکتی ہے اور جو بچہ مردہ جنے اس کے کھانے میں مرد اور عورت دونوں شریک ہیں۔ (تفسیر کبیر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان جانوروں کے دودھ کو اپنے لئے حلال سمجھتے تھے اور عورتوں کیلئے حرام قرار دیتے تھے۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ عالم کو چاہئے کہ جو شخص اس قول کی مخالفت کرے اسے اس انداز میں سمجھائے کہ اسے اپنے قول کا فساد ظاہر ہو جائے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کے اقوال کا عالم ہے اور وہ انھیں ان کے قول کا فساد بتا رہا ہے۔ (القرطبی)

[۲] عرب والے اپنی اولاد کو قتل کر دیا کرتے تھے اور یہ قتل کرنا بھی حمیت کی بناء پر ہوتا تھا ان کا کہنا تھا کہ جب یہ بڑھ جائے گی تو بیاہ کر دوسرے کے یہاں جائے گی جو ہمارے لئے باعثِ ندامت ہے اور کبھی اس لئے قتل کرتے تھے کہ ملائکہ بنات اللہ ہیں لہذا ہم اسے قتل کر کے اسے ملائکہ سے ملا دیتے ہیں اور کبھی فقر کے ڈر سے قتل کر دیتے تھے۔ مروی ہے کہ اصحابِ نبی ﷺ میں سے ایک شخص تھا وہ جب بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آتے تو غمگین رہتے تھے، اللہ کے رسول ﷺ نے پوچھا کہ مَا لَكَ تَكُوْنُ مَحْزُوْنًا ؟ یعنی تجھے کیا ہوا کہ تو غمگین رہتا ہے؟ اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میں نے زمانہ جاہلیت میں ایسا گناہ کیا ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ مجھے معاف نہ فرمائے اگرچہ میں ایمان لے آیا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اَخْبِرْنِیْ عَنْ ذَنْبِكَ یعنی اپنے گناہ کے بارے میں مجھے بتا پس اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میں ان لوگوں میں سے ایک ہوں جو اپنی بیٹیوں کو زندہ در گور کر دیا کرتے تھے۔ میری عورت نے لڑکی جنی پھر اس نے اس بچی کو نہ مارنے کی مجھ سے سفارش کی تو میں نے اسے چھوڑ دیا یہاں تک کہ میری لڑکی بڑی ہوگئی۔ وہ بہت خوبصورت تھی اس لئے فوراً اس کا نکاح کا پیغام آگیا، پس میرے دل میں حمیت نے جوش مارا اور میں اس کا متحمل نہیں ہوسکا کہ میں اس کی شادی کراؤں اور میں یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ بغیر شوہر کے میں اسے گھر میں چھوڑ دوں چنانچہ میں نے اپنی عورت سے کہا کہ میں فلاں، فلاں قبیلے میں اپنے اقرباء کی زیارت کیلئے جانا چاہتا ہوں اس لئے میری لڑکی کو بھی میرے ساتھ کر دو، پھر اس کی ماں نے بناؤ سنگھار کر کے ہمارے ساتھ کر دیا۔ میں نے چپکے سے اپنے ہاتھ میں رسی چھپالی، پس میں اسے لے کر ایک کنویں کے پاس پہنچا میں نے کنواں میں جھانک کر دیکھا تو لڑکی سمجھ گئی کہ میرے بابا مجھے کنویں میں ڈال دینگے پس بچی مجھ سے چمٹ گئی اور رونے لگی اور کہنے لگی بابا! تو مجھے چھوڑ دے میں بغیر نکاح کے تیرے پاس بیٹی کی طرح زندگی بسر کرلونگی، پس مجھے اس پر رحم آگیا پھر کنویں کی جانب دیکھا تو حمیت مجھ پر سوار ہوگئی۔ وہ بچی پھر مجھ سے لپٹ کر رونے لگی اور کہنے لگی اے بابا! میری ماں کی امانت ضائع نہ کر، پس میں ایک مرتبہ کنواں کی جانب دیکھتا اور ایک مرتبہ بچی کی جانب دیکھتا مجھے اس پر رحم آگیا، پھر مجھ پر شیطان غالب آگیا میں نے اس بچی کو پکڑا اور اس خشک کنواں میں ڈال دیا۔ بچی مجھ سے کنویں کے اندر سے پکار رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ اے بابا! تو نے مجھے قتل کر دیا۔ میں وہاں پر کھڑا رہا یہاں تک کہ جب آواز آنا بند ہوگئی تو میں وہاں سے لوٹ گیا۔ یہ واقعہ سن کر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب رو پڑے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لَوْ اُمِرْتُ اُعَاقِبُ اَحَدًا بِمَا فَعَلَ فِی الْجَاهِلِيَّةِ لَعَاقَبْتُكَ یعنی اگر مجھے حکم دیا جاتا کہ میں جاہلیت میں کئے جانے والے فعل کی بناء پر کسی ایک پر عقاب کروں تو میں تجھ پر ضرور عقاب کرتا۔ (القرطبی)

وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ

و پیدا کرد درختان خرما را و زراعت را گونا گوں میوہا ہر یکی و زیتون و انار را مانند یکدیگر

اور پیدا کیا کھجور کے درختوں کو اور کھیتی جسکے پھل قسم قسم کے ہیں اور زیتوں اور انار کو

مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا

و غیر مانند یکدیگر بخورید از میوہای آں چوں میوہ بیروں آوردند

ایک دوسرے سے ملتا جلتا اور ایک دوسرے سے غیر ملتا جلتا' کھاؤ ان پھلوں سے جب پھل لائے

حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۴۲﴾

و بد دہید زکوۃ او را روز درودن وی و اسراف مکنید ہر آئنہ خدا دوست ندارد اسراف کنندگاں را

اور اسکی زکوۃ اسکے کاٹنے والے روز دو اور اسراف نہ کرو بیشک اللہ دوست نہیں رکھتا اسراف کرنے والوں کو[1]

وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَ

و پیدا کرد از چہار پایان بار بردارندہ را و جانوریرا کہ برزمین غلطانند بجہتِ ذبح بخوریداز آنچہ روزی داداست شمارا خدا

اور پیدا کیا چوپائے سے بوجھ اٹھانے والے کو اور ایسے جانور کو جو ذبح کے وقت زمین پر لیٹنے والے ہیں کھاؤ اس

لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۴۳﴾

و مکنید پیروی گامہاے شیطانرا ہر آئنہ او شما را دشمن ظاہر است

سے جو روزی اللہ نے تمہیں دی ہے اور شیطان کی پیروی قدم بہ قدم نہ کرو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے[2]

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ

آفرید ہشت قسم را از گوسفند دو قسم و از بز دو قسم

پیدا کئے آٹھ اقسام کے بھیڑ سے دو قسم اور بکری سے دو قسم

قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ

بگو آیا ایں دو نر را حرام کردہ ست خدا یا ایں دو مادہ را یا آنرا کہ مشتمل شد است

آپ فرما دیجئے کیا اس دو نر کو اللہ نے حرام کیا ہے یا اس دو مادہ کو یا اسکو جو مشتمل ہے

[1] حَقَّهٗ کے بارے میں اختلاف ہے کہ اس سے کیا مراد ہے حضرت ابن عباس' طاؤس' حسن' جابر بن زید اور سعید بن میسب کہتے ہیں کہ اس سے مراد عشر اور نصفِ عشر سے زکوۃِ مفروضہ ہے اس لئے کہ امر وجوب کیلئے ہے اور لفظِ حق کا غالب استعمال واجب پر ہوتا ہے اور اس پر اجماع ہے کہ مال میں زکوۃ ہی واجب ہے۔ صحیحین میں حضرت طلحہ بن عبداللہ ﷺ کی روایت میں موجود ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اسلام سے متعلق سوال کیا پس اللہ کے رسول ﷺ نے پانچ وقت کی نماز' رمضان کا روزہ اور زکوۃ کا بیان فرمایا۔ اس شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! کیا اس کے علاوہ بھی ہم پر کچھ فرض ہے آپ نے فرمایا نہیں مگر تطوع یعنی نفل۔ اس لحاظ سے یہ آیت مدنی ہوگی اور اس میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے کیونکہ آپ فرماتے ہیں کہ پھلوں میں زکوۃ ہے۔ وَلَا تُسْرِفُوْا صحاح میں ہے کہ ہر فعل میں حد سے تجاوز کو اسراف کہتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ یہاں اسراف سے مراد یہ ہے کہ کل مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر دیا جائے۔ امام بغوی کہتے ہیں کہ ثابت بن قیس بن شماس نے پانچ درختوں سے کھجوریں توڑیں اور ایک ہی دن میں سب کو غرباء میں تقسیم کر دیں اور اپنے اہل وعیال کیلئے کچھ بھی نہ چھوڑا' اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حضرت سدی کہتے ہیں کہ لَا تُسْرِفُوْا کا مفہوم یہ ہے کہ تمام اموال کو غرباء میں تقسیم مت کرو۔ یہاں تک کہ تم خود فقیر بن کر بیٹھ جاؤ۔ میں [قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ] کہتا ہوں کہ کل مال دے دینا اِسْرَاف اور منھی ہے لیکن یہ اسوقت ہے جب وہ عیال دار ہو یا اس پر کسی کے حقوق ہوں۔ حضرت زجاج کہتے ہیں کہ اہل حقوق کے حقوق کی ادائیگی کے بعد کل مال اللہ کے راستے میں خرچ کرنا افضل ہے اور یہ اسراف نہیں ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر میرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہوتا تو تین رات بھی نہ گذر پاتیں کہ وہ تمام سونا دین کیلئے خرچ کر دیتا۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ بیشک نبی کریم ﷺ حضرت بلال ﷺ کے پاس تشریف لائے آپ نے دیکھا کہ ان کے پاس کھجوروں کا ایک ڈھیر موجود ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے بلال! یہ کیا ہے؟ حضرت بلال ﷺ نے عرض کی کہ یہ آنے والے دنوں کیلئے ذخیرہ ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے ہو کہ تم آئندہ کل قیامت کے روز جہنم کے بخارات دیکھو۔ اے بلال اسے خرچ کر دو اور عرش کے نیچے قلت سے نہ ڈرو۔ حضرت سعید بن میسب فرماتے ہیں کہ لَا تُسْرِفُوْا سے مراد یہ ہے کہ صدقہ کو نہ روکو یعنی امساک تجاوز کر کے اس حد تک نہ پہنچ جائے کہ صدقہ واجب ہو جائے۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ کھیتی اور چوپائے میں کسی کو اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ۔ حضرت زہری کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ معصیت میں خرچ نہ کرو۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اسراف وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا حق ٹوٹے، اگر کسی کے پاس ابوقبیس پہاڑ جتنا سونا موجود ہو اور وہ اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کر دے تو وہ شخص مسرف نہیں ہوگا اور اگر ایک درہم یا ایک مد اللہ تعالیٰ کی معصیت میں خرچ کر دے تو وہ مسرف ہو جائے گا۔ حضرت ابن وہب' حضرت ابوزید سے روایت کرتے ہیں کہ اس آیت میں خطاب سلاطین سے ہے اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے کہ تم لوگ اپنے حق سے زیادہ نہ لو۔ (مظہری) [2] حمولة ہر وہ جانور جس پر سواری کرتے ہو جیسے اونٹ' بیل وغیرہ اور فرشا ہر وہ جانور ہے جس پر صغار کی وجہ سے سواری نہ کرتے ہوں جیسے اونٹ کا بچہ' گائے کا بچہ اور بکری وغیرہ۔ (مظہری) كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ یعنی اس میں سے کھاؤ جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال کیا ہے اور تحلیل وتحریم میں شیطان کی پیروی نہ کرو اس لئے کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

(بیضاوی)

اَرۡحَامُ الۡاُنۡثَیَیۡنِؕ نَبِّـُٔوۡنِیۡ بِعِلۡمٍ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿١٤٤﴾

رحمہاے ایں دو مادہ خبر دہید مرا بدانش اگر ہستید راست گوی

ان دو مادوں کے رحموں پر، خبر دو مجھے علم سے اگر تم سچ کہنے والے ہو [1]

وَمِنَ الۡاِبِلِ اثۡنَيۡنِ وَمِنَ الۡبَقَرِ اثۡنَيۡنِؕ قُلۡ ءٰٓالذَّكَرَيۡنِ حَرَّمَ

و پیدا کرد از شتر دو قسم و از گاؤ دو قسم بگو ایا ایں دو نر حرام کرد است خدا

اور پیدا کیا اونٹ سے دو قسم اور گائے سے دو قسم آپ فرما دیجئے کیا اس دو نر کو حرام کیا ہے اللہ نے

اَمِ الۡاُنۡثَيَيۡنِ اَمَّا اشۡتَمَلَتۡ عَلَيۡهِ اَرۡحَامُ الۡاُنۡثَيَيۡنِؕ

یا ایں دو مادہ را یا آنرا کہ مشتمل شد است بروی رحمہاے ایں دو مادہ

یا ان دونوں مادہ کو یا اسکو جو مشتمل ہے اس دو مادہ کے رحموں پر

اَمۡ كُنۡتُمۡ شُهَدَآءَ اِذۡ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا‌ۚ فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ

آیا حاضر بودید وقتیکہ حکم کرد شما را خدا باں پس کیست ستمگار تر از کسیکہ

کیا تم حاضر تھے جب اللہ نے تمہیں اسکا حکم دیا پس کون ہے اس سے بڑا ظالم جو

افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ‌ؕ اِنَّ

بندد بر خدا دروغ تا گمراہ کند مردمانرا بغیر علم ہر آئنہ

اللہ پر جھوٹ باندھے تا کہ لوگوں کو بغیر علم کے گمراہ کرے بیشک

اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿١٤٥﴾ قُلْ لَّاۤ اَجِدُ فِىۡ مَاۤ اُوۡحِىَ

خدا نمی نماید راہ گروہ ستمگارانرا بگو نیابم در آنچہ وحی فرستادہ شد

اللہ نہیں دکھاتا راستہ ظالمین قوم کو [2] آپ فرما دیجئے میں نہیں پاتا اس میں جو وحی کی گئی ہے

اِلَىَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطۡعَمُهٗۤ اِلَّاۤ اَنۡ يَّكُوۡنَ مَيۡتَةً

بسوے من ہیچ چیز حرام برخورندہ کہ بخورد آنرا مگر آنکہ باشد مردہ

میرے جانب کوئی چیز حرام کھانے والے پر جو کھائے اسے مگر جو ہو مردہ

[1] یعنی ان آٹھ اقسام کے جانوروں کے گوشت کو کھاؤ۔ واضح رہے کہ یہ آیت کریمہ مالک بن عوف اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے کیونکہ ان لوگوں نے کہا کہ ان مویشیوں کے پیٹ میں جو کچھ ہے وہ ہم مردوں کیلئے حلال ہے لیکن ہماری عورتوں پر حرام ہے پس اللہ تعالیٰ اس آیت کے ذریعے مؤمنین کو تنبیہ فرمارہا ہے کہ حلال وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہو اور حرام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہو۔ زوج' فرد کے خلاف ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ یہ عدد زوج ہوگا یا فرد۔ اہل عرب کے نزدیک ہر فرد جو دوسرے کا محتاج ہو اسے زوج کہتے ہیں پس اس اعتبار سے مذکر کیلئے بھی زوج کا لفظ بولا جاتا ہے اور اسی طرح مؤنث کیلئے زوج کا لفظ بولا جاتا ہے اور زوج کا لفظ واحد اور اثنان دونوں پر واقع ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے وہ دونوں زوج ہیں۔ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ یعنی نر اور مادہ۔ یہ آیت کریمہ مشرکین پر حجت ہے کہ بحیرہ کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ مناظرے کا اثبات علم میں ہوگا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ ان سے مناظرہ کریں اور ان کے قول کے فساد کو ظاہر کریں۔ اس میں یہ بھی ثبوت ہے کہ قول کا اثبات نظر اور قیاس سے درست ہے۔ (القرطبی)

[2] مشرکین بیان کردہ جانوروں کو حرام سمجھتے تھے جب اسلام آیا تو انھیں بتایا گیا کہ یہ جانور حرام نہیں ہیں بلکہ تمہارے لئے حلال ہیں۔ مالک بن عوف کھڑا ہوا اور کہنے لگا اے محمد! (ﷺ) ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ آپ ان اشیاء کو حلال قرار دیتے ہیں جسے ہمارے آباء اجداد نے حرام کہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے کس دلیل کے تحت جانوروں کی بعض قسموں کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان آٹھ اصناف کو تمہارے کھانے اور تمہارے انتفاع کیلئے پیدا کیا ہے پس تم تحریم کی دلیل کہاں سے لاتے ہو؟ یہ سن کر مالک بن عوف خاموش ہوگیا اور متحیر ہوا اگر وہ تحریم کی دلیل مذکر ہونے کے سبب لاتا تو ضروری تھا کہ تمام ذکور حرام ہوتے اور اگر مؤنث کے سبب تحریم کی دلیل لاتا تو ضروری تھا کہ جمیع مؤنث حرام ہوتیں اور اگر کہتا کہ اشتمالِ رحم کے سبب حرام ہے تو ضروری تھا کہ کل حرام ہوتا۔ پس تحریم کی تخصیص ولد خامس یا سابع یا بعض شامل کرنا اور بعض کو ملا دینا یہ کہاں سے ثابت ہے۔ مروی ہے کہ یہ دلائل سن کر مالک بن عوف خاموش ہوگیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے مالک! تم کلام کیوں نہیں کرتے۔ (مظہری) اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ الخ کیا تم ان جانوروں کی پیدائش کے وقت وہاں حاضر تھے تم لوگ اللہ کے کسی رسول پر ایمان نہیں لاتے ہو۔ حاصل کلام یہ ہے کہ تمہاری باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ تم لوگ کسی نبی پر ایمان نہیں رکھتے ہو ورنہ ان احکامِ مختلفہ کو ثابت نہ کرتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد عمرو بن لحی ہے اس لئے کہ اس نے شریعتِ اسماعیل سے ہٹ کر اپنا دین بنایا تھا لیکن اقرب یہ ہے کہ اس کا اطلاق ہر اس شخص پر ہوگا جو دین حق سے ہٹ کر اپنا نیا دین بنالے۔ اس لئے لفظ عام ہے اور علتِ موجبہ بھی اس حکم کیلئے عام ہے۔ محققین کی جماعت کا کہنا ہے کہ اگر یہ ثابت ہوجائے کہ تحریم اور تحلیل میں اس نے اللہ تعالیٰ پر افترا کیا ہے تو وہ شخص بھی وعید شدید کا مستحق ہوجائیگا، پس ذرا غور کریں کہ جو مسائلِ توحید' معرفت صفات نبوت' ملائکہ اور مباحث معاد میں افترا کرے وہ کتنے سخت وعید کا مستحق ہوگا۔ قاضی کہتے ہیں کہ دین سے اضلال مذموم ہے جس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی جانب لائق نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر)

اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا

یا خون ریختہ یا گوشت خوک پس ہر آئنہ آں حرام است یا فسق باشد

یا گراہوا خون یا خنزیر کا گوشت پس بیشک وہ حرام ہے یا فسق ہے کہ غیر اللہ کیلئے اس پر ذبح کے وقت آواز بلند کی گئی ہو

اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ

کہ برائے غیر خدا آواز بلند کردہ شد وقت ذبح او بآں پس ہر کہ درماندہ شود نہ بغی کنندہ و نہ از حد گذرندہ

پس جو کوئی مجبور ہو بغاوت کرنے والا نہ ہو اور نہ حد سے گذرنے والا ہو

فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۶﴾ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا

پس ہر آئنہ پروردگار تو آمر زندہ مہربان است و بر یہود حرام ساختیم

پس بیشک تمہارا رب بخشنے والا مہربان ہے ۱ اور یہود پر ہم نے حرام کیا

كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ

ہر جانوری ناخن دار و از گاؤ و گوسفند و حرام ساختیم بر ایشاں

ہر جانور ناخن والا اور گائے اور بکری میں سے حرام کی ان پر

شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ

پیہ ایں دو قسم مگر پیہی کہ برداشتہ است آنرا پشت ایں دو قسم یا برداشتہ است آنرا رود یا

ان دونوں کی چربی مگر جو ان دونوں کی پیٹھ سے ملی ہوئی ہو یا ان دونوں کی آنت سے ملی ہوئی ہو یا

مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَاِنَّا

آنچہ متعلق شد باستخوان ایں طور جزا دادیم ایشانرا بمقابلہ بغاوت ایشاں و ہر آئنہ ما

جو ہڈیوں سے ملی ہوئی ہو اس طرح ہم نے انہیں بدلہ دیا ہے انکی بغاوت کے سبب اور بیشک ہم

لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ

راست گوئیم پس اگر بدروغ نسبت کردند ترا پس بگو پروردگار شما خداوند مہربانی

سچ کہنے والے ہیں ۲ پس اگر جھوٹ کی نسبت کریں آپکی جانب تو آپ فرما دیجئے تمہارا رب بہت رحمت والا ہے

۱ اس آیت کریمہ میں اللہ عز وجل انھیں بتا رہا ہے کہ کیا حرام ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اے محمد (ﷺ)! آپ فرما دیجئے کہ میری جانب جو وحی کی گئی ہے میں ان میں حرام نہیں پاتا ان اشیاء کو، نہ ان اشیاء کو جنکو تمہارے نفوس نے حرام کیا ہو۔ اسوقت کی شریعت میں اتنی ہی چیزیں حرام تھیں پھر سورہ مائدہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اور محرمات میں دیگر جانور مثلاً جو دب کر مر جائے یا اوپر سے گر کر مر جائے وغیرہ اور اسی طرح دیگر اشیاء مثلاً شراب وغیرہ۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ہر ناخن دار کے کھانے اور پرندہ جو پنجہ سے پکڑ کر کھاتا ہو حرام قرار دیا ہے۔ "مُحَرَّمًا" ابن عطیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی زبان پر لفظِ تحریم وارد ہو تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی چیز کو غایتِ حظر اور غایتِ منع میں بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اہل جاہلیت کچھ چیزوں کو کھاتے تھے اور کچھ چیزوں کو چھوڑ دیتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو مبعوث فرما کر ایسی کتاب نازل فرمائی جس میں بیان کردہ حلال کو حلال رکھنے اور بیان کردہ حرام کو حرام رکھنے کا حکم ہے اور جس کے بارے میں سکوت اختیار کیا گیا ہو وہ عفو ہے، پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (القرطبی) اس آیت کریمہ میں چار محرمات بیان کئے گئے ہیں (۱) میتۃ (۲) دم مسفوح (۳) لحم خنزیر (۴) فسق اور یہ وہ جانور ہے جسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے۔ (تفسیر کبیر)

۲ ذِیْ ظُفُر ہر وہ جانور ہے جس کیلئے انگلیاں ہوں جیسے اونٹ، درندہ اور پرندہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عام الفتح کے موقع پر اس حال میں کہ آپ مکہ میں تشریف فرما تھے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ نے شراب کی بیع، خنزیر اور اصنام کی بیع کو حرام کیا۔ آپ سے عرض کیا گیا آپ مردار کی چربی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کیونکہ اسے پگلا کر کشتیوں کے نیچے لگاتے ہیں، اسے جلد پر لگاتے ہیں اور اسے چراغ میں استعمال کرتے ہیں آپ نے فرمایا نہیں وہ حرام ہے اور اسکی چربی حرام ہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت کرے، بیشک اللہ تعالیٰ نے جب چربی ان پر حرام کی تو انھوں نے اسے پگلا کر بیچا اور اسکی قیمت استعمال کی۔ (مظہری) جاننا چاہئے کہ اس آیت کریمہ میں ان اشیاء کا بیان ہے جسے اللہ تعالیٰ نے یہود پر حرام کیا پھر تین چربی کو مستثنیٰ قرار دیا یعنی وہ چربی جو پیٹھ سے ملی ہوئی ہو، وہ چربی جو آنت سے ملی ہوئی ہو اور وہ چربی جو ہڈی سے ملی ہوئی ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو چربی پیٹھ سے ملی ہوئی ہو میں اسے حرام نہیں کہتا۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ جو چربی پیٹھ اور پہلو سے ملی ہوئی ہو میں اسے حرام نہیں کہتا۔ ذٰلِکَ جَزَیْنٰھُمْ بِبَغْیِھِمْ یعنی اشیاء کی تحریم انکی بغاوت کا نتیجہ ہے اور وہ بغاوت انبیاء علیہم السلام کو قتل کرنا، سود لینا اور لوگوں کے اموال باطل طریقے سے کھانا ہے۔ اسکی نظیر دوسری آیت میں موجود ہے۔ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِیْنَ ھَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَیْھِمْ طَیِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَھُمْ یعنی یہود کے ظلم کے سبب ہم نے ان طیبات کو ان پر حرام کر دیا جو ان کیلئے حلال تھیں۔ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ۔ یعنی انکی بغاوت کی خبر میں ٹھیک ٹھیک دیتا ہوں قاضی کہتے ہیں کہ نفسِ تحریم جائز نہیں ہے کہ انکے جرم کی عقوبت ہو۔ اس لئے کہ تکلیف ثواب کیلئے تعریض ہے اور تعریض ثواب کیلئے احسان ہے اس لئے جائز نہیں ہے کہ تکلیف متقدم کا بدلہ ہو۔ اس کا جواب یہ دیتے ہیں انتفاع سے روکنا ممکن ہے کہ مزید استحقاقِ ثواب ہو اور ممکن ہے کہ جرم متقدم کا بدلہ ہو۔ ان میں کوئی بعید نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر)

وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿١٤٨﴾

بسیار است و رد کردہ نمیشود عقوبت او از قوم ستمگاران

اور نہ ٹلے گا اس کا عذاب ظلم کرنے والی قوم سے [١]

سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَ

زود باشند کہ بگویند مشرکان اگر خواستی خدا شریک مقرر نمی کردیم و

عنقریب مشرکین کہیں گے اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے اور

لَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ۭ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ

نہ پدران ما میکردند و نہ حرام کردیم چیزے را ہمچنیں بدروغ نسبت کردند کسانیکہ

نہ ہمارے باپ دادا کرتے اور نہ ہم حرام کرتے کسی چیز کو اسی طرح جھٹلایا ان لوگوں نے جو

مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ۭ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ

پیش از ایشاں بودند تا وقتیکہ چشیدند عقوبت ما بگو ایا ہست نزدیک شما

ان سے پہلے تھے یہاں تک کہ انھوں نے ہمارا عذاب چکھا آپ فرما دیجئے کیا تمہارے پاس کوئی

عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ۭ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ

دانستی تا بیروں آرید آں را برائے و پیروی نمی کنید مگر شبیہ را و نیستید شما

علم ہے کہ تم اسے باہر لاؤ ہمارے لئے، پیروی نہیں کرتے ہو مگر ان جیسے قول کی اور نہیں ہو تم

اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿١٤٩﴾ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ

مگر دروغگو بگو خدا را ست دلیلی محکم پس اگر خواستی خدا

مگر جھوٹ کہنے والے [٢] آپ فرما دیجئے اللہ کیلئے ہے محکم دلیل پس اگر اللہ چاہتا

لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٥٠﴾ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ

ہدایت کردی شما را ہمہ یکجا بگو بیارید گواہان خود را آنانکہ

تو ہدایت کرتا تم سب کو [٣] آپ فرما دیجئے لاؤ اپنے گواہان ان لوگوں کو جو

[١] یعنی اگر دعوئے نبوت ورسالت میں آپ کو جھٹلائیں اور ان احکام کے پہنچانے میں آپ کو جھٹلائیں تو آپ فرما دیجئے کہ تمہارا رب رحمت والا ہے اس لئے عقوبت میں جلدی نہیں کرتا ہے۔(تفسیر کبیر)

[٢] جاننا چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کے اقدام کو بیان فرمادیا کہ دینِ الٰہی پر حلت وحرمت کا حکم بغیر دلیل وحجت کے ہے تو اب اللہ تعالیٰ یہ بتا رہا ہے کہ وہ اپنے کرتوت کی بناء پر جب عذاب میں مبتلا ہونگے تو عذاب سے بچنے کیلئے اپنا عذر پیش کرینگے اور کہیں گے اگر اللہ چاہتا تو ہم کفر کرتے نہ کسی اشیاء کو حرام کہتے۔ اس آیت کریمہ میں معتزلہ سات وجوہ سے مسئلہ ارادہ کائنات میں دلیل قائم کرتے ہیں۔ پہلی وجہ: کافرین کہیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے۔ اس قول کی سخت تردید کی گئی ہے اور معرضِ ذم میں ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مذہب مذموم اور باطل ہے۔ دوسری وجہ: كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ سے معلوم ہو رہا ہے کہ وہ سب اس مذہب پر وعید کے مستحق ہوئے۔ تیسری وجہ: انبیائے سابقہ کی تکذیب کر کے عذاب کا مستحق ہونا۔ چوتھی وجہ: قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا اس ٹکڑے سے استفہام علی سبیل الانکار ہے جو دلالت کر رہا ہے کہ ان کا کہنا غلط ہے۔ پانچویں وجہ: اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ یعنی وہ لوگ اس معاملے میں ظن کی پیروی کرتے ہیں۔ چھٹی وجہ: وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ خرص انواع کذب میں سے زیادہ قبیح ہے۔ ساتویں وجہ: قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مذہب اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے بغیر دلیل کے ہے۔ اہل سنت اس کا جواب دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عقولِ کاملہ، افہام وافیہ، سامعہ، عیونِ باصرہ اور خیر وشر پر قدرت عطا فرمائی اور اعذار وموانع کو تم سے بالکلیہ زائل فرمایا پس اگر تم چاہو تو عملِ خیر کی جانب جاؤ اور اگر چاہو تو عملِ عاصی اور منکرات کی جانب جاؤ۔ یہ قدرتِ ممکنہ ضروری طور پر معلوم ہے اور موانع اور عوائق بھی ضروری طور پر معلوم الثبوت ہیں اور معاملہ جب ایسا ہو تو تمہارا دعویٰ کہ ہم ایمان اور اطاعت سے عاجز تھے باطل ہے، جب یہ ثابت ہوا تو اب معتزلہ کے ساتوں وجوہ کا جواب یہ ہوگا کہ ان مشرکوں نے کل کو مشیت سے متعلق کیا یعنی ان کے نزدیک تکلیف عبث دعوئے نبوت ورسالت عبث تھی، بس ان کے نزدیک یہ معاملہ تھا کہ ہم جو بھی کام کرتے ہیں مشیتِ الٰہی کے مطابق کرتے ہیں اس لئے ہمیں کسی نبی یا رسول کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کے اس نظریئے کو اللہ تعالیٰ نے باطل اور کذب پر مبنی قرار دیا۔ (تفسیر کبیر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا کا مفہوم یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان تمام کو ہدایت پر جمع فرما دیتا۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ سے قریش کا یہ کہنا ہے کہ بحیرہ اور سائبہ کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے، اگر کوئی کہے کہ قریش کے دعوے پر کہ ہمارا شرک کرنا اور بحائر اور سائبہ کو حرام کرنا اللہ کے حکم ہی پر ہے تمہارے پاس اس کے خلاف کیا دلیل ہے۔ اس کے جواب میں کہا جائیگا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی آیت میں آگے چل کر فرمایا کہ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ جو اس بات کی روشن دلیل ہے کہ ان سب کا دعویٰ جھوٹا ہے۔ (ابن جریر)

[٣] اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا کہ اے محمد ﷺ! آپ ان شرک کرنے والوں سے کہہ دیجئے کہ ان کھیت اور انعام کے بارے میں تمہارے پاس کیا دلیل ہے اگر تم لوگ اس پر دلیل قائم نہ کر سکے اور یقیناً نہ کر سکو گے تو تمہیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر شرک کو حرام قرار دیا ہے اور جن اموال اور مویشیوں کو تم حرام کہتے ہو وہ تمہارے لئے حلال ہیں۔ (ابن جریر)

يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا

گواہی میدہند کہ خدا حرام ساختہ است آنرا پس اگر گواہی دہند

گواہی دیتے ہیں کہ اللہ نے حرام کیا ہے اسے پس اگر وہ گواہی دیں تو

تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

معترف مشو با ایشاں و پیروی مکن خواہش کسانیکه دروغ نسبت کردند آیات ما را

ان کیساتھ معترف نہ ہونا اور پیروی نہ کرو ان لوگوں کی خواہشات کی جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو

وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۰﴾

۱۸ ع ٦ ۵

و کسانیکه ایمان نیارند بآخرت و ایشاں با پروردگار خود برابر میکنند

اور وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے آخرت پر اور وہ سب اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں [۱]

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا

بگو بیایید تا بخوانم آنچه حرام کرد است پروردگار شما بر شما فرمود است که شریک او مکنید

آپ فرما دیجئے آؤ میں پڑھتا ہوں اسے جسے تمہارے رب نے حرام کیا ہے فرمایا ہے کہ اسکے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ

بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ

چیزیرا و بوالدین نیکوکاری کنید و مکشید اولاد خود را

کسی چیز کو اور والدین کے ساتھ بھلائی کرو اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو

مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ

از ترس فقر روزی میدہیم مر شما را و ایشاں را و نزدیک مشوید به بیحیائیہا

فقر کے ڈر سے' رزق دینگے ہم تمہیں اور اسکو اور قریب نہ جاؤ بے حیائیوں کے

مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ

آنچه اعلانیه باشد ازاں و آنچه پوشیده باشد مکشید نفسے را که

جو اعلانیہ ہو اس سے اور جو پوشیدہ ہو اور قتل نہ کرو کسی جان کو کہ [۲]

[۱] جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جب کفار کے تمام دلائل کو باطل کر دیا تو ان سے مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ تمہارے اپنے قول پر اگر کوئی دلیل ہو تو لاؤ۔ هَلُمَّ شے کی جانب دعوی کا کلمہ ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ تم اپنے گواہوں کو لاؤ۔ اس کے بارے میں دو اقوال ہیں (۱) یہ کلمہ واحد تثنیہ جمع' مذکر اور مؤنث میں برابر ہے (۲) واحد کیلئے هَلُمَّ' تثنیہ کیلئے هَلُمَّا اور جمع کیلئے هَلُمُّوْا آتا ہے لیکن پہلا قول افصح ہے۔ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ یہ جملہ ان کے جھوٹے ہونے کی دلیل ہے پھر اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ اگر وہ اتباعِ ھوٰی کے پیشِ نظر گواہی بھی دیں تب بھی آپ انکی پیروی مت کیجئے گا پھر انکی قباحت کی زیادتی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ وہ لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہیں اور مزید قباحت کو بیان کرنے کیلئے فرمایا گیا کہ وہ لوگ اپنے رب کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

[۲] اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ میں پانچ وجوب کو بیان فرمایا ہے (۱) اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا ۔ جاننا چاہئے کہ اس سورت میں مشرکین فرقے کے فساد کا بیان بہترین انداز میں موجود ہے۔ مشرکین کا ایک گروہ بتوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا تھا اس کی جانب اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول سے اشارہ فرمایا۔ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۔ "اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا کہ کیا تم اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو"۔ مشرکین کا دوسرا گروہ وہ تھا جو ستاروں کی عبادت کرتا تھا اس کی جانب اس قول سے اشارہ کیا گیا ہے لَاۤ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ یعنی "میں ڈوب جانے والوں کو دوست نہیں رکھتا"۔ مشرکین کا تیسرا گروہ وہ تھا جو یزدان اور اھرمن کا قائل تھا یعنی یہ لوگ دو خدا کے قائل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی جانب اس قول سے اشارہ فرمایا وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ "انہوں نے جنوں کو اللہ کا شریک ٹھہرایا"۔ چوتھا گروہ وہ تھا جو اللہ تعالیٰ کیلئے بنین اور بنات کا قائل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک کے قول کے فساد کو دلائل سے واضح فرمایا جب ان کے قول کے فساد پر دلائل قائم ہو گئے تو اب حکم ہو رہا ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ (۲) وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا: والدین کے ساتھ بھلائی کا حکم اس لئے دیا جا رہا ہے کہ وجودِ انسان میں مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور ظاہر میں یعنی مؤثر مجازی والدین ہیں' پھر انسانوں کو ان دونوں کی ذات سے تربیت' پیار اور حفظ عن الضیاع کی نعمت ملی (۳) وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ: والدین کے حقوق کے بعد اولاد کے حقوق کی رعایت واجب ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے والدین کے بعد اولاد کا تذکرہ کیا۔ اس کے بیان کا مقصد یہ ہے کہ اپنی بیٹیوں کو غیرت اور فقر کے خوف سے زندہ در گور مت کرنا اگرچہ اولاد کا قتل ان دو اسباب کے علاوہ بھی ہوتا تھا لیکن غالب یہی دو اسباب ہوتے تھے اس لئے ان دونوں کا ذکر کیا۔ (۴) وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ لوگ اعلانیہ زنا کو ناپسند کرتے تھے اور چھپ کر اس کا ارتکاب کرتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اعلانیہ اور سراً دونوں طرح کے زنا سے انہیں منع فرمایا۔ اس باب میں اولیٰ یہ ہے کہ کوئی نوع معین نہیں ہے بلکہ اس عموم کا اطلاق جمیع فواحش پر ہے ظاہری ہوں یا باطنی۔ اس لئے کہ لفظ عام ہے۔ (۵) وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ: واضح رہے کہ جملہ فواحش میں یہ گناہ بھی داخل ہے لیکن اسے الگ سے بیان کرنے کے دو فوائد ہیں' اول یہ ہے کہ احترام انسانیت پر دلیل قائم ہو جائے۔ دوم یہ ہے کہ ان ہی میں استثناء کا ارادہ کیا گیا ہے جب کہ دیگر میں استثناء نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کا خون مباح نہیں ہے مگر تین امور میں سے کوئی ایک ہو' ایمان کے بعد کفر' نکاح کے بعد زنا اور کسی مسلمان کا ناحق قتل۔ (تفسیر کبیر)

حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵۲﴾

حرام ساختہ است خدا الا بحق حکم ایں حکم فرمود است شما را تا بود کہ شما بفہمید

جسے حرام کیا ہو اللہ نے مگر حق کے ساتھ' یہ حکم فرمایا ہے تمہیں تاکہ تم سمجھو

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى

و نزدیک مشوید بمال یتیم الا بخصلتے کہ وی نیک است تا آنکہ

اور قریب نہ جاؤ یتیم کے مال کے مگر یہ کہ وہ نیک ہو یہاں تک کہ

يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ

رسد بجوانی خود و تمام کنید پیمانہ و ترازو را بانصاف

اپنی جوانی کو پہنچے اور پورا کرو ناپ اور تول کو انصاف سے

لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا

تکلیف نمی دہیم ہیچ کس را مگر قدر او چوں سخن گوئید پس رعایت انصاف نمائید

ہم تکلیف نہیں دیتے کسی شخص کو مگر اسکی طاقت کے مطابق اور جب بات کرو تو انصاف کی رعایت دکھاؤ

وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ

و اگرچہ آں محکوم علیہ صاحب قرابت باشد و بعہد خدا وفا کنید ایں حکم فرمود است شما را

اگرچہ وہ محکوم علیہ رشتہ دار ہو اور اللہ کے عہد کو پورا کرو یہ حکم فرمایا ہے تمہیں

بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا

تا پند پذیر شوید و خبرداده ست کہ آنچہ مذکور شد راہ منست و راست و درست

تا کہ تم نصیحت حاصل کرو [۱] اور خبر دی ہے کہ جو مذکور ہوا (وہ) میرا سیدھا راستہ ہے

فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ

پس پیروی او کنید و پیروی مکنید راہ ہاے را کہ ایں راہہای جدا کنند شما را از راہ او

پس اسکی پیروی کرو اور پیروی نہ کرو دوسری راہوں کی پس وہ راہیں جدا کر دینگیں تمہیں اسکے راستہ سے [۲]

تفسیر اظہار العرفان

[۱] جاننا چاہئے کہ اس سے پہلی آیت میں پانچ امور ظاہرہ بیان کئے گئے جن کی جانب فکر اور اجتہاد کی ضرورت نہیں ہے۔ اب اس آیت میں امور خفیہ میں سے چار تکالیف بیان کی جارہی ہیں جن کی جانب فکر اور اجتہاد کی حاجت پڑتی ہے (۱) وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ: ۔ یتیموں کے اموال سے متعلق بحث سورہ بقرہ میں گذر چکی ہے (۲) وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ: جاننا چاہئے کہ ہر شے جب اپنے کمال کو پہنچے تو وہ وفی اور تمام ہے (۳) وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى یہ ان تکالیف میں سے تیسری تکلیف ہے کہ جب تم کسی معاملے میں بات کہو تو انصاف سے کہو، اگرچہ وہ معاملہ تمہارے رشتے دار ہی کا کیوں نہ ہو۔ (۴) وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا: یہ امور خفیہ میں سے تیسرا امر ہے جس میں وعدہ وفا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ سوال: کیا سبب ہے کہ اس سے پہلی والی آیت کے اختتام پر لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ہے اور اس آیت کے اختتام پر لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ہے۔ جواب: پہلی آیت میں چونکہ تکالیف میں سے امور ظاہرہ بیان کئے گئے تھے اس لئے تَعْقِلُ اور تَفْهَمُ اس کیلئے ضروری تھا اور اس آیت میں تکالیف میں سے چار امور خفیہ بیان کئے گئے ہیں اس لئے اس کیلئے فکر اور اجتہاد کی ضرورت ہوگی تا کہ موضع اعتدال پر رہے اس سبب سے یہاں لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ کہا گیا ہے۔ (تفسیر کبیر) لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جو سامان بیچے تو نرمی کرے' خریدے تو نرمی کرے اور جب فیصلہ کرے تو نرمی کرے۔ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۔ یہاں یہ امر نہی کی جگہ واقع ہے تا کہ یہ امر عدالت کیلئے تاکید ہو جائے یہاں تک کہ ظن کی صورت میں شہادت جائز نہیں ہوگی بلکہ کمالِ علم کی صورت میں جائز ہوگی جیسا کہ اس پر لفظِ شہادت دلالت کر رہا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ شہادت میں جھوٹ اور اشراک باللہ سے بچو۔ یہ جملہ تین مرتبہ فرمایا پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۔ "تو دور ہو بتوں کی گندگی سے اور بچو جھوٹی بات سے ایک اللہ کے ہو کر کہ اس کا ساجھی کسی کو نہ کرو"۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فیصلہ کرنے والوں کی تین قسمیں ہیں ان میں سے ایک جنتی ہے اور دو جہنمی ہیں جو لوگوں کا فیصلہ جہل پر کرے تو وہ جہنمی ہے۔ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ حلال واضح ہے اور حرام واضح ہے اور جوان دونوں کے درمیان ہے وہ امور مشتبہات ہیں بہت سارے لوگ انھیں نہیں جانتے پس جو کوئی شبہات سے بچے گا وہ اپنی عزت اور دین کو بچالے گا اور جو شبہات میں پڑے گا تو وہ حرام میں واقع ہوگا جیسے چرانے والا چراگاہ کے قریب چرائے تو قریب ہے کہ وہ [جانور] چراگاہ میں چلا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ حلال واضح ہے اور حرام واضح ہے جس مین تمہیں کھٹکا ہو اسے چھوڑ دو جس میں تمہیں کھٹکا نہ ہو اسے کرو۔ (مظہری) [۲] صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا سے وہ تمام چیز مراد ہیں جو توحید' نبوت اور شرائع سے متعلق اس سورت میں بیان ہوئے ہیں۔ امام کہتے ہیں کہ اس سے مراد آیاتِ محکمات ہیں اسے کسی نے منسوخ نہیں کیا اور یہ محرمات جمیع شرائع میں موجود ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے لئے رسول اللہ ﷺ نے ایک خط کھینچا پھر فرمایا کہ یہ اللہ کا راستہ ہے پھر اس کے دائیں بائیں کئی خط کھینچے اور فرمایا کہ یہ راستے ہیں ان میں سے ہر راستہ شیطان کا ہے جسکی جانب وہ تمہیں بلا رہا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اسوقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا ہے جب تک کہ اپنی خواہشات کو اسکے تابع نہ کردے جو میں لے کر آیا ہوں۔ (مظہری)

ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ اٰتَیْنَا مُوْسَى

بایں حکم فرمود است شما را تا پرہیزگاری کنید باز میگوئیم کہ دادہ بودیم موسیٰ را

یہ حکم فرمایا ہے تمہیں تا کہ تم پرہیزگاری کرو، پھر ہم فرماتے ہیں کہ موسیٰ کو

الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِیْۤ اَحْسَنَ وَ تَفْصِیْلًا لِّكُلِّ

کتاب تا نعمت تمام کنیم بر ہر کہ نیکوکار بود و بیان کنیم ہر

ہم نے کتاب دی تا کہ نعمت پوری کریں اس پر جو نیکوکار ہو اور ہر چیز کیلئے تفصیل

شَیْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

چیزیرا و بجہت ہدایت و مہربانی تا ایشاں بملاقات پروردگار خود ایمان آرند

اور ہدایت اور رحمت تا کہ وہ سب اپنے رب کی ملاقات پر ایمان لائیں ۱؎

وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَ اتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ

و ایں قرآن کتابے ست کہ فرستادیمش با برکت پس پیروی کنید و پرہیزگاری نمائید تا کردہ شود بر شما

اور یہ قرآن وہ کتاب ہے کہ اسے ہم نے بابرکت اتارا پس اسکی پیروی کرو اور پرہیزگاری کرو تا کہ تم پر

تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآىِٕفَتَیْنِ

مہربانی فرستادیمش تا نگوئید بجز ایں نیست کہ فرود آوردہ شد کتاب بر دو گروہ

مہربانی کی جائے ۲؎ ہم نے اسے اتارا تا کہ تم نہ کہو کہ اسکے سوا کچھ نہیں کہ نازل کی گئی کتاب دو گروہ پر

مِنْ قَبْلِنَا ۪ وَ اِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِیْنَ ﴿۱۵۶﴾ اَوْ

پیش از ما و تحقیق بودیم ما از تلاوت ایشاں بے خبر یا

ہم سے پہلے اور تحقیق ہم اکی تلاوت سے بے خبر تھے ۳؎ یا

تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّاۤ اُنْزِلَ عَلَیْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّاۤ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ

گوئید اگر فرود آوردہ شدی بر ما کتاب ہر آئنہ بودے راہ یافتہ تر از ایشاں

کہو اگر اتاری جاتی ہم پر کتاب بیشک ہم ان سے زیادہ راہ پانے والے ہوتے ۴؎

تفسیر اظہار العرفان

۱؎ تَمَامًا عَلَى الَّذِیْ اَحْسَنَ ۔اس میں چند وجوہ ہیں (۱)اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے نیکوکار کیلئے کرامت اور نعمت پوری کردی (۲) کرامت اور نعمت ان لوگوں پر پوری کردی گئی جس نے احسن طریقے سے تبلیغ کی اطاعت کی اور ہر چیز کا انھیں حکم دیا گیا (۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام پر علم اور شرائع پورے کردیئے گئے۔ (تفسیر کبیر)

۲؎ یہاں کتاب سے مراد قرآن ہے اور اسکی صفت مبارک لائی گئی ہے کہ یہ کتاب کثیر الخیر اور کثیر النفع ہے۔ وَاتَّقُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۔اس میں تین اقوال ہیں۔ پہلا قول: اس کتاب کی مخالفت سے ڈرو اس امید پر تا کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔ دوسرا قول: اللہ سے ڈرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے یعنی تقوی کی غرض اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ تیسرا قول: اللہ سے ڈرو تا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں تقوی کا بدلہ رحمت دے۔ (تفسیر کبیر) فَاتَّبِعُوْهُ یعنی نسخ کے احکام جو توریت میں ہیں اسکی پیروی کرو۔ واضح رہے کہ نسخ دو چیزوں سے عبارت ہے اوّل نقل اور تحویل سے' اسی سے ہے نَسَخَ الْكِتَابَ یعنی اس نے کتاب نقل کی۔ دوم رفع اور ازالہ سے' اسی سے ہے نَسَخَتِ الشَّمْسُ یعنی سورج زائل ہوگیا۔ قرآن کریم میں نسخ سے مراد زائل یا رفع ہے اور یہ حقیقت میں تعبد کے انتہاء کیلئے بیان ہے اسکی کئی صورتیں ہیں۔ پہلی صورت: صرف قرأت منسوخ ہو لیکن حکم باقی رہے جیسے آیتِ رجم۔ دوسری صورت: حکم منسوخ ہوجائے لیکن قرأت باقی رہے جیسے اقرب کیلئے آیتِ وصیت اور ایک سال کے ساتھ عدتِ وفات کی آیت۔ تیسری صورت: حکم اور قرأت دونوں منسوخ ہوجائیں جیسے کہا جاتا ہے کہ سورہ احزاب' سورہ بقرہ کی طرح تھی بس ان میں سے اکثر آیات کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہوگئے پھر جس کا حکم منسوخ ہوتا ہے تو اس کے قائم مقام غیر کو کردیا جاتا ہے جیسے اقارب کی وصیت کے حکم منسوخ کر کے آیتِ میراث کو اس کے قائم مقام بنادیا گیا۔ اسی طرح وفات کی ایک سالہ عدت کو منسوخ کر کے چار مہینے دس دن کو اسکے قائم مقام بنادیا۔ یہاں یہ بھی واضح رہے کہ نسخ اوامر اور نواہی کو پیش آتا ہے اخبار میں نہیں۔ (مظہری) ۳؎ یہ خطاب اہل مکہ کو ہے۔ اس آیت کے نزول کا مقصد یہ ہے کہ ان پر حجت کا اثبات ہوجائے تا کہ قیامت کے روز یہ نہ کہیں کہ ہم سے پہلے دوگروہ پر تورات اور انجیل نازل ہوئیں لیکن ہم اس سے غافل تھے پس اللہ تعالیٰ نے ان کے عذر کو ختم کردیا۔ (تفسیر کبیر) ۴؎ اس آیتِ کریمہ میں اتمامِ حجت واضح کردیا گیا ہے۔ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ اس سے مراد قرآن کریم اور وہ تمام چیزیں جسے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ لے کر آئے۔ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۔یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ بَیِّنَةٌ اور هُدًى ایک ہی ہے پھر اس تکرار سے کیا فائدہ؟ جواب: قرآن ان چیزوں کیلئے بَیِّنَةٌ ہے جو سَمْعًا جانی جاتی ہوں اور جو چیزیں سَمْعًا اور عقلاً جانی جاتی ہوں اس کیلئے هُدًى ہے جب بَیِّنَةٌ اور هُدًى کا فائدہ الگ الگ ہے تو انکو الگ الگ بیان کرنا بھی بہتر تھا یہاں رحمت سے مراد نِعْمَتُ فِی الدِّیْنِ ہے۔ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ۔اس سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں وہ بہت بڑے ظالم ہیں اس لئے ان ظالموں سے تمہیں بچنا چاہئے۔ وَصَدَفَ عَنْهَا یعنی جو اس سے روکے۔ اس لئے کہ اول ضلال ہے اور ثانی حق سے روکنا ہے جو اضلال ہے۔ (تفسیر کبیر) سَنَجْزِی الَّذِیْنَ یَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰیٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا یَصْدِفُوْنَ ۔یہاں ظاہر کو مضمر کی جگہ رکھنا مبالغہ کیلئے ہے یعنی انھیں ضلال اور اضلال کے عوض سخت عذاب ہوگا۔ (مظہری)

فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ

پس آمده است حجتی از پروردگار شما و ہدایت و بخشایش پس کیست

پس تمہارے رب کی طرف سے ایک حجت آئی ہے اور ہدایت اور رحمت پس کون ہے

اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۭ

ستمگار تر از کسیکه بدروغ نسبت کند آیات خدا را و اعراض کند ازاں

اس سے زیادہ ظلم کرنے والا جو جھوٹ کی نسبت کرے اللہ کی آیتوں کی جانب اور اس سے منھ پھیرے

سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ

جزا خواہیم داد اعراض کنندگانرا از آیات خویش بدترین عذاب

عنقریب ہم دینگے ہماری آیتوں سے منھ پھیرنے والوں کو بد ترین عذاب

بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴿١٥٧﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ

بسبب آنکه اعراض میکردند آیا منتظر نیستند مگر آنرا که بیایند بدیشاں

بسبب اسکے جو اعراض کرتے تھے انتظار نہیں کرتے مگر یہ کہ آئے ان کے پاس

الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ۭ

فرشتگان یا بیاید حکم پروردگار تو یا بیاید بعض نشانہا پروردگار تو

فرشتے یا تمہارے رب کا حکم آئے یا تمہارے رب کی بعض نشانیاں آئے

يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ

روزیکه بیاید بعض نشانه پروردگار تو نفع نمیدہد نفسے را که ایمان نیاورده

جس روز تمہارے رب کی بعض نشانیاں آئینگی تو نفع نہ دیگا کسی نفس کو اسکا ایمان جس نے اس سے پہلے ایمان نہ

تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ۭ قُلِ

بود پیش ازیں ایمان او یا نفع ندہد نفسیرا که کسب نکرده بود در ایمان خود عمل خیر توبه او بگو

لایا ہو یا نفع نہ دیگی کسی نفس کو اسکی توبہ جس نے اپنے ایمان میں عمل خیر (توبہ) نہ کمایا تھا آپ فرما دیجئے[1]

تفسیر اظہار العرفان

[1] اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ۔ یعنی قیامت کی علامت۔ امام بغوی کہتے ہیں کہ اس سے مراد مغرب سے سورج کا طلوع ہونا ہے اور اسی پر اکثر مفسرین ہیں۔ حضرت حذیفہ بن اسید الغفاری کہتے ہیں کہ ہم لوگ قیامت کے بارے میں مناظرہ کر رہے تھے کہ اسی دوران نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے۔ آپ نے فرمایا کہ قیامت ہرگز قائم نہ ہوگی جب تک کہ تم اس سے پہلے دس علامات نہ دیکھ لو پھر آپ نے دس علامات بیان فرمائیں۔ (١) دخان یعنی دھواں (٢) دجال (٣) دابہ یعنی ایک چوپایہ (٤) مغرب سے سورج طلوع ہونا (٥) نزولِ عیسٰی ابن مریم (٦) یاجوج ماجوج کا خروج (٧) خسف بالمشرق (٨) خسف بالمغرب (٩) خسف بجزیرۃ العرب (١٠) آگ جو یمن سے نکل کر لوگوں کو محشر کی جانب لے جائیگی۔ دوسری روایت میں ہے کہ عدن کے کنواں سے آگ نکلے گی اور لوگوں کو انکی محشر کی جانب لے جائیگی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ سخت تیز ہوا چلے گی جسکے سبب لوگ سمندر میں جا گریں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا ہے کہ بیشک ان میں سے اول نشانی سورج کا مغرب سے نکلنا ہے اور چاشت کے وقت دابہ کا نکلنا ہے پس ان دونوں میں سے جو پہلے ہوگا دوسرا اسکے اثر پر ہوگا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیشک دجال نکلے گا تو اس کے پاس پانی اور آگ ہوگی پس وہ لوگوں کو جسے پانی دکھائے گا در اصل وہ آگ ہوگی اور جسے آگ دکھائے گا وہ پانی ہوگا جسے وہ آگ میں داخل کریگا تو اصل میں وہ شخص ٹھنڈے اور میٹھے پانی میں جائیگا۔ امام مسلم نے اس پر زیادہ کیا ہے کہ دجال ممسوح العین اور غلیظ ناخنوں والا ہوگا اور اسکے دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا جسے ہر مؤمن کاتب اور غیر کاتب پڑھ لیگا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اسکے پاس جنت اور نار کی مثل ہوگی پس جسے وہ نار میں داخل کریگا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جسے جنت میں داخل کریگا وہ نار میں داخل ہو جائیگا۔ امام محمد کی روایت میں ہے کہ فتنۂ دجال سب سے زیادہ سخت ہوگا وہ ایک اعرابی کو لائیگا اور کہے گا کہ کیا اگر میں تمہارے باپ کو زندہ کردوں تو تم مجھے اپنا رب مان لوگے وہ اعرابی کہے گا کیوں نہیں، پس شیاطین اس کے حکم سے باپ بھائی اور دیگر کنبہ کی شکل میں بن کر آئینگے۔ واضح رہے کہ ان علامات سے پہلے ظہور مہدی ہوگا۔ (مظہری) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہم سب کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ اے لوگو! عنقریب اس امت میں ایک ایسی قوم پیدا ہوگی جو رجم، دجال، مغرب سے سورج کے طلوع ہونے، عذاب قبر، شفاعت اور آگ کے نکلنے کو جھٹلائے گی۔ (حاشیہ مظہری) لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مغرب سے سورج طلوع ہونے سے پہلے توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول فرمائیگا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ [رحمت] کو رات میں پھیلا دیتا ہے تا کہ بندہ دن کے گناہوں سے توبہ کرلے اور دن میں اپنے ہاتھ [رحمت] کو پھیلا دیتا ہے تا کہ بندہ رات کے گناہوں سے توبہ کرلے یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مغرب میں ایک دروازہ بنایا ہے جسکی چوڑائی ستر سال کی مسافت ہے یہ دروازہ توبہ کیلئے ہے، بند نہیں ہوتا ہے یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے، یہی مفہوم اللہ تعالیٰ کے اس قول يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ سے ہے۔ فائدہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد نکاح کرینگے اور بچے کی ولادت بھی ہوگی، ٤٥ سال زمین پر رہیں گے پھر آپ کا انتقال ہوگا اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دفن ہونگے۔ (مظہری)

انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا

انتظار کنید ہر آئنہ ما نیز منتظریم بتحقیق کسانیکہ پراگندہ کردند دین خود را و

انتظار کرو بیشک ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں ' تحقیق وہ لوگ جنہوں نے ٹکڑے ٹکڑے کیا اپنے دین کو اور

شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ؕ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ

گروہ گروہ شدند نیست تو از ایشاں در ہیچ حساب جز ایں نیست کہ کار ایشاں گذاشتہ شدہ بسوئے خدا سبب باز

گروہ گروہ ہوئے، نہیں ہے آپ پر انکی طرف سے کوئی حساب اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ انکا کام چھوڑا ہوا ہے اللہ

يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ

خبر دہد ایشانرا بعاقبت آنچہ میکردند ہر کہ آورد نیکے

کی جانب سے پھر انہیں خبر دیگا اسکے انجام کی جو وہ سب کرتے تھے ا جو کوئی لائے ایک نیکی

فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا

پس اوراست در چند آں و ہر کہ آورد بدے جزا دادہ نخواہد

پس اس کیلئے دس گنا ہے اور جو کوئی لائے ایک برائی بدلہ نہیں دیا جائیگا

يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ

شد الا مثل آں و ایشاں ستم کردہ نخواہند شد بگو ہر آئنہ دلالت کرد است مرا پروردگار من

مگر اسکی مثل اور ان پر ظلم نہیں کیا جائیگا ۲ آپ فرما دیجیے کہ بیشک میری رہنمائی کی ہے میرے رب نے

اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ

بسوئے راہ راست مراد میدارم دین درست کیش ابراہیم را حنیفہ شد

سیدھی راہ کی جانب یعنی سیدھا دین ملتِ ابراہیمی کی طرف جو ہر باطل سے جدا ہے

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ

و نبود از مشرکان بگو ہر آئنہ نماز من و حج من

اور نہ تھے وہ مشرکوں میں سے ۳ آپ فرما دیجئے کہ بیشک میری نماز اور میرا حج

ا حضرت ابوہریرہ ﷺ اس آیت کریمہ کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ سے مراد اہل بدعت، شبہات اور اہل ضلالت ہیں۔ حضرت عمر بن خطاب ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا سے مراد اہل بدعت، اصحاب ھوا اور اس امت کے اہل ضلالت ہیں۔ اے عائشہ! ہر صاحبِ ذنب کیلئے توبہ ہے سوائے اصحابِ بدعت اور اصحابِ ھواء ان کیلئے توبہ نہیں ہے میں ان سے بیزار ہوں اور وہ سب ہم سے بری ہیں۔ (القرطبی) حضرت عبداللہ بن عمرو ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت ان گناہوں میں ضرور مبتلا ہوگی جن گناہوں میں بنی اسرائیل مبتلا ہوئی قدم بقدم گناہوں میں انکی پیروی کریگی یہاں تک کہ ان میں سے کوئی اعلانیہ اگر اپنی ماں کے پاس آیا ہوگا تو میری امت میں سے بھی ضرور کوئی شخص اس گناہ میں مبتلا ہوگا اور بیشک بنی اسرائیل ۷۲ فرقے میں بٹ گئی تھی اور میری امت ۷۳ فرقوں میں بٹ جائیگی ان میں سے سوائے ایک کے سب جہنمی ہونگے۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر قائم ہو۔ امام احمد اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ میری امت میں عنقریب ایسے گروہ پیدا ہونگے جو خواہشات کے ساتھ اس طرح چلیں گے جس طرح کتا اپنے مالک کے پیچھے چلتا ہے اور خواہشات ان کی رگوں اور جوڑوں میں بس جائیگی۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ تم میں سے جو میرے بعد جئے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا پس تم پر لازم ہے کہ میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو اور محدثاتِ امور سے بچو اس لئے کہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (مظہری) وَ كَانُوْا شِيَعًا۔ حضرت علی ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اے علی! تم مثل عیسیٰ ہو جن سے یہود نے بغض کیا اور انکی والدہ پر الزام لگایا اور نصاریٰ نے ان سے اتنی محبت کی کہ انھیں اس درجہ میں اتار دیا جس پر وہ نہیں تھے پھر فرمایا اے علی! تمہارے بارے میں بھی دو گروہ ہونگے ایک تمہاری محبت میں افراط سے کام لیں گے اور دوسرے تم سے بغض کرینگے اور تم پر الزام عائد کرینگے یہ دونوں گروہ ہلاک ہو جائینگے۔ (مظہری) ۲ حضرت ابوذر غفاری ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ جو کوئی میرے پاس ایک نیکی لائے تو اس کیلئے دس نیکیاں ہیں اور جو کوئی ایک بدی لائے تو اس کیلئے اس جیسی بدی ہے اور تم مجھ سے مغفرت طلب کرو اور جو کوئی میری جانب ایک بالشت آتا ہے میں اسکی جانب ایک ہاتھ آتا ہوں اور جو کوئی میری جانب ایک ہاتھ آتا ہے تو میں اسکی جانب لمبے قدم بڑھاتا ہوں اور جو میری جانب چل کر آتا ہے تو میں اسکی جانب دوڑ کر آتا ہوں اور جو مجھ سے اس حال میں کہ اسکے ذمے گناہ ہو لیکن اس نے شرک نہ کیا ہو ملاقات کرے تو میں اسے معاف کر دیتا ہوں۔ امام بغوی حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا قول نقل کرتے ہیں کہ یہ آیت غیر مصدقات [واجبہ] کی نیکیوں پر دلالت کرتی ہے پس صدقات کو اللہ تعالیٰ سات سو گناہ زیادہ بڑھا دیتا ہے۔ دلیل کے طور پر یہ آیت پیش کرتے ہیں مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ الخ (مظہری) ۳ جاننا چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو دلائل توحید کے انواع کا درس سکھا دیا اور اس پر شرح وبسط کے ساتھ تقریر ہو چکی تو اب حکم ہو رہا ہے کہ کلام کا اختتام اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ سے کیا جائے یہ اختتام دلالت کر رہا ہے کہ ہدایت حاصل نہیں ہوگی مگر اللہ تعالیٰ کی جانب سے۔ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا اسکا مفہوم یہ ہے کہ مجھے میرے رب نے رہنمائی فرمائی ہے اور مجھے پہچان کرائی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کیا ہے۔ (تفسیر کبیر)

وَ مَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ لَا شَرِيْكَ

و قربانی من و زندگانی من و موت من همه برائے خدا ست پروردگار عالمہا ہیچ شریک نیست

اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کیلئے ہے جو عالمین کا رب ہے ا اسکا کوئی شریک

لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۶۳﴾ قُلْ اَغَيْرَ

او را راه و بایں توحید فرموده شد مرا و من نخستین مسلمانم بگو ایا طلب کنم

نہیں اور اسی توحید کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں پہلا مسلمان ہوں ۲ آپ فرما دیجئے کیا میں تلاش کروں

اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۭ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ

پروردگار غیر خدا او است پروردگار همه چیز و عمل نمیکند ہیچ کے

اللہ کے سوا (اور) رب اور وہی ہے ہر چیز کا رب اور عمل نہیں کرتا ہے کوئی شخص

اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ

مگر بر ذات خود و بر ندارد ہیچ بر دارنده بار دیگر را باز بسوے پروردگار شما

مگر اپنے اوپر نہیں اٹھائیگا کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کے بوجھ کو پھر تمہارے رب کی جانب

مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ وَهُوَ

رجوع شما باشد پس خبر دہد شما را آنچہ دراں اختلاف میکردید و او

تم سب کا لوٹنا ہے پس خبر دیگا تمہیں اسکی جس میں تم اختلاف کرتے تھے ۳ اور وہ

الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ

آنست کہ کرد شما را پادشاہان زمین و بلند کرد بعضے را

وہی ہے جس نے تمہیں زمین کا بادشاہ بنایا اور بعض کو بعض پر

فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ۭ اِنَّ

بالای بعضے در درجها تا بآزماید شما را در آنچہ داده ست شما را ہر آئنہ

درجوں میں بلند کیا تا کہ تمہیں آزمائے اس میں جو تمہیں عطا کیا ہے بیشک ۴

۱ جب اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ کفار ٹکڑوں میں بٹے ہوئے تھے تو اب حکم دے رہا ہے کہ آپ فرما دیجئے میری نماز اور دیگر عبادات سب اللہ رب العالمین کیلئے ہیں۔ یہاں صلوۃ سے مراد صلوۃ اللیل ہے، بعض نے کہا کہ صلوۃ العید ہے۔ نُسُکٌ نَسِيْكَةٌ کی جمع ہے اور ذبیحہ کو کہتے ہیں۔ یہی مذہب حضرت مجاہد، ضحاک، سعید بن جبیر وغیرہ کا ہے۔ اب اسکا مفہوم یہ ہوگا کہ حج اور عمرہ میں میرا ذبیحہ اللہ کیلئے ہے۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ نُسُكِيْ بمعنی دینی یعنی ''میرا دین'' حضرت زجاج کہتے ہیں کہ نُسُكِيْ بمعنی عبادتی یعنی ''میری عبادت'' ہے اسی سے الناسک ہے جو عبادت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے دوسرے لوگوں نے کہا کہ اس آیتِ کریمہ میں النسک جمیع اعمالِ بر اور طاعات پر مشتمل ہے۔ آپ کا یہ کہنا نَسَكَ فُلَانٌ نَاسِكٌ اِذَا تَعَبَّدَ یعنی فلاں نے عبادت کی۔ مَحْيَايَ یعنی میری حیات میں جو اعمال ہیں وہ سب اللہ رب العالمین کیلئے ہیں۔ وَمَمَاتِيْ یعنی اپنی وفات کے بعد جو میں نے وصیت کی ہے وہ بھی اللہ رب العالمین کیلئے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ میری حیات اور میری موت سب اسی کیلئے ہیں۔ (القرطبی)

۲ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ سے معلوم ہوتا ہے کہ اول مسلمان ہونا صرف آپ کیلئے ثابت ہوتا ہے جبکہ آپ سے پہلے بہت سارے انبیاء تشریف لا چکے تھے۔ اس کا تین طرح سے جواب دیا گیا ہے۔ پہلا طریقہ: آپ کیلئے اول خلق ہونا معاً ثابت ہے۔ حدیث ابو ہریرہ ﷛ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز آخرین و اولین ہونگے اور جنت میں سب سے پہلے ہم داخل ہونگے۔ حدیثِ حذیفہ ﷛ میں ہے کہ ہم اہل دنیا میں سے آخرین ہیں اور قیامت کے دن اولین ہونگے۔

دوسرا طریقہ: آپ سب سے اول اس لئے ہیں کہ خلق میں مقدم ہیں۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں خلقت میں اول نبی ہوں اور بعثت میں آخر نبی ہوں۔ تیسرا طریقہ: حضرت ابراہیم ﷵ کی ملت کو تسلیم کرنے والوں میں آپ سب سے اول ہیں۔ (القرطبی) ۳ مروی ہے کہ کفار نے نبی ﷺ سے کہا کہ اے محمد (ﷺ) ہمارے دین کی جانب لوٹ آئیے ہمارے معبودوں کی عبادت کیجئے، آپ جس پر ہیں اسے چھوڑ دیجئے ہم آپ کی کفالت ہر چیز میں کرینگے یعنی دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۔ یہ حصہ ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوا۔ وہ کہتا تھا کہ تم سب میرے راستے کی پیروی کرو میں تم سب کا بوجھ اٹھاؤنگا۔ بعض نے کہا کہ یہ آیت جاہلیت کے اس عقیدے کے رد میں نازل ہوئی کہ باپ کا مواخذہ بیٹے سے اور بیٹے کا مواخذہ باپ سے اور اسی طرح خلف کا مواخذہ پورے قبیلے سے کیا جاتا تھا۔ اس آیت میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد آخرت ہے کیونکہ وہاں کوئی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ (القرطبی) ۴ جاننا چاہئے کہ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ میں چند احتمالات ہیں (۱) حضرت محمد ﷺ چونکہ خاتم النبیین ہیں اس لئے ان کی امت کو تمام امتوں کا نائب بنایا (۲) ان میں سے بعض بعض کو نائب بنایا (۳) اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو روئے زمین پر اپنا نائب بنایا اور انھیں مالک بنا کر تصرف کا حق عطا فرمایا۔ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ یعنی شرف، عقل، مال، جاہ اور رزق میں فرق رکھا تا کہ اس فرق کے ذریعے ایک دوسرے کا امتحان ہو۔ واضح رہے کہ حقیقت امتحان اللہ تعالیٰ کیلئے محال ہے مگر یہ کہ اس سے مراد تکلیف ہے۔ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ چونکہ ہر آنے والا قریب ہوتا ہے اس لئے عقاب کو سرعت سے موصوف کیا۔ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ یعنی وہ گناہ کو معاف فرماتا ہے اور دنیا میں عیوب پر پردہ پوشی کرتا ہے اور آخرت میں مختلف قسم کی نعمتیں عطا فرمائیگا۔ یہ کلام اعذار، انذار، ترغیب اور ترہیب کی شرح میں بلیغ ہے جسکی جانب مزید اضافت کی ضرورت نہیں ہیں۔ (تفسیر کبیر)

رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ ۖ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٦٦﴾

پروردگار تو شتاب کننده عقوبت است و ہر آئنہ او آمرزندہ مہربان است

تمہارا رب جلد عذاب دینے والا ہے اور بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے

سُورَةُ الْأَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَتَانِ وَسِتُّ آيَاتٍ وَأَرْبَعٌ وَعِشْرُونَ رُكُوعًا

سورہ اعراف مکی ہے اور اس میں دو سو چھ آیات اور چوبیس رکوع ہیں [1]

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ ○

بنام خدای بخشایندہ مہربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والا مہربان (ہے)

الٓمٓصٓ ﴿١﴾ كِتَابٌ أُنزِلَ إِلَيْكَ فَلَا يَكُن فِي صَدْرِكَ

این کتابیست کہ فرو آوردہ شد بسوے تو پس باید کہ نباشد در سینہ تو

یہ ایک کتاب ہے جو آپکی جانب اتاری گئی پس چاہئے کہ نہ ہو آپکے سینے میں

حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنذِرَ بِهِ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿٢﴾ اتَّبِعُوا

ہیچ تنگی از تبلیغ او تا بیم کنی بآں و برائے پند مسلمانرا پیروی کنید

کوئی تنگی اسکی تبلیغ سے، تاکہ تم اسکے ذریعے (میرے عذاب سے) ڈراؤ اور مسلمانوں کیلئے نصیحت ہے [2] پیروی کرو

مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ

آنرا کہ فرود آوردہ شد بسوے شما از جانب پروردگار شما و پیروی مکنید بجز وی

اسکی جو آپکی جانب اتارا گیا تمہارے رب کے پاس سے اور پیروی نہ کرو اسکے سوا

أَوْلِيَاءَ ۗ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿٣﴾ وَكَم مِّن قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا

دوستانرا اندکے پند می پذیرید بسیار دیہ کہ ہلاک کردیمش

اور دوستوں کی، بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو [3] اور بہت سی بستیاں ہیں کہ ہم نے اسے ہلاک کر دیا

تفسیر اظہار العرفان

[1] سورہ اعراف مکی ہے سوائے پانچ آیات کے یعنی وَاسْأَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ سے وَقَطَّعْنَاهُمُ تک۔ اس میں ۱۴۲۱۰ حروف اور ۳۳۲۵ کلمات ہیں۔ (غرائب القرآن) یہ پہلی صورت ہے جو انبیائے کرام علیہم السلام کے واقعات کی تفصیل کے سلسلے میں نازل ہوئی' اس سورت میں لوگوں کے تین گروہ کا بیان بھی ہے۔ اصحابِ جنہ یعنی مؤمنین' اصحاب نار یعنی کافرین اور اصحاب اعراف۔ اس سورت کا اختتام اللہ تعالیٰ کی توحید کے اثبات پر ہے اور اس پر تنبیہ ہے کہ جن بتوں کو یہ لوگ پوجتے ہیں وہ نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر)

[2] خلقِ قرآن کے قائلین اس آیت سے دلیل قائم کرتے ہیں کہ قرآن مخلوق ہے اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو مُنْزَلٌ سے موصوف فرمایا ہے اور اِنْزَال ایک حال سے دوسرے حال کی جانب انتقال کا تقاضا کرتا ہے اور یہ قدیم کے لائق نہیں ہے پس یہ محدث کی دلیل ہے۔ اہل سنت اسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ اِنْزال اور تنزیل سے کتاب کو علی سبیل المجاز موصوف فرمایا ہے اور یہ ان حروف کی صفت ہے اور حروف کے محدث اور مخلوق ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس آیتِ کریمہ سے وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کیلئے مکان کے قائل ہیں دلیل قائم کرتے ہیں۔ انکا کہنا ہے کہ کلمہ "مِن" ابتدائے غایت کیلئے ہے اور کلمہ "الی" انتہائے غایت کیلئے، پس اللہ تعالیٰ کا فرمان اُنْزِلَ الْكِتَابَ مسافت کی ابتدا کا تقاضا کرتا ہے کیونکہ جب غایتِ مسافت حضرت محمد ﷺ ہیں تو ابتدائے مسافت اللہ تعالیٰ ہوگا۔ اہل سنت اسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ جب دلائلِ قاہرہ سے اللہ تعالیٰ کیلئے مکان اور جہت محال ہے تو واجب ہے کہ ان جیسے کلمات کی تاویل کی جائے تا کہ اللہ تعالیٰ کیلئے مکان ثابت نہ ہو، اسکی تاویل یہ ہوگی فرشتہ اسے علُوّ سے اسفل کی جانب لیکر آئے۔ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ مُصَدِّقِيْنَ کیلئے مواعظ ہے۔ یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ ذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ کیوں کہا گیا ہے۔ جواب: یہ قول اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ۔ اس باب میں بحث، عقلی یہ ہے کہ نفوسِ بشریہ کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم: نفوسِ بلیدہ جاہلہ جو اللہ تعالیٰ سے دور ہیں' لذاتِ جسمانیہ اور شہواتِ جسدانیہ میں غرق ہیں۔ دوسری قسم: نفوسِ شریفہ جو انوارِ الٰہی سے مشرقہ اور حوادثِ روحانیہ سے مستعدہ ہیں۔ انبیاء اور رسل کی بعثت قسم اول کے حق میں انذار اور تخویف ہے اس لئے کہ جب وہ لوگ نوم غفلت اور قدرتِ جہالت میں پڑے ہیں تو ضرورت ہوئی کہ انھیں ان غفلت سے بیدار کیا جائے۔ قسم ثانی کے حق میں تذکیر و تعریف ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے نفوس کے حق میں وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ فرمایا۔ (تفسیر کبیر)

[3] جاننا چاہئے کہ امرِ رسالت کو مُرْسِل مکمل کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے' مُرْسَل اور وہ رسول ہیں اور مُرْسَل اِلَيْهِ وہ امت ہے پس جب پہلی آیت میں رسول کو قلبِ قوی کے ساتھ تبلیغ اور انذار کا حکم دیا تو اب اس آیت میں امت کو رسول کی پیروی کا حکم دیا جا رہا ہے۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ اسکا مفہوم یہ ہے کہ اے ابن آدم! میں نے تمہیں کتاب اور سنتِ رسول کی پیروی کا حکم دیا ہے۔ اس لئے کہ اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ میں قرآن و سنت دونوں شامل ہیں۔ یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ قرآن ہمارے نبی ﷺ پر نازل ہوا اس اعتبار سے اُنْزِلَ اِلَيْكَ ہونا چاہئے نہ کہ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ۔ جواب: چونکہ قرآن کل کی ہدایت کیلئے ہے اس اعتبار سے یہاں کل سے خطاب ہے۔ واضح رہے کہ اس آیت کریمہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عمومِ قرآن کی تخصیص قیاس سے جائز نہیں ہے اس لئے عمومِ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی پیروی واجب ہے اس لئے قرآن کے عموم پر عمل کرنا واجب ہوگا قیاس کو چھوڑ دیا جائیگا۔ (تفسیر کبیر)

فَجَآءَهَا بَأْسُنَا بَيَاتًا اَوْهُمْ قَآئِلُوْنَ ﴿٤﴾ فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ

پس آمد بوے عقوبت ما و ایشاں شبانگاہ آرمیدہ بودند یا ایشاں در خواب نیمروز بودند پس نبود قول ایشاں

پس انکے پاس ہمارا عذاب آیا اور وہ سب رات کے وقت آرام میں تھے یا یہ لوگ دو پہر کی نیند میں تھے ۱ انکا قول نہیں

اِذْ جَآءَهُمْ بَأْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٥﴾ فَلَنَسْئَلَنَّ

چوں بیاید بدیشاں عقوبت ما الا آنکہ گفتند ہر آئنہ ما ستمگار بودیم البتہ سوال خواہیم کرد

تھا جب انکے پاس ہمارا عذاب آیا مگر انہوں نے کہا بیشک ہم ظلم کرنے والے تھے ۲ ضرور ہم سوال کرینگے

الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٦﴾ فَلَنَقُصَّنَّ

امتاں را کہ پیغامبر فرستادہ شد بسوئے ایشاں و البتہ سوال خواہیم کرد پیغامبران را پس البتہ بیاں خواہم کرد

ان امتوں سے جنکی جانب پیغمبر بھیجے گئے اور ضرور ہم سوال کرینگے پیغمبروں سے ۳ پس ہم ضرور بیان کرینگے

عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ﴿٧﴾ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ

بحضور ایشاں بدانش و نبودیم غائب و سنجیدن اعمال آنروز بود

انکے سامنے علم سے اور ہم غائب نہ تھے ۴ اور اعمال کا تولنا انصاف سے اس روز

اِلْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٨﴾

نیست پس ہر کہ گراں شد پلۂ نیکہائے او پس ایشانند رستگار

حق ہے پس جس کیلئے بھاری ہو گا اسکی نیکیوں کا پلۂ تو یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں ۵

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا

و ہر کہ سبک شد پلہ نیکہائے او پس آں جماعت آنانند کہ زیاں کردند

اور جس کیلئے ہلکا ہو اس کے نیکیوں کا پلہ تو یہی وہ جماعت ہے جنہوں نے نقصان کیا

اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ﴿٩﴾ وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ

در حق خویشتن بسبب آنکہ بآیات ما انکار میکردند و ہر آئنہ استقرار دادیم شما را

اپنے حق میں اس سبب سے کہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے ۶ اور بیشک ہم نے تمہیں قرار دیا

تفسیر اظہار العرفان

۱ جب پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کو انذار اور تبلیغ کا حکم دیا اور قوم کو قبول کرنے کا حکم دیا گیا تو اب اس آیت میں انکی پیروی نہ کرنے پر وعید بیان ہورہی ہے۔(تفسیر کبیر)

۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ جب ہمارا عذاب آجائے تو ان کا گریہ و زاری کرنا نہیں ہے مگر یہ کہنا کہ ہم ظالم تھے یعنی وہ سب شرک کا اعتراف کرینگے۔ ابن الانباری کہتے ہیں کہ وہ سب اپنے ظلم کا اعتراف کرینگے۔(تفسیر کبیر)

۳ ابن مبارک، وہب سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے روز حضرت اسرافیل علیہ السلام کو بلایا جائیگا تو وہ کانپتے ہوئے آئیں گے ان سے کہا جائیگا کہ جو لوح تمہیں دی گئی تھی تم نے کیا کیا۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام عرض کرینگے میں نے اسے جبرائیل تک پہنچادیا تھا پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام بلائے جائینگے تو آپ بھی کانپتے ہوئے آئیں گے ان سے کہا جائیگا کہ جو لوح اسرافیل نے تمہیں دی تھی تم نے کیا کیا۔ عرض کرینگے میں نے اسے رسولوں تک پہنچادیا، پھر رسل بلائے جائینگے اور ان سے بھی یہی سوال ہوگا تو عرض کرینگے ہم نے اسے لوگوں تک پہنچادیا ہے اور یہی مطلب اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا ہے۔ فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ عَلَيْهِمُ الخ ۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ تم سے میرے متعلق سوال کیا جائیگا تو کیا تم سب میری تبلیغ کا اقرار کرو گے، صحابہ عرض گذار ہوئے کہ بیشک ہم گواہی دینگے کہ آپ نے اللہ کا پیغام ہم تک پہنچایا اور ہمیں آپ نے نصیحت فرمائی، یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے کہا کہ اے اللہ تو اس پر گواہ ہو جا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ لوگوں سے پوچھے گا تم نے مرسلین کو کیا جواب دیا اور مرسلین سے ان کی تبلیغ کے بارے میں سوال فرمائیگا۔(مظہری) ۴ جب رسول قیامت کے روز اللہ کے حضور لَا عِلْمَ لَنَا عرض کرینگے تو اللہ تعالیٰ رسولوں اور امتیوں کا قصہ بیان فرمائیگا۔ وَمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ یعنی رسولوں کی تبلیغ اور امت نے جو جواب دیا ہم سے غائب نہیں تھے۔(مظہری) ۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میزان کیلئے ایک زبان اور دو ہتھیلی ہے۔ واضح رہے کہ کیفیت وزن پر اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ صحائف اعمال وزن کئے جائینگے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے قیامت کے روز موازین رکھی جائینگی پھر ایک شخص کو لایا جائیگا اور میزان کی ہتھیلی پر جو اس نے کیا ہوگا اسکی کتاب رکھ دی جائیگی پس جب میزان ہلکی ہو جائیگی تو اسے جہنم میں بھیجا جائیگا پھر اچانک اسکے پیچھے سے آواز آئیگی کہ اسے لے جانے میں جلدی نہ کرو۔ ابھی اس کے نامۂ اعمال سے کچھ باقی ہے پھر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ورد کے اعمال کو میزان پر رکھ دیا جائیگا تو میزان جھک جائیگی۔ بعض نے کہا کہ اشخاص کو میزان پر رکھے جائینگے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے روز انتہائی فربہ آدمی کو لایا جائیگا تو میزان جھک جائیگی۔ بعض نے کہا کہ اس کا وزن مکھی کے ایک پر سے زیادہ نہ ہوگا پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا: بعض نے کہا کہ نفس اعمال تولے جائینگے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو کلمے جو زبان پر خفیف ہیں لیکن میزان پر ثقیل ہیں اور رحمٰن کے پاس حبیب ہیں اور وہ یہ ہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز علماء کے قلم کی سیاہی اور شہداء کے خون تولے جائینگے تو علماء کے قلم کی سیاہی شہداء کے خون پر غالب آجائے گی۔(مظہری) ۶ یعنی فطرت سلیمہ جس پر انسان کو پیدا کیا گیا اسے ضائع کر کے نقصان والا ہوگیا۔ یہ لوگ تصدیق کی بجائے تکذیب کو اپنا شعار بناتے ہیں۔(بیضاوی)

فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ۭ قَلِيْلًا مَّا
در زمین و پیدا کردیم برائے شما در آنجا اسباب معیشت اندکی
زمین میں اور ہم نے تمہارے لئے اس جگہ معیشت کے اسباب پیدا کئے بہت کم
تَشْكُرُوْنَ ۝۱۰ وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا
میکنید شکر و ہر آئنہ آفریدیم شما را باز صورت بستیم شما را باز گفتیم
تم شکر کرتے ہو۱ اور بیشک ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہاری صورت بنائی پھر ہم نے فرمایا
لِلْمَلٰۗىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ڰ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ لَمْ يَكُنْ
بفرشتگان سجدہ کنید آدم را پس سجدہ کردند مگر ابلیس نبود
فرشتوں سے سجدہ کرو آدم کو پس انہوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے وہ نہ ہوا
مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝۱۱ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ۭ
از سجدہ کنندگان گفت خدا چہ چیز منع کرد ترا از آنکہ سجدہ کنی وقتیکہ امر کردم ترا
سجدہ کرنے والوں میں سے۲ فرمایا اللہ نے کس چیز نے منع کیا تجھے اس سے کہ تو سجدہ کرتا جب میں نے تمہیں حکم دیا
قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ
گفت من بہترم ازو آفریدی مرا از آتش و آفریدی او را از
کہا (شیطان نے) میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور تو نے اسے
طِيْنٍ ۝۱۲ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ
گل گفت فرود رو از آسمان زیرا کہ لایق نیست ترا کہ سرکشی کنی
مٹی سے پیدا کیا۳ فرمایا (اللہ نے) اتر جاؤ آسمان سے اس لئے کہ لائق نہیں ہے تجھے کہ تو سرکشی کرے
فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝۱۳ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى
دراں پس بیروں رو ہر آئنہ تو از خوار شوندگانی گفت بار خدایا مہلت دہ مرا تا
اس میں؛ پس باہر ہو جاؤ بیشک تو خوار ہونے والوں سے ہو گیا۴ کہا (شیطان نے) اے اللہ مجھے مہلت دے

۱ یعنی ہم نے تمہارے لئے زمین کو قرار اور بچھونا بنایا اور اس زمین میں تمہارے لئے اسباب معیشت پیدا کئے۔ مَعَایِش، مَعِیْشَۃٌ کی جمع ہے۔ حضرت زجاج کہتے ہیں کہ معیشت وہ ہے جو زندگی کی جانب پہنچائے۔ (القرطبی)

۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اسکا مفہوم یہ ہے کہ ہم نے تمہارے اصول اور تمہارے آباء کو پیدا کیا پھر ہم نے تمہاری تصویر تمہاری ماؤں کے ارحام میں بنائی۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ جمع کا لفظ اس لئے ذکر کیا کہ آپ ابوالبشر ہیں؛ پس اللہ تعالیٰ نے انھیں پیدا کیا پھر تمہاری صورت آدم علیہ السلام کی پیٹھ سے نکالی۔ حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اصلاب رجال میں ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر ارحام نساء میں تمہاری تصویر بنائی۔ یمان کہتے ہیں کہ انسان کو رحم میں پیدا کیا پھر اسکی تصویر بنائی تو شق ہو کر کان، آنکھ اور اسکی انگلی بنی۔ (مظہری)

۳ شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا اور اپنے آپ کو ان سے بہتر بتایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اول جس نے قیاس کیا وہ ابلیس ہے پس اس نے قیاس میں خطا کی۔ پس جو کوئی دین میں اپنی رائے سے قیاس کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ابلیس کا ساتھی بنائیگا۔ حضرت ابن سیرین کہتے ہیں کہ سورج کی عبادت قیاس ہی سے شروع کی گئی ہے۔ میں [قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ] کہتا ہوں کہ یہ دو اقوال ابطالِ قیاس کیلئے نہیں ہو سکتے ہیں بلکہ اسے قیاس کیلئے استعمال کرنا خطا ہے اس لئے کہ شیطان نے نص کے مقابلے میں قیاس کیا اس لئے ارشاد ہے کہ جو شخص دین میں اپنی رائے سے قیاس کرے یعنی نصوص واردہ کے خلاف قیاس کرے اور شیطان کا قیاس اس لئے بھی باطل ہے کہ فضل اور خیریت کی تعلیل اضاعت اور استعلاء سے باطل ہے اس لئے کہ فضل تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے پس جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو فضیلت دی تو شیطان اپنی فضیلت پر قیاس کرنے لگ گیا۔ حکماء کہتے ہیں کہ مٹی کو آگ پر چند وجوہ سے فضیلت حاصل ہے (۱) مٹی کے جوہر میں رزانت، وقار، حلم اور صبر پائے جاتے ہیں جبکہ آگ کے جوہر میں خفت، طیش، حدت اور ارتفاع پائے جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ مٹی حضرت آدم علیہ السلام کو توبہ، تواضع اور تضرع کی جانب لے گئی اور آگ شیطان کو تکبر اور اصرار کی جانب لے گئی (۲) مٹی جمیع اشیاء کیلئے سبب ہے جبکہ آگ تفرقہ اشیاء کیلئے سبب ہے (۳) مٹی حیاتِ نبات کیلئے سبب ہے اور آگ نبات کی ہلاکت کیلئے سبب ہے۔ سوال: جب خطائی الاجتہاد معاف ہے تو شیطان کو مردود کیوں کہا گیا؟ جواب: خطائی الاجتہاد اس وقت معاف ہے جب حق کی طلب کیلئے ہو کیا آپ نہیں دیکھتے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے قیاس کر کے کہا کہ اے اللہ! یہ لوگ زمین میں فساد کرینگے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے اس قیاس کو جو انھوں نے حضرت آدم علیہ السلام سے قبل کی مخلوق پر کیا تھا رد کرتے ہوئے فرمایا اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ اس قیاس پر فرشتوں کی مذمت نہیں کی گئی جبکہ شیطان بغاوت کے طور پر کر رہا تھا اس لئے یہاں خطائی الاجتہاد پر مردود قرار دیا گیا۔ (مظہری) ۴ یعنی تیرے لائق نہیں ہے کہ تکبر کرے۔ اس میں تنبیہ ہے کہ اہل جنت کیلئے لائق نہیں ہے کہ وہ تکبر کرے اس لئے کہ یہ اَلْکِبْرُ الْمُتَعَالِیْ کے خصائص میں سے ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کیلئے تواضع کریگا تو اللہ تعالیٰ اسے بلند فرمائیگا۔ پس وہ اپنی نظر میں صغیر ہوگا لیکن لوگوں کی نظر میں عظیم ہوگا اور جو تکبر کریگا تو اللہ تعالیٰ سے لوگوں کی نظر میں صغیر کریگا اور اسکی نظر میں کبیر کریگا یہاں تک کہ وہ کلب اور خنزیر سے بھی زیادہ ذلیل ہوگا۔ (مظہری)

يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝١٤ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝١٥ قَالَ فَبِمَآ

روزی کہ آدمیاں بر انگیختہ شوند گفت ہر آئنہ تو از مہلت دادہ شد گانی گفت سبب آنکہ

اس روز تک کہ لوگوں کو اٹھایا جائے [۱] فرمایا (اللہ نے) بیشک تو مہلت دیئے ہوئے میں سے ہے [۲] پس جس سبب سے

اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝١٦ ثُمَّ

مرا گمراہ کردی البتہ بنشیم برائے آدمیاں براہ راست تو پس

کہ مجھے تو نے گمراہ کیا ضرور میں بیٹھونگا لوگوں کیلئے تیرے سیدھے راستے پر [۳] پھر

لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ

البتہ بیایم بایشاں از پیش ایشاں و از پس پشت ایشاں و از جانب راست ایشاں

ضرور میں آؤنگا ان کے پاس انکے سامنے اور انکے پیچھے سے اور انکے سیدھے جانب سے

وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ۝١٧ قَالَ اخْرُجْ

و از جانب چپ ایشاں و نیابی اکثر ایشاں شکر گذار گفت بیروں رو

اور انکے الٹے جانب سے، اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گذار نہیں پائیگا [۴] فرمایا (اللہ نے) باہر نکل جا

مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ

از آسمان نکوہیدہ راندہ شدہ بخدا ہر کہ پیروی کند ترا از آدمیان البتہ پر کنیم

آسمان سے ملامت کیا ہوا، اللہ سے دور کیا ہوا، جو کوئی تیری پیروی کرے لوگوں میں سے تو ضرور میں بھر دونگا

جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝١٨ وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ

دوزخ را از شما ہمہ یکجا و گفتیم اے آدم ساکن شو تو و زن تو در بہشت

دوزخ کو تم سب سے [۵] اور ہم نے فرمایا اے آدم تو رہ اور تیری بیوی جنت میں

الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ

پس بخورید ہر جا کہ خواہید و نزدیک مشو بایں درخت کہ خواہید

پس کھاؤ جس جگہ سے تم چاہو اور نزدیک نہ ہونا اس درخت کے ورنہ ہو جاؤ گے

تفسیر اظہار العرفان

[۱] ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے اس وقت تک کی مہلت مانگی جب لوگ آخری صور میں اپنی اپنی قبروں سے نکلیں گے۔ (مظہری)

[۲] یہ پہلی آیت کے جواب میں ہے یعنی تجھے مہلت پہلے صور تک ہے یا اس وقت تک کہ علمِ باری تعالیٰ میں اس کی اجل کی انتہا ہو۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ اجابتِ دعا اہل اسلام اور اہل اطاعت کیلئے خاص نہیں ہے اور یہ آیت یہ بھی دلالت کرتی ہے کہ جس کی دعا قبول ہو جاتی ہو ضروری نہیں کہ وہ مقبولین میں سے ہو بلکہ کبھی استدراج ہوتا۔ (مظہری)

[۳] یعنی سیدھے راستے سے روکنے کیلئے میں ان کے ساتھ مکروفریب کرونگا اور باطل ان کے دلوں میں مزین کردونگا یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو جائیں گے جیسے میں ہلاک ہوا، یا جیسے میں گمراہ ہوا وہ بھی گمراہ ہو جائیں گے، یا وہ سب نقصان اٹھانے والے ہو جائیں جیسے میں ہو گیا ہوں۔ (القرطبی)

[۴] یعنی جمیع جہات سے، جس جانب سے بھی ان کو بہکانا ممکن ہو۔ واضح رہے کہ اس آیت میں چار جہات کا تذکرہ ہے لیکن فَوْقَ اور تَحْتَ یعنی اوپر اور نیچے کا تذکرہ نہیں ہے۔ فَوْقَ کا تذکرہ اس لئے نہیں ہے کہ اوپر سے رحمت نازل ہوتی ہے اور تَحْتَ کا تذکرہ اس لئے نہیں کیا کہ نیچے سے وحشت آتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ کا مفہوم یہ ہے کہ میں انھیں آخرت کے معاملے میں شک میں ڈالونگا، وَمِنْ خَلْفِهِمْ کا مفہوم یہ ہے کہ دنیا کے معاملے میں انھیں بہکاؤنگا اور دنیا کی چاہت ان کے دلوں میں ڈالوں گا، وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ کا مفہوم یہ ہے کہ دین کے معاملے میں شبہ میں ڈالوں گا اور وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ کا مفہوم یہ ہے کہ ان کے دلوں میں گناہوں کے خواہشات ڈالوں گا، پھر کہا کہ میں ابن آدم کے پاس ہر جانب سے آؤں گا سوائے اس کے اوپر، کیونکہ میں تمہارے اور اور اللہ کی رحمت کے درمیان حائل ہونے کی طاقت نہیں رکھتا ہوں۔ (مظہری) حکمائے اسلام اس چار جہات کے بارے میں کہتے ہیں کہ بدن انسانی میں چار قوتیں ہیں جو سعادت روحانیہ کی موجب ہیں (۱) قوتِ خالیہ: اس قوت میں محسوسات کی مثل اور اس کی صورتیں جمع ہوتی ہیں اور یہ قوت دماغ کے بطنِ مقدم میں ہے۔ محسوسات کی قوتیں سامنے کی جانب آتی ہیں اس لئے اس کی جانب مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سے اشارہ کیا گیا ہے۔ (۲) قوتِ وہمیہ: یہ وہ قوت ہے جو غیر محسوسات میں محسوسات کیلئے احکامِ مناسبہ کا حکم صادر کرتی ہے اور یہ قوت دماغ کے بطنِ مؤخر میں ہے اس لئے اس کی جانب وَمِنْ خَلْفِهِمْ سے اشارہ کیا گیا ہے۔ (۳) قوتِ شہوانیہ: یہ قوت کلیجی میں ہوتی ہے اور یہ بدنِ انسان میں سیدھے جانب ہوتی ہے (۴) قوتِ غضب: یہ قوت پیٹ کے بائیں جانب ہوتی ہے پس یہ چار قوتیں جس طرح سعادتِ روحانیہ پیدا کرنے کا موجب ہیں اس طرح زوالِ سعادتِ روحانیہ کا بھی موجب ہیں اس لئے شیطان ان قوتوں پر حملہ کرتا ہے۔ اس آیت کے بیان کا مقصد یہ ہے کہ شیطان وسوسہ ڈالنے میں مبالغہ کرتا ہے اور جس طرح بھی ممکن ہو سکے وہ تمہیں گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بیشک شیطان ابن آدم کو بہکانے کیلئے اسلام کے راستے میں بیٹھتا ہے۔ (تفسیر کبیر) [۵] جاننا چاہئے کہ جب شیطان نے اللہ تعالیٰ سے افساد کا وعدہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا بھی وعدہ ہے کہ میں تم سے اور جو لوگ تمہاری پیروی کریں گے جہنم میں بھر دونگا۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ جمیع اصحابِ بدعت اور ضلالات جہنم میں داخل ہونگے اس لئے کہ وہ ابلیس کے پیروکار ہیں۔ (تفسیر کبیر)

الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِينَ ﴿١٩﴾ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ

شد از ستمگاران پس وسوسہ داد ایشانرا شیطان

ستمگاروں سے [1] پس وسوسہ ڈالا ان کو شیطان نے

لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا

تا آشکارا گرداند برائے ایشاں آنچہ پوشیدہ بود از نظر ایشاں از شرمگاہ ایشاں و گفت

تا کہ ظاہر کر دے ان کیلئے جو پوشیدہ تھی ان کی نظر سے انکی شرمگاہ اور کہا

نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُونَا مَلَكَيْنِ

منع نکرد است شما را پروردگار شما ازیں درخت مگر برائے احتیاط از آنکہ شوید دو فرشتہ

منع نہیں کیا ہے تمہیں تمہارے رب نے اس درخت سے مگر احتیاط کیلئے اس لئے کہ تم ہو جاؤ گے دو فرشتے

اَوْ تَكُونَا مِنَ الْخٰلِدِينَ ﴿٢٠﴾ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِينَ ﴿٢١﴾

یا شوید از جاوید باشندگان و قسم داد برائے ایشاں کہ از نصیحت کنندگانم

یا ہو جاؤ ہمیشہ رہنے والوں سے [2] اور ان دونوں کو قسم دی کہ میں تم دونوں کو نصیحت کرنے والا ہوں [3] پس نیچے کی جانب

فَدَلّٰهُمَا بِغُرُورٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا

پس بسوے پستی انداخت ایشانرا بفریب دادن پس چوں چشیدند آں درخت ظاہر شد ایشانرا شرمگاہ ایشاں

اتار انھیں فریب دیکر پس جب ان دونوں نے چکھا اس درخت سے تو ظاہر ہوئی ان پر انکی شرمگاہ

وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ط وَنَادٰهُمَا

و شروع کردند کہ برگی بر بالائے بر می چسپانیدند بر خویش از بزرگدرختان بہشت و ندا کرد ایشانرا

اور اپنے پہلو کے اوپر پتے چسپا کرنے لگے جنت کے بڑے درختوں سے اور ندا کی انھیں انکے رب نے کیا

رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ

پروردگار ایشاں آیا منع نکردہ بودیم شما را ازیں درخت و نگفتہ بودم بشما کہ ہر آئنہ شما را شیطان

ہم نے تمہیں منع نہیں کیا تھا اس درخت کے (قریب نہ جانا) اور نہیں کہا تھا تم سے کہ بیشک تمہارے لئے شیطان

[1] ابلیس کو آسمان سے اس کی جگہ سے نکالنے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام سے خطاب کیا گیا اور انھیں حکم دیا گیا کہ تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو۔ (القرطبی) یہ آیتِ کریمہ دس مسائل پر مشتمل ہے (١) اُسْكُنْ امر تعبدی ہے یا امر اباحت (٢) حضرت آدم علیہ السلام کی زوجہ حضرت حواء ہیں اس لئے ضروری تھا کہ ان کی کیفیت تخلیق بیان کی جائے (٣) یہاں جنت کا ذکر ہے وہ جنتِ خلد ہے یا آسمان کی جنتوں میں سے ایک ہے (٤) فَكُلَا، میں امر اباحت کیلئے ہے نہ کہ امرِ تکلیف ہے (٥) وَلَا تَقْرَبَا میں نہی تنزیہی ہے یا تحریمی (٦) هٰذِهِ الشَّجَرَةَ ۔اس درخت سے مراد معین درخت ہے یا نوع (٧) یہاں جس درخت کا ذکر ہے وہ کون سا درخت ہے (٨) خطائے آدم ذنب صغیر ہے یا ذنب کبیر (٩) فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِينَ کیا یہ ٹکڑا دلالت کرتا ہے کہ وہ ظالمین میں سے ہو گئے (١٠) یہ واقعہ حضرت آدم علیہ السلام کی نبوت سے پہلے کا ہے یا بعد کا' پس یہ دس مسائل ہیں جن کی تفصیل اور تقریر سورہ بقرہ میں گذر چکی ہے اس لئے یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر)

[2] یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت میں تھے اور ابلیس اس سے باہر تھا پھر وسوسہ کیسے ڈالا؟ جواب: حضرت حسن فرماتے ہیں کہ وہ زمین سے آسمان تک اور جنت تک قوتِ فوقیہ سے وسوسہ ڈالتا تھا۔ ابو مسلم اصفہانی کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس دونوں جنت میں تھے اس لئے کہ یہ جنت زمین کے جنتوں میں سے بعض جنت ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواء جنت کے دروازے کے پاس آجاتے تھے اور شیطان خارج جنت دروازے کے پاس کھڑا ہوتا تھا اس بناء پر ایک دوسرے کے قریب ہو جاتے تھے اور اس طرح وسوسہ ڈالنے میں کامیاب ہو جاتا تھا۔ لِيُبْدِيَ لَهُمَا ۔اس میں دو وجہیں ہیں (١) مقامِ عورت کا ظاہر ہونا سقوطِ حرمت اور زوال جاہ سے کنایہ ہے اب مفہوم یہ ہوگا کہ وسوسہ ڈالنے کی غرض یہ تھی حضرت آدم علیہ السلام سے انکی حرمت زائل ہو جائے اور ان کا منصب ختم ہو جائے (٢) شاید انھوں نے لوح محفوظ میں دیکھا یا بعض ملائکہ سے سنا کہ جب وہ درخت سے کھائیں گے تو ان کا مقامِ عورت ظاہر ہو جائیگا اور یہ نہایتِ ضرر اور سقوطِ حرمت پر دلالت کرتا ہے۔ اَلسَّوْاٰةُ مرد اور عورت کی شرمگاہ کو کہتے ہیں اور وہ اس لئے کہ انسان اسے ظاہر کرنے کو برا سمجھتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ گویا کہ ان دونوں کو کپڑے پہنائے گئے تا کہ ستر ہو جائے پس جب نافرمانی کی تو کپڑے زائل ہو گئے۔ یہ آیتِ کریمہ دلالت کرتی ہے کہ کشفِ عورت منکرات میں سے ہے۔ (تفسیر کبیر) اِلَّآ اَنْ تَكُونَا مَلَكَيْنِ ۔اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو صورتوں' پروں اور کرامت میں فضیلت دی اور ان کے غیر نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں طاعت اور ترکِ معصیت میں فضیلت دی پس اس لئے ہر شے میں تفضل واقع ہو گی۔ ابن فورک کہتے ہیں کہ اس آیت میں [تفضلِ ملائکہ کیلئے] دلیل نہیں ہے اس لئے کہ اس میں یہ احتمال ہے کہ مَلَكَيْنِ سے مراد ہو کہ ان دونوں کیلئے ملائکہ کی طرح کھانے میں چاہت نہ ہو۔ حضرت ابن عباس' زجاج اور کثیر علماء نے ملائکہ پر مؤمنین کی تفضیل اختیار کی ہے۔ کلبی کہتے ہیں کہ مؤمنین کو کل خلائق پر فضیلت حاصل ہے سوائے ملائکہ میں سے چند کے یعنی جبریل' میکائیل' اسرافیل اور ملک الموت۔ اس لئے کہ یہ چار جملہ رسل اللہ میں سے ہیں۔ (القرطبی) [3] حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ شیطان نے ان دونوں کو اللہ کی قسم دے کر دھوکے میں ڈالا اور کبھی مؤمن کو اللہ کی قسم کھا کر بہکاتا ہے۔ شیطان نے کہا کہ میں تم دونوں سے بہت پہلے پیدا ہوا اور میں تم دونوں سے زیادہ جانتا ہوں اس لئے میری پیروی کرو۔ واضح رہے کہ ابلیس وہ ہے جس نے سب سے پہلے جھوٹی قسم کھائی۔ (مظہری)

لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿۲۲﴾ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ

دشمن آشکاراست گفتند اے پروردگار ما ستم کردیم بر خویش و اگر نیا مرزی ما را

کھلا دشمن ہے[1] عرض کی اے ہمارے رب! ہم نے ظلم کیا اپنے اوپر اور اگر تو نہ بخشے ہمیں

لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿۲۳﴾ قَالَ اهْبِطُوا

و مہربانی نکنی بر ما البتہ از زیانکاران باشیم گفت خدا فرو روید

اور ہم پر مہربانی نہ فرمائے تو ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہونگے[2] اللہ نے فرمایا اترو

بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۖ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَ

بعض شما بعض را دشمن خواہد بود و شما را زمین استقرار و

تمہارا بعض، بعض کا دشمن ہو گا اور تمہارے لئے زمین میں ٹھہرنا اور

مَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿۲۴﴾ قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا

بہرہ مندی باشد تا وقتے معین گفت خدا در زمین زندگانی خواہید کرد در آنجا خواہید مرد از آنجا

فائدہ حاصل کرنا ایک وقت تک ہوگا[3] اللہ نے فرمایا زمین میں تم جیو گے اور اسی میں مرو گے اور اسی میں سے

تُخْرَجُونَ ﴿۲۵﴾ يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي

بیروں آوردہ شوید اے فرزندانِ آدم ہر آئنہ ما فرود آوردیم بر شما لباسی کہ بپوشد

نکالے جاؤ گے[4] اے فرزندانِ آدم! بیشک ہم نے اتارا تم پر لباس تا کہ چھپائے

سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا ۖ وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ ۚ ذَٰلِكَ

شرمگاہ شما را و فرود آوردیم جامہای زینت را و لباس پرہیزگاری وی از ہمہ بہتر است ایں

تمہاری شرمگاہ کو اور ہم نے اتارے کپڑے زینت کیلئے اور پرہیزگاری کا لباس وہ ان تمام سے بہتر ہے یہ

مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿۲۶﴾ يَا بَنِي آدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ

از نشانہائے خدا است تا ایشاں پند پذیر شوند اے فرزندان آدم گمراہ نکند شما را

اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تا کہ نصیحت حاصل کریں[5] اے فرزندانِ آدم! گمراہ نہ کرے تمہیں

[1] وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ ان دونوں کا لباس نور کا تھا۔۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حواء کا لباس ناخنوں کی طرح تھا پس جب ان دونوں نے درخت سے کھایا تو ان کے جسم پر وہ لباس باقی نہ رہا سوائے ناخن کی مثل۔ زجاج کہتے ہیں کہ وہ دونوں اپنے جسم پر پتے ڈالنے لگے تا کہ اپنی شرمگاہ کو چھپا سکیں۔ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کافی طویل تھے گویا کہ کھجور کا لمبا درخت۔ سر کا بال لمبا تھا پس جب خطا واقع ہوئی تو ان کیلئے انکی شرمگاہ ظاہر ہوگئی انکے علاوہ کوئی اور نہ دیکھ سکتا تھا پس آپ دوڑ کر جنت میں بھاگے تو جنت کے درختوں میں سے ایک درخت حائل ہوا پھر اسے اپنے بالوں سے چھپایا اور عرض کی الہٰی [لباس] میری جانب بھیج۔ جواب آیا تمہارے لئے نہیں بھیجا جائیگا پھر انکے رب نے ان سے فرمایا اے آدم! کیا تم مجھ سے فرار ہوتے ہو۔ عرض کی نہیں اے میرے رب! لیکن میں تجھ سے حیا کرتا ہوں۔ محمد بن قیس کہتے ہیں کہ انکے رب نے ندا کی اے آدم تو نے اس درخت سے کیوں کھایا حالانکہ میں نے تمہیں منع کیا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام عرض کرتے ہیں کہ اے میرے رب! مجھے حواء نے کھلایا۔ حضرت حواء سے پوچھا گیا کہ تو نے کیوں کھلایا تو وہ عرض کرنے لگیں کہ مجھے سانپ نے حکم دیا۔ سانپ سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ مجھے ابلیس نے حکم دیا پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے حواء! تجھے ہر ماہ حیض آئیگا' اے سانپ! تو اپنی ٹانگوں کو ختم کر کے اپنے چہرے کے بل زمین پر چل۔ لوگ تجھے جہاں بھی دیکھیں گے تیرے سر کو کچل ڈالیں اور اے ابلیس تو ملعون اور دھتکارا ہوا ہے۔ (مظہری)

[2] اس میں دلیل ہے کہ بیشک صغائر پر عقاب جائز ہے اگر اسکی مغفرت نہ ہو۔ معتزلہ کا کہنا ہے کہ صغائر پر عقاب جائز نہیں ہے۔ (مظہری) [3] یہ خطاب حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواء سے ہے یا ان دونوں سے اور ابلیس سے بھی۔ ابلیس کیلئے امر کو تبعاً مکرر کیا تا کہ معلوم ہو جائے وہ سب حکم میں ملے ہوئے ہیں یا اسکی خبر دی گئی کہ انھیں متفرق ہونے کا حکم دیا گیا۔ (بیضاوی) [4] فِيهَا تَحْيَوْنَ زمین کی طرف لوٹنے سے کنایہ ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ تمہیں اس زمین میں رہنا ہے اور اسی میں مرنا ہے اور اسی زمین سے قیامت کے روز اٹھنا ہے۔ (تفسیر کبیر) [5] بغوی کہتے ہیں کہ اہل عرب جاہلیت میں برہنہ بیت اللہ کا طواف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اس کپڑے میں طواف نہیں کرتے جس میں ہم نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے پس مرد لوگ دن میں طواف کرتے تھے اور عورتیں رات میں برہنہ طواف کرتی تھیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ عورتیں برہنہ طواف کرتی تھیں اور اپنی شرمگاہ پر اپنے ہاتھ کو رکھ لیتی تھیں اور یہ شعر پڑھتی جاتی تھیں۔ اَلْيَوْمَ يَبْدُوْا بَعْضُهٗ اَوْ كُلُّهٗ ☆ وَمَا بَدَا مِنْهُ لَا اُحِلُّهٗ۔ پس اللہ تعالیٰ نے انھیں ستر کا حکم دیا اور فرمایا قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا۔ یہاں اَنْزَلْنَا بمعنی خَلَقْنَا ہے یعنی ہم نے تمہارے لئے لباس بنایا تدبیرات سماویہ کیساتھ۔ اور اسکے اسباب آسمان سے نازل ہوئے۔ اسکی نظیر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں موجود ہے جیسے وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ۔ یہ خَلَقْنَا کے معنی میں ہے۔ رِيْشًا لباسِ فاخر کو کہتے ہیں جیسا کہ قاموس میں ہے۔ علامہ بیضاوی کہتے ہیں کہ اَلرِّيْشُ بمعنی اَلْجَمَالُ ہے۔ لِبَاسُ التَّقْوٰى کے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت قتادہ اور سدی کہتے ہیں کہ اس سے مراد ایمان ہے۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ لباس التقوی حیاء کو کہتے ہیں اس لئے کہ حیاء تقوی پیدا کرتی ہے۔ حضرت عطیہ اور ابن عباس کہتے ہیں کہ عملِ صالح کو کہتے ہیں۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اچھے راستے کو کہتے ہیں۔ حضرت عُروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ اللہ کی خشیت کو کہتے ہیں۔ حضرت کلبی کہتے ہیں کہ پاکدامنی کو کہتے ہیں۔ (مظہری)

الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا

شیطان چنانکہ بیروں آورد پدر و مادر شما را از بہشت بر میکشد از ایشاں

شیطان جیسا کہ باہر کیا تمہارے ماں باپ کو جنت سے اترواد یئے ان سے

لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ؕ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ

جامہ ایشاں را تا بنماید شرمگاہ ایشاں ہر آئنہ شیطان می بیند و قوم او شما را

انکے کپڑے کو تا کہ دکھائے انھیں انکی شرمگاہ، بیشک شیطان دیکھتا ہے اور اسکی قوم تمہیں

مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ

از انجا کہ شما نمی بینید ایشانرا ہر آئنہ ما ساختیم شیاطین را کار گذار

اس جگہ سے کہ تم انہیں نہیں دیکھتے ہو بیشک ہم نے شیطان کو ان لوگوں کیلئے

لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا

کسانیکہ ایمان ندارند و چوں بکنند کار زشت گویند یافتیم

دوست بنایا جو ایمان نہیں رکھتے ہیں ۱ اور جب برا کام کریں تو کہتے ہیں ہم نے

عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ

بریں کار پدران خود را و خدا فرمود است ما را باآں بگو ہر آئنہ خدا امر نمی کند

اس کام پر اپنے باپ دادا کو پایا اور اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے آپ فرما دیجئے بیشک اللہ حکم نہیں کرتا ہے

بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ اَمَرَ

بکار زشت آیا میگوئید بر خدا آنچہ نمی دانید بگو ہر آئنہ فرمود است

برے کام کا، کیا تم کہتے ہو اللہ پر جو تم نہیں جانتے ہو ۲ آپ فرما دیجئے بیشک حکم دیا ہے

رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۗ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ

پروردگار من بانصاف و فرمود است کہ راست کنید روے خود را نزدیک ہر نماز

میرے رب نے انصاف کا اور فرمایا ہے کہ سیدھے کر لو اپنے چہرے کو ہر نماز کے وقت ۳

۱ اس آیت کا ظاہر دلالت کرتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواء کا جنت سے نکلنا خطا کے پاداش میں تھا جبکہ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً کا ظاہر دلالت کرتا ہے کہ انھیں زمین کی خلافت کیلئے پیدا کیا گیا۔ ان دونوں کی تطبیق میں کہا گیا ہے کہ دونوں امر کے حصوں کیلئے انھیں پیدا کیا گیا۔ اِنَّهٗ یَرٰکُمْ هُوَ الخ ہمارے اصحاب نے کہا کہ وہ انسان کو اس لئے دیکھ لیتا ہے کہ انکی آنکھوں میں اللہ تعالیٰ نے ادراک کی قوت پیدا کی جبکہ انسانوں میں پیدا نہیں کی۔ (تفسیر کبیر)

۲ اس جگہ فَاحِشَةٌ سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک بیت اللہ کا برہنہ طواف کرنا ہے۔ حضرت حسن کہتے ہیں کہ شرک وکفر مراد ہے۔ (القرطبی)

۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "قِسْطٌ" سے مراد لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔ ضحاک کہتے ہیں کہ توحید مراد ہے۔ مجاہد اور سدی کہتے ہیں کہ عدل مراد ہے۔ وَجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ۔ حضرت مجاہد اور سدی کہتے ہیں کہ تم جہاں کہیں رہو اپنے چہرے کو نماز میں کعبہ کی جانب کرلو۔ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ جب نماز کا وقت ہو جائے اور تم مسجد میں رہو تو اس میں نماز پڑھو اور تم میں سے کوئی نہ کہے کہ میں اپنی مسجد میں نماز پڑھونگا، یہی قول امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے سوائے اسکے کہ وہ کسی دوسری مسجد کا امام ہو اور وہاں کوئی جماعت کرانے والا نہ ہو تو اذان کے بعد مسجد سے نکلنا اس کیلئے جائز ہے۔ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ یعنی موت کے بعد تمہیں زندہ کیا جائیگا تا کہ تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دیا جائے۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جسطرح تمہیں بغیر لباس کے پیدا کیا اسی طرح بغیر لباس کے آخرت میں اٹھایا جائیگا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عرض کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں قیامت کے روز ننگے بدن اور ننگے پاؤں اٹھایا جائیگا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! پھر تو مرد اور عورتیں ایک دوسرے کی شرمگاہوں کو دیکھیں گے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ! اس روز معاملہ اس سے سخت ہوگا۔ اس سخت معاملہ کی بناء پر کسی کو اتنی مہلت نہیں ملے گی کہ وہ کسی کی شرمگاہ کو دیکھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے لوگو! تم سب اللہ کی طرف بغیر کپڑے اور بغیر چپلوں کے اٹھائے جاؤ گے پھر آپ نے تلاوت فرمائی كَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ الخ "جیسا کہ ہم نے اول مرتبہ پیدا کیا اسی طرح ہم لوٹائیں گے" اور اول جنہیں مخلوق میں سے کپڑا پہنایا جائیگا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہونگے۔ اس باب میں احادیث کثیرہ صحیحہ ہیں اور وہ جسے ابوداؤد، حاکم، ابن حبان اور بیہقی وغیرہ نے نقل کی ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اپنے انتقال سے پہلے نیا کپڑا منگوا کر زیب تن کیا اور فرمایا کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا کہ بیشک میت اسی کپڑے میں اٹھایا جائیگا جس میں اسکا انتقال ہوا ہو۔ اسی طرح حضرت عمر بن خطاب کا یہ ارشاد کہ اپنے موتٰی کو عمدہ کفن دو اس لئے کہ وہ اسی کپڑے میں قیامت کے روز اٹھائے جائیں گے۔ پس کپڑے والی احادیث اس احادیث کے مقابلے میں قوی نہیں ہیں جن میں ہے کہ بغیر کپڑے کے اٹھائے جائیں گے۔ اکثر علماء کہتے ہیں کہ یہ احادیث شہید پر محمول ہیں۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے شہید کے بارے میں حدیث سنی اور اسے عموم پر محمول کر دیا۔ امام بیہقی نے احادیث جمع کی کہ بعض بغیر کپڑے کے اٹھائے جائیں گے اور بعض کپڑوں کیساتھ۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ قبروں سے کپڑوں کیساتھ نکلیں گے پھر وہاں سے ابتدائے محشر کے پاس منتشر ہو جائیں گے پس بغیر کپڑوں کے محشر میں جمع ہونگے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ قیامت کے روز بنی آدم میں سے بعض کافر ہونگے اور بعض مؤمن جیسا کہ انھیں پیدا کیا گیا۔ (مظہری)

وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۬ؕ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ۝۲۹

و پرستید او را برائے او خالص کردہ عبادت را چنانچہ آفرید شما را ہمچنیں دیگر بار باز گشتہ خواہید شد

اور خالص اسی کے ہو کر اسکی عبادت کرو جیسا کہ تمہیں پیدا کیا اسی طرح دوسری بار پلٹو گے

فَرِيْقًا هَدٰى وَ فَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ

گروہے را راہ نمود و گروہی ثابت شد بر ایشاں گمراہی ہر آئنہ ایشاں

ایک گروہ کو راہ دکھائی اور ایک گروہ پر گمراہی ثابت ہوئی' بیشک ان لوگوں نے

اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ يَحْسَبُوْنَ

گرفتند شیطانرا دوست بجز خدای و می پنداشتند

شیطان کو دوست بنایا اللہ کو چھوڑ کر اور گمان کرتے ہیں

اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝۳۰ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ

کہ ایشاں را یافتگانند اے اولاد آدم بگیرید زینت خود را نزدیک ہر

کہ وہ سب راہ پائے ہوئے ہیں ۱ اے اولادِ آدم! لو اپنی زینت کو ہر نماز کے

مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝۳۱ ع

نماز و بخورید بیاشامید و از حد مگذرید ہر آئنہ خدا دوست ندارد از حد گذرندگانرا

قریب اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ گذرو' بیشک اللہ دوست نہیں رکھتا حد سے گذرنے والوں کو ۲ آپ فرمادیجئے کس

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ

بگو کہ حرام کرد زینت خدا را کہ پیدا کردہ است برائے بندگان خود و کہ حرام کردہ است پاکیزہا را از

نے حرام کیا اللہ کی (اس) زینت کو جسے اپنے بندوں کیلئے پیدا کیا ہے کس نے حرام کیا ہے پاکیزہ رزق کو' آپ فرما

الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً

رزق بگو آں پاکیزہا از ملابس و مطاعم برائے مسلمانانست در زندگانی دنیا خالص

دیجئے کہ پاکیزہ لباس اور کھانے ایمان والوں کیلئے ہیں جو دنیا کی زندگی میں ایمان لائے ان لوگوں کیلئے

تفسیر اظہار العرفان

۱ ہمارے اصحاب اس آیت سے دلیل قائم کرتے ہیں کہ ہدایت اور اضلال اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ امور ہیں جسے عمرو بن لحی نے اپنی قوم پر رائج کیا۔ (تفسیر کبیر)

۲ مسلم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں عورتیں بیت اللہ کا طواف ننگے بدن کرتی تھیں صرف شرمگاہ پر ایک تا ہوتا تھا اور دورانِ طواف کہتیں تھیں کہ اَلْيَوْمَ يَبْدُوْ بَعْضَهٗ اَوْ كُلُّهٗ ☆ وَمَا بَـدَا مِـنْهُ فَلَا اُحِلَّهٗ '۔ترجمہ: آج سارا بدن ننگا ہو یا اسکا بعض حصہ کوئی پرواہ نہیں لیکن میں اسے حلال نہیں کرتی اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) اہل تفسیر کے اجماع کے مطابق یہاں زینت سے مراد وہ کپڑا ہے جو ستر کو چھپادے۔''مَسْجِدٌ'' سے مراد موضع سجود ہے' اسی بناء پر کہا گیا ہے کہ اسکا معنی یہ ہے کہ اپنے کپڑے لے لو ہر مسجد کے پاس طواف کیلئے ہو یا صلوۃ کیلئے ہو۔ بایں سبب ابن ہمام نے کہا کہ یہ آیت برہنہ طواف کی حرمت کیلئے نازل ہوئی۔ اعتبارِ عموم لفظ کا ہوگا نہ کہ خصوصِ سبب کا' لیکن اس باب میں ضروری ہے کہ حکم کو سبب میں اولاً بالذات ثابت کیا جائے اس لئے وہ مقصود قطعًا ہے پھر اسکے غیر میں علتِ اشتراک کی وجہ سے۔ ہمارے نزدیک طواف میں ستر کا وجوب ثابت ہے یعنی صحتِ طواف کیلئے علی سبیل الاشتراط یہاں تک کہ اگر کوئی برہنہ طواف کرے تو گناہگار ہوگا لیکن طواف کے سقوط کا حکم دیا جائیگا اور نماز میں ستر فرض ہے یعنی اسکے بغیر نماز درست نہ ہوگی۔ واضح رہے کہ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا سے قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا الخ تک آیات اس باب میں نازل ہوئیں کہ اہل عرب جاہلیت میں بیت اللہ کا طواف برہنہ کرتے تھے کہ ہم کپڑے میں طواف نہیں کرتے ہیں اس لئے کہ ہم نے اس کپڑے میں گناہ کیا ہے اور عورتیں طواف کے وقت اپنے شرمگاہ پر ہاتھ رکھ لیتی تھیں اسکے علاوہ حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ بیان کرنا یہ سب اس جانب اشارہ ہے کہ انکشافِ عورت کی برائی سب سے پہلے شیطان کی طرف سے پہنچی اور یہ تمام آیات ناطقہ ہیں کہ انسان کیلئے لباس پیدا کیا تا کہ انسان اپنی شرمگاہ کو چھپا سکے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت ہے اور یہ تقوی ہے اسکے علاوہ کشفِ عورت اور ترکِ ستر شیطان کی جانب سے فتنہ و اضلال ہے۔ جس نے سب سے پہلے تمہارے باپ آدم کو مبتلا کیا اور پھر اس برائی میں تمہیں مبتلا کیا۔ مسئلہ عمدہ کپڑا میں نماز پڑھنا مستحب ہے جیسا کہ اس آیت میں موجود ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو چاہئے کہ دو کپڑے میں پڑھے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ زیادہ حقدار ہے کہ اس کیلئے زینت کی جائے۔ بغوی نے کلبی سے روایت کی ہے کہ بنو عامر حج کے دنوں میں کھانا نہیں کھاتے تھے مگر بقدرِ ضرورت اور نہ چکنائی استعمال کرتے تھے اسکے ذریعے حج کی تعظیم کرتے تھے' پس مسلمانوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! ہم تو اسکے زیادہ حقدار ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے كُلُوْا وَاشْرَبُوْا نازل فرمائی۔ مروی ہے کہ ایک نصرانی طبیب حاذق نے علی بن حسن بن واقد سے کہا کہ تمہاری کتاب میں علم طِب میں سے کچھ نہیں ہے اور علم دو ہیں' علم الابدان اور علم الادیان۔ یہ سنکر علی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جمیع علوم طب کو اپنی کتاب میں سے ایک آیت کے نصف میں جمع فرمادیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ''كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا'' پھر نصرانی نے کہا کہ تمہارے رسول سے طب کے بارے میں کچھ مروی نہیں ہے پس آپ نے جواب دیا کہ ہمارے رسول ﷺ نے علم طب کو آسان لفظوں میں جمع فرمادیا ہے اور وہ آپکا یہ فرمان ہے ''اَلْمِعْدَةُ بَيْتُ الدَّاءِ وَالْحِمْيَةُ رَأْسُ كُلِّ دَوَاءٍ وَاَعْطِ كُلَّ بَدَنٍ مَا عَوَّدْتَهٗ'' ترجمہ: معدہ بیماری کا گھر ہے پرہیزی ہر دوا کی اصل ہے اور جسم کے ہر حصے کو اسکا حق لوٹا دو۔ یہ سنکر نصرانی نے غصے میں کہا کہ پھر تمہاری کتاب اور تمہارے نبی نے حکیم جالینوس کیلئے کیا چھوڑا؟۔ (مظہری)

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾ قُلْ

برائے ایشاں روز قیامت ہمچنیں بیان می کنیم نشانہا برائے گروہیکہ میدانند بگو

قیامت کا دن خاص ہے اسی طرح ہم بیان کرتے ہیں نشانیوں کو جاننے والی قوم کیلئے ۱ آپ فرمادیجئے اسکے سوا کچھ

اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ

جز ایں نیست کہ حرام کرداست پروردگار من بے حیائی آنچہ اعلانیہ باشد ازاں وآنچہ پوشیدہ باشد حرام کرداست گناہ

نہیں ہے کہ حرام کیا ہے میرے رب نے بے حیائیوں کو جو اعلانیہ ہو یا پوشیدہ ہو اور حرام کیا ہے گناہ

وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ

و تعدی نا حق و آنکہ شریک خدا مقرر کنید چیزیرا کہ خدا ہیچ دلیل براں نازل نکرد است

اور تعدی کو نا حق اور یہ کہ اللہ کا شریک کرو ایسی چیز کو کہ اللہ نے کوئی دلیل اس پر نازل نہیں کی

سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ

و آنکہ بگوئید بر خدا آنچہ نمیدانید و ہر گروہی را

اور یہ کہ تم کہو اللہ پر جو تم نہیں جانتے ہو ۲ اور ہر گروہ کیلئے

اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾

میعادیست پس چوں بیاید میعاد ایشاں تاخیر نکنند بساعت و نہ سبقت کنند

ایک میعاد ہے پس جب آئے انکی میعاد تاخیر نہیں کی جائیگی ایک ساعت (بھی) اور نہ سبقت کرینگے ۳

يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ

اے فرزندانِ آدم اگر بیایند بشما پیغامبران از جنس شما میخوانند بر شما آیات مرا

اے فرزندانِ آدم! اگر تمہارے پاس تمہاری جنس سے رسول آئیں (جو) تم پر میری آیات تلاوت کریں

فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾

پس ہر کہ پرہیزگاری کند و نیکوکاری نماید پس ہیچ ترسی نباشد بر ایشاں و نہ ایشاں اندوہگین شوند

جو کوئی پرہیز گاری اپنائے اور نیکوکاری ظاہر کرے تو کوئی خوف نہیں ہے ان پر اور نہ وہ سب غمگین ہونگے ۴

تفسیر اظہار العرفان

۱ ان لوگوں نے نفسانی خواہشات سے ان چیزوں کو حرال قرار دیا جسے اللہ تعالیٰ نے حلال نہیں کیا۔ یہاں زینت سے مراد عمدہ لباس ہے بعض نے کہا تمام کپڑوں کو کہتے ہیں۔ قیمتی اُون اور ریشم سے بنی ہوئی چادر استعمال کرتے تھے۔ جب موسمِ گرما آتا تو اس چادر کو صدقہ کردیتے تھے۔ آپ موسم گرما میں مصر کا بنا ہوا دو عمدہ کپڑے استعمال کرتے تھے اور آپ یہی آیت تلاوت فرماتے تھے۔ آیت سے معلوم ہوا کہ جمعہ، عیدین، لوگوں سے ملاقات کے وقت اور بھائیوں کی زیارت کے وقت عمدہ لباس زیب تن کرنا چاہئے۔ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۔ طیبات اسم عام ہے جسکا اطلاق لباس اور کھانا دونوں پر ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ کہتے ہیں کہ رزق میں سے طیبات وہ ہے جسے اہل جاہلیت نے اپنے اوپر حرام کرلیا تھا مثلاً بحائر، سوائب، وصائل اور حوامی [یہ چاروں نام ان جانوروں کے ہیں جنہیں اہل جاہلیت نے اپنے اوپر حرام کر لئے تھے اسکی تفصیل ساتویں سپارے میں گذر چکی ہے] بعض نے کہا کہ طیبات لذیذ کھانے کو کہتے ہیں۔ واضح رہے کہ ترکِ طیبات اور لذات سے اعراض کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ ایک قوم کا کہنا ہے کہ اسے چھوڑنا قربات یعنی نیکیوں میں سے نہیں ہے۔ فعل اور ترکِ مباحات میں برابر ہیں۔ دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ ترکِ طیبات فی ذاتہ نیکی نہیں ہے یہ تو صرف زُهْدٌ فِي الدُّنْيَا کا ایک راستہ ہے۔ حضرت ابوالحسن علی بن مفضل المقدسی فرماتے ہیں کہ کھانے میں طیبات سے منع نہیں کیا گیا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ حلوہ، شہد، خربوزہ اور کھجور وغیرہ شوق سے تناول فرماتے تھے۔ ممانعت اس پر ہے کہ لذات کے جمع کرنے میں تکلف کیا جائے جسکی بناء پر آخرت کے امور ترک ہوجائیں۔ (القرطبی) اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ کھانے، پینے اور لباس میں اصل حلت ہے جب تک کہ اسکی تحریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثابت نہ ہو۔ (مظہری) ۲ کلبی کہتے ہیں کہ جب مسلمان کپڑا پہن کر بیت اللہ کا طواف کرنے لگے تو مشرکین طعنہ زنی کرتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (القرطبی) اَلْفَوَاحِشُ یعنی قباحت میں حد سے گذرنے کو کہتے ہیں۔ مَا ظَهَرَ مِنْهَا جیسے مردوں کے دن میں برہنہ طواف کرنا۔ وَمَا بَطَنَ جیسے عورتوں کا رات میں برہنہ طواف کرنا۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد اعلانیہ یا چھپ کر زنا کرنا ہے۔ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ اِثْمٌ ایسے گناہ کو کہتے ہیں جس میں حد نہ ہو۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ اِثْم سے مراد شراب نوشی ہے۔ (مظہری) واضح رہے کہ جنایات پانچ قسموں میں محصور ہیں۔ (۱) جنایات علی الانساب: یہ جرم زنا سے حاصل ہوتا ہے اسکی جانب اس قول سے اشارہ کیا گیا ہے اِنَّمَا رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ۔ (۲) جنایات علی العقول: یہ جرم شراب نوشی سے حاصل ہوتا ہے اسکی جانب اس قول سے اشارہ کیا گیا ہے "اَلْاِثْمُ" (۳) جنایات علی الاعراض: (۴) جنایات علی النفوس والاموال: ان دونوں جرم کی جانب یوں اشارہ کیا گیا ہے وَالْبَغْيِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۔ (۵) جنایات علی الادیان: اسکی دو صورتیں ہیں اللہ تعالیٰ کی توحید کے بارے میں طعن کرنا اسکی جانب یوں اشارہ کیا گیا ہے وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ ۔ دوم یہ کہ دین کے بارے میں بغیر معرفت کچھ کہنا اسکی جانب یوں اشارہ کیا گیا ہے وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ جب آیت میں یہ پانچ اصول بتادیئے گئے تو باقی فروع اسکے ضمن میں خود آگئے۔ (تفسیر کبیر) ۳ یعنی کفار کے ہر گروہ کے عذاب کیلئے اللہ تعالیٰ کے علم میں وقت معین ہے جو نہ آگے ہوسکتا ہے اور نہ پیچھے۔ (مظہری) اس آیت سے معلوم ہوا کہ مقتول اپنے وقتِ موت ہی میں قتل ہوتا ہے۔ (القرطبی) ۴ یہ آیت مؤمنین کیلئے دلیل ہے کہ قیامت کے روز نہ انھیں خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے۔ بعض نے کہا کہ اولاً ان پر بھی قیامت کی ہولناکیاں آئینگی پھر وہ امن میں ہوجائیں گے۔ (القرطبی)

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ اسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ

و کسانیکه بدروغ نسبت کردند آیات ما را و سرکشی کروند از قبول آنها ایشاں

اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور سرکشی کی اسے قبول کرنے میں، یہی لوگ

اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۳۶ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ

باشندگان دوزخند ایشاں آنجا جاوید اند پس کیست ستمگار تر از کسیکه

دوزخ میں رہنے والے ہیں وہ سب اس میں ہمیشہ رہیں گے۱ پس کون ہے اس سے بڑا ظالم جو

افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ

بر بست بر خدای دروغ را یا بدروغ نسبت کرد آیات او را آنجماعت برسد ایشاں

اللہ پر جھوٹ باندھے یا جھوٹ کی نسبت اسکی آیات کی طرف کرے یہی جماعت ہے کہ انھیں پہنچے گا

نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ

بهرهٔ ایشاں از آنچه نوشته شد در تا وقتیکه بیایند نزدیک ایشاں فرستادگان ما تا قبض ارواح ایشاں کنند

انکا حصہ اس سے (جو) لوح محفوظ میں لکھا ہے یہاں تک کہ انکے پاس آئیں ہمارے بھیجے ہوئے انکے ارواح قبض

قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا

گویند کجا ست آنچه می پرستید شما بجز خدا گویند گم شدند ایشاں

کرنے کیلئے کہیں گے کہاں ہے وہ جسکی تم پوجا کرتے تھے اللہ کے سوا، کہیں گے گم ہو گئے وہ سب

عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ۝۳۷ قَالَ

از ما و معترف شدند بر خویش بآنکه ایشاں کافر بودند حکم کند خدا که

ہم سے اور معترف ہو گئے اپنے آپ پر کہ وہ سب کافر تھے ۲ حکم فرمائیگا اللہ کہ

ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ

داخل شوید همراه امتاں که گذشته اند پیش از شما از جن و

داخل ہو جاؤ ان امتیوں کے ہمراہ جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں جن میں سے اور

۱ یعنی ان لوگوں نے رسولوں کے لائے ہوئے دین کو جھٹلایا اور اسے قبول کرنے سے انکار کیا۔ ہمارے اصحاب نے اس آیت سے دلیل قائم کی ہے کہ مؤمنین میں سے گناہگار جہنم میں دائمی طور پر نہیں جائیں گے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات کے مُکَذِّبِیْنَ اور اسے ماننے سے انکار کرنے والے مُسْتَكْبِرِیْنَ کے بارے میں فرمایا کہ وہ دائمی طور پر جہنم میں رہیں گے۔ (تفسیر کبیر)

۲ یعنی ان لوگوں نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا، یا اللہ تعالیٰ کیلئے انھوں نے ولد اور بیوی ہونا ثابت کیا، یا ان لوگوں نے اپنی مرضی سے سوائب کو حرام کیا اور برہنہ طواف کو جائز قرار دیا۔ (مظہری) اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِنَ الْكِتَابِ ۔اس جگہ "نصیب" کی مراد میں اختلاف ہے اور اسکے بارے میں دو اقوال ہیں۔ پہلا قول: اس سے مراد عذاب ہے پھر اس عذابِ معین کے بارے میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ چہرے کی سیاہی اور آنکھوں کا نیلا ہونا ہے اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ اور قیامت کے روز تو ان لوگوں کو دیکھے گا جنہوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا انکے چہرے سیاہ ہونگے۔ زجاج کہتے ہیں کہ وہ عذاب معین اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى پس میں نے تمہیں بھڑکتی آگ سے ڈرایا۔ دوسرا قول: اس نصیب سے مراد عذاب کا حصہ ہے پھر اس میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ یہود و نصاریٰ ہیں جب یہ ہمارے ملک میں ہمارے لئے اہل ذمہ ہوں تو ہم ان کیساتھ انصاف کریں۔ حضرت ابن عباس، مجاہد اور سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور مشیت میں شقاوت اور سعادت گذر چکی ہیں وہ یہاں مراد ہے، پس اگر اللہ تعالیٰ کسی کا خاتمہ شقاوت پر ہونا فیصلہ کر چکا ہے تو اسے کفر پر باقی رکھتا ہے اور جس کا خاتمہ سعادت پر ہونا فیصلہ کر چکا تو اسے کفر سے ایمان اور توحید کی جانب پھیر دیتا ہے۔ حضرت ربیع اور ابن زید کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ارزاق، اعمال اور اعمار میں سے جو حصہ ان کیلئے لکھ دیا وہ اسے مل کر رہیگا۔ بعض محققین نے "نصیب" کو رزق اور عمر پر محمول کرنا اولیٰ قرار دیا ہے۔ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۔اس ٹکڑے کے بارے میں بھی دو اقوال ہیں۔ پہلا قول: اس سے مراد قبضِ ارواح ہے اس لئے کہ لفظ وفات اسکا فائدہ دے رہا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ موت کافر کیلئے قیامت ہے پس فرشتے ان اشیاء سے موت کے وقت ان سے زجر، توبیخ اور تہدید کا مطالبہ کرتے ہیں اور یہاں رسل سے مراد ملک الموت اور اس کے مددگار ہیں۔ دوسرا قول: یہ آخرت میں نہیں ہے اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا سے مراد عذاب کے فرشتے ہیں۔ يَتَوَفَّوْنَهُمْ یعنی انکی مدت پوری ہونے پر جہنم کی جانب لے جا کر ان کا حشر کرتے ہیں۔ اَيْنَمَا كُنْتُمْ ۔یعنی تم لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جس کی عبادت کرتے تھے آج ان سب کو اپنی مدد کیلئے بلالو۔ اس کے جواب میں وہ لوگ کہیں گے جس کی ہم عبادت کرتے تھے وہ آج ہم سے غائب ہیں پھر کافرین موت کو دیکھ کر اپنے کفر کی خود گواہی دینگے۔ جاننا چاہئے کہ ان تمام وجوہ کے بیان کا مقصد یہ ہے کہ کفار کو اس کے کفر پر زجر کیا جائے۔ اس لئے کہ ان ہولنا کیوں کو ان احوال میں بیان کرنے کا مقصد یہی ہے کہ عاقل غور وفکر کر کے کفر سے توبہ کرے۔ (تفسیر کبیر) اَلْكِتٰبُ یہاں اس سے مراد قرآن کریم ہے اس لئے کہ اس کتاب میں کفار کا عذاب مذکور ہے۔ بعض نے کہا کہ اَلْكِتٰبُ سے مراد لوح محفوظ ہے۔ (القرطبی)

الْاِنْسِ فِي النَّارِ ۭ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ۭ

انس در آتش هر گاه در آید قومی لعنت کند قوم دیگر مانند خود را او

انسان میں سے آگ میں، جسوقت داخل ہوگا ایک گروہ لعنت کریگا اپنے جیسے دوسرے گروہ کو یہاں تک کہ سب

حَتّٰۤى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ

تا وقتیکه بیکدیگر برسند در دوزخ همه یکجا گوید جماعت متاخر از ایشاں در حق جماعت متقدم از ایشاں

دوزخ میں جمع ہو جائیں گے تو ان میں سے پچھلی جماعت ان میں سے پہلی جماعت کے متعلق کہے گی

رَبَّنَا هٰۤؤُلَاۤءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۬ؕ

اے پروردگار ما ایشاں گمراه کردند ما را پس بده ایشانرا عذاب دو چند از دوزخ

اے ہمارے رب! انھوں نے ہمیں گمراہ کیا پس تو انھیں عذاب دوزخ دوگنا دے

قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ۳۸ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ

فرمود خدا هر یکی را دو چند است لیکن نمیدانید و گویند جماعت متقدم از ایشاں

فرمائیگا اللہ ہر ایک کیلئے دو چند عذاب ہے لیکن تم نہیں جانتے ہو؛ اور کہے گی ان میں سے پہلی جماعت

لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ

جماعت متاخر را از ایشاں نیست شما را ہیچ بزرگی بر ما پس بچشید عذاب را

دوسری جماعت سے، نہیں ہے تمہارے لئے کوئی بزرگی ہم پر پس چکھو عذاب کو

بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۳۹ اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ

بسبب آنچه میکردید هر آئنه کسانیکه بدروغ نسبت کردند آیات ما را و

بسبب اسکے جو تم کرتے تھے۔ بیشک وہ لوگ جنہوں نے جھوٹ کی نسبت ہماری آیات کی جانب کی اور

اسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَاۤءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ

سرکشی کردند از قبول آں ہرگز کشادہ نشوند برائے دو از ہائے آسمان و در نیایند بہ بہشت

انھوں نے قبول کرنے سے انکار کیا نہ کھولے جائینگے ان کیلئے آسمان کے دروازے اور جنت میں نہ داخل ہونگے

۱۔ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ مشرکین، مشرکین کو لعنت کرینگے، یہود، یہود کو لعنت کرینگے نصاریٰ، نصاریٰ کو لعنت کرینگے اور اسی طرح دیگر ادیان ضلالہ والے ایک دوسرے کو لعنت کرینگے۔ (تفسیر کبیر)

۲۔ یعنی ترکِ کفر اور ضلال میں ہمیں کوئی اختیار حاصل نہیں تھا اور یہ لوگ ہمارے ساتھ کفر میں شریک تھے۔ جاننا چاہئے کہ یہ کلام بھی تخویف اور زجر کیلئے ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے رؤسا کی پیروی اور ان سے بیزاری دونوں کا ذکر فرمایا اور ایک دوسرے پر لعنت کرنے کا بھی ذکر فرمایا جو شدید خوف پر دلالت کرتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

۳۔ جاننا چاہئے کہ اس آیتِ کریمہ کے بیان کا مقصد یہ ہے کہ کفار کے وعید میں کلام مکمل ہو جائے۔ اس لئے پہلی آیت میں وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ہے اور اس میں اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے کی مختلف صورتیں ہیں۔ فرقۂ دہریہ اثباتِ ذات وصفات کے دلائل کا انکار کرتے ہیں، مشرکین دلائل توحید کا انکار کرتے ہیں اور انبیاء کی نبوت کا انکار کرتے ہیں اور اس کیساتھ ہی حضرت محمد ﷺ کی نبوت کا بھی انکار کرتے ہیں۔ منکرین معاذ صحت پر دلائل کا انکار کرتے ہیں "كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا" میں یہ سب شامل ہیں۔ لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَاۤءِ کے بارے میں چند اقوال ہیں۔ پہلا قول: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان کے اعمال انکی دعا اور نہ ایسی چیز جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ارادہ کریں آسمان کا دروازہ نہیں کھولا جائیگا۔ یہ تاویل اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ماخوذ ہے۔ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ یعنی اسی کی طرف بڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور جو نیک کام ہے وہ اسے بلند کرتا ہے۔ حضرت سدی کہتے ہیں کہ کافروں کی ارواح کیلئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے ہیں اور مومنین کی ارواح کیلئے کھولے جاتے ہیں۔ اس تاویل پر ایک طویل حدیث شریف کا ٹکڑا دلالت کرتا ہے۔ "بیشک مؤمن کی روح کو فرشتے لے کر آسمان کی جانب عروج کرتے ہیں پس ان کیلئے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ مرحبا پاکیزہ روح جا پاکیزہ جسم سے نکل کر آئی ہے اور اس سے ہر آسمان میں یہی کہا جاتا ہے یہاں تک کہ فرشتے ساتویں آسمان تک لے کر پہنچ جاتے ہیں اور کافر کی روح کیلئے جب دروازے کھولنے کیلئے کہا جاتا ہے تو آواز آتی ہے گندے جسم کی جانب لوٹ جا پس تیرے واسطے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائینگے"۔ دوسرا قول: بیشک جنت آسمان میں ہے پس ایسی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ انھیں آسمان کی جانب صعود کی اجازت نہیں دی جائیگی اور نہ آسمان پر چڑھنے کی تاکہ وہ جنت میں داخل نہ ہو جائے۔ تیسرا قول: ان کیلئے آسمان سے برکت اور خیر کا نزول نہیں ہوتا ہے، یہ تاویل اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ماخوذ ہے فَفَتَحْنَا اَبْوَابَ السَّمَاۤءِ بِمَاۤءٍ مُّنْهَمِرٍ۔ تو ہم نے آسمان سے دروازے کھول دیئے زور کے بہتے پانی سے۔ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ۔ جاننا چاہئے کہ تناسخ (روح کا ایک جسم سے دوسرے جسم میں آنا۔ ہندوؤں کے عقیدے کیمطابق بار بار جنم لینا) کے قائلین اس آیت سے حجت قائم کرتے ہیں کہ بیشک ارواح جو انسانی جسم میں ہیں جسم انسانی گناہ میں مبتلا رہتا ہے تو بعد انتقال وہ ایک جسم سے دوسرے جسم کی جانب لوٹ جاتی ہے اور اسے عذاب کیا جاتا ہے یہاں تک کہ اس روح کو اونٹ کے جسم سے چھوٹا کیڑا کی جانب منتقل کر دیا جاتا ہے جو سوئی کے ناکے میں آسانی سے داخل ہو سکے پس اسکے بعد وہ روح معاصی اور ذنوب سے پاک ہو جاتی ہے اور پھر سعادت مندوں کیساتھ جنت میں داخل ہو جاتی ہے۔ واضح رہے کہ تناسخ کا قول باطل ہے اور اس پر استدلال بھی ضعیف ہے۔ (تفسیر کبیر)

الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِىْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى

تا وقتیکه داخل شود شتر در سوراخ سوزن و همچنیں جزا میدہیم

یہاں تک کہ داخل ہو جائے اونٹ سوئی کے سوراخ میں اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں

الْمُجْرِمِيْنَ ۝ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ

گناہگارانرا ایشانرا از دوزخ فرش بود و از بالائے ایشاں از دوزخ پوششہا باشد

گناہگاروں کو ان کا دوزخ ہی بچھونا ہوگا اور ان کے اوپر دوزخ کا اوڑھنا ہو گا

وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

و همچنیں جزا میدہیم ستمگارانرا و کسانیکه ایمان آوردند و کارہاے

اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ظلم کرنے والوں کو ۱ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے

الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ۡ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

شایسته کردند تکلیف نمیدہیم ہیچ کس را مگر قدر طاقت او آنجماعت باشندگان

کام کیے، ہم تکلیف نہیں دیتے کسی شخص کو مگر اسکی طاقت کے مطابق' یہی جماعت جنت میں رہنے

الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَنَزَعْنَا مَا فِىْ صُدُوْرِهِمْ

بہشت اند ایشاں انجا جاویدان باشند و بیروں آریم آنچه در سینه ہاے ایشاں بود

والی ہے یہ سب اس جگہ ہمیشہ رہیں گے ۲ اور ہم نکال دینگے جو انکے سینے میں

مِّنْ غِلٍّ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ

از کینه میرود زیر ایشاں نہرہا و گویند سپاس آں خدا را ست

کینہ ہوگا ان کے نیچے نہریں جاری ہونگیں اور کہیں گے سب تعریف اللہ ہی کیلئے ہے

الَّذِىْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۗ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِىَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا

که دلالت کرد ما را بسوئے ایں بہشت و ہرگز مستعد راہ یافتن نبودیم اگر راہ نہ نمودی ما را

جس نے ہمیں رہنمائی کی اس جنت کی جانب اور ہرگز ہم راہ پانے والے نہ ہوتے اگر ہمیں راستہ نہ دکھاتا ۳

۱ یعنی مجرمین سے کہا جائیگا کہ تمہاری ہر جانب آگ ہی آگ ہوگی۔ اسکی نظیر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں موجود ہے۔ مِنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَل یعنی آگ کے اوپر آگ کے سائے ہونگے اور انکے نیچے آگ کے سائے ہونگے۔ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الظَّالِمِيْنَ۔ جنت اور اسکی محرومی کے موقع پر مجرمین سے کہا جائیگا اور جہنم کی آگ سے تو عذاب دینے کے موقع پر ظالمین سے کہا جا رہا ہے تا کہ اس پر تنبیہ ہو جائے کہ یہ اجرام میں عظیم ہے۔ (مظہری)

۲ اللہ تعالیٰ نے اپنی عادت کے مطابق کفار کے وعید کے بعد مؤمنین کے وعدہ کو بیان فرما رہا ہے۔ (مظہری) لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ ابن طیب کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہم نفقاتِ زوجات میں اسکی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں رکھتے ہیں۔ اسکی نظیر دوسری آیت میں یوں موجود ہے لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا مَا اٰتٰهَا یعنی اللہ کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتا مگر جتنی اسے طاقت دی گئی۔ (القرطبی) یعنی حسد اور عداوت جو دنیا میں انکے درمیان تھی یہاں تک انکے درمیان صرف محبت باقی رہ جائے گی۔ جن نعمتوں سے اللہ تعالیٰ ان میں سے بعض کو بعض پر خاص فرمائیگا اس میں حسد نہیں کرینگے۔ حضرت علی ؓ فرماتے ہیں کہ مجھے امید ہے کہ میں' عثمان' طلحہ اور زبیر ان میں سے ہیں۔ میں [قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ] کہتا ہوں کہ حضرت علی ؓ کا فرمان اس موقع کیلئے ہے جب حضرت عثمان غنی ؓ کی شہادت کے بعد فتنے اٹھے۔ حضرت ابوسعید خدری ؓ' نبی کریم ﷺ سے اس آیت کے بارے میں نقل کرتے ہیں وَنَزَعْنَا مَا فِىْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مؤمنین کو جہنم سے نکال کر جنت اور جہنم کے درمیان قنطرہ [پل صراط کا آخری حصہ جو جنت سے ملتا ہو] روک دیگا' پس اس دوران بعض' بعض کے مظالم کا قصاص لینگے جو ان کے درمیان واقع ہوئے ہونگے یہاں تک کہ جب صاف ہو جائینگے تو ایک منادی ندا کریگا تو اب تمہیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت ہے پس اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد [ﷺ] کی جان ہے جنت میں جو منزل اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عطا فرمائیگا دنیا کی منزلوں میں اسکی کوئی مثال نہیں ہے۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ مجھ تک یہ بات پہنچی کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پل صراط پار ہونے کے بعد اہل جنت کو روک دیا جائیگا یہاں تک کہ بعض' بعض سے دنیا کے ظلم کا بدلہ لینگے اور جنت میں داخل ہونگے پھر ان کے دلوں میں ایک دوسرے کیلئے کوئی کینہ نہ ہوگا امام بغوی اس آیتِ کریمہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اہل جنت جب جنت کی جانب سبقت کریں گے تو اسکے دروازے پر ایک درخت پائیں گے جس کی جڑ سے دو شاخیں ہونگیں اور ان سے دو چشمے بہہ رہے ہونگے پس ان دونوں میں سے کسی ایک میں سے بھی پی لینے سے کینہ اور حسد نکل جائیگا اور یہ شراب طہور ہے جبکہ دوسرا چشمہ نَضْرَةُ النَّعِيْمِ کا ہوگا اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایک نہیں ہے مگر اس کیلئے دو منزل ہیں ایک منزل جنت میں ہے اور ایک منزل جہنم میں ہے پس جب اہل جہنم انتقال کر جاتا ہے تو وہ جہنم میں داخل ہو جاتا ہے۔ اہل جنت کو اسکے جنت کے گھر کا وارث بنا دیا جاتا ہے یہی مفہوم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا ہے اُولٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ یعنی یہی لوگ وارثین ہیں۔ صاحب مدارک کہتے ہیں کہ جنت کا نام میراث رکھا گیا ہے اس لئے کہ بندہ عمل سے اسکا مستحق نہیں ہوتا ہے بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے جنت دی جاتی ہے اور اس کا وعدہ طاعات پر ہے جیسے میت کی جانب سے میراث کسی شے کے عوض میں نہیں ہوتی ہے بلکہ خالصتاً صلہ ہوتی ہے۔ (مظہری)

اللّٰہُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ وَ نُوْدُوْۤا اَنْ

خدا ہر آئنہ آمدند فرستادگان پروردگار ما براستی و ندا کردہ شوند کہ

اللہ' بیشک ہمارے پاس ہمارے رب کے بھیجے ہوئے حق کیساتھ تشریف لائے اور پکارے جائینگے کہ

تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَ نَادٰۤى اَصْحٰبُ

این بہشت دادہ شد شما را بمیراث بسبب آنچہ میکردید و ندا کنند اہل

یہ جنت تمہیں میراث میں دی گئی ہے اس سبب سے جو تم عمل کرتے تھے۔ اور پکاریں گے اہل

الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا

بہشت اہل دوزخ را کہ ما را ست یافتیم آنچہ وعدہ کردہ بود بما پروردگار ما

جنت اہل دوزخ کو کہ ہم نے پا لیا وہ جس کا ہمیں وعدہ دیا تھا ہمارے رب نے

حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ

پس آیا شما را ست یافتید آنچہ بشما وعدہ کردہ بود پروردگار شما گفتند آرے پس آواز کند

پس کیا تم نے بھی درست پایا اسے جسکا تمہیں وعدہ دیا تھا تمہارے رب نے' کہیں گے جی ہاں! پس ندا کی

مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ الَّذِيْنَ

آواز کنندہ درمیان ایشاں ہر آئنہ لعنتِ خدا ست بر ستمگاران آنانکہ

ندا کرنے والے نے انکے درمیان' بیشک اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر [۱] وہ لوگ جو

يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَ هُمْ

باز میداشتند مردمانرا از راہ خدا و میخواستند برائے آن راہ کجی و ایشاں

روکتے تھے لوگوں کو اللہ کی راہ سے اور اس راہ کیلئے کجی چاہتے تھے اور وہ سب

بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَ بَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَ عَلَى الْاَعْرَافِ

بآخرت اعتقاد نداشتند و درمیان بہشت و دوزخ حجاب ست و بر اعراف

آخرت پر ایمان نہیں رکھتے تھے [۲] اور جنت اور دوزخ کے درمیان ایک حجاب ہے اور اعراف پر [۳]

تفسیر اظہار العرفان

[۱] مروی ہے کہ طاؤس' ہشام بن مالک کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جس دن ندا کی جائیگی اس نے کہا کہ يَوْمُ الْاَذَانِ کیا ہے؟ طاؤس نے جواب میں فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۔ تلاوت کی تو ہشام کی چیخ نکل گئی۔ طاؤس نے کہا یہ حال صرف اس دن کے بارے میں بتانے کا ہے تو اس روز جو کچھ ظاہر ہوگا اسکا کیا عالم ہوگا۔ (القرطبی)

[۲] یعنی وہ لوگ جو دنیا میں اسلام سے روکتے تھے یا وہ لوگ جو دنیا میں اپنے آپ کو اللہ کے راستے سے روکتے تھے یہی لوگ ظالمین ہیں۔ دینِ اسلام میں یہ لوگ کجی پیدا کرتے تھے اور اسکی مذمت کر کے اس پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ (القرطبی)

[۳] اس آیتِ کریمہ میں جن اصحابِ اعراف کا ذکر ہے اسکے بارے میں مفسرین کرام کے مختلف اقوال ہیں۔ پہلا قول: یہ وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں۔ نیکیاں انھیں جہنم میں جانے سے روکیں اور برائیاں جنت میں جانے سے روکیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''اعراف'' جنت اور جہنم کے درمیان ایک دیوار ہے اور یہاں کے رہنے والے وہ لوگ ہیں جنکے گناہ انھیں جنت میں جانے سے روک دے پس اللہ تعالیٰ انھیں اعراف میں قیام کا حکم دیگا۔ یہ لوگ اہل نار کے چہرے کی سیاہی سے اور اہل جنت کو چہرے کی سفیدی سے پہچان لینگے' پس جب اہل جنت کی طرف دیکھیں گے تو جنت میں جانے کی تمنا کرینگے اور جب جہنم کی جانب دیکھیں گے تو اللہ کی پناہ طلب کرینگے پھر اللہ تعالیٰ انھیں جنت میں داخل فرمادیگا یہی مفہوم اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ہے۔ هٰۤؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ یعنی اے اصحابِ اعراف! تم سب جنت میں داخل ہوجاؤ نہ تمہیں کوئی خوف ہوگا اور نہ تمہیں کوئی غم ہوگا۔ دوسرا قول: نبی کریم ﷺ سے اصحابِ اعراف کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے ماں باپ کی اجازت کے بغیر اللہ کے راستے میں نکلے اور قتل کردیئے گئے حالانکہ انکے والدین ان سے ناراض تھے پس والدین کی نافرمانی کی بناء پر انھیں جنت میں جانے سے روک دیا جائیگا اور اللہ کے راستے میں شہید ہونے کی وجہ سے جہنم میں جانے سے روک لیا جائیگا۔ [حضرت ابو سعید خدری ؓ کی روایت کا آخری حصہ یہ ہے کہ] جب اللہ تعالیٰ حساب و کتاب سے فارغ ہوجائیگا اور کوئی حساب و کتاب کیلئے باقی نہ رہیگا تو اللہ تعالیٰ انھیں اپنی رحمت میں چھپالیگا اور اپنی رحمت کے صدقے جنت میں داخل فرمادیگا۔ [حضرت ابن مسعود ؓ کی روایت کا آخری حصہ یہ ہے کہ] قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اصحابِ حسنات کو نور عطا فرمائیگا وہ اس نور کی روشنی میں چلیں گے پس جب پل صراط کے پاس آئیں گے تو اللہ تعالیٰ منافقین کے نور کو سلب کرلیگا پھر جب اہل جنت دیکھیں گے کہ منافقین کے پاس نور باقی نہیں رہا تو عرض کرینگے رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا ''اے ہمارے رب! ہمارے لئے ہمارا نور مکمل فرما'' لیکن اصحابِ اعراف کے نور کو سلب نہیں کیا جائیگا انکے گناہ انھیں جنت میں داخل ہونے سے روک دیں گے پس انکے قلوب میں طمع ہوگی جب انکے سامنے کے نور کو سلب نہیں کیا جائیگا لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَ هُمْ يَطْمَعُوْنَ کا یہی مفہوم ہے۔ تیسرا قول: قوم صالحین اور فقہاء علماء اصحابِ اعراف ہونگے یہ قول حضرت مجاہد کا ہے۔ یہاں قوم صالحین سے مراد قومِ مؤمنین ہیں اور فقہاء اور علماء میں وہ لوگ شامل ہونگے جنہوں نے گناہ کا ارتکاب بھی کیا ہو یہاں تک کہ انکے گناہ اور نیکیاں برابر ہوجائیں گے قریب ہے کہ اللہ انکی توبہ قبول فرمالیگا۔ چوتھا قول: بیہقی نے ابومجلز ؓ سے روایت کی ہے کہ اعراف اس بلند جگہ کو کہتے ہیں کہ جہاں سے ملائکہ کھڑے ہوکر اہل جنت کو انکی نشانی سے پہچانیں گے اور اہل نار کو انکی نشانی سے پہچانیں گے۔ پانچواں قول: اس جگہ انبیاء' اولیاء اور شہداء ہونگے جو اہل جنت اور اہل نار پر مطلع ہونگے۔ چھٹا قول: بعض نے کہا کہ اصحابِ اعراف مشرکین کے بچے ہونگے۔ (مظہری)

رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّاۢ بِسِيْمٰهُمْ ۚ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ

مردانے باشند کہ می شناسند ہر یکے را از اہل موضعین بقیافہ ایشاں و ندا کنند اہل اعراف اہل بہشت را

کچھ مرد ہونگے ہر ایک پہچانیں گے دو فریق سے انکی صورت دیکھ کر اور ندا کرینگے اہل اعراف اہل جنت کو

اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۣ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَاِذَا

کہ سلام علیکم ہنوز بہ بہشت نہ در آمدند و ایشاں طمع آں میدارند و چوں

کہ تم سب پر سلام ہو ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے اور اسکی امید بھی رکھتے ہیں۔ اور جب

صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا

گردانیدہ شود چشم اہل اعراف بطرف اہل دوزخ گویند اے پروردگار ما

پھیر دی جائینگی اہل اعراف کی نگاہیں اہل دوزخ کی طرف تو کہیں گے اے ہمارے رب

لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤٧﴾ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ

مکن ما را ہمراہ گروہ ستمگاراں و ندا کنند اہل

نہ کر ہمیں ظلم کرنے والے گروہوں کے ساتھ ۱ اور پکاریں گے اہل

الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا مَآ اَغْنٰى

اعراف مردانیرا کہ می شناسند ایشانرا بقیافہ ایشاں گویند کفایت نکرد

اعراف ایسے مردوں کو جنہیں پہچانتے ہونگے انکی صورت سے کہیں گے کہ کفایت نہیں کی

عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٤٨﴾ اَهٰٓؤُلَآءِ

از شما جمعیت شما و آنکہ تکبر میکردید آیا ایں جماعت

تمہیں تمہاری جمعیت نے اور وہ جو تم سرکشی کرتے تھے ۲ کیا یہ جماعت

الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ۭ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ

اند آنانکہ شما قسم می خوردید کہ ہرگز خدا نرساند بایشاں ہیچ رحمت گفتہ شد ایشانرا کہ در آئید بہ بہشت

وہ ہے جن پر تم قسم کھاتے تھے کہ ہرگز اللہ نہ پہنچائیگا ان تک کوئی رحمت' ان سے کہا جائیگا کہ داخل ہو جاؤ جنت میں ۳

تفسیر اظہار العرفان

۱ اس آیت کریمہ کا سیاق دلالت کرتا ہے کہ اصحاب اعراف خوف و رجاء میں ہونگے اور یہ کیفیت حسنات اور سیئات کے برابر ہونے کا تقاضا کرتی ہے اس لئے انبیاء، شھداء اور صلحاء کیلئے متصور نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ انکے بارے میں ارشاد ہے لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ یعنی ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ سب غمگین ہونگے۔ (مظہری) رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ یعنی اہل اعراف اللہ تعالیٰ سے فریاد کرینگے کہ ہمیں ظالمین کیساتھ نہ کر حالانکہ وہ سب جانتے ہونگے کہ انکا رب انھیں ظالمین کیساتھ نہیں کریگا اس لئے یہ سوال تذلل کے طور پر کرینگے جیسے اہل جنت کے بارے میں ارشاد ہے کہ وہ عرض کرینگے رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا یعنی اے ہمارے رب! تو ہمارے لئے ہمارے نور کو مکمل فرما۔ (القرطبی)

۲ اس سے پہلی آیت میں اہل اعراف کا وہ کلام جو اللہ تعالیٰ سے دعا کی صورت میں کرینگے بیان کیا گیا اور اب اس آیت میں اہل اعراف کا وہ کلام جو اہل نار سے کرینگے بیان کیا جا رہا ہے۔ یہاں جَمْعُكُمْ سے مراد جمع مال ہے یا جمع کثرت ہے اور تَسْتَكْبِرُوْنَ سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ حق قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

۳ کلبی کہتے ہیں کہ اصحاب اعراف ندا کرینگے اے ولید بن مغیرہ! اے ابو جہل بن ہشام! اے فلاں! پھر وہ سب جنت کی جانب دیکھیں تو انھیں فقراء اور ضعفاء نظر آئیں گے جن پر یہ لوگ استہزاء کرتے تھے مثلاً حضرت سلمان' حضرت صہیب' حضرت خباب' حضرت بلال ﷺ اجمعین وغیرہ۔ پس ان کفار سے کہیں گے کہ یہ ضعفاء جنہیں تم لوگ حقیر سمجھتے تھے اور انکے بارے میں تم نے قسم کھائی تھی کہ یہ لوگ جنت میں داخل نہ ہونگے پھر اہل اعراف سے کہا جائیگا کہ تم سب بے خوف وخطر جنت میں داخل ہو جاؤ۔ میں [قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ] کہتا ہوں کہ جائز ہے کہ یہ اصحاب اعراف کے کلام کا تتمہ ہو یعنی یہ ضعفاء جن کے بارے میں میں نے قسم کھائی تھی کہ یہ لوگ جنت میں داخل نہیں ہونگے اور تحقیق ان سے کہا جائیگا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ بغوی کہتے ہیں کہ اس سے دوسرا قول بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اصحاب اعراف جب اہل نار سے کہیں گے تو جواب میں اہل نار اصحاب اعراف پر عیب لگاتے ہوئے کہیں گے کہ قسم ہے کہ تم لوگ اب جہنم میں داخل ہو جاؤ گے پس وہ ملائکہ جنہوں نے اصحاب اعراف کو پل صراط پر روکا ہوا ہوگا اہل نار سے کہیں گے "اَهٰٓؤُلَآءِ" یعنی اصحاب اعراف جن کے بارے میں اہل نار تم نے قسم کھائی تھی کہ انھیں اللہ کی رحمت نہیں ملے گی' پھر فرشتے اصحاب اعراف سے کہیں گے کہ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ترجمہ: تم سب جنت میں داخل ہو جاؤ تم پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ تم سب غمگین ہونگے، پس یہ سنکر اصحاب اعراف جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ بغوی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کرتے ہیں کہ جب اصحاب اعراف جنت کی جانب چلے جائیں گے تو اہل نار طمع کرینگے کہ ان کیلئے بھی جنت کا دروازہ کھل جائے چنانچہ وہ لوگ کہیں گے اے ہمارے رب! بیشک جنت میں ہمارے قرابت دار بھی ہیں پس تو ہمیں اجازت دے تا کہ ہم انھیں دیکھیں اور ان سے کلام کریں' پھر وہ سب جنت میں اپنے قرابت دار کو دیکھیں گے اور ان سے کلام کرینگے اور جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے انھیں عطا کی اسے بھی دیکھیں گے' پس اہل نار جنت میں جو انکے رشتہ دار ہونگے انھیں پہچان لینگے لیکن اہل جنت' اہل نار میں سے قرابت دار کو نہ پہچان سکیں گے کیونکہ آگ سے جھلس کر انکے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔ (مظہری) حضرت حذیفہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اصحاب اعراف وہ لوگ ہونگے جنکی نیکیاں اور گناہ دونوں برابر ہونگے انکی نیکیاں انھیں جہنم میں جانے سے روکے گی اور انکے گناہ جنت میں جانے سے مانع ہونگے' جب اللہ تعالیٰ بندوں کے حساب وکتاب سے فارغ ہو جائیگا تو اصحاب اعراف کو اجازت دیگا کہ وہ اپنی نجات کیلئے کسی شفیع کو تلاش کرلیں چنانچہ یہ لوگ شفیع کی تلاش میں نکل پڑینگے۔ (ابن جریر)

لَاخَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ

ہیچ ترس نیست بر شما و نہ شما اندوہگین شوید و ندا کنند اہل

کوئی ڈر نہیں ہے تم پر اور تم نہ غمگین ہوگے۔ اور پکاریں گے اہل

النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ

دوزخ اہل بہشت را کہ بریزید بر ما چیزی از آب

دوزخ اہل جنت کو کہ بہا دو ہم پر تھوڑا پانی سے کچھ حصہ

اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾

یا از سایر آنچہ روزی داد است شما را خدا گویند ہر آئنہ خدا حرام کرد است ایں ہر دو را بر کافرین

یا ان تمام سے جو روزی اللہ نے تمہیں دی ہے کہیں گے بیشک اللہ نے ان دونوں کو کافروں پر حرام کیا ہے [۱]

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ

بر آنانکہ دین خود را گرفتہ اند بازی و لہو و فریب داد ایشانرا زندگانی

ان لوگوں پر جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنایا اور دھوکا دیا انھیں دنیا کی

الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ

دنیا پس امروز فراموش کنیم ایشانرا چنانکہ فراموش کردند ملاقات ایں روز خویش

زندگی نے، پس آج ہم فراموش کرینگے انھیں جیسا کہ انھوں نے بھلایا اپنے اس دن کی ملاقات کو

وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ

و چنانکہ انکار میکردند بآیات ما و ہر آئنہ آوردیم برائے ایشاں کتابے

اور جیسا کہ انکار کرتے تھے ہماری آیتوں کا [۲] اور بیشک ہم نے ان کیلئے ایک کتاب لائی

فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

کہ مفصل کردہ ایم آنرا بدانش برائے رہنمائی و بخشایش مومنانرا

کہ ہم نے اسے علم سے مفصل کیا مؤمنین کیلئے ہدایت اور رحمت ہے [۳]

[۱] یہ آیتِ کریمہ دلالت کرتی ہے کہ پانی پلانا افضلِ اعمال میں سے ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ کونسا صدقہ افضل ہے آپ نے فرمایا: پانی، کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اہل نار، اہل جنت سے جب سوال کرینگے تو پانی طلب کرینگے۔ امام ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ، نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ کے نزدیک سب سے زیادہ تعجب خیز کیا ہے، آپ نے فرمایا: پانی۔ دوسری روایت میں ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ نے کنواں کھدوایا تو نبی ﷺ نے فرمایا هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ یعنی اسکا [پانی پینے کا یا اس کنویں سے فائدہ کا] ثواب سعد کی ماں کیلئے ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ! بیشک سعد کی ماں صدقہ پسند کرتی تھی، میں اگر انکی جانب سے صدقہ کروں تو کیا انھیں نفع پہنچے گا۔ آپ نے فرمایا: جی ہاں اور تجھ پر پانی [کا صدقہ] لازم ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اپنی والدہ کی طرف سے پانی پلائے۔ پس یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ پانی کا پلانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی نیکیوں میں سے ہے۔ تابعین میں سے بعض نے کہا کہ جسکے گناہ زیادہ ہو جائیں اس پر لازم ہے کہ لوگوں کو پانی پلائے، اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے گناہ کو معاف فرمادیا جس نے ایک کتا کو پانی پلایا، پس اس شخص کا کیا عالم ہوگا جس نے مؤمن مؤحد کو پانی پلایا اور اسے زندگی بخشی۔ امام بخاری نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ سفر کے دوران جب ایک شخص کو پیاس لگی تو وہ ایک کنویں میں اترا اور پانی پی کر باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک کتا پیاس بجھانے کی غرض سے تر زمین کو اپنی زبان سے چاٹ رہا ہے پس اس شخص پر عیاں ہوا کہ یہ کتا بھی ویسا ہی پیاسا ہے جیسا کہ میں تھا، پھر اس نے اپنے موزا کو پانی سے بھرا اور اس میں سے چلو چلو نکال کر اس کتے کے منہ میں ڈالنے لگا یہاں تک کہ وہ کتا سیراب ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو اجر عطا فرمایا اور اسے معاف کر دیا صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! کیا بہائم میں سے بھی ہمارے لئے اجر ہے آپ نے فرمایا ہر جاندار میں اجر ہے۔ امام مسلم نے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت کو اسکی بلی کے عوض عذاب دیا گیا جسے اس نے قید کر رکھا تھا یہاں تک کہ وہ بلی مرگئی کھانا دیتی تھی نہ اسے پانی اور نہ اسے قید سے رہا کرتی تھی کہ وہ خود زمین میں چر کر پیٹ بھر لے۔ حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا میں نبی ﷺ سے مروی ہے کہ جس نے مسلمان کو پانی پلایا اور اس حیثیت سے وہ پانی پیتا ہو تو گویا کہ اس نے ایک غلام آزاد کیا اور جس نے کسی مسلمان کو پانی پلایا اس حیثیت سے کہ وہ پانی نہ پیتا ہو تو گویا کہ اس نے اسے زندگی بخشی۔ (القرطبی) [۲] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد مذاق اڑانے والے قسم کھانے والے ہیں۔ وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا۔ یہ مجاز ہے اس لئے کہ دنیا کی زندگی حقیقت میں دھوکا نہیں دیتی بلکہ دنیا کی زندگی میں انسان دھوکا حاصل کرتا ہے کیونکہ انسان لمبی عمر، اچھی زندگی اور کثرتِ مال کی تمنا کرتا ہے اور اعلیٰ منصب کا طلبگار رہتا ہے۔ فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوْا۔ یہاں نسیان کی دو تفاسیر ہیں (۱) نسیان بمعنی ترک: ایسی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ ہم انھیں عذاب میں چھوڑیں گے جیسا کہ انھوں نے آج کی لقا کو چھوڑا تھا یہ قول حضرت حسن، مجاہد اور اکثر مفسرین کا ہے (۲) نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوْا کا معنی یہ ہے کہ جس نے بھلادیا ہم اسکے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرینگے ہم اسے جہنم میں چھوڑ دینگے جیسا کہ انھوں نے ہماری آیات سے اعراض کیا۔ (تفسیر کبیر) [۳] یعنی قرآن میں جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اسے تدبر سے حاصل کیا جاسکتا ہے بعض نے کہا کہ فَصَّلْنٰهُ کا مفہوم یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو متفرق نازل کیا جو ہماری طرف سے علم ہے، جس میں سہو ہے نہ غلطی۔ زجاج کہتے ہیں کہ یہ قرآن ہادی اور رحمت والا ہے۔ (القرطبی)

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ

انتظار نمی کنند کفار مگر بمصداق ایں وعده را روزیکه بیاید مصداق آں گویند

انتظار نہیں کرتے ہیں کفار مگر اس کے وعدہ کے انجام کا، جس روز انجام آئیگا تو کہیں گے

الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ

کسانیکه فراموش کرده بودند آنرا پیش ازیں هر آئنه آمده بودند پیغمبرانِ پروردگار ما براستی

وہ لوگ جنہوں نے اسے اس سے پہلے بھلا دیا تھا بیشک ہمارے رب کے رسول حق کیساتھ آئے تھے

فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ

پس آیا هستند برائے ما شفیعان تا شفاعت کنند برائے ما یا باز گردانیده شویم بسوئے دنیا پس عمل کنیم

پس کیا ہمارے لئے شفیع ہیں تاکہ شفاعت کریں ہمارے لئے یا ہم دنیا کی طرف لوٹا دیئے جائیں پس ہم عمل کرینگے

غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ

غیر آنچه میکردیم هر آئنه زیاں کردند در حق خویشتن و گم شد

اسکے علاوہ (جو پہلے) کرتے تھے، بیشک انھوں نے اپنے حق میں نقصان کیا اور گم ہوا

عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ع اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ

از ایشاں آنچه افترا میکردند هر آئنه پروردگار شما آنخداست که

ان سے وہ جو افترا کرتے تھے ۱؎ بیشک تمہارا رب وہ اللہ ہے جس نے

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى

آفرید آسمانها و زمین در شش روز باز مستقر شد

پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں؛ پھر مستقر ہوا

عَلَى الْعَرْشِ ۣ يُغْشِى الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ

بر عرش می پوشاند شب را بروز مطلبد شب روز را بشتاب و آفرید آفتاب

عرش پر، چھپاتا ہے رات کو دن سے، رات تیزی سے دن کو تلاش کرتی ہے اور پیدا کیا سورج ۲؎

۱؎ اَلنَّظَرُ بمعنی انتظار یعنی وہ لوگ انتظار نہیں کرتے مگر عقاب اور حساب کا جو وعدہ ان سے کیا گیا ہے۔ (القرطبی)

۲؎ یعنی چھ روز کی مقدار میں دنیا کے ایام سے، بعض نے کہا کہ چھ روز کی مقدار آخرت کے ایام سے، جہاں کا ایک روز ہزار سالوں کے برابر ہوتا ہے۔ حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ اللہ عز و جل ایک لمحہ میں آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر قدرت رکھتا ہے لیکن اس نے چھ ایام میں پیدا کیے تاکہ تعلیم دی جائے کہ انسان بھی اپنے امور کو اطمینان اور سکون سے انجام دے۔ حدیث شریف میں ہے کہ کاموں میں سکون رحمٰن کی جانب سے ہے اور عجلت شیطان کی طرف سے ہے۔ (مظہری) حضرت مجاہد وغیرہ فرماتے ہیں کہ تخلیق کی ابتدا اتوار سے ہوئی اور انتہا جمعہ کے روز ہوئی۔ (القرطبی) بغوی کہتے ہیں کہ معتزلہ استواء کی تاویل اِسْتِیْلَاءِ سے کرتے ہیں اور اہل سنت کہتے ہیں کہ اِسْتِوَاء عَلَی الْعَرْشِ، اللہ تعالیٰ کیلئے بلا کیف صفت ہے جس پر ایمان لانا واجب ہے اور اسکا علم اللہ تعالیٰ کی جانب سپرد کرے۔ ایک شخص نے حضرت مالک بن انس سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی" سے استواء ثابت ہے اور اسکی کیفیت کیا ہے؟ آپ نے تھوڑی دیر کیلئے مراقبہ کیا پھر فرمایا کہ استواء غیر مجہول ہے، کیف غیر معقول ہے، اس پر ایمان لانا واجب ہے، اسکے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے اور میں تمہارے بارے میں گمان نہیں کرتا مگر گمراہی کا، پھر آپ نے حکم دیا کہ اسے نکال دو چنانچہ اسے نکال دیا گیا۔ حضرت سفیان ثوری، اوزاعی، لیث بن سعید، سفیان بن عیینہ، عبداللہ وغیرہم علمائے اہل سنت نے ان آیات کے بارے میں جن میں صفاتِ متشابہ ہوں کہا کہ اسے ویسا ہی رکھا جائے جیسے وہ بلا کیف ہوں۔

اَلْعَرْشُ لغت میں بادشاہ کے تخت کو کہتے ہیں اور عرش عظائم مخلوق میں بڑا جسم والا ہے اسکے اختصاص کی وجہ اللہ تعالیٰ کے کرم پر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مختلف تجلیات اس پر پڑتی ہیں اسی بناء پر اسے عرشِ رحمٰن کہا جاتا ہے۔ عرش کی اضافت رحمٰن کی جانب تشریفی ہے اور تکریمی ہے جیسا کہ کعبہ کی اضافت اسکی جانب تشریفی ہے۔ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ۔ ہر ایک اسکی قدرت میں ہے جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے کسی کیلئے جائز نہیں ہے کہ اسکے حکم پر اعتراض کرے۔ صوفیائے کرام کہتے ہیں کہ خلق سے مراد عالمِ خلق ہے یعنی جسمانیہ، عرش اور جو اسکے نیچے آسمان و زمین اور جو انکے درمیان ہیں۔ اسکے اصول عناصرِ اربعہ ہیں۔ آگ، ہوا، پانی اور مٹی۔ اسی سے نفوسِ حیوانیہ، نباتیہ اور معدنیہ پیدا ہوتے ہیں اور اجسامِ کثیفہ میں وہ اجسامِ لطیفہ ساریہ ہیں۔ امر سے مراد عالمِ امر ہے یعنی قلب، روح، سر، خفی اور اخفی کے مجردات جو عرش کے اوپر ہیں۔ نفوسِ انسانیہ، ملکیہ اور شیطانیہ میں جاری و ساری ہیں۔ ان چیزوں کو عالمِ امر اس لئے کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بلا مادہ پیدا کیا۔ بغوی کہتے ہیں، سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ خلق اور امر کے درمیان فرق ہے، پس جو ان دونوں کو جمع کردے تو تحقیق اس نے کفر کیا۔ (مظہری) اَلْخَلْقُ جو کہ مخلوق ہے اور اَلْاَمْرُ سے مراد اسکا کلام ہے جو کہ غیر مخلوق ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "کُنْ" ہے۔ یہاں خلق اور امر کے فرق سے ان لوگوں کے قول کے فساد پر دلیل قائم ہوگئی جو کہتے ہیں کہ قرآن مخلوق ہے اگر اللہ تعالیٰ کا کلام بھی مخلوق ہوتا تو یوں ارشاد ہوتا "اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْخَلْقُ" (القرطبی) تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ. تَبَارَکَ، اَلْبَرَکَةُ سے مشتق ہے بمعنی نِمَاء، زیادت اور عظمت اسکے لوازم میں سے ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اسکا مفہوم یہ ہے کہ اس قسم کی برکت اسی کی جانب سے آتی ہے۔ حضرت حسن فرماتے ہے کہ اسکا مفہوم یہ ہے کہ برکت اسی کے پاس ہے۔ بعض نے کہا کہ تبارک تقدس کے معنی میں ہے اور قدس بمعنی طہارت ہے۔ بعض نے کہا کہ اسکا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام ہر چیز میں مبارک ہے۔ محققین کہتے ہیں کہ برکت کی اصل ثبوت اور دوام ہے۔ (مظہری)

وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ

و ماه و ستارگاں را رام شده بفرمان خدا آگاه شو او راست آفریدن و فرمانروائی بغایت و بزرگ است

اور چاند اور ستاروں کو مسخر کئے ہوئے اللہ کے حکم سے' آگاہ رہو اسی کیلئے ہے پیدا کرنا اور فرمان روائی اور بڑی عظمت

اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۴﴾ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ

خدا پروردگار عالمہا پرستید پروردگار خود را زاری کناں و پوشیده از مردماں

والا اللہ ہے جو عالمین کا رب ہے۔ پوجو اپنے رب کو گڑگڑاتے ہوئے اور لوگوں سے چھپ کر

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۵۵﴾ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ

هر آئنه او دوست ندارد از حد گذرندگانرا و فساد مکنید در زمین

بیشک وہ دوست نہیں رکھتا ہے حد سے گذرنے والے کو ۱ اور فساد نہ کرو زمین میں

بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ

بعد اصلاح آں و پرستید او را بترس و امید هر آئنه بخشایش

اسکی اصلاح کے بعد اور پوجو اسے خوف سے اور امید سے' بیشک اللہ کی

اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ

خدا نزدیک ست از نیکوکاران و او ست آنکه میفرستد

رحمت قریب ہے نیکوکاروں سے ۲ اور وہی ہے جو بھیجتا ہے

الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا

باد ہا مژده دهنده پیش. از رحمت خود تا وقتیکه بردارد ابر

ہواؤں کو بشارت دینے والیاں اپنی رحمت سے پہلے یہاں تک کہ اٹھاتی ہیں بھاری بادل کو ہم اسے

ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا

گراں را رواں کنیم آنرا بسوئے شهری مرده پس فرود آریم بواسطه آں ابر آب را پس بیروں آریم

کسی مردہ شہر کی طرف ہانک لے جاتے ہیں پھر ہم اس بادل کے واسطہ سے پانی برساتے ہیں پھر ہم نکالتے ہیں

۱ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ کے بارے میں دو اقوال ہیں (۱) اُدْعُوْا بمعنی اُعْبُدُوْا یعنی تم سب عبادت کرو (۲) اُدْعُوْا بمعنی تم سب دعا کرو۔ (تفسیر کبیر) یعنی اللہ کا ذکر کرو اسکی عبادت بجا لاؤ اور اس سے اپنی حاجتوں کے بارے میں سوال کرو۔ جاننا چاہئے کہ ذکر مطلقاً عبادت ہے جہری ہو یا خواہ سری ہو لیکن جہری کیلئے ضروری ہے کہ ریا سے پاک ہو۔ ذکر کے تین مراتب ہیں (۱) جہر: ذکر کرتے وقت اپنی آواز کو بلند کرنا یہ صورت بالاجماع ناپسندیدہ ہے سوائے ان مقامات کے جہاں جہر کا تقاضا ہو جیسے اذان اور تلبیہ وغیرہ۔ شاید صوفیہ چشتیہ قَدَّسَ اللّٰهُ اَرْوَاحَهُمْ نے ذکر جہر مبتدی کیلئے اختیار کیا اور اس حکمت کے پیش نظر کہ شیطان کو بھگایا جائے' غفلت اور نسیان کو دفع کیا جائے اور حرارتِ قلب پیدا کی جائے لیکن ان کے یہاں بھی اس ذکر میں ریاء اور سمعہ سے احتراز ضروری ہے (۲) سر: زبان سے آہستہ ذکر کرنا اور یہ اللہ کے رسول ﷺ کے اس فرمان سے مستفاد ہے کہ تمہاری زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہمیشہ تر رہے۔ امام احمد اور ترمذی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سے اعمال افضل ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم دنیا سے جدا ہو رہے ہو اور تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر رہے (۳) ذکر بالقلب والروح والنفس وغیرہا: یہ وہ ذکر ہے جس میں زبان کا دخل نہیں ہوتا اور یہ وہ ذکر خفی ہے جسے ملائکہ حفظہ بھی نہیں سن سکتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ذکر خفی کی فضیلت میں جو کچھ ارشاد فرمایا یہ وہ ذکر ہے جسے ملائکہ حفظہ بھی نہ سن سکیں' جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسے ستر گناہ بڑھا دیگا اور اسکے حساب کیلئے خلائق کو جمع فرمائیگا۔ ملائکہ حفظہ اس بندے کے وہ اعمال جنہیں محفوظ کیا ہو اور لکھا ہو لیکر آئیں گے تو اللہ تعالیٰ اسے فرمائیگا کیا اس بندے کے اعمال میں کچھ باقی تو نہیں ہے' ملائکہ عرض کرینگے جو ہمیں اسکے اعمال معلوم ہوئے ہم نے اسے لکھ دیا اور محفوظ کر لیا پس اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ اس بندے کیلئے ایک ایسی نیکی ہے جسے تم بھی نہیں جانتے ہو اور وہ ہے ذکر خفی۔ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۔ کہا گیا ہے کہ یہاں حد سے گذرنے والوں سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ ایسی دعا کرتے ہیں جو اسے نہیں کرنا چاہئے جیسے انبیائے کرام کی منازل' آسمان کی جانب بڑھنے اور موت سے پہلے جنت میں جانے کے بارے میں سوال کرنا وغیرہ۔ اور اسی طرح جو عقلاً' عادۃً اور جو بے فائدہ ہو اسکے بارے میں سوال کرنا۔ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے سنا کہ وہ دعا یوں کر رہا ہے کہ اے اللہ میں تجھ سے جنت کی سیدھی جانب سفید محل کا سوال کر رہا ہوں کہ جب میں جنت میں داخل ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اے بیٹا! جنت کا سوال کر اور جہنم سے پناہ مانگ' اس لئے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ عنقریب اس امت میں ایسے لوگ ہونگے جو طہارت اور دعا میں حد سے تجاوز کرینگے۔ (مظہری) جاننا چاہئے کہ جب انسان تنہا ہو تو سراً دعا کرنا افضل ہے ورنہ جہر افضل ہے جیسے جماعت میں۔ (صاوی) ۲ اللہ تعالیٰ نے زمین کی اصلاح کے بعد اسے ہر قسم کے فساد سے منع فرما دیا فساد کم ہو یا زیادہ۔ (القرطبی) اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۔ اس حصے میں طمع کیلئے ترجیح ہے اور جو چیز اجابت کیلئے وسیلہ بنے اس کیلئے تنبیہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسے شخص کا ذکر فرمایا جو لمبے سفر سے آیا ہو اسکے چہرے اور بالوں پر گرد و غبار ہو اور وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہو یارب کہے' حالانکہ اسکا کھانا حرام ہے' اسکا پینا حرام ہے' اسکا لباس حرام ہے اور حرام سے غذا دی گئی ہو پس اللہ تعالیٰ اسکی دعا کیسے قبول فرمائیگا۔ (مظہری)

بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ

بآں آب از جنس ہر میوہ و ہمچنیں بیروں می آریم مردگان را تا شما

اس پانی سے ہر جنس کا میوہ اسی طرح ہم نکالیں گے مردوں کو تا کہ تم

تَذَكَّرُوْنَ ۝۵۷ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ

پند پذیر شوید و شہر پاکیزہ بر می آید رستنی او بفرمان پروردگار او

نصیحت حاصل کرو۱ اور پاکیزہ زمین اسکا سبزہ (اچھا) نکلتا ہے اسکے رب کے حکم سے

وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ

و زمین ناپاکیزہ بر نمی آید رستنی او مگر ناہموار بدیر رونده ہمچنیں گونا گوں

اور ناپاک زمین اسکا سبزہ نہیں نکلتا ہے مگر اونچا نیچا تاخیر سے اگنے والا۲ اسی طرح گونا گوں

الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ۝۵۸ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ

بیان میکنیم نشانہا را برائے قومیکہ شکر گذاری میکنند ہر آئنہ فرستادیم نوح را بسوئے قوم او

ہم بیان کرتے ہیں نشانیوں کو ایسی قوم کیلئے جوشکر بجالاتی ہے۳ بیشک ہم نے بھیجا نوح کو انکی قوم کی طرف

فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّیْۤ

پس گفت اے قوم من عبادت کنید خدا را ہیچ معبود نیست شما را بجز او ہر آئنہ من

پس کہا اے میری قوم! عبادت کرو اللہ کی نہیں ہے کوئی معبود تمہارے لئے اسکے سوا بیشک

اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۵۹ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ

میترسم بر شما از عقوبت روز بزرگ گفتند اشراف از

میں ڈرتا ہوں تم پر بڑے دن کے عذاب سے۴ کہا کفار کے اشراف نے

قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۶۰ قَالَ يٰقَوْمِ

قوم او ہر آئنہ ما می بینیم ترا در گمراہی ظاہر گفت اے قوم من

انکی قوم میں سے، بیشک ہم دیکھتے ہیں تجھے کھلی گمراہی میں ۵ کہا اے میری قوم!

۱ مشرق کی ہوا بادل کو چلاتی ہے، شمال کی ہوا اسے جمع کرتی ہے، جنوب کی ہوا اسے برسنے کے قابل کرتی ہے اور مغرب کی ہوا اسے منتشر کرتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، کہ ہوا اللہ تعالیٰ کی رحمت میں سے ہے، کبھی رحمت لاتی ہے اور کبھی عذاب، پس بھلائی کا سوال کرو اور اسکے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔ کَذٰلِکَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰی الخ دنیا میں جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیں ان اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلیل قائم کرو اور پھر اس قدرت کو آخرت میں اعادہ خلق پر قائم کرو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب صور پھونکا جائیگا تو تمام انسان مر جائینگے پھر اللہ تعالیٰ عرش کے نیچے سے بارش مرد کی منی کی طرح بھیجے گا جسے ماء الحیوان کہا جاتا ہے پس تمام لوگ اپنی اپنی قبروں سے اگیں گے جیسے سبزہ اگتا ہے جب انکے اجساد مکمل ہو جائینگے تو ان میں روح ڈالی جائے گی پھر ان پر نیند کا غلبہ ہوگا تو سب اپنی اپنی قبروں میں سو جائینگے، جب دوسرا صور پھونکا جائیگا تو سب اپنی اپنی قبروں سے اٹھیں گے اور سب نیند کا ذائقہ اپنے سروں اور آنکھوں میں پائیں گے اسوقت کہیں گے "اے ہماری بربادی کس نے ہمیں ہماری خوابگاہ سے بیدار کر دیا"۔ حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ مختلف روایتوں کا اس پر اتفاق ہے کہ ان دو صوروں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہوگا۔ (مظہری)

۲ اَلْبَلَدُ الطَّیِّبُ سے مراد عمدہ زمین ہے۔ وَالَّذِیْ خَبُثَ سے بنجر زمین مراد ہے۔ جب آیات سابقہ میں اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت، اسکے عموم فیض اور اسکی رحمت کا بیان کیا گیا تو اسکے بعد مبدا فیاض میں استعداد کا تفاوت بیان کیا جا رہا ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ نقصان صرف متاثر کی جانب سے ہے جیسے زمین کا سبزہ استعداد زمین کے تفاوت کی وجہ سے فرق رکھتا ہے ورنہ بارش کا فیضان سب کو یکساں پہنچتا ہے اسی طرح آیات کو مختلف طریقے سے پھیرنا، دلائل نصب کرنا اور رسولوں کو بھیجنا ہے اگرچہ رحمت عام ہے لیکن اس سے انتفاع مؤمنین اور شاکرین کیساتھ خاص ہے۔ (مظہری) ۳ حضرت نوح علیہ السلام لامک یا لمک اور بعض کے نزدیک متوشلخ بن خنوخ کے بیٹے ہیں بعض نے خنوخ کی جگہ اخنوخ کہا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان دس قرون [دس سو سال] کا فاصلہ تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام کا نام "سکن" تھا بعض نے شاکر اور یشکر بھی بتایا ہے۔ علامہ سیوطی نے الاتقان میں ان کا نام عبد الغفار بتایا ہے۔ آپ کو نوح اپنی قوم اور اپنے نفس پر کثرت سے نوحہ کی وجہ سے کہا جاتا ہے بعض نے کہا کہ قیامت کی ہولناکیوں کی وجہ سے آپ نوحہ کرتے تھے، بعض نے کہا کہ آپ نے ایک بدصورت کتا دیکھا تو آپ نے اس سے کہا کہ تو کیا ہی بری مخلوق ہے پس اللہ تعالیٰ نے اس کتے کو گویائی عطا فرمائی تو اس نے کہا کہ اے نوح! عیب مجھ میں ہے یا میرے خالق میں؟ جب آپ نے یہ سنا تو بیہوش ہو گئے پھر جب ہوش میں آئے تو اپنے نفس پر نوحہ کرتے تھے۔ بغوی کہتے ہیں کہ آپ ایک پاگل کتے کے پاس سے گذرے تو آپ نے اسے قبیح کہہ کر دھتکار دیا تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ اے نوح! یہ عتاب تم اپنے اوپر کر رہے ہو یا کتا پر۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ قوم نے آپکی دعوت قبول نہ کر کے اپنے آپکو ہلاک کیا اس پر آپ نوحہ کرتے تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنے بیٹے کنعان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے سوال کیا اس پر نوحہ کرتے تھے واللہ اعلم۔ حضرت نوح علیہ السلام کو چالیس یا پچاس سال کی عمر میں قوم کی جانب تبلیغ کیلئے بھیجا۔ ساڑھے نو سو سال تک اس امور کو انجام دیا۔ طوفان کے بعد ساڑھے چار سو سال تک حیات سے رہے اسطرح آپکی کل عمر ساڑھے چودہ سو سال ہے۔ (مظہری) ۴ اَلْمَلَاُ بمعنی کبراء اور سردارانِ قوم جو اپنے آپکو انبیاء کے اضداد سمجھتے تھے۔ یہاں لَنَرٰکَ اس معنی میں ہے کہ ہم آپکے بارے میں گمراہی کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ مسائل اربعہ یعنی تکلیف، توحید، نبوت اور معاد کے معاملے میں آپکی جانب ضلال کی نسبت کرتے تھے۔ (تفسیر کبیر)

لَيْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّ لٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿٦١﴾

نیست با من ہیچ گمراہی و لیکن من پیغامبرم از جانب پروردگار عالمہا

نہیں ہے میرے ساتھ کوئی گمراہی لیکن میں رسول ہوں عالمین کے رب کی جانب سے ۱ میں تمہیں اپنے رب کے

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ اَنْصَحُ لَكُمْ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا

میرسانم بشما پیغامہاے پروردگار خود و نیکو خواہی میکنم براے شما و میدانم از حکم خدا آنچہ

پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں بھلائی چاہتا ہوں تمہارے لئے اور میں جانتا ہوں اللہ کے حکم سے جو

تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٢﴾ اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ

نمیدانید آیا تعجب کردید از آنکہ آمد بشما پندی از جانب پروردگار شما فرود آمدہ بر مردے

تم نہیں جانتے ہو ۲ کیا تمہیں تعجب ہوا اس سے کہ آئی تمہارے پاس ایک نصیحت تمہارے رب کی جانب سے ایک مرد

مِّنْكُمْ لِیُنْذِرَكُمْ وَ لِتَتَّقُوْا وَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٦٣﴾ فَكَذَّبُوْهُ

از شما تا بیم کنی شما را و تا پرہیزگاری کنید و تا مہربانی کردہ شود بر شما پس دروغ داشتند او را

پر جو تم میں سے ہے تا کہ تمہیں ڈرائے اور تا کہ تم پرہیزگار ہو جاؤ اور تا کہ تم پر رحم کیا جائے ۳ پس اسے جھٹلایا

فَاَنْجَیْنٰهُ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗ فِی الْفُلْكِ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا

پس نجات دادیم او را و کسانیرا کہ باوی بودند در کشتی و غرق ساختیم کسانیرا کہ

تو ہم نے انھیں نجات دی اور جو لوگ انکے ساتھ کشتی میں تھے اور غرق کیا ہم نے ان لوگوں کو جنھوں نے

بِاٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِیْنَ ﴿٦٤﴾ وَ اِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ

دروغ داشتہ بودند آیات ما را ہر آئنہ ایشاں بودند گروہی نابینا و فرستادیم بسوے قوم عاد برادر ایشاں

جھٹلایا تھا ہماری آیتوں کو، بیشک وہ سب ایک اندھا گروہ تھے ۴ اور ہم نے بھیجا قوم عاد کی جانب انکے برادر

ع ٨ / ١٥

هُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ

ہود را گفت اے قوم من عبادت کنید خدا را نیست شما را ہیچ معبود غیر او

ہود کو، کہا اے میری قوم! عبادت کرو اللہ کی، تمہارے لئے اسکے سوا کوئی معبود نہیں ہے ۵

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی گمراہی کی قسموں میں سے کوئی بھی گمراہی میرے پاس نہیں ہے یہ جملہ عموم سلب میں ابلغ ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ تبلیغ رسالت و نصیحت میں فرق یہ ہے کہ تبلیغ رسالت اللہ تعالیٰ کی تکالیف کے انواع، اقسام اسکے اوامر اور نواہی کو لوگوں تک پہنچانا، اور نصیحت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جانب رغبت دلائی جائے اور اسکی معصیت سے بچایا جائے۔ (تفسیر کبیر)

۳ انکی قوم کو تعجب ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بشر کو رسول بنا کر بھیجا اس آیت میں انکے تعجب کا جواب دیا گیا ہے۔ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے ایک نبی کی جانب وحی کی کہ آپ اپنی امت میں سے میری اطاعت کرنے والوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنے اعمال پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھ رہیں، پس بیشک میں قیامت کے روز حساب کے وقت نصیحت نہیں کرونگا میں اگر چاہوں تو اسے عذاب دوں آپ اپنی امت میں سے نافرمانی کرنے والوں سے کہہ دیجئے کہ اپنے آپکو ہلاکت میں نہ ڈالیں پس میں چاہوں تو بڑے سے بڑا گناہ معاف کر دوں مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ (مظہری)

۴ طوفانِ نوح سے نجات پانے والے چالیس مرد اور چالیس عورتیں تھیں، بعض نے کہا کہ ۸۰، اشخاص تھے، دس اور بہتر [۷۲] کا قول ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ انکے تین بیٹے سام، حام اور یافث اور انکی تین ازواج، یہ قول بھی آیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹے اور دیگر چھ افراد، آپ پر ایمان لانے والے بچے تھے۔ (مظہری)

۵ شیخ ابو بکر نے خلاصۃ السیر ان میں شرح کی ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام کا نام عابر ہے، عیبر بھی بتایا گیا ہے۔ بعض نے عیبر کی بجائے غیبر لکھا ہے آپکا نسب یوں ہے ابن شالخ بن قینان بن ارفحشد بن سام بن نوح علیہ السلام۔ آپکی والدہ مکعبہ بنت عویلم بن سام بن نوح ہیں۔ نورِ نبی ﷺ حضرت ہود علیہ السلام کی پیشانی میں چمک رہا تھا پس جب قوم نے انکی پیشانی میں وہ نور چمکتا ہوا دیکھا تو کہا کہ یہ شخص ایک اللہ کی عبادت کریگا، بتوں کو توڑ دیگا، اور لوگ انکی تعظیم کرینگے اور انکے بعد حضرت صالح علیہ السلام تک یعنی سو سال تک کوئی نبی نہ ہوگا۔ حضرت صالح علیہ السلام کا زمانہ بادشاہوں کا زمانہ تھا اور اس زمانے کے لوگ بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ بعض نے کہا کہ وہ لوگ سورج کی عبادت کرتے تھے اور آخر میں آگ کی عبادت شروع کر دی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے قومِ ثمود کی جانب حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا۔ حضرت ہود علیہ السلام شریعتِ نوح علیہ السلام پر تھے اور چار سو سال بقیدِ حیات رہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ چار سو ساٹھ سال آپکی عمر تھی۔ ابن حبیب کہتے ہیں کہ آپ ۱۴۳ سال زندہ رہے۔ ابن الکلبی کہتے ہیں کہ آپکی عمر ۴۳۳ سال تھی اور آپکی والدہ ماجدہ کا نام مرجانہ تھا جو کہ طاہرات میں سے تھیں۔ حضرت ہود علیہ السلام کا مزار ''حضرموت'' میں ہے [حضرموت ایک صوبہ کا نام ہے جو کہ عرب کے جنوب کی طرف یمن میں واقع ہے۔ حسن اللغات] آپکے مزار کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ مکہ میں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپکا مزار حضرموت میں کثیب احمر کے پاس ہے۔ حضرت عبد الرحمٰن بن سابط کہتے ہیں کہ رکن، مقام اور زمزم کے درمیان ننانوے [۹۹] انبیائے کرام علیہم السلام کی قبور ہیں اور حضرت ہود علیہ السلام، صالح اور شعیب علیہم السلام کی قبریں اس میں واقع ہیں۔ مروی ہے کہ انبیاء میں سے جب کسی نبی کا وصال ہوتا تو انکی قوم اور اس قوم کے صالحین انکے جسم کو لیکر مکہ آتے اور یہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔ (مظہری) اَخَاهُمْ هُوْدًا ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد انکے باپ کا بیٹا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اَخَاهُمْ فِی الْقَبِیْلَةِ یعنی قبیلہ میں انکا بھائی۔ مصنف ابوداؤد میں ہے کہ اَخَاهُمْ هُوْدًا سے مراد صَاحِبُهُمْ یعنی ان کے ساتھی میں سے ہود۔ (القرطبی)

اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ

آیا پرہیزگاری نمیکنید گفت اشراف کفار از قوم او

کیا تم سب پرہیزگاری نہیں اپناتے' انکی قوم میں سے کفار کے اشراف نے کہا

اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۶۶﴾

ہر آئنہ ما می بینیم ترا در بے خردے و ہر آئنہ ما می پنداریم ترا از دروغگویان

بیشک ہم دیکھتے ہیں تجھے بیوقوفی میں' اور بیشک ہم گمان کرتے ہیں تجھے جھوٹ کہنے والوں میں سے [۱]

قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ

گفت اے قوم من نیست با من ہیچ بے خردے و لیکن من پیغامبرم از

کہا اے میری قوم! میرے ساتھ کوئی بیوقوفی نہیں ہے لیکن میں رسول ہوں

رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۷﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ

جانب پروردگار عالمہا میرسانم بشما پیغامہا پروردگار خود و من برائے شما نیکخواہ

عالمین کے رب کی جانب سے [۲] میں پہنچاتا ہوں تمہیں اپنے رب کے پیغامات اور میں تمہارا نیک

اَمِیْنٌ ﴿۶۸﴾ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰی رَجُلٍ

با امانتم آیا تعجب کردید از آنکہ آمد بشما پندی از جانب پروردگار شما بر مردے

چاہنے معتمد والا ہوں [۳] کیا تمہیں تعجب ہوا اس پر کہ تمہارے پاس ایک نصیحت تمہارے رب کی جانب سے تم میں سے

مِّنْكُمْ لِیُنْذِرَكُمْ ؕ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ

از شما تا بیم کند شما را و یاد کنید نعمت الٰہی آنوقت کہ گردانید شما را جانشین بعد از

ایک مرد پر آئی تم میں سے تا کہ ڈرائے تمہیں اور یاد کرو نعمتِ الٰہی کو جب کیا تمہیں جانشین

قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِی الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ

قوم نوح و افزود برائے شما در خلقت قوت را پس یاد کنید نعمتہائے

قوم نوح کے بعد اور زیادہ کیا تمہارے لئے قوت کو خلقت میں' پس یاد کرو اللہ کی [۴]

[۱] جاننا چاہئے کہ حضرت نوح اور حضرت ہود علیہ السلام کا قصہ الفاظِ مذکورہ کیلئے موافق ہے مگر چند اشیاء میں فرق ہے (۱) حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ میں "فَقَالَ یَا قَوْمِ اُعْبُدُوا اللّٰهَ" ارشاد ہے اور حضرت ہود علیہ السلام کے قصہ میں "قَالَ یَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ" ارشاد ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام مسلسل اللہ کا پیغام پہنچاتے تھے اور قوم جب اس پیغام پر کوئی اعتراض کرتی تو فوراً آپ اسکا جواب عنایت فرماتے تھے جبکہ حضرت ہود علیہ السلام تبلیغ اور جوابِ اعتراض میں اس حد تک نہیں تھے اس لئے ضروری ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام کا کلام فاء تعقیب مع الوصل ہو [ایک کام کے اختتام کے فوراً بعد دوسرا کام ہونا] (۲) حضرت نوح علیہ السلام کے کلام میں "اُعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُ اللّٰهِ اِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ" ارشاد ہے اور حضرت ہود علیہ السلام کے کلام میں "اُعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ" ارشاد ہے حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں طوفانِ عظیم آیا جس کے بعد گنتی کے افراد بچ گئے تھے اس لئے آپ قوم کو اِنِّیْ اَخَافُ کہہ کر ڈرایا کرتے تھے جبکہ حضرت ہود علیہ السلام کے زمانے میں سب لوگوں کو طوفانِ نوح کے بارے میں معلوم تھا اس لئے آپ انھیں اس جرم سے بچنے کی تلقین فرماتے تھے جسکے سبب طوفانِ نوح آیا اس لئے آپ نے اپنی قوم سے اَفَلَا تَتَّقُوْنَ فرمایا (۳) حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ میں "قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖ" ارشاد ہے اور حضرت ہود علیہ السلام کے قصہ میں "قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ" ارشاد ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام کے اشرافِ قوم میں سے بعض ایمان لائے مثلاً مرثد بن سعد وغیرہ' جبکہ نوح علیہ السلام کے اشرافِ قوم میں سے کوئی بھی ایمان نہیں لایا اس لئے انکے کلام میں مطلق "قَالَ الْمَلَاُ" ارشاد ہے جبکہ حضرت ہود علیہ السلام کے اشرافِ قوم دو حصوں میں منقسم ہوگئے یعنی مؤمن اور کافر اس لئے انکے کلام میں "قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا" ارشاد ہے۔ (۴) "اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ" ارشاد ہے اور حضرت ہود علیہ السلام کے قصہ میں "اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ" ارشاد ہے' اسکی وجہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو طوفان سے ڈراتے تھے اور ایک کشتی کی تیاری کی وجہ سے اپنے آپکو مشقت میں ڈالا ہوا تھا حالانکہ طوفان اور بارش کی کوئی علامت بظاہر نظر نہیں آرہی تھی اس لئے قوم نے آپکے بارے میں "اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ" جبکہ ہود علیہ السلام نے کچھ ذکر نہیں کیا مگر بتوں کی عبادت کی مذمت فرماتے تھے اس لئے قوم نے آپکے بارے میں "اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ" کہا (۵) حضرت نوح علیہ السلام نے اَنْصَحُ کہا اور ہود علیہ السلام نے نَاصِحٌ کہا اسی طرح آیت کے اختتام پر حضرت نوح علیہ السلام نے وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ فرمایا جبکہ حضرت ہود علیہ السلام نے آیت کے اختتام پر وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ فرمایا (۶) حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے "اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰی رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِیُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ" فرمایا حضرت ہود علیہ السلام کے قصہ میں بھی یہی کلام بعینہ ہے لیکن "وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ" حذف ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ قصۂ اولیٰ میں جب یہ بتادیا گیا کہ ڈرانے کا مقصد حصولِ تقویٰ اور موجبِ رحمت ہے تو اب قصۂ ثانیہ میں اسکے اعادہ کی ضرورت نہیں ہوئی۔ (تفسیر کبیر) [۲] حضرت ہود علیہ السلام نے قوم کے کہنے پر جو جواب دیا وہ اس آیتِ کریمہ میں مذکور ہے۔ (مظہری) [۳] کفار کی بری باتوں کے جواب میں انبیاء سے جو منقول ہے وہ حسنِ ادب اور حلم کیساتھ ہے۔ (مظہری) [۴] کلبی اور سدی کہتے ہیں کہ قومِ عاد کا لمبا آدمی سو ہاتھ کا ہوتا تھا اور چھوٹا آدمی ستر ہاتھ کا۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ قومِ عاد کا ہر شخص بارہ ہاتھ لمبا ہوتا تھا۔ وہب کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک کا سر بڑے قبہ کی طرح اور اسکی آنکھوں کا دائرہ اتنا بڑا کہ مادہ اس میں بچہ دے دے۔ (مظہری)

اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٦٩﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ

خدا را تا شما رستگار شوید گفتند ایا آمدہ تا عبادت کنیم خدا را تنہا

نعمتوں کو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ انھوں نے کہا کیا تو ہمارے پاس آیا تا کہ ہم صرف اللہ ہی کی عبادت کریں

وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ

و بگذاریم آنچہ می پرستند پدران ما پس بیار پیش ما آنچہ وعید میکنی اگر

اور ہم چھوڑ دیں اسے جسکی عبادت کرتے تھے ہمارے باپ دادا، پس لاؤ ہمارے پاس وہ وعید جو تم ہمیں دے رہے ہو

كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٧٠﴾ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ

ہستی از راستگویاں گفت ثابت شد بر شما از جانب پروردگار شما

اگر تو سچ کہنے والوں سے ہے ۱؎ کہا ثابت ہوا تم پر تمہارے رب کی جانب سے

رِجْسٌ وَّ غَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ

عقوبت و خشم ایا مکابرہ می کنید با من در باب نامہاے چند کہ شما مقرر کردہ اید آنرا

عذاب اور غضب، کیا مکابرہ کرتے ہو مجھ سے چند ناموں کے بارے میں کہ جسے تم نے مقرر کیا ہے

اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْٓا

و پدران شما مقرر کردہ اند فرود نیاوردہ است خدا بر آں ہیچ دلیل پس انتظار کنید

اور تمہارے باپ دادا نے مقرر کیا ہے، اس پر کوئی دلیل اللہ نے نہ اتاری، پس انتظار کرو

اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿٧١﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ

ہر آئنہ من نیز از منتظر ایم پس نجات دادیم او را و کسانیرا کہ با او بودند بمہربانی

بیشک میں بھی انتظار کرنے والوں میں سے ہوں ۲؎ پس ہم نے نجات دی انھیں اور ان لوگوں کو جو ان کیساتھ تھے

مِّنَّا وَ قَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا

از جانب خویش و بریدیم بیخ آنانکہ دروغ میداشتند آیات ما را و نبودند

اپنی طرف کی مہربانی سے اور ہم نے ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور نہ تھے وہ سب ۳؎

۱؎ یعنی آپ نے جس عذاب سے ہمیں ڈرایا ہے اگر آپ اس میں سچے ہیں تو وہ عذاب کیوں نہیں آتا ہے؟ (مظہری)

۲؎ وہ اعتقاد رکھتے تھے کہ آسمانوں اور زمین کا خالق اللہ تعالیٰ ہے لیکن بتوں کو الوہیت میں شریک ٹھہراتے تھے یا استحقاقِ عبادت میں، کیونکہ انکے اعتقاد کے مطابق وہ سب اللہ کے پاس انکی شفاعت کرینگے۔ (مظہری)

۳؎ محمد بن اسحٰق وغیرہم نے عاد کا قصہ یوں ذکر کیا ہے کہ یہ لوگ یمن میں اترے اور احقاف میں اپنا ٹھکانا بنایا اور یہ احقاف عمان اور حضر موت کے درمیان ریت کے ٹیلے کا نام ہے۔ یہ لوگ زمین میں فساد کرتے تھے اور جو قوت اللہ تعالیٰ نے انھیں دی تھی اس قوت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اہل زمین پر قہر کرتے تھے، یہ لوگ بتوں کی عبادت کیا کرتے تھے جسے صدا، سمود اور الھبا کہا جاتا تھا پس اللہ تعالیٰ نے انکی جانب حضرت ہود علیہ السلام کو نبی بنا کر مبعوث فرمایا۔ حضرت ہود علیہ السلام ان میں نسب کے اعتبار سے متوسط اور حسب کے اعتبار سے افضل تھے۔ آپ نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا حکم دیا اور لوگوں کو ظلم کرنے سے روکا، اسکے علاوہ آپ نے کوئی اور حکم نہیں دیا پس قوم نے آپکو جھٹلایا اور کہا کہ بنو مصالح میں ہم سے زیادہ قوت والا کون ہے پھر جب قوم نے اس طریقے سے اپنی سرکشی ظاہر کی تو اللہ تعالیٰ نے تین سالوں تک بارش روک لی اور پوری قوم بلاء و مصیبت میں مبتلا ہو گئی۔ اس زمانے میں مسلمان ہو یا مشرک ہر ایک مصیبت کے وقت بیت اللہ شریف پہنچ کر اللہ عز و جل سے مصیبت کے ٹلنے کی دعا کرتے تھے، ان دنوں مکہ مکرمہ میں قوم عمالقہ کا قبضہ تھا اور اسکے سردار معاویہ بن بکر تھے چنانچہ قومِ عاد میں سے ستر افراد دعا کی غرض سے مکہ پہنچے تو معاویہ بن بکر نے ان لوگوں کی خوب مہمان نوازی کی یہ لوگ ایک ماہ تک یہاں قیام پذیر رہے اس دوران شراب نوشی اور ناچ گانے انکا مشغلہ تھا ایک ماہ گذر جانے کے باوجود بھی انکی دعا قبول نہ ہوئی تو ان ہی کی قوم میں مرثد بن صعود بن عفیر جو کہ حضرت ہود علیہ السلام پر ایمان لا چکے تھے لیکن اپنے ایمان کو قوم سے چھپائے رکھا تھا کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اسوقت تک سیراب نہیں فرمائیگا جب تک تم اپنے نبی حضرت ہود علیہ السلام کی اطاعت نہ کرلو اور اپنے رب کے حضور توبہ نہ کرلو۔ جب یہ کہا تو انکا ایمان انکی قوم پر ظاہر ہو گیا پھر قوم نے معاویہ بن بکر سے کہا کہ مرثد کو ہم سے جدا کردو اور انھیں ہمارے ساتھ بیٹھنے کی اجازت نہ دو اس لئے کہ یہ ہود پر ایمان لا چکا ہے۔ قوم نے جب آپکو نکال دیا تو آپ نے تنہا دعا کی "اے اللہ! تو مجھے میرے سوال پر عطا فرما اور وفد عاد کی دعا قبول نہ فرما"۔ قیل بن عنز نے جب یہ دعا کی اے ہمارے معبود! اگر ہود (علیہ السلام) اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو ہمیں سیراب کر کہ ہم ہلاک ہو گئے، پس اللہ تعالیٰ نے تین طرح کے بادل سفید، سرخ اور سیاہ بھیجے پھر آسمان سے منادی نے ندا کی کہ اے قیل! اپنے آپ کو اور اپنی قوم سے کہو ان بادلوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرلے۔ قیل کہتے ہیں کہ میں نے سیاہ بادل کو اختیار کیا کیونکہ اکثر بارش سیاہ بادل سے ہوتی ہے۔ ایک منادی نے ندا کی تم نے اختیار کیا ریتوں کو کہ کوئی ایک بھی آلِ عاد سے باقی نہیں رہیگا پس اللہ تعالیٰ نے اس بادل کو چلایا جسے ان لوگوں نے اختیار کیا تھا پوری قوم اس سیاہ بادل کے نیچے طمع میں جمع ہو گئی پھر اس بادل سے سخت گرم ہوا چلی جس سے قوم ہلاک ہوتی چلی گئی۔ حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھی مؤمنین کی ایک جماعت نے حظیرہ میں پناہ لی۔ وہ لوگ ریت کے نیچے سات رات اور آٹھ روز دبے رہے یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ (مظہری)

مُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا

از مومنان و فرستادیم بسوے قوم ثمود برادر ایشاں صالح را گفت اے قوم من عبادت کنید

مؤمنوں میں سے۔ اور ہم نے بھیجا قوم ثمود کی طرف انکے برادر صالح کو، کہا اے میری قوم عبادت کرو

اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ

خدا را نیست شما را ہیچ معبود غیر او و ہر آئنہ آمد بشما دلیلے از

اللہ کی، نہیں ہے تمہارے لئے اسکے سوا کوئی معبود اور بیشک تمہارے پاس ایک دلیل آئی

رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْۤ

پروردگار شما ایں مادہ شتری ست پیدا کردہ خدا نشانہ برائے شما پس بگذاریدش کہ چرا کند در

تمہارے رب کی طرف سے' یہ اللہ کی پیدا کی ہوئی اونٹنی ہے' نشانی ہے تمہارے لئے پس اسے چھوڑ دو تا کہ چرے

اَرْضِ اللّٰهِ وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ

زمین خدا و مرسانید او را ہیچ سختی کہ آنگاہ بگیرد شما را عقوبت

اللہ کی زمین میں اور نہ پہنچاؤ اسے کوئی تکلیف کہ اس وقت پکڑے گا تمہیں

اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّ

درد دہندہ و یاد کنید نعمت الٰہی آں وقت گردانید شما را جانشین بعد از قوم عاد و

تکلیف دینے والا عذاب ۱ اور یاد کرو اللہ کی نعمت کو جب تمہیں قوم عاد کے بعد جانشین بنایا اور

بَوَّاَكُمْ فِى الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّ

استقرار داد شما را در زمین می سازید از نرم آں کوشکہا و

ٹھہراؤ دیا تمہیں زمین میں' تم اسکے نرم حصے میں محلات بناتے تھے اور

تَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَ لَا تَعْثَوْا فِى

تراشیدہ خانہا می سازید کوہ را پس یاد کنید نعمتہاے خدا را و تباہی مکنید در

تراشے ہوئے گھر پہاڑ میں بناتے تھے پس یاد کرو اللہ کی نعمتوں کو اور تباہی نہ کرو ۲

۱ یہاں سے تیسرا قصہ شروع ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب قوم عاد کو ہلاک کر دیا انھیں لمبی عمر عطا کی گئی اور طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا گیا پھر قوم ثمود نے بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور بتوں کی عبادت شروع کر دی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ ان لوگوں نے آپ سے معجزہ کا مطالبہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم کون سا معجزہ دیکھنا چاہتے ہو' قوم نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ ہماری عید پر ہمارے ساتھ نکلیں اور ہم اپنے بتوں کی جانب جا کر ان سے دعا کریں آپ اپنے اللہ سے دعا کریں اگر آپکی دعا قبول ہو گئی تو ہم آپکی پیروی کرینگے اور اگر ہماری دعا قبول ہو گئی تو آپکو ہماری پیروی کرنی پڑیگی' پھر جب آپ ان کیساتھ نکلے تو انھوں نے ایک معین چٹان سے ایک بڑے ناقہ کے خروج کا مطالبہ کر دیا آپ نے ان سے وعدہ لیا کہ اگر وہ ناقہ نکل آئے تو کیا تم لوگ ایک الٰہ پر ایمان لاؤ گے؟ جب ان لوگوں نے اس وعدہ کو قبول کر لیا تو آپ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی اور انتہائی عجز و انکساری سے دعا فرمائی تو وہ پتھر پھٹ گیا اور اس کے درمیان سے ایک اونٹنی نمودار ہوئی پھر اس قوم کیلئے ایک اصول بنا دیا گیا کہ اس چشمہ سے ایک روز تم پانی پیئو گے اور ایک روز یہ اونٹنی پیئے گی۔ سدی کہتے ہیں کہ وہ اونٹنی پانی پی کر دو پہاڑوں کے درمیان چلی جاتی تھی جب پانی پینے کیلئے آتی تو لوگ اس سے دودھ دوہتے تھے جو پوری قوم کیلئے کافی ہو جاتا تھا گویا کہ قوم کو ایک روز پانی ملتا تھا اور دوسرے روز دودھ ملتا تھا۔ کچھ عرصے کے بعد قوم کے چند لوگوں نے مل کر اونٹنی کے کوچے کاٹ ڈالے۔ اسوقت ان سے کفر ظاہر ہوا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ عذاب کی علامت یہ ہو گی کہ صبح تم سرخ ہو جاؤ گے' دوسری صبح زرد ہو جاؤ گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اے علی! اولین میں سب سے زیادہ شقی وہ ہے جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے کوچے کاٹے اور آخرین میں سب سے زیادہ شقی وہ ہوگا جو تمہیں قتل کرے۔ علمائے مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ ناقہ کس وجہ سے آیۃ یعنی نشانی ہے۔ بعض نے کہا کہ اس لئے کہ وہ اونٹنی صخرۃ سے اپنے کمال کے ساتھ نکلی۔ قاضی کہتے ہیں کہ اگر صحیح ہے تو چند جہت سے معجزہ ہے (۱) اسکا پہاڑ سے نکلنا (۲) اسکا مذکر و مؤنث نہ ہونا (۳) بغیر تدریج کے خلقت کا کمال۔ بعض نے کہا کہ اسے نشانی اس لئے کہا گیا ہے کہ ایک روز تنہا پورا پانی پی جاتی تھی جبکہ دوسرے روز وہی پانی پوری قوم کیلئے کافی ہوتا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس اونٹنی کا اعجاز (پیچھے کا حصہ) وجہ نشانی تھا کیونکہ یہ اتنا دودھ دیتی تھی کہ پوری قوم کیلئے کافی تھا۔ (تفسیر کبیر) ثمود' قبیلے کا نام ہے اور یہ ثمد سے مشتق ہے اور ثمد ماءِ قلیل کو کہتے ہیں قوم ثمود حجاز اور حجر کے درمیان میں رہتی تھی۔ (القرطبی) ۲ یہ لوگ پہاڑوں میں لمبے لمبے مکانات بناتے تھے اسی بناء پر بلند عمارت کے جواز پر اس آیت سے دلیل قائم کرتے ہیں۔ مروی ہے کہ محمد بن سیرین کے بیٹے نے اپنے باپ کیلئے مال کثیر خرچ کر کے ایک خوبصورت مکان بنایا تو لوگوں نے آپ سے اسکا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں اس میں کوئی مضائقہ نہیں دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص اپنے لئے نفع بخش مکان بنائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندہ پر انعام فرمائے تو چاہئے کہ نعمت کا اثر اس پر دکھائی دے اور عمدہ عمارت اور نفیس لباس نعمت کے آثار میں سے ہیں جبکہ اسکے برعکس کچھ لوگ اسے ناپسند کرتے ہیں۔ انکی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی عبد پر شر کا ارادہ فرماتا ہے تو اسکا مال اینٹ اور مٹی میں ہلاک کرتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص ضرورت سے زائد عمارت بنائیگا تو قیامت کے روز اسے اپنے کاندھے پر اٹھا کر لائیگا۔ (القرطبی)

الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿٧٤﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا

زمین فساد افکنان گفتند آں اشراف کہ سرکشی کردہ بودند

زمین میں فساد مچاتے ہوئے۔ کہا ان اشراف نے جنہوں نے سرکشی کی تھی

مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ

از قوم او مر آنانرا کہ ہر کسے ضعیف دانست ایشانرا مر کسانیرا ایمان آوردہ بودند از ایشاں

انکی قوم میں سے، ان لوگوں سے جنہیں کمزور سمجھا' ان لوگوں سے جو ان میں سے ایمان لائے تھے

اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ

ایا میدانید کہ صالح فرستادہ شدہ است از جانب پروردگار خود گفتند اہل ایمان ہر آئنہ ما بشریعتی کہ وی

کیا تم جانتے ہو کہ صالح کو بھیجا ہے انکے رب نے' اہل ایمان نے کہا بیشک ہم اس شریعت پر کہ جسے

اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿٧٥﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ

فرستادہ شد است باں شریعت معتقدانیم گفتند سرکشاں ہر آئنہ ما بآنچہ

دیکر بھیجے گئے ہیں اعتقاد رکھتے ہیں ۱ مشرکین نے کہا بیشک ہم جس پر

اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿٧٦﴾ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ

معتقداں شدید کافرانیم پس کشتند آں مادہ شتر را و تجاوز کردند از فرمان پروردگار خویش

تم ایمان لائے انکار کرتے ہیں ۲ پس اس اونٹنی کو کاٹ ڈالا اور اپنے رب کے فرمان سے تجاوز کیا

وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٧٧﴾

و گفتند اے صالح بیار بما آنچہ وعید میکنی اگر ہستی از پیغامبران

اور کہا اے صالح لائیے ہمارے پاس وہ جو وعید کرتے ہیں اگر آپ رسول میں سے ہیں ۳ پس زلزلہ

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٧٨﴾ فَتَوَلّٰى

پس در گرفت ایشانرا زلزلہ پس گشتند مردہ بزانو افتادہ در سرائے خویش و صالح اعراض کرد

نے ان لوگوں کو پکڑا پس ہو گئے مردہ زانو کے بل گرے ہوئے اپنے گھروں میں ۴ اور صالح نے اعراض کیا

تفسیر اظہار العرفان

۱ جاننا چاہئے کہ اس آیتِ کریمہ میں کفار کی صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ لوگ مُسْتَكْبِرِيْنَ یعنی سرکشی کرنے والے ہیں اور مؤمنین کی صفت بیان کی گئی ہے کہ یہ لوگ مُسْتَضْعَفِيْنَ یعنی کمزور ہیں۔ مُسْتَكْبِرِيْنَ ایک ایسی صفت ہے جو قابلِ مذمت ہے اور مؤمنین کا مُسْتَضْعَفِيْنَ ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ اسکا غیر انھیں کمزور اور حقیر سمجھتا ہے لہذا یہ وہ فعل ہے جو ان کے غیر سے صادر ہوتا ہے اس لئے مؤمنین قابلِ مذمت نہیں ہونگے' پھر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بیان فرمایا کہ مُسْتَكْبِرِيْنَ نے مؤمنین سے حضرت صالح علیہ السلام کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم انکی تصدیق کرتے ہیں اور ان پر ایمان لائے ہیں جبکہ مُسْتَكْبِرِيْنَ نے کہا کہ حضرت صالح (علیہ السلام) جو کچھ لیکر آئے ہم اسکا انکار کرتے ہیں یہ آیتِ کریمہ اس پر دلیل ہے کہ فقر' غنی سے بہتر ہے اس لئے کہ تکبر کثرتِ مال وجاہ سے پیدا ہوتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ اٰمَنْتُمْ بِهٖ [تم جس پر ایمان لائے] اُرْسِلَ اِلَيْهِ [حضرت صالح علیہ السلام جو کچھ دیکر بھیجے گئے] کی جگہ رکھا گیا۔ اس سے رد مقصود ہے جو انھوں نے مسلمانوں سے معلوم کیا۔ (مظہری)

۳ ازہری کہتے ہیں کہ "عَقْرٌ" اونٹ کے ٹخنے کے پیچھے کے حصے کے کاٹنے کو کہتے ہیں۔ قاموس میں ہے کہ اَلْعَقْرُ بمعنی اَلْجَرْحُ [زخم لگانا] ہے۔ صحاح میں ہے کہ عَقْرُ الدَّارِ وَالْحَوْضِ اَصْلُهَا یعنی گھر اور حوض کی اصل کو کاٹنا۔ اسی سے ہے عَقْرُ النَّخْلِ قَطْعَةٌ مِنْ اَصْلِهَا یعنی میں نے کھجور کے درخت کو اسکی جڑ سے کاٹ ڈالا۔ اسی سے ہے عَقَرْتُ الْبَعِيْرَ نَحَرْتُهٗ۔ میں نے اونٹ کو کاٹا یعنی اسے نحر کیا۔ اس آیتِ کریمہ میں کاٹنے کے نسبت پوری قوم کی جانب کی گئی ہے حالانکہ اونٹنی کو قذار بن سالف نے نحر کیا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اس نے یہ کام قوم کی رضامندی سے کیا اس لئے اس کام میں پوری قوم کو شریک ٹھہرایا گیا ہے۔ (مظہری) مروی ہے کہ قومِ ثمود میں ایک عورت تھی جو حضرت صالح علیہ السلام سے حسد کرتی تھی کیونکہ قوم کے لوگ آہستہ آہستہ آپکی جانب مائل ہو رہے تھے اس نے اپنی سہیلیوں کے دو عاشقوں کے ذریعے اونٹنی کو قتل کروایا تھا۔ (القرطبی) وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ باطل میں غلو کو "عَتَوْ" کہتے ہیں۔ رب سے نافرمانی کرنے میں دو وجوہ ہیں (۱) اپنے رب کے حکم پر سرکشی اور بغاوت کے طور پر عمل کرنے سے انکار کیا اور وہ حکم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کی زبانی انھیں دیا یعنی فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ [پس اس اونٹنی کو چھوڑ دو تا کہ وہ اللہ کی زمین میں چرے] (۲) اپنے رب کے حکم کو چھوڑنے کی بناء پر ان سے نافرمانی ظاہر ہوئی۔ (تفسیر کبیر) ۴ فراء اور زجاج کہتے ہیں کہ شدید زلزلہ کو "رَجْفَةٌ" کہتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا۔ "جس دن تھرتھرائیں گے زمین اور پہاڑ، اور پہاڑ ہو جائیں گے ریت کا ٹیلہ بہتا ہوا"۔ علمائے مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ ان پر موت کس طرح طاری ہوئی۔ بعض کا کہنا ہے کہ جب ان لوگوں نے کڑک کی آواز سنی تو انکے قلوب کٹ گئے اور وہ سب گھٹنوں کے بل ہو گئے۔ بعض نے کہا کہ وہ سب آواز سن کر چہرے کے بل گر پڑے۔ بعض نے کہا کہ بجلی ان تک پہنچی اور انھیں جلا ڈالا پس وہ سب راکھ کی طرح ہو گئے۔ بعض کا یہ کہنا ہے کہ نزولِ عذاب کے وقت وہ لوگ ایک دوسرے پر گرنے لگے۔ سوال: مُلْحِدِيْن قوم انکے بارے میں آیات سے متعلق طعن کرتے تھے اور کہتے تھے کہ قرآن اس واقعہ کو بیان کرنے میں اختلاف رکھتا ہے اور وہ یہ ہیں رَجْفَةٌ' طَاغِيَةٌ اور صَيْحَةٌ. ملحدین نے گمان کیا کہ ان تینوں الفاظ میں تناقض ہے۔
جواب: طَاغِيَةٌ ہر اس چیز کا نام ہے جو حد سے تجاوز کر جائے حیوان میں ہو یا غیر حیوان میں۔ رَجْفَةٌ زمین میں زلزلہ آنے کیوقت کو کہتے ہیں اور صَيْحَةٌ زلزلہ سے جدا ہوتی ہے۔ صَاعِقَةٌ غالب خیال ہے کہ زلزلہ کو کہتے ہیں اور زَجْرَةٌ بھی زلزلہ کو کہتے ہیں پس اس بیان کے بعد ملحدین کا طعن رفع ہو گیا۔ (تفسیر کبیر)

عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ

از ایشاں و گفت اے قوم من رسانیدم بشما پیغام پروردگار خود و نیکو خواہی کردم

ان سے اور کہا اے میری قوم! میں نے اپنے رب کے پیغام کو پہنچادیا اور میں نے بھلائی چاہی تمہارے لئے لیکن تم نیک چاہنے والوں کو

وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ

برائے شما ولیکن دوست نمیدارید نیک خواہی کنندگان را و فرستادیم لوط آنوقت کہ گفت بقوم خود آیا میکنید

پسند نہیں کرتے ہو ۱؎ اور ہم نے بھیجا لوط کو جب کہا اپنی قوم سے کیا تم کرتے ہو

الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ

آں بے حیائی کہ پیش از شما نکردہ است آنرا ہیچکس از عالمہا

وہ بے حیائی جسے تم سے پہلے اسے کسی نے بھی عالمین میں سے نہ کیا ۲؎

الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَمَا كَانَ

ہر آئنہ شما می روید بشہوت بسوئے مردان بجز زنان بلکہ شما

بیشک تم جاتے ہو شہوت سے مردوں کی طرف عورتوں کو چھوڑ کر بلکہ تم

جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ

گروہ مسرفانید و نبود جواب قوم او الا آنکہ گفتند

حد سے گذرنے والے گروہ ہو ۳؎ اور انکی قوم کا جواب نہ تھا مگر یہ کہ انھوں نے کہا نکال دو انھیں اپنی بستی سے بیشک وہ

يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۸۳﴾

بیروں کنید ایشانرا از دیہ خود کہ ہر آئنہ ایشاں پاکیزگی طلب کنندہ اند پس نجات دادیم اورا و اہلخانہ او را مگر زنش را

لوگ پاکیزہ دل والے تھے ۴؎ پس ہم نے نجات دی انھیں اور انکے اہل کو مگر انکی بیوی

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۸۴﴾

کہ بود از باقی ماندگان در آنجا و بارانیدیم بر ایشاں بارانی پس بنگر چگونہ بود آخر کار گناہگاران

جو اس جگہ رہ جانے والوں میں سے تھی ۵؎ اور ہم نے برسایا ان پر ایک مینہ پس دیکھو کیسا انجام ہوا گناہگاروں کا ۶؎

۱؎ یہ خطاب ویسا ہی ہے جیسے ہمارے نبی ﷺ نے جنگِ بدر کے کافر مقتولین سے کیا۔ بعض نے کہا کہ یہ خطاب ان کے بعد والوں کیلئے عبرت کے طور پر کیا گیا۔ (مظہری)

۲؎ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ لواطت کی تحریم کے اجماع کے بعد جو شخص اس برائی میں مبتلا ہو اس کی کیا سزا ہوگی؟ امام مالک فرماتے ہیں کہ اسے رجم کیا جائیگا وہ شادی شدہ ہو یا کنوارہ' اسی طرح مفعول بہ اگر بالغ ہو تو اسے بھی رجم کیا جائیگا۔ ان ہی سے ایک اور قول ہے کہ اگر شادی شدہ ہو تو رجم کیا جائے اور کنوارہ ہو تو اسے حسنِ ادب کیلئے قید کیا جائے یہی مذہب علمائے نخعی' ابن مسیب وغیرہ کا ہے۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ شادی شدہ اور غیر شادی شدہ دونوں کو تعزیر کی جائیگی۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس پر حد زنا قائم کی جائے۔ امام مالک اپنے مذہب کی تائید میں یہ آیت پیش کرتے ہیں۔ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ اور ان پر کنکر کے پتھر برسائے۔ ابو داؤد وغیرہ میں ہے کہ جو کوئی ایسے کو پائے جو قومِ لوط کا عمل کر رہا ہو تو فاعل اور مفعول بہ کو قتل کر دو۔ ابوداؤد اور دار قطنی میں روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کنوارے لوطی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اسے رجم کیا جائیگا۔ حضرت ابو بکر صدیق ﷺ سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک شخص جسکا نام فجاءۃ تھا جب اس نے قومِ لوط کا عمل کیا تو اسے جلا دیا۔ یہی رائے حضرت علی ﷺ کی بھی ہے۔ احناف کا کہنا یہ ہے کہ زنا کی سزا معلوم ہے جبکہ لواطت زنا کا غیر ہے تو ضروری ہے کہ اسکی سزا بھی غیر ہو اور اس حدیث سے دلیل قائم کرتے ہیں کہ ''جس نے حد کو غیر حد میں رکھا تو تحقیق اس نے ظلم اور تعدی کیا''۔ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِيْنَ۔ مروی ہے کہ ابلیس اس فعل کو جاری کرنے والا ہے وہ ایک جوان کی شکل میں آیا اور اس نے اپنے نفس کی طرف بلایا۔ قومِ لوط میں مرد مرد سے نکاح کرتا تھا۔ حضرت حسن فرماتے ہیں یہ فعل وہ لوگ غرباء سے کرتے تھے۔ حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اپنی امت میں سب سے زیادہ ڈر قومِ لوط کے عمل کا ہے۔ محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ چوپائے میں خنزیر اور گدھا کے سوا قومِ لوط کا عمل اور کوئی جانور نہیں کرتا ہے۔ (القرطبی) ۳؎ جاننا چاہئے کہ لواطت کے موجباتِ قبیح کئی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بغیر مقصد کے صرف شہوت میں مشغول ہونا جانوروں سے مشابہت ہے۔ دوم یہ ہے کہ یہ عمل فاعل اور مفعول کے مابین عداوت کا حکم دیتا ہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مفعول' فاعل کے قتل پر آمادہ ہو جاتا ہے جبکہ عورت اور مرد کے درمیان ازدواجی زندگی سے الفت اور محبت پیدا ہوتی ہے اور بہت سارے مصالح حاصل ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً۔ ''پیدا کیا تمہارے لئے تمہارے نفوس سے جوڑے تا کہ تم سکون حاصل کرو اور اللہ نے تمہارے درمیان مودت اور رحمت پیدا کی''۔ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ یعنی تم لوگ ہر اعمال میں حد سے تجاوز کرنے والے ہو۔ (تفسیر کبیر) ۴؎ یعنی وہ لوگ کلام کا جواب لے کر نہ آئے لیکن جو مؤمنین تھے وہ نصیحت کو قبول کر کے انکے ساتھ چل پڑے۔ (بیضاوی) ۵؎ یعنی مؤمنین جنہوں نے آپکی پیروی کی۔ یہ بھی کیا گیا ہے کہ ''اَهْلَهٗ'' سے مراد انکی بیٹیاں ہیں۔ جو لوگ اپنے گھروں میں رہ گئے تھے وہ ہلاک ہو گئے۔ (مظہری) ۶؎ مروی ہے کہ جب حضرت لوط علیہ السلام اپنے چچا حضرت ابراہیم علیہ السلام کیساتھ بابل کی سرزمین سے ہجرت کر کے ملک شام پہنچے تو اردن میں اترے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اہل سدوم کی جانب بھیجا تا کہ انھیں اللہ تعالیٰ کی جانب بلائیں اور جو فحش کام وہ کرتے تھے اس سے منع کریں قوم نے آپکی بات ماننے سے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر پتھروں کی بارش اتاری جس سے وہ ہلاک ہو گئے۔ بعض نے کہا کہ جو لوگ اپنے گھروں میں مقیم تھے انھیں دھنسا دیا گیا اور جو لوگ مسافر تھے ان پر پتھروں کی بارش کی گئی۔ (مظہری)

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ

و فرستادیم بسوے قوم مدین برادر ایشاں شعیب را گفت اے قوم من

اور ہم نے بھیجا مدین کی قوم کی جانب انکے برادر شعیب کو، کہا اے میری قوم

اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ

پرستید خدا را نیست شما را ہیچ معبود بجز او ہر آئنہ آمد است بشما

پوجو اللہ کو، نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود اسکے سوا، بیشک تمہارے پاس

بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَیْلَ وَالْمِیْزَانَ

دلیلی از پروردگار شما پس تمام کنید پیمانہ و ترازو را

ایک دلیل تمہارے رب کی جانب سے آئی پس پورا کرو ناپ تول کو

وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا

و ناقص مدہید بمردمان اشیاء ایشاں و فساد مکنید

اور ناقص نہ دو لوگوں کو انکی اشیاء اور فساد نہ کرو

فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ

در زمین بعد اصلاح آں ایں کار

زمین میں انکی اصلاح کے بعد، یہ کام جسے

خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۸۵﴾

کہ گفتیم بہتر است شما را اگر باور دارندگانید

ہم نے کہا بہتر ہے تمہارے لئے اگر یقین رکھنے والے ہو!

وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ

و منشینید بہر راہ کہ بترسانید

اور نہ بیٹھو ہر راستہ پر کہ ڈراؤ

تفسیر اظہار العرفان

۱؎ جاننا چاہئے کہ یہاں سے پانچواں قصہ بیان ہو رہا ہے۔[اول قصہ حضرت نوح علیہ السلام کا' دوم قصہ حضرت ہود علیہ السلام کا' سوم حضرت صالح علیہ السلام کا' چہارم قصہ حضرت لوط علیہ السلام کا اور پانچواں قصہ حضرت شعیب علیہ السلام کا ہے] مدین کے بارے میں اختلاف ہے۔کہا گیا ہے کہ شہر کا نام ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ قبیلہ کا نام ہے اس لئے کہ یہ قبیلہ مدین بن ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب ہے۔واضح رہے کہ اس آیتِ کریمہ میں حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو چند اشیاء کا حکم دیا (۱) اللہ تعالٰی کی عبادت کا حکم دیا اور غیر اللہ کی عبادت سے روکا' تبلیغ کا یہ حصہ جمیع انبیاء علیہم السلام کی شرائع میں پایا جاتا ہے پس آپ نے فرمایا اُعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ۔ ''اللہ کی عبادت کرو جسکے سوا تمہارے لئے کوئی معبود نہیں ہے''۔(۲) حضرت شعیب علیہ السلام نے نبوت کا دعوی فرمایا پس آپ نے فرمایا قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ''تحقیق تمہارے پاس رب کی طرف سے دلیل آئی''۔(۳) آپ نے اپنی قوم کو ناپ تول میں کمی سے روکا' پس فرمایا فَاَوْفُوا الْكَیْلَ وَالْمِیْزَانَ ''پس ناپ اور تول پورا کرو''۔جاننا چاہئے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قوم کو انواع مفاسد میں سے جس نوع میں قوم زیادتی میں مبتلا ہوتی ہے اس سے بچنے کیلئے اکثر تنبیہ فرماتے ہیں۔حضرت شعیب علیہ السلام کیا معجزہ لیکر آئے اسکا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے۔صاحب کشاف کہتے ہیں کہ حضرت شعیب علیہ السلام کے معجزات میں سے ہے کہ انھوں نے جو عصا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا وہ عصا اژدھا بن جاتا تھا۔دوسرا معجزہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ یہ بکریاں جو میں تمہیں دے رہا ہوں یہ سیاہ اور سفید بچے جنتی ہیں۔(تفسیر کبیر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر کرتے تو فرماتے کہ وہ خطیب الانبیاء ہیں اس لئے کہ انھوں نے اپنی قوم سے بہترین مراجعت فرمائی۔(مظہری) راستہ میں بیٹھنے کی ممانعت سے متعلق علمائے کرام کا اختلاف ہے چنانچہ اس سلسلے میں تین اقوال ہیں (۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت قتادہ' حضرت مجاہد اور حضرت سدی کہتے ہیں کہ وہ لوگ ان راستوں میں بیٹھتے تھے جن راستوں سے گذر کر لوگ حضرت شعیب علیہ السلام تک پہنچا کرتے تھے ان راستوں کو بیٹھ کر بند کر دیتے تھے تا کہ کوئی آپ تک نہ پہنچ سکے اگر کوئی جانا چاہتا تو یہ لوگ جانے والے کو حضرت شعیب علیہ السلام کے بارے میں بتاتے کہ یہ جھوٹے ہیں تم انکی باتوں میں مت آنا جس طرح قریش نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا (۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ ممانعت رہزنی اور کسی کے مال کو چھیننے کی نیت سے بیٹھنے سے متعلق ہے چونکہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں یہ برائی بہت زیادہ تھی اس لئے اللہ تعالٰی نے خصوصیت کیساتھ اس سے منع فرمایا۔مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں شب معراج راستے پر پڑی ہوئی ایک لکڑی کے پاس سے گذرا۔اس لکڑی کے پاس سے جو بھی گذرتا اس کا کپڑا لازماً پھٹتا اور کوئی شے وہاں سے نہ گذرتی مگر پھٹ جاتی۔میں نے کہا جبرائیل یہ کیا ہے؟ جبرائیل نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آپکی امت کے ان لوگوں کی مثال ہے جو رہزنی کیلئے راستے میں بیٹھتے ہیں (۳) یہ قول بھی حضرت سدی ہی کا ہے کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو دوسرے کے مال کو ناحق لیتے ہیں حالانکہ شرعاً انکا حق مال میں نہیں بنتا ہے۔(القرطبی)

وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ

و باز دارید از راه خدا کسے را کہ ایمان آورد است باو

اور روکو اللہ کے راستے سے اسے جو اس پر ایمان لے آیا ہو

وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ

و میجوئید برائے آں راہ کجی و یاد کنید آنوقت کہ شما

اور تلاش کرو اس راستہ کیلئے کجی اور یاد کرو وہ وقت کہ جب تم

قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۠ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ

اندک بودید پس بسیار گردانیدہ شما را و بنگرید چگونہ شد

تھوڑے تھے پس تمہیں زیادہ کیا اور دیکھو کیسا ہوا

عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ۞ وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ

عاقبت کار مفسدان و اگر ہست گروہی

فساد کرنے والوں کا انجام [1] اور اگر ایک گروہ

مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ

از شما مومن بآنچہ فرستادہ شدم ہمراہ او

تم میں سے مؤمن ہوا اس پر جس کیساتھ میں بھیجا گیا ہوں

وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى

و گروہی نا مؤمن پس صبر کنید تا آنکہ

اور ایک گروہ مؤمن نہ ہوا تو صبر کرو یہاں تک کہ

يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۞

فیصل کند خدا درمیان ما و او بہترین حکم کنندگان است

فیصلہ کرے اللہ ہمارے درمیان اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے [2]

تفسیر اظہار العرفان

[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ لوگ راستے میں بیٹھ جاتے تھے تا کہ جولوگ حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس جائیں گے انہیں روکا جائے اور کہتے تھے کہ یہ جھوٹے ہیں انکے پاس نہ جاؤ جیسے قریش نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ کرتے تھے۔ مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ معراج کی شب میں ایسی قوم کے پاس سے گذرا کہ جسکے پاس کوئی بھی کپڑا آتا تو وہ پھٹ جاتا اور کوئی چیز بھی آتی تو اس میں سوراخ ہو جاتا تھا میں نے کہا جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل نے کہا کہ یہ آپ کے امت کے وہ لوگ ہیں جو رہزنی کیلئے راستہ میں بیٹھا کرتے تھے پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (القرطبی) واضح رہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو پانچ تکالیف کا حکم دیا۔ [اول: اللہ تعالیٰ کی عبادت کا۔ دوم: اپنی نبوت کا دعوی کیا۔ سوم: ناپ اور تول پورا کرنے کا حکم دیا۔ چہارم: لوگوں کیساتھ دغا کرنے سے روکا۔ پنجم: اور زمین میں فساد کرنے سے منع فرمایا] وَاذْكُرُوْا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ۔ اس ٹکڑے سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کر کے اسکی فرمانبرداری کرو اور اسکی نافرمانی سے بچو۔ زجاج کہتے ہیں کہ یہ کلام تین وجوہ کا احتمال رکھتا ہے۔ پہلی وجہ: قلت کے بعد تمہارے عدد میں اضافہ کیا یہاں تک کہ تم کثیر ہو گئے۔ دوسری وجہ: تمہیں فقیری کے بعد امیری عطا کی۔ تیسری وجہ: تمہیں کمزوری کے بعد طاقتور بنایا۔ اُنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ الخ۔ اسکا مفہوم یہ ہے کہ مفسدین کے انجام کو یاد رکھو اور اسکا ذکر کرو تا کہ عصیان اور فساد سے تمہارے لئے زجر ہو جائے اور نعمتوں کو یاد رکھو تا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرو۔ (تفسیر کبیر) وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا: مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کی نظر میں اللہ تعالیٰ کا دین غیر مستقیم تھا جیسا کہ آج کل کے زمانے کے گمراہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ دین عقلاً سمجھ میں نہیں آتا ہے۔ ان گمراہ لوگوں کو دینِ اسلام اس لئے سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ دینِ اسلام انکی باطل خواہشات کی مذمت فرماتا ہے۔ وَاذْكُرُوْا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ: یعنی اسوقت کو یاد کرو جب تم قلیل اور کمزور بھی تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمہاری کثرت کی اور تمہیں طاقت بھی عطا کی۔ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ: یعنی ان لوگوں سے متعلق غور کرو اور عبرت حاصل کرو جنھوں نے رسولوں کی نافرمانی کی ہم نے ان سے کیسا بدلہ لیا۔ (صفوة التفاسیر)

[2] اس آیتِ کریمہ کا مقصود یہ ہے کہ مؤمنین کو تسلی دی جائے اور جو لوگ ایمان نہیں لائے انھیں زجر ہو جائے۔ اس لئے کہ فَاصْبِرُوْا تہدید اور حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا مؤمنین کے درجات کی بلندی کیلئے ہے، پس اگر مؤمنین کیلئے یہ درجات اگر دنیا میں ظاہر نہ ہوں تو آخرت میں ضروری طور پر ظاہر ہونگے۔ (تفسیر کبیر) یعنی قوم کا ایک گروہ ایمان لایا اور تصدیق کی اور قوم کا دوسرا گروہ ایمان نہیں لایا اور تصدیق نہیں کی آپ اسوقت تک صبر کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان کا فیصلہ فرمائے۔ ابوحیان کہتے ہیں کہ یہ جملہ محاورہ کے باب میں بہت زیادہ مہربانی پر دلالت کر رہا ہے۔ (صفوة التفاسیر)

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ

گفتند آں اشراف کہ سرکشی کردہ بودند از قوم او البتہ بیروں کنیم ترا اے شعیب و کسانیکہ ایمان آوردند

کہا ان سرداروں نے جنہوں نے تکبر کیا تھا انکی قوم میں سے، ضرور ہم نکالیں گے تمہیں اے شعیب اور ان لوگوں کو

يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ

ہمراہ تو ازدیہ خود یا ایں است کہ باز گردید در دین ما گفت آیا

جو ایمان لائے تمہارے ساتھ اپنی بستی سے، یا یہ ہے کہ لوٹ آؤ ہمارے دین میں' کہا کیا

قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ﴿۸۸﴾ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ

عود کنیم اگرچہ ما ناخواہان باشیم ہر آئنہ بر بستہ باشیم بر خدا دروغی اگر باز گردیم در

ہم لوٹیں اگرچہ ہم نہ چاہتے ہوں! بیشک ہم نے اللہ پر ایک جھوٹ باندھا اگر ہم پھر جائیں گے

مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ

دین شما بعد از آنکہ رہانید خدا ما را از وی و ہرگز لایق نیست ما را کہ

تمہارے دین میں بعد اسکے کہ اللہ نے ہمیں اس سے رہائی دی اور ہرگز لائق نہیں ہے ہمیں کہ

نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ

عود کنیم دراں مگر آنکہ خواہد خدا پروردگار ما احاطہ کردہ است پروردگار ما ہمہ چیز از روئے

ہم لوٹیں اس میں مگر یہ کہ اللہ چاہے جو ہمارا رب ہے' محیط ہے تمام چیزوں کو ازروے

شَيْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ

دانش بر خدا توکل کردیم اے پروردگار ما فیصل کن درمیان ما و درمیان

علم کے' اللہ ہی پر بھروسہ کیا ہم نے' اے ہمارے رب فیصلہ فرما ہمارے درمیان اور

قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴿۸۹﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ

قوم ما براستی و تو بہتر فیصل کنندگانی و گفتند آں اشراف

ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ اور تو بہترین فیصلہ فرمانے والا ہے[۲] اور کہا ان سرداروں نے

[۱] حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت پر قوم نے کہا کہ ہم آپکو اور آپکے پیروکار کو شہر سے نکال دینگے یا پھر آپکو مجبور کرینگے کہ آپ ہماری ملت کی طرف لوٹ آئیں۔ اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ "اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا" دلالت کرتا ہے کہ آپ پہلے انکی ملت یعنی کفر پر تھے اسی طرح آپکا ارشاد "قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ" بھی اسی معنی پر دلالت کرتا ہے۔ اسکے جواب کئی طریقے سے دیئے گئے ہیں (۱) جو لوگ حضرت شعیب علیہ السلام کے پیروکار تھے وہ لوگ اس سے پہلے کافر تھے اس لئے قوم کے سرداروں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو مع پیروکار کے خطاب کیا اور اس پر احکام جاری کئے (۲) قوم کے سرداروں نے آپکو اس انداز میں خطاب اس لئے کیا تا کہ عوام کو شبہ میں ڈالا جائے کہ حضرت شعیب علیہ السلام اس سے پہلے ہمارے دین پر تھے آپ نے اسکا جواب بھی علی سبیل الایہام دیا (۳) حضرت شعیب علیہ السلام نے اعلانِ نبوت سے پہلے اپنے دین و مذہب کو ان سے چھپائے رکھا اس لئے قوم کے سرداروں کو وہم ہوا کہ یہ بھی انکے دین و مذہب پر تھے (۴) یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام انکی شریعت پر ہوں پھر اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل فرما کر اس شریعت کو منسوخ فرما دیا (۵) اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا بمعنی ہماری ملت کی طرف ہو جاؤ ہے' ایسی صورت میں "اَلْعَوْدُ" بمعنی ابتدا ہوگا (تفسیر کبیر)

[۲] یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اسکے بندے کا معاملہ کفر سے ایمان کی جانب' یا ایمان سے کفر کی جانب لوٹے گا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی جسکے سوا کوئی معبود نہیں' بیشک تم میں سے کوئی ایک اہل نار والا عمل کرتا ہے یہاں تک کہ اسکے اور جہنم کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اسکی کتاب سبقت کرتی ہے پس وہ اہل جنت والا عمل کرنے لگتا ہے یہاں تک کہ وہ اہل جنت ہو جاتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا یعنی ہمیں ایمان پر ثابت قدم رکھ اور ہمیں ازدیاد یقین کی توفیق عطا فرما۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمام بنی آدم کے قلوب رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں جیسے کہ ایک قلب ہے جس جانب چاہتا ہے اسے پھیر دیتا ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے دعا کی اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ ۔ ترجمہ: اے اللہ! اے دلوں کو پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی طاعت پر پھیر دے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے جب محسوس کیا کہ قوم اللہ تعالیٰ کی طاعت کی جانب نہیں آرہی تو آپ نے اللہ سے یوں دعا کی ۔ "رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ" (مظہری) حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو دو امتوں کی جانب مبعوث فرمایا ایک اہل مدین اور دوم اصحٰب الایکہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت شعیب علیہ السلام کثیر الصلاۃ تھے جب آپ نے اپنی قوم میں کفر اور گمراہی دیکھی اور صلاح قبول کرنے سے ان لوگوں نے انکار کیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپکی دعا قبول فرمائی اور انکی قوم کو رجفۃ یعنی زلزلہ سے ہلاک کیا۔ (القرطبی) جاننا چاہئے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنے توکل کو دو امور پر ختم فرمایا' ایک تَوَكُّلُ عَلَى اللّٰهِ اور دوم اِفْتَحْ بَيْنَنَا الخ پر۔ یہاں اِفْتَحْ بمعنی اُحْكُمْ یعنی تو فیصلہ فرما۔ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ اس جملہ سے مراد رب کی ثناء ہے۔ ہمارے اصحاب نے اس لفظ سے حجت قائم کی ہے کہ اللہ وہ ہے جو عبد میں ایمان پیدا فرماتا ہے اس لئے کہ ایمان اشرف محدثات میں سے ہے۔ (تفسیر کبیر)

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَىِٕنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ

از کافر بودند از قوم او بیاران خود اگر متابعت کنید شعیب را ہر آئنہ شما

جو کافر تھے انکی قوم میں سے اپنے ساتھیوں سے اگر تم پیروی کرو گے شعیب کی تو بیشک تم

اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝۹۰ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ

آنہنگام زیانکار باشید پس در گرفت ایشانرا زلزلہ پس صبح کردند در سرائے خویش

اسوقت نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے ۱ پس پکڑا انھیں زلزلہ نے تو صبح کی اپنے گھر میں

جٰثِمِيْنَ ۝۹۱ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۚ اَلَّذِيْنَ

مردہ بزانو افتادہ آنانکہ دروغ داشتند شعیب گویا نبود انجا آنانکہ

مردہ زانو کے بل گرے ہوئے ۲ وہ لوگ جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا گویا کہ کبھی نہ تھے اس جگہ وہ لوگ

كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ۝۹۲ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ

دروغ داشتند شعیب را ایشاں بودند زیانکار پس باز گشت از ایشاں و گفت

جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا وہ لوگ نقصان والے تھے ۳ پس منہ پھیرا ان سے اور کہا

يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ

اے قوم من رسانیدیم بشما پیغامہائے پروردگار خود ونیکخواہی کردم برائے شما پس چگونہ

اے میری قوم! میں نے پہنچا دیا تمہیں اپنے رب کے پیغامات اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی پس کیسے

اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ۝۹۳ وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ

اندوہ خورم بر گروہ ستمگاران و نہ فرستادیم در ہیچ دیہی پیغامبریرا

میں غم کھاؤں ستم کرنے والی قوم پر ۴ اور ہم نے نہیں بھیجا کسی بستی میں کوئی نبی

اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ

مگر گرفتار کردیم اہل آنرا ببختی و رنج تا بود کہ ایشاں

مگر ہم نے گرفتار کیا اسکے رہنے والے کو سختی اور تکلیف میں، تا کہ وہ سب

تفسیر اظہار العرفان

۱ خٰسِرُوْنَ کے بارے میں اختلاف ہے کہ اس سے مراد دین میں نقصان اٹھانے والے ہیں یا اس سے مراد دنیا میں نقصان اٹھانے والے ہیں اس لئے کہ انھیں لوگوں کا مال زیادت کیساتھ لینے سے روک دیا گیا (تفسیر کبیر)

۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جہنم کا دروازہ کھول دیا پس سخت گرمی ان پر بھیجی پھر نہ انھیں کوئی سایہ فائدہ دیتا تھا اور نہ پانی۔ وہ لوگ ٹھنڈک پہنچانے کی جگہ میں اپنے آپکو پانی میں داخل کرتے لیکن وہاں بھی سخت گرمی پاتے تو وہاں سے نکل کر کی خشکی جانب بھاگتے پس اللہ تعالیٰ نے ایک بادل کا ٹکڑا بھیجا پس انکے بعض نے بعض کو ندا کی تو بادل کے نیچے انکے مرد، عورت اور بچے جمع ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر آگ کی چنگاری برسائی جس سے زمین خشک ہو گئی اور ان لوگوں کو ایسا جلا ڈالا جیسے بھنی ہوی ٹڈی۔ یزید الجریری کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سات روز تک ان پر ہوا مسلط کی ان پر دور سے پہاڑ کو اٹھایا پس انکی قوم کا ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ اسکے نیچے نہریں اور چشمے جاری ہیں اس نے اپنی قوم کو اسمیں جمع کر لیا تو وہ پہاڑ ان پر رکھ دیا گیا یہ ہے یَوْمُ الظُّلَّة۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو اصحاب الایکہ اور اہل مدین کی جانب مبعوث فرمایا۔ پس اصحاب الایکہ کو ظلہ یعنی سایہ میں ہلاک کیا اور اصحاب مدین کو رجفۃ کے ذریعے ہلاک کیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان پر چیخ ماری تو وہ سب ہلاک ہو گئے۔ (مظہری) اَلرَّجْفَةُ بمعنی زلزلہ، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اَلرَّجْفَةُ بمعنی کڑک ہے۔ (القرطبی)

۳ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب جھٹلانے والوں کیساتھ خاص تھا اور اس پر چند طریقے سے شواہد موجود ہیں (۱) یہ عذاب پیدا کرنے والا فاعل مختار ہے کواکب اور طبعیہ کے اثرات نہیں تھے ورنہ بلاتمیز مُتَّبِعِيْنَ اور مُكَذِّبِيْنَ پر نازل ہوتا۔ (۲) فاعل مختار جمیع جزئیاتِ عالم کا فاعل و مالک ہے یہاں تک کہ وہ مطیع اور عاصی کے مابین تمیز کر دیتا ہے۔ (۳) عاصی پر عذاب نازل ہونا اور مطیع پر عذاب نازل نہ ہونا حضرت شعیب علیہ السلام کے حق میں معجزۂ عظیم ہے۔ واضح رہے کہ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا کا تکرار انکی انتہائی ذلت و رسوائی کے پیش نظر ہے اس لئے کہ قوم کے سرداروں نے کہا تھا کہ لَىِٕنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ، اسکے جواب میں اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرُوْنَ فرمایا۔ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا کے بارے میں دو اقوال ہیں۔ پہلا قول: کہا جاتا ہے کہ غَنِيَ الْقَوْمُ فِيْ دَارِهِمْ اِذَا طَالَ مَقَامُهُمْ فِيْهَا یعنی قوم اپنے گھر میں غنی ہوئی جب اس جگہ اسکا قیام لمبا ہوا ہو۔ دوسرا قول: منازل جہاں وہ اپنے گھر والوں کیساتھ رہتا ہو۔ اب اسکا مفہوم یہ ہوگا کہ عذاب کے بعد وہ لوگ ایسے ہو گئے گویا کہ اس جگہ ان کا گھر تھا لہذا وہ لوگ وہاں مقیم تھے۔ (تفسیر کبیر) ۴ اس میں یہ اختلاف ہے کہ آپکا منہ پھیرنا اور ان سے خطاب کرنا نزولِ عذاب کے بعد تھا یا قبل۔ کلبی کہتے ہیں کہ جب قوم پر عذاب آنے والا تھا تو آپ نے خطاب کیا اور وہاں سے نکل گئے۔ (تفسیر کبیر) حضرت شعیب علیہ السلام کا یہ خطاب قوم کی ہلاکت کے بعد ہے (روح البیان) فَكَيْفَ اٰسٰى الخ اسکے بارے میں دو اقوال ہیں (۱) جب آپ نے اپنی قوم کو ہلاک شدہ دیکھا تو آپ کے غم میں اضافہ ہو گیا کیونکہ آپ ان سے ایمان لانے کی توقع رکھتے تھے۔ عذاب کے ذریعے جب عظیم حادثہ رونما ہوا تو من جہت وصلت، قرابت اور لمبے عرصے تک انکے ساتھ رہنے کی وجہ سے دل میں غم آیا تو آپ نے اپنے آپ کو غم سے نکالتے ہوئے فرمایا فَكَيْفَ اٰسٰى الخ۔ (۲) اس قوم کو میں نے نصیحت کی اور اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا لیکن ان لوگوں نے ایک نہ سنی تو میں ان پر کیوں غم کھاؤں۔ (تفسیر کبیر) جاننا چاہئے کہ اہل حقیقت کے نزدیک ہر اہل ابتلاء رحمت کیلئے محل نہیں ہوتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اسکی جفا کے سبب اسے نصیحت میں ڈالتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ یعنی زانیہ اور زانی کو کوڑے لگاتے وقت تم میں سے کسی کو رحم نہ آئے۔ (روح البیان)

يَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى

زاری کنند باز داریم بایشاں بجاے محنت راحت را تا آنکه

گڑ گڑائیں ۱ پھر ہم نے انھیں تکلیف کی جگہ راحت دی یہاں تک کہ

عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ

بسیار شدند و گفتند ہر آئنه رسیده بود پدرانما را سختی و راحت پس گرفتیم ایشانرا

وہ سب بڑھ نکلے اور انھوں نے کہا ہمارے باپ دادا کو سختی اور راحت پہنچی تھی پس ہم نے پکڑا انھیں

بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا

نا گہان و ایشاں خبر نداشتند و اگر اہل دیہ ہا ایمان آوردندے

اچانک وہ سب خبر نہ رکھتے تھے ۲ اور اگر ان بستیوں کے لوگ ایمان لاتے

وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ

و پرہیزگاری کردندے می کشادیم بر ایشاں برکتہا از آسمان و زمین

اور پرہیزگاری اپناتے تو ہم کھول دیتے ان پر برکتیں آسمان اور زمین سے

وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۶﴾

و لیکن دروغ نسبت کردند پس گرفتیم ایشانرا بوبال آنچه میکردند

لیکن جھٹلایا پس ہم نے انھیں پکڑا اسکے عذاب میں جو وہ سب کرتے تھے ۳

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ

آیا ایمن شدند اہل دیہ ہا ازانکه بیاید عذاب ما بایشاں شبانگاہ و ایشاں

کیا امن میں ہوئے بستیوں والے اس سے کہ آئے ہمارا عذاب انکے پاس رات کے وقت اور وہ سب

نَآئِمُوْنَ ﴿۹۷﴾ اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا

خفته باشند ایا ایمن شدند اہل دیہ ہا ازانکه بیاید عذاب ما بایشاں

سوئے ہوئے ہوں ۴ کیا امن میں ہوئے بستیوں والے اس سے کہ آئے ہمارا عذاب انکے پاس ۵

۱ جب اللہ تعالیٰ نے سابقہ آیات میں چند انبیاء علیہم السلام اور انکی قوم کا تذکرہ فرمایا تو ذہن میں آسکتا تھا کہ جنکے نام بتا دیئے گئے ہیں ان ہی پر عذاب نازل کیا گیا تھا انکے علاوہ کسی اور قوم پر عذاب نہیں اترا۔ اس لئے اس آیت کے ذریعہ بتایا جارہا ہے کہ جن جن قوموں نے نبیوں کو جھٹلایا ان پر اللہ تعالیٰ نے عذاب نازل کیا۔ (تفسیر کبیر) اس میں اضمار ہے یعنی فَكَذَّبُوْهُ قوم نے انھیں جھٹلایا۔ اَلْبَاْسَاءُ یعنی فقر، اَلضَّرَّاءُ یعنی مرض، بغوی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایسا ہی نقل کیا ہے۔ یہاں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اَلْبَاْسَاءُ سے مراد جہاد ہے اور اَلضَّرَّاءُ سے مراد قحط سالی ہے۔ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ یعنی تا کہ وہ سب اللہ تعالیٰ کی جانب تضرع کے ساتھ رجوع کریں۔ (مظہری)

۲ تنگی اور سختی کے بعد بدن اور مال میں نعمت وارد کرنا انقیاد کی جانب بلانا اور شکر میں مشغول کرنا ہے اور اس جگہ اَلْحَسَنَةُ بمعنی نرمی اور اَلسَّيِّئَةُ بمعنی سختی ہے۔ اہل لغت کہتے ہیں کہ سیئہ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اپنے کرنے والے کو نقصان پہنچائے اور حسنہ اس چیز کو کہتے ہیں جسے طبیعت اور عقل مستحسن جانیں حَتّٰى عَفَوْا یعنی کثیر ہوئے حدیث شریف میں ہے کہ اَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللُّحٰى یعنی مونچھ کترا ؤ اور داڑھی بڑھاؤ۔ (تفسیر کبیر) حضرت ابن عباس اور ابن زید کہتے ہیں کہ انکے اموال اور انکی اولاد زیادہ ہوئیں۔ (القرطبی)

۳ جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے آیتِ اولیٰ میں یہ بیان فرمایا کہ جن لوگوں نے نافرمانی کی انھیں اچانک پکڑ لیا گیا اب اس آیت میں بیان فرمایا جارہا ہے کہ اگر وہ سب نبی کی اطاعت کرتے اور انکا کہا مانتے تو اللہ تعالیٰ ابواب الخیرات ان پر کھول دیتا۔ برکاتِ سماء سے مراد بارش ہے اور برکاتِ ارض سے مراد سبزہ اور پھل ہیں اسی طرح کثرتِ مواشی اور امن وسلامتی ہیں ان ہی دونوں [آسمان اور زمین] سے اللہ تعالیٰ انسانی منفعت کیلئے جمیع بھلائی پیدا فرماتا ہے۔ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا یعنی ان لوگوں نے رسول کو جھٹلایا تو ہم نے انھیں قحط سالی اور دیگر سختیوں سے پکڑ لیا۔ (تفسیر کبیر) کبھی اللہ تعالیٰ سامانِ زندگی کی تنگی سے مؤمنین کا امتحان لیتا ہے اور یہ امتحان انکے گناہ کا کفارہ ہوجاتا ہے۔ کیا آپکو نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں خبر دی جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا۔ ترجمہ: تو میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے تم پر تیز بارش بھیجے گا۔ اسی طرح حضرت ہود علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا۔ ترجمہ: پھر اسکی طرف رجوع لاؤ تم پر زور کا پانی بھیجے گا۔ (القرطبی) اس آیت کریمہ میں دلالت ہے کہ رزق میں کفایت اور وسعت انسان کی سعادت مندی پر منحصر ہے تفسیر فارسی میں ہے کہ اگر بندہ میرے وعدہ کو پورا کرے میری مخالفت سے ڈرے یا میری تہدید سے ڈرے تو میں اسکے دل میں اپنے مشاہدہ کا نور ڈال دونگا۔ (روح البیان) ۴ اللہ تعالیٰ اپنی تہدید کا اعادہ فرما رہا ہے اور اس آیت کا مقصود یہ ہے کہ بندہ جب زیادہ غفلت میں پڑتا ہے تو یہ غفلت اللہ تعالیٰ کے عذاب کا سبب بن جاتی ہے۔ انسان نیند کی حالت میں غفلت میں پڑ جاتا ہے یا پھر دن میں چاشت کے وقت، اس لئے کہ اسوقت انسان اپنی لذات کے مشاغل میں پڑ جاتا ہے۔ (تفسیر کبیر) یہاں قری سے مراد مکہ اور اسکا اطراف ہے اس لئے کہ ان لوگوں نے حضرت محمد ﷺ کی تکذیب کی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تمام بستیوں کیلئے عام ہے۔ (القرطبی) ۵ یعنی چاشت کے وقت لہو ولعب میں مشغول ہونے کی بناء پر فرطِ غفلت میں پڑتے ہیں اور ایسے امور کی جانب متوجہ رہتے ہیں جو امر دین سے نہیں ہیں دنیا کے امور سے ہیں یا ایسے امور میں مشغول ہوتے ہیں جو دنیوی اعتبار سے بھی لایعنی ہوتے ہیں۔

ضُحٰی: سورج کی روشنی جب بلند ہوجائے۔ فارسی میں اسوقت کو چاشت کہتے ہیں۔ (روح البیان)

ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۸﴾ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ

بوقت چاشت و ایشاں بازی میکنند ایا ایمن شدند از مکر خدا پس ایمن نمی شوند از مکر

چاشت کے وقت میں اور وہ سب کھیل رہے ہوں کیا امن میں ہوئے اللہ کے حیلہ سے پس امن میں نہیں ہوتے

اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾ اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ

خدا مگر گروہ زیانکاران ایا واضح نشد بر آنانکہ وارث

اللہ کے حیلہ سے مگر نقصان اٹھانے والے ۱ کیا واضح نہ ہوئی ان پر کہ وارث ہوتے ہیں

الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ

زمین شوند بعد از ہلاک ساکنان آں زمین کہ اگر خواستے عقوبت رسانیدے ایشانرا بعوض گناہان ایشاں

زمین کے، اس زمین کے رہنے والوں کی ہلاکت کے بعد کہ اگر ہم چاہیں کہ عذاب پہنچائیں انھیں انکے گناہ کے

وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ تِلْكَ الْقُرٰى

و مہر می نہیم بر دلہائے ایشاں پس ایشاں نمی شنوند ایں دیہ ہا

بدلے اور مُہر لگاتے ہیں انکے دلوں پر پس وہ سب سنتے نہیں ہیں ۲ یہ بستیاں کہ

نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

ذکر میکنیم پیش تو بعض اخبار آں و ہر آئنہ آمدہ بودند با اہل آنہا پیغمبران ایشاں

ہم بیان کرتے ہیں آپکے سامنے انکی بعض خبریں اور بیشک آئے تھے ان کے رہنے والوں کے پاس انکے رسول

بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ۚ كَذٰلِكَ

با معجزہا پس ہرگز ایمان نیاوردند بآنچہ تکذیب کردہ بودند پیش ازاں ہمچنیں

معجزوں کے ساتھ پس ہرگز ایمان نہیں لائے اس پر جسے انھوں نے جھٹلایا تھا اس سے پہلے، اسی طرح

يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۱﴾ وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ

مُہر می نہد خدا بر دل کافران و نیافتیم در اکثر ایشاں

اللہ مُہر لگاتا ہے کافروں کے دلوں پر ۳ اور ہم نے نہیں پائی ان کے اکثر میں ۴

تفسیر اظہار العرفان

۱ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ان پر اس طرح سے آئیگا کہ انھیں شعور نہیں ہوگا۔ یہ جملہ علی وجہ التحذیر ہے اور یہاں عذاب کا نام مکرر رکھا گیا ہے۔ (تفسیر کبیر) جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے مکر [عذاب] سے امن کفر میں شمار کیا گیا ہے لیکن یہ اہل مکر کی جانب نسبت ہے نہ کہ اہل کرم کی جانب سے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کرم [اولیاء] کو سلامتی کی بشارت سے مکمل فرمایا جیسا کہ ارشاد ہے لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا "ان کیلئے دنیا کی زندگی میں بشارت ہے" پس ان کیلئے دنیا اور عقبی میں امن وسلامتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ "نہ ان پر کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہونگے" لیکن اللہ والے اپنی سلامتی کو چھپاتے ہیں اس لئے کہ یہ لوگ چھپانے پر مامور ہیں' انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنی سلامتی کی خبر دی اس لئے کہ یہ سب شارعین ہیں اس لئے ضروری ہوا کہ اپنی سلامتی ظاہر فرمائیں تا کہ لوگ آپ پر ایمان لائیں اور دعوت کو قبول کریں۔ (روح البیان)

۲ ہمارے اصحاب اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کبھی ایمان سے روک دیتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

۳ یعنی قوم نے توحیدِ باری تعالیٰ کے بارے میں رسولوں کو جھٹلایا اور شرک پر قائم رہے' یا انکی مدت عمر میں ایمان نہیں لائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سدی کہتے ہیں کہ یہ کفار جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہلاک کیا رسولوں کی آمد پر ایمان نہیں لائے تھے اور اس وعدہ کو جھٹلایا جو ان سے حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ سے نکال کر لیا گیا تھا پس زبان سے اقرار کرتے تھے لیکن دل میں تکذیب چھپائے رکھتے تھے۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اسکا مفہوم یہ ہے کہ انھیں ہلاک کرنے کے بعد زندہ بھی کر دیا جائے جب بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ یعنی اگر انھیں دنیا میں لوٹا دیا جائے تو ضرور ان امور کی جانب لوٹیں گے جن سے انھیں منع کیا گیا تھا۔ حضرت یمان بن ذباب کہتے ہیں کہ اسکا مفہوم یہ ہے کہ ہر نبی نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا لیکن قوم نے تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک کیا۔ (مظہری) بعض نے کہا کہ اسکا مفہوم یہ ہے کہ ان لوگوں نے نبیوں سے معجزات طلب کئے جب انھیں معجزہ دکھا گیا تو اس پر ایمان لانے کی بجائے اسکی تکذیب کی۔ اس کی نظیر قرآن مجید میں مذکور ہے۔ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ یعنی جیسے اول مرتبہ اس پر ایمان نہیں لائے۔ (القرطبی) ۴ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نو' آٹھ یا سات افراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ آپ نے فرمایا کہ تم لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ [بیعت] کرو۔ ہم لوگ آپکی عہد بیعت کے بارے میں بات کر رہے تھے پھر ہم نے عرض کی' اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم سب نے آپ سے بیعت کی آپ ہمیں بیعت [وعدہ] کی علامت بتا دیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم سب اللہ کی عبادت کرو' اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ' پانچ وقت کی نماز ادا کرو اور لوگوں سے سوال نہ کرو۔ [اس وعدہ کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ] میں نے ان وعدہ کرنے والے لوگوں میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ اسکا کوڑا اسکے ہاتھ سے گر رہا ہے لیکن وہ کسی سے اس کوڑے کے پکڑنے کا سوال نہیں کر رہے ہیں کہ کہیں اس وعدہ کے خلاف نہ ہو جائے جو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہے اور اس وعدہ کے وفا کرنے میں کمی یا نقص پیدا نہ ہو جائے۔ غور کرو ان اصحابِ رسول پر کہ اپنے وعدہ نبھانے اور حق کی راہ میں داخل ہونے اور نیکیوں کی جانب بڑھنے میں کس قدر سخت ہیں۔ جب انھوں نے "کوڑا" کے اٹھانے کے بارے میں لوگوں سے سوال کرنا وعدہ کے منافی سمجھا تو اسکے اوپر سوال کرنے میں تمہارا کیا گمان ہے۔ (روح البیان) حضرت ابن عباس رضی اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں عہد سے مراد وہ عہد ہے جو اللہ تعالیٰ نے ذریتِ آدم سے عالمِ ارواح میں لیا۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ یہاں وہ عہد مراد ہے جو انبیاء علیہم السلام اپنی امت سے لیا کرتے تھے۔ (القرطبی)

مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا

وفا بعهد و هر آئنه یافتیم اکثر ایشانرا بدکار باز فرستادیم

وفائے عہد اور بیشک ہم نے پایا انکے اکثر کو بدکار پھر ہم نے بھیجا

مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ

بعد ایشاں موسی را بانشانہاے خویش بسوئے فرعون و قوم او

انکے بعد موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اسکی قوم کی جانب

فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾

پس کافر شدند بآں نشانہا پس بنگر چگونہ بود آخر کار مفسدان

پس کافر ہوئے ان نشانیوں کا (انکار کر کے) پس دیکھو کیسا ہوا مفسدوں کا انجام ۱

وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ

و گفت موسی اے فرعون ہر آئنہ من پیغامبرم از پروردگار

اور کہا موسیٰ نے، اے فرعون بیشک میں رسول ہوں عالمین کے رب

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۭ

عالمہا سزاوارم بآنکہ نگویم بر خدا مگر سخن راست

کی جانب سے ۲ میری شان ہے کہ نہ کہوں اللہ پر مگر سچی بات

قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ

آوردہ ام بشما نشانہ از جانب پروردگار شما پس بفرست با من بنی

میں لیکر آیا ہوں نشانی تمہارے رب کی جانب سے پس تو بھیج دے میرے ساتھ بنی

اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۰۵﴾ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ

اسرائیل را گفت اگر آوردۂ معجزہ پس حاضر کن آنرا اگر

اسرائیل کو ۳ کہا اگر تو معجزہ لے کر آیا ہے تو اسے حاضر کر اگر ۴

۱ یعنی نوح، ہود، صالح اور شعیب علیہم السلام کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا، یہاں جائز ہے کہ فَظَلَمُوْا بِهَا بمعنی فَكَفَرُوْا بِهَا ہو اس لئے کہ ظلم شے کو اسکے غیر موضع میں رکھنے کو کہتے ہیں اور یہ کفر میں بھی پایا جاتا ہے۔ (ابن جریر) قوم عمالقہ میں سے مصر کے بادشاہ کا لقب ''فرعون'' ہوتا تھا جیسے فارس کے بادشاہ کا لقب ''کسریٰ'' روم کے بادشاہ لقب ''قیصر'' چین کے بادشاہ کا لقب ''خاقان'' یمن کے بادشاہ کا لقب ''تبع'' عرب کے بادشاہ کا لقب ''القیل'' حبش کے بادشاہ کا لقب ''نجاشی'' بغداد کے بادشاہ کا لقب ''خلیفہ' اور آل سلجوق کیلئے ''سلطان'' کا لقب مشہور ہے۔ واضح رہے کہ فرعون کا نام قابوس تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسکا نام ولید بن مصعب بن ریان تھا یہ قبطیوں میں سے تھا اور اسکی عمر چار سو سال سے زیادہ تھی۔ (روح البیان)

۲ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کیساتھ فرعون کے دربار میں گئے تو آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں اس معبود کی عبادت کی جانب بلاتا ہوں جو سارے جہان کا پالنے والا ہے اور میں تمہیں دعوائے ربوبیت سے روکنے آیا ہوں۔ (روح البیان)

۳ بنی اسرائیل کا راستہ چھوڑ دے تا کہ وہ سب ہمارے ساتھ ارضِ مقدسہ چلے جائیں جو انکے باپ دادا کا وطن ہے لیکن کسی وجہ سے وہ اس سے دور ہو گئے۔ مروی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام جب اپنی اولاد و احفاد کو لیکر مصر آئے تو اسی جگہ رہائش پذیر ہو گئے اور انکی نسل یہاں کافی پھیل گئی پھر جب حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام اور انکے بھائیوں کا انتقال ہو گیا اور بادشاہ ریان جو حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کا فرعون تھا وہ بھی مر گیا اور اسکا بیٹا مصع بادشاہ بنا تو وہ بھی بنی اسرائیل کو بہت ساری چیزوں سے نوازتا رہا اور انکی حرمت کا خیال رکھتا تھا پھر جب اسکا بھی انتقال ہو گیا تو ولید بن مصعب تخت نشین ہوا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا فرعون تھا اس نے اپنے آپکو ''اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى'' میں تم سب کا بڑا رب ہوں کہنا شروع کر دیا۔ بنی اسرائیل نے فرعون کے اس دعویٰ کو قبول نہیں کیا اور اسے اسکی حقیقت یاد دلائی تو اسے بڑا غصہ آیا۔ فرعون بنی اسرائیل سے سخت ترین کام لیتا تھا مثلاً اینٹ بنانا، ایک جگہ سے دوسری جگہ مٹی منتقل کرنا، بلند بالا عمارت تعمیر کرانا اور اس جیسے بہت سے مشکل کام بنی اسرائیل ہی سے لیتا تھا پھر جب موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور چاہا کہ بنی اسرائیل کو جو انکے آبائی وطن ارضِ مقدسہ ہے واپس لے جائیں تو فرعون مزاحمت کرنے لگا۔ (روح لبیان) حَقِيْقٌ عَلٰى الخ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا دعویٰ ہے لیکن یہاں اسکی تکذیب کا ذکر نہیں ہے اس لئے کہ پہلے ہی ذکر ہو چکا ہے فَظَلَمُوْا بِهَا یعنی انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا انکار کر کے کفر کر لیا۔ بعض نے کہا کہ یہاں علٰی بمعنی باء ہے جیسے کہا جاتا ہے رَمَيْتُ عَلَى الْقَوْسِ یعنی بِالْقَوْسِ۔ اسی بناء پر حضرت ابی اور اعمش کی قرأت میں حَقِيْقٌ عَلٰى اَنْ لَّا اَقُوْلَ کی بجائے بِاَنْ لَّا اَقُوْلَ۔ بعض نے کہا کہ حَقِيْقٌ کو عَلٰى سے متعدی اس لئے کیا تا کہ حریص کا معنی پیدا ہو جائے۔ (مظہری) مدارک میں ہے کہ اسکو فعل سے متعدی کرنا جائز ہے اسوقت معنی یہ ہوگا کہ ''بیشک میں رسول ہوں اور رسالت کے انعام کا سزاوار ہوں میں یہ دیکر بھیجا گیا ہوں کہ میں نہ کہوں مگر حق بات۔ (روح البیان) ۴ یعنی فرعون نے کہا کہ اگر آپ رسول ہیں تو اپنے دعویٰ پر کوئی دلیل لائیں تا کہ اسکے ذریعے آپکی صداقت ظاہر ہو۔ جاننا چاہئے کہ اِتْيَانٌ مُجِيْءٌ دونوں کا معنی ایک ہے لیکن مبدا کی جانب سے کوئی شے منقول ہو تو اسے مجیء، جاء، یجیء، سے تعبیر کرتے ہیں اور جب منتھی کی جانب پہنچے تو اتیان سے تعبیر کرتے ہیں پس یہاں مجیء کا مبدا جنان مرسل [رسولوں کے دل] اور اتیان کا منتھی مرسل الیہ ہے [امتی] اس لئے اول کیلئے اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ ہے اور ثانی کیلئے فَاْتِ بِهَا ہے' (روح البیان)

كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ

ہستی از راستگویان پس انداخت عصائے خود را پس آں عصا ازدہائے

تو سچ کہنے والوں میں سے ہے پس ڈال دیا اپنے عصا کو تو اچانک وہ عصا ایک صاف ازدہا

مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ قَالَ

ظاہر شد و بیروں آورد دست خود را پس ناگہاں آں دست نورانی شد برائے بینندگان گفتند

بن گیا' اور باہر نکالا اپنے ہاتھ کو (گریبان میں ڈال کر) تو اچانک وہ ہاتھ نورانی ہوا دیکھنے والوں کیلئے ۱

الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۹﴾ يُّرِيْدُ

اشراف از قوم فرعون بایکدیگر ہر آئنہ ایں شخص ساحر دانا است میخواہد

فرعون کی قوم میں سے اشراف نے ایک دوسرے سے کہا بیشک یہ شخص جادو جاننے والا ہے ۲ چاہتا ہے

اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْۤا اَرْجِهْ

کہ بیروں کند شما را از زمین شما پس چہ می فرمائید گفتند موقوف دار او را

کہ باہر کرے تمہیں' تمہاری زمین سے پس تم کیا حکم دیتے ہو ۳ کہا روکے رکھو انھیں

وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ

و برادر او را و بفرست در شہرہا نقیبانرا تا بیارند پیش تو ہر

اور انکے بھائی کو اور بھیجا جائے شہروں میں جمع کرنے والوں کو ۴ تا کہ لائیں تیرے سامنے ہر

سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۱۱۲﴾ وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْۤا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ

ساحر دانا را و آمدند ساحران پیش فرعون گفتند ہر آئنہ ما را مزدی باید

جادو جاننے والے کو ۵ اور جادوگر فرعون کے سامنے آئے کہا بیشک ہمارے لئے کچھ اجرت ہو گی

كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

اگر ما غالب شویم گفت فرعون آری و ہر آئنہ شما از مقربان باشید

اگر ہم غالب ہو جائیں ۶ فرعون نے کہا! ہاں اور بیشک تم مقرب ہو جاؤ گے ۷

تفسیر اظہار العرفان

۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سدی کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب عصا زمین پر ڈالا تو ایک بڑا اژدھا بن گیا جو سخت زرد اور چوڑے منھ والا تھا زمین سے ایک میل کی مقدار بلند ہوا اور اپنی دم پر کھڑا ہو گیا جبڑے کا ایک حصہ زمین پر تھا اور ایک حصہ شاہی محل کے دیوار پر تھا پھر وہ فرعون کی جانب متوجہ ہوا تا کہ اسے پکڑے۔ مروی ہے کہ فرعون یہ منظر دیکھ کر اپنے تخت کو چھوڑ کر بھاگ نکلا' اس روز فرعون اپنے پیٹ کی بے حسی میں چار سو مرتبہ مبتلا ہوا۔ لوگ وہاں سے بھاگتے ہوئے ایک دوسرے پر چڑھ گئے جس سے ۲۵' ہزار آدمی مارے گئے' فرعون اپنے گھر میں داخل ہو کر کہنے لگا اے موسیٰ! جسے تم نے چھوڑا ہے اسے پکڑ لو میں تم پر ایمان لایا اور بنی اسرائیل کو میں چھوڑ دونگا تا کہ وہ تمہارے ساتھ جائیں، پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے پکڑا تو دوبارہ عصا ہو گیا۔ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ۔ یعنی ایک عجیب سفیدی جو عادت کے خلاف ظاہر ہوئی جسکی شعاع سورج کی روشنی پر غالب آ گئی اسکے حسن منظر کی وجہ سے دیکھنے والوں کو تعجب ہوا پھر آپ نے گریبان میں ہاتھ ڈال کر نکالا تو ہاتھ پہلے کی طرح ہو گیا۔ (مظہری)

۲ یعنی شہر کے باہر جادوگروں کو جمع کرو تا کہ وہ بھی عصا کو اژدھا بنائیں اور اپنے ہاتھ سے سفیدی ظاہر کریں۔ (مظہری)

۳ سرداروں نے جو کلام کیا تھا یہ اس کلام کا بقیہ حصہ ہے۔ (مظہری)

۴ اَرْجِهْ بمعنی اخرہ یعنی اسے مؤخر رکھو۔ بعض نے کہا کہ اسکا معنی احبس یعنی ''اسے روکے رکھو'' (ابن جریر)

۵ بغوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' سدی اور اسحاق سے روایت کی ہے کہ فرعون نے جب یہ دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا سے اللہ وحدہٗ لاشریک کی دلیل پیش کر دی تو اس نے کہا کہ ہم موسیٰ علیہ السلام پر غالب نہیں آ سکتے ہیں مگر یہ کہ ان ہی کی قوم یعنی بنی اسرائیل میں سے لڑکے لو اور اسے ''غُرَمَاء'' بستی کی جانب جادو سیکھنے کیلئے بھیجو جب وہ خود جادو سیکھ لیں تو انھیں موسیٰ کے مقابلے کیلئے لایا جائے' چنانچہ وقت مقررہ پر انھیں انکے معلمین کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے کیلئے لایا گیا ان لوگوں نے فرعون سے کہا کہ ہم لوگ ایسا جادو جانتے ہیں کہ روئے زمین پر ایسا جادو کوئی نہیں جانتا ہے پھر فرعون نے اپنی مملکت سے ہر ایک جادوگر کو جمع کیا۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ انکی تعداد ۷۲' تھی ان میں سے دو قبطی تھے ان میں سے ایک یعنی شمعون قوم کا سردار تھا اور ۷۰' جادوگر بنی اسرائیل میں سے تھے۔ کلبی کہتے ہیں کہ اہل نینوی کے ستر (۷۰) اشخاص جنہیں ان لوگوں نے محبوس کر رکھا تھا انھیں ہی جادو سکھاتے تھے اور یہ سب غیر رئیس تھے۔ کعب کہتے ہیں کہ وہ سب بارہ ہزار تھے۔ سدی کہتے ہیں کہ وہ تین ہزار سے کچھ زائد تھے' عکرمہ کہتے ہیں کہ (۷۰) ہزار تھے' محمد بن منکدر کہتے ہیں کہ (۸۰) ہزار تھے۔ (مظہری) ۶ واحدی کہتے ہیں کہ استفہام اس جگہ احسنِ مواضع میں سے ہے اس لئے ان لوگوں نے یہ سوال کیا تھا کہ اگر ہم غالب ہو گئے تو ہمارے لئے اجر ہو گا یا نہیں؟ واضح رہے کہ یہ آیتِ کریمہ دلالت کرتی ہے کہ عالمین میں کل خلق جانتی ہے کہ بیشک فرعون عبد ذلیل مہین اور عاجز ہے ورنہ اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے کیلئے جادوگروں کی استعانت کی ضرورت نہ پڑتی۔ اس میں یہ بھی دلالت موجود ہے کہ جادوگر قلبِ اعیان پر قادر نہ تھے ورنہ انھیں فرعون سے مال اور اجر طلب کرنے کی کیا ضرورت تھی' اس لئے کہ اگر وہ سب قلب اعیان پر قادر ہوتے تو مٹی کو سونا بنا ڈالتے اور کسی سے کچھ مانگنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ ان آیات سے مقصود انسان کو تنبیہ کرنا ہے کہ وہ اہل اباطیل واکاذیب کے کلمات سے دھوکا نہ کھائیں۔ (تفسیر کبیر) ۷ یعنی میں تمہارے اجر میں کچھ کمی نہ کرونگا بلکہ اس میں اضافہ کرونگا تم سب میرے مقرب ہو جاؤ گے۔ (تفسیر کبیر)

قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿١١٥﴾

گفتند اے موسی یا ایں است کہ نخست تو افگنی یا ما باشیم اندازندہ

کہا اے موسیٰ! یا یہ کہ اول تو ڈالے یا ہم ڈالنے والے ہوں ١

قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا سَحَرُوْۤا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ

گفت موسی شما افگنید پس آنہنگام کہ افگندند بجادو چشمہای مردمان و بترسانیدند ایشاں

کہا موسیٰ نے تم ڈالو پس جب ڈالا تو جادو سے لوگوں کی نگاہوں کو باندھ ڈالا اور انھیں ڈرایا

وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿١١٦﴾ وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنْ اَلْقِ

و آوردند جادوی بزرگ را و وحی فرستادیم بسوے موسی کہ بافگن

اور لائے بڑے جادو کو ٢ اور وحی بھیجی ہم نے موسیٰ کی جانب کہ تو ڈال

عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿١١٧﴾ فَوَقَعَ الْحَقُّ

عصاے خود را پس ناگہاں آں عصا فرو برد آنچہ بدروغ اظہار میکردند پس ثابت شد حق

اپنے عصا کو پس اچانک وہ عصا نگلنے لگا اسے جو جھوٹ وہ لوگ ظاہر کر رہے تھے ٣ پس حق ثابت ہوا

وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١١٨﴾ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا

و باطل شد آنچہ ایشاں میکردند پس قوم فرعون مغلوب شد آنجا و

اور باطل ہوا جو وہ سب کرتے تھے ٤ پس فرعون کی قوم مغلوب ہوئی اس جگہ اور پلٹ گئی

صٰغِرِيْنَ ﴿١١٩﴾ وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿١٢٠﴾ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ

خوار گشتند و انداختہ شدند ساحران سجدہ کناں گفتند ایمان آوردیم پروردگار

ذلیل ہو کر ٥ اور ڈال دیئے گئے جادوگر سجدہ میں ٦ کہا ہم ایمان لائے عالمین

الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٢١﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿١٢٢﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ

عالمہا خدای موسی و ہارون گفت فرعون

کے رب پر ٧ جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے ٨ فرعون نے کہا

١ جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال ادب کیساتھ کیا تھا اور یہی ادب ان کے ایمان لانے کا سبب بنا۔ (القرطبی) ان لوگوں نے آپ سے سوال تو کیا لیکن انکی خواہش تھی کہ پہلے ہم اپنی رسیوں کو ڈالیں اس لئے آپ نے فرمایا کہ پہلے تم ڈالو۔ (مظہری) اس آیتِ کریمہ میں ایک لطیف نکتہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے ذکر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مقدم رکھا اہل تصوف کہتے ہیں کہ اس ادب کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے انھیں ایمان کی دولت نصیب فرمائی۔ (تفسیر کبیر)

٢ اگر یہاں سوال کیا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے "اَلْقُوْا" یعنی امر بالسوء کیسے دیدیا۔ جواب: یہاں اَلْقُوْا کے بعد عبارت مقدر ہے یعنی اَلْقُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُحِقِّيْنَ عَلٰى زُعْمِكُمْ تم اپنی رسیاں اور عصا ڈالو اگر تم اپنے زعم میں اسے حق سمجھتے ہو اور ایسا کرنا جائز ہے کیونکہ آپکا یہ قول معجزہ کی تاکید کیلئے تھا۔ (روح البیان) فراء کہتے ہیں کہ یہاں کلام میں حذف ہے اور معنی یہ ہے کہ ہرگز تم اپنے رب پر غالب نہیں آسکتے ہو اور نہ اسکی آیات کو باطل کر سکتے ہو۔ یہ قرآن آپکا معجزہ ہے کہ اتنے وسیع مفہوم کو آسان لفظوں میں بیان کر دیا۔ (القرطبی) مروی ہے کہ جادوگروں نے موٹی رسیاں اور لمبے عصا جمع کئے جنکی شکلیں سانپ کی طرح تھیں، ان رسیوں اور لاٹھیوں پر پارہ مل دیئے گئے جب ان پر سورج کی روشنی اور حرارت پہنچی تو متحرک ہو گئیں اور ایک دوسرے سے لپٹ گئیں چونکہ رسیاں اور لاٹھیاں کثیر تعداد میں تھیں اس لئے دیکھنے والے سانپ خیال کرنے لگے۔ (روح البیان)

٣ مروی ہے کہ جب عصا اژدھا بن کر جادوگروں کی رسیوں اور لاٹھیوں کو نگل گیا تو حاضرین کی جانب بڑھا جس سے لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی یہاں تک کہ کثیر تعداد میں لوگ ہلاک ہو گئے جسکا علم اللہ ہی کو ہے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے پکڑا تو دوبارہ عصا بن گیا۔ حدادی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کرتے ہیں کہ عصا دس ہاتھ لمبا تھا، جب اسے پتھر پر مارتے تو چشمہ ابل پڑتا تھا، زمین پر رکھ دیتے تھے تو سانپ بن جاتا، زمین پر مارتے تو سبزہ اُگ جاتا اور جب اسے فرعون کے دروازے پر مارتے تو دروازہ چیخنے لگتا تھا۔ (روح البیان) ٤ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ حق ظاہر ہو گیا۔ (القرطبی) ٥ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ یعنی فرعون اور اسکی قوم ذلت کیساتھ مقہور اور مغلوب ہو گئی اور جادوگروں کو ایمان نصیب ہوا۔ (القرطبی) ٦ یعنی اللہ تعالیٰ نے ساحرین کو سجدہ میں ڈال دیا اور وہ سب اللہ تعالیٰ کیلئے سربسجود ہو گئے۔ یہاں سَجَدُوْا لِلّٰهِ نہیں کہا گیا یہ اس جانب تنبیہ ہے کہ ظہورِ حق نے انھیں سجدہ پر مجبور کیا یہاں تک کہ انکے پاس اختیار باقی نہ رہا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں الہام کیا کہ سجدہ کرو پس سب نے سجدہ کیا۔ اخفش کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے اتنی تیزی سے سجدہ کیا جیسے کہ انھوں نے اپنا عصا ڈالا۔ (مظہری) مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ جادوگروں نے تین سو اونٹوں پر رسیوں اور لاٹھیوں کو لایا جب عصا سانپ بن کر ان رسیوں کو نگل گیا اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چھونے پر پہلے کی طرح عصا بن گیا تو جادوگر ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ عمل جادو سے خالی ہے بلکہ امر الٰہی ہے پس اس سے ان لوگوں نے دلیل قائم کی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی صادق ہیں۔ (تفسیر کبیر) ٧ اس آیت کے بیان کا کیا مقصد ہے کیونکہ جب وہ سب سجدہ میں چلے گئے تو انکا ایمان ثابت ہو گیا۔ اسکا ایک جواب یہ ہے کہ جب ان لوگوں نے اتنی بڑی کامیابی معرفت کیساتھ دیکھی تو فی الفور سجدہ شکر بجالائے پھر اپنے ایمان کا اظہار "اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ" کہہ کر کیا۔ (تفسیر کبیر) ٨ جب جادوگروں نے اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ کہا تو انکا ایمان غیر مکمل تھا اس لئے انھوں نے رَبِّ مُوْسٰى وَ هَارُوْنَ کہا تا کہ ایمان مکمل ہو جائے۔ (تفسیر کبیر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ چھ ہزار جادوگر ایمان لائے اور موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کی۔ (روح البیان)

اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ

ایمان آوردید باں (موسیٰ) پیش ازانکہ دستوری دہم شما را ہر آئنہ ایں تدبیریست کہ اندیشیدہ اید آنرا

تم سب اس موسیٰ پر ایمان لائے قبل اسکے کہ میں تمہیں اجازت دیتا بیشک یہ ایک تدبیر ہے جسے تم لوگوں نے

فِی الْمَدِیْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَاۤ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

دریں شہر تا بیروں کنید ازیں ساکنان آنرا پس خواہید دانست

سوچ رکھی تھی اس شہر کے متعلق تا کہ اس شہر سے اسکے رہنے والوں کو نکالو پس عنقریب جان لو گے[۱] ضرور میں

لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ

البتہ برم دستہای شما و پایہائے شما را بخلاف یکدیگر باز بردار کنم شما را

تمہارے ہاتھوں کو اور تمہارے پاؤں کو ایک دوسرے کے خلاف میں کاٹوں گا پھر تم سب کو سولی پر چڑھاؤں گا[۲] کہا

اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۲۴﴾ قَالُوْۤا اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا تَنْقِمُ

ہمہ یکجا گفتند ہر آئنہ ما بسوئے پروردگار خود رجوع کنندگانیم و انکار نمی کنی

بیشک ہم اپنے رب کی طرف رجوع کرنیوالے ہیں[۳] اور تو ہم سے یہی ناپسند کرتا ہے کہ ہم ایمان لائے اپنے رب کی

مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰیٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ؕ رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَیْنَا

بر ما مگر آنکہ ایمان آوردیم بانشانہاے پروردگار خود چوں بیاید بما اے پروردگار ما بریز بر ما

نشانیوں پر جب (وہ نشانیاں) ہمارے پاس آئیں اے ہمارے رب! انڈیل دے ہم پر

صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ

شکیبہای و قبض ارواح ما کن در حالتیکہ مسلمان باشیم و گفتند اشراف از قوم فرعون

صبر کو اور ہماری روحوں کو اسلام کی حالت میں قبض فرمانا[۴] اور کہا فرعون کی قوم میں سے سرداروں نے

اَتَذَرُ مُوْسٰی وَقَوْمَهٗ لِیُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَیَذَرَكَ

آیا میگذاری موسیٰ و قوم او را تا فساد کند در زمین و تا بگذارد عبادت ترا

کیا تو موسیٰ اور اسکی قوم کو چھوڑتا ہے تا کہ زمین میں فساد کریں اور تا کہ چھوڑ دے تیری عبادت

[۱] جاننا چاہئے کہ جب فرعون نے دیکھا کہ لوگوں میں سے وہ لوگ جو جادو جانتے ہیں موسیٰ کی نبوت کا اقرار کر چکے اور یہ اقرار بھی جمِ غفیر میں ہوا تو فرعون کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ ان جادوگروں کا ایمان لانا قوم کے نزدیک کہیں موسیٰ کی نبوت کی صحت پر دلیل نہ بن جائے اس لئے اس نے فوراً عوام کو شبہ میں ڈالنے کیلئے دو باتیں کہہ ڈالیں تا کہ موسیٰ علیہ السلام کی نبوت سے لوگ انکار ہی کرتے رہیں۔ فرعون نے کہا کہ موسیٰ نے اپنی قوم کو اس شہر سے باہر لے جانے کی وجہ سے ایسا کیا ہے۔ حضرت ابن عباس، ابن مسعود اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب جادوگروں کے امیر سے ملاقات کی تو آپ نے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اگر میں تم پر غلبہ حاصل کرلوں تو تم سب کو مجھ پر ایمان لانا پڑیگا اور جو کچھ میں لے کر آیا ہوں اسکے حق ہونے کی گواہی دینی پڑیگی۔ جادوگروں کے امیر نے کہا کہ آج تک ہم مغلوب نہیں ہوئے ہیں اگر آپ نے ہمیں مغلوب کر دیا تو ہم آپ پر ضرور ایمان لائیں گے، یہ گفتگو فرعون سن رہا تھا اس لئے اس نے کہا کہ یہ بہت بڑا مکر ہے جو تمہارے ساتھ کیا گیا۔ (تفسیر کبیر)

[۲] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فرعون نے سب سے پہلے صلیب ایجاد کی اور اس پر لوگوں کو چڑھایا اور مخالف سمت سے ہاتھ پاؤں کاٹا یعنی اگر سیدھا پاؤں کاٹا تو اس کیساتھ الٹا ہاتھ کاٹا اور اگر الٹا پاؤں کاٹا تو اس کیساتھ سیدھا ہاتھ کاٹا تھا۔ (القرطبی) یعنی مصر کے نہر کے کنارے کھجور کے درخت میں تمہیں صلیب دونگا تا کہ تمہاری طرح کے لوگ عبرت حاصل کریں۔ (مظہری)

[۳] فرعون کے کلام کو سن کر ایمان لانے والے جادوگروں نے کہا کہ موت کے ذریعے ہم اپنے رب سے ملیں گے ہمارا رب ہمیں ثواب عطا فرمائیگا اس لئے ہم تمہارے وعید کی پرواہ نہیں کرینگے' یا اسکا معنی یہ ہے کہ ہمارا اور تمہارا ٹھکانا ہمارے رب کی جانب ہے پس وہ ہمارے درمیان فیصلہ فرمائیگا۔ (مظہری)

[۴] اس آیتِ کریمہ میں چند فوائد ہیں (۱) اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا کا جملہ اَنْزِلْ عَلَیْنَا صَبْرًا سے اکمل ہے اس لئے اَفْرِغْ، برتن میں جو کچھ ہوا سے انڈیل دینے کا نام ہے گویا کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے ہر طرح کے صبر کا سوال کیا نہ کہ بعض صبر کا۔ (۲) صَبْرًا کو نکرہ رکھا تا کہ کمال اور تمام صبر پر دلالت ہو جائے یعنی اے ہمارے رب تو ہمیں کامل صبر عطا فرما جیسے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰی حَیٰوةٍ، ''اور تو ضرور انھیں لوگوں میں زندگی پر سب سے زیادہ حریص پائیگا'' یعنی حیاتِ کاملہ اور تاملہ پر حریص۔ (۳) یہ صبر انکے اور انکے اعمال کی جانب سے ہے پھر انھوں نے اللہ تعالیٰ سے طلب کیا۔ یہ دلالت کرتا ہے کہ بندہ کو فعل حاصل نہیں ہوتا مگر اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور اسکی قضا سے۔ قاضی کہتے ہیں کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے الطاف کا سوال کیا جو انھیں ثبات اور صبر کی جانب بلائے۔ وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ۔ اسکا مفہوم یہ ہے کہ ہمیں دینِ حق یعنی وہ دین جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے، پر موت دے۔ اس میں دو مسئلے ہیں۔ پہلا مسئلہ: ہمارے اصحاب نے حجت قائم کی ہے کہ ایمان اور اسلام حاصل نہیں ہوتے مگر اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے' اور وجہ استدلال ظاہر ہے۔ دوسرا مسئلہ: قاضی نے اس آیت سے دلیل قائم کی ہے کہ ایمان اور اسلام ایک ہی ہے آپ کہتے ہیں کہ اولاً جادوگروں نے کہا کہ اٰمَنَّا بِاٰیٰتِ رَبِّنَا یعنی ہم اپنے رب کی آیات پر ایمان لائے، پھر ثانیًا جادوگروں نے کہا کہ وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ یعنی اور ہمیں وفات دے اسلام ہی کی حالت میں۔ پس واجب ہوا کہ یہ اسلام جسکی لوگ دعا کر رہے ہیں وہی ایمان ہے جو اٰمَنَّا بِاٰیٰتِ رَبِّنَا میں ہے' یہ دلالت ہے کہ یہ دونوں ایک ہے۔ (تفسیر کبیر)

وَ اٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ

و معبودان ترا گفت خواہیم کشت پسران بنی اسرائیل را و زندہ خواہیم گذاشت دختران ایشانرا

اور تیرے معبودوں کی عبادت کہا عنقریب ہم قتل کرینگے بنی اسرائیل کے بیٹوں کو اور زندہ چھوڑیں گے انکی لڑکیوں کو

وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا

و ما بر ایشاں غالبانیم گفت موسی بقوم خود مدد طلبید

اور ہم ان پر غالب ہیں ۱؎ کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے مدد طلب کرو

بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ۫ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ

از خدا و صبر کنید ہر آئنہ زمین خدا را ست وارث او میکند ہر کرا خواہد از

اللہ سے اور صبر کرو بیشک زمین اللہ کیلئے ہے اسکا وارث بناتا ہے جسے چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے اور (اچھا)

عِبَادِهٖ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ

بندگان خود و آخر کار برائے پرہیزگارانست گفتند ایذا دادہ شدیم پیش ازانکہ

انجام پرہیزگاروں کیلئے ہے ۲؎ انھوں نے کہا ہمیں تکلیف دی گئی تمہارے ہمارے پاس آنے سے قبل

اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ

بیائی نزدیک ما و بعد ازانکہ آمدی نزدیک ما گفت امید است کہ پروردگار شما کہ ہلاک کند

اور تمہارے ہمارے پاس آنے کے بعد بھی کہا امید ہے کہ تمہارا رب ہلاک کریگا

عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ ع

دشمن شما را و خلیفہ گرداند شما را در زمین پس بنگرد چگونہ عمل میکنید

تمہارے دشمن کو اور تمہیں زمین میں نائب بنائیگا پس دیکھے گا کہ تم کیسا عمل کرتے ہو ۳؎

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ

و ہر آئنہ گرفتار کردیم کسان فرعون را قحطہا و نقصان از

اور بیشک ہم نے پکڑا فرعون کی قوم کو قحطوں سے اور پھلوں کی کمی

۱؎ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فرعون کے پاس ایک گائے تھی جسکی وہ عبادت کرتا تھا جب کوئی خوبصورت گائے دیکھتا تو اپنی قوم کو اسکی عبادت کا حکم دیتا تھا اسی بناء پر سامری نے بچھڑا بنایا۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ وہ اپنے گردن میں صلیب لٹکائے رہتا تھا اور اسکی عبادت کرتا تھا۔ حضرت سدی کہتے ہیں کہ فرعون نے اپنی قوم کیلئے بت بنوایا اور اپنی قوم کو اسکی عبادت کا حکم دیا اور ان سے کہا کہ یہ تمہارے معبود ہیں اور میں سب کا بڑا معبود ہوں اسی بناء پر اس نے اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى کہا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ سب کواکب کی عبادت کرتے تھے۔ بعض نے کہا کہ وہ لوگ سورج کی عبادت کرتے تھے۔ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَاءَ هُمْ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جن نجومیوں نے فرعون سے کہا کہ تمہاری سلطنت میں اس سال ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے جو تمہاری سلطنت اور بادشاہت کو تہس نہس کر کے رکھ دیگا۔ اس خوف سے فرعون نے حکم دیا کہ اس سال بنی اسرائیل میں جو بچہ [لڑکا] پیدا ہو اسے قتل کر دیا جائے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں فرعون کو شکست ہوئی اور جادوگروں نے اسلام قبول کر لیا تو فرعون نے قہر و غضب کے طور پر دوبارہ قتل کرنے کا حکم دیا تا کہ کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ نجومیوں نے جس لڑکے کی خبر دی تھی وہ موسیٰ علیہ السلام نہیں ہیں۔ اس طرح وہ اپنی شرمندگی کو چھپانا چاہتا تھا۔ (مظہری) مروی ہے کہ جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کو دیکھا تو بہت زیادہ ڈر گیا اور اس نے آپکے راستے کو چھوڑ دیا اس پر قوم کے سرداروں نے کہا کہ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَ قَوْمَهٗ یعنی کیا تم نے موسیٰ اور اسکی قوم کو چھوڑ دیا۔ (روح البیان) حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رعب فرعون پر ایسا چھا گیا تھا کہ جب وہ آپکو دیکھتا تو ایسے پیشاب کرنے لگتا تھا جیسا گدھا پیشاب کرتا ہے۔ (القرطبی) ۲؎ جب فرعون نے بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کا اعادہ شروع کر دیا تو فرعون کا یہ عمل قوم پر شاق گذرا اور انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شکایت کی تو آپ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور تضرع کیساتھ دعا کرو اور اسی پر بھروسہ کرو۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ یعنی نیکی اور سعادت ابدیہ کا بدلہ وہ ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوگا اور جنت متقین کیلئے ہے، پس آخرت کا گھر جو باقی رہنے والا ہے اسے تلاش کرو اس دنیائے فانی میں تمہیں جو مصیبت پہنچ رہی ہے اس پر صبر کرو۔ (مظہری) مروی ہے کہ جب فرعون کے جادوگر مغلوب ہو گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت خوب ظاہر ہو گئی تو بنی اسرائیل کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کی حجت قائم ہو گئی چنانچہ چھ لاکھ بنی اسرائیل نے شرک اور عصیان سے توبہ کی۔ اس میں اشارہ ہے کہ استعانت اللہ تعالیٰ سے ہے اور صبر تقوی کے باب سے ہے۔ (روح البیان) اَنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ زمین اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہے شاید اللہ تعالیٰ اسکا وارث بنا دے اگر تم ان تکالیف پر جو فرعون کی جانب سے تمہیں پہنچ رہی ہیں صبر کرو۔ (ابن جریر) ۳؎ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا کہ آپکی ولادت سے پہلے بھی ہمارے لڑکوں کو قتل کر دیا جاتا تھا اور ہماری عورتوں کو بانجھ بنایا جاتا تھا اور اب وہی عمل ہم پر لوٹایا جا رہا ہے۔ بعض نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے پہلے فرعون بنی اسرائیل کو نصف دن اذیت دیتا تھا اور نصف دن چھوڑ دیا کرتا تھا تا کہ وہ لوگ اپنے لئے کچھ کمائیں لیکن اس واقعہ کے بعد پورا دن اذیت دیتا تھا۔ حضرت حسن کہتے ہیں کہ اذیت قبل اور بعد ایک ہی ہے اور وہ جزیہ ہے۔ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ الخ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں مصر میں انھیں حاکم بنایا اور یوشع بن نون کیساتھ بیت المقدس فتح ہوا۔ مروی ہے کہ جب یہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کیساتھ نکلے اور فرعون نے پیچھا کیا تو سامنے دریا تھا پس اللہ تعالیٰ نے اس دریا میں فرعون اور اسکے لشکر کو غرق کر کے وعید کو حق ثابت کر دیا۔ (القرطبی)

الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ

میوہا تا شود کہ ایشاں پند پذیرند پس چوں آمدی بایشاں فراخی

سے تا کہ وہ سب نصیحت حاصل کریں ۱ پس جب انکے پاس کشادگی آتی

قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ یَّطَّیَّرُوْا بِمُوْسٰى

گفتندی ایں لایق ما ست و اگر برسدی بایشاں سختی شگون بد گرفتندی بموسی

تو کہتے یہ ہمارے لائق ہے اور اگر انہیں کوئی سختی پہنچتی تو موسیٰ سے برا شگون لیتے

وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓىِٕرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ

و کسانیکہ با و بودند آگاہ باش جز ایں نیست کہ شگوں بد ایشاں نزد خدا و لیکن اکثر ایشاں

اوران لوگوں سے جوانکے ساتھ تھے' آگاہ رہواسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ انکا براشگون اللہ کے پاس ہے لیکن ان میں

لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰیَةٍ لِّتَسْحَرَنَا

نمیدانند و گفتند کسان فرعون ہر چہ بیاری اے موسی بما آنرا از نشانہا تا سحر کنی ما را

اکثر جانتے نہیں ہیں ۲ اور کہا فرعون کی قوم نے اے موسیٰ! تم ہم پر جادو کرنے کیلئے جتنی نشانیاں لاؤ

بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳۲﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ

بداں پس ما نیستیم ترا باور دارندگان پس فرستادیم بر ایشاں

پس ہم تم کو ماننے والے نہیں ہیں ۳ پس ہم نے بھیجا ان پر

الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰیٰتٍ

طوفان و ملخ و کنہ و غوکہا و خوں نشانہا

طوفان اور ٹڈی اور گھن اور مینڈک اور خون کہ سب جدا جدا

مُّفَصَّلٰتٍ ۫ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَ

واضح کردہ شدہ پس سرکشی کردند و بودند قوم گناہگاراں و

(ہماری قوت) کی نشانیاں تھیں پس سرکشی کی اور وہ سب لوگ گناہگار قوم تھے ۴ اور

۱ ابوعلی فارسی کہتے ہیں کہ سَنَةٌ کے دومعانی ہیں۔اول: سال'اور دوم بمعنی قحط۔اس آیت میں بِسِنِیْنَ سے مراد قحط ہے۔نبی کریم ﷺ کی یہ دعا ہے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا عَلَیْهِمْ سِنِیْنًا كَسِنِیْ یُوْسُفَ۔یعنی اے اللہ!ان پر چند سال قحط یوسف علیہ السلام کے قحط کی طرح ڈال دے۔اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ اِنَّا لَا نَقْطَعُ فِیْ عَامِ السَّنَةِ یعنی ہم قحط والے سال میں واقع نہیں ہونگے۔ (تفسیر کبیر)

۲ عرب والے سَانِحٌ [دائیں سے بائیں جانے والا] سے نیک فال لیتے تھے اور بَارِحٌ [بائیں سے دائیں جانے والا] سے بدفال لیتے تھے۔اسی طرح وہ لوگ کوے کی آواز سے بھی فال لیتے تھے اور کہتے تھے کہ اسکی تاویل جدائی ہے۔جب اسلام آیا تو انھیں فال اور بدشگونی لینے سے منع کیا۔زمانہ جاہلیت میں جب لوگ کسی حاجت کا ارادہ کرتے تو فال نکالنے والے کے پاس آتے تھے۔ حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھا کہ ایک پرندہ شور مچاتا ہوا گذرا پس قوم میں سے ایک شخص نے کہا: خیر'خیر۔آپ نے یہ سنکر فرمایا کہ اسکے پاس خیر ہے نہ شر۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص فال نکالے یا کہانت کرے یا فال نکالنے کے بدلے کھانا دے وہ ہم میں سے نہیں۔(القرطبی)

۳ امام خلیل کہتے ہیں کہ 'مَهْمَا' اصل میں "مَامَا" تھا۔ پہلا مَا شرط کیلئے اور دوسرا مَا زائد برائے تاکید جزاء ہے' پس پہلے مَا میں الف کو 'ھاء" سے بدل دیا تو مَهْمَا ہو گیا۔امام کسائی کہتے ہیں کہ اسکی اصل "مَہ" ہے۔کہا گیا ہے کہ جادوگروں کے سجدہ کرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام قبط میں بیس سال رہے اور انکے غرق ہونے تک طرح طرح کی نشانیاں دکھاتے رہے۔(القرطبی)

۴ ایک نشانی کے بعد دوسری نشانی تک ایک ماہ کا وقفہ ہوتا تھا۔حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ ان میں سے ہر عذاب سات روز تک رہتا تھا۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان پر یہ عذاب ہفتہ [سنیچر] تک رہتا تھا پھر ایک ماہ بعد دوسرا عذاب آجاتا تھا۔امام بغوی روایت کرتے ہیں کہ جب قومِ فرعون کی جانب سے سرکشی بڑھ گئی اور ان لوگوں نے حق قبول کرنے سے انکار کردیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ 'اے میرے رب! بیشک فرعون تیرا بندہ ہے جو زمین میں خدا بن بیٹھا ہے' اس نے سرکشی کی اور اسکی قوم نے تیرے عہد کو توڑا ہے پس تو انھیں عقوبت سے پکڑ لے اور اس پکڑ کو ان کیلئے سزا اور میری قوم کیلئے نصیحت بنادے اور انکے بعد والوں کیلئے عبرت بنادے''۔اس دعا کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر تیز طوفان بھیجا جس میں پانی بھی تھا چنانچہ پانی سے قبطیوں کے مکانات' کھیتی اور باغات ڈوب گئے۔یہ عذاب سات روز تک رہا پھر قوم آکر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کرتی ہے جس سے یہ عذاب ٹل گیا پھر عہد شکنی کے نتیجے میں ایک ماہ بعد ان پر ٹڈی کا عذاب مسلط کیا گیا جسکے نتیجے میں انکے بچے ہوئے اناج بھی ضائع ہوگئے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے سات روز بعد یہ عذاب اٹھالیا گیا' پھر عہد شکنی کے نتیجے میں قُمَّلَ [گھن یا جوئیں] کا عذاب نازل ہوا۔قوم نے پھر عاجز آکر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعا کی درخواست کی چنانچہ آپکی دعا سے یہ عذاب بھی ٹل گیا۔ایک ماہ بعد ان پر مینڈک کا عذاب آیا اور مینڈک اس قدر ہوگئے کہ اگر کھڑے ہوکر کلام کرنے کی کوشش کرتے تو منہ کھلتے ہی مینڈک داخل ہوجاتا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے یہ عذاب بھی ٹل گیا۔ایک ماہ بعد ان پر خون کا عذاب آیا جسکے نتیجے میں قبطیوں کے یہاں کا سارا پانی خون بن گیا اسی پانی کو بنی اسرائیل استعمال کرنا چاہتے تو اپنی اصل حالت میں رہتا یہاں تک کہ ایک قبطی اور ایک اسرائیلی اگر ایک ہی برتن میں منہ لگا کر پیتا تو قبطی کی جانب خون جاتا اور اسرائیلی کی جانب پانی۔اگر کوئی قبطی اسرائیلی سے یہ کہتا کہ تم اپنے منہ سے میرے منہ میں ڈال دو تو اس صورت میں بھی قبطی کے منہ میں جاتے ہی خون ہوجاتا تھا۔ملخصاً (مظہری)

لَمَّا وَقَعَ عَلَيۡهِمُ الرِّجۡزُ قَالُوۡا يٰمُوۡسَى ادۡعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا

وقتیکہ فرود آمد بر ایشاں عقوبت گفتند اے موسی دعا کن برائے ما بہ پروردگار تو بآنچہ

جب ان پر عذاب اترتا تو کہتے اے موسیٰ! دعا کرو ہمارے لئے اپنے رب سے اس چیز کی جو

عَهِدَ عِنۡدَكَ ۚ لَئِنۡ كَشَفۡتَ عَنَّا الرِّجۡزَ لَنُؤۡمِنَنَّ

وحی کردہ است نزدیک تو اگر زائل کنی از ما عقوبت را البتہ معتقد شویم

تیرے پاس (قبولیتِ دعا کی) وحی کی ہے اگر تو ہم سے عذاب کو دور کر دے تو ضرور ہم آپکو مان لینگے

لَكَ وَلَنُرۡسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ﴿۱۳۴﴾ فَلَمَّا كَشَفۡنَا

ترا و بفرستیم با تو بنی اسرائیل را پس چوں زایل کردیم

اور ہم بھیجیں گے تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو ۱ پس جب ہم نے ہٹا دیا

عَنۡهُمُ الرِّجۡزَ اِلٰۤى اَجَلٍ هُمۡ بٰلِغُوۡهُ اِذَا هُمۡ يَنۡكُثُوۡنَ ﴿۱۳۵﴾

از ایشاں عقوبت را تا مدتی کہ ایشاں رسندگانند بآن نا گہان عہد می شکستند

ان سے عذاب کو ایک مدت تک کیلئے جس کو یہ لوگ پہنچنے والے تھے تو فوراً وہ لوگ عہد توڑ دیتے تھے ۲

فَانۡتَقَمۡنَا مِنۡهُمۡ فَاَغۡرَقۡنٰهُمۡ فِى الۡيَمِّ بِاَنَّهُمۡ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا

پس انتقام کشیدیم از ایشاں و غرق کردیم ایشانرا در دریا بسبب آنکہ ایشاں دروغ داشتند بآیات ما

پس ہم نے بدلہ لیا ان سے اور ہم نے غرق کیا انھیں دریا میں اس سبب کہ وہ سب جھٹلاتے تھے ہماری آیات کو

وَكَانُوۡا عَنۡهَا غٰفِلِيۡنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاَوۡرَثۡنَا الۡقَوۡمَ الَّذِيۡنَ كَانُوۡا

و بودند ازاں بے خبر و میراث دادیم قومیرا

اور وہ سب اس سے بے خبر تھے ۳ اور ہم نے ایسی قوم کو وارث بنایا

يُسۡتَضۡعَفُوۡنَ مَشَارِقَ الۡاَرۡضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِىۡ

کہ ضعیف شمردہ میشدند مشارق زمینی و مغارب او کہ

جسے زمین کے مشارق اور مغارب میں کمزور سمجھا جاتا تھا

۱ یعنی ان پر جنسِ عذاب نازل کیا گیا مثلاً طوفان وغیرہ۔ حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ رِجۡزٌ طاعون کو کہتے ہیں اور یہ ان پر چھٹا عذاب ہے اس عذاب میں ستر ہزار افراد ایک دن میں لقمۂ اجل ہو گئے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ طاعون رِجۡزٌ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل اور جو تم سے پہلے تھے بھیجا۔ پس جب یہ سنو کہ فلاں جگہ طاعون کی بیماری پھیلی گئی تو وہاں مت جاؤ اور اگر تم وہاں ہی ہو تو وہاں سے مت بھاگو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون عذاب ہے اللہ اسے بھیجتا ہے جس پر چاہے، بیشک اللہ تعالیٰ نے اسے رحمت کیلئے بنایا پس جو کوئی ایسے شہر میں واقع ہو جہاں طاعون ہو تو چاہئے کہ وہیں صبر اور محتسب بن کر ٹھہرا رہے اور یہ یقین جانے کہ اسے وہی کچھ پہنچ سکتا ہے جو اللہ نے اس کیلئے لکھ دیا ہے مگر یہ کہ اس کیلئے شہید کی مثل اجر ہے۔ میں (قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ یہ دونوں حدیثیں یہ دلالت نہیں کرتیں کہ طاعون قبط پر بھیجا گیا تھا بلکہ یہ دلالت کرتیں ہیں کہ بنی اسرائیل پر بھیجا گیا تھا۔ شاید یہ صرف فرعون کی ہلاکت کے بعد واقع ہوا ہو۔ (مظہری) اُدۡعُ لَنَا رَبَّکَ بِمَا عَهِدَ عِنۡدَکَ۔ یہاں عہد سے مراد نبوت ہے تو اب مفہوم یہ ہوگا کہ "اے موسیٰ! آپ ہمارے لئے دعا فرمائیں اپنے رب سے کہ ہم سے عذاب ہٹالے اس نبوت کے واسطہ سے جو آپکے پاس ہے" یہاں سے یہ معلوم ہوا کہ حقِ نبوت اور اسکا مقتضا یہ ہے کہ نبی اپنی امت کیلئے دعا کرے تا کہ ان سے بلاء اور مصیبت ٹل جائے۔ (روح البیان) جب اللہ تعالیٰ نے انھیں سخت قسم کے عقوبات میں گرفتار کیا تو ان لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اپنے رب سے دعا کریں کہ یہ سب ٹل جائیں پھر ہم آپ پر ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کیلئے راستہ بھی چھوڑ دینگے آپ جہاں چاہیں اسے لیکر چلے جائیں۔ (تفسیر کبیر) ۲ جب اللہ تعالیٰ نے ایک مدت معین تک انھیں عذاب سے محفوظ رکھا تو پھر یہ لوگ عہد شکنی کرنے لگے۔ (روح البیان) ۳ یہ انتقام سے نتیجۂ انتقام یعنی ہلاکت مراد ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ کیلئے تشفی محال ہے اس لئے انتقام کا نتیجہ ہی مراد لیا جاسکتا ہے۔ حدادی کہتے ہیں کہ فِى الۡيَمِّ بمعنی فِى الۡبَحۡرِ یعنی دریا میں ہے۔ بَحۡر کو يَمّ عبرانی زبان میں کہتے ہیں اور یہ یہود کی لغت ہے۔ تفسیر فارسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو لیکر یہاں سے نکل جائیں، پس بنی اسرائیل کی عورتوں نے آلِ فرعون کی عورتوں سے زیورات مستعار لئے اور ان سے کہا کہ ہم لوگ عید پر نکلیں گیں پس حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو اولِ رات میں لیکر نکلے۔ یہ سب تعداد میں چھ لاکھ تھے جب فرعون تک بنی اسرائیل کے نکلنے کی خبر پہنچی تو فرعون نے لاکھوں کا لشکر تیار کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا تعاقب کیا چنانچہ سورج طلوع ہونے تک فرعون نے بنی اسرائیل کو پالیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا کو دریائے قلزم پر مارا تو اس میں بارہ راستے نکل پڑے۔ بنی اسرائیل بارہ قبائل میں تھے اس لئے ہر قبیلے کیلئے ایک راستہ دریا میں بن گیا۔ پس فرعون اور اسکا لشکر دریا کے پاس پہنچ گیا بنی اسرائیل کے پار ہونے کے بعد فرعون اپنے لشکر سمیت دریا میں داخل ہوا جب تمام لشکر دریا میں داخل ہوگیا تو دریا مل گیا جس سے تمام لشکر مع فرعون غرق ہوگیا۔ بِاَنَّهُمۡ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا الخ یہاں سے غرق کی وجہ بیان کی جارہی ہے کہ انھوں نے آیاتِ تسعہ [نو نشانیاں] کو جھٹلایا جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام لیکر آئے۔ اسکے بیان کا مقصد یہ ہے کہ جو لوگ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو دیکھ کر انکار کر رہے ہیں وہ اس سے سبق سیکھیں۔ (روح البیان)

بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِىٓ

برکت نہادیم دراں و راست شد وعدۂ نیکوئے پروردگار تو بر بنی

ہم نے اس میں (زرخیزی کی) برکت رکھی اور تیرے رب کا نیک وعدہ پورا ہوا بنی

اِسْرَآءِيْلَ ڏ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ

اسرائیل بآنچہ صبر کردند و تباہ کردیم آنچہ ساختہ بود فرعون

اسرائیل پر اس سبب سے جو صبر کرتے تھے اور ہم نے تباہ کیا جسے فرعون

وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَجٰوَزْنَا بِبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ

و گروہ او و آنچہ بر می افراشتند و گذرانیدیم بنی اسرائیل را

اور اسکے گروہ بناتے تھے اور جو بلند (عمارت) بناتے تھے ا اور ہم نے گذار دیا بنی اسرائیل کو

الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا

از دریا پس آمدند بر گروہیکہ مجاورت میکردند بر بتان خویش گفتند بنی اسرائیل

دریا سے پس آئے ایسے گروہ پر جو اپنے بتوں سے لگے بیٹھے رہتے تھے کہا بنی اسرائیل نے

يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ

اے موسیٰ بساز برائے ما معبودی چنانچہ ایشانرا ہستند معبودان گفت ہر آئنہ شما گروہے ہستید

اے موسیٰ! بناؤ ہمارے لئے ایک معبود جیسا کہ ان کیلئے معبود ہیں کہا بیشک تم ایک ایسے گروہ ہو

تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ مَّا

کہ نادانی میکنید ہر آئنہ ایں جماعت باطل کردہ شدہ است مذہبی کہ ایشاں دراں اند و باطل است آنچہ

جو نادانی کرتے ہو۲ بیشک یہ جماعت (جس مذہب پر ہے) ہلاک ہونے والا ہے اور باطل ہے وہ چیز جو

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ

میکردند گفت آیا غیر خدا طلب کنیم برائے شما معبودے و او فضل دادہ است شما را

وہ کررہے ہیں۳ کہا: کیا میں تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی معبود تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہیں فضیلت دی ہے۴

۱ یہاں قوم سے مراد بنی اسرائیل ہے اور "اَرْضٌ" سے مراد ارضِ شام ہے اور مصر ہے اور مشارق اور مغارب سے مراد مشرق اور مغرب کی جہتیں ہیں۔ بظاہر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قبط کی سرزمین کا مالک بنایا۔ بعض نے کہا کہ یہاں جمیع ارض مراد ہے اس لئے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام بنی اسرائیل میں سے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انھیں زمین کا مالک بنایا۔ اَلَّتِىْ بٰرَكْنَا فِيْهَا یعنی اس ارض میں کثرت سے کھیتی، پھلوں اور نہروں کو نکالا۔ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ وہ لوگ بلند و بالا عمارت کی تعمیر کرتے تھے۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ وہ لوگ انگور کی بیل کیلئے چھت بناتے تھے۔ (القرطبی) یہاں تک فرعون اور قوم فرعون کے آخری قصہ کا بیان ہے اور اب اسکے بعد بنی اسرائیل کے ان واقعات کا بیان ہے جب انھوں نے انعامات ملنے کے باوجود برے کام انجام دیئے۔ یہ بیان اس لئے ہے کہ رسول اللہ ﷺ کیلئے تسلی ہو جو انھیں کفار مکہ اور منافقینِ مدینہ کی جانب سے پہنچ رہا ہے اور مؤمنین کیلئے بیداری کا سبب ہو جائے تاکہ مؤمنین اپنے نفس کے محاسبہ اور اپنے احوال کے مراقبہ سے غافل نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان "بِمَا صَبَرُوْا" صبر کی ترغیب دے رہا ہے اور اس پر دلالت ہے کہ اگر بلاء کے آنے پر جزع فزع کریگا تو اللہ تعالیٰ اس بلاء کو اس پر مسلط فرما دیگا۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ (مظہری) اللہ تعالیٰ نے اس [امتِ محمدیہ] سے وعدہ فرمایا کہ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۔ "اور اللہ نے وعدہ کیا ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیا ضرور انھیں زمین میں نائب بنائیگا جیسے کہ نائب بنایا ان لوگوں کو جو ان سے پہلے تھے" اس آیت میں ارض سے مراد عرب و عجم کے کفار کی زمین ہے اور اَلَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ سے مراد بنی اسرائیل ہے۔ (روح البیان) ۲ کلبی کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عاشوراء کے روز دریا عبور کیا اور اسی روز انکے دشمن کو ہلاک کیا گیا تو آپ نے شکرانہ کے طور پر عاشوراء کا روزہ رکھا۔ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ الخ قوم سے مراد قوم عمالقہ ہے جن سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جہاد کا حکم دیا گیا۔ ابن جریج کہتے ہیں وہ قوم جس تمثال کی عبادت کررہی تھی وہ گائے کی تمثال تھا۔ (مظہری) اِجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا الخ اسکی نظیر عرب کے جہال میں ہے وہ اسطرح کہ ان لوگوں نے کفار کو دیکھا کہ سال میں ایک دن ایک سبز درخت کی تعظیم کرتے ہیں جسے ذاتِ انواع کا نام دیا جاتا تھا۔ لوگوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ہمارے لئے بھی ذاتِ انواع کیجئے جیسے انکے لئے ذاتِ انواع ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ اکبر: تم نے وہی کہا جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا "اِجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ" تم ضرور ان لوگوں کے طریقے پر چلو گے جو تم سے پہلے تھے تمہارا چلنا قدم بقدم ہوگا یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی گوہ [سانپ] کے بل میں داخل ہوا ہوگا تو تم بھی اس میں داخل ہوگے۔ (القرطبی) بَحْرٌ سے مراد دریائے قلزم ہے جو مصر اور مکہ کے درمیان جبلِ طور کے قریب ہے۔ (روح البیان) ۳ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان بتوں کی عبادت کرنے والوں سے کہا کہ یہ اصنام ہلاک شدہ ہیں اور یہ لوگ جو انکے پاس عمل کررہے ہیں وہ بھی بے فائدہ ہے کیونکہ ان کیلئے عذابِ مھین ثابت ہے اور انکا عمل باطل ہے اس لئے کہ غیر نافع ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ سب نقصان اٹھانے والے ہیں۔ (ابن جریر) ہر ٹوٹے ہوئے برتن کو مُتَبَّر کہتے ہیں۔ یہاں انکے عمل کو مُتَبَّر اس لئے کہا گیا ہے کہ عابد اور معبود دونوں ہلاک شدہ ہیں۔ (القرطبی) ۴ یعنی کیا میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر تمہارے لئے اور معبود تلاش کروں۔ عالمین کی فضیلت سے مراد اس زمانے کے لوگوں پر فضیلت ہے بعض نے کہا کہ انکے دشمن کی ہلاکت ان کیلئے فضیلت ہے۔ (القرطبی)

عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٤٠﴾ وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ

بر علمہا و یاد کن آنوقت کہ چوں نجات دادیم شما را از کسان فرعون میرسانیدند بشما

عالمین پر، اور یاد کرو وہ وقت جب ہم نے تمہیں فرعون کی قوم سے نجات دی تمہیں

سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ

عقوبت سخت و میکشتند پسران شما را و زندہ میداشتند دختران شما را

سخت عذاب پہنچاتے تھے اور تمہارے لڑکوں کو قتل کرتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ چھوڑتے تھے

وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿١٤١﴾ ع وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى

و دریں مقدمہ آزمایش بزرگ بود از جانب پروردگار شما و وعدہ کردیم با موسی

اور اس واردات میں بڑی آزمائش تھی تمہارے رب کی جانب سے ۱ اور ہم نے وعدہ کیا موسیٰ سے

ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ

سی شب و تمام کردیم آں میعاد را بدہ شب پس کامل شد میعاد پروردگار او چہل

تیس راتوں کا اور ہم نے پورا کیا اس میعاد کو دس راتوں سے پس کامل ہوئی انکے رب کی میعاد چالیس

لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ

شب و گفت موسی برادر خود ہارون را جانشین من باش در قوم من

رات اور کہا موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے، میرے جانشین رہو میری قوم میں

وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿١٤٢﴾ وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى

و صلحکاری کن و پیروی منہا راہ تباہکاراں را و چوں آمد موسی

اور اصلاح کرو پیروی نہ کرنا فساد کرنے والوں کی راہ کی ۲ اور جب موسیٰ آئے ہمارے وعدہ پر اور

لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ

بوعدہ ما و سخن گفت با او پروردگار او گفت اے پروردگار من بنما مرا بخویش تا نظر کنم بسوے تو

کلام فرمایا ان سے انکے رب نے (تو) عرض کی اے میرے رب! تو دکھا مجھے اپنے آپکو تا کہ تیری جانب نظر کروں

تفسیر اظہار العرفان

۱ اس آیت کریمہ کے ذکر کا مقصد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ تم پر نعمتِ عظیمہ فرماتا ہے تو یہ کیسے لائق ہے کہ تم کسی اور کی عبادت کرو۔ (تفسیر کبیر) یہ خطاب نبی ﷺ کے زمانے کے یہود سے ہے کہ تم یاد کرو ان نعمتوں کو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے اسلاف پر فرمائیں۔ (القرطبی)

۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت مجاہد اور حضرت مسروق فرماتے ہیں تیس روز ذوالقعدہ اور دس روز ذوالحجہ کے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا کہ ایک ماہ روزہ رکھیں اور عبادت کیلئے اپنے آپکو تنہا کر لیں' پس جب آپ نے ایک ماہ روزہ رکھا اور اپنے مُنہ میں بو محسوس کی تو مسواک کی۔ کہا گیا ہے کہ خرنوب کی لکڑی کی مسواک تھی۔ مسواک کے بعد فرشتوں نے کہا کہ بیشک ہم آپکے مُنہ سے خوشبو سونگھتے تھے آپ نے مسواک کر کے اسے ختم کر دیا اس لئے آپ ذوالحجہ کی دس راتوں کا اضافہ کیجئے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب مسواک کی تو اللہ تعالیٰ نے انکی جانب وحی کی کہ اے موسیٰ! میں تم سے کلام نہیں کرونگا یہاں تک کہ تمہارے منہ میں خوشبو جو پہلے تھی واپس نہ لوٹ آئے تمہیں نہیں معلوم کہ روزے دار کی منہ کی خوشبو مجھے مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے پھر اللہ تعالیٰ نے مزید دس روزے رکھنے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ کا کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے یوم نحر کی صبح ہوا جب حضرت اسماعیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان ہونے کیلئے تیار ہو گئے اور اور حضرت محمد ﷺ کیلئے اسکی تکمیل حج میں ہوئی۔ (القرطبی) امام بغوی کہتے ہیں کہ جب بنی اسرائیل کا دشمن ہلاک ہو گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصر میں اپنی قوم سے وعدہ کیا کہ انکے لئے ایک کتاب آئیگی جس میں ان چیزوں کی تفصیل ہو گی جسے کرنا ہے اور ان چیزوں کی بھی تفصیل ہو گی جس سے بچنا ہے پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اس کتاب کے بارے میں فریاد کی تو اللہ تعالیٰ نے ایک ماہ کے روزے رکھنے کا حکم دیا الخ۔ (مظہری) یہ آیتِ کریمہ دلالت کرتی ہے کہ تاریخ رات سے شروع ہوتی ہے نہ کہ دن سے' اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ثلثین لیلۃ یعنی تیس راتیں' اس لئے کہ رات مہینے کا اول حصہ ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی دنوں کی خبر رات سے دیتے تھے۔ اہل عجم اسکی مخالفت کرتے ہیں اور تاریخوں کا حساب دنوں سے لگاتے ہیں اس لئے کہ یہ لوگ سورج سے حساب لگاتے ہیں۔ ابن عربی کہتے ہیں کہ شمسی حساب منافع کیلئے ہے اور قمری حساب مناسک کیلئے ہے۔ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ الخ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب جانے کا ارادہ فرمایا تو اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام سے فرمایا کہ آپ میری جگہ نیابت فرمائیں۔ حضرت سعید بن وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرما رہے تھے یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ جہاد میں تشریف لے جا رہے تھے' اے علی! کیا تم راضی نہیں ہو کہ تم میری طرف سے ویسے ہی ہو جیسے حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے تھے سوائے اسکے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ پس روافض' امامیہ اور شیعہ فرقوں نے اس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ساری امت پر مان لی یہاں تک کہ صحابہ کی امامت اور خلافت کا انکار کر گئے حالانکہ شیعوں کا یہ استدلال غلط ہے۔ اس لئے کہ ایک موقع پر اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب بنایا اسی جگہ دیگر صحابہ کو بھی دوسرے موقع پر اپنا نائب بنایا لیکن بالاتفاق ان سب کی خلافت اور نیابت دائمی نہیں رہی۔ حضرت ہارون علیہ السلام اصلِ رسالت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ شریک تھے اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت اس طرح نہیں ہو سکتی ہے جس طرح روافض نے مانی ہے۔ (القرطبی)

قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ

گفت خدا نخواہی دید مرا و لیکن نظر کن بسوے کوہ پس اگر قرار گیرد

اللہ نے فرمایا تو نہیں دیکھ سکے گا مجھ کو لیکن دیکھو پہاڑ کی جانب پس اگر ٹھہرا رہے

مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ

بجاے خود خواہی دید مرا پس وقتیکہ ظہور کرد پروردگار او بر آں کوہ گردانید آں کوہ را

اپنی جگہ (تو) تو دیکھ سکے گا مجھے پس جسوقت ظہور کیا انکے رب نے اس پہاڑ پر' تو اس پہاڑ کو

دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ

بزمین ہموار ساختہ و افتاد موسیٰ بیہوش شدہ چوں بہ ہوش آمد گفت بپاکی یاد میکنم ترا

زمین سے برابر کیا ہوا اور موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے جب ہوش آیا تو کہا پاکی سے یاد کرتا ہوں تجھے

تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّي

باز گشتم بسوے تو و من اول مسلمانانیم گفت اے موسی ہر آئنہ

تیری جانب رجوع کی اور میں پہلا مسلمان ہوں ۱ کہا اے موسیٰ بیشک

اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَبِكَلَامِيْ ۖ فَخُذْ مَآ

بر گزیدم ترا از مردماں بہ پیغامہاے خود و بشنوانیدن سخن خود پس بگیر آنچہ

ہم نے چن لیا تجھے لوگوں میں سے اپنے پیغام کیساتھ اور اپنے کلام کے سننے کیساتھ پس لو جو

اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ

عطا کردم بتو و باش از شکر کنندگان و نوشتیم براے موسی در لوحہا

میں نے عطا کیا تجھے اور ہو جاؤ شکر کرنے والوں سے ۲ اور ہم نے لکھ دی موسیٰ کیلئے تختیوں میں

مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ فَخُذْهَا

از ہر چیز براے پند و براے بیان ہر چیز پس گفتیم بگیر آنرا

ہر چیز کی نصیحت اور ہر چیز کا بیان پس ہم نے کہا لو اسے

۱ واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات فراخ بادل اتارا' وہاں سے شیاطین کو بھگایا' زمین کو نرم کردیا' فرشتوں کی نگاہوں کو وہاں سے پھیر دیا اور آسمان کو اس کیلئے کھول دیا پس فرشتوں نے ہوا میں کھڑے ہو کر اسے دیکھا اور عرش کو سامنے پایا پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے مناجات کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام آپکو سنایا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام آپکے ساتھ تھے لیکن آپ نہیں سن پائے کہ رب تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیا کلام فرمایا یہاں تک کہ آپ نے قلم کے چلنے کی آواز سنی۔ علامہ بیضاوی کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کلام کو ہر جہت سے سنا۔ میں [قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ] کہتا ہوں کہ اسکا معنی یہ ہے کہ آپ نے کلام کو ایک جہت سے نہیں سنا بلکہ جس جانب متوجہ ہوتے تھے اس طرف سے کلام سنتے تھے یہاں تک کہ یہ کلام جہت سے پاک ہوگیا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام رب کے کلام سے لطف اندوز ہوئے تو اسکی رویت کا سوال کردیا۔ جسکے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "لَنْ تَرَانِيْ"، یعنی کسی بشر کو یہ طاقت نہیں دی گئی ہے کہ وہ دنیا میں مجھے دیکھ سکے' جو مجھے دنیا میں دیکھے گا وہ مر جائیگا۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ الٰہی! میں نے تیرے کلام کو سنا پس تجھے دیکھنے کا شوق ہوا میں تجھے دیکھ لوں اور اسکے بعد مجھے موت آجائے تو مجھے یہ موت میری زندگی سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ علامہ سیوطی کہتے ہیں کہ لَنْ تَرَانِيْ کہا گیا لَا اُرٰى نہیں کہا گیا اس سے امکانِ رویت کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا نور پہاڑ کیلئے ظاہر فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور کعب بن احبار کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور میں سے سوئی کے ناکہ کے برابر نور ظاہر فرمایا۔ علامہ سیوطی کہتے ہیں کہ چھنگلی انگلی کے پورے کے نصف کے برابر ظاہر فرمایا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ آیت تلاوت فرمائی تو انگوٹھے کو چھنگلی انگلی کے اوپر رکھا اور فرمایا کہ اسقدر نور سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام غش کھا کر گر پڑے۔ حضرت سہل بن سعد الساعدی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار حجابات میں سے صرف ایک درہم نور ظاہر فرمایا اور ایک درہم نور نے پہاڑ کو ریزہ ریزہ کردیا۔ کلبی کہتے ہیں کہ پہاڑ چھوٹے ٹکڑوں میں بٹ گیا۔ امام بغوی کہتے ہیں کہ وہ پہاڑ اس نور کی عظمت سے چھ حصوں میں بٹ گیا۔ تین حصے مدینہ منورہ میں گرے اور تین پہاڑ وجود میں آئے۔ احد' رقان اور رضوی اور تین چٹانیں مکہ مکرمہ میں گریں تو تین پہاڑ وجود میں آئے ثور' ثبیر اور حراء۔ وَخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا۔ کلبی کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جمعرات عرفہ کے روز بیہوش ہوئے اور جمعہ یوم نحر میں ہوش میں آئے تو اللہ تعالیٰ نے آپکو توریت دی۔ (مظہری) ۲ مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنے رب سے کلام کیا تو اسکے بعد سے کسی کو یہ طاقت نہیں تھی کہ انکے چہرے کی جانب دیکھ سکے جو بھی آپکے چہرے کو دیکھتا اسکی آنکھوں کے نور سلب ہوجاتے تھے اس لئے آپ نے اسکے بعد سے وصال تک چہرے پر نقاب ڈالے رکھا۔ آپ کی زوجہ نے کہا کہ جب سے آپ نے کلام کیا ہے اسوقت سے اب تک آپکے چہرے کی زیارت نہیں کرسکی ہوں اس لئے آپ نقاب ہٹائیے تاکہ زیارت کرسکوں آپ نے جب نقاب ہٹایا تو آپ کے چہرے سے ایک نور کی شعاع نکلی جسے دیکھ کر آپ کی زوجہ بیہوش ہوگئیں۔ ہوش میں آنے کے بعد کہا آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ جنت میں بھی مجھے آپ کی زوجیت میں رکھے آپ نے فرمایا ایسا ہی ہوگا اگر تم میرے وصال کے بعد کسی اور سے نکاح نہ کرو۔ (مظہری)

بِقُوَّةٍ وَّأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُوْا بِأَحْسَنِهَا ۭ سَاُورِيْكُمْ

بقوت و بفرما قوم خود را تا عمل کنند به بهترین آنچه است دوست خواهم نمود شما را

مضبوطی سے اور حکم دو اپنی قوم کو کہ اس میں کی اچھی باتوں پر عمل کریں عنقریب میں دکھاؤنگا تمہیں

دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ

سرائے گناہگاراں باز خواہیم داشت از تامل در آیات خود کسانیرا که تکبر میکنند

گناہگاروں کا گھر ا عنقریب میں پھیر دونگا اپنی آیات میں غوروفکر کرنے سے ان لوگوں کو جو تکبر کرتے ہیں

فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا

در زمین بناحق و اگر بینند ہر نشانه ایمان نیارند

زمین میں ناحق اور اگر دیکھیں ہر (طرح کی) نشانی (جب بھی) ایمان نہیں لاتے

بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ

و اگر به بینند راه راستی نگیرند آنرا

اور اگر دیکھیں درست راستہ تو اس پر نہیں چلتے

وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ

و اگر به بینند راه گمراہی راه گیرند آنرا این بسبب آنست که ایشاں

اور اگر دیکھیں گمراہی کا راستہ تو اس پر چلتے ہیں یہ اس سبب سے ہے کہ ان لوگوں نے

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَالَّذِيْنَ

دروغ داشتند آیات ما را و ازاں غافل ماندند و کسانیکه

ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور اس سے غافل رہے ۲ اور وہ لوگ جنہوں نے

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَاۗءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۭ هَلْ

دروغداشتند آیات ما را و ملاقات آخرت را نا بود شد عملہائے ایشاں جزا

ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور آخرت کی ملاقات کو ضائع ہوئے انکے عمل، بدلہ ۳

۱ سات تختیاں تھیں یا دس۔ حدیث شریف میں ہے تختیاں جنت کے درخت سے بنی ہوئی تھیں اور اسکی لمبائی بارہ ہاتھ تھی۔ کلبی کہتے ہیں کہ سبز زبرجد کی بنی ہوئی تھیں۔ حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ سرخ یاقوت کی تھیں۔ حضرت ربیع بن انس کہتے ہیں کہ زبرجد کی تھیں۔ وہب کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے صخرۃ صماء سے تختیون کیلئے لکڑی اکھاڑنے کا حکم دیا تا کہ اسے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا جائے' پس اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے دستِ قدرت سے کاٹا اور اس میں شگاف کیا اور موسیٰ علیہ السلام نے کلماتِ عشر [دس کلموں] کے لکھنے کی آواز ذوالقعدہ کے اول دنوں میں سنی۔ حضرت مقاتل اور وہب کہتے ہیں کہ تختیوں میں نقشِ خاتم کی طرح لکھا ہوا تھا۔ حضرت ربیع بن انس کہتے ہیں کہ توریت اتنی مقدار میں اتاری گئی کہ ستر اونٹ اسے لیکر چلتے تھے اور ایک جزء کے پڑھنے میں ایک سال لگتا تھا۔ پوری توریت صرف چار نفوس نے پڑھی حضرت موسیٰ' حضرت یوشع' حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ صرف یہ آیت یعنی "وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ" ایک ہزار مرتبہ تھی۔ وَأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا۔ یہاں افضل التفضیل اضافت میں نہیں ہے اس لئے کہ توریت میں جو کچھ تھا وہ سب حسن تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اسکے حلال کو حلال سمجھو' اسکے حرام کو حرام سمجھو' اس پر غوروفکر کرو' اسکے امثال سے نصیحت حاصل کرو' اسکے حکم پر عمل کرو اور اسکے متشابہات پر توقف کرو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اَحْسَنِهَا سے مراد فرائض ونوافل ہیں یعنی وہ عمل جو ثواب کا مستحق ہو اور جو اسکے علاوہ ہو وہ مباح ہے اس لئے کہ وہ ثواب کا مستحق نہیں ہے۔ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ اس سے مراد فرعون اور اسکی قوم کے وہ گھر ہیں جو چھتوں کے بل گرے پڑے تھے۔ (مظہری) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب تختیاں ڈالی گئیں تو ٹوٹ گئیں پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چھ تختیاں اٹھائی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سات تختیاں اٹھالیں۔ حضرت عمر بن دینار کہتے ہیں کہ مجھ تک یہ پہنچا ہے کہ موسیٰ بن عمران نے چالیس روزے رکھے پس جب اللہ تعالیٰ نے انھیں تختیاں دیں تو ٹوٹ گئیں پھر آپ نے اسکی مثل روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ نے لوٹا دیا۔ (القرطبی) ۲ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ ہم انھیں اپنی کتاب کی فہم سے روک دینگے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ ہم عنقریب انھیں اس پر ایمان لانے سے روک دینگے۔ بعض نے اسکا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ہم انھیں اسکے نفع سے روک دینگے اور یہ ساری صورتیں انکے تکبر کے نتیجے میں ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان "فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ" پس جب وہ سب ٹیڑھے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انکے قلوب کو ٹیڑھا کر دیا۔ یہاں آیات سے مراد معجزات اور نازل شدہ کتابیں ہیں۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد آسمانوں اور زمین کی خلقت ہے اب معنی یہ ہوگا کہ میں انھیں انکے تکبر کے سبب زمین وآسمان کی خلقت پر غوروفکر کرنے سے روک دونگا۔ تَكَبَّرُوْنَ یعنی وہ لوگ اپنے آپکو افضل الخلق سمجھتے تھے اور اس باطل گمان کی وجہ سے نبی کی پیروی نہیں کرتے تھے اور سرکشی کا شکار ہوئے۔ جسکے نتیجے میں طریقِ ارشاد کو چھوڑا اور گمراہی کے راستے کو اختیار کیا' پھر اللہ تعالیٰ نے اس گمراہی کا سبب بیان فرماتے ہوئے ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ارشاد فرمایا یعنی انکی گمراہی دو سبب سے ہے ہماری آیات کی تکذیب کی وجہ سے' دوم انھوں نے دینِ حق میں غوروفکر کو چھوڑا گویا کہ وہ سب غافلین کی طرح ہوگئے۔ اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ وہ سب اس سے بے خبر تھے کہ جو کام وہ سب کر رہے تھے اسکا بدلہ انھیں کیا دیا جائیگا۔ (القرطبی) ۳ یعنی آخرت کی ملاقات کو یا ثواب وعقاب کو جھٹلایا اس لئے صلۂ رحمی اور مال وغیرہ کا خرچ کرنا یہ سب ضائع ہوگئے۔ (مظہری)

يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٤٧﴾ وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى

داده نشوند الا بآنچه میکردند و ساختند قوم موسیٰ

نہیں دیا جائیگا مگر جو کرتے تھے اور بنایا موسیٰ کی قوم نے

مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ

بعد رفتنش از زیورہائے قبطیاں گو سالہ کالبد را مر او را

انکے جانے کے بعد قبطیوں کے زیوروں سے ایک بچھڑا کا سانچہ (بدن) بنایا جس کیلئے آواز تھی (آواز) نکالتا تھا

يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ

ایا ندیدند کہ بر او بایشاں ہیچ سخن نمی گفت با ایشاں و دلالت نمیکرد ایشاں ہیچ راہ معبود گرفتند آنرا

کیاانہیں نہیں معلوم کہ وہ ان سے کلام نہیں کرسکتا ہےاورانہیں کسی راہ کی رہنمائی نہیں کرسکتا ہے (اسکے باوجود) اسے

وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿١٤٨﴾ وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا

و ایشاں ستمگار بودند و چوں نادم شدند و دیدند کہ ایشاں

معبود بنایا اور وہ سب ظلم کرنے والے تھے ۱؎ اور جب نادم ہوئے اور دیکھا کہ وہ سب

اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ

گمراہ شدہ اند گفتند اگر رحم نکند بر ما پروردگار ما و نیامرزد

گمراہ ہو گئے (تب) کہا اگر رحم نہ فرمائے ہم پر ہمارا رب اور نہ بخشے

لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿١٤٩﴾ وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى

ما را البتہ باشیم از زیانکاران و چوں باز آمد موسیٰ بسوے

ہمیں تو ضرور ہم نقصان اٹھانے والے ہونگے ۲؎ اور جب واپس آئے موسیٰ

قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ

قوم خود خشمناک شدہ اندوہگین گشتہ گفت بد جانشینے است کہ کردید پس از

اپنی قوم کی طرف غصہ میں بھرے ہوئے رنج میں ڈوبے ہوئے کہا کیا ہی بری جانشینی ہے جو تم نے

ع ۱۷ / ۷ — وقف لازم

۱؎ مروی ہے کہ سامری کا اصل نام موسیٰ بن ظفر تھا' اسے سامری بستی کی نسبت سے کہتے تھے' اسکی پیدائش ان دنوں ہوئی جب فرعون کے حکم پر بنی اسرائیل کے لڑکوں کا قتلِ عام ہو رہا تھا اسکی ماں نے اسے ایک غار میں جنم دیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام اسے غذا دینے کیلئے آتے تھے اس لئے سامری اسی زمانے سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو پہچانتا تھا پس جس وقت بنی اسرائیل کے لوگ دریا پار ہو رہے تھے سامری نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ایک گھوڑی پر دیکھکر پہچان لیا اور گھوڑی کے نیچے سے ایک مٹھی خاک اٹھا لی۔ یہی مطلب اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا ہے فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ [تو ایک مٹھی خاک بھر لی فرشتے کے نشان سے] حضرت موسیٰ علیہ السلام تیس روز کا وعدہ کر کے گئے پھر ان تیس روز پر دس روز کا اضافہ کیا گیا تو سامری نے بنی اسرائیل سے کہا کہ مطاع [جسکی تم سب عبادت کرو] تم میں ہے بیشک تمہارے پاس آلِ فرعون کے زیورات ہیں یہ وہ زیورات تھے جسے بنی اسرائیل کی عورتوں نے قبط کی عورتوں سے استعار لئے تھے پس جب فرعون اور آلِ فرعون ڈوب گئے اور بنی اسرائیل دریا پار ہو گئے تو یہ سارے زیورات بنی اسرائیل کے ہاتھ آئے۔ سامری نے ان سے کہا کہ یہ سب زیورات تم پر حرام ہیں اسے لاؤ تا کہ ہم اسے جلا ڈالیں۔ بعض نے کہا کہ یہ وہ زیورات تھے جسے بنی اسرائیل نے فرعون کے غرق ہونے کے بعد لئے تھے۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے ان سے کہا کہ بیشک یہ زیورات غنیمت ہیں اور یہ تمہارے لئے حلال نہیں ہیں۔ اس لئے ان تمام کو ایک گڑھا میں ڈال دیا گیا جسے سامری نے اٹھا لیا۔ سامری نے ان زیورات سے گائے کا ایک بچھڑا بنایا جس میں گائے کی سی آواز نکلتی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بچھڑے کو گوشت اور خون میں تبدیل کر دیا' اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ سامری نے وہ خاک جو حضرت جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی کے نیچے سے اٹھائی تھی زیورات کیساتھ بھٹی میں ڈالی تو اسکی برکت سے بچھڑا بولنے لگا۔ اس نے بنی اسرائیل کو اسکی عبادت کی جانب بلایا اور کہا کہ موسیٰ بھول گئے کہ یہ تمہارا اور موسیٰ کا رب ہے۔ اُدھر اللہ تعالیٰ نے مناجات کے دوران حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ تمہاری قوم کو سامری نے فتنہ میں ڈالا اور انھیں گمراہ کیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ الٰہی اس سامری نے بچھڑا بنانے کیلئے زیورات ڈالے تو جسد [گوشت اور خون] کہاں سے ہو گیا؟ اور اسکے اندر سے آواز کہاں سے آ گئی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسا ہم نے کیا ہے۔ (القرطبی) اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ الخ یعنی ان لوگوں نے دیکھا کہ اس بچھڑے میں الوہیت کی علامت نہیں پائی جاتی ہے نہ اوامر سے متعلق کوئی کلام کرسکتا ہے اور نہ نواہی سے متعلق کچھ کہہ سکتا ہے۔ وَكَانُوْا ظَالِمِيْنَ یعنی وہ لوگ اشیاء کو غیر موضع میں رکھنے والے ہیں۔ لطائف قشیری میں ہے کہ کیا نادانی ہے کہ ان لوگوں نے جسے اپنے ہاتھوں سے بنایا اسی کی عبادت شروع کر دی یعنی صانع عبادت کرنے لگا اور مصنوع کو معبود بنا دیا۔ (روح البیان) ۲؎ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام میقات سے لوٹنے کے بعد۔ عرب والے نادم متحیر کیلئے کہتے ہیں۔ قَدْ سَقَطَ فِيْ يَدِهٖ یعنی تحقیق جو اسکے ہاتھ میں ہے وہ گر گیا۔ (القرطبی) وَلَمَّا سُقِطَ فِيْ اَيْدِيْهِمْ یہ جملہ انکی شدتِ ندامت سے کنایہ ہے اور اسکا مفہوم یہ ہے کہ وہ سب بچھڑے کی عبادت پر سخت نادم ہوئے اور ان پر خوب ظاہر ہو گیا کہ بچھڑے کی عبادت کرنا کھلی گمراہی تھی۔ اس لئے انھوں نے کہا کہ اگر ہم پر ہمارا رب رحم نہ فرمائے اور ہمارے گناہوں کو معاف نہ فرمائے تو ضرور ہم نقصان اٹھانے والے اور ہلاک ہونے والے ہو جائیں گے۔ (روح البیان) الحاصل وہ سب بچھڑے کی عبادت پر سخت نادم ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان پر عتاب کیا۔ (مظہری)

بَعْدِیْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ

من آیا شتابی کردید از حکم پروردگار خود و بیفگند لوحہا را و در گرفت

میرے بعد کی' کیا رب کے حکم میں تم جلدی کر بیٹھے اور تختیاں ڈال دیں اور پکڑا

بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ ؕ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ

موئے سر برادر خود را میکشید بسوئے خود گفت ہارون اے پسر مادر من ہر آئنہ ایں قوم

موسیٰ نے اپنے بھائی کے سر کے بال کو اپنی جانب کھینچتے ہوئے ہارون نے کہا اے میرے ماں جائے اس قوم نے

اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِیْ ۫ۖ فَلَا تُشْمِتْ بِیَ

ضعیف شمردند مرا و نزدیک بودند کہ بکشتند مرا پس شاد مکن با ہانت من

مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ قتل کر ڈالتے مجھے پس خوش نہ کر میری توہین کر کے میرے

الْاَعْدَآءَ وَلَا تَجْعَلْنِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۰﴾ قَالَ رَبِّ

دشمنانرا و شمار مکن مرا با گروہ ستمگاراں گفت موسیٰ اے پروردگار من

دشمنوں کو اور شمار نہ کر مجھ کو ظلم کرنے والے گروہ کیساتھ[۱] عرض کی موسیٰ نے اے میرے رب!

اغْفِرْ لِیْ وَلِاَخِیْ وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِكَ ۖ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ ع

۱۸ ع ۸

بیامرز مرا و برادر مرا و داخل کن ما را در بخشائش خود و بخشندہ ترین بخشندگانی

بخش دے مجھے اور میرے بھائی کو اور داخل فرما ہمیں اپنی بخشائش میں اور تو مہربانی کرنے والوں میں سب سے

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ

ہر آئنہ کسانیکہ معبود گرفتند گو سالہ را خواہد رسید بایں جماعت خشمے از پروردگار ایشاں

زیادہ مہربان ہے[۲] بیشک وہ لوگ جنہوں نے معبود بنایا بچھڑے کو عنقریب اس جماعت کو غضب پہنچے گا انکے رب کی

وَذِلَّةٌ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُفْتَرِيْنَ ﴿۱۵۲﴾

و رسوائی در حیات دنیا و ہمچنیں جزا میدہیم افترا کنندگانرا

جانب سے اور رسوائی دنیا کی زندگی میں اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں افترا کرنیوالوں کو[۳]

تفسیر مظہر القرآن

[۱] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سدی کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے کرتوت سے غم زدہ لوٹے۔ ابن عربی کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام لوگوں میں سب سے زیادہ غصہ والے تھے لیکن بہت جلد غصہ سے رجوع کر لیتے تھے۔ کیا آپکو نہیں معلوم کہ انھوں نے ملک الموت سے حجت لی۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ تم میری روح کہاں نکالو گے؟ اگر مُنہ سے نکالو گے تو میں نے اس منہ سے اپنے رب سے کلام کیا ہے' اگر کان سے تو ان کانوں سے رب کا کلام سنا ہے' اگر ہاتھوں سے تو میں نے ان ہاتھوں سے تختیاں اٹھائی ہیں' اگر ٹانگوں سے تو میں ان ٹانگوں کے سہارے رب کے حضور کھڑا ہوا ہوں' اور اگر آنکھوں سے تو میرے چہرے کو اپنے نور کیلئے روشن فرمایا ہے یہ سنکر ملک الموت اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ پڑے۔ حضرت ابوذ غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا کہ تم میں سے کسی ایک کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اگر غصہ زائل ہو تو ٹھیک ہے ورنہ لیٹ جائے۔ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ ۔ جب آپ اپنی قوم میں واپس آئے اور انھیں بچھڑے کی عبادت کرتے ہوئے پایا تو آپکو غصہ آیا اور آپ نے تختیاں ان کے سامنے پھینک دیں۔ حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ اسی بناء پر کہا گیا ہے کہ خبر' معائنہ کی طرح نہیں ہوتی ہے۔ (القرطبی) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زبرجد کی سات تختیاں عطا فرمائیں جس میں ہر چیز کا بیان تھا اور ہر طرح کی نصیحت تھی۔ پس جب آپ اسے لیکر آئے اور بنی اسرائیل کو دیکھا کہ وہ بچھڑے کی عبادت کر رہے ہیں تو آپ نے انکے سامنے توریت پھینک دیں جس سے تختیاں ٹوٹ گئیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان میں سے چھ حصوں کو اٹھالیا اور ایک حصہ چھوڑ دیا۔ بغوی کہتے ہیں کہ ان میں سے اخبار غیب کو اٹھالیا گیا اور نصیحت اور حلال وحرام چھوڑ دیئے گئے۔ (مظہری) وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ الخ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عمر میں تین سال بڑے تھے اور بنی اسرائیل میں نرم مزاجی کی بناء پر پسندیدہ تھے۔ سر اور داڑھی کے بال پکڑنے سے متعلق علماء کی جانب سے چار تاویلات ہیں۔ (۱) یہ عمل انکے یہاں متعارف تھا جیسا کہ عرب والے کرتے ہیں انکا یہ عمل توہین یا تذلیل کی بناء پر نہیں تھا بلکہ اکرام وتعظیم کے طور پر تھا (۲) آپ نے ایسا اس لئے کیا تا کہ نزولِ الواح پر اپنے بھائی کو خوش کریں اس لئے کہ مناجات کے بعد نازل ہوئی تھیں اور آپ نے چاہا کہ نزولِ توریت سے قبل اسے بنی اسرائیل سے پوشیدہ رکھا جائے اس لئے حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا کہ میری داڑھی اور سر کو نہ پکڑو کہیں انھیں شبہ نہ ہو جائے کہ ہم ان سے کچھ چھپانا چاہتے ہیں (۳) آپ نے ایسا اس لئے کیا کہ آپ کے دل میں خیال آیا کہ شاید بنی اسرائیل کے عمل کی جانب آپ بھی مائل تھے (۴) آپ نے اپنے بھائی کو اپنی جانب بلانے کیلئے کھینچا تا کہ انھیں الواح کے بارے میں خبر دی جائے۔ (القرطبی) [۲] اس آیت کا ظاہر یہ ہے کہ استغفار سے مقصود اپنے بھائی کو اپنے ساتھ ملانا ہے تا کہ وہ خوش ہو جائیں اور اس لئے بھی کہ استغفار کی سنت میں سے ہے کہ اپنے ساتھ غیر کو ملا لیا جائے اسی بناء پر جنازہ کی دعا میں اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا الخ وارد ہے جس میں زندوں کو مقدم رکھا گیا ہے' اسی طرح اہل قبور کے حق میں وارد ہے يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ الخ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے باوجود معصوم ہونے کے فرمایا: وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ. (مظہری) [۳] حضرت عطیہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد ہمارے نبی ﷺ کے زمانے کے یہود ہیں انھیں ان کے آباء کے برے فعل پر کہا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ذِلَّةٌ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا سے مراد جزیہ ہے۔ (مظہری)

وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْٓا

و کسانیکه گناه کردند باز توبه کردند بعد از گناهها و ایمان آوردند

اور وہ لوگ جنہوں نے گناہ کیا پھر توبہ کی ان گناہوں کے بعد اور ایمان لائے

اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۵۳﴾ وَلَمَّا سَكَتَ

البتہ پروردگار تو بعد از توبہ آمرزندہ مہرباں است و چوں ساکن شد

ضرور تمہارا رب توبہ کے بعد بخشنے والا مہربان ہے [1] اور جب غصہ

عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۚۖ وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى

خشم از خاطر موسی گرفت الواح را و در مکتوب وی ہدایت بود

موسیٰ کے دل سے رُکا (تو) تختیوں کو (زمین سے) اٹھا لیا اور اس مکتوب میں ہدایت تھی

وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَاخْتَارَ مُوْسٰى

و بخشایش آنانرا کہ ایشاں از پروردگار خود می ترسند و اختیار کرد موسیٰ

اور رحمت ان لوگوں کیلئے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں [2] اور انتخاب کیا موسیٰ نے

قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ

از قوم خود ہفتاد کس برائے میعاد ما پس وقتیکہ گرفت ایشانرا زلزلہ

اپنی قوم سے ستر مرد کا ہماری میعاد کیلئے پس جب پکڑا انھیں زلزلہ نے

قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ۭ

گفت موسی اے پروردگار من اگر میخواستی ہلاک میکردی ایشانرا پیش ازیں و مرا

(تو) عرض کی موسیٰ نے اے میرے رب! اگر تو چاہتا تو ہلاک کرتا انھیں اور مجھے اس سے پہلے

اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاۗءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِىَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ۭ

ایا ہلاک میکنی ما را بجزائے آنکہ کردند بے خبرداں از قوم ما نیست ایں حادثہ مگر امتحان تو

کیا تو ہلاک فرمائیگا ہمیں اسکے عوض جو ہمارے نادانوں نے کیا نہیں ہے یہ حادثہ مگر تیرا امتحان [3]

تفسیر اظہار العرفان

[1] یعنی قوم موسیٰ کے وہ لوگ جنہوں کی بچھڑے کی عبادت کی پھر توبہ کی، ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے اپنے آپکو قتل کیا۔ (مظہری) یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے خبر ہے کہ جو کوئی اسکی جانب توبہ کرے گناہِ صغیرہ ہو یا کبیرہ، کفر ہو یا غیر کفر اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرمانے والا ہے، جیسے بچھڑے کی عبادت کرنے والوں کی توبہ انکے کفر اور ارتداد کے بعد قبول کی گئی۔ (ابن جریر) جاننا چاہئے کہ معتزلہ کے نزدیک توبہ، مغفرت کیلئے سببِ محض ہے۔ توبہ بمعنی رجوع، جب یہ بندے کی صفت واقع ہو تو اس سے مراد رجوع عن المعصیۃ [گناہ سے نیکی کی جانب لوٹنا] اور جب یہ اللہ تعالیٰ کی صفت واقع ہو تو اس سے مراد رجوع عن العذاب [مغفرت کے سبب عذاب ہٹالینا] ہے۔ توبہ کی دو قسمیں ہیں (۱) ظاہر: ذنوبِ ظاہرہ سے بندہ توبہ کرے یعنی ظواہرِ شرع کی مخالفت سے توبہ کرے۔ اس توبہ سے بندہ شریعت کے اوامر پر عمل کرتا ہے اور اسکے نواہی سے بچتا ہے۔ (۲) باطن: یہ دل کی توبہ ہے اس توبہ سے بندہ اپنے آپکو ذکر کی غفلت سے بچاتا ہے یہاں تک کہ اگر اسکی زبان ذکر سے خاموش ہو تو اسکا دل اس میں مشغول ہوتا ہے۔ [باطن توبہ میں تین اقسام کی توبہ اور بھی ہیں] (الف) تَوْبَةُ الْعَقْل: آثارِ مصنوعات اور بواطنِ آیات میں غور و فکر کرنا۔ (ب) تَوْبَةُ الرُّوْح: معارفِ الٰہیہ سے اپنے آپکو مزین کرنا۔ (ج) تَوْبَةُ السِّرّ: دنیا اور عقبیٰ کے اعراض کے بعد حضرت باری تعالیٰ کی جانب متوجہ ہونا۔ واضح رہے کہ بندہ جب گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکے احوال کی اصلاح فرمادیتا ہے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجئے جو مجھے جنت سے قریب کردے اور جہنم سے دور رکھے۔ آپ نے فرمایا جب تم کوئی گناہ کرلو تو اسکے فوراً بعد کوئی نیکی کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ایک نیکی کے عوض دس نیکیاں عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "جو کوئی ایک نیکی لائے اس کیلئے اسکی مثل دس نیکیاں ہیں"، میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ! لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نیکیوں میں سے ہے آپ نے فرمایا! یہ احسن الحسنات یعنی نیکیوں میں سے سب سے اچھی ہے۔ (روح البیان) [2] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب تختیاں ڈال دیں تو ٹوٹ گئیں پس آپ نے چالیس روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ نے آپکی جانب دو تختیاں لوٹادی۔ هُدًى یعنی گمراہی سے بچنے کی ہدایت اور حق کیلئے بیان۔ وَرَحْمَةٌ یعنی عذاب سے رحمت۔ (مظہری) [3] مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل میں سے ستر آدمیوں کو لیکر آؤ تا کہ وہ سب میری بارگاہ میں توبہ بجا لائیں پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہر قبیلہ سے چھ آدمیوں کا انتخاب کیا تو دو آدمی زائد ہوگئے آپ نے فرمایا کہ تم میں سے دو آدمی رہ جاؤ کوئی بھی رکنے کیلئے تیار نہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ جو رکے گا اسے ویسا ہی ثواب دیا جائیگا جیسے جانے والے کو دیا جائیگا چنانچہ کالب اور یوشع رہ گئے جب باقی افراد کوہِ طور پر پہنچے تو بادلوں نے گھیرے میں لے لیا پس حضرت موسیٰ علیہ السلام ان بادلوں میں داخل ہوئے اور سجدے میں گر گئے بنی اسرائیل کے ستر افراد نے اللہ تعالیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان ہونے والے کلام کو سنا۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو کچھ کام کرنے کا حکم دیا اور کچھ کام کے نہ کرنے کا حکم دیا پھر وہ بادل ہٹ گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس آئے۔ قوم نے کہا کہ ہم اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک اللہ کو اعلانیہ نہ دیکھ لیں پس کڑک نے انھیں آلیا جس سے وہ سب مرگئے۔ (مظہری)

تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَ تَهْدِیْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِیُّنَا

گمراہ میکنی بآں ہر کرا خواہی و راہ می نمائی ہر کرا خواہی تو کارسازمائی

گمراہ کرتا ہے اس سے جسے چاہے اور راستہ دکھاتا ہے جسے چاہے تو ہمارا کام بنانے والا ہے

فَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَیْرُ الْغٰفِرِیْنَ ﴿۱۵۵﴾ وَ اكْتُبْ لَنَا

پس بیامرز ما را و مہربانی کن بر ما و تو بہترین آمر زندگانی و بنویس برائے ما

پس بخش دے ہمیں اور مہربانی فرما ہم پر اور تو بہترین بخشنے والا ہے اور تو لکھ دے ہمارے لئے

فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَاۤ اِلَیْكَ ؕ

دریں دنیا نیکی و در آخرت نیز نیکی ہر آئنہ ما رجوع کردیم بسوے تو

اس دنیا میں نیکی اور آخرت میں بھلائی، بیشک ہم رجوع لائے تیری جانب

قَالَ عَذَابِیْۤ اُصِیْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَ رَحْمَتِیْ

گفت خدا عذاب من میرسانمش ہر کہ خواہم و مہربانی من

اللہ نے فرمایا: میں اپنا عذاب اسے پہنچاتا ہوں جسے چاہوں اور میری رحمت

وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَ یُؤْتُوْنَ

احاطہ کردست ہر چیز را پس خواہم نوشت رحمت کاملہٗ خود را برائے کسانیکہ پرہیزگاری میکنند و

گھیرے ہوئے ہے ہر چیز کو، پس عنقریب میں لکھ دونگا اپنی رحمتِ کاملہ کو ان لوگوں کیلئے جو پرہیزگاری اپناتے ہیں

الزَّكٰوةَ وَ الَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ

زکوۃ میدہند و کسانیکہ ایشاں بآیات ما معتقد میشوند آنانکہ پیروی میکنند

اور زکوۃ دیتے ہیں اور ان لوگوں کیلئے جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں ۱ وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں

الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا

پیغامبر را کہ نبی امی است آنانکہ می یابند نعت او نوشتہ

رسول کی جو نبی امی ہے، وہ جو پاتے ہیں انکی صفت لکھی ہوئی

۱ یعنی اس دنیا میں اطاعت، نعمت اور عافیت کی توفیق عطا فرما اور آخرت میں مغفرت، رحمت اور جنت عطا فرما۔ حضرت قتادہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں کڑک سے اس لئے پکڑا کہ ان سے سرکشی زائل نہیں ہوئی تھی اور اس وقت تک انھیں اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ اور نَهْیٌ عَنِ الْمُنْكَر کا پیغام نہیں ملا تھا۔ حضرت علاّمہ سیوطی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل کو سخت زلزلہ میں گرفتار کیا گیا اس لئے کہ بچھڑے کی محبت اب تک انکے دل سے نکلی نہیں تھی پس جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انکا یہ حال دیکھا تو رحم کی درخواست کی۔ (مظہری) یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کا بقیہ حصہ ہے اس سے پہلی آیت میں فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا کے ذریعے دفعِ ضرر کی دعا کی گئی تھی اور اب وَاكْتُبْ لَنَا کے ذریعے تحصیلِ نفع کیلئے استدعا کی جارہی ہے چونکہ دفعِ ضرر تحصیلِ نفع پر مقدم ہوتا ہے اس لئے آپ نے اولاً فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دین و دنیا کی بھلائی کا سوال کیا جیسے اس امت کے مؤمنین نے سوال کیا۔ وَ مِنْهُمْ مَنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! تو ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا۔ (تفسیر کبیر) وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ۔ دنیا میں مؤمن اور کافر سب پر اور آخرت میں صرف مؤمن کیلئے رحمت ہوگی اس لئے کہ کافروں نے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے انکار کیا اور اس کیساتھ شرک کیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری ساری امت جنت میں جائیگی سوائے اس کے جس نے انکار کیا۔ کہا گیا اور وہ کون ہے جس نے انکار کیا۔ آپ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی پس تحقیق اس نے انکار کیا۔ حضرت عطیہ کہتے ہیں کہ وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ بمعنی اَلْعَفْوُ فِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ یعنی میری معافی ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے لیکن اسکا جواب صرف وہ دیتے ہیں جو متقی ہیں۔ (مظہری) یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت لانہایت ہے۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اسکی رحمت ہر مخلوق کی جانب ہے یہاں تک کہ درندہ بھی اس رحمت کے سبب اپنے بچہ سے محبت کرتا ہے۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نزول پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کیلئے ابلیس نے طمع کیا اور کہا کہ "اَنَا شَیْءٌ"، یعنی میں بھی شے ہوں، پس اللہ تعالیٰ نے فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ نازل فرمائی۔ (القرطبی) جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی جمیع تکالیف دو نوع میں محصور ہیں (۱) تروک: یہ وہ اشیاء ہیں جن کا چھوڑنا ہر انسان پر لازم ہے اور اس سے احتراز اور اتقاء ضروری ہے اس نوع کی جانب اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان سے اشارہ فرمایا "لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ"۔ (۲) افعال: یہ تکالیف کبھی انسان کے مال کی جہت سے ہیں اور کبھی انسان کی ذات کی جہت سے ہوتی ہیں اگر مال کی جہت سے ہوں تو زکوۃ ہے جسکی جانب اس فرمان سے اشارہ کیا گیا ہے۔ "وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ"۔ اور اگر انسان کی ذات کی جہت سے ہوں تو اس میں انسانی علم اور عمل دونوں داخل ہیں پس علم سے مراد معرفتِ الٰہی ہے اور عمل سے مراد زبان سے سے اقرار کرنا اور اعضاء سے عمل کرنا اور اس میں نماز داخل ہے اس مجموعہ کی جانب اس قول سے اشارہ کیا گیا ہے "وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ" اسکی نظیر سورہ بقرہ کی ابتدا میں موجود ہے۔ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ۔ یعنی ہدایت ہے مؤمنین کے واسطے وہ لوگ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور جو رزق ہم نے انھیں دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ

نزدیک خویش در توریت و انجیل می فرماید ایشانرا بکار پسندیده و

اپنے پاس توریت اور انجیل میں، حکم فرماتے ہیں انھیں اچھے کام کا اور

يَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ

منع میکند ایشانرا از ناپسندیده و حلال می سازد برائے ایشاں پاکیزه ها و حرام میکند

روکتے ہیں انھیں ناپسندیدہ کام سے اور حلال فرماتے ہیں انکے لئے پاکیزہ چیزوں کو اور حرام فرماتے ہیں

عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ

بر ایشاں ناپاکہا و ساقط میکند از ایشاں بارگران ایشانرا و آں مشقتہا را که بود

ان پر گندی چیزوں کو اور ہٹاتے ہیں ان سے انکے بوجھ کو اور ان مشقتوں کو جو

عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا

بر ایشاں پس آنانکه ایمان آوردند با او تعظیم او را و یاری دادند او را و پیروی کردند

ان پر تھیں پس وہ لوگ جو ان پر ایمان لائے اور انکی تعظیم کی اور انکی مدد کی اور پیروی کی

النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ قُلْ

نوریرا که همراه وی نازل کرده شده است ایشانند رستگاران بگو

اس نور کی جو انکے ہمراہ نازل کیا گیا ہے تو یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں[۱] آپ فرما دیجئے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ۨ الَّذِيْ

اے مردمان ہر آئنه من پیغامبر خدا ام بسوے شما همه یکجا آنخدائیکه

اے لوگو! بیشک میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی جانب، وہ اللہ کہ

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ

او راست پادشاہی آسمانہا و زمین نیست هیچ معبود مگر او زنده میکند و می میراند

جس کیلئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی جلاتا ہے اور مارتا ہے

تفسیر اظہار العرفان

[۱] اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں حضرت محمد ﷺ کو نو (۹) صفات سے متصف فرمایا ہے۔ پہلی صفت: آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اس لفظ سے بحسبِ عرف خاص کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو مخلوق کی جانب تبلیغ احکام کی خاطر بھیجا، دوسری صفت: آپکا نبی ہونا اور صفت اللہ تعالیٰ کی جانب رجیع القدر ہے تیسری صفت: آپکا اُمِّیْ ہونا۔ زجاج کہتے ہیں کہ امی کا معنی یہ ہے کہ جو گروہِ عرب کی صفت پر ہو۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں امی گروہ سے ہوں نہ ہم لکھتے ہیں نہ ہم پڑھتے ہیں پس عرب کی اکثریت اس صفت پر تھی۔ اہل تحقیق کہتے ہیں کہ امی ہونا بھی آپکے جملہ معجزات میں سے ہے۔ اولاً اس طرح نبی کریم ﷺ کتاب اللہ کو پہلی مرتبہ جس نظم کیساتھ پڑھتے تھے دوسری مرتبہ بھی اسکے الفاظ کی تبدیلی کے بغیر اور اسکے کلمات کے تغیر کے بغیر پڑھتے تھے جبکہ اسکے برعکس عرب کے بڑے بڑے خطباء جب ایک دفعہ خطبہ دیتے اور اسی خطبہ کو جب دوبارہ پڑھتے تو اس میں کافی تبدیلی ہو جاتی تھی لیکن آپ امی ہونے کے باوجود جب ایک مرتبہ کتاب اللہ تلاوت فرماتے تو پھر کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں آتی تھی پس یہ آپکے معجزات میں سے ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی جانب اس قول سے اشارہ فرمایا: سَنُقْرِئُکَ فَلَا تَنْسٰی یعنی عنقریب ہم آپکو پڑھائیں گے کہ آپ نہیں بھولیئے گا۔ ثانیاً اگر آپ عمدہ لکھنا پڑھنا جانتے تو کافرین یہ الزام لگاتے کہ آپ کتابوں کا مطالعہ کر کے ان علوم و اخبار کو بتاتے ہیں جب آپ بغیر تعلیم اور مطالعہ، علوم کثیرہ پر مشتمل کتاب قرآن پیش کیا تو یہ پیش کرنا آپکا معجزہ ہو گیا، یہی مراد اللہ تعالیٰ کے اس قول کا ہے وَمَا کُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِہٖ مِنْ کِتَابٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِکَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ۔ اور آپ اس سے پہلے کتاب تلاوت نہ فرماتے تھے اور نہ آپ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے جب تو مبطلین شک میں پڑتے۔ چوتھی صفت: آپ کے اوصاف توریت و انجیل میں بیان کئے گئے۔ جس سے آپکی نبوت کی صداقت ظاہر ہوتی ہے۔ پانچویں صفت: آپ بھلائی کا حکم دیتے ہیں۔ اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ کا مجموعہ نبی کریم ﷺ کے فرمان میں موجود ہے۔ ''اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعظیم بجالانا اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت کرنا''۔ چھٹی صفت: آپ بنی نوع انسان کو برائی سے روکتے ہیں یعنی بتوں کی عبادت سے روکنا۔ ساتویں صفت: آپ لوگوں کے واسطے طیبات کو حلال فرماتے ہیں یہاں طیبات سے مراد وہ اشیاء ہیں جسکی جانب طبیعت مائل ہو اور اسکے کھانے میں لذت محسوس ہوتی ہو۔ آٹھویں صفت: آپ لوگوں کے واسطے خبائث کو حرام فرماتے ہیں۔ حضرت عطاء، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ یہاں خبائث سے مراد میتہ اور خون وغیرہ ہیں جسکا ذکر سورہ مائدہ میں ہوا۔ نویں صفت: آپ انسان سے بوجھ ہٹاتے ہیں اور انکی مشقتوں کو دور فرماتے ہیں۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں شدت تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کی برکت سے شریعتِ محمدیہ میں آسانی فرما دی۔ جاننا چاہئے کہ ان نو (۹) صفات کو بیان کرنے کے بعد فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کہا گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہود سے کہا جا رہا ہے کہ تم سب ان پر ایمان لاؤ اور انکی توقیر کرو۔ قرآن کریم نبوت کیساتھ اتارا گیا اس لئے آپکی نبوت ظہورِ قرآن کیساتھ ظاہر ہوئی۔ (تفسیر کبیر)

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ

پس ایمان آرید بخدا و بہ پیغامبر او کہ نبی امی است آنکہ تصدیق می نماید خدا را

پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اسکے رسول پر جو نبی امی ہے جو تصدیق کرتے ہیں اللہ کی

وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى

و سخنان او را و پیروی کنید او را تا بود شما راہ یاب شوید و از قوم موسیٰ

اور اسکی باتوں کی اور انکی پیروی کرو تا کہ تم راہ پا لو[۱] اور موسیٰ کی قوم سے

اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ وَقَطَّعْنٰهُمُ

گروہی ہست کہ دلالت میکنند مردمان را براہ راست و براستی حکم میکنند و متفرق ساختیم بنی اسرائیل را

ایک گروہ جو رہنمائی کرتے ہیں لوگوں کو سیدھے راہ کی اور عدل کا حکم دیتے ہیں[۲] اور ہم نے متفرق کیا بنی اسرائیل کو

اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ۚ وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اِذِ

بر دوازدہ قسم قبیلہ قبیلہ و وحی فرستادیم بسوئے موسیٰ وقتیکہ

بارہ قسموں پر قبیلہ در قبیلہ اور ہم نے وحی بھیجی موسیٰ کو جب

اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗۤ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ

آب خواستند از وی قومی وی کہ بزن عصائے خود سنگ را پس رواں شد

پانی طلب کیا ان سے انکی قوم نے کہ مارو اپنے عصا کو پتھر پر پس جاری ہوئے

مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۗ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۗ وَ

ازاں سنگ دوازدہ چشمہ بدانست ہر کسے آب خور خود را و

اس پتھر سے بارہ چشمے، جان لیا ہر شخص نے اپنے پینے کی جگہ کو اور

ظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۗ

سایبان ساختیم بر ایشاں ابر را و نازل کردیم بر ایشاں من و سلوی

سایہ کیا ہم نے ان پر بادلوں سے اور ہم نے ان پر من و سلوی اتارا

[۱] ہمارے نبی ﷺ سارے انسانوں کی جانب نبی بنا کر بھیجے گئے بلکہ جن وانس کی جانب۔ آپکی رسالت عام ہے جبکہ دیگر سارے انبیاء کو خاص اقوام کی جانب بھیجا گیا تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے دیگر انبیاء کی جماعت پر چھ وجوہ سے فضیلت دی گئی۔ مجھے جوامع الکلم دیا گیا' رعب سے میری نصیحت کی گئی' غنائم میرے لئے حلال کئے گئے' میرے لئے تمام روئے زمین کو مسجد اور طہور بنائی گئی' مجھے ساری مخلوق کی جانب رسول بنا کر بھیجا گیا اور مجھ پر سلسلۂ نبوت کو ختم فرما دیا۔ طبرانی کبیر میں سند صحیح کیساتھ حضرت سائب بن یزید ﷜ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے دیگر انبیاء پر پانچ وجوہ پر فضیلت دی گئی۔ مجھے ساری مخلوق کی جانب رسول بنا کر بھیجا گیا' میری امت کیلئے میری شفاعت کے ذخیرہ سے [شفاعت قبول کی گئی] میری مدد رعب سے کی گئی ایک ماہ کی مسافت تک سامنے اور ایک ماہ کی مسافت تک پیچھے' ساری روئے زمین کو میرے لئے مسجد اور طہور بنا دی گئی اور میرے واسطے غنائم حلال کئے گئے حالانکہ مجھ سے پہلے کسی ایک کیلئے بھی حلال نہیں تھے۔ (مظہری)

[۲] ضحاک' کلبی اور ربیع کہتے ہیں کہ یہ ایک قوم ہے جو چین کے پیچھے مشرق سے دور ایک نہر کے قریب رہتی ہے اس نہر کو نہرِ اوراق کہتے ہیں۔ اس قوم میں کوئی ایک آدمی بھی ایسا نہیں ہے جو دوسرے کے مال کی جانب اسکے مالک کی اجازت کے بغیر مائل ہو۔ انکے یہاں رات میں بارش ہوتی ہے' دن روشن رہتا ہے' زراعت کرتے ہیں کسی پر ظلم نہیں کرتے ہیں اور وہ سب دینِ حق پر قائم ہیں۔ مروی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کیساتھ معراج کی شب نبی کریم ﷺ اس قوم کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس قوم سے کلام کرتے ہوئے کہا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم لوگ ابھی کس سے کلام کر رہے ہو؟ انھوں نے کہا کہ نہیں! یہ محمد ﷺ نبی امی ہیں تم سب ان پر ایمان لاؤ۔ یہ سنکر اس قوم کے لوگوں نے آپکی خدمت میں عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! بیشک حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہمیں وصیت کی تھی کہ تم میں سے جو حضرت محمد ﷺ کو پائے تو چاہئے کہ میری جانب سے انھیں سلام پیش کرے۔ نبی ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سلام کا جواب دیا پھر مکہ میں نازل ہونے والی دس صورتیں تلاوت فرمائی۔ انھیں نماز کا حکم دیا' زکوۃ کا حکم دیا کہ اپنی جگہ تم سب آباد رہو اور وہ لوگ ہفتہ والے تھے۔ آپ نے انھیں حکم دیا کہ جمعہ مناؤ اور ہفتہ چھوڑ دو۔ ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں قوم سے مراد یہود کی وہ جماعت تھی جو نبی ﷺ کے زمانے میں ایمان لائی۔ بغوی کہتے ہیں کہ اول اصح ہے۔ میرے [قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ] نزدیک اظہر یہ ہے کہ آیت میں قوم سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور جب ہمارے نبی ﷺ کے زمانے کو پایا تو ان پر بھی ایمان لائے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام ﷜ اور انکی مثل۔ (مظہری)

[۳] سُبطْ ولد الولد کو کہتے ہیں اور یہ سب حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل سے بارہ قبائل تھے۔ زجاج کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ انھیں بارہ فرقوں میں تقسیم کر دیا۔ (مظہری) بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ نے جو انعام واکرام فرمایا تھا انھیں شمار کرایا جا رہا ہے۔ (القرطبی) واضح رہے کہ جس عصا کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر مارا تھا اس عصا کو حضرت آدم علیہ السلام جنت سے لے کر آئے تھے اس عصا کے وارث یکے بعد دیگر مختلف انبیاء ہوتے رہے یہاں تک کہ وہ عصا حضرت شعیب علیہ السلام تک پہنچا پھر آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا۔ (روح البیان)

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا

گفتیم بخورید از پاکیزہ ہای آنچہ روزی دادہ ایم شما را و ایشاں بر ما ستم نکردند و لیکن

ہم نے فرمایا کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو روزی ہم نے تمہیں دی اور ان لوگوں نے ہم پر ظلم نہ کیا اور لیکن

اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۱۶۰ وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ

بر خویشتن ستم میکردند و یاد کن چوں گفتہ شود ایشاں را ساکن شوید دریں دیہ

اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں اور یاد کرو جب ان سے کہا گیا اس شہر میں جہاں چاہو رہو

وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ

و بخورید ازاں دیہ ہر جا کہ خواشتہ باشید و بگوئید حطہ و داخل شوید بدروازہ

اور اس شہر سے جہاں تم چاہو کھاؤ اور کہو گناہ اترے اور داخل ہو جاؤ دروازے سے

سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ؕ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۶۱ فَبَدَّلَ

سجدہ کناں تا بیامرزیم برائے شما گناہاں شما را زیادہ خواہیم داد نیکوکارانرا پس بدل کردند

سجدہ کرتے ہوئے تا کہ ہم بخش دیں تمہارے گناہوں کو زیادہ دینگے نیکوکار کو ۱ پس

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا

ستمگاران از بنی اسرائیل سخنے غیر آنچہ فرمودہ شد ایشانرا پس فرستادیم

بنی اسرائیل کے ظالموں نے جو بات ان سے کہی گئی تھی بدل دی اس سے جو نہ کہی گئی تھی پس ہم نے بھیجا

عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ۝۱۶۲ ع وَسْـَٔلْهُمْ

بر ایشاں عقوبتے از آسمان بمقابلہٗ آنکہ ستم میکردند و سوال کن یہود را

ان پر ایک عذاب آسمان کی جانب سے اس سبب جو ظلم وہ کرتے تھے ۲ اور سوال کرو یہود سے

عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي

از حال دیہی کہ بود ساکن بر لب دریا چوں از حد میگذشتند در

اس شہر کا حال جو دریا کے کنارے تھا جب حد سے گذرتے تھے ۳

تفسیر اظہار العرفان

۱ جاننا چاہئے کہ یہ قصہ سورہ بقرہ میں شرح وبسط کیساتھ مذکور ہو چکا ہے، یہاں وہی کچھ الفاظ کی تبدیلی کیساتھ بیان ہو رہا ہے لیکن یہ بات واضح رہے کہ یہ الفاظ متقاربہ ہیں انکے درمیان منافات نہیں ہیں۔ (تفسیر کبیر) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان سے مغفرت کا وعدہ فرمایا اور انھیں مزید نعمت دینے کا وعدہ فرمایا۔ (مظہری) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا کہ اس قوم کو یاد کیجئے جس نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور ان کے رب نے ان سے جو وعدہ فرمایا تھا یہ اسکے خلاف کرنے لگے اور اس قوم نے اپنے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کی۔ (ابن جریر) حِطَّةٌ حِطٌّ سے ماخوذ ہے جیسے رِدَةٌ رِدٌّ سے ماخوذ ہے کسی شے کا اوپر سے نیچے کی جانب رکھنا حط کہلاتا ہے لیکن یہاں حط سے مراد مغفرت اور حط ذنب ہے۔ وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا یعنی اللہ تعالیٰ کیلئے سجدۂ شکر کرتے ہوئے جاؤ۔ قریہ سے مراد اگر "اریحا" ہے تو تحقیق مروی ہے کہ وہ سب اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کیساتھ داخل ہوئے تھے اور اگر بیت المقدس ہے تو تحقیق مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات میں وہ لوگ داخل نہیں ہوئے تھے۔ کہا گیا ہے کہ باب سے مراد باب القبہ ہے جس میں وہ لوگ نماز پڑھتے تھے۔ (روح البیان) یعنی ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو ہلکا جانا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا استہزاء کرتے ہوئے حِطَّةٌ کی بجائے حِنْطَةٌ کہتے ہوئے داخل ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے عفو کرنے سے اعراض کیا اور دنیا کی فانی چیزوں میں پڑ گئے جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان پر آسمانوں سے عذاب اتارا۔ مروی ہے کہ عذاب اترنے کی وجہ سے صرف ایک ساعت میں چوبیس ہزار (۲۴۰۰۰) افراد ہلاک ہو گئے۔ جاننا چاہئے کہ بنی اسرائیل کے وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان کو بدل کر ظلم کیا ان لوگوں نے دو طرح کی نعمتوں کو ضائع کیا۔ (۱) نعمتِ دنیا اور یہ من وسلویٰ اور ان دونوں کے علاوہ ہے (۲) نعمتِ عقبیٰ اور یہ مغفرت اور مزید نعمت کا وعدہ ہے۔ (روح البیان) ۳ یہاں قریہ سے سوال کرنے سے مراد اہل قریہ ہے جیسے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سعد بن معاذ کی موت سے عرش ہل گیا، عرش ہلنے سے مراد عرش کے فرشتے ہیں یعنی سعد بن معاذ کی آمد کی وجہ سے عرشی فرشتے جھوم اٹھے۔ یہاں قریہ سے مراد کونسا قریہ ہے اسکے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عکرمہ اور سدی کہتے ہیں کہ اس سے مرا "ایلہ" ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی ایک اور روایت ہے کہ اس قریہ سے مراد مدین اور جو ایلہ اور طور کے مقام واقع ہے۔ زہری کہتے ہیں کہ قریہ سے مراد "طبریہ" ہے۔ حضرت قتادہ اور زید بن اسلم کہتے ہیں یہ قریہ شام کے ساحل میں سے ایک ساحل ہے جو مدین اور عینون کے درمیان ہے اسے "مقناۃ" کہا جاتا ہے۔ یہود اس قصہ کو چھپاتے تھے کیونکہ اس میں ہفتہ کے روز شکار کرنے کا ذکر ہے۔ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ۔ انھیں ہفتہ کے روز شکار کرنے سے منع کیا گیا تھا لیکن وہ لوگ ہفتہ کے روز شکار کرتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص ہفتہ کے روز جال لگائے گا تو اسے برص پہنچنے کا اندیشہ ہے اس لئے وہ صرف اپنے آپکو ملامت کرے۔ ہمارے علماء کہتے ہیں کہ یہ اس لئے ہے کہ اس روز خون منجمد ہوتا ہے پس جب خون رقیق ہو جائے تو اسے نکالنا چاہئے۔ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا. لیث کہتے ہیں کہ ہفتہ کے روز مچھلیاں اپنے سروں کو پانی سے باہر نکال کر رکھتی تھیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ ہفتہ کے روز مچھلیاں عنقا کی طرح لوٹتی تھیں جس پر ایلہ کے رہنے والے مزاحمت کرتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے انھیں الہام کیا کہ اس روز شکار نہ کی جائیں۔ (القرطبی)

السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّ يَوْمَ

روز شنبہ وقتیکہ می آمد بایشاں ماہیان ظاہر شدہ یوم شنبہ ایشاں و روزیکہ تعظیم

ہفتہ کے روز جب ان کے پاس مچھلیاں ظاہر ہو کر ہفتہ کے روز آتیں اور جس روز شنبہ (والا عبادت)

لَا يَسْبِتُوْنَ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚ كَذٰلِكَ ۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۳﴾

شنبہ نمیکردند نمی آمد بایشاں ہمچناں می آزمودیم ایشانرا بسبب آنکہ فسق میکردند

کا دن نہ ہوتا انکے پاس نہیں آتیں، اسی طرح ہم آزماتے ہیں انھیں اس سبب جو وہ فسق کرتے تھے

وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ

و یاد کن چوں گفت گروہی از ایشاں چرا پند میدہید گروہی را کہ خدا ہلاک خواہد کرد ایشانرا

اور یاد کرو جب کہا ایک گروہ نے ان میں سے کیوں نصیحت کرتے ہو اس گروہ کو جسے اللہ ہلاک کریگا

اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ

یا عذاب خواہد کرد ایشانرا عذاب سخت گفتند تا ما را عذرے باشد نزدیک پروردگار شما

یا عذاب دیگا بولے تا کہ ہمارے لئے کوئی عذر ہو تمہارے رب کے حضور

وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ

و تا باشد کہ ایشاں پرہیزگاری کنند پس وقتیکہ فراموش کردند آنچہ بآں پند دہ شد ایشانرا نجات دادیم کسانیرا

اور تا کہ وہ سب پرہیزگاری کریں ا پس جب بھلا دیئے جو نصیحت انھیں کی گئی تو ہم نے نجات دی ان لوگوں کو

يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ

کہ منع می کردند از کار بد و گرفتار کردیم کسانیرا کہ ستم کردند بعذاب سخت

جو منع کرتے تھے برے کام سے اور ہم نے پکڑا ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا سخت عذاب سے

بَئِيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۵﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا

بسبب آنکہ فاسق بودند پس چوں تکبر کردند از ترک آنچہ منع کردہ شد

اس سبب جو وہ فسق کرتے تھے ۲ پس جب تکبر کیا اسکے ترک کرنے میں جسے چھوڑنے کا حکم دیا گیا ۳

۱ یعنی شکار کرنے والوں نے واعظین سے کہا کہ جب تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہلاک کر دیگا تو نصیحت کیوں کرتے ہو۔ واعظین نے اسکے جواب میں یہ کہا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم سب ہماری نصیحت کے بعد اپنے رب کی جانب رجوع کرو اور معذرت کرو۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے لوگ تین فرقوں میں بٹ گئے تھے اور آیت کے ضمائر سے بھی یہی ظاہر ہے (۱) ایک فرقہ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی اور ہفتہ کے روز شکار کیا اور یہ ستر ہزار تھے۔ (۲) دوسرا فرقہ وہ تھا جس نے شکار کرنے والوں کو منع کیا اور انھیں نصیحت کی اور خود بھی اس نصیحت کے مطابق شکار کرنے سے باز رہے۔ یہ فرقہ تقریباً بارہ ہزار کے لگ بھگ تھا (۳) تیسرا فرقہ وہ تھا جو شکار کرنے نہیں گیا لیکن جانے والوں کو منع بھی نہیں کیا یہی فرقہ ہے جنہوں نے نصیحت کرنے والوں سے کہا کہ نصیحت مت کرو۔ اللہ تعالیٰ شکار کرنے والوں کو خود ہلاک کریگا۔ اسکے جواب میں نصیحت کرنے والوں نے کہا کہ شاید ہماری نصیحت سے وہ لوگ شکار کرنے سے باز آجائیں اور اپنے رب کے حضور توبہ واستغفار کرلیں۔ اگر دونوں فرقے شکار کرنے والوں کو منع کرتے تو امید تھی کہ وہ لوگ رک جاتے اور ہفتہ کے روز شکار نہیں کرتے، پھر اسکے بعد اس میں اختلاف ہے کہ نصیحت نہ کرنے والوں کو بھی ہلاک کیا گیا تھا یا نہیں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس گروہ کو بھی شکار کرنے والوں کیساتھ ہلاک کر دیا گیا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی مروی ہے کہ اس گروہ کیساتھ کیا معاملہ ہوا میں اسے نہیں جانتا ہوں اور یہ آیت سے بھی ظاہر نہیں ہے۔ حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ جب ہمیں نہیں معلوم کہ اس گروہ کیساتھ کیا معاملہ ہوا؟ کیا نہیں معلوم کہ اس گروہ نے اس روز کے شکار کو ناپسند کیا اور نصیحت کرنے والوں کی مخالفت کی پس ان دونوں میں یہی سمجھتا ہوں کہ اس گروہ کی نجات ہوگئی ہوگی، پس آپ نے یہ سنکر مجھ [عکرمہ] پر اپنی چادر ڈال دی۔ یہ مذہب حضرت حسن کا ہے۔ (القرطبی) ۲ یعنی وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والے تھے صلحاء اور واعظین کی نصیحت کو بھلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے فرمان کے ذریعے یہ قصہ سنایا لیکن ہمیں نہیں معلوم کہ وہ لوگ جو نصیحت سے خاموش تھے اور شکار کیلئے نہیں گئے تھے ان کیساتھ کیا معاملہ ہوا۔ حضرت یمان رباب کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دو گروہ کو عذاب سے نجات دی۔ ایک نصیحت کرنے والا گروہ اور دوسرا اس سے خاموش گروہ کو۔ یہی قول حضرت حسن اور حضرت مجاہد کا ہے۔ حضرت ابن زید کہتے ہیں کہ صرف منع کرنے والوں کو عذاب سے نجات ملی باقی دو گروہ کو ہلاک کر دیا گیا۔ یہ نَهِيْ عَنِ الْمُنْكَرِ کے فریضہ کے چھوڑنے والوں کیلئے سخت وعید ہے۔ (مظہری) ۳ اَلْعَتَوُ اعصیان اور انکار سے عبارت ہے جب ان چیزوں سے بچے جس سے منع کیا گیا ہے تو اسے اطاعت کہو گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قوم نے جب صبح کی تو وہ سب دھتکارے ہوئے بندر تھے پس اسی حال میں تین دن تک رہے اور لوگوں نے نافرمانی کرنے والوں کو بندر بنے ہوئے دیکھا پھر انھیں ہلاک کر دیا گیا۔ آپ ہی سے منقول ہے کہ قوم کے جوانوں کو بندر بنا دیا گیا اور اسکے بوڑھوں کو خنزیر بنا دیا گیا۔ [اس قول کے بارے میں علامہ رازی خود فرماتے ہیں] یہ قول ظاہر کے خلاف ہے پھر اس میں اختلاف ہے کہ جن لوگوں کو بندر بنا دیا گیا تھا کیا آج کا یہ بندر اسی کی نسل سے ہے یا انھیں ہلاک کر دیا گیا اور انکی نسل منقطع ہوگئی۔ یہ سب دلالت اس آیت میں نہیں ہے اس پر کلام سورہ بقرہ میں ہو چکا ہے۔ (تفسیر کبیر)

عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ

ایشانرا ازاں گفتیم ایشانرا شوید بوزنگان خوار شده و یاد کنید چوں آگاه گردانید پروردگار تو

انھیں ہم نے کہا ان سے ہو جاؤ بندر دھتکارے ہوئے اور یاد کرو جب تمہارے رب نے حکم کر دیا

لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ

البتہ بفرستد بر ایشاں تا روز قیامت کسے را کہ برساند بایشاں عقوبت

کہ قیامت تک ان پر ایسے (حاکم کو) مسلط رکھے گا جو انہیں سخت (سے سخت) سزا دیتا رہیگا

الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖۚ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ

سخت ہر آئنہ پروردگار تو زود عقوبت کنند است و ہر آئنہ او آمرزندہ

بیشک تمہارا رب جلد عذاب دینے والا ہے اور بیشک وہ بخشنے والا

رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۷﴾ وَقَطَّعْنٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ

مہربان است و پراگندہ کردیم بنی اسرائیل را در زمین گروہ گروہ بعض از ایشاں شائشتگانند

مہربان ہے[1] اور ہم نے بنی اسرائیل کو زمین میں گروہ در گروہ کر کے تتر بتر کر دیا ان میں سے بعض نیک ہیں

وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۫ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ

و بعض از ایشاں سوای ایں اند و امتحان کردیم ایشانرا بنعمتہا و مشقتہا

اور ان میں سے بعض اسکے سوا ہیں اور ہم نے امتحان لیا ان کا نعمتوں سے اور مشقتوں سے

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۶۸﴾ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا

تا باز گردند پس از پئے در آمدند بعد از ایشاں جانشیناں بد کہ وارث

تا کہ لوٹ آئیں[2] پس آئے ان کی جگہ انکے بعد برے جانشین جو توریت کے

الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ

توریت شدند اختیار میکنند متاع ایں عالم خسیس را و میگویند

وارث ہوئے، اختیار کرتے ہیں اس خسیس دنیا کے سامان کو اور کہتے ہیں کہ[3]

تفسیر اظہار العرفان

[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تَاَذَّنَ رَبُّکَ بمعنی قَالَ رَبُّکَ یعنی تمہارے رب نے فرمایا۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ تَاَذَّنَ بمعنی مَعَ رَبِّکَ یعنی تمہارے رب نے حکم دیا۔ حضرت عطاء کہتے ہیں کہ تَاَذَّنَ رَبُّکَ بمعنی حَکَمَ رَبُّکَ یعنی تمہارے رب نے فیصلہ کیا۔ (مظہری) ابو علی کہتے ہیں کہ "اٰذَنَ" مد کیساتھ بمعنی اَعْلَمَ اور "اَذَّنَ" تشدید کیساتھ بمعنی نادی ہے۔ دوسرے لوگوں کا کہنا ہے کہ اس اٰذَنَ، اَذَّنَ دونوں اَعْلَمَ کے معنی میں ہیں جیسے اَیْقَنَ اور تَیَقَّنَ ایک ہی معنی کیلئے کہا جاتا ہے۔ (القرطبی) لَیَبْعَثَنَّ عَلَیْهِمْ الخ یعنی اللہ تعالیٰ یہود پر ضرور قیامت تک، قیدی اور اخذ جزیہ مسلط فرمائیگا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان پر حضرت سلیمان علیہ السلام کو مبعوث فرمایا، ان کے بعد بخت نصر کو ان پر مسلط فرمایا جس نے ان کے شہروں کو ویران کیا، انہیں قتل کیا انکی عورتوں اور بچوں کو قید کیا اور جو ان میں سے بچ گئے ان پر جزیہ ڈالا پس یہ لوگ مجوس تک جزیہ دیتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا پس آپ نے بنی قریظہ سے قتال کیا اور انکی عورتوں کو قید کیا یہی حال بنی نضیر اور بنی قینقاع کا ہوا اور ان سے جزیہ لیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک ان سے لڑنے کا حکم دیا ہے یہاں تک کہ وہ لوگ جزیہ دیں۔ (مظہری) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس جگہ "سُوْءُ الْعَذَابِ" سے مراد جزیہ لینا ہے۔ سوال: اگر یہ کہا جائے کہ شکار کرنے والوں کو بندر بنانے کے تین روز بعد ہلاک کر دیا گیا پھر جزیہ کس سے لیا گیا؟ جواب: جزیہ انکی اولادوں اور نسلوں سے لیا گیا اور وہ سب ذلیل قوم ہوئی۔ حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ "سُوْءُ الْعَذَابِ" سے مراد خراج ہے، ان لوگوں نے کبھی اپنے نبی کو خراج نہیں دیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اول ہیں جنہوں نے خراج وضع کیا۔ یہود تیرہ سال تک انکے فرمان کے مطابق خراج ادا کرتے رہے پھر دینا بند کر دیا۔ (القرطبی) حدادی کہتے ہیں کہ اس آیت میں یہود سے متعلق یہ دلالت ہے کہ انکے واسطے قیامت تک عزت کا جھنڈا بلند نہ کیا جائیگا۔ (روح البیان) [2] یعنی ہم نے انھیں شہروں میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ معاملات میں بٹ گئے اور گروہ در گروہ ہو گئے اس لئے ایک کلمہ پر جمع نہیں ہو سکتے ہیں۔ مِنْهُمُ الْمُصْلِحُوْنَ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جن لوگوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کو پایا اور ان پر ایمان لائے اور وہ لوگ بھی اس میں شامل ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت منسوخ ہونے سے پہلے بغیر رد و بدل کے اس پر قائم و دائم تھے یا اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو چین کے پیچھے آباد ہیں جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِکَ۔ اس سے کفار مراد ہیں۔ (القرطبی) [3] یعنی جن لوگوں کی صفات ابھی بیان ہوئیں انکے بعد۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ اَلْخَلْفُ لام کے سکون کیساتھ اولاد کے معنی میں ہے اور یہ واحد جمع سب کیلئے برابر ہے اور اَلْخَلَفُ لام کے فتحہ کیساتھ بدل کے معنی میں آتا ہے اور وہ بدل اولاد ہو یا غیر اولاد۔ ابن عربی کہتے ہیں کہ اَلْخَلَفُ لام کے فتحہ کیساتھ نیک اور صالح کے معنی میں آتا ہے اور لام کے سکون کیساتھ طالح کے معنی میں آتا ہے۔ نضر بن شمیل کہتے ہیں کہ اَلْخَلْفُ لام کے سکون کیساتھ ہو تو برے قرن کے معنی میں آتا ہے اور اگر اَلْخَلَفُ کے لام کے فتحہ کیساتھ ہو تو قرنِ صالح کے معنی میں آتا ہے۔ وَرِثُوا الْکِتٰبَ یَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰی۔ یہاں عالم ادنیٰ سے مراد دنیا ہے اور دنیا دنو، یا دناءت سے ماخوذ ہے۔ اور عرض سے مراد متاع ہے بعض نے کہا کہ عرض اسے کہتے ہیں کہ جس میں ثبات نہ ہو۔ اس آیت میں علمائے یہود کی روش بیان کی گئی ہے کہ وہ لوگ جاہلوں سے ساز و سامان لے کر کھاتے تھے اسی بناء پر انھوں نے نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھپایا اور اللہ تعالیٰ کے کلمات کو بدل ڈالا۔ (مظہری)

سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَإِن يَأْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهُ يَأْخُذُوهُ ۚ أَلَمْ

آمرزید خواہد شد برائے ما و اگر بیاید متاعی مانند آں البتہ بگیرند آنرا ایا

ہمارے لئے بخشش ہو گی اور اگر انکے پاس اسی کی مثل سامان آئے تو ضرور اسے لیں گے کیا

يُؤْخَذْ عَلَيْهِم مِّيثَاقُ الْكِتَابِ أَن لَّا يَقُولُوا عَلَى اللَّهِ

گرفتہ نشد است بر ایشاں آں عہد کہ در توریت است کہ نگویند بر خدا

ان سے وہ عہد نہیں لیا گیا جو توریت میں ہے کہ نہ کہیں وہ سب اللہ پر

إِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوا مَا فِيهِ ۗ وَالدَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ

مگر سخن راست و خواندہ اند آنچہ در توریت است و سرائے آخرت بہتر است

مگر سچ بات اور انھوں نے پڑھا ہے جو توریت میں ہے اور آخرت کا گھر بہتر ہے

يَتَّقُونَ ۗ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿١٦٩﴾ وَالَّذِينَ يُمَسِّكُونَ بِالْكِتَابِ

پرہیزگارانرا آیا فہم نمیکنید و آنانکہ تمسک میکنند بکتاب

پرہیزگاروں کیلئے کیا تم عقل نہیں رکھتے ۱ اور وہ لوگ جو مضبوطی سے کتاب کو پکڑتے ہیں

وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِينَ ﴿١٧٠﴾ وَإِذْ

و برپا داشتند نماز را ہر آئنہ ما ضایع نمیکنیم مزد ایں نیکوکارانرا و یاد کن چوں

اور نماز قائم رکھی بیشک ہم ضائع نہیں کرینگے ان نیکوکاروں کے اجر کو ۲ اور یاد کرو جب

نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَأَنَّهُ ظُلَّةٌ وَظَنُّوا أَنَّهُ وَاقِعٌ

برداشتیم کوہ را بالائے ایشاں گویا وے کہ سایبانیست و گمان کردند کہ آں کوہ خواہد افتاد

ہم نے اٹھایا پہاڑ کو ان کے اوپر گویا کہ سائبان اور انھوں نے گمان کیا کہ وہ پہاڑ گریگا

بِهِمْ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُم بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ

بایشاں گفتیم بگیرید آنچہ دادیم شما را بقوت و یاد کنید کشید آنچہ دروست

ان پر ہم نے کہا لو جو ہم نے تمہیں دیا مضبوطی سے اور یاد کرو جو اس میں ہے ۳

۱ وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا یعنی وہ لوگ بلا توبہ اور گناہ کے اصرار کے باوجود اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی امید رکھتے تھے یہ بہت برا عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کی مخالفت کرے اور بعد الموت کیلئے عمل کرے اور عاجز وہ ہے جو اپنے نفس کی پیروی کرے اور اللہ تعالیٰ پر امید رکھے۔ وَإِن يَأْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهُ يَأْخُذُوا۔ سدی کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل جب بھی قاضی سے فیصلہ لینے جاتے تو اسے رشوت دیتے تھے اور اس جرم پر کہتے کہ میری مغفرت ہو جائیگی اور اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرما دیگا۔ اس راشی قاضی کی جگہ اسکے انتقال کے بعد جب دوسرا قاضی آتا تو وہ بھی رشوت لیتا تھا اور کہتا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے والے قاضی کو معاف فرمایا ہے اس لئے مجھے بھی معاف فرما دیگا۔ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۔ وہ لوگ شر کو اختیار کرتے ہیں اور خیر کو چھوڑ دیتے ہیں اس لئے ان کے پاس عقل نہیں ہے ورنہ خیر اختیار کرتے اور شر کو چھوڑ دیتے۔ (مظہری) ابن زید کہتے ہیں کہ وہ لوگ رشوت لیکر حق دار کے حق کو غصب کا فیصلہ دیتے تھے اور مبطل سے رشوت لیکر اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے تھے اور اسے اللہ کی جانب منسوب کر دیتے تھے۔ (القرطبی)

۲ یعنی وہ لوگ جو اپنے دین کے امور کو مضبوطی سے تھامتے ہیں۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اہل کتاب میں سے ایمان لائے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور انکے ساتھی' ان لوگوں نے اس کتاب کو جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی مضبوطی سے تھامے ہوئے تھا' اس میں کسی قسم کی تحریف نہیں کی اور اسکے احکام کو نہیں چھپایا البتہ اس کتاب کو کھانے پینے کا ذریعہ نہیں بنایا۔ حضرت عطاء کہتے ہیں کہ اس سے مراد امتِ محمدیہ ﷺ ہے اور کتاب سے مراد قرآن ہے۔ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ۔ عام کے ذکر کے بعد خاص کا ذکر کیا گیا کیونکہ نماز اعظم عبادت ہے اور ایمان کے بعد افضل عبادت ہے اس لئے خاص طور پر اسے بیان کیا گیا۔ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِينَ یعنی ہم انھیں قول وعمل کا بدلہ عطا فرمائیں گے۔ اصلاح کی دو صورتیں ہیں۔ اصلاحِ ظواہر اور اصلاحِ سرائر اور یہ اعمال میں طاہرہ اور تربیت النفس سے مقید ہیں۔ جاننا چاہئے کہ آخر زمانہ میں قرآن کریم کے احکام کو چھوڑنے والے غالب ہونگے اور سعداء کے بعد اشقیاء آئیں گے جو دنیا کی زیب وزینت میں مبتلا ہونگے۔ حضرت حسن کہتے ہیں کہ میں نے ستر بدری صحابہ کو دیکھا کہ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے ان سے تم سے زیادہ بچتے تھے کہ جو چیزیں تم پر حرام کی گئیں تم اس سے نہیں بچتے ہو۔ وہ لوگ بلاء اور مصیبت میں زیادہ خوش ہوتے تھے اگر تم انھیں دیکھ لیتے تو مجنوں کہتے، اگر وہ سب تمہارے اخیار کو دیکھ لیں تو انکے حق میں فیصلہ دینگے کہ ان کیلئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اگر وہ سب تمہارے اشرار کو دیکھ لیں تو ان کے بارے میں فیصلہ دینگے کہ یہ لوگ یوم حساب پر ایمان نہیں رکھتے ہیں جب ان پر حلال مال پیش کیا جاتا تو اپنے قلوب کی فساد کی وجہ سے اسے چھوڑ دیتے تھے۔ (روح البیان) ۳ یعنی جب بنی اسرائیل نے توریت کے احکام لینے سے انکار کیا اور یہ کہنے لگے کہ یہ احکام بہت مشکل ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر پہاڑ اٹھالیا اور وہ پہاڑ ان پر چھت کی طرح ہو گیا تو انھوں نے یقین کر لیا کہ اب ان پر گرنے والا ہے' کہا گیا ہے کہ اگر وہ لوگ توریت کے احکام قبول نہ کرتے تو پہاڑ ان پر گرا دیا جاتا' پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ میں جو تمہیں دے رہا ہوں اسے مضبوطی سے لو اور اسکے احکام پر عمل کرو اور بھولنے والوں کی طرح اسے مت چھوڑ دینا۔ (مظہری)

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ

تا بود کہ شما در پناہ باشید از عذاب و یاد کن چوں گرفت پروردگار تو از بنی ادم از

تا کہ تم عذاب سے پناہ میں آ جاؤ اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اولادِ آدم کی

بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ

پشت ایشاں اولاد ایشاں و گواہ گردانید ایشاں را بر ذات ایشاں گفت آیا نیستم

پشت سے (باہر نکال کر) انکی اولاد کو نکالا اور انھیں انکی ذات پر گواہ بنایا فرمایا: کیا میں نہیں ہوں

بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰی ۛۚ شَهِدْنَا ۛۚ اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ

پروردگار شما گفتند آری ہستی گواہ شدیم ایں شاہد گرفتن برائے آنست کہ نگوئید روز قیامت

تمہارا رب، سب نے کہا کیوں نہیں تو ہمارا رب ہے ہم گواہ ہوئے، یہ گواہ بنانا اس لئے ہے تا کہ قیامت کے روز نہ کہو

اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ ﴿۱۷۲﴾ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ

ہر آئنہ ما بے خبر بودیم ازیں توحید یا نگوئید کہ بجز ایں نیست کہ شرک آوردہ بودند

بیشک ہم بے خبر تھے اس توحید سے [1] یا یہ نہ کہو کہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ شرک لائے تھے

اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّیَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا

پدران ما پیش از ما و ما نسلے بودیم آمدہ بعد از ایشاں آیا ہلاک میکنی ما را

ہمارے ماں باپ ہم سے پہلے اور ہم ایک نسل تھے جو انکے بعد آئے، کیا تو ہمیں ہلاک فرمائیگا

بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ وَ

بعقوبت آنچہ بدکاراں کردند و ہمچنیں بیان میکنیم نشانہا و

اس کی سزا میں جو بدکاروں نے کیا [2] اور اسی طرح ہم بیان کرتے ہیں نشانیوں کو اور

لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۱۷۴﴾ وَاتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْٓ اٰتَیْنٰهُ

یا باز گردند و بخواں بر ایشاں خبر کسے کہ دادہ بودیم او را علم

(یہ اس لئے) تا کہ وہ سب لوٹ آئیں [3] اور پڑھیئے ان پر ان لوگوں کی خبر جنہیں ہم نے اپنی آیتوں کا علم

[1] مسلم بن یسار کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جب آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا پھر انکی پیٹھ پر اپنے سیدھے ہاتھ کو پھیرا تو ان سے انکی وہ ذریت نکلی جنہیں جنت کیلئے پیدا کیا گیا اور اہل جنت کے عمل کیلئے، پھر انکی پیٹھ پر مسح فرمایا تو ان سے انکی وہ ذریت نکلی جنہیں جہنم کیلئے پیدا کیا اور اہل نار کے عمل کیلئے، ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر عمل کا کیا فائدہ؟ آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ جسے جنت کیلئے پیدا فرماتا ہے تو اسے اہل جنت کے عمل کی توفیق عطا فرماتا ہے یہاں تک کہ اہل جنت ہی کے عمل پر اسکا خاتمہ ہوتا ہے اور وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور جسے جہنم کیلئے پیدا فرماتا ہے تو اسے اہل نار کے عمل کی توفیق عطا فرماتا ہے یہاں تک کہ اسی عمل پر اسکا خاتمہ ہوتا ہے اور وہ جہنم میں داخل ہو جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اولادِ آدم سے نعمان یعنی عرفہ میں یہ عہد لیا گیا۔ امام بغوی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی نقل کرتے ہیں کہ یہ عہد ہند کی سرزمین میں "دھناء" کے مقام پر لیا گیا اور یہ وہ مقام ہے جہاں حضرت آدم علیہ السلام اترے تھے۔ کلبی کہتے ہیں کہ مکہ اور طائف کے درمیان عہد لیا گیا۔ اہل تفسیر کہتے ہیں کہ اس عہد میں اہل سعادت نے خوشی میں "بلٰی" کہا اور اہل شقاوت نے ناپسندیدگی سے کہا "شَهِدْنَا"۔ سدی کہتے ہیں کہ بنی آدم کے اقرار پر اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتوں کی جانب سے یہ گواہی ہے۔ بعض نے کہا کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ "بلٰی" کہنے کے بعد تم سب ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ۔ (مظہری) اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ جو بچپن میں انتقال کر جائے وہ جنت میں داخل ہوگا کیونکہ میثاقِ اول کا اقرار ابھی اسکے حق میں باقی ہے اور جو بالغ ہو جائے اسکے حق میں میثاقِ اول کا اقرار کافی نہیں ہے۔ واضح رہے کہ یہ ان لوگوں کا قول ہے جنکے نزدیک اطفالِ مشرکین جنتی ہیں۔ (القرطبی) مروی ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے جب اپنی ذریت کو ملاحظہ فرمایا تو ان میں غنی، فقیر خوبصورت اور اسکے علاوہ بھی تھے تو آپ نے عرض کی اے میرے رب! تو نے اپنے بندوں میں سب کو برابر کیوں نہیں بنایا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں یہ پسند کرتا ہوں کہ وہ سب میرا شکر ادا کریں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان میں انبیاء علیہم السلام کو چراغ کی مثل روشن دیکھا ان پر نور غالب تھا انھیں دوسرے میثاق کے ذریعے رسالت اور نبوت میں خاص کیا۔ (مظہری) [2] اس آیت میں یہ اختلاف ہے کہ یہ عام ہے یا خاص۔ ایک قول کے مطابق یہ خاص ہے۔ اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مِنْۢ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ فرمایا تو حضرت آدم علیہ السلام کی تمام اولاد شامل ہوگئی پھر اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ فرمایا تو اس سے ہر وہ نکل گئے جن کے آباء مشرکوں میں سے نہ ہوں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ان لوگوں کیلئے مخصوص ہے جن سے انبیاء کرام علیہم السلام نے عہد لیا۔ تیسرے قول کے مطابق یہ عام ہے اس لئے کہ ہر ایک جانتا ہے جب وہ بچہ تھا تو اسے غذا دی گئی، اسکی پرورش کی گئی، اس کیلئے مدبر اور خالق ہے۔ (القرطبی) [3] یعنی ہم بیان کرتے ہیں تا کہ بندے اس پر غور کریں اور جسے وہ بھلا چکے اسے یاد کریں۔ اس کلام کے لانے کا مقصد یہ ہے کہ یہود پر میثاق عام کے لزوم کے بعد مخصوص میثاق بھی لازم کر دیئے جائیں جو توریت میں ہے۔ (مظہری)

اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ

آیات خود پس بیروں رفت از علم آں آیات (تا اور اشہوات نفس شدن تواں گفت) پس در پے او شد شیطان پس

دیا تھا پس باہر ہو گئے ان آیات کے علم سے (یہاں تک کہ اسکو سراپا نفس کی خواہشات ہو جانا کہا جا سکتا ہے) پس

الْغٰوِيْنَ ﴿۱۷۵﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ

گفت از گمراہاں و اگر میخواستیم برداشتمی او را بسبب ایں آیات و لیکن میل کرد

شیطان اسکے پیچھے لگا تو وہ گمراہوں میں سے ہو گیا اور اگر ہم چاہتے تو انہیں ان آیتوں کے سبب بلند مرتبہ کرتے

اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ

بسوئے پستی و پیروی خواہش خود کرد پس صفت او مانند صفت سگ ست

لیکن پستی کی جانب خود ہی مائل ہوئے اور اپنی خواہش کی پیروی کی پس اسکی مثال اس کتے کی طرح ہے کہ

اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ

اگر مشقت اندازی بروی زبان از دہن بیروں افگند و اگر معطل بگذاری او را نیز بیروں افگند ایں صفت

اگر تو اس پر مشقت ڈالے تو زبان باہر کرے اپنے منہ سے اور اگر کام سے علیحدہ چھوڑے اسے جب بھی (زبان)

مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ

گروہی است کہ دروغ کردند آیات ما را پس بخواں بر ایشاں

باہر نکالے یہ مثال اس گروہ کی ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا پس آپ پڑھیئے ان پر

الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ سَآءَ مَثَلَا ۨ الْقَوْمُ

ایں پند تا ایشاں تامل کنند باعتبار صفت بد اند ایں قوم

یہ نصیحت تا کہ وہ سب غور کریں ۲ صفت کے اعتبار سے بری ہے یہ قوم

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

کہ دروغ داشتند آیات ما را و بر خویشتن ستم میکردند

(کیونکہ ان لوگوں نے) ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں ۳

۱ مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب قوم جبارین سے قتال کا ارادہ کیا اور اسی ارادے سے کنعان کی سرزمین پر اترے تو قوم جبارین کے لوگ بلعم بن باعور کے پاس آئے یہ شخص اسم اعظم جانتا تھا لوگ کہنے لگے کہ اے بلعم! موسیٰ علیہ السلام بڑے سخت آدمی ہیں اور ان کیساتھ کثیر لشکر بھی ہے یہ لوگ ہمیں شہروں سے نکال دینگے، ہمیں قتل کر دینگے اور قوم بنی اسرائیل اسے حلال سمجھیں گے۔ آپ مستجاب الدعوات ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تا کہ ان لوگوں کو ہم سے لوٹا دے۔ بلعم بن باعور یہ سن کر کہنے لگا کہ تمہاری بربادی ہو، حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور ان کیساتھ ملائکہ اور مؤمنین ہیں میں ان کے خلاف دعا کیسے کر سکتا ہوں۔ قوم دوسری مرتبہ تحفہ لیکر آئی اور اسے مال و زر کا لالچ دیا تو یہ دعا کیلئے تیار ہو گیا چنانچہ حسان نامی پہاڑ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے خلاف دعا کیلئے چڑھ گیا جب یہ بنی اسرائیل کیلئے بددعا کرتا تو اس جگہ اسکی قوم کا نام آجاتا تھا اور جب اپنی قوم کیلئے دعا کرتا تو بنی اسرائیل کا نام آجاتا تھا۔ لوگوں نے کہا کہ اے بلعم! تو یہ کیا کہہ رہا ہے اس نے کہا: میں اب مجبور ہوں اس لئے کہ زبان اب میرے اختیار سے باہر ہو چکی ہے۔ اس دعا کے بعد اس شخص کی زبان سینے تک آ گئی پھر کہا کہ اب مجھ سے دین و دنیا کی نعمت چھن گئی۔ ملخصاً۔ (مظہری) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بلعم بن باعور اپنی قوم میں ناعم کے نام سے مشہور تھا اور یہ شخص اتنی بزرگی رکھتا تھا کہ نظر اٹھاتے ہی اسکی نظر عرش تک پہنچ جاتی تھی اسکے مجلس میں بارہ ہزار متعلمین کتابت سیکھتے تھے۔ اس نے سب سے پہلے ایک کتاب لکھی کہ عالم کیلئے صانع نہیں ہے۔ مالک بن دینار کہتے ہیں کہ اسے مدین کی جانب ایک بادشاہ کی طرف ایمان کا پیغام دیکر بھیجا گیا یہ شخص وہاں جا کر دولت کی ہوس میں دینِ موسیٰ کو چھوڑ بیٹھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اور زید بن اسلم کہتے ہیں کہ یہ آیت ابن ابی صلت الثقفی کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہ شخص کتاب میں پڑھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ ایک رسول بھیجنے والا ہے اور یہ لوگ اسکی تمنا بھی کرتے تھے جب وہ تشریف لے آئے تو حسد کی بناء پر اسکا انکار کر دیا۔ حضرت سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ یہ آیت ابو عامر بن صیفی کے بارے میں نازل ہوئی۔ فَانْسَلَخَ مِنْهَا یعنی اس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرتا تھا۔ حدیث میں نبی ﷺ سے مروی ہے کہ علم دو ہیں۔ علم فی القلب: یہ علم نافع ہے اور علم علی اللسان: یہ علم ابن آدم پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہے۔ (القرطبی) ۲ یعنی علماء کو منازلِ ابرار کی طرف، لیکن وہ دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور کمتر کی جانب مائل ہو گیا۔ زجاج کہتے ہیں کہ خُلْد اور اَخْلَدَ ایک ہی چیز ہے اور اسکی اصل خُلُوْدْ سے ہے جو دوام کے معنی میں ہے۔ مکان کو بھی اَخْلَدَ کہہ دیتے ہیں جب وہ مکان میں مقیم ہو۔ نکتہ: اللہ تعالیٰ نے رفعت کی اضافت اپنی مشقت کی جانب کی اور خُلُوْدْ کو زمین کی جانب اس اعتبار سے کہ دنیا میں بندہ اسکی جانب مائل ہوتا ہے یہ اس جانب اشارہ ہے کہ ذات اپنے لئے مکان کا تقاضا کرتی ہے اس لئے کہ یہ امر طبعی ہے اور درجاتِ علیٰ کی جانب رفعت امرِ وہبی ہے جو اللہ سبحانہ کے فضل سے مستفاد ہے۔ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ الخ یعنی پیاس کی شدت کی وجہ سے اسکی زبان باہر آ گئی۔ بلعم بن باعور کیساتھ یہ معاملہ زجر کے طور پر پیش آیا۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ یہ مثال ان کی ہے جو قرآن پڑھے اس پر عمل نہ کرے۔ (مظہری) ۳ یعنی وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا اپنے نفس پر ظلم کیا، یا اس کو منقطع مان لیا جائے تو ایسی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ وہ لوگ ظلم نہیں کرتے مگر اپنے آپ پر، اس لئے کہ اس کا وبال انہی کی جانب لوٹتا ہے۔ (مظہری)

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ

و هر که گمراه سازدش خدا همانست راه یابنده و هر که گمراه سازش

اللہ جسے راہ دکھائے وہی راہ پانے والا ہے اور جسے گمراہ کرے

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾ وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا

پس آنجماعت ایشانند زیانکاران و هر آئنه آفریدیم برائے دوزخ بسیاری

پس وہی جماعت نقصان والی ہے [۱] اور بیشک ہم نے پیدا کیا دوزخ کیلئے بہت

مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۫ وَ

از جن ها و انس ها ایشانرا دلها ست که نمی فهمند بآں و

سے جنوں اور انسانوں کو' ان کے دل ہیں (کیا) اسکے ذریعے سمجھ نہیں سکتے ہیں اور

لَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ

ایشانرا چشمها ست که نمی بینند بآں و ایشانرا گوشها ست که نمیشوند

ان کیلئے آنکھ ہیں (کیا) اسکے ذریعے دیکھ نہیں سکتے ہیں اور ان کیلئے کان ہیں (کیا) سن نہیں سکتے ہیں

بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ

بآں ایشاں مانند چهار پایانند بلکه ایشاں گمراه تر اند ایشانند

اس کے ذریعے' وہ سب چوپائیوں کی طرح بلکہ وہ سب اس سے بھی زیادہ گمراہ ہیں وہی لوگ

الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪

بے خبراں و خدارا است نامهائے نیک پس بخوانید او را بآں ۰ نامها

بے خبر ہیں [۲] اور اللہ کیلئے ہیں اچھے نام پس پکارو اسے ان ناموں سے

وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ؕ سَيُجْزَوْنَ

و بگذارید آنانرا که کجروی میکنند در نامهائے خدا داده خواهد شد ایشانرا جزائے آنچه

اور چھوڑ دو ان لوگوں کو جو کج روی کرتے ہیں اللہ کے ناموں میں' عنقریب بدلہ دیا جائیگا جو [۳]

تفسیر اظہار العرفان

[۱] اس آیت میں تنبیہ ہے کہ ہدایت اور گمراہی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ مروی ہے کہ جابیہ کے مقام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطاب کیا' اللہ تعالیٰ کی تعریف وتوصیف کے بعد فرمایا: مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ۔ یہ کلمات سنکر ایک شخص فارسی میں کچھ کہنے لگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مترجم سے پوچھا کہ یہ شخص کیا کہہ رہا ہے۔ مترجم نے بتایا کہ اس کا گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو گمراہ نہیں کرتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ شخص جھوٹ کہہ رہا ہے یہ اللہ کا دشمن ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا اور وہی جسے چاہتا ہے گمراہ کر کے دوزخ میں داخل کرتا ہے اگر ہمارے اور تمہارے درمیان معاملہ نہ ہوتا تو میں تمہاری گردن اڑا دیتا کیونکہ اس طرح لوگوں میں اختلاف پیدا کرنا ہے۔ (مظہری)

[۲] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے جنت پیدا کی اور اس کیلئے اسکے اہل کو پیدا کیا حالانکہ وہ سب اپنے آباء کے اصلاب میں ہیں اور جہنم کو پیدا کیا اور اس کیلئے اسکے اہل کو پیدا کیا حالانکہ وہ سب اپنے آباء کے اصلاب میں ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اس حال میں کہ آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ ان دو کتابوں میں کیا ہے؟ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمیں اس کے بارے میں خبر دیجئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو کتاب میرے سیدھے ہاتھ میں ہے اس میں تمام جنتیوں کے نام' ان کے آباء کے نام اور ان کے قبائل کے نام درج ہیں پھر آپ نے اسے اجمالی طور پر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ نہ اس میں اضافہ ہوگا نہ اس میں کمی ہوگی' پھر آپ نے فرمایا جو میرے بائیں ہاتھ میں کتاب ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اس میں تمام اہل نار' ان کے آباء اور ان کے قبائل کے نام درج ہیں پھر آپ نے اسے اجمالی طور پر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ نہ اس میں اضافہ ہوگا اور نہ کمی ہوگی۔ صحابہ نے عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پھر عمل کا کیا فائدہ اگر فیصلہ ہو چکا ہے۔ آپ نے فرمایا عمل کئے جاؤ اس لئے کہ صاحب جنت کا خاتمہ اہل جنت کے عمل پر ہوگا اگرچہ وہ پہلے کوئی عمل کرتا ہوگا۔ اور صاحب نار کا خاتمہ اہل نار کے عمل پر ہوگا اگرچہ وہ پہلے کوئی عمل کرتا ہوگا پھر آپ نے اپنے ہاتھوں سے ان دونوں کتابوں کو اچھال دیا اور فرمایا تمہارا رب اہل جنت اور اہل نار سے فارغ ہو چکا ہے۔ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ یعنی عدمِ فقہ' غور وفکر اور عبرت کی نظر سے نہ دیکھنے اور تدبر کیلئے نہ سننے میں جانوروں کی طرح ہیں بلکہ اس معاملے میں ان سے بھی بدتر ہیں اس لئے کہ جانور ضار اور نافع میں تمیز کرتے ہیں اس لئے نقصان والی چیزوں سے بھاگتے ہیں اور سودمند چیزوں کی جانب مائل ہوتے ہیں۔ (مظہری) [۳] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء ہیں جو شخص اسے یاد کریگا جنت میں داخل ہوگا۔ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ الخ مشرکین اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الحاد کرتے تھے مثلاً اللہ تعالیٰ سے انھوں نے اِلْحَادْ کر کے لَاتْ نکالا عزیز سے اِلْحَادْ کر کے عُزّٰی نکالا اور منان سے مَنَاة نکالا۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی نماز میں دعا کی جس میں لفظ اللہ اور رحمٰن استعمال کر رہا تھا۔ مکہ کے بعض مشرکوں نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب گمان کرتے ہیں کہ ایک رب کی عبادت کرتے ہیں پس کیا ہوا کہ یہ شخص دو الٰہ کو پکار رہا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (مظہری)

مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٨٠﴾ وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ أُمَّةٌ يَّهْدُونَ بِالْحَقِّ

میکردند و از آنجماعت که پیدا کرده ایم گروہی ہست کہ دلالت میکنند بدیں حق

وہ سب کرتے ہیں اور اس جماعت سے جسے ہم نے پیدا کیا ایک گروہ ہے جو دینِ حق کی رہنمائی کرتے ہیں

وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿١٨١﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ

و باں دین حق عدل میکنند و کسانیکه دروغ داشتند آیات ما را پایه پایه بکشیم ایشانرا

اور دین حق کے موافق عدل کرتے ہیں ا اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا آہستہ آہستہ ہم کھینچیں گے

مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٨٢﴾ وَاُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ

تا محل ہلاک ازاں راہ کہ ندانند و مہلت دہم ایشانرا ہر آئنہ تدبیر من

انھیں ہلاکت کی جگہ، اس طرح کہ انہیں علم بھی نہ ہوگا ۲ اور میں مہلت دونگا انھیں، بیشک میری تدبیر

مَتِيْنٌ ﴿١٨٣﴾ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ اِنْ

محکم است آیا تامل نکردہ اند کہ نیست ہمنشیں ایشانرا ہیچ دیوانگی نیست

محکم ہے ۳ کیا انھوں نے غور نہیں کیا کہ ان کے اس ساتھی کو کوئی دیوانگی نہیں ہے نہیں ہے

هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٨٤﴾ اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ

او مگر بیم کنندہ آشکارا ایا نظر نکردند بہ پادشاہی خدا در

وہ مگر کھلا ڈر سنانے والا ۴ کیا انھوں نے تفکر نہیں کیا اللہ کی

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ

آسمانہا و زمینہا و در آنچہ خدا پیدا کرد است از ہر چیز

آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہت میں اور اللہ کی پیدا کردہ ہر چیز میں

وَّاَنْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ فَبِاَيِّ

و ایا نظر نکردند کہ شاید کہ نزدیک شدہ باشد اجل ایشاں پس بکدام

اور کیا انھوں نے تفکر نہ کیا کہ شاید انکی اجل قریب ہو گئی ہو پس کونسی ۵

تفسیر اظہار العرفان

۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت سے مراد امتِ محمدیہ ﷺ ہے اور وہ مہاجرین، انصار اور وہ لوگ جنہوں نے بھلائی سے انکی پیروی کی۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ ہم تک یہ پہنچا کہ نبی ﷺ نے جب یہ آیت سنائی تو ارشاد فرمایا کہ یہ تمہارے لئے ہے اور وہ قوم جو تمہارے سامنے ہے اسکے بارے میں اسکی مثل ارشاد ہے وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ۔ ترجمہ: اور موسیٰ کی قوم میں سے ایک گروہ ہے جو اس سے حق کی رہنمائی حاصل کرتے ہیں اور اس سے انصاف کرتے ہیں۔ کلبی کہتے ہیں کہ یہ لوگ جمیع خلق میں سے ہیں۔ (مظہری) نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہیگا یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا کو حق کی دعوت دینے والوں سے کبھی خالی نہیں رکھتا ہے۔ (القرطبی)

۲ اس آیت میں ان لوگوں کے بارے میں خبر دی گئی ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اہل مکہ ہے۔ استدراج رفتہ رفتہ پکڑنے کو کہتے ہیں۔ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ جب بھی وہ لوگ معصیت کو لائیں گے ہم ان کیلئے نعمت لائیں گے۔ (القرطبی) حضرت عطاء کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہم ان اعمال کو ان کیلئے مزین کریں گے پھر انھیں ہلاک کر دینگے۔ سفیان ثوری کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی نعمت کے رنگ سے رنگ دیا ہے اور ہم اس کے شکر کو بھول چکے ہیں۔ (مظہری)

۳ یعنی ہم انکی مدتِ عمر لمبی کرینگے اور انھیں مہلت دینگے اور انکے برے اعمال کو ان کیلئے مزین کرینگے تا کہ وہ اس میں پڑے رہیں۔ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ یعنی ہماری پکڑ سخت ہے۔ اسے كَيْدٌ کا نام اس لئے دیا کہ اسکا ظاہر احسان ہے اور اسکا باطن خذلان ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ آیت دین کا مذاق اڑانے والوں کیلئے نازل ہوئی پس اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ایک شب میں ختم کر دیا۔ (مظہری) ۴ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے بیان ہوا کہ بیشک نبی کریم ﷺ کوہِ صفا پر کھڑے ہوگئے اور قریش کو بلانا شروع کر دیا تو کسی کہنے والے نے کہا کہ تمہارے صاحب مجنون ہو گئے ہیں اور علی الصبح شور مچانا شروع کر دیا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (مظہری) ۵ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ اول واجبات نظر اور استدلال ہے یا ایمان۔ پس قاضی اس جانب گئے ہیں کہ اول واجبات نظر اور استدلال ہے کیونکہ جو عالم باللہ نہیں ہوگا وہ جاہل ہوگا اور اسکا جاہل ہونا کفر ہے اسی جانب امام بخاری بھی گئے ہیں انھوں نے بخاری شریف میں ایک باب باندھا ہے جس کا عنوان "باب العلم قبل القول والعمل لقوله عزو جل فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" جبکہ ابو حفص زنجانی جو کہ قاضی ابو جعفر احمد بن محمد سمنانی کے شیخ ہیں کہتے ہیں کہ اول واجبات ایمان ہے پھر نظر اور استدلال ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کی جانب لایا جائے۔ یہ قول اقرب الی الصواب اور ارفق بالخلق ہے اس لئے کہ اہل ایمان میں سے اکثر معرفت کی حقیقت نہیں جانتے ہیں۔ (القرطبی) وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ توحید کے دلائل آسمان و زمین پر منحصر نہیں ہیں بلکہ عالم اجسام اور عالم ارواح کے ذرات میں سے ہر ہر ذرہ توحید کیلئے برہان ہے اور توحید پر دلیل قاہر ہے۔ (تفسیر کبیر)

حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ

سخن بود بعد قران ایمان خواہند آورد ہر کہ گمراہ سازدش خدا پس ہیچ راہ نمایندہ نیست

بات ہے قرآن کے بعد (جس پر) ایمان لائیں گے اللہ جسے گمراہ بنائے پس کوئی راہ دکھانے والا نہیں ہے

لَهٗ ؕ وَ يَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ

او را و میگذارد ایشانرا خدا در گمراہی خویش سرگرداں شدہ سوال میکنند ترا

اس کیلئے اور اللہ انھیں چھوڑتا ہے کہ اپنی گمراہی میں سرگرداں ہوں ۱ سوال کرتے ہیں آپ سے

عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ

از قیامت کہ کی باشد استقرار او بگو جز ایں نیست کہ علم قیامت نزد پروردگار من ست

قیامت کے بارے میں کہ اسکا استقرار کب ہوگا' آپ فرما دیجئے اسکے سوا کچھ نہیں کہ قیامت کا علم میرے رب کے

لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؔۘ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ

بدید نیارد آورد او را در وقت او مگر خدا گراں شد است دانستن قیامت در آسمانہا و

پاس ہے ظاہر نہیں کریگا اسکو اسکے وقت میں' مگر اللہ' بھاری ہے قیامت کا جاننا آسمانوں اور

الْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ

و زمین نیاید بشما مگر نا گہاں سوال میکنند ترا از قیامت گویا کہ تو کاوش کنندهٔ

زمین میں'نہیں آئیگی تمہارے پاس مگر اچانک' سوال کرتے ہیں آپ سے قیامت کے بارے میں گویا کہ آپ تلاش

عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

ازاں بگو جز ایں نیست کہ دانش او نزد خدا ست و لیکن بسیاری از مردمان

کرنے والے ہیں اسے' آپ فرما دیجئے اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ اسکا علم اللہ کے پاس ہے لیکن بہت سے لوگ

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا

نمی دانند بگو نمی توانم برائے خود نفع رسانیدن و نہ ضرر کردن

جانتے نہیں ہیں ۲ آپ فرما دیجئے میں طاقت نہیں رکھتا اپنے لئے نفع پہنچانے کا اور نہ نقصان پہنچانے کا

۱ جاننا چاہئے کہ یہ آیت گمراہوں اور جھٹلانے والوں کے احوال بیان کرنے کیلئے دو مرتبہ آئی ہے۔ ہمارے اصحاب نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ ہدایت اور گمراہی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ سائل سے متعلق اختلاف ہے کہ کون ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہود نے کہا: اے محمد (ﷺ) آپ ہمیں خبر دیجئے کہ قیامت کب آئیگی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت حسن اور قتادہ کہتے ہیں کہ قریش نے کہا: اے محمد (ﷺ) ہمارے اور آپ کے درمیان قرابت ہے پس آپ ہمیں بتائیے کہ قیامت کب آئیگی۔ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ یعنی قیامت کے آنے کا وقت کب ہے اسکا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اسکی نظیر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں موجود ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۔یعنی بیشک اللہ تعالیٰ کے پاس قیامت کا علم ہے۔ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا۔ بیشک قیامت آنے والی ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ [حدیث جبریل میں ہے کہ] جب حضرت جبریل علیہ السلام نے سوال کیا: مَتَى السَّاعَةُ یعنی قیامت کب آئیگی تو آپ نے ارشاد فرمایا! لَيْسَ الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ ۔یعنی قیامت کا علم میں سائل سے زیادہ نہیں رکھتا۔ محققین کہتے ہیں کہ قیامت کا علم بندوں سے اس لئے چھپایا گیا تا کہ اسکے آنے کے خوف سے عمل کرتے رہیں۔ (تفسیر کبیر) بعض مشائخ اس جانب گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے نبی ﷺ قیامت کا علم جانتے تھے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں قیامت تک ہونے والے امور کی خبر دی۔ (روح البیان) پس اللہ تعالیٰ نے بندوں میں سے کسی کو بھی قیامت کے وقت پر مطلع نہیں فرمایا مگر رسولوں میں سے جسے چن لیا اور وہ جس پر ایمان واجب ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ دنیا سے منتقل نہیں ہوئے یہاں تک کہ جمیع مغیبات جو دنیا اور آخرت میں حاصل ہوں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتا دیئے پس آپ اسے جانتے ہیں جیسے کہ عَيْنُ الْيَقِيْنُ ہے۔ مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: میرے لئے دنیا اٹھائی گئی میں نے اسے ایسے دیکھا جیسے اپنی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں اور یہ بھی وارد ہے کہ جنت اور جو کچھ اس میں ہے' جہنم اور جو کچھ اس میں ہے اور اسکے علاوہ پر آپکو مطلع کیا گیا یہ سب اخبار کے تواتر سے ثابت ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے بعض کے چھپانے کا حکم دیا۔ (صاوی) لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً۔ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت ضرور قائم ہوگی اور تحقیق دو شخص کپڑے کی خریداری میں مصروف ہونگے انکی خریداری مکمل نہیں ہو سکے گی اور قیامت ضرور قائم ہوگی اس حال میں کہ ایک شخص اپنے حوض سے پانی نکال رہا ہوگا پس وہ اس میں سے پانی نہیں نکال سکے گا' ایک شخص دودھ لے کر واپس آ رہا ہوگا پس وہ اسے نہیں پی سکے گا اور قیامت ضرور قائم ہوگی حالانکہ ایک شخص لقمہ اٹھائیگا تا کہ اسے مُنہ میں ڈالے پس وہ منہ میں نہیں ڈال سکے گا۔ (مظہری) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قیامت نہیں آئیگی یہاں تک کہ زہد اور ورع تصنع یعنی بناوٹ کے طور پر رہ جائیگی اور قیامت نہیں آئیگی مگر مخلوق شریر ہو جائیگی۔ واضح رہے کہ قیامت تین ہیں (۱) جسموں کا قبور سے نکلنا اور جزا کیلئے محشر کی جانب جانا اور اسے قیامتِ کبریٰ کہتے ہیں (۲) جمیع خلائق کی موت' اسے قیامتِ وسطیٰ کہتے ہیں۔ (۳) کسی شخص پر موت طاری ہونا اسے قیامتِ صغریٰ کہتے ہیں۔ (روح البیان)

إِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۚ وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ

مگر آنچہ خدا خواستہ است و اگر من دانستی علم غیب را ہر آئنہ بسیار جمع کردے

مگر جو اللہ نے چاہا ہو اور اگر میں علمِ غیب جانتا (تو) بیشک جمع کرتا بہت سی

مِنَ الْخَيْرِ ۛ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوٓءُ ۚ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ

از جنس منفعت و نرسیدی بمن ہیچ سختی نیستم من مگر بیم کنندہ و مژدہ دہندہ

منفعت کی جنس سے اور نہ پہنچتی مجھے کوئی سختی، میں نہیں ہوں مگر ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا

لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۱۸۸﴾ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ

برائے گروہیکہ ایمان دارند اوست آنکہ پیدا کرد شما را از یک نفس

ان گروہ کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں ۱ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ایک جان سے

وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا ۖ فَلَمَّا

و پیدا کرد ازاں یک شخص زنش را تا آرام گیرد باو پس چوں

اور اس ایک شخص سے اسکی عورت کو تا کہ آرام پکڑے اس سے پس جب

تَغَشَّاهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا فَمَرَّتْ بِهِ ۖ فَلَمَّا أَثْقَلَت

جماع کرد مردی با زن خود بار گرفت باری سبک پس آمد و رفت بآں بار و سبک بعد ازاں چوں گرانبار شد

جماع کی مرد نے اپنی عورت سے (تو) حمل ٹھہرا ہلکا سا حمل پس آنا جانا ہوا اس ہلکا حمل کیساتھ، اسکے بعد جب حمل

دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ آتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُونَنَّ مِنَ

بر دو دعا کردند بجناب پروردگار خویش کہ اگر فرزند شایستہ بدہی ما را ہر آئنہ باشیم از

بوجھل ہوا (تو) ہر دو نے دعا کی اپنے رب کے حضور میں کہ اگر تو ہمیں صالح لڑکا دیگا (تو) بیشک ہم

الشَّاكِرِينَ ﴿۱۸۹﴾ فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَآءَ فِيمَآ

شکر کنندگان پس چوں داد خدا ایشانرا فرزندی شایستہ مقرر کردند برائے او شریکاں در آنچہ

شکر کرنے والوں میں سے ہونگے ۲ پس جب اللہ نے انھیں صالح لڑکا دیا تو اسکا شریک ٹھہرایا اس چیز میں

۱ یہ عبودیت کے اظہار کا ایک طریقہ ہے پس اللہ تعالیٰ مجھے اسکا علم وحی جلی یا وحی خفی کے ذریعے عطا فرماتا ہے اور مجھے نفع حاصل کرنے اور ضرر کے ہٹانے کی قوت عطا فرماتا ہے۔ (مظہری) بعض نے شانِ نزول یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب غزوۂ بنی مصطلق سے واپس آرہے تھے تو راستے میں تیز ہوا چلی اور ایک اونٹنی بھاگ گئی۔ نبی کریم ﷺ نے خبر دی کہ رفاعہ کا انتقال ہو گیا پس منافقین کیلئے اس خبر میں غیظ تھا اور وہ سب کہنے لگے کہ انھیں دیکھو یہ معلوم نہیں ہے کہ اونٹنی بھاگ کر کہاں گئی ہے اور رفاعہ کی موت کی خبر دے رہے ہیں جو کہ مدینہ منورہ میں ہیں۔ یہ سنکر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ منافقین میں سے کچھ لوگ ایسا ایسا کہہ رہے ہیں حالانکہ اونٹنی فلاں گھاٹی میں ہے اسکی لگام ایک درخت میں پھنس گئی ہے پس لوگوں نے اونٹنی کو اس گھاٹی اور اسی درخت کے قریب پایا جسکی خبر نبی کریم ﷺ نے دی تھی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر کبیر)

۲ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ جب حضرت حواء حاملہ ہوئیں تو ابلیس ایک شخص کی شکل میں انکے پاس آیا اور کہا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے پیٹ میں کیا ہے؟ آپ نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ ابلیس نے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ چوپایہ، کتا یا خنزیر نہ ہو اور تمہیں معلوم ہے کہ نکلنے کے بعد تمہیں مار بھی سکتا ہے۔ یہ سنکر حضرت حواء ڈر گئیں اور اسکا تذکرہ حضرت آدم علیہ السلام سے کیا تو وہ بھی غمگین ہو گئے، ابلیس پھر حضرت حواء کے پاس آیا اور کہا میں اللہ کی طرف سے آیا ہوں یہ بتاؤ کہ اگر میں اللہ سے دعا کروں کہ انسان پیدا ہو اور وہ بھی آسانی سے ولادت ہو جائے تو کیا اسکا نام عبد الحارث رکھو گی، ملائکہ میں ابلیس کا نام حارث تھا۔ حضرت حواء نے اسکا تذکرہ حضرت آدم علیہ السلام سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ شاید تمہارے صاحب جان گئے ہیں کہ تم کیا جننے والی ہو پس جب بچے کی ولادت ہوئی تو اسکا نام عبدالحارث رکھ دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت حواء جب بچہ جنتیں تو حضرت آدم علیہ السلام اسکا نام عبداللہ، عبیداللہ اور عبدالرحمٰن رکھتے تھے پس انھیں موت آتی اور مر جاتا جب آپ نے بچے کا نام عبدالحارث رکھا تو زندہ رہا۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت حواء جب بچہ جنتیں تو شیطان اسکا طواف کرتا اور بچہ مر جاتا تھا پھر شیطان نے کہا کہ اگر اسکا نام عبدالحارث رکھو گی تو بچ جائیگا پس انھوں نے عبدالحارث رکھ دیا تو بچہ زندہ رہا پس یہ شیطان کے القا اور اسکے حکم سے ہوا۔ امام بغوی کہتے ہیں کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ شیطان نے ان دونوں کو دو مرتبہ دھوکا دیا ایک مرتبہ جنت میں اور دوسری مرتبہ زمین میں۔ (مظہری) جس طرح تمام نفوس کو نفس واحدہ یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا کیا گیا اسی طرح تمام ارواح کو روح واحد یعنی روحِ محمد ﷺ سے پیدا کیا گیا اس لئے آپ ابوالارواح ہیں۔ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام ابو البشر ہیں، اسی بناء پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا! میں تمہارے لئے صرف والد کی طرح ہوں اور آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میری روح کو پیدا فرمایا۔ فَلَمَّا تَغَشّٰهَا یہاں تَغَشّی جماع سے کنایہ ہے۔ مروی ہے کہ حضرت حواء ہر بطن سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی جنتی تھیں۔ کہا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کیلئے پانچ سو بطن سے ہزار اولاد تھی۔ (روح البیان)

اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾ اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ

داده بود بایشاں پس بلند قدر است خدا از آنچه شریک مقرر میکنند ایا ایں مشرکاں مقرر میکنند

جوانہیں دیا تھا پس بلند رتبہ ہے اللہ اس سے جو شریک ٹھہراتے ہیں۱ کیا یہ مشرکین (ایسے کو) شریک ٹھہراتے ہیں

شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ

چیزیرا کہ ہیچ نمی آفریند و خود ایں شریکاں آفریدہ میشوند و نمی توانند برائے پرستندگانِ خود یاری دادن و نہ

جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے (بلکہ) یہ شریکان خود پیدا کئے ہوئے ہیں۲ اور اپنے عبادت گذار کیلئے کسی مدد کی طاقت

اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۲﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى

خود را یاری میدہند و اگر بخوانید بتانرا بسوے راہ ہدایت

نہیں رکھتے ہیں اور نہ اپنی مدد کی طاقت رکھتے ہیں۳ اور اگر تم پکارو بتوں کو ہدایت کی طرف

لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صٰمِتُوْنَ ﴿۱۹۳﴾

پیروی نکنند شما را برابر است بر شما آنکہ دعوت کنید ایشانرا یا خاموش باشید

تو تمہاری پیروی نہیں کرینگے برابر ہے تم پر کہ پکارو انھیں یا خاموش رہو۴

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ

اے مشرکان ہر آئنہ کسانیکہ عبادت میکنید ایشانرا بجز خدا بندگانند مانند شما

اے مشرکو! بیشک وہ لوگ جسکی عبادت کرتے ہو اللہ کو چھوڑ کر، بندے ہیں تمہاری مثل

فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾

پس بخوانید ایشانرا پس باید کہ قبول کنند دعاے شما را اگر راستگوی ہستید

پس تم انہیں پکارو پھر وہ تمہارے پکار کا جواب دیں اگر تم سچے ہو۵

اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ ۡ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ ۡ

ایا ایں بتانہا را پایہا است کہ راہ میروند بآں ایا ایشانرا دستہا است کہ تناول میکنند بآں

کیا ان بتوں کیلئے پاؤں ہیں کہ اس سے راستہ چل سکیں، کیا ان کیلئے ہاتھ ہیں کہ اس سے پکڑ سکیں

تفسیر اظہار العرفان

۱ امام بغوی کہتے ہیں کہ یہ اشراک فی العبادت یا اشراک فی الاعتقاد نہیں ہے اس لئے کہ حارث کو ان دونوں نے اپنا رب گمان نہیں کیا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام نبی ہیں اور نبی شرک سے معصوم ہوتے ہیں، لیکن انھوں نے یہ قصد کیا تھا کہ حارث بچے کی حفاظت اور اسکی ماں کیلئے سلامتی کا سبب ہوگا۔ کبھی اسمِ عبد کا اطلاق اس پر بھی ہوتا ہے جو اسکی ملکیت میں نہ ہو اور نہ اسکا مملوک ہو جیسے اسمِ رب کا اطلاق اس کیلئے جو اسکا معبود نہیں ہے یہ اس شخص کی طرح ہو گیا جس کے پاس مہمان آئے تو وہ اپنے آپ کو "رَبُّ الضَّيْفِ" کہے اسکا یہ کہنا خشوع کے طور پر ہے نہ کہ اس اعتبار سے کہ یہ مہمان کا رب ہے۔ اسی طرح غیر سے کہے کہ "اَنَا عَبْدُكَ"، یعنی میں تیرا بندہ ہوں۔ اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیزِ مصر کے بارے میں کہا کہ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ یعنی بیشک یہ میرا رب [پرورش کرنے والا] ہے اس نے مجھے اچھی طرح رکھا۔ یہاں رب سے مراد معبود نہیں ہے۔ حضرت حسن اور عکرمہ کہتے ہیں کہ جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ سے مراد یہ ہے کہ اہل مکہ نے اپنی اولاد میں اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا۔ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۔ بغوی کہتے ہیں کہ یہ ابتدائے کلام ہے اور اس سے مراد اہل مکہ کا شرک ہے۔ امام سیوطی کہتے ہیں اسکا عطف خَلَقَكُمْ پر ہے اور جو اسکے درمیان ہے وہ جملہ معترضہ ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ ابن کیسان کہتے ہیں کہ اس سے مراد کفار ہیں جو اپنی اولاد کا نام بتوں کے نام پر رکھتے تھے مثلاً عبدالعزیٰ، عبد المناف اور عبدالشمس۔ حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ خطاب مخلوق میں سے ہر ایک کو ہے۔ (مظہری) مناسب ہے کہ یہ کہے کہ عبادت یا معبودیت میں شریک ٹھہرانا شرک ہے اور یہاں صرف نام میں شریک ٹھہرایا گیا ہے جو کہ کفر نہیں ہے بلکہ بالقصد ایسا کرنا حرام ہے کیونکہ شرعاً اس [شیطان] کی تعظیم حرام ہے اور اگر ایسے کی نسبت کے ساتھ نام رکھے جس کی تعظیم شرعاً جائز ہو [تو نام رکھنا بھی جائز ہے] جیسے عبدالنبی اور عبدالرسول۔ (صاوی) ۲ یعنی ایسے کی عبادت کرتے ہیں جو کسی چیز کی تخلیق پر قادر نہیں ہے بلکہ حال یہ ہے کہ اصنام خود مخلوق ہیں۔ وہ لوگ گمان کرتے تھے کہ بت نفع اور نقصان کا مالک ہوتا ہے۔ (القرطبی) ۳ یعنی اصنام ان کی مدد پر قادر نہیں ہیں جو اس کی عبادت کرتے ہیں اور اس سے بدلہ لینے پر قادر نہیں ہیں جو اس کی نافرمانی کرے۔ نَصْرٌ دشمن پر مدد دینے کو کہتے ہیں اب معنی یہ ہوگا کہ معبود وہ ہے جو نفع کے پہنچانے پر قادر ہو اور ضرر کے ہٹانے پر قادر ہو اور ان بتوں میں یہ دونوں باتیں نہیں پائی جاتی ہیں، اس لئے عاقل کو یہ کیسے زیب دیگا کہ وہ اس کی عبادت کرے۔ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ یعنی ان بتوں کا حال یہ ہے کہ اگر کوئی اسے توڑے تو اپنے آپ کو بچا نہیں سکتا ہے۔ (تفسیر کبیر) ۴ جاننا چاہئے کہ آیت متقدمہ میں یہ بتایا جا چکا کہ یہ اصنام امور میں سے کسی امر پر بھی قدرت نہیں رکھتے ہیں تو اب اس آیت کے ذریعے یہ بتایا جا رہا ہے کہ اشیاء میں انہیں کسی شے کا علم بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مزید اس مسئلے کو واضح کرنے کیلئے فرمایا: سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ۔ یعنی تم پر برابر ہے کہ ان بتوں کو پکارو یا خاموش رہو [یہ تمہیں جواب نہیں دینگے]۔ (تفسیر کبیر) ۵ یہاں تَدْعُوْنَ بمعنی تَعْبُدُوْنَ ہے یعنی اللہ کو چھوڑ کر جس کی عبادت کرتے ہو اور اگر یہ پکارنے کے معنی میں ہوگا تو اس سے مراد بتوں کو پکارنا ہے۔ ان بتوں کو عباد اس لئے کہا گیا کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے مملوکہ ہیں۔ (القرطبی)

أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَا ۖ أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ

ایا ایشانرا چشمہا است کہ می بینند بآں ایا ایشانرا گوشہا ست کہ میشوند

کیا ان کیلئے آنکھ ہیں اس سے دیکھ سکیں' کیا ان کیلئے کان ہیں کہ اس سے سن سکیں

بِهَا ۗ قُلِ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيدُونِ فَلَا تُنظِرُونِ ﴿١٩٥﴾

بآں بگو اے مشرکان بخوانید شریکاں خود را بعد ازاں بدسگالی کنید در حق من و مہلت مدہید مرا

آپ فرما دیجئے اے مشرکو! پکارو اپنے شریکوں کو (پھر) اسکے بعد مکر کرو میرے حق میں اور مہلت نہ دو مجھے ۱

إِنَّ وَلِيِّيَ اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى

ہر آئنہ کار ساز من خدا ست آنکہ فرود آورد کتاب را و او کار سازی میکند

بیشک میرا کار ساز اللہ ہے جس نے کتاب اتاری اور وہی کارسازی فرماتا ہے

الصَّالِحِينَ ﴿١٩٦﴾ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ

نیکوکارانرا و آنانکہ میخوانید ایشانرا بجز خدا نمی توانند

نیکوکار کی ۲ اور وہ لوگ جنہیں پکارتے ہو اللہ کے سوا نہیں طاقت رکھتے

نَصْرَكُمْ وَلَا أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ ﴿١٩٧﴾ وَإِن تَدْعُوهُمْ

یاری دادن شما و نہ خود را یاری میدہند و اگر دعوت کنید ایشانرا

تمہاری مدد کرنے کی اور نہ اپنی مدد کر سکتے ہیں ۳ اور اگر تم پکارو انہیں

إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَسْمَعُوا ۖ وَتَرَاهُمْ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ

بسوئے راہ ہدایت نشنوند سخن شما را اے بینندہ می بینی بتانرا کہ می نگرند بسوئے تو و حالانکہ ایشاں

ہدایت کی جانب تو نہیں سنیں گے تمہاری بات اور اے دیکھنے والا تو بتوں کو دیکھے گا کہ دیکھ رہے ہیں تیری جانب

وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ﴿١٩٨﴾ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ

ہیچ نمی بینند لازم گیرید در گذر را و بفرما بکار پسندیدہ و اعراض کن

حالانکہ وہ سب کچھ نہیں دیکھ رہے ہیں درگذر کو اختیار کرو اور حکم دے پسندیدہ کام کا اور اعراض کر ۵

۱ جاننا چاہئے کہ انسان عاقل کی دوسری قباحت بیان کی جا رہی ہے۔ اسکی تقریر یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چار اعضاء کا ذکر فرمایا یعنی ہاتھ' پاؤں' آنکھ اور کان اور اس میں شک نہیں ہے کہ جسے یہ اعضاء حاصل ہوں تو وہ اسکی قوت کے مطابق کام لیتا ہے اس لئے کہ وہ جو چلنے پر قادر نہ ہوگا وہ چلنے والے کے برابر کیسے ہوسکتا ہے اسی طرح جس کے ہاتھ ہوں اور اس سے پکڑنے پر قادر ہو تو نہ پکڑنے والے کے برابر کیسے ہوسکتا ہے علی ھذا القیاس' اس لئے ان بتوں کو اللہ ماننا بڑی قباحتوں میں سے ایک قباحت ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کا ولی وہ ہے جو اسکے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا ہے پس اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے اور اسے دشمن کے نقصانات سے بچاتا ہے۔ (مظہری)

۳ دوبارہ بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان پر خوب واضح ہو جائے کہ یہ اصنام جس کی تم عبادت کرتے ہو نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں۔ (القرطبی)

۴ یعنی ان بتوں کو پکارو تو جواب نہیں دینگے۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ مشرکین کو اگر اسلام کی جانب پکارو تو سنیں گے لیکن جواب نہیں دینگے اور یہ لوگ اپنے سر کی آنکھوں سے آپ کی جانب دیکھ رہے ہیں لیکن اپنے قلوب سے آپ کی جانب نہیں دیکھتے ہیں۔ (القرطبی)

۵ یہ آیت کریمہ قواعد شرعیہ کے مامورات اور منہیات سے متعلق تین کلمات پر مشتمل ہے۔ (۱) خُذِ الْعَفْوَ اس میں صلۂ قاطعین' مُذْنِبِيْنَ کی معافی' مؤمنین پر مہربانی اور مُطِيْعِيْنَ کے اخلاق شامل ہیں۔ (۲) وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ اس میں صلۂ ارحام' اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے اپنے آپ کو بچانا اور حلال اشیاء کو حلال جاننا شامل ہیں۔ (۳) وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ اس میں علم کی ترغیب' اہل ظلم سے اعراض' بے وقوفوں کے جھگڑوں سے اپنے آپکو بچانا وغیرہ شامل ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: تم لوگوں کے اموال کی جانب دست درازی نہ کرؤ ہاں لیکن ان کی جانب خندہ پیشانی سے پیش آؤ اور اچھے اخلاق سے۔ حضرت ابوزبیر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے اخلاق کے بارے میں اس سے بہتر کوئی آیت نازل نہیں فرمائی۔ سفیان بن عیینہ' شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مَا هٰذَا يَا جِبْرِيْلُ! اے جبرائیل! یہ کیا ہے؟ تو انھوں نے عرض کی میں نہیں جانتا البتہ میں عالم سے سوال کروں گا۔ دوسری روایت میں ہے کہ میں اپنے رب سے سوال کروں گا پس وہ چلے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آئے تو آپ کی خدمت میں عرض گذار ہوئے کہ بیشک اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ کے ساتھ جو ظلم کرے آپ اسے معاف کردیں' آپ کو جو نہ دے آپ انھیں عطا کریں اور آپ سے جو قطع تعلق کرے آپ ان سے رشتہ جوڑیں۔ حضرت جعفر صادق فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اس آیت میں مکارمِ اخلاق کا حکم دیا اور قرآن میں اس آیت کے سوا اور کوئی آیت نہیں ہے جو مکارمِ اخلاق کیلئے جامع ہو اور نبی ﷺ نے فرمایا! میں مبعوث کیا گیا ہوں تا کہ مکارمِ اخلاق کو پورا کروں۔ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ اگرچہ اس میں خطاب نبی ﷺ سے ہے لیکن یہ جمیع خلق کیلئے تادیب ہے۔ ابن زید اور عطاء کہتے ہیں کہ یہ آیتِ سیف [يَاۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ الخ] سے منسوخ ہے۔ حضرت مجاہد اور قتادہ کہتے ہیں کہ یہ محکم ہے اور یہی صحیح ہے۔ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ عرف معروف اور عارفہ ایسی خصلتیں ہیں جن سے عقل راضی ہو جاتی ہے۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔ (القرطبی)

وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ وَ اِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ

از نادان و اگر باز دارد ترا وسوسہ باز دارندہ از جانب شیطان

نادانوں سے اور (اے سننے والے) اگر تجھکو رکاوٹ ڈالے شیطان کی جانب سے رکاوٹ ڈالنے والا وسوسہ

فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۰۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ

پس پناہ طلب کن از خدا ہر آئنہ او شنوا و دانا است ہر آئنہ متقیان چوں برسد ایشانرا

تو پناہ طلب کر اللہ سے بیشک وہ سننے والا جاننے والا ہے ۱ بیشک جب متقین کو

طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿۲۰۱﴾ وَ

وسوسہ از شیطان یاد میکنند پس ناگہاں ایشاں بینا میشوند و

شیطان کی جانب سے وسوسہ پہنچے تو (اپنے رب کو) یاد کرتے ہیں تو فوراً ان سب کی آنکھیں کھل جاتی ہیں ۲ اور

اِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِى الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ وَاِذَا

برادران ایشاں میکشند کافرانرا در گمراہی و ہرگز باز نمی ایستند و چوں

ان کے بھائی کافروں کو گمراہی کی جانب کھینچتے ہیں اور ہرگز وہ سب کوتاہی نہیں کرتے ہیں ۳ اور جب

لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ؕ قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى

نمی آری نزد ایشاں آیتی میگویند چرا از طرف خود انشا نمیکنی اورا بگو جز ایں نیست کہ پیروی کنم بآنچہ فرو آوردہ شدہ

آپ انکے پاس کوئی آیت نہ لائیں تو کہتے ہیں کہ کیوں نہیں اپنی طرف سے بنالیتے ہوا سے آپ فرمادیجئے کہ

اِلَىَّ مِنْ رَّبِّىْ ۚ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ

است بسوئے من از پروردگار من ایں قران نشانہا ست آمدہ از پروردگار شما و ہدایت و بخشایش است

میں پیروی کرتا ہوں اسکی جو میری طرف میرے رب کی جانب سے اتارا جاتا ہے یہ قرآن نشانیاں ہیں تمہارے

يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ

مرقوم مومنانرا چوں خواندہ قران پس گوش بنہید بسوئے آں

رب کی جانب سے اور ہدایت اور رحمت ہے مومن قوم کیلئے ۴ اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسکی جانب کان لگا کر سنو ۵

۱ حضرت عبدالرحمٰن بن زید کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا فرمان "خُذِ الْعَفْوَ" نازل ہوا تو نبی ﷺ نے عرض کی الٰہی یہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ ہمارے پاس غصہ بھی ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (مظہری) نَزْغٌ، نَغْزٌ اور هَمْزٌ تینوں کا معنی وسوسہ ہے۔ نَزْغ کی اصل فساد ہے۔ نَزَغَ بَيْنَنَا ہمارے درمیان فساد ہوگیا۔ صحیح مسلم ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کسی ایک کے پاس شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ ان ان چیزوں کو کس نے پیدا کیا یہاں تک کہ اس سے کہتا ہے کہ رب کو کس نے پیدا کیا پس جب یہاں تک پہنچے تو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے اور اسے دھتکار دے۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے وسوسہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: تِلْكَ مَحْضُ الْاِيْمَانِ (ایمان کی علامت ہے) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ذَالِكَ صَرِيْحُ الْاِيْمَانِ ہے۔ (القرطبی)

۲ سدی کہتے ہیں کہ متقی وہ ہے جب اس سے خطا ہوجائے تو توبہ کرتا ہے۔ مقاتل کہتے ہیں کہ متقی وہ ہے جب اسے شیطان کی جانب سے وسوسہ پہنچے تو ذکر کرتا ہے اور سمجھ لیتا ہے کہ وہ معصیت ہے پس اپنی بصیرت سے سمجھ لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے بچتا ہے۔ (مظہری)

۳ یعنی شیطان فساق کو بہکانے میں کامیاب ہوجاتا ہے بخلاف مؤمنین کے، کیونکہ جب مؤمن اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وسوسۂ شیطان کو سمجھ لیتا ہے۔ (مظہری)

۴ کلبی کہتے ہیں کہ اہل مکہ از روئے مشقت آپ سے آیات کے بارے میں سوال کرتے تھے اگر اسکے بتانے میں تاخیر فرماتے تو آپ پر الزام عائد کرتے تھے کہ اپنی جانب سے آیات بنالیتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محبوب! آپ فرمادیجئے کہ میں آیات اپنی جانب سے نہیں بناتا بلکہ میرا رب میری جانب وحی فرماتا ہے جس کی میں پیروی کرتا ہوں۔ (مظہری) ۵ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ آیت نبی ﷺ کے پیچھے نماز میں آواز بلند کرنے کے بارے میں نازل ہوئی۔ ان ہی سے روایت ہے کہ لوگ نماز میں باتیں کرتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن مغفل کی روایت میں ہے کہ ایک انصاری کے بارے میں نازل ہوئی جب رسول اللہ ﷺ کوئی چیز پڑھتے تو اسے فوراً حاصل کرنے کیلئے وہ نوجوان بھی آپ کے ساتھ ساتھ پڑھتا جاتا تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نماز میں ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ (مظہری) حضرت سعید بن مسیب نماز ادا فرماتے تو مشرکین مکہ ایک دوسرے سے کہتے کہ اس قرآن کو نہ سنو اور خوب شور مچاؤ۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (القرطبی) حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں قرأت فرما رہے تھے کہ پیچھے سے ایک انصاری نوجوان کی قرأت کی آواز سنی پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ امام بغوی حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کچھ لوگوں کو امام کے پیچھے قرأت کرتے ہوئے سنا جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا اب تمہارے لئے یہ ہے کہ جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو اور کان لگا کر سنو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے تاکہ تم اس پر غور وفکر کرسکو۔ حضرت حسن، زہری اور نخعی کا قول یہ ہے کہ یہ آیت نماز میں امام کے پیچھے قرأت سے روکنے کیلئے نازل ہوئی۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ لوگوں کا اس میں اجماع ہے کہ یہ آیت امام کے پیچھے قرأت سے روکنے کے بارے میں نازل ہوئی۔ (مظہری)

وَ اَنۡصِتُوۡا لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۲۰۴﴾ وَاذۡكُرۡ رَّبَّكَ فِىۡ نَفۡسِكَ

و خاموش باشید تا مہربانی کردہ شود بر شما و یاد کن پروردگار خود را در ضمیر خود

اور خاموش ہو جاؤ تا کہ تم پر رحم کیا جائے اور یاد کرو اپنے رب کو اپنے دل میں

تَضَرُّعًا وَّخِيۡفَةً وَّدُوۡنَ الۡجَـهۡرِ مِنَ الۡقَوۡلِ بِالۡغُدُوِّ وَ

بزاری و ترسگاری و یاد کن پروردگار خود را کلام پست تر از بلند آوازی صبح و

گڑگڑا کے اور ڈر سے اور یاد کرو اپنے رب کو چیخ کو چھوڑ کر دھیمی آواز میں صبح اور

الۡاٰصَالِ وَلَا تَكُنۡ مِّنَ الۡغٰفِلِيۡنَ ﴿۲۰۵﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ عِنۡدَ

شبانگاہ و مباش از غافلان ہر آئنہ کسانیکہ نزدیک

شام اور غافلوں میں سے نہ ہو جاؤ ۱ بیشک وہ لوگ جو قریب ہیں تیرے رب کے

رَبِّكَ لَا يَسۡتَكۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوۡنَهٗ وَلَهٗ يَسۡجُدُوۡنَ ﴿۲۰۶﴾ السجدة

پروردگار تواند گردن کشی نمی کنند او را و عبادت او و بپاکی یاد میکنند و او را بتخصیص سجدہ میکنند

سرکشی نہیں کرتے ہیں اسکی عبادت سے اور پاکی کیساتھ یاد کرتے ہیں اور اسی کیلئے سجدہ کرتے ہیں ۲

سُوۡرَةُ الۡاَنۡفَالِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ خَمۡسٌ وَّسَبۡعُوۡنَ اٰيَةً وَّعَشۡرُ رُكُوۡعَاتٍ

سورہ انفال مدنی ہے اور اس میں ۷۵ آیات اور دس رکوع ہیں ۳

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

بنام خدای بخشاینده مهربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والا مہربان (ہے)

يَسۡـــَٔلُوۡنَكَ عَنِ الۡاَنۡفَالِؕ قُلِ الۡاَنۡفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوۡلِۚ

می پرسند ترا از بگو غنیمتہا خدا و رسول راست

آپ سے پوچھتے ہیں غنیمتوں کے بارے میں، آپ فرما دیجئے غنیمتیں اللہ اور رسول کیلئے ہیں

۱ اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ قرآن کو سر کے اوپر اور جہر سے نیچے آواز میں تلاوت کرنا چاہئے جیسے دوسری جگہ ارشاد ہے وَلَا تَجۡهَرۡ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتۡ بِهَا وَابۡتَغِ بَيۡنَ ذٰلِكَ سَبِيۡلًا۔ ''اور اپنی نماز میں جہر نہ کرو اور نہ اسے آہستہ رکھو اور ان کے درمیانہ راستہ اختیار کرو''۔ حدیثِ ابو قتادہ اسکی تائید کرتی ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ ایک شب باہر تشریف لائے تو کیا دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز ادا فرما رہے ہیں اور اپنی آواز کو پست رکھا ہوا ہے اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گذرے تو دیکھا کہ وہ نماز میں بلند آواز سے قرأت کر رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اتنی پست آواز میں قرأت کیوں کر رہے تھے؟ تو انھوں نے عرض کی! یا رسول اللہ ﷺ میں جسے سنا رہا تھا وہ سن رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم اتنی تیز آواز میں قرأت کیوں کر رہے تھے؟ عرض کی کہ شیطان کو بھگا رہا تھا آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوبکر تم اپنی آواز کو ذرا بلند کرو اور اے عمر تم آواز کو ذرا پست رکھو۔ (مظہری) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہاں ذکر سے مراد نماز میں قرأت ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قرآن کو تامل اور تدبر سے پڑھو۔ (القرطبی)

۲ سجدۂ تلاوت کے وجوب کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام مالک اور امام شافعی کہتے ہیں کہ واجب نہیں ہے جبکہ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ واجب ہے۔ آپ کی دلیل یہ ہے کہ سجدہ کرنے کا مطلق امر وجوب پر دلالت کرتا ہے اور نبی ﷺ کے فرمان سے بھی جو انھوں نے ابلیس کے بارے میں بتایا کہ ابن آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو اس نے سجدہ کیا پس اس کیلئے جنت ہے اور شیطان کو سجدہ کا حکم دیا گیا تو اس نے انکار کیا پس اس کیلئے جہنم ہے اور اس لئے بھی کہ نبی ﷺ سجدۂ تلاوت کی حفاظت فرماتے تھے۔ ہمارے علماء سجدۂ تلاوت کے وجوب کی تعلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کرتے ہیں جو کہ بخاری شریف میں موجود ہے۔ (القرطبی) کاشفی نے کہا کہ سجدۂ تلاوت قرآن مجید میں ۱۴ مقامات پر ہیں۔ دو جگہ اختلاف ہے ایک سورہ حج کا دوسرا سجدہ، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک ہے جبکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک نہیں ہے۔ دوم سورہ ص، کا سجدہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہے اس لئے کہ نبی ﷺ نے سورہ ص، تلاوت فرمائی اور سجدہ کیا باقی ائمہ کے نزدیک نہیں ہے۔ مسئلہ: مستحب ہے کہ قاری سجدۂ تلاوت کرنے کیلئے کھڑا ہو اور تکبیر کہہ کر سجدہ میں جائے۔ اور تکبیر کہتا ہوا اٹھ جائے۔ سجدہ میں تین مرتبہ "سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡاَعۡلٰی" کہے اور یہ اصح ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ کہے "خَضَعۡتُ لِلرَّحۡمٰنِ فَاغۡفِرۡلِیۡ یَا رَحۡمٰنُ" اور یہ دعا بھی منقول ہے "یَا مُقَلِّبَ الۡقُلُوۡبِ ثَبِّتۡ قَلۡبِیۡ عَلٰی دِیۡنِکَ وَطَاعَتِکَ" نبی ﷺ سجدہ تلاوت میں یہ دعا پڑھتے تھے "سَجَدَ وَجۡهِیَ لِلَّذِیۡ خَلَقَهٗ وَصَوَّرَهٗ فَاَحۡسَنَ صُوۡرَتَهٗ وَشَقَّ سَمۡعَهٗ وَبَصَرَهٗ بِحَوۡلِهٖ وَقُوَّتِهٖ" اس دعا کو دو مرتبہ کہتے پھر یہ پڑھتے تھے "فَتَبَارَکَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِیۡنَ اَللّٰهُمَّ اکۡتُبۡ لِیۡ بِهَا عِنۡدَکَ اَجۡرًا وَضَعۡ عَنِّیۡ بِهَا وِزۡرًا وَاجۡعَلۡهَا لِیۡ عِنۡدَکَ ذُخۡرًا وَتَقَبَّلۡهَا مِنِّیۡ کَمَا تَقَبَّلۡتَ مِنۡ عَبۡدِکَ دَاوٗدَ عَلَیۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ"۔ (روح البیان) ۳ حضرت حسن، عکرمہ، جابر اور عطاء کہتے ہیں کہ یہ سورت مدنی بدری ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ سورت مدنی ہے سوائے سات آیات کے یعنی وَاِذۡ یَمۡکُرُ بِکَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا سے سات آیات۔ (القرطبی) اس میں ۵۲۹۴ حروف، ۱۲۳۱ کلمات اور ۷۵ آیات ہیں۔ (غرائب القرآن) اس سورت میں جہاد فی سبیل اللہ کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ ذکر ہے اور کچھ جنگی اصول بھی بتائے گئے ہیں، اس میں اہل ایمان کو چھ مرتبہ وصفِ ایمان کے ساتھ خطاب کیا گیا ہے یعنی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا سے، اس سورت کا اختتام مؤمنین کے درمیان ولایتِ کامل پر ہے (صفوۃ التفاسیر)

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ

پس ترسید از خدا و بصلاح آرید صحبتی را کہ میان شما ست و فرمانبرداری کنید خدا و

پس اللہ سے ڈرو اور درست کرو تعلقات کو جو تمہارے درمیان ہے اور فرمانبرداری کرو اللہ کی اور

رَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ① اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ

رسول او را اگر مسلمان ہستید جز ایں نیست کہ مومنان آنانند کہ

اس کے رسول کی اگر تم مسلمان ہو ا اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ مؤمنین وہ لوگ ہیں کہ

اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ

چوں یاد کردہ شود خدا بترسد دل ایشاں و چوں خواندہ شود بر ایشاں آیات او

جب یاد کیا جائے اللہ کو تو انکے دل ڈر جاتے ہیں اور جب پڑھی جائے ان پر اسکی آیات

زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ② الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ

زیادہ سازند آں آیات ایمان ایشانرا و بر پروردگار خویش توکل میکنند آنانکہ بر پادارند

تو زیادہ کرتی ہیں وہ آیات انکے ایمان کو اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں ٢ وہ لوگ جو قائم رکھتے ہیں

الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ③ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ

نماز را و از آنچہ روزی دادہ ایم ایشانرا خرچ میکنند ایں جماعت ایشانند مومنان

نماز اور اس میں سے جو روزی ہم نے انھیں دی خرچ کرتے ہیں ٣ یہی جماعت مؤمنین ہے

حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ ④

بتحقیق ایشانراست مرتبہا نزدیک پروردگار ایشاں و آمرزش و روزی نیک

بالتحقیق ان کیلئے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور بخشش اور اچھی روزی ٤

كَمَاۤ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَیْتِكَ بِالْحَقِّ وَ اِنَّ فَرِیْقًا

چنانکہ بیروں آورد ترا پروردگار تو از خانہ تو بتدبیر درست و ہر آئنہ گروہی

جس طرح تمہیں تمہارے رب نے تمہارے گھر سے اچھی تدبیر کے ساتھ نکالا اور بیشک ایک گروہ

١ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ [جنگ بدر کے موقع پر] نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مقتول کو قتل کرنے والے کیلئے یہ کچھ ہے اور اسیر کو گرفتار کرنے والے کیلئے یہ یہ کچھ۔ [جنگ کے دوران] بڑے بوڑھے جھنڈوں کے نیچے جمے رہے اور نوجوانوں نے قتل و غارت میں اور غنائم لوٹنے میں بڑھ چڑھ کر سرگرمی دکھائی۔ بوڑھوں نے نوجوانوں سے کہا کہ غنائم میں ہم کو بھی اپنے ساتھ شریک کرو کیونکہ ہم تمہارے مددگار رتھے اور تم کو ہماری پناہ حاصل تھی۔ آخر یہ فیصلہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) جنگ بدر میں جب مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور مال غنیمت ہاتھ آیا تو اس کی تقسیم میں سخت اختلاف ہوا حتی کہ اس نزاع میں تلخی اور بدمزگی پیدا ہوگئی۔ زمانہ جاہلیت میں مالِ غنیمت سے متعلق یہ دستور تھا کہ جو چیز جو شخص لوٹتا تھا وہ اس کی ملکیت ہوتی تھی' اس لئے جن لوگوں نے غنیمت کا مال لوٹا تھا وہ پرانے دستور کے مطابق اسکا مالک سمجھتے تھے لیکن فوج میں ایک فریق ایسا بھی تھا جس نے فتح کے بعد کفار کی شکست خوردہ فوج کا تعاقب کیا اور اسے دور تک بھگا آیا۔ انکا موقف یہ تھا کہ اگر دشمن کو پیچھا کرنے کی بجائے ہم بھی لوٹنے میں مصروف ہو جاتے تو کفار پلٹ کر حملہ کر دیتے اور ہماری فتح شکست میں بدل جاتی اس لئے وہ کہتے تھے کہ مالِ غنیمت میں ہمارا برابر کا حصہ ہے۔ ایک تیسرا فریق وہ تھا جو جنگ کے دوران نبی ﷺ کی حفاظت پر متعین تھا انکا کہنا تھا کہ اگر ہم پہرہ چھوڑ کر مالِ غنیمت لوٹنے میں مصروف ہو جاتے اور دشمن موقع سے فائدہ اٹھا کر آپ ﷺ پر حملہ کر دیتا اور آپکو کوئی نقصان پہنچ جاتا تو جنگ کا نقشہ ہی بدل جاتا پھر یہ مال ہی کہاں ہوتا کہ تم اسے تقسیم کرتے؟ اس لئے وہ بھی مال میں برابر کا حصہ لگاتے تھے۔ الغرض نزاع نے اس قدر طول پکڑا کہ تلخی پیدا ہوگئی اس پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی اور مالِ غنیمت کو انفال کا نام دیکر اپنے رسول کے قبضہ واختیار میں دے دیا اور آپ نے اللہ کے حکم کے مطابق اس مال کا پانچواں حصہ نکال کر باقی سارا مال کل فوج میں تقسیم کر دیا۔ (حاشیہ لباب النقول) ٢ علماء فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے لازم ہونے پر حریص ہو جاؤ یعنی مالِ غنیمت سے متعلق آپ جو فیصلہ فرمائیں اس میں اطاعت کرو۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سب کو واعظ فرمایا اور وعظ اس قدر بلیغ تھا کہ ہماری آنکھیں نمناک ہوگئیں اور ہمارے قلوب ڈر گئے۔ (القرطبی) حضرت حسن سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ مؤمن ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ اگر تم مؤمن باللہ ہو' ملائکہ' کتب سماویہ' رسولوں' جنت' جہنم' دوبارہ اٹھنے اور حساب کی بات کر رہے ہو تو میں مؤمن ہوں اور اگر تم اللہ کا فرمان "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ الخ" کے مصداق میں پوچھ رہے ہو تو مجھے نہیں معلوم کہ میں ان لوگوں میں ہوں یا نہیں؟ میں [قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ] کہتا ہوں کہ حضرت حسن کی مراد اس سے کمال ایمان ہے جو کہ اخلاص' تصفیہ قلب' تزکیہ نفس' جوارح کی طاعات سے مزین کرنے اور ترکِ معاصیات سے حاصل ہوتا ہے باقی نفسِ ایمان وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موجود تھا۔ (مظہری) ٣ یعنی نماز کو اس کے حقوق کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں۔ (مظہری) ٤ یعنی جو لوگ بیان کردہ صفات سے متصف ہیں وہی لوگ پکے مؤمن ہیں ایسے لوگوں کیلئے جنت میں اعلیٰ مقام ہے (صفوۃ التفاسیر)

مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝۵ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ

از مسلمانان نا خشنود بود خصومت میکنند ترا در سخن راست بعد ازانکه

مسلمانوں میں سے نا خوش تھا ۱ آپ سے صحیح بات میں لڑتے ہیں بعد اس کے کہ

مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝۶

ظاہر شد گویا رانده می شوند بسوئے مرگ و ایشاں دراں مینگرند

(اسکا صحیح ہونا) ظاہر ہو چکی، گویا کہ موت کی جانب ہانکے جاتے ہیں اور وہ سب دیکھ رہے تھے ۲

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ

و یاد کن نعمتِ الٰہی آنگاه که وعده میداد خدا بشما یکی از دو گروه که وی شما را باشد

اور یاد کرو (اس) نعمتِ الٰہی کو جب اللہ نے تمہیں وعدہ دیا دو گروہوں سے ایک تمہارے لئے ہے

وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ

و دوست میداشتید که غیر فوج شما را جنگی بود میخواست خدا

اور تم یہ چاہتے تھے کہ تمہاری جنگ کمزور سے ہو اور اللہ چاہتا ہے

اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۷ لِيُحِقَّ

که ثابت کند دینِ حق را بفرمانهائے خویش و ببردم کافرانرا میخواست تا ثابت کند خدا

کہ ثابت کرے دین حق کو اپنے احکام سے اور کاٹ ڈالے قوم کافرین کی جڑ کو ۳ تا کہ اللہ

الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝۸ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ

دین حق را و بر طرف کند دین باطل را اگرچه ناخشنود باشند گناہگاران آنگاه که فریاد میکردید

دین حق کو ثابت کرے اور باطل دین کو برطرف کرے اگرچہ ناخوش ہوں گناہ کرنیوالے ۴ جسوقت تم فریاد کرتے تھے

رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ

بجناب پرودگار خود پس قبول کرد دعائے شما را که من مدد کنندهٔ شما ام بہزار کس از

اپنے رب کے حضور پس اس نے تمہاری دعا قبول کی (اور جواباً کہا کہ) تمہاری میں مدد کرنے والا ہوں ہزار

۱ حضرت ابو ایوب انصاری کہتے ہیں کہ ہم مدینے میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ کو ابوسفیان کے قافلے کی خبر پہنچی۔ آپ نے ہم سے پوچھا کہ اس قافلے کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ شاید کہ اللہ تعالیٰ ہم کو غنائم سے بہرور کردے اور ہم کو محفوظ رکھے۔ چنانچہ ہم روانہ ہوگئے ایک یا دو دن کی مسافت کے بعد آپ نے پوچھا کہ اب تمہارا کیا خیال ہے؟ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ہم تو اس قافلے کیلئے نکلے تھے [ابوسفیان کے تجارتی قافلے کیلئے نکلے تھے] پوری قوم سے لڑنے کی ہم میں طاقت نہیں۔ یہ سنکر حضرت مقداد ؓ نے کہا کہ قوم موسیٰ کی طرح یہ نہ کہو کہ جاؤ تم اور تمہارا خدا دونوں لڑو، ہم تو یہی بیٹھے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) نبی کریم ﷺ کے ہجرت الی المدینہ کے بعد بھی قریش مکہ نے آپ کو آرام سے بیٹھنے نہ دیا اور دین اسلام کو ختم کرنے کیلئے انھوں نے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ چھوڑا جب انھیں معلوم ہوا کہ آپ بخیریت مدینے پہنچ چکے ہیں تو انھوں نے عبداللہ بن ابی کو ایک تحدی آمیز خط لکھا کہ محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھیوں کو مدینے سے نکال دو ورنہ ہم تم پر حملہ کر کے تمہارے مردوں کو قتل کر دینگے اور تمہاری عورتوں کو لونڈیاں بنالینگے۔ انھیں دنوں سعد بن معاذ اشہلی جو بنی اسد کے سردار تھے عمرہ ادا کرنے کیلئے مکے گئے تو ابوجہل نے انھیں مسجد حرام کے دروازے پر روک لیا اور کہا کہ تم ہمارے دین کے دشمنوں کو مدینے میں پناہ دیکر سمجھتے ہو ہم تمہیں اطمینان سے کعبے کا طواف کرنے دینگے؟ سعد نے جواب دیا اگر تم نے مجھے طوافِ کعبہ سے روکا تو میں تمہارا شام کا تجارتی راستہ روک دونگا جس پر تمہاری معشیت کا انحصار ہے یہ راستہ بحر قلزم کے مشرقی کنارے کے ساتھ ساتھ مقامِ بدر اور بئرِ سعید سے گذرتا ہوا شام کو چلا جاتا تھا اور اہل مدینہ کے زد میں تھا۔ اس کے علاوہ اہل مکہ نے کئی بار چھوٹے چھوٹے دستے بھیج کر کئی بار لوٹ مار کی چنانچہ مروی ہے کہ ایک مرتبہ کرز بن جابر الفہری نے حملہ کر کے مدینہ کے نواحی چراگاہوں میں سے مسلمانوں کے مویشی لوٹ لئے۔ اس کے تعقب میں نبی کریم ﷺ خود تشریف لے گئے لیکن وہ بچ کر نکل گیا یہ ہجرت کے بعد تیرہویں مہینے کی ابتدا کا واقعہ ہے اور غزوہ بدر اولیٰ کے نام سے مشہور ہے اس کے بعد قریش نے مدینے پر ایک حملہ کرنے کا منصوبہ تیار کیا اور سرمائے کی فراہمی کیلئے انھوں نے ابوسفیان کی قیادت میں ایک تجارتی قافلہ شام کو روانہ کیا جس کا تمام تر منافع مسلمانوں کے خلاف جنگی اخراجات میں صرف ہونا تھا اس لئے اپنے دفاع کی خاطر جتنا ضروری لشکر قریش کا مقابلہ کرنا تھا اتنا ہی ضروری ان کے رسد کو روکنا بھی تھا اس لئے ابتداً نبی کریم ﷺ نے عیر سفیان کا قصد فرمایا اس میں آپ بالکل حق بجانب تھے۔ متذکرہ بالا حدیث میں آپ کا یہ فرمانا کہ شاید اللہ تعالیٰ ہم کو غنائم سے بہرہ ور کرے اور ہم کو محفوظ رکھے کہ یہی معنی رکھتا ہے کہ عیر سفیان پر حملہ کرنے سے ایک طرف تو مالِ غنیمت ہاتھ آجائے گا اور دوسری طرف دشمن کے رسد رک جانے سے حملہ کا خطرہ ٹل جائیگا یا حملہ کمزور ہوگا۔ (حاشیہ لباب النقول) ۲ جب رسول اللہ ﷺ "دوحا" کے مقام پر پہنچے تو جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح و نصرت کا پیغام لے کر آئے۔ (مظہری) ۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دو گروہ یعنی عیر اور قریش میں سے کسی ایک کی فتح کی خبر دی تو آپ نے گروہِ عیر کے حق میں اس بشارت کو پسند فرمایا۔ (مظہری) ۴ یعنی دین اسلام کو غالب کرے اور اسے بلندی عطا فرمائے اور کفر کو مٹائے اور باطل کرے جیسے حق کو حق ثابت کرنا اسکا اظہار کرنا ہے۔ (القرطبی)

الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝۹ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَ

فرشتگان از پس بعض جماعہ دیگر آوردہ و نساخت خدا ایں مدد را مگر برائے مژدہ و

فرشتوں سے، تمہارے پیچھے پیے در پیے ۱ اور اللہ نے اس مدد کو نہیں بنایا مگر خوشخبری اور

لِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ

تا آرام گیرد بآں دل شما و نیست فتح مگر از نزد خدا ہر آئنہ

اس لئے کہ آرام پکڑیں اس سے تمہارے دل، اور نہیں ہے فتح مگر اللہ کی طرف سے، بیشک

اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۱۰ ع اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ

ع ۱ / ۱۵

خدا غالب با حکمت ست آنگاہ کہ می پوشید شما را بہ پینگی بجہت ایمنی از نزدیک خود فرو می آورد

اللہ غالب حکمت والا ہے ۲ جسوقت کہ تمہیں اپنی طرف سے اطمینان دینے کیلئے تم پر نیند غالب کر رہا تھا اور

عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ

بر شما از آسمان آب تا پاک کند شما را بآں و ببرد از شما

تم پر آسمان سے پانی اتار رہا تھا تا کہ پاک کرے تمہیں اس سے اور لے جائے تم سے

رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ

آلودگی شیطان و تا بہ بندد بر دلہائشما و تا ثابت گرداند قدمہا از

شیطان کی آلودگی اور اس لئے کہ تمہارے دلوں کو مضبوط کرے اور اس لئے کہ ثابت رکھے ان کے

الْاَقْدَامَ ۝۱۱ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ

بر طرف شدہ آنگاہ کہی فرستاد پروردگار تو بسوئے فرشتگان کہ من با شما ام

قدموں کو پھسلنے سے ۳ جب تمہارا رب فرشتوں کی جانب وحی بھیج رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں

فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ

پس استوار سازید مسلمانانرا رعب خواہیم افگند در دل

پس مسلمانوں کو ثابت رکھو عنقریب میں رعب ڈال دونگا کافروں کے

۱ ترمذی نے حضرت عمرؓ کے حوالے سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے مشرکین کو دیکھا تو وہ تعداد میں ایک ہزار تھے جبکہ آپ کے صحابہ کی تعداد تین سو ایک دہائی اور اسکا کچھ حصہ اوپر تھی چنانچہ آپ نے قبلہ رو ہو کر ہاتھ اٹھائے اور باآواز بلند اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ خدایا! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا کر۔ اگر یہ مٹھی بھر گروہِ اسلام ہلاک ہو گیا تو زمین پر تیری عبادت نہ ہوگی آپ ہاتھ اٹھائے قبلہ رو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہے حتیٰ کہ آپ کی چادر نیچے گر گئی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپکی چادر اٹھا کر آپ کے کاندھوں پر ڈال دی اور بغل گیر ہو کر عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ اپنے رب سے کافی دعا مانگ چکے۔ اس نے جو آپ سے وعدہ فرمایا ہے اسے ضرور پورا کریگا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے آپ کی مدد فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے روز فرمایا کہ یہ ہیں جبریل جو اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہیں اور اس پر یہ آلاتِ حرب ہیں۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ بدر کے روز ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کر رہے تھے کہ آپ مسکرائے، ہم نے عرض کی آپ کے مسکرانے کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس سے حضرت جبریل اپنے سواری پر گذرے اور ان پر غبار کے اثر تھے وہ قوم [کافر قوم] کی تلاش میں لوٹے تھے وہ مجھے دیکھ کر مسکرائے تو میں بھی انھیں دیکھ کر مسکرایا۔ مُرْدِفِيْنَ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہر فرشتہ کے بعد فرشتہ۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ پے در پے فرشتے اترے۔ اللہ تعالیٰ نے اولاً ایک ہزار فرشتوں سے مدد فرمائی، ثانیاً تین ہزار فرشتوں سے مدد فرمائی اور ثالثاً پانچ ہزار فرشتوں سے اس مدد کی تکمیل فرمائی۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ جب میں قلیبِ بدر کے پاس تھا تو سخت تیز ہوا آئی کہ اس کی مثل اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی، پھر سخت تیز ہوا آئی کہ اس سے پہلے نہیں دیکھی سوائے پہلی مرتبہ کے، پھر سخت تیز ہوا آئی کہ اس کے مثل میں نے نہیں دیکھی۔ آپ نے فرمایا کہ پہلی مرتبہ سخت تیز ہوا کا سبب جب حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک ہزار فرشتوں کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے۔ دوسری مرتبہ سخت تیز ہوا کا سبب جب حضرت میکائیل علیہ السلام ایک ہزار فرشتے لے کر رسول اللہ ﷺ کے دائیں طرف آئے اور دائیں جانب ابوبکر تھے اور تیسری مرتبہ سخت ہوا کا سبب جب حضرت اسرافیل علیہ السلام ایک ہزار فرشتے لے کر رسول اللہ ﷺ کے بائیں طرف آئے اور بائیں جانب میں تھا۔ (مظہری) ۲ اس جگہ رسول اللہ ﷺ کا حال اضطراب قلب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح ہے اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے بعد بھی آپ اضطراب میں مبتلا ہوئے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام بعث بَعْدَ الْمَوْتِ کے بعد بھی عرض کیا: اے میرے رب تو ہمیں دکھا کہ مردے کیسے زندہ کریگا۔ (مظہری) ۳ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قتال میں اونگھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے امن ہے اور نماز میں اونگھ شیطان کی جانب سے ہے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ اونگھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امن ہے اور یہ اونگھ دو مرتبہ ہے ایک بدر کے روز اور دوم اُحد کے روز۔ (مظہری) اس رات اونگھ [نیند] کا اللہ تعالیٰ کی جانب سے احسان ہونا دو وجہ سے ہے۔ پہلی وجہ: رات کے وقت صحیح سے نیند کا آجانا جسمانی قوت کیلئے مفید ہے جس کے سبب مجاہدین دوسرے روز چاک و چوبند ہو کر جہاد کرینگے۔ دوسری وجہ: ان کے امن سے سونے کی وجہ سے دشمنوں کا رعب ان کے دلوں سے نکل گیا۔ (القرطبی) وَيُذْهِبُ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ یعنی شیطانی وسوسہ کو لے جائے۔ (مظہری)

كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا

کافران پس بزنید اے مسلمانان بالاے گردنہا و بزنید

دل میں پس مارو اے مسلمانو! انکی گردنوں کے اوپر اور مارو

مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿۱۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

از ایشاں ہر طرف دست پای را ایں بسبب آنست کہ ایشاں خلاف کردند با خدا و رسول او

انکے ہاتھ اور پاؤں کے ہر پور میں ایہ اس سبب سے ہے کہ انھوں نے خلاف کیا اللہ اور اسکے رسول کے

وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۳﴾

و ہر کہ خلاف کند با خدا و رسول او پس خدا سخت عقوبت است

اور جو کوئی مخالفت کرے اللہ اور اسکے رسول کی پس اللہ سخت عذاب والا ہے ۲

ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۴﴾ يٰۤاَيُّهَا

ایں بچشید و بدانید کہ کافرانرا ست عذاب آتش اے

یہ چکھو اور جان لو کہ کافروں کیلئے آگ کا عذاب ہے ۳ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا

مسلمانان چوں بہم آئید باکافراں انبوہ کردہ پس

مسلمانو! جب تم آمنا سامنا ہو جاؤ کافروں کی جماعت سے تو

تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ﴿۱۵﴾ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا

مگردانید بسوئے ایشاں پشت را و ہر کہ بگرداند بسوے ایشاں آنروز پشت خود را مگر رجوع کنان

انکی طرف پیٹھ نہ دو اور جو کوئی انکی جانب پیٹھ دے مگر جنگ کی جانب

لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ

بسوے جنگی یا پناہ جویان بسوے گروہی پس ہر آئنہ باز گشت بخشمے از

رجوع کرتا ہوا یا کسی گروہ کی جانب پناہ تلاش کرتا ہوا پس بیشک وہ اللہ کے غضب میں

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی اللہ تعالیٰ نے کافروں کے دلوں میں خوف ڈال دیا جسکی وجہ سے وہ لوگ مؤمنین سے ڈرتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے اسی روز کے بارے میں سوال کیا اگر چاہتے تو اسے تم اپنی ہتھیلی میں پکڑ لیتے پس آپ نے کہا اے میرے بیٹے! اس روز کی ملاقات کے بارے میں نہ پوچھ اسلامی لشکر تو ہماری نگاہوں میں خندقہ [ایک پہاڑ کا نام ہے] سے بھی بڑا نظر آ رہا تھا یہی وہ رعب تھا جسے اللہ تعالیٰ نے ہماری جانب ڈالا تھا۔ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ۔ حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ انکے سروں پر مارو۔ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ انکی گردن میں مارو۔ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ۔ حضرت عطیہ کہتے ہیں کہ بَنَانٌ سے مراد جوڑ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد انگلیوں کے پورے ہیں۔ (مظہری) یہ خطاب ملائکہ سے ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ خطاب مؤمنین سے ہے یعنی ان کی گردنوں کے اوپر مارو۔ (القرطبی) اور کہا گیا ہے کہ یہ خطاب [انکی گردنوں کے اوپر مارو] مؤمنین سے ہے اور یہی اصح ہے اس لئے ہم نے پہلے بیان کیا کہ ملائکہ محاربہ اور مقاتلہ کی غرض سے نہیں اترے تھے۔ (تفسیر کبیر)

۲ یعنی انکی دشمنی کے سبب جو ان سے دشمنی کریگا تو اللہ تعالیٰ اسے سخت عذاب دیگا۔ (مظہری)

۳ مؤمن کو اگر دنیا میں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو یہ اسکے اپنے ہاتھ کی کمائی ہوتی ہے اور یہ مصیبت اس کیلئے کفارہ ہے ان شاء اللہ آخرت میں عذاب نہ دیا جائیگا۔ امام بغوی نے اپنی سند سے اللہ تعالیٰ کا فرمان مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ کے تحت یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضرت علی ﷜ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: میں تمہیں کتاب اللہ کی افضل آیت کے بارے میں نہ بتاؤں جسے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ہمیں بتایا' نبی کریم ﷺ نے وَمَآ اَصَابَكُمْ الخ تلاوت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اب میں اسکی تمہیں تفسیر بتاتا ہوں آپ نے فرمایا: اے علی تمہیں دنیا میں کوئی مرض' عقوبت یا بلا آئے تو یہ سب تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے اور اللہ عزوجل زیادہ کریم ہے کہ تعریف کی جائے اسکی عقوبت میں' اور جسے اللہ دنیا میں معاف فرما دے تو اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے کہ اسے آخرت میں سزا دے یا نہ دے۔ (مظہری) ۴ جاننا چاہئے کہ میدانِ جہاد سے جنگ والے دن بھاگنا کبائر گناہوں میں سے ایک کبیرہ گناہ ہے اسی پر اہل علم اور ائمہ کا عمل ہے لیکن انکا کہنا ہے کہ جب مسلمانوں کی تعداد دشمن کے تعداد کے برابر ہو جب تو بھاگنا جائز نہیں ہے اور اگر مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہو تو ایسی صورت میں جنگ والے دن بھاگنا جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَ عَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ۔ ترجمہ: اب اللہ تعالیٰ نے تم پر تخفیف فرمائی اور اسے معلوم ہے کہ تم کمزور ہو اگر تم میں سے سو صبر کرنے والے ہوں تو دو سو پر غالب آئیں۔ حضرت عطاء بن رباح کہتے ہیں کہ یہ آیت یعنی فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ اللہ تعالیٰ کے قول اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ الخ سے منسوخ ہے۔ حضرت ابو سعید خدری ﷜ فرماتے ہیں کہ جنگ کے روز فرار کی نہی اہل بدر کیساتھ خاص ہے ان کیلئے بھاگنا جائز نہ تھا اس لئے کہ نبی ﷺ ان کیساتھ تھے اگر وہ بھاگتے تو مشرکین کی جانب بھاگتے پس اسکے بعد لشکر اسلام کی جانب سے فرار ثابت ہے اور اس فرار کو گناہِ کبیرہ نہیں کہا گیا ہے۔ یزید بن ابی حبیب کہتے ہیں کہ بدر کے روز جو شخص بھاگتا اس کیلئے جہنم واجب ہو جاتی پس اسکے بعد اُحد کا معرکہ ہوا تو اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا الخ فرمایا پھر حنین کا معرکہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ [پھر تم پیٹھ دیکر بھاگے پھر اللہ اسکے بعد توبہ قبول فرماتا ہے جسکی چاہے] فرمایا میں [قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ] کہتا ہوں کہ یہ قول اجماع امت کے خلاف ہے۔ (مظہری)

اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶﴾ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ

خدا وجاے او جھنم است و او بدجائیست پس شما نکشتہ اید ایں جماعت راو لیکن

لوٹا اور اسکا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ کیا ہی بری جگہ ہے[۱] پس تم نے اس جماعت کو قتل نہ کیا اور لیکن

اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ

خدا کشت ایشانرا و تو نافگندی وقتیکہ افگندی و لیکن خدا افگند

اللہ نے انھیں قتل کیا اور آپ نے (کنکریاں) نہیں پھینکیں جب آپ نے پھینکیں لیکن اللہ نے پھینکیں

وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ

و تا عطا کند مسلمانرا از نزدیک خویش عطاے نیکو ہر آئنہ خدا است شنوای

اور اس لئے کہ عطا کرے مسلمانوں کو اپنی طرف سے بہترین عطا' بیشک اللہ سننے والا

عَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۸﴾ اِنْ

دانا حال اینست و بدانید کہ خدا ست کنند است حیلہ کافرانرا اے کافراں اگر

جاننے والا ہے[۲] حال یہ ہے اور جان لو اللہ سُست کرنے والا ہے کافروں کے حیلہ کو[۳] اے کافرو! اگر

تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ

طلب فتح میکردید پس آمد بشما فتح و اگر باز ایستید پس آں

تم فیصلہ طلب کرو تو تمہارے پاس فیصلہ آ گیا اور اگر باز آوَ تو وہ

خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ

بہتر است شما را و اگر باز گردید باز گردیم و دفع نکند از شما جماعت شما

تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر کہیں تم پلٹ پڑے تو ہم بھی تم پر پلٹ پڑینگے اور نہیں ہٹا سکتی تم سے تمہاری جماعت

شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹﴾ ع يٰٓاَيُّهَا

ہیچ چیزیرا اگرچہ بسیار باشد و بدانید کہ خدا با مسلمانانست اے

کوئی چیز اگرچہ زیادہ ہو اور جان لو کہ اللہ مسلمانوں کے ساتھ ہے[۴] اے

ع ۹ ۱۶

تفسیر اظہار العرفان

[۱] ابن قاسم کہتے ہیں کہ جو شخص مقابلے کے روز میدان چھوڑ کر بھاگ جائے اسکی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔ اگرچہ ان سب کا امام بھاگ جائے جب بھی بھاگنا جائز نہیں۔(القرطبی)

[۲] حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ مسلمان جب قتال سے واپس آتے تو آپس میں کہتے تھے کہ میں نے فلاں کو قتل کیا' دوسرا کہتا میں نے ایسا کیا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بیشک رسول اللہ ﷺ جب دعا کر رہے تھے کہ اگر یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو روئے زمین پر کبھی بھی تیری عبادت نہیں ہوگی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی کہ آپ ایک مٹھی خاک لے کر مشرکوں کی جانب پھینک دیں چنانچہ جب آپ نے پھینکی تو انکی آنکھوں' کانوں اور منہ میں چلی گئی پس وہ سب پلٹے تا کہ مٹی صاف کرلیں آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ ان پر حملہ کردو پس جس نے سردارِ قریش کو قتل کیا اس نے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے قتل کیا اور جس نے انھیں قیدی بنایا اس نے قیدی نہیں بنایا بلکہ اللہ نے قیدی بنایا اور اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے علی! تم میرے قریب سے ایک مٹھی کنکری لاکر دو' چنانچہ آپ نے اسے کفار کی جانب پھینکا تو ان سب میں سے ہر ایک کی آنکھوں میں جا پہنچی۔ ابن ابی حاتم نے ابن زید سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین کنکریاں لیں ایک کنکری قوم کے دائیں جانب پھینکی' دوسری قوم کے بائیں جانب پھینکی اور تیسری کنکری انکے پیچھے پھینکی اور "شَاهَتِ الْوُجُوْهُ" فرمایا تو کفار بھاگ نکلے۔ حضرت حکیم بن حذام فرماتے ہیں کہ جب بدر کا دن تھا تو ہم [اسوقت آپ مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے آپ سن ۸ ہجری میں ایمان لائے] نے ایک آواز سنی جو آسمان سے زمین کی جانب آرہی تھی گویا کہ وہ آواز کنکریوں کی تھی جو ایک طشت میں تھیں رسول اللہ ﷺ نے ان کنکریوں کو پھینکا اور "شَاهَتِ الْوُجُوْهُ" فرمایا تو ہم مغلوب ہوگئے۔(مظہری) حاکم نے سعید بن میتب سے اور انھوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ جنگِ اُحد میں اُبی بن خلف بلا مزاحمت نبی ﷺ کی جانب بڑھا تو مصعب بن عمیر نے اسکا راستہ روک لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے زرہ اور خود کے مقام اتصال کے شگاف میں سے اسکی ہنسلی دیکھ لی اور تاک کر ایک ایسا نیزہ مارا کہ وہ گھوڑے سے گر پڑا اور اسکی ایک پسلی ٹوٹ گئی لیکن خون کا ایک قطرہ بھی نہ بہا' جب اسکے ساتھی اسکے پاس آئے تو وہ بیل کی طرح کراہ رہا تھا۔ انھوں نے کہا کہ یہ تو ایک معمولی زخم ہے' تمہیں عاجز کس چیز نے کردیا؟ اس نے رسول اللہ ﷺ کا یہ قول یاد دلایا "اُبی کو میں قتل کرونگا"' پھر کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے اگر یہ تکلیف جو مجھے ہے اہل ذوالحجاز [عکاظ اور مجنة کی طرح ایک مقام ہے جہاں سالانہ میلہ لگتا تھا] کو ہوتی تو وہ سارے مرجاتے پھر وہ مکے پہنچنے سے پہلے ہی [راستے میں] مرگیا اس پر اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اسی طرح ابن جریر نے عبدالرحمٰن بن جبیر سے روایت کی ہے کہ جنگ خیبر میں رسول اللہ ﷺ نے ایک کمان منگوائی اور قلعہ کو تیر مارا تیر اپنے شکار کی طرف بڑھا اور بالآخر ابن ابی کو اسکے بستر پر ہی قتل کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔(لباب النقول فی اسباب النزول) اس آیت سے اُحد اور خیبر کا واقعہ منسلک نہیں ہے اس لئے کہ یہ آیت بدری ہے۔(القرطبی)

[۳] اس آیت کا مقصود یہ ہے کہ کافرین کے حیلہ کی توہین کی جائے۔(مظہری)

[۴] مروی ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر جب فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو ابوجہل نے دعا کی کہ اے اللہ! ہماری مدد فرما! اس شخص نے قطعہ رحمی کی ہے اور وہ چیز لے آیا ہے جو غیر معروف ہے اس لئے کل کے روز [جنگ کے دوران] اسے ہلاک کر۔ یہ تھی ابوجہل کی دعاءِ فتح اس پر اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی۔(لباب النقول فی اسباب النزول)

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ

مسلمانان فرمانبرداری کنید خدا و رسول او و روے مگردانید از وی

مسلمانو! فرمانبرداری کرو اللہ کی اور اسکے رسول کی اور منھ نہ پھیرو اس سے

وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا

حالانکہ شما شنوند و مشوید مانند کسانیکہ گفتند شنیدیم

حالانکہ تم سنتے ہو [1] اور نہ ہو جاؤ ان لوگوں کی طرح جنھوں نے کہا ہم نے سنا

وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿٢١﴾ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ

و ایشاں نمی شنوند ہر آئنہ بد ترین جنبندگان نزدیک خدا

اور وہ سب سنتے نہیں ہیں [2] بیشک بدترین چوپائے اللہ کے نزدیک

الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٢٢﴾ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ

کراں گنگان اند آنانکہ در نمی یابند و اگر دانستی خدا در ایشاں

بہرے گونگے ہیں وہ جو عقل نہیں رکھتے ہیں [3] اور اگر اللہ ان میں

خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٢٣﴾

نیکوی البتہ شنوند ایشانرا و اگر شنوای اند ایشانرا روی میگردانیدند اعراض کنان

کوئی بھلائی جانتا تو ضرور سناتا انھیں اور اگر سنا دیتا انھیں تو ضرور روگردانی کرتے اعراض کرتے ہوئے [4]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا

اے مسلمانان قبول کنید خوانده خدا و رسول او را و روئے مگردانید چوں

اے مسلمانو! اللہ کی اور رسول کی پکار کو قبول کرو جب

دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ

بخواند شما را برائے آنکہ زنده دل سازد شما را و بدانید کہ خدا حایل میشود میان مرد

بلائیں تمہیں ایسے کام کی طرف جو تمہارے دل کو زندہ کرے اور جان لو کہ اللہ حائل فرماتا ہے آدمی [5]

[1] یہ خطاب مؤمنین مصدقین سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ خطاب تجدید کے طور پر فرمایا ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ خطاب منافقین سے ہے یعنی اے وہ لوگ جو صرف زبان سے ایمان لائے ہو اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی پیروی کرو۔ (القرطبی)

[2] یعنی انسان کیلئے ممکن نہیں کہ سننے کے بعد تکلیف کو قبول کرے اور اسے اپنے اوپر لازم کر لے یہاں سماع قبول سے کنایہ ہے۔ (تفسیر کبیر)

[3] یعنی جو زمین پر چلتا ہو اس کے شر سے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ بنی الدار بن قصی کی جماعت ہے جنہوں نے کہا کہ محمد (ﷺ) جو کچھ لے کر آئے ہیں ہم اس کیلئے گونگے، بہرے اور اندھے ہیں۔ (مظہری)

[4] امام بغوی کہتے ہیں کہ بنی الدار بن قصی کے لوگ کہتے ہیں کہ اے محمد (ﷺ) ہمارے قصی حیات سے نہیں ہے یہ ایک بزرگ اور مبارک شخص تھا اگر وہ آپکی نبوت کی گواہی دے دیتے تو ہم آپ پر ایمان لاتے اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ قصی کا کلام بھی سن لیتے جب بھی ایمان سے منہ پھیرتے۔ (مظہری)

[5] سدی کہتے ہیں کہ لِمَا يُحْيِيْكُمْ سے مراد ایمان ہے اس لئے کہ کفر میت ہے۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد قرآن ہے اس لئے کہ اس میں حیات اور نجات ہے اور دارین کی عصمت ہے۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے مراد حق ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اس سے مراد جہاد ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکے ذریعے مسلمانوں کو کمزوری کے بعد قوت عطا کی۔ کیا آپکو نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے شُهَدَاء کے حق میں فرمایا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے حضور رزق دیئے جاتے ہیں۔ میں [قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ] کہتا ہوں کہ اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جسکی جانب رسول اللہ ﷺ بلائیں۔ اس میں قید، احتراز کیلئے نہیں ہے بلکہ مدح اور تحریض کیلئے ہے۔ ہر امر میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت دل کو زندہ کرنے کا سبب ہے اور انکی نافرمانی دل کو مردہ کرنے کا سبب ہے۔ حیاتِ قلب سے مراد غفلت کو ہٹانا، حجاب کو ہٹانا اور ظلمت کو دفع کرنا ہے۔ ترمذی اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ بیشک نبی ﷺ اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس سے گذرے اس حال میں کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے پس آپ نے انھیں بلایا تو انھوں نے اپنی نماز جلد ادا کی اور آپکی بارگاہ میں حاضر ہوگئے۔ آپ نے فرمایا اے اُبی! جب میں نے تمہیں بلایا تھا تو آنے سے کس چیز نے تمہیں روکا؟ عرض کی کہ حضور میں نماز میں تھا، یہ سنکر آپ نے فرمایا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان یاد نہیں ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا الخ۔ حضرت اُبی بن کعب نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! اب آپ جب بھی بلائیں گے تو میں حاضر ہو جاؤنگا اگرچہ میں نماز ہی میں کیوں نہ ہوں۔ (مظہری) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نماز میں تھا رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا پس میں آپ کے بلانے پر اسوقت حاضر نہ ہوا بلکہ نماز سے فراغت کے بعد حاضر اقدس ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں نماز میں تھا اس لئے تاخیر سے پہنچا آپ نے فرمایا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان یاد نہیں ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا الخ۔ (القرطبی) مسئلہ: کہا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بلانے سے جانے پر نماز نہیں ٹوٹتی ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ آپکا بلانا کسی امر کیلئے ہو تو مصلی کیلئے تاخیر جائز نہیں ہے ورنہ جائز ہے۔ ظاہر پہلا قول ہے۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے قلوب کو مردہ کر دیگا۔ رسول اللہ ﷺ کثرت سے یہ دعا پڑھتے تھے يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔ (مظہری)

وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا

و دل او و بدانید کہ بسوے او بر انگیختہ خواہید شد و پرہیزید از فتنہ کہ

اور اسکے دل کے (ارادے کے) درمیان اور جان لو کہ اسکی جانب تم سب اٹھائے جاؤ گے اور فتنہ سے بچو جو

تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ

نرسد بآنانکہ ستم کردند از شما بتخصیص و بدانید کہ

نہ پہنچے گا (مگر) ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا تم میں سے خاص کر اور جان لو کہ

اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ

خدا سخت عقوبت است و یاد کنید نعمت الٰہی آنوقت کہ شما اندک بودید

اللہ سخت عذاب والا ہے [1] اور یاد کرو (اس) نعمتِ الٰہی کو جب تم تھوڑے تھے

مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ

ناتواں شمردہ در زمین می ترسیدید ازانکہ بربایند شما را مردمان

زمین میں کمزور شمار کئے ہوئے ڈرتے تھے اس سے کہ کہیں لوگ تمہیں اچک نہ لیں

فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ

پس جاے داد شما را و قوت داد شما را بنصرت خود و روزی داد شما را از چیزہائے پاکیزہ

پس تمہیں جگہ دی اور قوت دی اپنی مدد سے اور تمہیں پاکیزہ چیزوں سے روزی دی

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا

تا شود کہ سپاسداری کنید اے مسلمانان خیانت مکنید

تا کہ تم شکر ادا کرو [2] اے مسلمانو! خیانت نہ کرو

اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾

با خدا و رسول و خیانت مکنید امانتہا یکدیگر را دانستہ

اللہ اور اسکے رسول کیساتھ اور خیانت نہ کرو ایک دوسرے کی امانتوں میں جان بوجھ کر [3]

[1] اس آیت کریمہ میں فتنہ سے کیا مراد ہے؟ اسکے بارے میں اختلاف ہے۔ پہلا قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ لوگ اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ اور نَهِيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ ترک کردیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد کلام میں تفریق اور اسی بناء پر ایک دوسرے کی مخالفت کرنا ہے۔ میرے نزدیک [قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ] فتنہ سے مراد ترکِ جہاد ہے یعنی جس وقت امام دشمنوں سے مقابلہ کیلئے بلائے تو جہاد سے راہِ فرار اختیار کرنا۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ اس آیت سے پہلے جہاد اور ترکِ جہاد کا ذکر ہوا ہے۔ (مظہری)

[2] کلبی کہتے ہیں کہ یہ آیت مہاجرین کے بارے میں نازل ہوئی یعنی ہجرت سے قبل ابتدائے اسلام میں تمہارا یہ حال تھا تو اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ میں تمہیں جگہ دی اور انصار مدینہ سے تمہاری معاونت کی۔ (القرطبی)

[3] امام بغوی نے ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ نے گیارہ راتوں تک بنی قریظہ کا محاصرہ کئے رکھا تو بنی قریظہ کے لوگوں نے آپ کی جانب صلح کا پیغام بھیجا کہ جس طرح ہمارے بھائی بنی نضیر کو ملک شام کی جانب جانے کی اجازت دی گئی اسی طرح ہمیں بھی اجازت دی جائے۔ [بنی نضیر نے نبی ﷺ پر سن ۴ ہجری میں پتھر گرا کر آپ کو شہید کرنے کی ناپاک اور ناکام سازش کی تھی جسکی پاداش میں انھیں اس شرط پر مدینے سے نکل جانے کی اجازت دی گئی تھی کہ ان میں سے ہر تین آدمی باستثنائے اسلحہ جس قدر مال ایک اونٹ پر لاد کر لے جاسکیں لے جائیں اور باقی تمام مال اور اسلحہ مدینے میں چھوڑ جائیں] آپ نے بنی قریظہ سے صلح کرنے سے انکار کردیا اور ان سے کہا کہ تم لوگ سعد بن معاذ کی تحکیم قبول کرلو۔ انھوں نے کہا کہ ہم انکی تحکیم قبول نہیں کرینگے البتہ آپ ابولبابہ رفاعہ بن عبد المنذر کو بھیج دیں اس لئے کہ ان کا مال، عیال اور اولاد انکی بستی میں تھے پس اللہ کے رسول ﷺ نے ابولبابہ کو انکی جانب بھیج دیا۔ بنو قریظہ کے لوگوں نے ان سے پوچھا کہ اگر ہم سعد بن معاذ کی تحکیم کو قبول کرلیں تو وہ ہمارے ساتھ کیا کرینگے اس پر حضرت ابولبابہ نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا کہ قتل کردینگے، بتانے کے بعد ان کو خیال آیا کہ ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی خیانت ہے چنانچہ حضرت ابولبابہ وہاں سے سیدھے مسجد نبوی میں گئے اور اپنے آپ کو ایک ستون سے باندھ لیا اور کہا کہ جب تک اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمائیگا میں اپنے آپ کو نہیں کھولونگا۔ امام بغوی کہتے ہیں کہ انھوں نے یہ قسم بھی کھائی کہ میں کھانا کھاؤنگا نہ پانی پیؤنگا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمادے یا ہم پر موت طاری ہوجائے۔ جب یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ اگر وہ میرے پاس آجاتے تو میں معاف فرمادیتا لیکن اب انھیں اللہ تعالیٰ معاف فرمائیگا چنانچہ اس حال میں سات روز گذر گئے تو آپ پر غشی طاری ہوگئی پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول فرمائی۔ ابن ہشام نے چھ روز کا ذکر کیا ہے اور کہتے ہیں کہ ان کی بیوی نماز کے وقت آکر انھیں کھول دیتی تھیں آپ وضو کر کے نماز ادا فرمالیتے تھے اور پھر آپ کو باندھ دیتی تھیں۔ ابن عطیہ نے کہا کہ تقریباً بیس (۲۰) راتیں انھوں نے اپنے آپ کو باندھے رکھا۔ ابن اسحاق کی روایت میں پندرہ (۱۵) راتیں مذکور ہیں۔ حضرت عبداللہ بن ابوبکر کی روایت میں دس (۱۰) راتوں کا ذکر ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی قبولیت توبہ کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ الخ۔ اور کچھ اور ہیں جو اپنے گناہوں کے مقر ہوئے اور ملایا ایک کام اچھا اور دوسرا برا، قریب ہے کہ اللہ ان کی توبہ قبول کرے۔ اس آیت کے نزول کے بعد ان کی رسی رسول اللہ ﷺ نے خود کھولی۔ ملخصاً (مظہری)

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ

و بدانید که مالهاے شما و فرزندان شما آزمایشی است و آنکه خدا

اور جان لو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں اور یہ کہ اللہ

عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝۲۸ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا

نزدیک اوست مزد بزرگ اے مسلمانان اگر بترسید

اس کے پاس بڑا اجر ہے ۱ اے مسلمانو! اگر تم ڈرو

اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ

از خدا پیدا کند براے شما فتح را و در گذراند از شما گناہاں شما را و بیا مرزد

اللہ سے تو تمہارے لئے ایک فتح پیدا فرمائیگا اور در گذر فرمائیگا تم سے تمہارے گناہوں کو اور بخش دیگا

لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۲۹ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ

شما را و خدا صاحب فضل بزرگ است و یاد کن نعمت الٰہی آنگاہ کہ بدسگالی میکردند در حق تو

تمہیں اور اللہ بڑا فضل والا ہے ۲ اور یاد کرو (اس) نعمتِ الٰہی کو جب کافرین آپکے حق میں

كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ

کافراں تا حبس کنند ترا یا بکشند ترا یا جلاے وطن کنند ترا و ایشاں بد سگالی میکردند

مکر کرتے تھے کہ آپکو بند کر دیں یا آپکو شہید کر دیں یا آپکو جلا وطن کر دیں اور وہ سب دشمنی کرتے تھے

وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝۳۰ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا

و خدا بدسگالی میکرد و خدا بہترین بد سگالی کنندگان ست و چوں خواندہ شود بر ایں جماعت آیات ما را

اور اللہ (ان سے) دشمنی کرتا تھا اور اللہ بہتر دشمنی کرنے والا ہے ۳ اور جب پڑھی جائیں اس جماعت پر ہماری آیات

قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاۗءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ اِنْ هٰذَآ

گویند شنیدیم اگر خواہم بگوئیم مانند آں نیست ایں

تو کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اگر ہم چاہتے تو ہم بھی اسکی مثل کہتے نہیں ہے یہ

تفسیر اظہار العرفان

۱ فَتَنٌ کی اصل سونے کا آگ میں ڈالنا ہے تا کہ میل صاف ہو کر عمدہ ہو جائے فتنہ کئی معانی میں استعمال ہوتا ہے (۱) اختیار اور امتحان: جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً۔ ہم تمہاری آزمائش کرتے ہیں برائی اور بھلائی سے۔ (۲) عذاب کے معنی میں: اللہ تعالیٰ کا فرمان يَوْمَهُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ۔ یعنی اس دن ہوگا جس دن وہ آگ پر تپائے جائیں گے۔ (۳) کفر، معصیت اور فساد میں: جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان وَاتَّقُوْا فِتْنَةً۔ یعنی کفر معصیت اور فساد سے بچو۔ واضح رہے کہ اموال اور اولاد کا نام فتنہ اس لئے رکھا گیا کہ یہ بھی گناہ اور عقاب میں سبب وقوع ہیں، یا اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے امتحان ہیں اس لئے ان کی محبت میں خیانت نہ کرو۔ کہا گیا ہے کہ یہ آیت بھی ابولبابہ ﷺ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس لئے کہ ان کے اموال و اولاد بنی قریظہ میں تھی اس لئے انھوں نے راز کی بات بتا ڈالی تا کہ وہ لوگ اموال اور اولاد کو نقصان نہ پہنچائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے نبی ﷺ کی خدمت میں ایک بچہ لایا گیا تو آپ نے اسے بوسہ دیا اور فرمایا کہ یہ مجبہ [اللہ کے راستے میں قتال کرنے سے روکنے والے] ہیں اور بیشک یہ بچے ریحان اللہ ہیں۔ حضرت ابوسعید ﷺ فرماتے ہیں کہ بچے دل کے پھل (سکون) ہیں الخ۔ حضرت خولہ بن حکیم رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں بچے جنت کے پھول ہیں۔ (مظہری)

۲ یعنی اگر تم اطاعت کرو گے اور معصیت سے بچو گے تو اللہ تعالیٰ دل میں بصیرت پیدا کریگا جس سے تم حق اور باطل میں فرق کر سکو گے، یہی معنی نبی ﷺ کے اس فرمان کا ہے "مؤمن کی فراست سے بچو اس لئے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے" ایک اور حدیث میں ہے کہ "اپنے دل سے فتوی لو" میں [قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ] کہتا ہوں کہ دل سے فتوی لینا فنائے قلب اور رزائل سے تزکیہ نفس کے بعد ہوگا اور اسی وقت تقوی کی حقیقت حاصل ہوگی جسے اصطلاحِ صوفیہ میں کشف کہتے ہیں۔ (مظہری) ۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اشرافِ قریش، جن میں ہر قبیلے کا ایک ایک فرد شامل تھا، دار الندوہ میں جانے کیلئے جمع ہوئے تو ایک جلیل القدر شیخ کی صورت میں ابلیس انکے سامنے آگیا۔ قریش نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ کہا میں اہل نجد سے ہوں اور تمہارے اجتماع کی خبر سن کر آیا ہوں کہ شاید تم میری رائے اور نصیحت سے فائدہ اٹھا سکو۔ قریش نے کہا درست ہے جب دار الندوہ میں گفتگو شروع ہوئی تو نجدی شیخ [ابلیس] نے کہا اب اس شخص کے بارے میں مشورہ کرو۔ ایک شخص نے کہا انھیں [نبی ﷺ] کو بیڑیاں پہنا کر قید کر ڈالو۔ یہاں تک کہ قید ہی میں ان کا انتقال ہو جائے، ابلیس نے کہا تمہارا یہ مشورہ درست نہیں ہے اس لئے کہ انکے ماننے والے قید سے چھڑا لے جائینگے، دوسرے شخص نے کہا کہ انھیں جلا وطن کر کر دو۔ ابلیس نے کہا تمہارا یہ مشورہ بھی درست نہیں ہے اس لئے کہ جس ملک میں بھی جائینگے اپنی شریں زباں سے وہاں کے لوگوں کو اپنا ہمنوا بنا کر تم پر حملہ کر دینگے۔ ابو جہل نے کہا کہ میں تم سب کو ایک مشورہ دیتا ہوں کہ ہر ایک قبیلے میں سے ایک ایک شریف النفس اور قوی نوجوان منتخب کر لو اور ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک تیز دھار تلوار دے دو پھر وہ سب مل کر ایک ساتھ حملہ کر دیں وہ قتل ہو جائینگے تو انکی دیت تمام قبیلوں پر بانٹ دو۔ میں نہیں سمجھتا کہ بنی ہاشم تمام قبیلوں سے لڑنے کی طاقت رکھتے ہونگے۔ نجدی شیخ نے کہا کہ یہ رائے درست ہے چنانچہ اس فیصلہ پر اتفاق کر کے سب منتشر ہو گئے۔ اسکے بعد نبی ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور آپ سے کہا کہ آج رات آپ اپنے بستر پر نہ رہیں اور ساتھ ہی قریش کے مکر سے آپکو آگاہ کر دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے آپکو ہجرت کرنے کی اجازت دی، تو ہجرت کر کے مدینے تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت کی یاد دہانی کے طور پر یہ آیت نازل فرمائی۔ ملخصاً (لباب النقول فی اسباب النزول)

إِلَّآ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٣١﴾ وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَٰذَا

مگر افسانہ پیشینان و آنگاہ کہ گفتند بار خدایا اگر ہست ایں قرآن

مگر اگلوں کے افسانے ۱؎ اور جسوقت کہ انھوں نے کہا: اے اللہ! اگر یہ قرآن

هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ

راست از نزدیک تو پس بباراں بر ما سنگ را از

تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر پتھر برسا

السَّمَآءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣٢﴾ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ

آسمان یا بیار برائے ما عذاب دردناک را و نیست خدا کہ عذاب کند ایشانرا

آسمان سے یا ہمارے لئے تکلیف دینے والا عذاب لا۲؎ اور نہیں ہے اللہ کو (مناسب) کہ انھیں عذاب دے

وَأَنْتَ فِيهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ﴿٣٣﴾

و تو میان ایشاں باشی و ہرگز نیست خدا عذاب کنندۂ ایشاں و ایشاں استغفار میکنند

اس حال میں کہ آپ انکے درمیان ہوں اور ہرگز اللہ عذاب دینے والا نہیں ہے اس حال میں کہ وہ سب بخشش مانگ

وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ

و چیست مر ایشانرا کہ عذاب نکند ایشانرا خدا حالانکہ ایشاں باز میدارند از مسجد

رہے ہوں ۳؎ اور کیا چیز مانع ہے کہ اللہ انھیں عذاب نہ دے حالانکہ وہ سب روکتے ہیں مسجد

الْحَرَامِ وَمَا كَانُوٓا أَوْلِيَآءَهُ ۚ إِنْ أَوْلِيَآؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ

حرام و نیستند سزاوار آنجا سزاوار و بدرستیکہ نیستند سزاوار آنجا مگر متقیان

حرام سے اور وہ سب اس جگہ کے اہل بھی نہیں ہیں، اسکے اہل نہیں ہیں مگر متقین

وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٤﴾ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ

لیکن بیشتر از ایشاں نمیدانند و نیست نماز ایشاں نزدیک

لیکن اکثر ان میں سے جانتے نہیں ہیں ۴؎ اور نہیں ہے انکی نماز

۱؎ ابن جریر نے ابن جبیر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عقبہ ابن ابی معیط، طعیمہ بن عدی اور نضر بن حارث کو باندھ کر قتل کیا۔ نضر کو حضرت مقداد ؓ نے گرفتار کیا تھا اس لئے انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! یہ تو میرا اسیر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے اللہ کی کتاب کے بارے میں وہ باتیں کہیں جو اس نے کیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) نضر بن حارث قرآن کی آیات سن کر کہتا تھا کہ ہاں ہاں سن لیا ہم نے یہ کلام۔ یہ گذرے ہوئے زمانے کے قصے کہانیاں ہیں اگر چاہیں تو ایسی باتیں ہم بھی بتا سکتے ہیں۔ یہ جو بیان ہوا کہ عقبہ بن ابی معیط وغیرہ کو باندھ کر نبی ﷺ نے قتل کیا تو اسکا مطلب یہ ہے کہ انکو آپ کے حکم سے قتل کیا گیا ورنہ نضر بن حارث کو حضرت علی ؓ نے اور عقبہ بن ابی معیط کو عاصم بن ثابت انصاری نے قتل کیا اور طعیمہ بن عدی جنگ بدر میں حضرت امیر حمزہ ؓ کے ہاتھوں قتل ہوا اسی کے انتقام میں طعیمہ کے بھتیجے جبیر بن مطعم نے حضرت امیر حمزہ ؓ کو جنگ اُحد میں اپنے غلام وحشی کے ہاتھوں شہید کرایا۔ (حاشیہ لباب النقول)

۲؎ ابن جریر نے ابن جبیر سے روایت کی ہے کہ یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی لیکن امام بخاری نے حضرت انس ؓ سے روایت کی ہے کہ یہ بات ابو جہل نے کہی تھی کہ "اے خدا! جو کچھ محمد ﷺ لائے ہیں اگر وہ حق ہے اور تیری ہی جانب سے ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا ہمیں دردناک عذاب میں مبتلا کر دے" اس پر یہ آیت مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ الخ نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول)

۳؎ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مشرکین بیت اللہ کا طواف کرتے وقت غُفْرَانَکَ غُفْرَانَکَ کہتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ محمد بن قیس کہتے ہیں کہ قریش نے کہا "کیا اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے محمد (ﷺ) پر کرم کیا ہے؟ اے اللہ! اگر یہ حق ہے اور تیری جانب سے ہے تو ہم پر پتھر برسا دے" پھر جب شام ہوئی تو اپنے اپنے کہے ہوئے پر پچھتائے اور کہنے لگے غُفْرَانَکَ غُفْرَانَکَ اَللّٰهُمَّ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) کہا گیا ہے کہ اِسْتِغْفَار مسلمانوں کی جانب راجع ہے یعنی وہ مسلمان جو مکہ میں تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب ان میں سے ایسے مسلمان موجود ہیں جو استغفار کرتے ہیں پھر میں انھیں عذاب کیسے دے سکتا ہوں چنانچہ جب کفارِ مکہ بدر کے مقام پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں عذاب دیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں استغفار سے مراد اسلام ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ انکے اصلاب میں ایسے مسلمان ہیں جو مجھ سے مغفرت طلب کرینگے اس لئے میں انھیں عذاب کیسے دے سکتا ہوں۔ مدائنی نے بعض علماء سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ کے زمانے میں ایک شخص تھا جو اپنے آپ پر اسراف کرتا تھا وہ سمجھانے کے باوجود باز نہیں آتا تھا جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا تو اس نے سوتی کپڑا پہنا اور اپنی حرکتوں سے باز آ کر دین اسلام کو ظاہر کر دیا اور قربانی دی جب اس سے کہا گیا کہ تو یہی کام رسول اللہ ﷺ کی حیات میں کرتا تو آپ کتنے خوش ہوتے، اس نے کہا میرے لئے دو امان ہیں ایک امان ختم ہو گیا لیکن آخرت کا امان باقی ہے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ تو یہ ایک امان ہے اور وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ یہ دوسرا امان ہے۔ (القرطبی) ۴؎ یعنی یہ لوگ جو کام کر رہے ہیں وہ ان کے عذاب کیلئے کافی ہے لیکن ہر ایک کام کیلئے وقت متعین ہے پس اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے نکلنے کے بعد تلوار سے انھیں عذاب دیا۔ (القرطبی) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی بستی والوں کو عذاب نہیں دیتا ہے دراں حالیکہ اس میں نبی موجود ہوں۔ (مظہری)

الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّ تَصْدِيَةً ؕ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا
خانهٔ کعبه بجز سفیر کردن و دستک زدن پس بچشید عذاب را بسبب
خانہ کعبہ کے قریب سوائے سیٹی اور تالی بجانے کے پس عذاب چکھو
كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ
کافر شدن خود ہر آئنه کافران خرچ میکنند اموال خود را
اپنے کافر ہونے کے سبب ۱ بیشک کافرین خرچ کرتے ہیں اپنے اموال کو
لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ
تا باز دارند مردمانرا از راه خدا پس زود باشد که خرچ کنند آنرا باز باشد آنخرج کردن حسرت
تا کہ روکیں لوگوں کو اللہ کے راستے سے پس عنقریب کہ خرچ کرتے ہیں جسے پھر حسرت کرینگے
عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ
بر ایشاں باز مغلوب شوند و کافران بسوے دوزخ
ان پر پھر مغلوب ہونگے اور کافروں کو جہنم کی جانب
يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۶﴾ لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَ يَجْعَلَ
رانده شوند تا جدا سازد ناپاک را از پاک و بنهد
چلایا جائیگا ۲ تا کہ جدا کرے اللہ ناپاک کو پاک سے اور رکھ دے
الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ
ناپاک را بعض آنرا بر بعض پس توده سازد آنهمه را یکجا پس در آردش
پلیدی کو ایک دوسرے کے اوپر پس ان تمام کو ایک جگہ ڈھیر بنا دیگا پھر اسے داخل کریگا
فِيْ جَهَنَّمَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا
در دوزخ ایں جماعت ایشانند زیانکاران بگو کافرانرا
دوزخ میں، یہی جماعت نقصان اٹھانے والی ہے ۳ آپ فرما دیجئے کافروں سے

ع ۹ / ۱۸

تفسیر اظہار العرفان

۱ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مشرکین کعبے کا طواف کرتے وقت سیٹی بجاتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ابن جریر نے حضرت سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ قریش طواف کے دوران نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منہ پھیر لیتے تھے اور مذاق کے طور پر تالیاں اور سیٹی بجاتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں نماز ادا فرماتے تو دو شخص آپ کے دائیں جانب کھڑے ہو جاتے تھے اور سیٹیاں بجاتے اور دو شخص آپ کے بائیں جانب کھڑے ہو جاتے تھے اور تالیاں بجاتے تا کہ آپکی نماز میں خلل واقع ہو اور یہ لوگ قبیلہ بنو الدار کے تھے۔ (مظہری) فَذُوْقُوا بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ یعنی بدر کے روز قتل اور قید کا عذاب چکھو، کیونکہ ان لوگوں نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کیا اور جو لوگ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرینگے تو ہم انہیں عذاب سے بچا کر جنت میں داخل کرینگے۔ حدیث میں ہے کہ "جس نے میری سنت کو زندہ کیا تو تحقیق اس نے مجھے زندہ کیا اور جس نے مجھے زندہ کیا تو تحقیق وہ میرا محبوب ہوگا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا" ایک اور حدیث میں ہے کہ "جو میری سنت کی حفاظت کریگا تو اللہ تعالیٰ اسے چار صفات سے مکرم کریگا، نیک لوگوں کے قلوب میں محبت ڈال دیگا، فاجروں کے دلوں میں ہیبت ڈالیگا۔ اس کے رزق میں وسعت عطا فرمائیگا اور دین میں اسے کامل بنائیگا۔ (روح البیان)

۲ مروی ہے کہ جب قریش نے جنگ بدر میں ہزیمت اٹھائی اور مکے کو واپس لوٹ گئے تو عبداللہ بن ابی ربیعہ، عکرمہ بن ابی جہل اور صفوان بن امیہ قریش کے ان گھرانوں میں سے تھے جن کے آباء وابناء مارے گئے اور ان لوگوں نے جن کا مالِ تجارت ابوسفیان کے قافلے میں تھا کہا کہ اے گروہِ قریش! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمہارے اشراف کو قتل کر دیا ہے اور تمہیں دکھ پہنچایا ہے ان سے لڑنے کیلئے اپنے اس مال سے ہماری مدد کرو تا کہ ہم ان سے [مقتولین] کا انتقام لے سکیں چنانچہ قریش نے انکی امداد کی اور جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اسی بارے میں نازل فرمائی۔ ابن ابی حاتم نے مسلم بن متیہ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت ابوسفیان کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس نے چالیس اوقیہ سامان مشرکین پر خرچ کیا۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) کلبی کہتے ہیں کہ یہ آیات ان بارہ اشخاص کے بارے میں نازل ہوئی جو بدر کے روز اپنے سپاہیوں کو کھانا کھلاتے تھے وہ بارہ افراد یہ ہیں۔ ابوجہل بن ہشام، عتبہ، شیبہ، نبیہ، منبہ، ابوالبختری بن ہشام، نضر بن حارث، حکیم بن حذام، ابی ابن خلف، زمعہ بن اسود، حارث بن عامر بن نوفل اور عباس بن عبدالمطلب۔ ان میں سے ہر ایک روزانہ دس اونٹ لشکر کے کھانے کیلئے ذبح کراتا تھا۔ (مظہری) فَسَيُنْفِقُوْنَهَا۔ پہلے انفاق سے مراد غزوہ بدر میں خرچ کرنا ہے۔ (روح البیان) ۳ یہاں خبیث سے مراد کفار ہیں اور طیب سے مراد مؤمنین ہیں۔ اموال میں طیب وہ ہے جو طالبین پر اللہ تعالیٰ کی رضائے طلب کے عوض ہو اور خبیث وہ ہے غیر حاجتِ ضروریہ کے ہو اور اسے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روکتا ہو۔ مروی ہے کہ اللہ قیامت کے روز اموال خبیثہ کو ایک دوسرے پر تہہ لگا کر اسکے مالک کو اس سے عذاب دیگا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ۔ ترجمہ: جس دن وہ تپایا جائیگا جہنم کی آگ میں پھر اس سے داغیں گے ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں۔ (روح البیان)

اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَۚ وَاِنْ

اگر باز ایستند آمرزیدہ شود ایشانرا آنچہ گذشت و اگر

اگر باز رہیں تو معاف کر دیا جائیگا انھیں جو گذر چکا اور اگر

يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۳۸

عود کنند پس ہر آئنہ گذشتہ است روش پیشیناں

لوٹیں تو بیشک گذر چکا اگلوں کا طریقہ ۱

وَ قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ

و کار زار کنید اے مسلمانان تا آنکہ نباشد ہیچ

اور اے مسلمانو! جہاد کرو یہاں تک کہ نہ باقی رہے کوئی

فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِۚ

فتنہ و باشد دین ہمہ اش برائے خدا

فتنہ اور تمام دین ہو جائے (خالص) اللہ کے لئے

فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا

پس اگر باز ایستند پس ہر آئنہ خدا آنچہ

پس اگر باز رہیں تو بیشک اللہ جو

يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۳۹ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ

میکنند بینا است و اگر روئے بگردانند پس بدانید کہ

وہ سب کرتے ہیں دیکھنے والا ہے ۲ اور اگر منہ پھیریں تو جان لو کہ

اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ؕ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝۴۰

خدا مددگار شما است وی نیک یاری دہندہ است

اللہ تمہارا مددگار ہے، وہ کیا ہی اچھا مددگار ہے اور کیا ہی اچھا مدد دینے والا ہے ۳

۱ یعنی رسول اللہ ﷺ کی دشمنی اور مسلمانوں کے ساتھ قتال وغیرہ کے جرم کو ایمان لانے کے سبب اللہ تعالیٰ معاف فرما دیگا۔ کافرین کی جانب سے شامل ہونے والے لوگوں میں سے ایک کثیر تعداد نے بعد میں ایمان قبول کیا جیسے ابوسفیان بن حرب، صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابی جہل، عمرو بن عاص وغیرہ اسی بدر کے قیدیوں میں سے بہت سے ایمان لائے جیسے عباس بن عبدالمطلب، عقیل بن ابی طالب، نوفل بن حارث وغیرہ۔ امام مسلم نے روایت کی ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! آپ اپنا سیدھا ہاتھ دیجئے تا کہ میں بیعت [ایمان لاؤں] کروں، آپ نے ہاتھ دیا تو میں نے اپنے ہاتھ کو کھینچ لیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے عمرو کیا بات ہے؟ میں نے عرض کی میں آپ سے کچھ شرط لگوانا چاہتا ہوں، آپ نے فرمایا: کیسی شرط؟ میں نے عرض کی میرے سارے گناہ معاف ہو جائیں بس یہی شرط لگانا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اے عمرو کیا تمہیں نہیں معلوم کہ بیشک اسلام ماقبل کو منہدم کر دیتا ہے [اسلام سے پہلے تک کے گناہ کو معاف کر دیتا ہے] بیشک ہجرت ماقبل کو منہدم کر دیتی ہے اور بیشک حج ماقبل کو منہدم کر دیتا ہے۔ (مظہری) ابن عربی کہتے ہیں کہ اسلام، ہجرت اور حج کے ماقبل کے گناہوں کو معاف فرمانا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق پر مہربانی ہے کیونکہ کافر حالتِ کفر میں گناہ اور جرائم میں مبتلا رہتا ہے اگر اسے معاف نہ کیا جاتا تو وہ توبہ سے مایوس ہو جاتا۔ جیسے مسلم شریف میں حدیث ہے کہ ننانوے شخص کو قتل کرنے کے بعد قاتل کے دل میں خوف آیا تو اس نے توبہ کا ارادہ کیا اور ایک عابد سے پوچھا کہ میں توبہ کرنا چاہتا ہوں ہمارے گناہ معاف ہو جائیں گے؟ عابد نے کہا کہ تمہارے گناہ معاف نہیں ہونگے اور نہ تمہاری توبہ قبول کی جائے گی، یہ سن کر وہ اسے بھی قتل کر کے پورے سو [۱۰۰] اشخاص کا قاتل بن گیا۔ اس نے ایسا توبہ سے مایوس ہو کر کیا کہ جب میری معافی ہی نہیں ہوگی تو میں اور قتل کرتا رہونگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس کوئی شخص آیا جس نے قتل نہ کیا تھا اور پوچھتا کہ کیا قتل کیلئے توبہ ہے؟ تو آپ تخویف اور تحذیر کے طور پر فرماتے کہ قاتل کیلئے توبہ نہیں ہے اور جب کوئی ایسا شخص آتا جس نے قتل کیا ہوتا اور پوچھتا کہ کیا قاتل کی توبہ قبول ہوتی ہے؟ تو آپ تیسیر اور تالیف کیلئے فرماتے کہ قاتل کی توبہ قبول کی جاتی ہے۔ (القرطبی) ۲ یہاں دین سے ملت اسلام اور وہ چیز جس سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں مراد نہیں ہے ورنہ یہ آیت اور حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ [یہاں تک کہ وہ لوگ جزیہ ادا کریں] میں تعارض لازم آئیگا بلکہ اس سے مراد قہر، غلبہ، استعلاء، سلطان، ملک، حکم ہے اور دین کے یہ سارے معانی قاموس میں ہیں۔ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ الخ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کروں یہاں تک کہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم رکھیں اور زکوۃ ادا کریں پس جس نے ایسا کیا اس نے مجھ سے اپنا خون اور اپنا مال بچا لیا سوائے حق اسلام کے اور اسکا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ سنو جو معاہد پر ظلم کرے، یا عہد توڑے یا اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف دے یا اسکی مرضی کے بغیر اس سے کچھ لے تو میں قیامت کے روز اس کی طرف سے لڑونگا۔ (مظہری) ۳ یعنی جو اسلام سے پھرتا ہے تو وہ اپنا نقصان کرتا ہے۔ (مظہری)

وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا غَنِمۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ

و بدانید کہ آنچہ غنیمت یافتید از کافراں از جنس پس پنجم حصہ اش خدا راست و پیغامبر را

اور جان لو کہ جو غنیمت کی جنس میں سے تم کافروں سے پاؤ پس اسکا پانچواں حصہ اللہ کیلئے ہے اور اسکے رسول کیلئے

وَلِلرَّسُوۡلِ وَلِذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰکِیۡنِ وَابۡنِ

و خویشاوندان و یتیمان و درویشاں و مسافران را اگر

ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کیلئے اگر

السَّبِیۡلِ ۙ اِنۡ کُنۡتُمۡ اٰمَنۡتُمۡ بِاللّٰہِ وَمَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلٰی عَبۡدِنَا یَوۡمَ

ایمان آوردہ اید بخدا و آنچہ فرو فرستادیم بر بندہ خویش روزے کہ جدا شد حق از باطل

تم اللہ پر اور اس پر جو ہم نے اپنے بندے پر (غیبی مدد) اتاری ایمان لائے جس روز حق باطل سے جدا ہوا

الۡفُرۡقَانِ یَوۡمَ الۡتَقَی الۡجَمۡعٰنِ ؕ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۴۱﴾ اِذۡ اَنۡتُمۡ

روزیکہ بہم آمدند دو گروہ و خدا بر ہر چیز توانا ست آنگاہ کہ شما

اور جس روز دو گروہ آپس میں ملے تھے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۱ جس وقت کہ تم

بِالۡعُدۡوَۃِ الدُّنۡیَا وَہُمۡ بِالۡعُدۡوَۃِ الۡقُصۡوٰی وَ

بکنارہ نزدیک بودید و ایشاں بکنارہ دور تر و

نزدیک کے کنارے پر تھے اور وہ سب (کفار) دور کے کنارے پر تھے اور

الرَّکۡبُ اَسۡفَلَ مِنۡکُمۡ ؕ وَلَوۡ تَوَاعَدۡتُّمۡ لَاخۡتَلَفۡتُمۡ فِی

کارواں پاش تر از شما و اگر بایکدیگر وعدۂ جنگ مقرر میکردید البتہ مینمودید در وعدہ خلاف میشودید

قافلہ تم سے بہت نیچے تھا اور اگر ایک دوسرے سے جنگ کے وعدہ کیمطابق سفر کر لیتے تو ضرور تم اختلاف کر بیٹھتے

الۡمِیۡعٰدِ ۙ وَلٰکِنۡ لِّیَقۡضِیَ اللّٰہُ اَمۡرًا کَانَ مَفۡعُوۡلًا ۬ۙ

در وعدہ و لیکن جمع کرد تا بانجام رساند خدا کاریرا کہ کردنی بود

وقت پر لیکن جمع کیا تا کہ اللہ انجام کو پہنچائے اس کام کو جسے کرنا تھا ۲

تفسیر اظہار العرفان

۱ شرع میں غنیمت اس مال کو کہتے ہیں جو حربی سے ازروئے قہر لیا جائے۔ وَلِذِی الۡقُرۡبٰی یعنی رسول اللہ ﷺ کے اقارب۔ اس میں اختلاف ہے کہ آپ کے اقارب کون ہیں؟ پہلے قول کے مطابق جمیع قریش آپکے اقارب ہیں، دوسرے قول کے مطابق صرف بنو ہاشم آپکے اقارب ہیں اور تیسرے قول کے مطابق بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب آپکے اقارب ہیں۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ذَوِی الۡقُرۡبٰی کے حصے کو بنی ہاشم اور بنی مطلب میں تقسیم فرمایا اور بنی عبد شمس اور بنی نوفل کو کچھ بھی نہ دیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ذَوِی الۡقُرۡبٰی کے حصے کو بنی ہاشم اور بنی مطلب میں تقسیم فرمایا تو میں [حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ] اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! بنو ہاشم کے یہ لوگ ہمارے بھائی ہیں اور ہم انکی فضیلت کے منکر نہیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انھیں دی ہے۔ لیکن بنو مطلب میں سے بھی ہمارے بھائی ہیں جنہیں آپ نے حصہ دیا ہے جبکہ ہمیں چھوڑ دیا ہے حالانکہ ہمارے اور انکے درمیان قرابت ہے یکساں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب ایک ہی شے ہیں پھر آپ نے ایک کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر بتایا۔ وَالۡیَتٰمٰی یہ یتیم کی جمع ہے اور یتیم اس بچہ کو کہتے ہیں کہ جسکا باپ اس کے بالغ ہونے سے پہلے مر گیا ہو۔ بچہ کو بالغ ہونے کے بعد یتیم نہیں کہا جائیگا۔ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بلوغت کے بعد یتیمی نہیں ہے۔ وَالۡمَسَاکِیۡنِ یہ مسکین کی جمع ہے اسکی تحقیق ان شاء اللہ مصارف صدقات کے بیان میں آئیگی۔ وَابۡنِ السَّبِیۡلِ یہ اس مسافر کو کہا جاتا ہے جو اپنے گھر سے دور حالتِ سفر میں ہو۔ ائمہ کا اس پر اجماع ہے کہ یہ اصناف اپنے فقر اور حاجت کی بناء پر غنیمت کے مستحق ہیں۔ اگر یَتٰمٰی اور وَابۡنِ السَّبِیۡلِ امیر ہوں تو انھیں نہیں دیا جائیگا۔ اسی طرح بعض نے ذَوِی الۡقُرۡبٰی کے بارے میں کہا ہے کہ یہ بھی اپنے فقر اور حاجت کی بناء پر مستحق ہونگے، لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو دیا حالانکہ آپ کثیر المال تھے۔ ائمہ کا اس پر اجماع ہے اور رواۃ کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی کریم ﷺ مالِ غنیمت کو پانچ حصوں میں تقسیم فرماتے تھے، چار حصے غانمین میں تقسیم فرماتے تھے اور پانچویں حصے کو پھر پانچ حصوں میں تقسیم فرماتے تھے اس میں سے ایک حصہ اپنے لئے رکھتے تھے جسے اپنے اور اپنے اہل پر خرچ فرماتے اس حصہ میں سے اپنے اہل کو ایک سال کا نفقہ دے دیتے تھے باقی جو بچ جاتا تھا اس سے اسلحہ اور مصالح مسلمین پر خرچ کرتے تھے۔ دوسرا حصہ بنی ہاشم اور بنی مطلب کو عنایت فرماتے تھے۔ امام ابن ہمام نے تحفہ میں ذکر کیا ہے کہ تین یعنی یتامیٰ، مساکین اور ابن سبیل ہمارے نزدیک مصارف خمس ہیں لیکن علی الاستحقاق نہیں ہیں یہاں تک کہ دو حصوں کے بعد اگر تینوں حصوں کو ایک ہی مصرف پر خرچ کر دیا جائے جب بھی جائز ہے [جس طرح زکوۃ میں نو اصناف میں سے ہر ایک کو دینا ضروری نہیں ہے بلکہ ان میں سے کسی ایک کو دینے سے زکوۃ ادا ہو جاتی ہے بس اس طرح یتامیٰ، مساکین اور ابن سبیل میں سے کسی ایک کو بھی دے دینا جائز ہے] جبکہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہر ایک کو دینا واجب ہے۔ نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد آپ کا حصہ اور ذَوِی الۡقُرۡبٰی کا حصہ ساقط ہو گیا ہے۔ (مظہری) ۲ عُدۡوَۃٌ وادی کے کنارے کو کہتے ہیں۔ الدُّنۡیَا اَدۡنٰی کی تانیث ہے یعنی تم شامی وادی کے کنارے اور مدینے کے قریب تھے اور مشرکین وادی یمانی کے پاس اور مدینے سے دور تھے۔ الۡقُصۡوٰی اقصٰی کی تانیث ہے۔ اَلرَّکۡبُ بمعنی اونٹ یا سواری۔ یہاں اس سے مراد ابو سفیان اور اسکے ساتھی ہیں۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد کی اور تمہارے دشمن کو ذلیل و خوار کیا۔ (مظہری)

لِّيَهۡلِكَ مَنۡ هَلَكَ عَنۡۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحۡيٰى مَنۡ حَىَّ عَنۡۢ

تا ہلاک شود کسے کہ ہلاک شد است بعد قیام حجت و زندہ ماند کسیکہ زندہ شدہ است بعد قیام

تا کہ جو شخص ہلاک ہو وہ حجت قائم ہونے کے بعد ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ

بَيِّنَةٍ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ۝۴۲ اِذۡ يُرِيۡكَهُمُ اللّٰهُ فِىۡ

حجت و ہر آئنہ خدا شنوای و دانا است آنگاہ کہ بنمود خدا ایشانرا بتو در

حجت قائم ہونے کے بعد زندہ رہے اور بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۱ جسوقت کہ اللہ نے دکھایا انھیں تجھ کو

مَنَامِكَ قَلِيۡلًا ؕ وَلَوۡ اَرٰٮكَهُمۡ كَثِيۡرًا لَّـفَشِلۡتُمۡ وَلَتَـنَازَعۡتُمۡ

خواب تو اندکی و اگر بنمودی ایشانرا بسیار البتہ بزدلی میکردید و بایکدیگر نزاع می نمودید

تیرے خواب میں تھوڑا اور اگر انھیں زیادہ دکھاتا تو ضرور تم بزدلی کرتے اور ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑا کرتے

فِى الۡاَمۡرِ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ۝۴۳

درکار و لیکن خدا سلامت داشت ہر آئنہ وی دانا ست بآنچہ در سینہا ست

کام میں لیکن اللہ نے محفوظ رکھا بیشک وہ جاننے والا ہے جو سینے میں ہے ۲

وَاِذۡ يُرِيۡكُمُوۡهُمۡ اِذِ الۡتَقَيۡتُمۡ فِىۡۤ اَعۡيُنِكُمۡ قَلِيۡلًا وَّيُقَلِّلُكُمۡ

و آنگاہ کہ بنمود بشما ایشانرا چوں رو برو شدند در چشم شما اندکی و کم نمود شما را

اور جسوقت کہ تمہیں دکھایا انھیں، جب تم آمنا سامنا ہوئے تمہاری آنکھوں میں تھوڑا اور کم دکھایا تمہیں

فِىۡۤ اَعۡيُنِهِمۡ لِيَـقۡضِىَ اللّٰهُ اَمۡرًا كَانَ مَفۡعُوۡلًا ؕ وَاِلَى

در چشم آنان تا بانجام رساند خدا کاریرا کہ کردنی بود و بسوے

انکی آنکھوں میں تا کہ اللہ انجام کو پہنچائے اس کام کو جسے کرنا تھا اور اللہ

اللّٰهِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ ۝۴۴ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا لَقِيۡتُمۡ فِئَةً

خدا گردانیدہ شوند کار ہا اے مسلمانان چوں رو برو شوید با گروہی

کی طرف پھیرے جائیں گے تمام امور ۳ اے مسلمانو! جب تم کسی گروہ کا مقابلہ کرو

ع ۷

۱ یعنی ان میں سے جسے مرنا ہے وہ دلیل دیکھ کر مرے اور جسے جینا ہے وہ دلیل کا مشاہدہ کر کے جیئے اس لئے واقعہ بدر آیاتِ واضحات میں سے ہے۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ اسکا معنی یہ ہے کہ جو کفر کرے اس پر حجت قائم ہوجائے اور جو ایمان لائے اس پر حجت قائم ہو جائے۔ (مظہری) وَاِنَّ اللّٰـهَ لَسَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ یعنی جو کفر کریگا اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے اور اسے اسکی سزا دیگا اور جو ایمان لائیگا اللہ تعالیٰ اسے بھی جانتا ہے اور اسے اسکے ایمان کا بدلہ عطا فرمائیگا۔ شاید اس جگہ صفتِ سمیع اور علیم کو اس لئے جمع فرمایا تا کہ دلالت ہو جائے کہ ایمان قول اور اعتقاد کا نام ہے [جب بندہ کلمۂ ایمان کو زبان سے ادا کریگا تو اللہ اس کیلئے سمیع ہے اور ایمان کے صداقت سے متعلق جو اعتقاد رکھتا ہوگا اللہ تعالیٰ اس کیلئے علیم ہے] (روح البیان)

۲ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے روز اپنے صحابہ سے فرمایا کہ جب تک میں حکم نہ دوں تم جنگ شروع نہ کروگے اگر دشمن تمہارے قریب ہوجائے تو یلغار کے بغیر کسی صورت اسے بھگا دینا پھر نبی ﷺ اپنے خوابگاہ میں چلے گئے اور آپ پر نیند کا غلبہ تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! قوم ہمارے قریب ہے اور ہماری جانب مائل ہے پس رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے آپکو خواب میں دشمن کے لشکر کو قلیل دکھایا آپ نے اپنے اصحاب کو اسکی خبر دی۔ ابن اسحاق سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیدار ہو کر حضرت ابوبکر صدیق سے فرمایا کہ مبارک ہو اللہ تعالیٰ کی مدد آگئی ہے یہ جبرائیل جو گھوڑا پر سوار ہیں اور انکے ہاتھ میں تیر کمان ہے۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ فِىۡ مَنَامِكَ بمعنی فِىۡ عَيۡنِكَ ہے یعنی آپکی آنکھوں میں، اس لئے کہ آنکھ موضع نوم ہے۔ (مظہری) حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو خواب میں کفار قریش کے لشکر کو قلیل دکھایا آپ نے اسکی خبر اپنے صحابہ کو دی تو صحابہ نے کہا کہ نبی کا خواب حق ہے اور قوم قلیل ہے پس یہی انکی قوت کا سبب بنا۔ وَلَوۡ اَرٰكَهُمۡ كَثِيۡرًا لَّفَشِلۡتُمۡ الخ یعنی تم سستی کرتے اور صف سے پیچھے ہٹ جاتے۔ حدادی کہتے ہیں کہ فشل خوف کیساتھ کمزوری کو کہتے ہیں۔ (روح البیان) اِنَّهٗ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں کیا ہے اور جو تمہارے احوال میں تغیر ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ جو تمہارے دلوں میں اسکی محبت ہے۔ (مظہری) ۳ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بدر کے روز کفار کے لشکر کو ہمیں اتنا قلیل کر کے دکھایا کہ میں نے اپنے برابر والے ساتھی سے کہا کہ کیا تم انھیں دیکھتے ہو کہ وہ سب نوے افراد پر مشتمل ہیں میرے ساتھی نے کہا کہ میں انھیں تقریباً سو افراد پر مشتمل دیکھتا ہوں پس میں نے ایک شخص کو کفار قریش کے لشکر میں سے جب قید کیا تو اس سے پوچھا کہ تم لوگ تعداد میں کتنے ہو اس نے کہا کہ ایک ہزار۔ وَيُقَلِّلُكُمۡ فِىۡۤ اَعۡيُنِهِمۡ۔ مسلمانوں کو انکی تعداد انکی نگاہوں میں دکھانے کا مقصد یہ تھا کہ کفار قریش انھیں دیکھ کر بھاگ نہ جائیں یہاں تک کہ ابوجہل مسلمانوں کے لشکر کی قلت دیکھ کر کہنے لگا کہ انھیں رسیوں میں باندھ دو اور ان سے لڑائی مت کرو۔ ابوجہل نے یہ بھی کہا کہ بیشک محمد (ﷺ) اور انکے اصحاب ہمارے اونٹ کی خوراک ہیں۔ (مظہری) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو اشیاء کے حقائق از روئے صدق اور حق دکھاتا ہے اور آپ اسکی خبر دیتے ہیں پھر ارباب صورت اسے ظاہر میں دیکھتا ہے تو اختلاف کر بیٹھتا ہے اور اسکے ذریعے سے اللہ تعالیٰ مؤمن اور منافق کا امتحان لیتا ہے پس مؤمن اپنے ایمان پر ثابت قدم رہتے ہوئے اپنے نبی ﷺ کی تصدیق کرتا ہے اور بغیر اعتراض کے اپنے نبی ﷺ کے فرمان کے آگے سرنگوں ہوجاتا ہے جبکہ اس قسم کے واقعات میں منافق کا قدم متزلزل ہوجاتا ہے اور وہ تصدیق کی بجائے اعتراض کر بیٹھتا ہے جس سے اسکا نفاق بڑھ جاتا ہے۔ (روح البیان)

فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَاَطِيْعُوا

پس ثابت باشید و یاد کنید خدا را بسیار بود کہ شمار رستگار شوید و فرمانبرداری کنید

تو ثابت رہو اور یاد کرو اللہ کو بہت زیادہ تا کہ تم فلاح پاؤ ۱ اور فرمانبرداری کرو

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ

خدا و رسول او را و نزاع مکنید کہ دریں صورت بزدل شوید و برود دولت شما

اللہ کی اور اسکے رسول کی اور جھگڑا مت کرو اس صورت میں تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری فتح مندی چلی جائیگی

وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ

و شکیبای ورزید ہر آئنہ خدا با شکیبہا یانست و مباشید مانند کسانیکہ

اور صبر اختیار کرو بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ۲ اور نہ ہو جاؤ ان لوگوں کی طرح جو

خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَاۗءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ

بیروں آمدند از شہر خویش از روئے سرکشی و خود نمائی بمرماں و باز میدارند

اپنے شہر سے سرکشی کے طور پر باہر آئے اور لوگوں کو دکھانے کیلئے اور روکتے ہیں

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۴۷﴾ وَاِذْ زَيَّنَ

از راہ خدا و خدا بآنچہ میکنند در گیرنداست و آنگاہ کہ مزین ساخت

اللہ کے راستے سے اور اللہ جو وہ سب کرتے ہیں احاطہ کرنے والا ہے ۳ اور جسوقت کہ مزین کیا

لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ

شیطان برائے ایں کافران کردار ہائے ایشانرا وگفت ہیچکس از مردمان غلبہ کنندہ نیست بر شما امروز ہر آئنہ من

شیطان نے ان کافروں کیلئے انکے کردار کو اور کہا لوگوں میں سے کوئی تم پر آج کے روز غلبہ پانے والا نہیں ہے بیشک میں

جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَاۗءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰي عَقِبَيْهِ

مدد کنندہ ام شما را پس چوں رو برو شدند ہر دو گروہ باز گشت شیطان برپا شنہائے خود

مدد کرنے والا ہوں تمہاری پس جب ہر دو گروہ آمنا سامنا ہوئے تو شیطان اپنی ایڑیوں کے بل پھر گیا ۴

۱ یعنی جنگ میں جب تمہارا مقابلہ گروہ کافرین سے ہو۔ واضح رہے کہ "فِئَةً" کو موصوف بنا کر اسکی صفت نہیں لائی گئی اس لئے کہ ایک مؤمن کی شان یہ ہے کہ کافرین سے ہی لڑتا ہے۔ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا اس میں تنبیہ ہے کہ بندہ ایسے امور میں مشغول نہ ہو جسکے سبب وہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو جائے اور شدائد کے وقت اسی سے التجا کرے۔ (مظہری)

۲ یعنی اعداء سے قتال کرنے میں اور اللہ تعالیٰ کے دین کو سربلند کرنے میں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو۔ آپس میں اختلاف نہ کرو جس طرح تم نے بدر کے روز اختلاف کیا اور اُحد کے روز کمزوری دکھائی۔ وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ یہاں "رِیْحٌ" حکومت اور نفاذِ امر وغیرہ سے مستعار ہے۔ سدی کہتے ہیں کہ اس سے مراد جرأت و بہادری ہے۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ اس سے مراد "حِدَّتُكُمْ" یعنی تمہاری حدت ہے۔ حضرت نضر بن شمیل کہتے ہیں کہ اس سے مراد "قوت" ہے حضرت قتادہ اور ابن زید کہتے ہیں کہ رِیْحُكُم اپنے اصل معنی میں ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہوا بھیج کر دشمن کے مقابلے میں مدد فرماتا ہے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ میری مدد صبا [پروائی ہوا] سے کی گئی اور عاد کو دبور [پچھوائی ہوا] سے ہلاک کیا گیا۔ حضرت نعمان بن مقرن کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کیساتھ غزوات میں حاضر ہوا آپ اول نہار میں قتال نہ فرماتے تھے یہاں تک کہ سورج ڈھل جاتا' ہوا چلتی اور مدد اترتی' اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ حضرت عمرو بن عبداللہ کا آزاد کردہ غلام سالم ابو نصر جو کہ کتابت کرتے تھے۔ حضرت اوفی بن عبداللہ نے ایک کتاب لکھوائی جس میں یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعض ایام میں دشمنوں سے مقابلہ کیا آپ نے اس دوران سورج کے ڈھلنے کا انتظار فرمایا پھر آپ لوگوں میں کھڑے ہوئے اور فرمایا اے لوگو! دشمن سے ملنے کی تمنا مت کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو۔ پس جب تم دشمن سے مقابلہ کرو تو صبر کرو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سایہ تلے ہے۔ پھر آپ نے دعا فرمائی۔ "اے اللہ! اے کتاب کے اتارنے والے! اے بادلوں کو چلانے والے اور لشکروں کے بھگانے والے! ان کو بھگا اور ہماری مدد فرما" جب اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم دیا تو اس میں صبر اور اخلاص نیت کا حکم دیا اس لئے کہ اعمال کا دارومدار نیات پر ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے اموال کو نہیں دیکھتا لیکن تمہارے قلوب اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔ (مظہری)

۳ ابن جریر نے محمد بن کعب قرظی سے روایت کی ہے کہ جب قریش بدر کو روانہ ہوئے تو گانے بجانے والی لڑکیاں اور دفیں اپنے ساتھ لے گئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی [اسکا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے چلے] (لباب النقول فی اسباب النزول) کہا گیا ہے کہ نعمت کے شکر کی بجائے نعمت کے سکر [نشہ] میں پڑ جانا بطر کہلاتا ہے۔ رِئَاۗءَ النَّاسِ لوگوں کو دکھلانے کی صورت یہ ہے کہ اپنی اچھائی کو ظاہر کرے اور اپنی برائی کو چھپالے یعنی منکر کثرتِ مال' کثرتِ عدد اور اپنی سخاوت لوگوں کو دکھلاتے نکلے تاکہ لوگ انکی تعریف کریں اور انکی برائی کے معترف ہو جائیں۔ (مظہری)

۴ شیطان نے عداوتِ نبی ﷺ کو ان کے لئے مزین کر دیا یہ واقعہ دار الندوہ سے متعلق ہے اسکا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اس روز شیطان سراقہ بن مالک بن جعشم کی صورت میں آیا تھا۔ جب اس نے بدر والے روز مسلمانوں کی مدد کیلئے آسمان سے فرشتوں کو اترتے ہوئے دیکھا اور سمجھ گیا کہ ہمارے پاس ان سے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے تو الٹے پاؤں وہاں سے بھاگ نکلا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ شیطان اپنے لشکر کیساتھ بدر میں اور اسکے لشکر والوں کی صورت مدلج کے لوگوں کی طرح تھی اور شیطان سراقہ بن مالک بن جعشم کی شکل میں آیا جب اس نے فرشتوں کو اترتے دیکھا تو مشرکین سے کہا کہ آج کے دن تمہارے لئے غلبہ نہیں ہے۔ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام شیطان کے پاس آئے تو اسوقت شیطان مشرکین کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے محو گفتگو تھا فوراً ہاتھ چھڑا کر وہاں سے بھاگ نکلا۔ (مظہری)

وَقَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّیْۤ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّیْۤ

و گفت ہر آئنہ من بے تعلقم از شما ہر آئنہ من بینم آنچہ شما نمی بینید ہر آئنہ من

اور کہا کہ بیشک میں تم سے بے تعلق ہوں اور بیشک میں وہ چیز دیکھ رہا ہوں جسے تم نہیں دیکھ پاتے بیشک میں

اَخَافُ اللّٰهَ ؕ وَاللّٰهُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۴۸﴾ اِذْ یَقُوْلُ

می ترسم از خدا و خدا سخت عقوبت است آنگاہ کہ می گفتند

ڈرتا ہوں اللہ سے اور اللہ سخت عذاب والا ہے ۱ جسوقت کہ کہتے تھے

الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰۤؤُلَآءِ

منافقان و آنانکہ در دل ایشاں بیماریست فریب داد ایں مسلمانانرا

منافقین اور وہ لوگ جن کے دل میں بیماری ہے فریب دیا ان مسلمانوں کو

دِیْنُهُمْ ؕ وَمَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَی اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۴۹﴾

دین ایشاں و ہر کہ توکل کند بر خدا ہر آئنہ غالب درست کار است تعجب میکنی اگر میدیدی

ان کا دین اور جو کوئی بھروسہ کرے اللہ پر تو بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے ۲

وَلَوْ تَرٰۤی اِذْ یَتَوَفَّی الَّذِیْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ یَضْرِبُوْنَ

اے بینندہ چوں فرشتگاں قبض ارواح کافران میکنند میزنند

اے دیکھنے والے جب فرشتے کافروں کی ارواح قبض کرتے ہیں تو مارتے ہیں

وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ﴿۵۰﴾ ذٰلِكَ

بر روئے ایشاں و برپشت ایشاں و میگویند بچشید عذاب سوزان ایں

انکے چہرے پر اور انکے پشت پر اور کہتے ہیں چکھو جلانے والا عذاب ۳ یہ اس کردار کے

بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ﴿۵۱﴾

بسبب آں کردار ست کہ پیش فرستاد است دست شما و بسبب آنست کہ خدا ظلم کنندہ نیست بر بندگان

سبب ہے جسے تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے اور یہ اس سبب کہ اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے ۴

تفسیر اظہار العرفان

۱ اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ ۔حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ ابلیس نے جملہ اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ کہا اور اس میں وہ سچا تھا اور اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ کہا لیکن اس میں وہ جھوٹا تھا۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں ڈرتا ہوں کہ جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ تمہیں ہلاک کردے کہیں ان ہی چیزوں سے ہمیں بھی ہلاک نہ کر دے۔ کلبی کہتے ہیں کہ ابلیس، حضرت جبرائیل علیہ السلام کی پکڑ سے ڈر گیا تھا۔ بعض نے کہا کہ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ کا مطلب یہ ہے کہ ''میں جانتا ہوں کہ اللہ کا وعدہ اپنے دوستوں کیلئے سچا ہے''۔ ایک قول یہ ہے کہ اَخَافُ اللّٰهَ کے بعد علیکم مقدر نکالا جائیگا۔ اب معنی یہ ہوگا کہ ''میں تم پر شدید عذاب کے آنے سے ڈرتا ہوں''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان عرفہ کے روز سب سے زیادہ ذلیل اور حقیر ہوتا ہے کیونکہ اس روز اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور اپنے بندوں کے بڑے سے بڑا گناہ معاف فرماتا ہے، پھر شیطان بدر کے روز سب سے زیادہ ذلیل خوار ہوا۔ (مظہری)

۲ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سندِ ضعیف کیساتھ مروی ہے کہ جب اللہ نے مکے میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آیت سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ نازل فرمائی تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کونسی جماعت؟ یہ آیت جنگِ بدر سے پہلے نازل ہوئی تھی پھر جب یہ جنگ واقع ہوئی تو قریش شکست کھا گئے اسوقت میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تلوار سونتے ہوئے اور یہ آیت سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ تلاوت فرماتے ہوئے ان کا تعاقب کر رہے ہیں تب معلوم ہوا کہ یہ آیت جنگ بدر کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے انکے بارے میں یہ آیت حَتّٰۤی اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِیْهِمْ بِالْعَذَابِ [مومنون:۶۴] اور اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا [ابراھیم:۲۸] نازل فرمائیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریاں پھینکیں تو لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور منہ فق ہو گئے۔ [دوسری روایت میں ہے کہ] معرکہ بدر کے دن عتبہ بن ربیعہ اور دوسرے مشرکین نے کہا کہ مسلمانوں کو ان کے دین نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) جب مسلمان تین سو تیرہ کی تعداد میں مدینہ منورہ سے بدر کیلئے نکلنے کی تیاری کر رہے تھے تو منافقین کو حیرانگی ہوئی کہ ابوجہل ایک ہزار کا لشکر جرار لیکر آ رہا ہے اور یہ مسلمان اتنی قلیل تعداد میں انکے مقابلے کیلئے نکل رہے ہیں۔ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ یعنی وہ لوگ جن کے قلوب ایمان پر مطمئن نہیں ہیں اور انکے دل شکوک وشبہات میں پڑے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ اس سے مشرکین مراد ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ منافقین مراد ہیں۔ امام بغوی کہتے ہیں کہ اَلَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ سے مراد وہ لوگ ہیں جو مکہ میں مستضعفین تھے جب یہ لوگ ایمان لائے تو انکے اقرباء نے انھیں ہجرت سے روکا پھر جب قریش کثیر تعداد میں بدر کیلئے نکلے تو انھیں بھی ساتھ لیا یہ لوگ کرھا ساتھ تو نکلے پھر جب مسلمانوں کی تعداد کم دیکھی تو شکوک وشبہات میں پڑ گئے اور دین اسلام سے ارتداد کیا اور کہا کہ ''انکے دین نے انھیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے''۔ (مظہری) ۳ کہا گیا ہے کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو بدر میں قتل ہونے سے بچ گئے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں بدر میں قتل کیا گیا۔ حضرت مجاہد، حضرت سعید بن جبیر اور حضرت حسن فرماتے ہیں کہ ملائکہ انکی پیٹھ پر کوڑے مارتے تھے۔ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے ابوجہل کی پیٹھ ایسی دیکھی ہے جیسے کہ کسی اونٹ نے روند ڈالا ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ملائکہ کے مارنے کے سبب سے ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ ضرب موت کے وقت واقع ہوتی ہے اور قیامت کے روز فرشتے پیٹھ پر مارتے ہوئے جہنم کی جانب لے جائیں گے اور کہیں گے ''آگ کا عذاب چکھو''۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز داروغہ جہنم ان مشرکین سے کہے گا کہ ''آگ کا عذاب چکھو''۔ (القرطبی) ۴ یعنی بتوں کی عبادت کر کے جو تم نے کمایا ہے یہ عذاب اسی کے بارے میں ہے اللہ تعالیٰ تم پر ذرہ برابر بھی ظلم نہ کریگا اس لئے کہ اس نے ہدایت کے راستے کو خوب واضح کیا اور اپنے رسولوں کو مبعوث فرمایا لیکن ان لوگوں نے انکی مخالفت کی۔ (القرطبی)

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

مانند عادت قوم فرعون و آنانکه پیش از ایشاں بودند کافر شدند بآیات

فرعون کی قوم کی عادت کی مثل اور وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے منکر ہوئے اللہ کی

فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ

خدا پس گرفتار کرد ایشانرا خدا بگناہان ایشاں ہر آئنہ خدا قوی سخت

آیتوں کے پس اللہ نے ان کے گناہوں کے سبب انھیں پکڑا بیشک اللہ قوت والا' سخت

الْعِقَابِ ﴿۵۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا

عقوبت است ایں بسبب آنست کہ خدا نیست ہرگز تغیر دہندہ ہیچ نعمتی کہ انعام کردہ باشد آنرا

عذاب والا ہے [1] یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ ہرگز (اس نعمت) کو نہیں بدلتا جسے اس نے

عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ

بر قومی تا آنکہ ایشاں بدل کنند حالی را کہ در ذات ایشاں است و بہ سبب آنست کہ ہر آئنہ خدا شنوای و

کسی قوم پر انعام کیا ہو یہاں تک کہ وہ سب اس حال کو (خود نہ) بدل ڈالیں جو انکی ذات میں ہے اور بیشک اللہ سننے

عَلِيْمٌ ﴿۵۳﴾ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا

دانا است مانند حال کسان فرعون و آنانکہ پیش از ایشاں بودند دروغ شمردند

والا جاننے والا ہے [2] قوم فرعون کے حال کی مثل اور وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے

بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ

آیات پروردگار خویش را ہلاک ساختیم ایشانرا بگناہان ایشاں و غرق ساختیم کسان

اپنے رب کی آیتوں کو جھٹلایا تو ہم نے انھیں ہلاک کیا انکے گناہوں کے سبب اور ہم نے غرق کیا قوم

فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۵۴﴾ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ

فرعون را و ہر یک ستمگاران بودند ہر آئنہ بد ترین جنبندگان

فرعون کو اور ہر ایک ظلم کرنے والے تھے [3] بیشک جانوروں میں بد ترین

تفسیر اظہار العرفان

[1] الداب بمعنی عادت انھیں عذاب دینے میں وہی عادت ہے جیسی آل فرعون کو عذاب دے رہا ہے۔(القرطبی)

[2] یعنی اللہ تعالیٰ اپنی خاص نعمتوں کو بدلنے والا نہیں ہے جیسا کہ اہل مکہ نے خود ان نعمتوں کو بدل ڈالا یعنی امن' رزق' عزت' اصحاب فیل کو روکنا اور بدر کے روز مشرکین کو قتل اور قید کرنا۔ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ یعنی وہ لوگ اپنے اچھے احوال کو برے احوال کی جانب بدل دیتے ہیں جیسے قریش کا دین اسماعیل اور ملت ابراہیم میں تغیر کرنا' صلۂ رحم' بیت اللہ شریف کی نگرانی' مہمانوں کو کھانا کھلانا' حاجیوں کو پانی پلانا اور رسول اللہ ﷺ کی عداوت مول لینا وغیرہ۔ اصحاب تاریخ کہتے ہیں کہ کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی' عبد مناف کے دادا' رسول اللہ ﷺ کے دادا کے دادا اور کلاب سے پہلے سب دین اسماعیل علیہ السلام پر تھے اور اکابرین میں سے ہر ایک دوسرے کو وصیت کر جاتے تھے کہ اسی دین پر تم قائم رہو گے' پھر قصی بن کلاب کے زمانے میں اولاد اسماعیل میں تبدیلی آئی اور ان لوگوں نے دین ابراہیم میں تبدیلی کی اور بتوں کی عبادت کا طریقہ رائج کیا۔ کعب بن لوی نے اولاً تمام عرب کو جمع کیا اور قریش کے یہاں ایک خطبہ دیا اس خطبہ میں انھوں نے نبی آخر الزماں ﷺ کی بعثت کی خبر دی اور تاکید کی کہ تم لوگ انکی پیروی کرنا اور ان پر ایمان لانا۔ قصی نے منیٰ اور عرفات میں حجاج کیلئے کھانا کھلانے کا انتظام کیا' حاجیوں کو پانی پلانے کیلئے حوض بنوایا' مزدلفہ میں روشنی کا انتظام کیا تا کہ کوئی حاجی راستہ نہ بھول جائے۔ جس نے اول دین اسماعیل میں تغیر کیا اور بت پرستی کا طریقہ لوگوں میں رائج کیا وہ عمرو بن لحی الخزاعی تھا۔ سدی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت حضرت محمد ﷺ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے قریش اور اہل مکہ پر انعام کے طور پر نازل کیا پس ان لوگوں نے انکی تکذیب کی اور انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے انصار کی جانب پھیر دیا۔ کہا گیا ہے کہ اہل مکہ اور آل فرعون کیلئے کوئی اچھا حال نہ تھا مگر اللہ تعالیٰ نے انھیں ایک ناراضگی سے دوسری ناراضگی کی جانب پھیر دیا۔ (مظہری) حدادی کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں بھوک میں کھلایا' خوف سے امن میں لایا' انکی ہدایت اور رہنمائی کیلئے رسول بھیجا اور کتاب ان ہی کی زبان میں نازل فرمائی پھر انھوں نے ان نعمتوں کو بدل ڈالا' ان نعمتوں کا شکر بجا نہیں لائے اور نہ ان نعمتوں کی قدر پہچانی پس اللہ تعالیٰ نے بھی بدل ڈالا اور انھیں ہلاک کیا اور بدر کے روز انھیں عذاب دیا۔ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ یعنی اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کو جانتا اور سنتا ہے جو تم کرتے ہو اور کہتے ہو اور جسے تم چھوڑتے ہو۔ (روح البیان)

[3] اللہ تعالیٰ نے قبطیوں کو دریا میں غرق کیا اور قریش کو مقتول۔ اس میں اشارہ ہے کہ فرعون اور اسکی قوم کو دریا میں غرق اس لئے کیا تھا کہ فرعون نے ربوبیت کا جھوٹا دعویٰ کیا اور اسکی قوم نے اسے اپنا رب مان لیا تھا گویا کی یہ جو ہر روحانیہ میں فساد تھا اور ہر ایک نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا اور اسکی آیات کو جھٹلایا اس لئے اپنے آپ پر ظلم کرنے والے تھے۔ فرعون اور اسکی قوم ظلم اور کفر کے ساتھ پیدا نہیں ہوئی تھی بلکہ معاشرے کی صحبت کی پناہ پر فساد' ظلم اور معاصی کی جانب مائل ہوئے' پس تجھ پر بھی لازم ہے کہ تو اپنی حفاظت کر اور اللہ تعالیٰ کا زیادہ سے زیادہ شکر بجالا تا کہ کفر اور معاصی کے دلدل سے بچا رہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے نعمت چھین لیتا ہے جو اسکی نعمت کی قدر نہیں پہچانتے۔ پس اس باب میں قناعت کو اپنا شیوہ بنانا چاہیئے تا کہ بندہ ہر حال میں اسکا شکر بجالائے اور اسکی نعمت کی قدر پہچانے۔ (روح البیان)

عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٥﴾ اَلَّذِيْنَ

نزدیک خدا آنانند که کافر شدند پس ایمان نمی آرند آنانکه

اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو کافر ہوئے پس وہ ایمان نہیں لائیں گے [1] وہ جن سے

عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ

عہد بستہ ای با ایشاں باز می شکنند عہد ایشاں در ہر

تم نے عہد باندھا ہے پھر توڑتے ہیں اپنے ہر عہد کو ہر

مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ﴿٥٦﴾ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ

مرتبہ و ایشاں پرہیز نمی کنند پس اگر بیابی ایشانرا در جنگ متفرق ساز

مرتبہ میں اور وہ سب ڈرتے نہیں ہیں [2] پس اگر جنگ میں تمہارے ہتے چڑھ جائیں تو انھیں قتل کر کے تتر بتر کر ڈالو

بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ

بسبب کشتن ایشاں آنانرا کہ پس پشت ایشاں باشند بود کہ پند پذیر شوند و اگر بترسی از

ان لوگوں کو جو ان کے پیچھے رہ گئے ہوں تا کہ نصیحت حاصل کریں [3] اور اگر تمہیں خوف ہو

قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ

گروہی خیانت را پس باز گردان بسوے ایشاں عہد ایشانرا بنوعیکہ ہمہ برابر شوند ہر آئنہ خدا دوست نمی دارد

کسی گروہ سے خیانت کا تو پھینک دو انکی جانب انکے عہد کو اس طرح کہ سب برابر ہو جائیں بیشک اللہ دوست نہیں

الْخَآئِنِيْنَ ﴿٥٨﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ؕ اِنَّهُمْ

خیانت کنندگانرا و باید کہ نہ پندارند کافراں کہ ایشاں پیش دستی کردہ اند کہ ہر آئنہ ایشاں

رکھتا ہے خیانت کرنے والوں کو [4] اور چاہئے کہ کافرین یہ خیال نہ کریں کہ وہ سب (مسلمانوں سے)

لَا يُعْجِزُوْنَ ﴿٥٩﴾ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ

عاجز نتوانند ساخت و مہیا سازید اے مسلماناں برائے ایشاں آنچہ توانید از توانائی و از

آگے نکل گئے ہیں ہرگز مسلمانوں کو ہرا نہیں سکتے ہیں اور تیار کرو اے مسلمانو! ان کیلئے جو میسر آئے قوت سے اور

ع ۷

تفسیر اظہار العرفان

[1] ابو شیخ نے حضرت سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ یہ آیت یہود کے چھ گروہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جن میں ابن تابوت بھی تھا۔ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ اس جملہ کے ذریعے ان لوگوں سے احتراز کیا جو لوگ کفر کو چھوڑ کر ایمان لائے اور اپنے اسلام کو خوب سنوارا' یا یہ جملہ اخبار ہے کہ ان لوگوں کی طبیعت میں کفر ہے اس لئے ایمان نہیں لائیں گے یعنی علم باری تعالیٰ میں انکا کفر مستقر ہے اس لئے ایمان نہیں لائیں گے یہ عام ہے اور ہر ایک کو شامل ہے جو کفر پر مرا ہو۔ (مظہری)

[2] یہاں عہد توڑنے والے سے مراد بنو قریظہ ہے کیونکہ ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک خط مہاجرین و انصار کے مابین معاہدہ سے متعلق لکھا پھر اس عہد کو توڑا جو انکے اور رسول اللہ ﷺ کے مابین ہوا اور نبی کریم ﷺ کے مقابلے میں کفار کی مدد کی۔ کعب بن اشرف مکہ گیا اور کفار کو مخالفتِ رسول ﷺ پر تعاون کا یقین دلا کر آیا۔ وَهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ مروی ہے کہ معاذ بن جبل' بشر بن براء اور داؤد بن سلمہ نے کہا: اے گروہِ یہود! اللہ سے ڈرو اور ایمان لاؤ تحقیق تم لوگ ہم پر اور اہل شرک پر حضرت محمد ﷺ کے وسیلے سے فتح طلب کرتے تھے اور تم خبر دیتے تھے کہ وہ نبی عنقریب تشریف لانے والے ہیں اور اس نبی کی صفات تم ہمیں بتاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں زمین پر چلنے والوں میں سب سے زیادہ برا کہا اس لئے کہ یہ لوگ شر الناس ہیں بلکہ شر الخلائق کفار ہیں اور شر الکفار کفر پر اصرار کرنے والے ہیں اور شر المصرین وہ لوگ ہیں جو عہد کو توڑتے ہیں۔ (مظہری)

[3] تشرید اضطراب پر جدا ہونے کو کہتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ پس انکے آنے والوں کیلئے عبرت ہو جائے یعنی ان لوگوں نے آپکے عہد کو توڑا جسکے جرم میں یہ قتل کئے گئے اور آپس میں اختلاف کر کے جدا ہو گئے۔ (مظہری) شَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ. حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ انذرھم من خلفھم "جو لوگ انکے بعد ہیں انھیں اس سے ڈراؤ" کے معنی میں ہے۔ حضرت ابو عبید کہتے ہیں کہ یہ قریش کیلئے لغت ہے اور شرد بھم بمعنی سمّع بھم "اسے پھیلاؤ" کے معنی میں ہے۔ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ نکّل بھم "انھیں اسکی سزا دو" کے معنی میں ہے۔ زجاج کہتے ہیں کہ انکے ساتھ قتل کا عمل کرو تا کہ جو انکے پیچھے ہیں جدا ہو جائیں۔ (القرطبی) [4] ابو شیخ نے ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ آپ نے ہتھیار کھول دیئے ہیں، حالانکہ ابھی ایک قوم کا معاملہ باقی ہے' اللہ تعالیٰ نے آپکو بنی قریظہ سے بھی نمٹ لینے کا حکم فرمایا ہے۔ انہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (الباب النقول فی اسباب النزول) جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینے تشریف لائے تو آپ نے انصار و یہود کو بلا کر ان سے حلیفانہ معاہدہ کر لیا جسکی رو سے مدینے پر بیرونی حملہ کی صورت میں دونوں فریق مل کر دفاع کرنے کے پابند تھے لیکن جب مشرکین نے شوال ۵ ہجری میں مدینے پر جنگ احزاب مسلط کی تو بنی قریظہ نے غداری کی اور حملہ آوروں سے مل گئے اس غزوہ سے فارغ ہو کر جب لشکر اسلام گھروں میں واپس پہنچا تو آیت وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً نازل ہوئی یعنی اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت کا خوف ہو تو اسکا معاہدہ اسکے منہ پر مار دیجئے اسکا صاف مطلب یہ تھا کہ بنی قریظہ کو اسکی بدعہدی کا مزہ چکھایا جائے۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے جنگ احزاب کے فوراً بعد ذیقعدہ ۵ ہجری میں انکا محاصرہ کر لیا محاصرے کو ابھی تین ہفتے بھی نہ گذرے تھے کہ بنی قریظہ نے اس شرط پر شکست تسلیم کر لی کہ سعد بن معاذ انصاری جو فیصلہ کریں گے انھیں منظور ہوگا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ کیا کہ مردوں کو قتل کیا جائے' عورتوں اور بچوں کو گرفتار کیا جائے اور انکا مال اسباب مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) [5] بغوی کہتے ہیں کہ یہ آیت ان مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی جو غزوہ بدر میں بھاگ نکلے تھے۔ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ یعنی وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور دسترس سے بھاگ نہیں سکتے ہیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں "لا" زائد ہے یعنی ان لوگوں نے گمان کیا کہ ہم نے اللہ کو عاجز کیا۔ (مظہری)

رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَ

آمادہ ساختن اسپاں بترسانید باں دشمن خدارا و دشمن خویش را و

گھوڑے کو تیار رکھنا ان سے اللہ کے دشمنوں کو ڈرانا اور اپنے دشمن کو اور

اٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ؕ وَمَا

قومی دیگر را نیز بجز ایشاں شما نمی دانید ایشانرا و خدا می میداند ایشانرا و آنچہ

دیگر قوم کو جو ان کے سوا ہو تم نہیں جانتے ہو انھیں اور اللہ جانتا ہے انھیں اور جو

تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ

خرچ کنید از ہر چہ باشید در راہ خدا تمام دادہ شود بشما و شما

خرچ کرو گے خواہ کوئی چیز ہو اللہ کی راہ میں' پورا دیا جائیگا تمہیں اور تم پر

لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿٦٠﴾ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ

ستم کردہ نشوید و اگر میل کنند بصلح پس توہم میل کن بسوئے آں و توکل کن

ظلم نہ کیا جائیگا ۱ اور اگر مائل ہوں صلح کی جانب' تو انکی جانب بھی مائل ہو جاؤ اور بھروسہ کرو

عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٦١﴾ وَاِنْ يُّرِيْدُوْا اَنْ

بر خدا و ہر آئنہ وے شنوای و دانا است و اگر خواہند کہ

اللہ پر اور بیشک وہ سننے والا جاننے والا ہے ۲ اور اگر وہ چاہیں کہ

يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِيْۤ اَيَّدَكَ

فریب دہندہ ترا پس کفایت کنند است ترا خدا ہمونست آنکہ قوت داد ترا

فریب دیں آپ کو تو اللہ آپ کیلئے کافی ہے وہی ہے جس نے تمہیں قوت دی

بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٢﴾ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ

بیاری دادن خود و بمسلمانان و ہمونست آنکہ الفت داد میان دلہائے ایشاں و اگر خرچ میکردی

اپنی مدد سے اور مسلمانوں سے ۳ اور وہی ہے جس نے محبت ڈالی انکے دلوں کے درمیان اگر تم خرچ کرتے

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی آلات حرب اور ایسے اعمال تیار رکھو جس سے جنگ میں قوت ملے مثلاً گھوڑے اور اسلحہ وغیرہ۔ اسی طرح تیر اندازی اور بندوق وغیرہ سے نشانہ بازی کا کھیل وغیرہ۔ اسی قبیل سے مال جمع کرنا ہے تا کہ اسے جہاد کیلئے خرچ کیا جا سکے۔ کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ مضبوط قلعہ جنگی دفاع کیلئے تیار رکھو۔ حضرت عقبہ بن عامر ﷜ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا اس حال میں کہ آپ منبر پر تشریف فرما تھے آپ نے یہی آیت تلاوت فرما کر قوۃ کے بارے میں فرمایا: سنو قوت تیر ہے' سنو قوت تیر ہے' سنو قوت تیر ہے۔ حضرت ابو نجیح سلمی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: آپ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک تیر دے تو جنت میں اس کیلئے ایک درجہ ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک تیر دشمن کی جانب پھینکے تو اس کیلئے دو گنا ثواب رکھا جائیگا۔ حضرت عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: آپ ﷺ نے فرمایا ایک کمان کے بدلے اللہ تعالیٰ تین شخص کو جنت میں داخل فرمائیگا۔ نیک نیتی سے اسکے پھینکنے والے کو' اس کے بنانے والے کو اور اسکی مدد کرنے والے کو۔ وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ. حضرت ابو ہریرہ ﷜ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص جہاد کیلئے ایک گھوڑا از روئے ایمان اور اسکے وعدہ کی تصدیق کیلئے دے تو اللہ تعالیٰ اسکی غذا' پھیپھڑا' لید اور پیشاب کو بھی قیامت کے روز میزان میں تولے گا۔ حضرت انس ﷜ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گھوڑے کی پیشانی میں برکت ہے۔ حضرت زید بن خالد روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے غازی کو جہاد کیلئے ساز و سامان دیا تو وہ بھی غازی ہے الخ۔ حضرت ابو مسعود انصاری ﷜ سے روایت ہے کہ ایک شخص نکیل شدہ اونٹنی لیکر آیا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! یہ جہاد کیلئے ہے پس آپ نے فرمایا کہ تیرے لئے قیامت کے روز اسکا بدلہ سات سو نکیل شدہ اونٹنیوں سے ہوگا۔ حضرت انس ﷜' رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ مشرکوں سے اپنے اموال' جان اور زبان سے جہاد کرو۔ حضرت خزیمہ بن فاتک ﷜ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کریگا تو اللہ تعالیٰ اسے سات سو گنا بڑھا کر دیگا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو ﷜ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ غازی کیلئے اسکا اجر ہے اور اسکی مدد کرنے والے کیلئے اسکی مثل اجر ہے۔ حضرت علی' حضرت ابو الدرداء' حضرت ابو ہریرہ' حضرت ابو امامہ' حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت عمران ﷜ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص جہاد کیلئے خرچ بھیجے اور خود اپنے گھر میں رہے تو اسے ہر ایک درہم کے عوض سات سو درہم کا ثواب دیا جائیگا اور جو خود جہاد میں شریک ہو اور اللہ کے واسطے اس میں خرچ کرے تو اس کیلئے ہر درہم کے عوض سات ہزار درہم کا ثواب ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ [اور اللہ دو گنا دیتا ہے جس کیلئے چاہتا ہے] حضرت عبدالرحمٰن بن حباب ﷜ کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ اپنے اصحاب کو جیشِ عسرت کی ترغیب دے رہے ہیں حضرت عثمان غنی ﷜ کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میری طرف سے ایک سو اونٹ مع سامان کے جہاد کیلئے قبول فرمائیے۔ پھر آپ نے جیش کی ترغیب دی تو حضرت عثمان غنی ﷜ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! دو سو اونٹ مع سامان کے میری جانب سے قبول فرمائیے۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر ترغیب دی تو حضرت عثمان غنی ﷜ نے کہا تین سو اونٹ میری جانب سے مع سامان قبول فرمائیے پس میں دیکھ رہا تھا کہ آپ منبر سے اتر رہے تھے اور کہتے جاتے اسکے بعد عثمان جو کریں ان پر کچھ مواخذہ نہیں' اسکے بعد عثمان جو کریں ان پر کچھ مواخذہ نہیں۔ (مظہری) ۲ اس آیت کے بارے میں اختلاف ہے کہ منسوخ ہے یا نہیں؟ حضرت قتادہ اور عکرمہ کہتے ہیں کہ منسوخ ہے یہی قول حضرت ابن عباس کا بھی ہے۔ دوسرے قول کے مطابق یہ منسوخ نہیں ہے بلکہ قبول جزیہ کی جانب اشارہ ہے۔ (القرطبی) ۳ یعنی اگر آپکے لئے صلح ظاہر کریں اور آپکے خلاف جنگ اور خیانت چھپائے رکھیں تو اللہ تعالیٰ آپ کیلئے کافی ہے۔ (القرطبی)

تفسیر اظہار العرفان

مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ

آنچہ در زمین است ہمہ یکجا الفت نمی دادی میان دلہائے ایشاں و لیکن

جو کچھ زمین میں ہے سب (جب بھی) محبت نہیں ڈال سکتے ان کے دلوں کے درمیان، لیکن

اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٦٣﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ

خدا الفت افگند میان ایشاں ہر آئنہ وے غالب با حکمت است اے پیغمبر

اللہ نے محبت ڈال دی ان کے درمیان، وہی غالب حکمت والا ہے [۱] اے پیغمبر!

حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٤﴾ يَا أَيُّهَا

کفایت است ترا خدا و کفایت کنند ترا آنانکہ پیروی تو کردہ اند از مسلمانان اے

کافی ہے آپ کو اللہ اور کفایت کرینگے آپ کی وہ لوگ جنہوں نے آپکی پیروی کی مسلمانوں میں سے [۲] اے

النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ ۚ إِن يَكُن مِّنكُمْ

پیغمبر رغبت دہ مسلمانانرا بر جنگ اگر باشند از شما

پیغمبر! ترغیب دیجئے مسلمانوں کو جہاد کی اگر تم میں سے

عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَإِن يَكُن مِّنكُم

بست کس صبر کنندہ غالب شوند بر دو صد کس اگر باشند از شما

بیس افراد صبر کرنے والے ہوں تو غالب ہو نگے دو سو افراد پر، اگر تم میں سے

مِّائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ

صد کس غالب شوند بر ہزار کس از کافراں بسبب آنکہ ایشاں گروہے ہستند

سو افراد ہوں تو غالب ہونگے ایک ہزار کافرین پر، اس سبب سے کہ وہ سب ایسے گروہ ہیں

لَّا يَفْقَهُونَ ﴿٦٥﴾ الْآنَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ

کہ نمی دانند اکنون سبک ساخت خدا از سر شما و دانست کہ میان شما

جو جانتے نہیں ہیں [۳] اب اللہ نے تم پر تخفیف فرمائی اور معلوم ہے کہ تمہارے درمیان

[۱] یہ آیت دلالت کررہی ہے کہ وہ لوگ اسلام سے پہلے اور پیروی رسول ﷺ سے پہلے دائمی قتال اور جھگڑے میں تھے ان میں سے بعض بعض کو قتل کر دیتا تھا پس جب وہ لوگ ایمان لے آئے تو انکی برکت سے مودتِ عامہ اور محبتِ شدیدہ میں رہنے لگے۔ (تفسیر کبیر) کاشفی کہتے ہیں کہ اوس اور خزرج ایک سو بیس برس تک آپس میں جدال و قتال کرتے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی برکت سے انکے دلوں میں محبت ڈال دی۔ ابوادریس خولانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں آپ سے اللہ تعالیٰ کیلئے محبت کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: تمہیں بشارت ہو پھر تمہیں بشارت ہو اس لئے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ لوگوں میں سے کچھ لوگ ہونگے جنکی نشست عرش کے اطراف میں ہوگی انکے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہے ہونگے، لوگ جزع فزع کررہے ہونگے لیکن یہ لوگ جزع فزع نہیں کررہے ہونگے لوگ ڈر رہے ہونگے لیکن انھیں کوئی خوف نہ ہوگا اور یہ لوگ "اولیا اللہ" ہیں جنہیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ غمگین ہونگے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ کون لوگ ہونگے؟ آپ نے فرمایا جو لوگ اللہ کیلئے محبت کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے درمیان محلہ کے لوگوں کو روزانہ پانچ مرتبہ مسجد میں جمع ہونے کا حکم دیا گیا، ہفتہ میں ایک مرتبہ اہل شہر کو جامع مسجد میں جمع ہونے کا حکم دیا گیا، کئی شہروں کے لوگوں کو سال میں دو مرتبہ عیدین میں جمع ہونے کا حکم دیا گیا اور پھر اہل اقطار کو زندگی میں حج کی ادائیگی کی صورت میں جمع ہونے کا حکم دیا گیا (روح البیان)

[۲] مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو مشرکین نے کہا کہ آج ہماری قوم دو حصوں میں تقسیم ہوگئی اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حضرت سعید بن جبیر سے روایت کہ کہ جب نبی ﷺ پر ۳۳ مرد اور چھ عورتیں ایمان لاچکیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم کعبہ کے پاس نماز پڑھنے کی قوت نہیں رکھتے تھے یہاں تک کہ حضرت عمر ایمان لائے پھر ہم نے کعبۃ اللہ میں اعلانیہ نماز ادا کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام ہجرت حبشہ کے بعد ہے اور یہ آیت غزوہ بدر سے پہلے بیداء کے مقام پر نازل ہوئی۔ (القرطبی) نبی کریم ﷺ نے دعا کی کہ اے اللہ دین اسلام کی دو شخصوں میں سے یعنی ابوجہل اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی ایک سے مدد فرما۔ آپ نے یہ دعا بدھ کے روز کی اور حضرت عمر جمعرات کے روز ایمان لائے۔ اسوقت آپ کی عمر مبارک ۲۶ سال تھی۔ آپ حمزہ بن عبدالمطلب سے اسلام لانے میں تین دن یا تین مہینے مقدم ہیں۔ آپ نے کعبۃ اللہ میں جب اعلانیہ نماز اور قرأتِ قرآن جاری کروائی تو نبی ﷺ نے آپکو "فاروق" کا لقب عطا فرمایا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے حق اور باطل میں فرق فرمایا۔ ایک روایت میں ہے کہ اول جس نے اسلام کے احکام کو اعلانیہ ادا کیا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ ایک موقع پر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عمرہ کی اجازت مانگی تو آپ نے انھیں اجازت دیتے ہوئے فرمایا يَا اُخَيَّ لَا تَنْسَنَا مِنْ دُعَائِكَ اے میرے بھائی! تم اپنی دعا میں مجھے مت بھولنا۔ یہ سنکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! جس دن کا سورج طلوع ہو مجھے آپ کے فرمان میں سے سب سے زیادہ "يَا اُخَيَّ" فرمانا محبوب ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اگر میرے بعد نبی ہوتا تو وہ حضرت عمر بن خطاب ہوتے۔ اکثر امور میں نبی کریم ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کرتے تھے۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا کہ جو امتیں گذر چکیں ان میں محدثوں ہوتے تھے پس اس امت کا مُحدَّث عمر بن خطاب ہیں۔ محدث اسے کہتے ہیں کہ جس کہ دل میں شے القا ہوتی ہو اور وہ اپنی فراست سے اسکی خبر دیتا ہو۔ (روح البیان) [۳] یعنی مشرکین بغیر نیکی اور ثواب کے لڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت سے جاہل ہیں اس لئے صبر پر یہ لوگ قائم نہیں رہیں گے۔ لہذا آپ صبر کرنے والے مؤمنین کو جہاد کی ترغیب دیجئے۔ (مظہری)

ضَعْفًا ۚ فَإِن يَكُن مِّنكُم مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ

ضعفے است پس اگر باشند از شما صد کس شکیباں غالب آیند پس غالب آیند بر دو صد کس

کمزور (بھی) ہیں پس اگر تم میں سے سو افراد صبر کرنے والے ہوں تو غالب آئیں گے دو سو افراد پر

وَإِن يَكُن مِّنكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَ

و اگر باشند از شما ہزار کس غالب آیند بر دو ہزار کس بفرمان خدا و

اور اگر تم میں سے ہزار افراد ہوں تو غالب آئیں گے دو ہزار پر اللہ کے حکم سے اور

اللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٦٦﴾ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ

خدا با صابران است سزاوار نبود پیغامبر را کہ بدست وی اسیران باشند

اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ۱ مناسب نہ تھا پیغمبر کو کہ اسکے پاس قیدی رہیں

حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ۚ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ

تا آنکہ قتل بسیار بوجود آرد در زمین می خواہید مال دنیا را

جب تک کہ روئے زمین پر (کافروں کا) بہت خون نہ بہائیں، تم دنیا کا مال چاہتے ہو

وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٦٧﴾ لَّوْلَا كِتَابٌ

و خدا می خواہد مصلحت آخرت را و خدا غالب با حکمت است و اگر نبودے حکم خدا

اور اللہ آخرت کی مصلحت چاہتا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے ۲ اور اگر نہ ہوتا

مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٦٨﴾

پیشے گرفتہ می رسید بشما در آنچہ گرفتید عذاب بزرگ

اللہ کا پہلے سے صادر شدہ حکم تو ضرور تمہیں پہنچتا اس میں جو تم نے لیا بڑا عذاب ۳

فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ

پس بخورید آنچہ غنیمت گرفتید حلال پاکیزہ و بترسید از خدا ہر آئنہ خدا

پس کھاؤ جو غنیمت تم نے لیا حلال پاکیزہ اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ

۱ جب اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی پر دس آدمیوں کو قتل کرنے کی ذمہ داری عائد کی تو انکو یہ ذمہ داری شاق گذری اس پر اللہ تعالیٰ نے دس آدمیوں کی شرط میں تخفیف کر کے دو آدمیوں کی ذمہ داری عائد کر دی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول)

۲ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بدر کے روز قیدی لائے گئے تو ان میں حضرت عباس ﷺ بھی تھے جنہیں ایک انصاری نے قید کیا تھا اور ان سے وعدہ کیا کہ قتل کر دیں گے۔ جب یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ آج رات میں اپنے چچا عباس کی وجہ سے نہیں سو سکا۔ اس انصاری نے گمان کیا تھا کہ شاید ان سے لڑنے والے حضرت عباس ہی تھے اس لئے حضرت عمر ﷺ سے انکے قتل کے بارے میں مشورہ کیا تو آپ نے کہا کہ قتل کر دو پھر یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ انھیں قتل نہ کرو انصاری نے کہا کہ اللہ کی قسم انھیں قتل کرونگا اور چھوڑونگا نہیں۔ حضرت عمر ﷺ نے انصار سے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ چھوڑنے پر راضی ہیں تو تم چھوڑ کیوں نہیں دیتے ہو؟ اس نے کہا کہ میں نے انھیں چھوڑ دیا اب تم پکڑ لو۔ حضرت عمر ﷺ نے حضرت عباس کو پکڑ کر اسلام کی دعوت دی اور کہا کہ تم اگر اسلام لے آؤ گے کہ تو انھیں بڑی خوشی ہوگی اور تمہارے اسلام پر انھیں تعجب بھی ہوگا۔ حضرت انس بن مالک ﷺ کی حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قیدیوں کے بارے میں مشورہ کیا تو حضرت ابوبکر صدیق ﷺ نے مشورہ دیا کہ ان سے فدیہ لیا جائے اور انھیں چھوڑ دیا جائے۔ حضرت عمر ﷺ نے مشورہ دیا کہ انھیں قتل کر دیا جائے کیونکہ انھوں نے اللہ اور اسکے رسول کو جھٹلایا ہے۔ کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ ابوبکر صدیق کی رائے پر عمل کیا جائے اور کچھ لوگوں نے حضرت عمر ﷺ کی رائے پر عمل کی درخواست کی اور کچھ لوگوں نے حضرت عبداللہ بن رواحہ ﷺ کی رائے پسند کی اور اس پر عمل کی درخواست کی آپ نے یہ مشورہ دیا تھا کہ کسی وادی میں لکڑیاں جمع کر کے اس میں آگ لگا دی جائے اور ان قیدیوں کو اس میں ڈال دیا جائے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نکلے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کے قلوب کو نرم بنایا کہ وہ دودھ سے بھی زیادہ نرم ہیں اور کچھ لوگوں کے قلوب کو اتنا سخت بنایا کہ وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ اے ابوبکر! تمہاری مثال ملائکہ میں حضرت میکائیل علیہ السلام کی ہے جو رحمت کے ساتھ اترتے ہیں اور انبیاء میں تمہاری مثال حضرت ابراہیم کی ہے جنہوں نے رب کے حضور عرض کیا "جو میری پیروی کرے پس وہ مجھ سے ہے اور جو میری نافرمانی کرے تو بیشک تو بخشنے والا مہربان ہے" اسی طرح تمہاری مثال عیسیٰ ابن مریم کی ہے اور اے عمر! تمہاری مثال ملائکہ میں حضرت جرائیل علیہ السلام کی ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے اسیرانِ بدر سے فدیہ کے مشورے کو قبول فرمایا۔ مسئلہ: علماء کا اس پر اجماع ہے کہ قیدی کے بارے میں امام کو قتل کا حق حاصل ہے جیسے یہ آیت دلالت کر رہی ہے۔ مسئلہ: قیدیوں کو غلام بنانا جائز ہے اس لئے کہ اس میں دفعِ شر اور اہل اسلام کیلئے مصلحت ہے۔ اس جگہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غازیوں میں سے کسی ایک کیلئے جائز نہیں ہے کہ اسیر کو خود قتل کرے اس لئے کہ اس میں رائے امام کی جانب ہوگی لیکن اس قتل پر ضمان نہیں ہوگا۔ (مظہری)

۳ ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے غنائم اور قیدی بنانا جائز نہ تھے بلکہ آسمان سے آگ اترتی تھی جو انھیں کھا جاتی تھی، پھر جنگ بدر ہوئی تو پیشتر اسکے کہ اسکی حلت میں کوئی حکم آتا سب لوگ غنائم لوٹنے پر ٹوٹ پڑے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا حکم پہلے سے لوح محفوظ پر نہ ہوتا کہ اپنے اجتہاد میں خطاء کرنے والے کو عذاب نہیں دیا جائیگا (تو پھر تم پر عذاب آجاتا)۔ قیدیوں کے بارے میں ان لوگوں نے اجتہاد کیا تھا۔ کہا گیا ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ لوح محفوظ میں لکھا جا چکا تھا کہ اہل بدر کو عذاب نہیں دیا جائیگا۔ (مظہری)

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۹﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ

آمرزنده مہرباں است اے پیغمبر بگو آنانرا کہ در دست شما اند

بخشنے والا مہربان ہے۔۱ اے پیغمبر! آپ فرما دیجئے ان قیدیوں سے جو تمہارے قبضہ میں ہیں

مِّنَ الْاَسْرٰٓى اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ

از اسیران اگر داند خدا در دل شما نیکی البتہ بدہد شما را

اگر اللہ تمہارے دلوں میں بھلائی جانتا تو ضرور تمہیں اس سے بہتر دیتا

خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۰﴾

بہتر از آنچہ گرفتہ شد از شما و بیامرزد شما و خدا آمرزنده مہرباں است

جو لیا گیا ہے تم سے اور تمہیں معاف فرما دیتا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۲

وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ

و اگر خواہند کہ خیانت با تو کنند پس ہر آئنہ خیانت کردہ بودند با خدا پیش ازیں

اور اگر وہ سب چاہیں کہ آپ کے ساتھ خیانت کریں تو بیشک خیانت کر چکے ہیں اللہ کے ساتھ اس سے پہلے ہی

فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

پس قدرت داد بر ایشاں و خدا دانا استوار کار است ہر آئنہ آنانکہ ایمان آوردند

پس (اللہ نے) ان پر (تمہیں) قدرت دی اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۳ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے

وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

و ہجرت کردند و جہاد نمودند بمال خود و جان خود در راہ

اور ہجرت کی اور جہاد کیا اپنے مال سے اور اپنی جان سے اللہ کی

وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰۗىِٕكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ

خدا و آنانکہ جای دادند و نصرت کردند ایں جماعت بعض ایشاں کار سازان

راہ میں اور وہ لوگ جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی یہ جماعت باہم ایک دوسرے کے دوست ہیں

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی غنائم تمہارے لئے حلال کر دیئے ہیں اس لئے کھاؤ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انبیاء پر مجھے چھ چیزوں میں فضیلت دی گئی ہے اس میں آپ نے غنائم کی حلت کا ذکر کیا۔ (مظہری)

۲ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ آیت اللہ تعالیٰ کے ساتھ میرے معاملے میں اسوقت نازل ہوئی جب میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا میں مسلمان ہوں۔ آپ مجھ سے بیس اوقیہ [سونے] پر فدیہ کا معاملہ طے کر لیں جو میں لا سکا ہوں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس فدیہ کے عوض مجھے بیس غلام عطا فرمائے جو میرے مال سے تجارت کرتے تھے۔ (الباب النقول فی اسباب النزول) اس آیت کی تفسیر میں علامہ آلوسی کہتے ہیں کہ حضرت عباس سے مروی ہے کہ میں مسلمان تھا لیکن میرے مسلمان ہونے پر کسی کو یقین نہیں آتا تھا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کچھ تم کہتے ہو اگر وہ سچ ہے تو اسکا اجر تم کو اللہ تعالیٰ دیگا ہمارے سامنے جو ظاہر معاملہ ہے اسکے مطابق تم اپنی طرف سے اپنا اور اپنے دو بھتیجوں نوفل بن حارث اور عقیل بن ابی طالب کا اور اپنے حلیف تعبہ بن عمرو کا فدیہ ادا کرو۔ حضرت عباس نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ اسقدر تو سرمایہ میرے پاس نہیں ہے۔ آپ نے پوچھا کہ وہ مال کہاں ہے جو تم نے اور تمہاری بیوی ام الفضل نے دفن کیا ہے؟ اور جس کے متعلق تم نے کہا ہے کہ معلوم نہیں اس مہم میں میرے ساتھ کیا معاملہ پیش آئے اگر مجھے کوئی حادثہ پیش آ جائے تو یہ مال تمہارا' عبداللہ اور قثم کا ہے۔ حضرت عباس کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ یہ بات آپکو کس نے بتائی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بتائی ہے کہ یہ مال تمہارے پاس ہے اس پر حضرت عباس نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ سچے ہیں اور یہ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں کیونکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔ میں نے یہ مال رات کی تاریکی میں اپنی بیوی کے حوالے کیا تھا۔ (حاشیہ لباب النقول) اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا. صحیح مسلم میں ہے کہ جب نبی ﷺ کے پاس بحرین سے مال آیا تو حضرت عباس نے کہا: بیشک میں نے اپنا اور اپنے عقیل کا فدیہ ادا کیا یہ سنکر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنی چادر بچھا لو اور جتنا مال تم اٹھا سکتے ہو اس میں بھر لو۔ مختصر۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ اس سے بہتر ہے جو مجھ سے لیا گیا تھا اور میں اسکے بعد امید بھی رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرما دیگا۔ حضرت عباس کہتے ہیں کہ مجھے زمزم کا کنواں دیا گیا جو مجھے اہل مکہ کے تمام اموال میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ تھا۔ طبری نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرف اس قول کو منسوب کر کے لکھا ہے کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی ہے جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسلام کے بارے میں بتایا اور میں نے آپ سے عرض کیا کہ آپ مجھ سے بیس اوقیہ ہی فدیہ لیجئے تو آپ نے انکار کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اہل مکہ جب اپنے قیدیوں کیلئے فدیہ بھیج رہے تھے تو زینب نے بھی ابوالعاص کیلئے فدیہ بھیجا اس فدیہ کے مال میں ایک ہار تھا جو اس سے پہلے حضرت خدیجہ کے پاس تھا جب ابوالعاص وہ ہار لیکر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں آئے تو جیسے ہی آپ نے وہ ہار دیکھا تو آپ پر شدید رقت طاری ہو گئی اور آپ نے فرمایا: کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہیں قید سے آزاد کر دیا جائے اور یہ ہار تمہاری جانب واپس لوٹا دیا جائے انھوں نے کہا: جی ہاں! رسول اللہ ﷺ نے اسے دیدیا اور ان سے وعدہ لیا کہ یہ ہار زینب تک پہنچا دیا جائیگا۔ (القرطبی) ۳ یعنی آپ سے عہد کرنے کے بعد اگر عہد توڑتے ہیں تو اس سے پہلے بھی یہ لوگ اپنے میثاق کو توڑ چکے ہیں وہ میثاق جو "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ" سے ماخوذ ہے یا عقل سے موخوذ ہے۔ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ یعنی بدر کے روز اللہ تعالیٰ نے انھیں تمہارے قبضہ میں دیا۔ اب مفہوم یہ ہوگا کہ اگر یہ لوگ عہد توڑیں تو اسکا وبال انکی جانب ہی لوٹ جائیگا جسطرح انھوں نے میثاق توڑا تو اسکا وبال انکی جانب لوٹا ہے اگر یہ عہد توڑیں گے تو ہم آپکو ان پر دوبارہ قدرت عطا کریں گے۔ (مظہری)

بَعۡضٍ ؕ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَمۡ يُهَاجِرُوۡا مَا لَكُمۡ مِّنۡ

بعض اند و آنانکہ ایمان آوردند و ہجرت نکردند نیست شما را از

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت نہ کی نہیں ہے تمہارے لئے

وَّلَايَتِهِمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوۡا ۚ وَاِنِ اسۡتَنۡصَرُوۡكُمۡ

کارسازے ایشاں ہیچ چیز تا آنکہ ہجرت کنند اگر مدد طلب کنند از شما

انکی سر پرستی سے کچھ سروکار یہاں تک کہ ہجرت کریں اور اگر مدد طلب کریں تم سے

فِى الدِّيۡنِ فَعَلَيۡكُمُ النَّصۡرُ اِلَّا عَلٰى قَوۡمٍۢ بَيۡنَكُمۡ وَبَيۡنَهُمۡ

در کار دین پس لازم است بر شما یاری کردن مگر بر جماعت کہ میان شما و میان ایشاں

دین کے کام میں تو لازم ہے تم پر مدد کرنا مگر ایسی جماعت پر کہ تمہارے درمیان اور ان کے درمیان

مِّيۡثَاقٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ ﴿۷۲﴾ وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا

عہد باشد و خدا بآنچہ میکنید دانا است و آنانکہ کافر شدند

عہد ہو اور جو عمل تم کرتے ہو اللہ دیکھنے والا ہے ۱ اور وہ لوگ جو کافر ہوئے

بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِيَآءُ بَعۡضٍ ؕ اِلَّا تَفۡعَلُوۡهُ تَكُنۡ فِتۡنَةٌ فِى

بعض ایشاں کارسازان بعض اند اگر نکنید اے مسلماناں ایں کار را باشد فتنہ در

ایک دوسرے کے دوست ہیں اے مسلمانو! اگر تم اس کام کو نہ کرو گے تو زمین میں

الۡاَرۡضِ وَفَسَادٌ كَبِيۡرٌ ﴿۷۳﴾ ؕ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَهَاجَرُوۡا

زمین وفساد بزرگ و آنانکہ ایمان آوردند و ہجرت کردند

فتنہ ہو گا اور بڑا فساد ۲ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی

وَجَاهَدُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَالَّذِيۡنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوۡۤا

و جہاد کردند در راہ خدا و آنانکہ جای دادند و نصرت کردند

اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں اور وہ لوگ جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی ۳

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی محبت میں اپنی قوم اور اپنے شہروں کو چھوڑا اور اسلحہ وغیرہ میں اپنے مال کو خرچ کیا یہی لوگ آپس میں ایک دوسرے کے مدد گار ہیں۔ اس لئے مؤمنین کیلئے جائز نہیں ہے کہ کفار سے دوستی رکھیں اگرچہ انکے باپ، بیٹے بھائی اور رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیتِ میراث کے باب میں ہے کہ ہجرت کے سبب سے مہاجرین وارث ہونگے نہ کہ ذوی الارحام کے سبب۔ ان میں سے جو ایمان لاتا لیکن ہجرت نہیں کرتا تو وہ اپنے قریب کے مہاجر سے میراث نہیں پاتا تھا یہاں تک کہ مکہ فتح ہوا اور ہجرت منقطع ہوئی تو ارحام کے سبب مال کے وارث ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اسی کے بارے میں نازل ہوا وَاُولُوا الۡاَرۡحَامِ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلٰى بِبَعۡضٍ فِىۡ كِتَابِ اللّٰهِ. ''اور ذوی الارحام ان میں سے بعض، بعض کے وارث ہیں اللہ کے حکم میں''۔ میں [قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ] کہتا ہوں کہ میرے نزدیک یہ آیت غیر منسوخ ہے اگرچہ اس سے مراد میراث ہی ہو اس لئے کہ ان دونوں آیتوں کے درمیان موافقت ممکن ہے۔ حضرت ابن عباس کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ذوی الاحکام اگر کفار میں سے ہوں تو میراث نہیں پائیں گے اس لئے کہ دین میں اختلاف پایا جا رہا ہے اور جو ایمان لائے اور ہجرت نہ کرے تو وہ اختلافِ دارین کی وجہ سے میراث نہیں پائیگا لیکن جب مکہ فتح ہوا تو وہ بھی دارالسلام ہو گیا اس لئے ہجرت منقطع ہو گئی اور اہل مکہ ایمان لے آئے۔ انصار، مہاجرین کے مال سے میراث عقد موالات کے سبب پاتے تھے اور یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اِرث کیلئے سبب ہے جبکہ میت کیلئے نسب یا سبب سے کوئی وارث نہ ہو۔ (مظہری) جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے مؤمنین کو چار حصوں میں تقسیم فرمایا۔ پہلی قسم: مہاجرین اولین ہیں۔ دوسری قسم: وہ مؤمنین جو حضرت محمد ﷺ کے زمانے میں موجود تھے یہ گروہِ انصار ہیں۔ تیسری قسم: رسول اللہ ﷺ کے زمانۂ اقدس کے وہ مؤمنین جنہوں نے مدینہ کی جانب ہجرت نہیں کی اور مکہ ہی میں ٹھہرے رہے۔ چوتھی قسم: حضرت محمد ﷺ کے زمانۂ اقدس کے وہ مؤمنین جو ہجرت میں آپکی موافقت نہ کر سکے لیکن بعد میں انھوں نے ہجرت کی۔ پہلی قسم کا بیان اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ هَاجَرُوۡا وَ جَاهَدُوۡا بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ سے ہو رہا ہے، دوسری قسم کا بیان وَالَّذِيۡنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوۡا سے ہو رہا ہے، تیسری قسم کا بیان وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَمۡ يُهَاجِرُوۡا سے ہو رہا ہے اور چوتھی قسم کا بیان وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡ بَعۡدُ وَ هَاجَرُوۡا وَ جَاهَدُوۡا سے ہو رہا ہے۔ (تفسیر کبیر) ۲ اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ مؤمنین کیلئے کفار سے موالات اور انکی مناصرت جائز نہیں ہے۔ تحقیق اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ کوئی مسلمان کافر کا وارث نہ ہوگا اور نہ کوئی کافر مسلمان کا وارث ہوگا۔ (مظہری) مؤمن اور کافر کے درمیان موالات نہیں ہو سکتا ہے اس لئے کہ مؤمن کا ایمان نور ہے اور کافر کی کفر ظلمت ہے [نور اور ظلمت میں اتحاد ممکن نہیں ہے] مؤمن ولی اللہ ہے اور کافر عدو اللہ ہے [لہٰذا دوست اور دشمن یکجا نہیں ہو سکتے ہیں] پس کافرین سے قطع تعلق واجب ہوگا۔ (روح البیان) ۳ یعنی وہ لوگ جو اپنے ایمان میں کامل ہیں اور اپنے دعوائے اسلام میں سچے ہیں۔ حَقًّا یعنی ان لوگوں نے اپنے ایمان کو حق ثابت کر کے دکھا دیا اس لئے کہ انھوں نے ایمان کے مقتضیات کو پالیا، ہجرت کی، اپنی جان اور اموال سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا اور حق کی مدد کی، بخلاف ان لوگوں کے جو ایمان لائے لیکن ہجرت کی نہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا ان پر مؤمن کا اطلاق اگرچہ صحیح ہے لیکن یہ لوگ کاملین فی الایمان نہیں ہیں اور انکی سچائی ابھی متحقق نہیں ہوئی۔ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّرِزۡقٌ كَرِيۡمٌ. رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسلام ماقبل گناہوں کو ڈھا دیتا ہے اور ہجرت [بھی] ماقبل گناہوں کو ڈھا دیتی ہے۔ (مظہری) اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو واسع کثیر رزق عطا فرمائیگا اور جنت میں انھیں ایسا رزق کھلائیگا جو مشک کی طرح ہوگا جسکے کھانے کے سبب منہ سے بو آئیگی نہ اسکی ریح میں بو ہوگی۔ (روح البیان)

أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ

این جماعت ایشانند مومنان بحقیقت ایشانراست آمرزش و روزی

یہی جماعت حقیقت میں مؤمن ہے ان کیلئے بخشش اور اچھی روزی ہے

كَرِيمٌ ﴿٧٤﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْ بَعْدُ وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا

نیک و آنانکہ ایمان آوردند پس ازیں و ہجرت نمودند و جہاد کردند

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اسکے بعد اور ہجرت کی اور جہاد کیا

مَعَكُمْ فَأُولَٰئِكَ مِنْكُمْ ۚ وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ

با شما این گروہ نیز از شما است و خداوندان قربت بعض ایشاں

تمہارے ساتھ یہ گروہ بھی تم میں سے ہے اور رشتے والے ایک دوسرے کے

أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٧٥﴾

نزدیک تر اند بہ بعضے در حکم خدا ہر آئنہ خدا بہمہ چیز دانا است

زیادہ قریب ہیں اللہ کے حکم میں؛ بیشک اللہ ہر چیز کو جانتا ہے [1]

سُورَةُ التَّوْبَةِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَتِسْعٌ وَعِشْرُونَ آيَةً وَسِتَّةَ عَشَرَ رُكُوعًا

سورہ توبہ مدنی ہے اور اس میں ایک سو انتیس آیتیں اور سولہ رکوع ہیں [2]

بَرَاءَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ

قطع معاملہ است از خدا و رسول او بسوئے آنانکہ عہد بستہ بودید بایشاں

قطع معاملہ ہے اللہ کی طرف سے اور اسکے رسول کی طرف سے ان لوگوں سے جن سے تم نے عہد باندھا تھا

مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١﴾ فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَ

از مشرکان پس سیر کنید در زمین چہار ماہ و

مشرکوں میں سے [3] پس سیر کرو زمین میں چار مہینے اور [4]

تفسیر اظہار العرفان

[1] ابن جریر نے ابن زبیر سے رویت کی ہے کہ ایک شخص دوسرے سے معاہدہ کرتا تھا کہ تم میرے وارث ہوگے اور میں تمہارا وارث ہونگا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ہشام بن عروہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زبیر بن عوام اور کعب بن مالک کے درمیان مؤاخات قائم کی۔ زبیر نے کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ کعب جنگ احد میں زخمی ہوگئے ہیں اگر وہ مر گئے تو دنیا سے انکا تعلق ختم ہو جائیگا اور انکے اہل وعیال انکے وارث ہو جائیں گے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) جاننا چاہئے کہ صحابہ میں سے بعض مہاجرین اہل ہجرت اولیٰ ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے حدیبیہ سے قبل ہجرت کی، ان میں سے بعض وہ مہاجرین ہیں جو ذوالھجرتین ہیں یعنی انھوں نے حبشہ اور مدینہ دونوں جانب ہجرت کی جیسے حضرت عثمان اور جعفر طیار وغیرہ رضی اللہ عنہم، اور ان مہاجرین میں سے بعض اہل ہجرت ثانیہ ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جنوں نے حدیبیہ کے بعد ہجرت کی۔ پہلی آیت [اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا] میں اہل ہجرت اولیٰ کی فضیلت بیان کی گئی پھر انکے ساتھ اہل ہجرت ثانیہ کو ملا کر بیان کرتے ہوئے فرمایا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْ بَعْدُ الخ. (مظہری)

[2] صاحب کشاف کہتے ہیں کہ اس سورت کے چند نام ہیں۔ البرائۃ، التوبۃ، المقشقشۃ، المبعثرۃ، المدمدمۃ اور العذاب. اس سورت کی ابتدہ میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ لکھنے کی چند وجوہ ہیں (۱) صحیح قول کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے وحی کے مطابق اس سورت کو سورہ انفال کے بعد رکھنے کو کہا اور اولِ سورت میں بسملہ حذف کرنے کا حکم بھی وحی کے مطابق دیا (۲) صحابہ کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ سورہ انفال اور سورہ توبہ ایک ہی سورت ہے یا دو سورت۔ بعض نے کہا کہ ایک سورت ہے اس لئے ان دونوں میں قتال کا ذکر ہے اور اسکا مجموعہ السبع الطوال یعنی سورہ فاتحہ کے بعد کی سات سورتیں جن میں ایک سو یا اس سے زائد آیتیں ہیں، مئین سے ہے اور اسکے بعد مئین یعنی وہ سورتیں جن میں ایک سو آیات ہوں، سے ہے جبکہ بعض صحابہ کرام کا کہنا ہے کہ یہ دونوں الگ الگ مستقل سورتیں ہیں اس اختلاف کے پیش نظر تنبیہاً ان دونوں سورتوں کے درمیان جگہ چھوڑی تا کہ ان کے قول کی جانب اشارہ ہوجائے جنہوں نے کہا کہ یہ سورہ انفال اور سورہ توبہ دو الگ الگ سورتیں ہیں اور انکے درمیان بسملہ نہیں لکھا ہے تا کہ انکے قول کی جانب اشارہ ہوجائے جنہوں نے کہا کہ یہ دونوں ایک ہی سورت ہے (۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ان دونوں سورتوں کے درمیان بسملہ کیوں نہیں لکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ بسملہ امان ہے اور یہ سورت تلوار سے مارنے سے متعلق نازل ہوئی۔ جس میں امان نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر) حضرت ابوعطیہ ہمدانی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم لوگ سورہ برأت سیکھو اور اپنی عورتوں کو سورہ نور سکھاؤ اس لئے کہ سورہ برأت میں جہاد کی ترغیب ہے اور سورہ نور میں پردے کی ترغیب ہے۔ (مظہری) [3] زجاج کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر مشرکین کافرین عہد توڑیں تو اللہ تعالیٰ اور اسکا رسول ﷺ انھیں عہد اور اسکی وفا عطا کرنے سے بری ہے (مظہری) [4] محمد بن اسحاق وغیرہ کہتے ہیں کہ مشرکین کی دو قسمیں تھیں ایک وہ لوگ جنکی عہد کی مدت چار ماہ سے کم تھی تو آپ نے پورے چار ماہ تک مہلت دی، اور دوسرے وہ لوگ تھے جنکی عہد کی مدت چار ماہ سے زائد تھی آپ نے اسے کم کر کے چار ماہ تک کر دیا۔ (القرطبی) زہری کہتے ہیں کہ "اربعة اشھر" سے شوال، ذوالقعدۃ، ذوالحجہ اور محرم ہیں اس لئے کہ یہ آیت شوال میں نازل ہوئی۔ اکثر مفسرین کرام کہتے ہیں کہ اسکی ابتداء دس ذوالحجہ سے ہے اور اسکی انتہا دس ربیع الآخر میں ہے۔ (مظہری) وَاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ یعنی چار ماہ کی یہ مہلت عجز کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ مصلحت اور لطف کی وجہ سے ہے تا کہ ان میں سے جو توبہ کرنا چاہتا ہو وہ توبہ کر لے۔ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انھیں دنیا میں قتل کے ذریعے اور آخرت میں عذاب کے ذریعے ذلیل فرمائیگا۔ زجاج کہتے ہیں کہ یہ جملہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے مؤمنین کیلئے کافرین پر نصرت کی ضمانت ہے۔ (تفسیر کبیر)

اعْلَمُوٓا اَنَّكُمۡ غَيۡرُ مُعۡجِزِى اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخۡزِى الۡكٰفِرِيۡنَ ۝۲

بدانید کہ شما نہ عاجز کنندہ خدا باشید و بدانید کہ خدا رسوا کنندہ کافران ست

جان لو کہ تم عاجز نہیں کرنے والے ہو اللہ کو اور جان لو کہ اللہ رسوا کرنے والا ہے کافرین کو

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوۡمَ الۡحَجِّ

و خبر رسانیدن ست از خدا و رسول او میان مردمان روز حج

اور خبر پہنچا دینا ہے اللہ اور اسکے رسول کی جانب سے لوگوں کے درمیان بڑے حج

الۡاَكۡبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِىۡٓءٌ مِّنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ۙ وَرَسُوۡلُهٗ ؕ

بزرگ کہ خدا بیزار ست از مشرکان و رسول او

کے روز کہ اللہ بیزار ہے مشرکوں سے اور اسکا رسول (بھی)

فَاِنۡ تُبۡتُمۡ فَهُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ ۚ وَاِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّكُمۡ

پس اگر توبہ کنید آں بہتر باشد شما را و اگر روگردانیدید پس بدانید کہ شما

پس اگر تم توبہ کرو تو وہ بہتر ہے تمہارے لئے اور اگر روگردانی کرو تو جان لو کہ تم

غَيۡرُ مُعۡجِزِى اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِعَذَابٍ

نہ عاجز کنندہ خدائید و خبر دہ کافرانرا بعذاب

عاجز کرنے والے نہیں ہو اللہ کو اور خبر دو کافروں کو دردناک

اَلِيۡمٍ ۝۳ اِلَّا الَّذِيۡنَ عٰهَدۡتُّمۡ مِّنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ثُمَّ لَمۡ يَنۡقُصُوۡكُمۡ

درد ناک مگر آنانکہ باایشاں عہد بستہ بودید از مشرکاں باز کمی نکروند با شما

عذاب کی1 مگر وہ لوگ جن سے تم نے عہد باندھا تھا مشرکوں میں سے پھر کمی نہ کی تمہارے ساتھ

شَيۡـًٔا وَّلَمۡ يُظَاهِرُوۡا عَلَيۡكُمۡ اَحَدًا فَاَتِمُّوۡۤا اِلَيۡهِمۡ عَهۡدَهُمۡ

در چیزی و مدد ندارند بر شما کسیرا پس وفا رسانید بسوئے ایشاں عہد ایشاں را

کچھ بھی اور تمہارے مقابلہ میں کسی کی مدد نہ کی تو ان کیساتھ عہد پورا کرو2

1 ابن مخرمہ ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یوم عرفہ یہی یوم حج اکبر ہے۔ حضرت علی ﷺ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یوم الحج الاکبر کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد "یوم النحر" ہے۔ حضرت علی ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے پاس اسوقت گواہ کے طور پر ابن عمر موجود تھے۔ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نحر کے روز حجۃ الوداع میں جمرات میں کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ یہ یوم حج اکبر ہے۔ حضرت حسن سے یوم حج اکبر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ حج کا وہ سال ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر ﷺ کو امیر حج مقرر فرمایا تھا اور اس میں مسلمان اور مشرکین جمع ہوئے تھے اسی بناء پر اسے حج اکبر کہتے ہیں۔ واضح رہے کہ حج کو حج اکبر سے موصوف کیا گیا ہے اس لئے عمرہ کو حج اصغر کہا جاتا ہے۔ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیۡٓءٌ مِّنَ الۡمُشۡرِكِیۡنَ وَرَسُوۡلُهٗ. اس آیت میں عام مشرکین سے برأت کا اعلان کیا گیا ہے انھوں نے عہد کر کے اسے توڑا ہو یا عہد ہی نہ کیا ہو۔ میرے [قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ] نزدیک اللہ تعالیٰ کا فرمان بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ اور اِنَّ اللّٰهَ بَرِیۡٓءٌ اگرچہ اس زمانے کے مشرکین کے بارے میں نازل ہوئیں جو غزوہ تبوک میں عہد توڑنے والے ہیں لیکن اعتبار عموم لفظ کا ہوگا نہ کہ خصوص واقعہ کا، اس لئے یہ آیات محکمات ناطقہ ہیں ان کے بارے میں جو غیر معاہدین اور عہد کو توڑنے والے ہونگے۔ زید بن تبغ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت علی ﷺ سے سوال کیا کہ آپکو حج میں کن چیزوں کیساتھ بھیجا گیا؟ آپ نے فرمایا کہ چار امور کیساتھ (۱) بیت اللہ کا طواف برہنہ نہ کیا جائے۔ (۲) جنکا رسول اللہ ﷺ کیساتھ کوئی عہد ہو تو اسے اسکی مدت تک چھوڑا جائے اور جسکے لئے کوئی مدت نہ ہو تو اسے چار ماہ تک چھوڑا جائے (۳) مومن کے علاوہ جنت میں کوئی داخل نہ ہوگا (۴) اس سال کے بعد مسلمان اور مشرکین کا اجتماع نہ ہوگا، مشرکین کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے روک دیا جائیگا۔ حضرت ابوہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق کے ساتھ بھیجا۔ منیٰ میں منادی نے ندا کی کہ سن لو کہ اس سال کے بعد مشرکین کو حج بیت اللہ کی اجازت نہ ہوگی اور کوئی بیت اللہ کا طواف برہنہ نہ کرے۔ حمید بن عبد الرحمٰن کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے پیچھے سے حضرت علی ﷺ کو یہ حکم دیکر بھیجا کہ مشرکین سے برأت کا اعلان کردو۔ فائدہ: یہ واقعہ اس باب میں صریح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر صدیق ﷺ کو امیر حج سے معزول نہیں کیا اور حضرت علی ﷺ کو صرف اس آیت کے ساتھ بھیجا۔ (مظہری) مروی ہے کہ بیشک جمعہ کے روز وقوف (عرفہ) ستر (۷۰) حج کے برابر ہے اور یہی حج اکبر ہے۔ (روح البیان) فَاِنۡ تُبۡتُمۡ فَهُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ یعنی شرک سے توبہ کرو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے توبہ کی ترغیب ہے اور شرک کا قلعہ قمع کرنا ہے اگر تم شرک سے توبہ نہیں کروگے تو یاد رکھو کہ ہرگز تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے ہو۔ (تفسیر کبیر) 2 جاننا چاہئے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو دو امور سے موصوف کیا ہے۔ ایک ثُمَّ لَمۡ يَنۡقُصُوۡكُمۡ اور وَلَمۡ يُظَاهِرُوۡا عَلَيۡكُمۡ اَحَدًا۔ اقرب یہ ہے کہ اول سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ عہد کو توڑ کر اپنے آپکو تمہارے خلاف جنگ پر آمادہ نہیں کرتے ہوں اور ثانی سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ کسی دوسری قوم کو تمہارے خلاف بھڑکاتے نہ ہوں نہ جنگ کی انھیں ترغیب دیتے ہوں اور نہ تمہارے خلاف انکی مدد کرتے ہوں۔ فَاَتِمُّوۡۤا اِلَيۡهِمۡ عَهۡدَهُمۡ یعنی جو لوگ مذکورہ دو طریقوں میں سے کسی طریقہ سے بھی تمہارے خلاف جنگ نہ کرتے ہوں تو ایسے کیساتھ انکے عہد کو پورا کرو اور عہد کے پورا کرنے والوں کو عہد کے توڑنے والوں کی طرح نہ کرو بلکہ انکے عہد کو مکمل ہونے دو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بنی کنانہ سے لحی کے عہد میں سے ۹ مہینے باقی تھے [اور انھوں نے عہد شکنی بھی نہ کی] اس لئے اللہ تعالیٰ نے مدت پوری کرنے کو حکم دیا۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُتَّقِيۡنَ یعنی قضیہ تقوی دو قبیلوں کے درمیان برابر نہیں ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ اگر یہ گروہ عہد وفا کرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکا ایفائے عہد پائیں گے۔ (تفسیر کبیر)

إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ④ فَإِذَا انسَلَخَ

تا مدت ایشاں ہر آئنہ خدا دوست میدارد متقیانرا پس چوں آخر شوند

انکی مدت تک' بیشک اللہ دوست رکھتا ہے پرہیزگاروں کو پس جب ختم ہو جائیں

الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ

ماه ہاے حرام بکشید مشرکانرا ہر جا کہ یابید ایشانرا

حرمت والے مہینے تو قتل کرو مشرکوں کو انھیں جہاں پاؤ

وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَإِن

و بگیرید ایشانرا و بند کنید و بنشینید برائے ایشاں بہر کمینگاه پس اگر

اور انہیں پکڑو اور انہیں قید کرو اور ان کیلئے ہر گھات لگانے کی جگہ میں بیٹھو پس اگر

تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ۚ

توبہ کنند و بر پا دارند نماز را و بدہند زکوۃ را بگذارید راه ایشاں

توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوۃ ادا کریں تو چھوڑ دو ان کی راہ

إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ⑤ وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ

ہرآئنہ خدا آمرزنده مہرباں است و اگر کسے از مشرکان طلب امان کند

بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ا اور اگر مشرکوں میں سے کوئی امان طلب کرے

فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ۚ ذَٰلِكَ

از تو امان بده او را تا بشنود قرآن باز برساں او را بجاے ایمنیٔ وی ایں

تجھ سے تو امان دو اسے تا کہ وه قرآن سنے پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچاؤ یہ

بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُونَ ⑥ ع كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ

بسبب آنست کہ ایشاں گروہے ہستند نمی دانند چگونہ بود مشرکانرا عہد

اس سبب سے ہے کہ یہ لوگ (ایسے) گروه ہیں جو جانتے نہیں ہیں ۲ کیسے ہو گا مشرکوں کیلئے کوئی عہد

ا اشہر حرم کے بارے میں علماء کے دو اقوال ہیں۔ایک یہ کہ اس سے مراد شہر معروفہ [شوال' ذوالقعدہ' ذوالحجہ اور محرم] ہیں۔دوسرے قول کے مطابق اشہر حرم کی مدت پچاس ایام ہیں۔ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ یہ حکم مشرکین کے باب میں عام ہے لیکن سنت یہ ہے کہ اسے خاص کیا جائے مثلاً جنگ میں عورتوں' بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرنا وغیرہ۔اسی طرح اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ مشرکین کو جس طرح چاہو قتل کرو لیکن احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ مُثلہ [ناک' کان اور آنکھ وغیرہ کو نقصان پہنچا کر چہرہ کو بگاڑ دینے] سے منع کیا گیا ہے۔اس آیت کے عموم کے اعتبار کی بناء پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اہل ردت کو آگ سے جلا ڈالا' کسی کو پتھر اور کسی کو ریت کے پہاڑ سے گرا کر مار ڈالا اور کسی کو کنواں میں گرا کر مار ڈالا۔اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل ردت کو آگ سے جلا کر مار ڈالا۔ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ یہ حکم بھی ہر جگہ کیلئے عام ہے' لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد حرام کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا۔ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ الخ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ سب لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہیں' نماز قائم کریں اور زکواۃ ادا کریں پس جب یہ امور انجام دیں تو ان لوگوں نے مجھ سے اپنا خون اور اپنے اموال کو بچا لیا سوائے حق اسلام کے اور انکا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں ضرور ان لوگوں سے قتال کرونگا جو نماز اور زکوۃ میں فرق کرتے ہیں [نماز کو فرض اور زکوٰۃ کو غیر فرض سمجھتے ہیں] پس بیشک زکوٰۃ حق مال ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے وہ بہت بڑے فقیہ تھے۔مسلمانوں کے مابین اس میں اختلاف نہیں ہے کہ نماز اور سارے فرائض کو حلال جان کر اسے ترک کرے [بندہ یہ کہے کہ یہ کام ضروری نہیں ہے اور اسکا چھوڑ دینا حلال ہے یعنی فرض کی فرضیت کا انکار کر دینا] تو کفر ہے' جو شخص سنن کو حقیر سمجھ کر ترک کرے وہ فاسق ہے اور جو شخص نوافل کو ترک کرے تو کوئی حرج نہیں ہے مگر اسکی فضیلت سے انکار کریگا تو کفر ہے اس لئے کہ وہ شخص اسکی طرح ہو گیا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ان چیزوں کو لوٹا دیا جسے آپ لیکر آئے۔اس میں اختلاف ہے کہ جو شخص بغیر انکار اور استحلال کے نماز ترک کرے اسکا کیا حکم ہوگا؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور مرسلین کی تصدیق کرے اگر وہ نماز پڑھنے سے انکار کرے تو اسے قتل کیا جائیگا یہی مذہب جمیع اصحاب شافعی اور ابوثور کا ہے۔امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایسے شخص کو قید کیا جائیگا اور اسے تادیباً مارا جائیگا لیکن قتل نہیں کیا جائیگا یہی مذہب ابن شہاب اور داؤد بن علی کا ہے۔(القرطبی) ۲ یعنی جن لوگوں سے تمہیں جہاد کا حکم دیا گیا ہے وہ لوگ اگر تم سے امن طلب کریں تو انھیں امان دو یہاں تک کہ وہ لوگ قرآن کے احکام کو سمجھ لیں اور اسکے اوامر کو قبول کر لیں اور اسکے نواہی سے اپنے آپکو بچا لیں اگر امر قبول کر لیں تو اچھا ہے ورنہ انھیں انکے امن کی جانب لوٹا دو۔علمائے کرام کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اگر سلطان ان مشرکوں کو امن دے تو جائز ہے کیونکہ وہ مصلحت اور منافع پر نظر رکھتا ہے اور اسکی صلاحیت رکھتا ہے کہ اپنی قوم سے نقصان کو ہٹا دے' غیر خلیفہ اگر امان دے تو اس میں اختلاف ہے۔ضحاک اور سدی کہتے ہیں کہ یہ آیت فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ "پس مشرکین کو قتل کرو" سے منسوخ ہے۔حضرت حسن کہتے ہیں کہ یہ آیت محکم ہے اور یہ طریقہ قیامت تک جاری رہیگا یہی قول حضرت مجاہد کا ہے۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسکا حکم چار مہینے کی مدت تک باقی تھا۔حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ مشرکین میں سے ایک شخص حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ ہم میں سے اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ چار مہینے کی مدت ختم ہونے کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کلام اللہ سنے یا کسی اور حاجت سے آئے تو کیا وہ قتل کر دیا جائیگا آپ نے فرمایا نہیں پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔یہی قول صحیح ہے اور یہ آیت محکم ہے۔(القرطبی)

عِنۡدَ اللّٰهِ وَعِنۡدَ رَسُوۡلِهٖۤ اِلَّا الَّذِيۡنَ عَاهَدۡتُّمۡ عِنۡدَ

نزدیک خدا و رسول او الا آنانکه عہد بستہ بودید با ایشاں نزدیک

اللہ اور اسکے رسول کے نزدیک مگر وہ لوگ جن سے کہ تم نے عہد باندھا تھا

الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ‌ۚ فَمَا اسۡتَقَامُوۡا لَـكُمۡ فَاسۡتَقِيۡمُوۡا لَهُمۡ‌ؕ اِنَّ

مسجد حرام پس ما دام بر عہد ثابت باشند برائے شما نیز ثابت باشید برائے ایشاں ہر آئنہ

مسجد حرام کے پاس جب تک وہ عہد پر ثابت رہیں تمہارے لئے تم بھی ثابت رہو ان کیلئے، بیشک

اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُتَّقِيۡنَ ۞ ٧ كَيۡفَ وَاِنۡ يَّظۡهَرُوۡا عَلَيۡكُمۡ لَا

خدا دوست میدارد پرہیزگارانرا چگونہ بود و اگر غالب آیند بر شما نگاہ ندارند

اللہ دوست رکھتا ہے پرہیزگاروں کو! کیسے مشرکوں کیلئے عہد ہوگا حالانکہ اگر غالب آئیں تم پر تو نہیں رکھیں گے

يَرۡقُبُوۡا فِيۡكُمۡ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً‌ ؕ يُرۡضُوۡنَكُمۡ بِاَفۡوَاهِهِمۡ وَتَاۡبٰى

در باب شما حق خویشی را و نہ عہد را رضامند میسازند شما را بدہان خویش و قبول نمیکند

لحاظ تمہاری رشتہ داری کا اور نہ عہد کا، تمہیں راضی کرتے ہیں صرف اپنے منہ سے اور قبول نہیں کرتے ہیں

قُلُوۡبُهُمۡ‌ ۚ وَاَكۡثَرُهُمۡ فٰسِقُوۡنَ‌ ۞ ٨ اِشۡتَرَوۡا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا

دل ایشاں و بیشتریں از ایشاں فاسقانند خرید کردند بآیتہاے خدا بہای

انکے دل اور ان میں اکثر فاسق ہیں ٢ اللہ کی آیات کے بدلے تھوڑی

قَلِيۡلًا فَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِهٖ‌ ؕ اِنَّهُمۡ سَآءَ مَا كَانُوۡا

اندک را پس باز داشتند مردمانرا از راہ خدا ہر آئنہ ایشاں بدکاریست کہ

قیمت خریدی پس لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکا بیشک وہ برا کام ہے جو کرتے ہیں

يَعۡمَلُوۡنَ ۞ ٩ لَا يَرۡقُبُوۡنَ فِىۡ مُؤۡمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً‌ ؕ وَاُولٰۤـئِكَ هُمُ

میکردند نگاہ نمی دارند در باب ہیچ مسلمانے حق خویشی را و نہ دفای عہد را و آں جماعت ایشانند

٣ لحاظ نہیں رکھتے ہیں کسی مسلمان کے حق میں رشتے داری کا اور نہ عہد کی وفا کا اور یہ وہ جماعت ہے ٤

١ فَمَا اسۡتَقَامُوۡا لَـكُمۡ فَاسۡتَقِيۡمُوۡا لَهُمۡ. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد مسجد حرام کے پاس وہ عہد ہے جو تم نے قریش سے دین کے متعلق کیا تھا۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ یہ وہ اہل مکہ ہیں جن سے رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے روز معاہدہ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جب تک وہ لوگ اپنے وعدے پر قائم رہیں آپ بھی اس وعدہ کی وفا پر قائم رہیئے پس، اگر یہ لوگ قائم نہ رہیں اور عہد کو توڑ ڈالیں اور خزاعہ پر بنی بکر کی مدد کریں تو آپ ان سے جہاد کریں پھر رسول اللہ ﷺ نے ان سے قتال کیا یہاں تک کہ مکہ فتح ہوا۔ سدی، کلبی اور ابن اسحاق کہتے ہیں کہ یہ لوگ قبائل بکر میں سے بنوخزیمہ، بنومدلج وغیرہ کے ہیں جو حدیبیہ کے روز عہد میں قریش کے ساتھ تھے پھر جب قریش نے عہد شکنی کی تو یہ لوگ یعنی بنوضمرہ کے لوگ اپنے عہد پر قائم رہے۔ امام بغوی کہتے ہیں کہ یہ قول زیادہ مناسب اور درست ہے۔ (مظہری)

٢ لَا يَرۡقُبُوۡا بمعنی یحفظوا یعنی وہ حفاظت نہیں کرتے ہیں۔ ضحاک کہتے ہیں کہ لاینظروا [وہ سب اپنے عہد کو نہیں دیکھتے] کے معنی میں ہے۔ قطرب کہتے ہیں کہ لا یراعوا [وہ سب رعایت نہیں کرتے ہیں] کے معنی میں ہے۔ فِيۡكُمۡ اِلًّا حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد حلف ہے۔ حضرت ابن عباس اور ضحاک کہتے ہیں کہ اس سے مراد قرابت ہے۔ حضرت یمان کہتے ہیں کہ اس سے مراد رحم ہے۔ حضرت سدی کہتے ہیں کہ اس سے مراد عہد ہے۔ اسی طرح "ولا الذمة" کی تفسیر بھی کی گئی ہے سوائے اسکے کہ لفظوں کے اختلاف کیلئے مکرر ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ربوبیت ہے۔ علامہ بیضاوی کہتے ہیں کہ شاید یہ لفظ (الًّ) الال سے حلف کیلئے مشتق ہے۔ ابومجیز اور مجاہد کہتے ہیں کہ "الال" اللہ تعالیٰ ہے۔ مروی ہے کہ کچھ لوگ مسیلمہ کذاب کی جانب سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو آپ نے ان

سے مسیلمہ کذاب کی کتاب پڑھنے کو کہا۔ جب ان لوگوں نے پڑھا تو آپ نے فرمایا: اِنَّ هٰذَا الۡكَلَامَ لَمۡ يَخۡرُجۡ مِنۡ اِلٍّ بیشک یہ کلام [جسے تم پڑھتے ہو] ال یعنی اللہ عزوجل کی جانب سے نہیں ہے۔ (مظہری)

وَاَكۡثَرُهُمۡ فٰسِقُوۡنَ۔ سوال: کفر، فسق سے اقبح اور اخبث ہے پھر ان کافروں کو اَكۡثَرُهُمۡ كٰفِرُوۡنَ کی بجائے اَكۡثَرُهُمۡ فٰسِقُوۡنَ کیوں کہا گیا؟ جواب: کافر اپنے دین اور مذہب کے اعتبار سے عدل کرتا ہے اور کبھی اپنے دین ومذہب کے اعتبار سے خباثت کر کے فسق کرتا ہے پس اس جگہ مراد یہ ہے کہ کفار جو اپنے عہد کو توڑ رہے ہیں اپنے دین ومذہب کے اعتبار سے بھی فاسق ہیں۔ اسی بناء پر انھیں "فاسقون" کہا گیا ہے۔ سوال: تمام کافرین، فاسقین ہیں پھر یہ کیوں کہا گیا ہے کہ "ان میں سے اکثر فاسقین ہیں"۔ جواب: کفار کبھی جھوٹ، نقضِ عہد، مکر اور دھوکا دینے سے احتراز کرتا ہے اور مذکورہ صفات سے متصف ہو جاتا ہے اور یہ شخص جمیع انسان اور جمیع ادیان میں مذموم ہوتا ہے اس جگہ وَاَكۡثَرُهُمۡ فٰسِقُوۡنَ سے یہی مراد ہے کہ ان میں سے اکثر جھوٹ، نقضِ عہد، مکر اور دھوکا دینے کی صفات سے متصف ہیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کفار میں سے بعض مسلمان ہوئے اور اپنے گناہوں سے توبہ کی، لیکن اکثر نے ایسا نہیں کیا اس لئے وَاَكۡثَرُهُمۡ فٰسِقُوۡنَ کہا گیا یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے۔ (تفسیر کبیر) ٣ امام بغوی کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے ابوسفیان کے کھلانے پلانے کی بناء پر اس عہد کو توڑ ڈالا جو انکے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان تھا۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ ابوسفیان نے اپنے حلفاء کو کھانا کھلایا۔ فَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ یعنی انھوں نے لوگوں کو اللہ کے دین میں داخل ہونے سے روکا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اہل طائف نے اپنے اموال سے مدد کی تا کہ رسول اللہ ﷺ سے جنگ واقع ہو۔ (مظہری) اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان لوگوں نے دنیاوی ساز وسامان کو قرآن کے بدلے خریدا۔ (القرطبی) ٤ نحاس کہتے ہیں کہ آیت میں تکرار نہیں ہے بلکہ پہلی آیت تمام مشرکین کیلئے تھی اور یہ آیت خاص یہود کیلئے ہے کیونکہ یہود نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو طلب ریاست اور مال ومتاع کی آرزو کیلئے بیچا۔ اس لئے یہی لوگ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کہہ کر حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ (القرطبی)

اَلْمُعْتَدُوْنَ ⑩ فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ

از حد گذشتگان پس اگر توبہ کنند و بر پا دارند نماز را و بدہند زکوۃ را

جو حد سے گذرنے والی ہے پس اگر توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوۃ ادا کریں

فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ ؕ وَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ⑪

پس ایشاں برادران شما اند در دین و واضح می سازیم آیات را برائے گروہیکہ میدانند

تو وہ سب تمہارے دینی بھائی ہیں اور ہم واضح کرتے ہیں آیات کو ایسے گروہ کیلئے جو جانتے ہیں۱

وَ اِنْ نَّكَثُوْۤا اَیْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِیْ

و اگر بشکنند سوگندہائے خود را پس از عہد بستن خویش و طعنہ زنند در

اور اگر توڑ ڈالیں اپنی قسموں کو اپنے عہد باندھنے کے بعد اور طعنہ زنی کریں

دِیْنِكُمْ فَقَاتِلُوْۤا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَاۤ اَیْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ

دین شما پس کارزار کنید با پیشوان کفر ہر آئنہ سو گند نیست ایشانرا بود کہ ایشاں

تمہارے دین میں تو جہاد کرو کفر کے سرداروں سے' بیشک قسم نہیں ہے ان کیلئے تا کہ وہ سب

یَنْتَهُوْنَ ⑫ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْۤا اَیْمَانَهُمْ وَ هَمُّوْا

باز مانند آیا جنگ نمی کنید با گروہی کہ شکستند سوگندہائے خویش را و قصد کردند

باز آ جائیں۲ کیا تم جہاد نہیں کرو گے اس گروہ کیساتھ جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑا اور ارادہ کیا

بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَ هُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ

جلا وطن ساختن پیغمبر را و ایشاں ابتدا کردند (نقض عہد) با شما اول مرتبہ آیا می ترسید از ایشاں

رسول کو جلا وطن کرنے کا اور ان لوگوں نے ابتدا کی تمہارے ساتھ پہلی مرتبہ' کیا تم ڈرتے ہو ان سے

فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ⑬ قَاتِلُوْهُمْ

پس خدا سزاوار تر است بآنکہ بترسید از وی اگر مسلمانید جنگ کنید باایشاں

پس اللہ لائق تر ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر مسلمان ہو۳ جہاد کرو ان سے۴

تفسیر اظہار الفرقان

۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت نے اہل قبلہ کے خون کو حرام کر دیا۔ حضرت ابن مسعود ﷛ فرماتے ہیں کہ تمہیں نماز اور زکوۃ دونوں کا حکم دیا گیا پس جو کوئی زکوۃ ادا نہ کرے اسکی نماز نہیں ہے۔ حضرت ابوہریرہ ﷛ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا اور حضرت ابوبکر صدیق ﷛ خلیفہ مقرر ہوئے تو آپ نے مانعین زکوۃ کے خلاف جہاد کا حکم دیا تو حضرت عمر ﷛ نے کہا کہ آپ ان سے کیسے جہاد کرینگے حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اسوقت تک لڑوں جب تک وہ لا الہ الا اللہ نہ کہہ لیں تو تحقیق اس نے اپنی جان اور اپنے مال کو مجھ سے بچا لیا مگر وہ جو اسلام کا حق ہو اور اسکا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔ یہ سنکر حضرت ابوبکر ﷛ نے کہا: اللہ کی قسم میں ان لوگوں سے ضرور لڑونگا جو نماز اور زکوۃ میں فرق کرتے ہیں پس زکوۃ مال کا حق ہے۔ اللہ کی قسم اگر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بکری کا ایک بچہ بھی دیتا ہوگا اور اب وہ دینے سے انکار کریگا تو میں اس سے لڑونگا۔ حضرت عمر ﷛ نے کہا: اللہ کی قسم ابوبکر کیلئے اللہ تعالیٰ نے سینہ کھول دیا اور انھوں نے حق پہچان لیا۔ حضرت انس ﷛ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو ہماری طرح نماز پڑھے' ہمارے قبلہ کو قبلہ بنائے اور ہمارے ذبیحہ کو کھائے تو یہ مسلمان ہے جو اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ (مظہری) نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص تین چیزوں سے فرق کریگا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسکے اور اپنی رحمت کے درمیان فرق کریگا۔ (اول) جو شخص یہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرونگا رسول اللہ ﷺ کی اطاعت نہیں کرونگا حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ''اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو'' (دوم) وہ شخص جو نماز پڑھے لیکن زکوۃ ادا نہ کرے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَقِیْمُوا الصَّلَاۃَ وَاٰتُوا الزَّکَاۃَ ''نماز قائم رکھو اور زکوۃ ادا کرو'' (سوم) وہ شخص جو اللہ تعالیٰ اور والدین کے شکر کے درمیان تفریق کرے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَنِ اشْکُرْلِیْ وَلِوَالِدَیْکَ ''یہ کہ میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو''۔ (القرطبی) ۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت ابوسفیان بن حرب' حارث بن ہشام' سہیل بن عمر' عکرمہ بن ابو جہل اور تمام رؤسائے قریش کے بارے میں نازل ہوئی ہے کیونکہ ان لوگوں نے عہد کے بعد مسلمانوں کو نکالا۔ (مظہری) اس آیت سے بعض علماء دلیل قائم کرتے ہیں کہ جو شخص دین میں طعن کرے اسے قتل کرنا واجب ہے جبکہ وہ کافر ہو اور دین میں کوئی ایسا طعن کرتا ہو جو اسکے لائق نہ ہو یا دین اسلام کی تخفیف کیلئے ایسا کرتا ہو۔ ابن منذر کہتے ہیں عام اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص نبی ﷺ کو گالی دیگا اسے قتل کیا جائیگا یہی مذہب امام مالک' لیث' احمد' اسحاق اور شافعی کا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر ذمی اپنے عہد کو توڑے تو اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائیگا صرف طعن فی الدین سے عہد نہیں توڑا جائیگا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے قتل کرنے کیلئے دو شرط لگائی ہے۔ اول عہد کا توڑنا اور دوم دین میں طعن کرنا۔ (القرطبی) زجاج نے کہا کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ ذمی اگر دین اسلام میں طعن کریگا تو اسے قتل کرنا واجب ہے اس لئے کہ اس ذمی سے معاہدہ اس شرط پر تھا کہ وہ دین میں طعن نہیں کریگا جب اس نے دین میں طعن کیا تو اسکا عہد ٹوٹ گیا۔ (تفسیر کبیر) ۳ کلبی کہتے ہیں کہ یہ آیت کفار مکہ کے بارے میں نازل ہوئی جب ان لوگوں نے حدیبیہ کے عہد کو توڑا اور خزاعہ پر بنی بکر کی مدد کی۔ واضح رہے کہ ان کافروں سے مقابلہ کے تین اسباب بیان کئے گئے ہیں۔ (۱) عہد توڑنا (۲) رسول اللہ ﷺ کو مکہ سے نکالنے کا قصد کرنا (۳) قتال میں پہل انکی جانب سے ہونا۔ (تفسیر کبیر) ۴ قتادہ کہتے ہیں کہ یہ آیت بنی خزاعہ کے بارے میں اسوقت نازل ہوئی جب انھوں نے مکہ میں بنی بکر کو قتل کرنا شروع کیا۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) علامہ جار اللہ زمخشری کہتے ہیں کہ بنی خزاعہ ملکہ سبا کے قوم سے تھے جو یمن سے ترکِ مکانی کر کے آ گئے تھے جب انھوں نے اسلام قبول کیا تو اہل مکہ انھیں سخت تکلیفیں پہنچانے لگے آخر جب انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے اسکی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ مطمئن رہو عنقریب آسائش کی گھڑی آنے والی ہے۔ (حاشیہ لباب النقول)

يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ

تا عذاب کند ایشانرا خدا بدست شما و رسوا سازد ایشانرا و فتح دہد شما را بر ایشاں

تا کہ اللہ تمہارے ہاتھوں انھیں عذاب دے اور انھیں رسوا کرے اور تمہیں فتح دے ان پر

وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٤﴾ وَيُذْهِبْ غَيْظَ

و شفا بخشد سینہ ہائے گروہ مسلمانانرا و دور کند اندوہ

اور شفا بخشے مسلمان گروہ کے سینوں کو اور دور کرے غم

قُلُوْبِهِمْ ؕ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١٥﴾

دل ایشانرا و برحمت باز گردد خدا بر ہر کہ خواہد و خدا دانا استوار کار ست

ان کے دل سے اور اللہ رحمت سے رجوع فرماتا ہے جس پر چاہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے[1]

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا

ایا گمان کردید کہ گذاشتہ شوید و ہنوز متمیز نساختہ است خدا آنانرا کہ جہاد کردہ اند

کیا تم نے گمان کیا کہ چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ابھی ممتاز نہیں کیا ہے اللہ نے ان لوگوں کو جنھوں نے جہاد کیا

مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا

از شما و نہ گرفتہ اند بجز خدا و بجز پیغمبر و بجز

تم میں سے اور نہ بنایا اللہ کے سوا اور اسکے رسول کے سوا اور

الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٦﴾ مَا كَانَ

مومنان ہیچ دوست پنہانی و خدا دانا ست بآنچہ میکنید روا نباشد

مؤمنین کے سوا کسی کو رازدار اور اللہ جاننے والا ہے جو تم عمل کرتے ہو[2] جائز نہیں ہے

لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى

مشرکانرا کہ آباد سازند مسجدہائے خدا را اعتراف کردہ بر

مشرکین کیلئے کہ آباد کریں اللہ کی مسجدوں کو اعتراف کرتے ہوئے[3]

تفسیر اظہار العرفان

[1] رسول اللہ نے بہت سے قریش کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جیسے ابوسفیان، عکرمہ بن ابی جہل اور سہیل بن عمر۔ (مظہری)

[2] جب مؤمنین میں سے بعض نے قتال کو ناپسند کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے خطاب کیا۔ کہا گیا ہے کہ یہ خطاب منافقین سے ہے کہ کیا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ تمہیں جہاد کا حکم نہیں دیا جائیگا اور تمہیں آزمایا نہ جائیگا کہ اللہ تعالیٰ کاذب سے صادق کو ظاہر کرے۔ (مظہری) وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الخ یعنی اللہ نے ابھی مخلصین کو ظاہر نہیں فرمایا ہے۔ حدادی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو انھیں قتال کا حکم دینے سے پہلے علم تھا کہ کون جہاد کریگا اور کون جہاد نہیں کریگا لیکن وہ علم پوشیدہ تھا اب اسے ظاہر فرمانا چاہتا ہے تاکہ انھیں انکے علم کے مطابق بدلہ دے۔ (روح البیان) جب اللہ تعالیٰ نے مؤمنین مخلصین کو ظاہر فرمادیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں سے ایک گروہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر قائم رہیگا جو انکی برائی کرے اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اور جو انکی مخالفت کرے اس سے بھی کوئی نقصان نہیں پہنچے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آجائے اور وہ سب اس پر قائم ہوں۔ (مظہری)

[3] امام بغوی کہتے ہیں کہ جب حضرت عباس کو بدر کے روز قیدی بنایا گیا تو انھوں نے دیکھا کہ مسلمان انکے کفر کی وجہ سے کافی بدلے ہوئے ہیں، قطع رحمی کررہے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان پر قول کی سختی کی تو حضرت عباس نے کہا کہ تم لوگ ہماری مساوات کو بھول گئے اور ہمارے محاسن کو فراموش کردیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تمہارے لئے محاسن ہیں؟ کہا جی ہاں! ہم کعبہ کو آباد رکھتے ہیں، کعبہ پر غلاف چڑھاتے ہیں اور حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت عباس کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی۔ دوسری روایت میں ہے کہ تم لوگ اگرچہ اسلام ہجرت اور جہاد میں ہم پر سبقت لے گئے لیکن ہم مسجد حرام کو آباد رکھتے ہیں حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں اور کعبہ پر غلاف چڑھاتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یعنی مشرکین کیلئے یہ امور صحیح نہیں ہیں اور نہ انکے لائق ہے کہ مسجدوں کو آباد کریں۔ یہ کام مسلمانوں پر واجب ہے اس لئے کہ مساجد صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے بنائی جاتی ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا منکر ہوگا اسکے لائق نہ ہوگا۔ ایک جماعت اس جانب گئی ہے کہ عمارت سے مراد مسجد تعمیر کرنا اور بوسیدہ ہونے کی صورت میں مرمت کا کام کرنا ہے۔ بعض نے کہا کہ یہاں عمارت سے مراد مسجد میں داخل ہونا اور اس میں بیٹھنا ہے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم ایسے شخص کو دیکھو جو مسجد تعمیر کروارہا ہو تو اسکے ایمان کی گواہی دو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مساجد کی تعمیر وہ لوگ کرتے ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: آپ نے فرمایا کہ جو شخص مسجد بنائے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اسکی مثل جنت میں اس کیلئے گھر بنائیگا۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسجد حرام کو "مَسَاجِدَ اللّٰهِ" فرمایا اس لئے کہ یہ دنیا کی تمام مساجد کیلئے قبلہ ہے اس لئے اسکی تعمیر گویا کہ تمام مساجد کی تعمیر ہے۔ فراء کہتے ہیں کہ اہل عرب کبھی واحد بول کر جمع مراد لیتے ہیں اور کبھی جمع بول کر واحد مراد لیتے ہیں۔ کیا آپکو معلوم نہیں ہے کہ کوئی شخص برذون [ایک گھوڑا] پر سوار ہوتا ہے لیکن کہتا ہے کہ اَخَذْتُ فِیْ رُکُوْبِ الْبَرَاذِیْنَ یعنی میں نے سواری میں براذین [گھوڑے] لئے۔ اسی طرح کہتا ہے کہ فُلَانٌ کَثِیْرًا الدِّرْهَمِ وَالدِّیْنَارِ یعنی فلاں کثیر درہم اور دینار والا ہے یہاں درہم بول کر دراہم اور دینار بول کر دنانیر مراد لیا گیا ہے۔ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ یعنی وہ لوگ شرک ظاہر کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرتے ہیں۔ حضرت حسن کہتے ہیں کہ وہ لوگ یہ نہیں کہتے تھے ہم کفار ہیں بلکہ انکا کلام کفر پر دلالت کرتا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بتوں کیلئے سجدہ کرنا انکی اپنی ذات پر کفر کی گواہی ہے۔ حضرت سدی کہتے ہیں کہ جب نصرانی سے پوچھا جاتا کہ تم کون ہو تو کہتے ہیں کہ ہم نصرانی ہیں جو انکی ذات پر کفر کی گواہی ہے (مظہری)

اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ښ وَفِي النَّارِ

خود بکفر آنجماعت باطل شد عملهائے ایشاں و در آتش

اپنے اوپر کفر کا' وہ جماعت کہ باطل ہوئے انکے عمل اور آگ میں

هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝۱۷ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ

ایشاں ہمیشہ باشندگانند جز ایں نیست کہ عمارت کند مسجدہاے خدا را کسیکہ ایمان آورد است

وہ سب ہمیشہ رہیں گے' اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ تعمیر کرتے ہیں اللہ کی مسجدوں کو وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ

بخدا و بروز آخر و برپاداشت نماز را داد است زکوۃ را و

اللہ پر اور آخرت پر اور نماز قائم کی اور زکوۃ ادا کی اور

يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰۗىِٕكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝۱۸

نترسید است مگر از خدا نزدیک است کہ ایں جماعت از راہ یافتگان باشند

نہیں ڈریں مگر اللہ سے' قریب ہے کہ یہ جماعت راہ پانے والوں میں سے ہو ۱

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاۗجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ

ایا کردید اید آب آں نوشانیدن حاجیاں و آباد ساختن مسجد حرام را مانند عمل کسیکہ

کیا تم نے کیا حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد حرام کا آباد کرنا ان لوگوں کے عمل کی مثل جو

اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ

ایمان آورد است بخدا و روز آخر و جہاد کرد است در راہ خدا

ایمان لائے ہیں اللہ پر اور یوم آخرت پر اور جہاد کیا ہے اللہ کی راہ میں

لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

برابر نیستند نزدیک خدا و خدا راہ نمی نماید قوم

برابر نہیں ہیں اللہ کے نزدیک اور اللہ راہ نہیں دکھاتا ہے ظالمین ۲

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی دین کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر غیر کے خوف سے عمل نہیں چھوڑتے ہیں ورنہ خوف عملی جبلی ہے جو کسی عاقل سے جدا نہیں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسجد کی تعمیر کو مؤمن کیساتھ خاص فرمایا ہے اس لئے کہ مؤمن ہی اسکے کمالاتِ علمیہ اور عملیہ کا جامع ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ اس آیت میں ایمان کے باب میں ایمان بالرسول کا ذکر نہیں کیا گیا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ ایمان باللہ' رسول اللہ ﷺ کے بغیر متصور نہیں ہوسکتا ہے۔ [لہٰذا ایمان باللہ' ایمان بالرسول کو مستلزم ہے] اسی بناء پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَتَدْرُوْنَ مَا الْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ۔ کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کو ایک ماننے کا مطلب کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کی! اللہ اور اسکا رسول بہتر جانتا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ "گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور بیشک محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں"۔ مسجد کو آباد رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں عبادت' ذکر' درسِ علم اور قرآن دیتا رہے۔ حضرت ابوسعید خدری ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جب تم کسی شخص کو مسجد میں آتے جاتے دیکھو تو اسکے ایمان کی گواہی دو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مساجد کو وہ لوگ آباد رکھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ صبح مسجد کی جانب کرے یا شام مسجد کی جانب کرے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں گھر تیار فرماتا ہے جب بھی صبح ہو یا شام ہو۔ حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سات اشخاص کو اللہ تعالیٰ [اپنی رحمت کے] سایہ میں رکھے گا جس دن کوئی سایہ اسکے سوا نہ ہوگا ان میں سے آپ نے ذکر فرمایا کہ ایک وہ شخص جسکا دل مسجد میں معلق رہتا ہو جب وہ مسجد سے باہر نکلے یہاں تک کہ وہ مسجد کی جانب پلٹ آئے۔ حضرت سلمان ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے گھر میں وضو کرے اور اپنے وضو کو احسن طریقے سے کرے پھر مسجد کی جانب آئے تو وہ زائر اللہ ہے اس لئے مزور (جسکی زیارت کو وہ شخص آیا یہاں مراد اللہ ہے] پر حق ہے کہ وہ اپنے زائر کی مہمان نوازی کرے۔ دوسرے قول کیمطابق مسجد کو آباد کرنے سے مراد یہ ہے کہ مسجد بنائی جائے، اسکی تزئین کی جانب' اسے روشن کیا جائے اور جو امور مسجد کی شان کے لائق نہ ہو ان سے بچا جائے جیسے دنیاوی باتیں' بیع اور شراء وغیرہ کرنا۔ ابن لبید کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان ؓ نے چاہا کہ مسجد بنای جائے' پس لوگوں نے ناپسند کیا اور چاہا کہ آپ اسے چھوڑ دیں۔ حضرت عثمان ؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: آپ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے مسجد بنائیگا اللہ تعالیٰ جنت میں اس کیلئے گھر بنائیگا' دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مسجد کی طرح اس کیلئے روشن جنت میں گھر بنائیگا۔ حضرت ابوامامہ ؓ سے مروی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے مسجد بنائیگا اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ وسیع گھر جنت میں اس کیلئے بنائیگا۔ (مظہری) حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص مسجد میں چراغ روشن کرتا ہے تو فرشتے اسوقت تک اس کیلئے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں جب تک اس چراغ کی روشنی مسجد میں رہے۔ مروی ہے کہ جب عشاء کا وقت آتا تو مسجدِ نبوی میں کھجور کی شاخ روشنی کیلئے جلائی جاتی تھی جب تمیم الداری مدینہ آئے تو انکے ساتھیوں نے مسجد نبوی کے چاروں اطراف زیتون کے تیل سے قنادیل [چراغ] روشن کئے۔ یہ دیکھکر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نَوَّرْتَ مَسْجِدَنَا نَوَّرَ اللّٰهُ عَلَيْكَ اَمَا وَاللّٰهِ لَوْ كَانَ لِيْ بِنْتٌ لَاَنْكَحْتُهَا هٰذَا۔ ترجمہ: تو نے ہماری مسجد کو روشن کیا اللہ تجھے روشن کرے' اللہ کی قسم اگر میری کوئی بیٹی [بغیر نکاح کے] ہوتی تو میں ضرور اس سے نکاح کروادیتا۔ (روح البیان) ۲ نعمان بن بشیر کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے منبر کے پاس آئے آپ چند اصحاب کیساتھ بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے ایک نے کہا کہ اسلام قبول کرلینے کے بعد مجھے حاجیوں کو پانی پلانے کے علاوہ دوسری کوئی نیکی کرنے کی ضرورت نہیں۔ دوسرے نے کہا' بلکہ صرف مسجد کو آباد کرنے کے سوا' تیسرے نے کہا' نہیں تم دونوں نے جو کچھ کہا ہے اس سے جہاد فی سبیل اللہ بہتر ہے۔ حضرت عمر نے انھیں ڈانٹتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے منبر کے قریب آوازیں بلند نہ کرو۔ یہ جمعہ کا دن تھا۔ حضرت عمر نے نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ سے اس اختلاف کے بارے میں پوچھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول)

الظّٰلِمِيْنَ ۝١٩ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ

ستمگاراں را آنانکہ ایمان آوردند و ہجرت کردند و جہاد نمودند در

قوم کو وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا

سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ

راہ خدا باموال خویش و جان خویش بزرگ تر اند در مرتبہ نزدیک

اللہ کی راہ میں اپنے اموال سے اور اپنی جان سے بہت بڑے ہیں مرتبہ میں

اللّٰهِ ۭ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝٢٠ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ

خدا و ایں جماعت ایشانند مطلب یابان مژدہ می دہد ایشانرا پروردگار ایشاں برحمت

اللہ کے نزدیک اور یہی جماعت مطلب پانے والی ہے[1] خوشخبری دیتا ہے انھیں انکا رب رحمت کی

مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝٢١

از نزد خود بخوشنودی و بوستانہا کہ ایشانرا در آنجا نعمت دایم بود

اپنی طرف سے اور خوشنودی کی اور (ایسے) باغوں کی جس میں ان کیلئے نعمت دائمی ہو گی

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝٢٢

باشندگان آنجا ہمیشہ ہر آئنہ خدا نزدیک اوست مزد بزرگ

اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں بیشک اللہ اس کے پاس بڑا اجر ہے[2]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ

اے مسلماناں دوست میگیرید پدران خود را و برادران خود را

اے مسلمانو! دوست نہ بناؤ اپنے آباء کو اور اپنے بھائی کو

اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ۭ وَمَنْ

اگر اختیار کنند کفر را بر ایمان و ہر کہ از شما

اگر اختیار کریں کفر کو ایمان پر اور جو کوئی تم میں سے[3]

تفسیر اظہار العرفان

[1] جاننا چاہئے کہ اس آیت میں چار صفات بیان کئے گئے ہیں۔ جس میں یہ چار صفات پائی جائیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک درجات میں سب سے بڑا ہے۔ اول: ایمان' دوم: ہجرت' سوم: جہاد فی سبیل اللہ بالمال اور چہارم: جہاد بالنفس۔ انسان تین امور کا مجموعہ ہے روح' بدن اور مال۔ جب روح سے کفر زائل ہو جائے اور اس میں ایمان آجائے تو روح کو مناسب مراتبِ سعادت حاصل ہوتے ہیں۔ بدن اور مال ہجرت کے سبب اس میں کمی آتی ہے اسی جہاد کے سبب مال اور بدن ہلاکت میں پڑ جاتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ انسان ان دونوں سے محبت کرتا ہے اور جب اس محبوب شے کو اللہ کی راہ میں لگا تا ہے تو اسکے سبب اعلیٰ درجہ حاصل کر لیتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

[2] جاننا چاہئے کہ یہ آیتِ کریمہ درجاتِ عالیہ کے انواع کی جانب اشارہ پر مشتمل ہے۔ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَان اللہ تعالیٰ کی جانب سے تعظیم اور اجلال ہے' وَجَنّٰتٌ لَّهُمْ منافع عظیمہ کے حصول کی جانب اشارہ ہے' فِيْهَا نَعِيْمٌ۔ منافع خالص کی جانب اشارہ ہے اس لئے کہ نعیم نعمت میں مبالغہ ہے اور نعمت میں مبالغہ اسکے سوا کچھ نہیں رکھتا کہ وہ کدورات سے خالی ہو اور مُقِيْمٌ اس نعمت کی دائمی ہونے کی جانب اشارہ ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اس دوام کو تین عبارات سے بیان فرمایا۔ اول؛ مُقِيْمٌ' دوم۔ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اور سوم اَبَدًا۔ واضح رہے کہ نعمت سے خوشی دو طرح کی ہے ایک اس لئے کہ وہ نعمت ہے' دوم نعمت کے ملنے کی خوشی جیسے سلطانِ اعظم کے پاس انکے خدماء موجود ہوں اسی دوران سلطان ان میں سے کسی ایک کی جانب ایک سیب پھینکے تو جسکی جانب وہ سیب پھینکے گا اسے دو خوشی ہو گی ایک سیب کے ملنے کی دوم سلطان نے اس اکرام سے اسے خاص کیا اسکی خوشی ہو گی۔ بس اسی طرح یہاں بھی ہے ایک خوشی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے رحمت سے نوازا اور دوسری خوشی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اسے خاص کیا۔ (تفسیر کبیر) کشف الاسرار میں ہے کہ رحمت عاصیوں کیلئے ہے اور جنت تمام مؤمنین کیلئے ہے رحمت کو مقدم اس لئے کیا تا کہ اہل عصیان اپنے احوال کے صفحات پر نا امیدی نہ کھینچیں ہر چند کہ گناہِ عظیم ہو اسکی رحمت اس سے اعظم ہے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ مرید کیلئے مناسب ہے کہ وہ ہر شے میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت رکھے یہاں تک کہ اپنے کھانے' پینے اور لباس پہننے میں بھی۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص اللہ کی رضا کیلئے خوشبو لگائے تو قیامت کے روز خوشبو مشک سے بھی زیادہ پاکیزہ ہو گی اور جو شخص غیر اللہ کو خوش کرنے کیلئے خوشبو لگائے تو قیامت کے روز خوشبو مردار کی بو سے بھی زیادہ بد بودار ہو گی۔ (روح البیان)

[3] حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ ہر آیت ماقبل سے متصل ہے جو حضرت عباس اور طلحہ سے متعلق نازل ہوئی تھی اور ان دونوں واقعہ میں ہجرت نہ کرنے والے سے متعلق تھا۔ کلبی' حضرت ابو صالح سے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ نے لوگوں کو ہجرت کا حکم دیا تو ان میں سے بعض اہل اور اولاد سے متعلق بتا کر ہجرت سے رکنا چاہتے تھے اور آپ سے کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہماری قناعت یہیں فرمائیگا اور انھوں نے ہجرت کو چھوڑا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ یہ آیت ان نو اشخاص کے بارے میں نازل ہوئی جو مرتد ہو کر مکہ جا پہنچے پس اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو منع فرمایا کہ انھیں اپنا دوست نہ بناؤ۔ انھیں اپنا راز نہ بتاؤ اور نہ انکے ساتھیوں کو بتاؤ اگر یہ لوگ ایمان پر کفر کو دوست رکھتے ہوں۔ (مظہری) امام کہتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ یہ آیت فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ آیت ایجابِ ہجرت پر محمول ہے جبکہ ہجرت فتح مکہ سے قبل واقع ہوئی تھی اس لئے اقرب یہ ہے کہ آیت ان رشتہ داروں سے بیزاری پر محمول ہے جو مشرکین تھے اور ان سے موالات ترک کرنے کے بارے میں ہے۔ حدادی کہتے ہیں کہ کفار کی موالات کی وجہ سے انھیں ظالمین کہا گیا ہے۔ کاشفی کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ہجرت سے پیچھے رہ جانے والوں نے کہا کہ ہمارے درمیان قبائل اور رشتہ داری حائل ہے ہم ان سے تجارت اور معاملات کرتے ہیں اب ہم انھیں چھوڑ کر ہجرت کیسے کریں ایسی صورت میں ہم بے مال اور بے تجارت رہ جائیں گے۔ (روح البیان)

يَتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٢٣﴾ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ

دوستی دارد باایشاں آں جماعت ایشانند ستمگاران بگو اگر ہستند

دوستی رکھے تو وہی جماعت ظلم کرنے والی ہے آپ فرما دیجئے اگر

وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ

پدران شما و پسران شما و برادران شما و زنان شما و خویشاوندان شما

تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے رشتہ دار

وَاَمْوَالُ اِقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ

و آں مالہائیکہ کسب کردہ اید آنرا و تجارتی کہ میترسید از بے رواجی آں و

اور وہ مال جسے تم نے کمایا اور وہ تجارت کہ تم ڈرتے ہو اسکے نقصان سے اور

مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

منزلہا کہ پسند میکنید آنرا دوست تر نزدیک شما از خدا ورسول او

وہ مکانات کہ جسے تم پسند کرتے ہو زیادہ محبوب ہوں تمہارے نزدیک اللہ اور اسکے رسول سے

وَجِهَادٍ فِىْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ

و از جہاد در راہ خدا پس منتظر باشید تا آنکہ بیارد خدا عقوبت خود را

اور اللہ کی راہ میں جہاد سے تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا عذاب لائے

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٤﴾ لَقَدْ نَصَرَكُمُ

و خدا راہ نمی نماید گروہ فاسقانرا ہر آئنہ فتح داد شما را

اور اللہ راہ نہیں دکھاتا ہے گروہِ فاسقین کو [1] بیشک فتح دی تمہیں

اللّٰهُ فِىْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ

خدا در جایہاے بسیار و روز حنین نیز چوں بشگفت آورد شما را

اللہ نے بہت سی جگہوں میں اور حنین کے روز بھی جب تمہیں حیران کیا [2]

تفسیر اظہار العرفان

[1] علامہ بیضاوی کہتے ہیں کہ یہاں محبت سے مراد "محبت اختیاری" ہے یعنی ان اشیاء کو جب تک ایثار نہیں کردیتے اور اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کے اوامر کی مخالفت ترک نہیں کردیتے۔ میں [قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ] کہتا ہوں کہ کمالِ ایمان یہ ہے کہ "حبِّ طبعی" بھی شریعت کے مطابق کردے یہاں تک کہ اسکی طبیعت تقاضا نہ کرے مگر ان چیزوں کا جنکے کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اللہ کیلئے محبت کرے، اللہ کیلئے دشمنی کرے، اللہ کیلئے کسی کو کچھ دے اور اللہ کیلئے کسی کو کچھ نہ دے تو تحقیق اس نے اپنے ایمان کو مکمل کیا۔ حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک مؤمن نہیں ہوسکتا ہے جب تک کہ میں اسکے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ حضرت انس ؓ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس میں یہ چیزیں پائی جائیں تو وہ ایمان کی حلاوت پائیگا (یعنی) جو اللہ اور اسکے رسول کو سب سے زیادہ محبوب رکھتا ہو، جو کسی شخص سے دوستی رکھے تو صرف اللہ کیلئے اور جو کفر کی جانب لوٹنا ایمان کے بعد ایسا ناپسند کرے جیسے آگ میں جانا ناپسند کرتا ہو۔ واضح رہے کہ ایمان کی حلاوت سے مراد یہ ہے کہ جسطرح انسان شہواتِ طبعیہ سے لذت حاصل کرتا ہے اسی طرح یہ شخص ایمان سے لذت حاصل کرتا ہو اور یہی کمالِ ایمان ہے اور یہ اربابِ قلوبِ صافیہ اور صاحبِ نفوسِ زاکیہ کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس دولت سے نوازے۔ اس آیت میں اور جو احادیث ذکر کی گئیں ہیں مشائخ کی خدمت میں رہ کر اکتسابِ تصوف کے ضروری ہونے پر دال ہے۔ (مظہری) عبداللہ بن ہشام کہتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے پاس تھے آپ نے حضرت عمر ؓ کے ہاتھ کو پکڑا ہوا تھا۔ حضرت عمر ؓ نے کہا یارسول اللہ ﷺ آپ مجھے تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہیں سوائے میری جان کے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک اسوقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا ہے جب تک کہ میں اسکی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔ (مرقاۃ) وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں اپنی معرفت کی جانب رہنمائی نہیں فرماتا ہے۔ علامہ بیضاوی کہتے ہیں کہ اس آیت میں تشدید عظیم ہے۔ (مظہری) [2] ربیع بن انس سے مروی ہے کہ جنگِ حنین کے موقع پر ایک شخص نے کہا کہ آج ہم دشمن کی قلیل فوج سے شکست نہیں کھائیں گے۔ اس دن مسلمانوں کے لشکر کی تعداد بارہ ہزار تھی [جبکہ دشمن کی تعداد بہت کم تھی] یہ بات رسول اللہ ﷺ کو سخت ناگوار گذری۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) جنگِ حنین فتح مکہ کے بعد شوال ۸ھ میں بنی ہوازن اور ثقیف کے خلاف لڑی گئی۔ حنین طائف اور مکہ کے درمیان ایک وادی ہے جو مکہ سے تقریباً دس میل کے فاصلے پر ہے اس جنگ میں اسلامی لشکر کی تعداد بارہ ہزار تھی جبکہ انکے مقابلے میں کفار کی تعداد نہایت قلیل تھی اس لئے بعض صحابہ کی زبان سے فخریہ طور پر الفاظ نکل گئے ہیں کہ آج ہم پر کون غالب آسکتا ہے؟ لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ کہتے ہیں کہ بنی ہوازن کے تیراندازوں نے ایسے تیر برسائے کہ مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور شکست کھا کر الٹے پاؤں بھاگ کھڑے ہوئے لیکن امام بخاری کی اس حدیث سے جو انھوں نے صحیح بخاری کتاب المغازی باب سورہ توبہ آیت ۲۵ میں روایت کی ہے ظاہر ہے کہ جنگ کی ابتدا میں مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوا لیکن دشمن کی شکست خوردہ فوج کا تعاقب کرنے اور انکا زور توڑنے کی بجائے مسلمان مالِ غنیمت پر ٹوٹ پڑے۔ اس پر بنی ہوازن کے شکست خوردہ نوجوانوں نے پلٹ کر مسلمانوں پر حملہ کردیا اور ایسے تیر برسائے کہ اسلامی فوج میں ابتری پھیل گئی اور سراسیمگی کی حالت میں الٹے پاؤں بھاگ کھڑی ہوئی۔ لیکن رسول اللہ ﷺ اور آپکے چند جانباز صحابہ ثابت قدم رہے پھر آپ نے بھاگے ہوئے مسلمانوں کو جمع کیا اور یہ فرماتے ہوئے میدانِ جنگ میں اتر گئے اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ ☆ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ۔ چنانچہ دشمن کو عبرتناک شکست ہوئی۔ واضح رہے کہ اسی جیسی کیفیت جنگِ اُحد کے موقع پر ہوچکی تھی خالد بن ولید جو اسوقت تک ایمان نہیں لائے تھے پلٹ کر حملہ کردیا تھا اور مسلمانوں میں افراتفری پھیلادی تھی۔ (حاشیہ لباب النقول)

كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ

بسیاری شما پس دفع نکرد آں بسیاری از شما چیزیرا و تنگ شد بر شما زمین

تمہاری کثرت نے پس نہیں ہٹائی اس کثرت نے تم سے کوئی چیز اور تنگ ہوئی تم پر زمین

بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝٢٥ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ

باوجود فراخی آں پس بر گشتید پشت داده باز فرو فرستاد خدا تسکین خود را

باوجود اسکی فراخی کے پس تم پھر گئے پیٹھ دیکر' پھر اتاری اللہ نے اپنی تسکین کو

عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ

بر پیغامبر خود و بر مسلمانان و فرو فرستاد لشکرہا کہ شما

اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر اور اتارا لشکروں کو کہ تم

تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ

ندیدید ایشانرا و عقوبت کرد کافرانرا و ایں است جزائے

انھیں نہ دیکھ سکے اور عذاب دیا کافروں کو اور یہ ہے بدلہ

الْكٰفِرِيْنَ ۝٢٦ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ

کافراں باز برحمت باز گردد خدا بعد ازیں بر ہر کہ

کافروں کا ۱ پھر اللہ رحمت سے رجوع فرمائیگا اسکے بعد جس پر

يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٢٧ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا

خواہد و خدا آمرزنده مہرباں است اے مسلماناں جز ایں نیست

چاہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۲ اے مسلمانو! اسکے سوا کچھ نہیں ہے

الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ

کہ مشرکاں پلید اند پس باید کہ نزدیک نہ شوند بہ مسجد حرام بعد ازیں سال

کہ ناپاک ہیں مشرکین پس چاہئے کہ قریب نہ ہوں مسجد حرام کے اس سال کے بعد ۳

۱ رسول کا ذکر اس لئے کیا کہ مُنْھَزِمِیْنَ [بھاگنے والوں] پر سکینہ وجودِ رسول ﷺ کی برکت سے نازل ہوا اور انکے غیر پر انکے توسط سے' اسی بناء پر جار [عَلٰی] کا اعادہ ہے یعنی عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کیونکہ نبی ﷺ اور مؤمنین کے احوال مختلف تھے۔ کہا گیا ہے کہ اس سے مراد مؤمنین ہیں جو رسول اللہ ﷺ کیساتھ ثابت قدم تھے اور بھاگنے والوں میں شامل نہ ہوئے تھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں غزوہ حنین کے روز رسول اللہ ﷺ کیساتھ تھا لوگ بھاگ نکلے تھے' مجھ سمیت ۸۰ افراد مہاجرین وانصار میں سے آپ کیساتھ باقی رہ گئے تھے اور بھاگنے والوں میں شامل نہ ہوئے۔ بھاگنے والوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے سکینہ اتارا۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے حنین کے روز اپنی مٹھی میں سفید کنکریوں کو بھرا اور دشمن کی جانب پھینکا تو وہ سب بھاگ گئے اور ربِ کعبہ کی قسم ہے کہ اس روز حضرت علی رضی اللہ عنہ سخت لڑائی کر رہے تھے۔ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا۔ حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حنین کے روز اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی پانچ ہزار نشان لگائے ہوئے ملائکہ سے مدد کی۔ محمد بن عمر مالک بن اوس بن الحدثان سے روایت ہے' وہ کہتے ہیں کہ مجھے اس جنگ میں شامل ہونے والوں کی ایک جماعت نے بتایا کہ ہم نے دیکھا کہ اس روز سفید رنگ کے لوگوں کو چتکبرا گھوڑے پر سوار جنکے سروں پر سرخ عمامہ تھا جسکا شملہ دونوں شانوں کے درمیان لٹک رہا تھا آسمان سے اتر رہے تھے۔ ہم میں سے جو بھی ان سے ملتا انھیں سمجھ نہیں پاتا تھا اور انکے رعب کی بناء پر ان سے مقابلہ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ (مظہری)

۲ یعنی جسے مسلمانوں نے بھگایا تھا اللہ تعالیٰ نے انھیں اسلام کی دولت سے سرفراز فرمایا جیسے مالک بن عوف النصری رئیسِ حنین اور اسکے ساتھ قوم بھی ایمان لے آئی۔ (القرطبی) ۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب مشرکین بیت اللہ کو آتے تو تجارت کی غرض سے کھانے پینے کا سامان ساتھ لے آتے تھے۔ جب انھیں بیت اللہ سے روک دیا گیا تو مسلمان کہنے لگے کہ اب ہم کو طعام کہاں سے ملیگا؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) امام بغوی کہتے ہیں کہ اس سے نجاستِ حکمی مراد ہے نہ کہ نجاستِ عین [حقیقی] مشرکین کو نجس ذم کے طور پر کہا گیا ہے۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ انھیں نَجَسٌ اس لئے کہا گیا کہ جب وہ لوگ ناپاک ہوتے ہیں تو وہ غسل نہیں کرتے ہیں' جب بے وضو ہوتے ہیں تو وضو نہیں کرتے ہیں اور نہ نجاسات سے بچتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انکے اعیان اسطرح ناپاک ہیں جسطرح کتے ناپاک ہوتے ہیں۔ احناف کے نزدیک یہ نہی حج اور عمرہ سے متعلق ہے مطلق دخول سے متعلق نہیں ہے۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو موسمِ حج میں ندا کیلئے بھیجا کہ آئندہ سال سے مشرکین کو حج کی اجازت نہیں ہوگی پس اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس نہی سے مراد انھیں حج اور عمرہ سے روکنا ہے۔ شوافع کا کہنا ہے کہ مشرکین کو حرم میں داخل نہیں ہونے دیا جائیگا اس لئے کہ جب وہ حرم میں داخل ہونگے تو مسجد حرام سے قریب ہو جائیں گے۔ امام بغوی کہتے ہیں کہ جملہ بلادِ اسلامیہ کفار کے حق میں تین اقسام پر ہیں (۱) حرم: کافر کیلئے جائز نہیں ہے کہ اس میں داخل ہوں ذمی ہوں یا مستأمن' لیکن مساجد میں داخل نہیں ہوگا مگر مسلمان کی اجازت سے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں مشرکین کے دخول کے جواز پر باب باندھا ہے جس میں آپ نے ثمامہ بن اثال کا قصہ ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ نے اسکے کافر ہونے کے باوجود مسجدِ نبوی میں باندھا [لیکن] امام بخاری کا حدیثِ ثمامہ بن اثال سے استدلال ضعیف ہے اس لئے کہ انکا واقعہ فتح مکہ سے پہلے کا ہے اور کفار کو حج اور دخول مسجد سے روکنا ۹ ہجری کا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسجد حرام پر قیاس کرتے ہوئے کافر کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی مسجد میں داخل ہو۔ (مظہری)

هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ
و اگر میترسید از درویشی پس توںگر خواہد ساخت شما را خدا از
اور اگر تم ڈرتے ہو محتاجی سے تو تونگر فرمائیگا تمہیں اللہ

فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۸﴾ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ
فضل خود اگر خواہد ہر آئنہ خدا دانا با حکمت است جنگ کنید با آنانکہ
اپنے فضل سے اگر چاہے بیشک اللہ جاننے والا حکمت والا ہے، جہاد کرو ان لوگوں سے

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا
ایمان نمی آرند بخدا و نہ بروز آخرت و حرام نمی شمرند آنچہ
جو ایمان نہیں لاتے ہیں اللہ پر اور نہ آخرت پر اور حرام شمار نہیں کرتے جسے

حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ
حرام کرد است خدا و رسول او و اختیار نمی کنند دین درست را از اہل
حرام کیا ہے اللہ نے اور اسکے رسول نے اور اختیار نہیں کرتے ہیں درست دین کو اہل

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ
کتاب تا آنکہ بدہند جزیہ از دست خود خوار شدہ
کتاب میں سے یہاں تک کہ جزیہ دیں اپنے ہاتھ سے ذلیل ہو کر [۱]

صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ِۨابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى
و گفتند یہود کہ عزیر پسر خدا ست و گفتند نصاری کہ مسیح
اور کہا یہود نے کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور کہا نصاری نے کہ مسیح

الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ
پسر خدا ست ایں قول ایشاں است بدہان مشابہت کردہ اند با سخن
اللہ کا بیٹا ہے یہ انکا کہنا ہے اپنے منہ سے، مشابہ ہیں بات میں [۲]

ع ۱۰/۵

تفسیر اظہار العرفان

[۱] حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ یہ آیت اسوقت نازل ہوئی جب رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ تبوک کے موقع پر اہل روم سے قتال کا حکم دیا۔ سوال: اہل کتاب اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے تھے پھر انکے حق میں لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔ کیوں کہا گیا؟ جواب: اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر جیسے ایمان رکھنا چاہئے ویسا وہ لوگ ایمان نہیں رکھتے تھے، جب انھوں نے کہا کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور مسیح اللہ کے بیٹے ہیں تو حقیقت میں انکا ایمان اللہ تعالیٰ پر نہیں ہوا کیونکہ انکا عقیدہ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ [اللہ کے ایک، بے نیاز، نہ کسی کا وہ باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا اور نہ اسکے برابر کوئی ہے] کے مطابق نہ تھا۔ اسی طرح جب انھوں نے یہ کہا کہ جنت میں یہود و نصاری کے علاوہ اور کوئی داخل نہ ہوگا اور ہمیں جھنم کی آگ چند دنوں کیلئے چھوئے گی تو انکا ایمان آخرت سے متعلق بھی ویسا نہ رہا جیسا ہونا چاہئے تھا۔ اس لئے انکے حق میں کہا گیا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں۔ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ یعنی جسکی حرمت کتاب وسنت سے ثابت ہوا سے حرام نہیں سمجھتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ یہاں "رَسُوْلُهٗ" سے مراد وہ ہے جسکی پیروی کا وہ لوگ گمان کرتے ہیں اب اسکا مفہوم یہ ہوگا کہ وہ لوگ اپنے دین کی اصل میں اعتقاداً اور عملاً منسوخ ہونے کے بارے میں مخالفت کرتے ہیں پس حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام نے حضرت محمد ﷺ کی پیروی کا حکم دیا۔ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ یہاں "حق" سے مراد اللہ تعالیٰ ہے یعنی وہ لوگ اللہ کے دین کو اپنا دین نہیں بناتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین اسلام ہے۔ حضرت ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ اس سے یہ مراد ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کیلئے اہل حق کی اطاعت نہیں کرتے ہیں۔ (مظہری) [۲] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سلام بن مشکم، نعمان بن اوفی، محمد بن دحیہ، شاس بن قیس اور مالک بن صیف آئے اور کہا کہ ہم کس طرح آپکی پیروی کریں جبکہ آپ نے ہمارے قبیلے کو ترک کردیا ہے اور آپ عزیر کو اللہ کا بیٹا نہیں مانتے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) عزیر کو "ابن الله" کہنے کے اسباب میں مروی ہے کہ یہود نے انبیاء کو شہید کیا تو اللہ تعالیٰ نے تورات کو ان سے اٹھالیا اور انکے دلوں میں سے بھلادیا پس عزیر زمین میں سیر کررہے تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام انکے پاس آئے اور کہا: تم کہاں جارہے ہو؟ آپ نے جواب دیا میں علم تلاش کررہا ہوں پس آپ نے عزیر کو تورات کا کل علم سکھادیا پس عزیر نے بنی اسرائیل کو کُل علم سکھادیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب عزیر نے انھیں تورات سکھائی تو ان لوگوں نے چھپائی ہوئی تورات کو نکال کر موازنہ کیا تو ٹھیک پایا پس وہ لوگ گمراہ ہوئے اور کہا کہ عزیر کیلئے یہ تیار نہیں کیا گیا ہے مگر اسلئے کہ وہ "ابن الله" ہیں۔ واضح رہے کہ یہاں لفظ عموم سے نکالا گیا ہے مگر مراد اس سے خصوص ہے اس لئے کہ یہود میں سے ہر ایک نے ابن اللہ نہیں کہا تھا۔ نصاری کے قول سے ظاہر ہے کہ انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو "ابن اللہ" کہا۔ ان لوگوں نے نبوتِ نسل کے سبب اسکا ارادہ کیا جیسے عرب نے ملائکہ کے بارے میں کہا۔ یہ اشنع الکفر ہے۔ (القرطبی) امام بغوی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد ۸۱ سال تک یہ لوگ دینِ اسلام پر قائم تھے، قبلہ کی جانب نماز پڑھتے تھے اور رمضان کا روزہ رکھتے تھے پھر انکے اور یہود کے درمیان دینِ اسلام میں خرابی پیدا ہوئی۔ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ حضرت قتادہ اور سدی کہتے ہیں کہ نصاری اور یہود کا قول ایک دوسرے کے مشابہ ہے ایک نے کہا مسیح "ابن الله" ہیں دوسرے نے کہا عزیر "ابن الله" ہیں۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ انکا قول مشرکین سے مشابہ ہے کہ انھوں نے لَات، عُزّٰی اور مَنَاة کو بنات اللہ کہا۔ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اس سے مراد ہے لَعَنَهُمُ اللّٰهُ "اللہ ان پر لعنت کرے"۔ (مظہری)

الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ ﴿۳۰﴾

قومیکہ کافر شدند پیش ازیں لعنت کرد ایشانرا خدا چگونہ بر گردانیدہ میشوند

اس قوم کے جو کافر ہوئی اس سے پہلے اللہ نے لعنت کی ان پر کہاں پھرتے ہیں

اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ

خدا گرفتند دانشمندان و زاہدان خود را بجز خدا و

خدا بنایا اپنے دانشمندوں اور اپنے زاہدوں کو اللہ کے سوا اور

الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ ۚ وَمَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِیَعْبُدُوْۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ

مسیح پسر مریم را و نہ فرمودہ شد اند مگر آنکہ عبادت کنند یک خدا را

مسیح ابن مریم کو اور نہ حکم دیا گیا تھا مگر یہ کہ عبادت کریں ایک اللہ کی

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ﴿۳۱﴾ یُرِیْدُوْنَ اَنْ

نیست معبودے بجز وی پاکست وے از آنکہ شریک او مقرر میکنند میخواہند کہ

نہیں ہے کوئی معبود اسکے سوا اسکی پاکی ہے اس سے جو وہ لوگ شریک ٹھہراتے ہیں[۱] چاہتے ہیں کہ

یُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَیَاْبَی اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَهٗ

فرو نشانند نور خدا را بدہانِ خود و قبول نکند خدا الا آنکہ تمام سازد نور خود را

بجھا ڈالیں اللہ کے نور کو اپنے منہ سے اور اللہ قبول نہ کریگا مگر یہ کہ پورا کرے اپنے نور کو

وَلَوْ کَرِهَ الْکٰفِرُوْنَ ﴿۳۲﴾ هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ

اگرچہ نا خوش شوند کافران ہموں است آنکہ فرستاد پیغامبر خود را

اگرچہ کافرین ناخوش ہوں [۲] وہی ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو

بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ

بہدایت و دین راست تا غالب کندش بر ادیان ہمہ آں

ہدایت کے ساتھ اور دین حق کے ساتھ تا کہ اسے غالب کرے ان تمام دینوں پر [۳]

[۱] اَحْبَار بمعنی علماء اور رُهْبَان بمعنی اصحاب صَوَامِع [عبادت گذار] اللہ تعالیٰ کی معصیت میں انکی پیروی کرتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اس حال میں کہ میری گردن میں سونے کی صلیب لٹک رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اے عدی: تم اپنی گردن سے اس بت کو نکال کر پھینک دو پھر آپ کے پاس آیا تو آپ یہی آیت تلاوت فرما رہے تھے جب آپ فارغ ہوئے تو میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! ہم انکی عبادت نہیں کرتے ہیں پس آپ نے فرمایا: کیا ان لوگوں نے ان چیزوں کو حرام نہیں کیا جسے اللہ تعالیٰ نے حلال کیا اور ان چیزوں کو حلال کیا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا میں نے کہا جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا یہی انکی عبادت ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ دین میں تغیر و تبدل ملوک، احبار سوء اور رہبان سوء نے کیا (مظہری) یہود احبار کو رب بناتے تھے اور نصاری رہبان کو رب بناتے تھے۔ (ابن جریر)

[۲] یعنی اللہ تعالیٰ کے دلائل کو چھپا دے جو اسکی وحدانیت سے متعلق ہوں اور ولد اور شرک سے اسکی پاکی بیان کرے، یا نور اللہ سے مراد قرآن ہے یا نبوتِ محمد ﷺ ہے۔ بِاَفْوَاهِهِمْ یعنی اقوالِ باطلہ کاذبہ سے اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھا دے۔ اس آیت میں اشارہ ہے کہ انکا حال قرآن اور حضرت محمد ﷺ کی نبوت سے متعلق یہ ہے کہ تکذیب کے ذریعے چھپا ڈالے انکا یہ عمل ایسا ہے جیسے کوئی یہ چاہے کہ سورج اور چاند کی روشنی کو پھونک سے ختم کر ڈالے۔ وَیَاْبَی اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنْ الخ یعنی اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ اپنا دین اور اپنا کلمہ جسے حضرت محمد ﷺ لیکر آئے اسے پورا کر کے ہی چھوڑیگا۔ (مظہری)

[۳] یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو قرآنِ ناطق دیکر بھیجا جس میں حلال و حرام فرائض و احکام کا بیان ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "لِیُظْهِرَهٗ" میں ضمیر رسول اللہ ﷺ کی طرف راجع ہے اور اسکا معنی یہ ہے "تا کہ رسول اللہ ﷺ کو مطلع فرمائے"۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت زمین میں اہل دین باقی نہیں رہیں گے مگر سب اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ملتِ اسلام کے سوا تمام اہل ملت کو اس زمانے میں ہلاک کر دیا جائے گا۔ میں [قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ] کہتا ہوں کہ ظہور سے مراد دینِ حق کا غلبہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے تمام ادیان پر غالب فرمائیگا جیسا کہ اس پر حدیث مقداد کی دلالت موجود ہے۔ ان سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روئے زمین میں کوئی گھر، شہر اور دیہات باقی نہ رہیگا مگر اللہ تعالیٰ اس میں کلمۂ اسلام داخل فرمائیگا الخ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: رات اور دن ختم نہ ہونگے یہاں تک کہ لوگ لات اور عزیٰ کی عبادت کرنے لگیں گے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں خیال کرتی ہوں کہ آیت هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ الخ کے نزول کے بعد دین مکمل ہو چکا ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے چاہا تو بہت جلد اسلام کا غلبہ ہوگا پھر اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا پس ہر ایک وہ جسکے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوگا موت دے دی جائیگی اور سوائے اہل شر کے کوئی باقی نہ رہیگا پس وہ لوگ اپنے آباء کے دین کی جانب لوٹ جائینگے۔ حضرت حسن بن فضیل کہتے ہیں کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ واضح دلائل سے دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب فرمائیگا۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو تمام ادیان پر غالب فرمایا اس اعتبار سے کہ جس نے بھی آپکی بات مانی وہ حق ہے اور جس نے مخالفت کی وہ باطل ہے۔ (مظہری) ابن شیخ کہتے ہیں کہ دین حق کا غلبہ سارے ادیان پر ہوگا کہ اسکے ماننے والے زیادہ ہونگے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت پورا ہوگا۔ (روح البیان)

النصف

وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿٣٣﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ

اگرچہ ناخوش شوند مشرکان اے مسلمانان ہر آئنہ بسیار از

اگرچہ مشرکین ناخوش ہوں اے مسلمانو! بیشک بہت سے

الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ

دانشمندان و زاہدان اہل کتاب میخورند اموال مردمانرا بباطل

دانشمند اور زاہد اہل کتاب میں سے کھاتے ہیں لوگوں کے اموال کو باطل طور پر

وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ

و باز میدارند از راہ خدا و آنانکہ ذخیرہ میکنند

اور روکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور وہ لوگ جو ذخیرہ کرتے ہیں

الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ

زر و نقرہ را و خرچ نمی نمایند آنرا در راہ خدا

سونا اور چاندی اور اسے اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے ہیں

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٣٤﴾ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ

پس بشارت دہ ایں جماعت را بعذاب دردناک روزیکہ گرم کردہ شود براں مال در آتش

بشارت دیجئے اس جماعت کو دردناک عذاب کی [1] جس روز گرم کیا جائیگا اس مال کو آگ میں

فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا

پس داغ کردہ شود باں پیشانی ایشانرا و پہلو ایشانرا و پشت ایشانرا گفتہ شود ایں است

پھر داغا جائیگا اس سے انکی پیشانیاں اور ان کے پہلو اور انکے پشت (کہا جائیگا) یہ سب (وہ ہیں)

مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿٣٥﴾ اِنَّ عِدَّةَ

آنچہ ذخیرہ نہادید برائے خود پس بچشید آنچہ ذخیرہ میکردید ہر آئنہ شمار

جسے تم نے اپنے لئے ذخیرہ کیا تھا پس چکھو جسے تم ذخیرہ کرتے تھے [2] بیشک

تفسیر اظہار العرفان

[1] احبار [اہل کتاب کے علماء] اور رہبان [نصاریٰ میں سے] یہ دونوں گروہ رشوت لیکر کتاب اللہ کے احکام بدل ڈالتے تھے۔ حضرت ابن مسعودؓ سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان جب اپنے اہل پر نیکی کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو یہ بھی اس کیلئے صدقہ ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ دینار جسے تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو، وہ دینار جسے تم غلام کو آزاد کرنے میں خرچ کرو، وہ دینار جسے تم مساکین پر خرچ کرو اور وہ دینار جسے تم اپنے اہل پر خرچ کرو پس وہ دینار جسے تم نے اپنے اہل پر خرچ کیا ہوگا اجر میں بڑا ہوگا۔ حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا افضل دینار وہ ہے جسے کوئی شخص اپنے عیال پر خرچ کرے اور وہ دینار جسے بندہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں سواری پر خرچ کرے اور وہ دینار جسے جہاد میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا میرے لئے اجر ہے اگر میں [سابق شوہر] ابوسلمہ کے بچوں پر خرچ کروں۔ آپ نے فرمایا: تم ان پر جو کچھ خرچ کروگی اسکا اجر پاؤ گی۔ حضرت ابن مسعود کی بیوی کہتی ہیں کہ میں اور ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر ہم اپنے شوہروں کو صدقہ دیں تو کیا اسکا اجر ہمیں ملے گا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس صدقہ پر دو اجر ہیں ایک قرابت کا اجر اور دوسرا صدقہ کا اجر۔ فائدہ: اس آیت میں عذاب کی بشارت دو چیزوں پر موقوف ہے ایک سونے اور چاندی کا جمع کرنا، دوم اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرنا، اگر کوئی شخص صدقہ واجبہ کو ادا کر دیتا ہو تو پھر سونا اور چاندی جمع کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اسی پر اجماع ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان مروی ہے کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا کردی جائے وہ کنز نہیں ہے یعنی جس پر عذاب کی بشارت دی گئی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں پر شاق گذرا اور انھوں نے کہا کہ ہم میں سے کوئی اسکی استطاعت نہیں رکھے گا کہ وہ اپنے بچوں کیلئے کچھ چھوڑے پس حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اسکا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ فرض اس لئے کی تاکہ تمہارے بقیہ مال کو پاک کردے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے کوئی پرواہ نہیں اگر میرے لئے احد پہاڑ جتنا سونا ہو تو میں اسے گنتی کر کے اسکی زکوٰۃ ادا کردں گا اور بقیہ مال اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کرونگا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہر وہ مال جو چار ہزار درہم سے زائد ہو جائے وہ کنز ہے اس مال سے زکوٰۃ دی گئی ہو یا نہ دی گئی ہو، اور جو مال چار ہزار سے کم ہو وہ نفقہ ہے۔ کہا گیا ہے کہ حاجت سے زائد مال کو کنز کہتے ہیں۔ حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اسوقت کعبہ کے سائے میں بیٹھے تھے جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: ربِ کعبہ کی قسم وہ لوگ سب سے زیادہ گھاٹے میں ہیں۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جنکے پاس مال کی کثرت ہے مگر وہ لوگ یعنی سرمایہ دار جو ایسے ایسے خرچ کرتے ہیں سامنے سے، پیچھے سے، دائیں اور بائیں سے اور ایسے لوگ یعنی خرچ کرنے والے بہت تھوڑے ہیں۔ (مظہری) [2] حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو صاحب سونا اور چاندی اور اسکی زکوٰۃ ادا نہ کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسکے مال کو جہنم کی آگ میں تپا کر اسکی کروٹ، پیشانی اور پیٹھ کو داغے گا جب وہ ٹھنڈا ہونے کو آئیگا تو پھر اسے جہنم کی آگ میں تپائیگا یہ سلسلہ اس روز [قیامت تک] جاری رہیگا جو دن ہزار سال کے برابر ہے یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کیا جائیگا پس جنتی جنت کا راستہ دیکھ لیگا۔ واضح رہے کہ ان اموال کو کہیں چٹان بنایا جائیگا، کہیں اژدھا کی شکل اور کہیں سخت پتھر بنایا جائے گا۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جو شخص انتقال کر جائے اور پیچھے دس ہزار درہم چھوڑ جائے تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اسے چٹان بنا کر اس کے جمع کرنے والے کو عذاب دیگا۔ (القرطبی)

الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ

ماہہا نزدیک خدا دوازدہ ماہ است در کتاب خدا روزیکہ

مہینوں کا شمار اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں اللہ کی کتاب میں (اس دن سے) جس روز

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ

آفرید آسمان و زمین را آنجملہ چہار ماہ حرام ست ایں ست

آسمان اور زمین کو پیدا کیا ان میں سے چار ماہ حرمت والے ہیں یہ ہے

الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا

دین درست پس ستم مکنید در آں چہار ماہ بر خویشتن و جنگ کنید

درست دین پس ظلم نہ کرو ان چار مہینوں میں اپنے اوپر اور جنگ کرو

الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ

با مشرکان ہمہ ایشاں چنانچہ ایشاں جنگ میکنند با شما ہمہ شما و بدانید کہ خدا

مشرکوں میں سب کے سب سے جیسا کہ وہ جنگ کرتے ہیں تم میں سے سب کے سب سے اور جان لو کہ اللہ

اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۳۶ اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ

با متقیانست جز ایں نیست کہ نسی زیادتی ست در کفر گمراہ گردانیدہ شوند بآں

پرہیز گاروں کیساتھ ہے اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ مہینوں کا آگے پیچھے کردینا بھی کفر میں زیادتی ہے گمراہ کئے جاتے ہیں اس

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوْا

کافران حلال می شمردند آں ماہ را یکسال و حرام می شمردند آنرا سال دیگر تا موافقت کنند

سے کافرین' ایک سال اس ماہ کو حلال شمار کرتے ہیں اور دوسرے سال اسے حرام شمار کرتے ہیں تاکہ موافقت کریں

عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ

شمار آنچہ حرام ساختہ است خدا پس حلال سازند چیزیرا کہ حرام ساختہ است خدا آراستہ شد است برائے ایشاں

(اُس) گنتی میں جسے اللہ نے حرام کیا ہے اور اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال بناتے ہیں آراستہ کیا گیا ہے ان کیلئے

تفسیر اظہار العرفان

۱ جاننا چاہیے کہ یہاں بارہ قمری مہینے مراد ہیں اسکی دلیل یہ آیت ہے۔ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ. ترجمہ: وہی ہے جس نے سورج کو جگمگاتا بنایا اور چاند کو چمکتا اور اس کیلئے منزلیں ٹھہرائیں کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب جانو۔ پس اس آیت میں چاند کے منازل کو سالوں اور حساب کیلئے علت قرار دیا۔ دوسری آیت اسکی دلیل کیلئے یہ ہے۔ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِیَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ. ترجمہ: تم سے نئے چاند کو پوچھتے ہیں تم فرمادو وہ وقت کی علامتیں ہیں لوگوں اور حج کیلئے۔ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ کی چند تفاسیر ہیں۔(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ لوح محفوظ جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلوقات کے احوال لکھ دیئے ہیں یہی کتب کی اصل ہے جو سارے انبیاء پر اترتے رہے یہاں یہی مراد ہے۔ (۲) بعض نے کہا کہ اس سے مراد قرآن کریم ہے ابھی اوپر ذکر ہوا کہ دینِ محمد ﷺ میں معتبر قمری سال ہے اور اس پر دو آیات دلیل کے طور لکھی جاچکی ہیں (۳) ابو مسلم کہتے ہیں کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان مراد ہے كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ یعنی تم پر قصاص فرض کیا گیا ہے۔ قاضی کہتے ہیں کہ یہ تفسیر بعید ہے مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ۔ ان چار مہینے پر اجماع ہے کہ یہ اشہر حرم ہیں۔ ذوالقعدہ' ذوالحجہ' محرم اور رجب۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ ان مہینوں میں معصیت سخت عذاب کا سبب ہے اور اطاعت اکثر ثواب کا سبب ہے اہل عرب ان مہینوں کی خوب عزت کیا کرتے تھے یہاں تک کہ اگر اپنے باپ کے قاتل سے بھی ملتا تو اسے کچھ نہیں کہتا تھا۔ سوال: اجزائے زمان حقیقت میں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں تو کیا سبب ہے کہ ان چار مہینوں کو حرمت والا کہا گیا ہے؟ شریعتِ مطہرہ میں ایک دوسرے پر اس قسم کی فضیلت دی گئی ہے اسکی بہت ساری مثالیں موجود ہیں مثلاً مکہ مکرمہ کو سارے شہروں کا سردار قرار دیا گیا ہے' ہفتہ کے سات دنوں میں سے جمعہ کے دن کو فضیلت دی گئی ہے' اسی طرح سارے ایام میں سے یوم عرفہ کو فضیلت دی گئی' سارے مہینوں میں سے ماہِ رمضان کو فضیلت دی گئی' ساری راتوں میں سے لیلۃ القدر کو فضیلت دی گئی اسی طرح انبیائے کرام کو خلعتِ نبوت عطا فرما کر لوگوں میں فضیلت دی گئی۔ (تفسیر کبیر) اللہ تعالیٰ نے ذکر میں ان چار مہینوں کا بیان فرمایا کہ اس میں جدال وقتال منع ہے یہ از روئے شرف کے ہے ورنہ جدال وقتال ہر زمانے میں منع ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ کا مطلب یہ ہے کہ بارہ مہینے جدال وقتال منع ہے۔ (القرطبی) اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ ماہِ رمضان سارے مہینوں میں افضل ہے اس لیے کہ اس میں قرآن نازل ہوا' اسکے بعد ربیع الاول افضل ہے اس لئے کہ یہ مہینہ مولدِ حبیب الرحمٰن ہے' اسکے بعد رجب افضل ہے اس لئے کہ یہ اشہر حرم میں سے ایک مہینہ ہے' اسکے بعد شعبان ہے' اسکے بعد ذوالحجہ اور اسکے بعد محرم ہے۔ (روح البیان) ۲ ابن جریر نے ابو مالک سے روایت کی ہے کہ اہل عرب سال میں تیرہ مہینے بنالیتے تھے اس طور پر کہ محرم کو صفر شمار کرکے محرمات کو حلال کر لیتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) نسی کے معنی ہیں تاخیر کرنا' مؤخر کرنا وغیرہ اور یہاں مراد ہے کہ کسی حرام مہینے کی حرمت کو اگلے حلال مہینے تک مؤخر کردینا۔ اسکی صورت یہ ہے کہ جب اشھر حرم میں سے کوئی مہینہ جنگ کے دوران آجاتا تو اہل عرب جنگ بند کردینے کی بجائے اس مہینے کی حرمت کو اگلے مہینے پر ڈال دیتے تھے اور لڑائی جاری رکھتے تھے اگر یہ جنگ دوسرے مہینے میں بھی بند نہ ہوتی تو حرمت کو مزید مؤخر کردیتے تھے علی هذا القياس بعض دفعہ وہ حرام مہینے کی حرمت کو کئی مہینوں تک مؤخر کرجاتے تھے حتی کہ بعض اوقات سال میں ایک مہینہ اضافہ کرنا پڑتا تھا جس سے سال کے تیرہ مہینے ہوجاتے تھے اور بعض اوقات انھیں اس سے بھی زیادہ اضافہ کرنا پڑجاتا تھا۔ اس غلط رواج کی مذمت میں یہ آیت نازل ہوئی (حاشیہ لباب النقول)

اَعۡمَالِهِمۡ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡكٰفِرِيۡنَ ۝۳۷ يٰۤاَيُّهَا

کردارہائے بد ایشاں و خدا راہ نمی نماید گروہ کافرین را اے

ان کے برے کردار کو اور اللہ راستہ نہیں دکھاتا ہے قوم کافرین کو ۲ اے

الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَا لَـكُمۡ اِذَا قِيۡلَ لَـكُمُ انْفِرُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ

مسلماناں چیست شارا کہ چوں بشما گفتہ میشود بیروں آئید در راہ خدا گراں شدہ میل میکنید چسپائید

مسلمانو! کیا ہوا تمہیں کہ جب تم سے کہا جائے باہر آؤ اللہ کی راہ میں تو بوجھل ہو کر چپک جاتے ہو

اثَّاقَلۡتُمۡ اِلَى الۡاَرۡضِ ؕ اَرَضِيۡتُمۡ بِالۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا مِنَ الۡاٰخِرَةِ ۚ فَمَا

بسوئے زمین ایا رضا مند شدید بزندگانی دنیا عوض از آخرت پس نیست

زمین کی جانب' کیا تم راضی ہو گئے دنیا کی زندگی پر آخرت کے بدلے پس نہیں ہے

مَتَاعُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا فِى الۡاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيۡلٌ ۝۳۸ اِلَّا تَنۡفِرُوۡا

متاع زندگانی دنیا در برابر آخرت مگر اندکی اگر بیروں نیائید

دنیا کی زندگی کا متاع آخرت کے برابر میں مگر تھوڑا ا اگر باہر نہ آئے

يُعَذِّبۡكُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا ۙ وَّيَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَيۡرَكُمۡ وَلَا

عذاب کند شما را عذابے دردناک و بدل شما گیرد قومیرا بجز شما و ہیچ زیاں

تو تمہیں دردناک سزا دیگا اور تمہاری جگہ دوسری قوم کو لیگا تمہارے سوا اور کوئی نقصان

تَضُرُّوۡهُ شَيۡـئًـا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ۝۳۹ اِلَّا

نرسانید خدا را و خدا بر ہر چیز توانا ست اگر

تم نہیں پہنچا سکتے ہو اللہ کو اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۲ اگر

تَـنۡصُرُوۡهُ فَقَدۡ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذۡ اَخۡرَجَهُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا

نصرت ندہید پیغمبر را چہ باکہ ہر آئنہ نصرت داد است او را خدا آنگاہ کہ بیروں کردندش کافران

تم مدد نہ کرو پیغمبر کی تو بیشک اللہ نے انکی مدد کی ہے جسوقت کہ باہر کیا انھیں کافروں نے

ا اس آیت سے متعلق ابن جریر نے حضرت مجاہد سے روایت کی ہے کہ یہ اسوقت کا واقعہ ہے جب فتح مکہ اور معرکۂ حنین کے بعد غزوۂ تبوک پر روانگی کا حکم دیا گیا تھا یہ گرمی کا موسم تھا جبکہ پھل پکے ہوئے تھے اور سائے مرغوب تھے اس لئے خروج سے دل اچاٹ ہو رہے تھے اس پر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) یہ رجب ۹ھ مطابق اکتوبر ۶۳۰ء کا واقعہ ہے۔ ان ایام میں فوج کی فراہمی دشوار تھی کیونکہ پھل پکے ہوئے تھے اور گرمی کا موسم تھا جسکی وجہ سے لوگوں کو اپنے باغات میں گھنے سایوں تلے رہنا مرغوب تھا۔ مزید براں یہ قحط سالی کا زمانہ تھا اور اس پر مزید نبی ﷺ نے دوسری جنگوں کے برعکس پہلے سے بتا دیا تھا کہ بمقام تبوک دور دراز سفر پر جانا ہے اور یہ کہ ایک طاقتور حکومت سے مقابلہ ہے۔ (حاشیہ لباب النقول) جاننا چاہئے کہ جب اللہ تعالی نے کفار کے عیوب کا بیان فرمایا تو اب اہل ایمان کو ان سے جہاد کا حکم دے رہا ہے۔ علمائے محققین فرماتے ہیں کہ اسوقت جہاد سخت ہونے کی چند وجوہ ہیں (۱) گرمی اور قحط کا زمانہ تھا (۲) غزوہ تبوک مدینہ منورہ سے کافی فاصلہ پر واقع تھا (۳) اسوقت مدینہ منورہ میں پھل پک رہے تھے (۴) روم کا لشکر جو مسلمانوں کے مقابلے میں آیا تھا بہت بڑا تھا۔ یہاں یہ بھی واضح رہے کہ یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ جہاد ہر حال میں مسلمانوں پر فرض ہے۔ (تفسیر کبیر) طبرانی نے سند ضعیف کیساتھ حضرت عمران بن حصین سے روایت کی ہے عرب کے نصاریٰ نے ہرقل کو خط لکھا کہ جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے وہ سخت مصیبت میں مبتلا ہے قحط سالی کی وجہ سے انکے اموال ہلاک ہو گئے ہیں پس اگر تو یہ چاہتا ہے کہ اپنے دین کی حفاظت کرے تو ہمارے پاس لشکر بھیج تا کہ ہم سب مل کر انکے خلاف جنگ کریں چنانچہ ہرقل نے چالیس ہزار افراد کو اس کام کیلئے بھیجا تو اللہ تعالی نے اپنے نبی ﷺ اور انکے ساتھیوں کو جہاد کا حکم دیا۔ ابو سعید نیشاپوری نے اسناد حسن کیساتھ لکھا ہے کہ یہود نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ اے ابو القاسم! اگر آپ سچے ہیں تو شام آیئے اس لئے کہ یہ انبیاء کی سرزمین ہے پس آپ نے ملک شام میں جہاد کا ارادہ کر لیا جب آپ تبوک پہنچے تو اللہ تعالی نے سورہ بنی اسرائیل کی یہ آیت نازل فرمائی۔ اِنۡ كَادُوۡا لَيَسۡتَفِزُّوۡنَكَ مِنَ الۡاَرۡضِ. ترجمہ: بیشک قریب تھا کہ وہ تمہیں اس سرزمین سے دل برداشتہ کر دیتے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا. اس میں خطاب سستی کرنے والے مؤمنین سے ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ عام منافقین سے خطاب ہو اس لئے کہ یہ لوگ زبان سے ایمان لائے اور دل سے ایمان نہیں لائے تھے۔ (مظہری) ۲ ابن ابی حاتم نے نجدہ میں نصیح سے روایت کی ہے کہ میں نے اس آیت کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو جنگ کیلئے بلایا تو انھوں نے بددلی کا مظاہرہ کیا اس پر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی۔ انکے لئے عذاب یہ تھا کہ اللہ تعالی نے ان سے بارش روک لی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) وَلَا تَضُرُّوۡهُ شَيۡـئًـا یہ ضمیر اللہ تعالی کی جانب راجع ہے [اسوقت معنی یہ ہوگا کہ تم اللہ تعالی کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے ہو] یہ بھی کہا گیا ہے کہ ضمیر رسول اللہ ﷺ کے جانب راجع ہے [اسوقت معنی یہ ہے گا کہ تم اللہ کے رسول ﷺ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے ہو] واضح رہے کہ جہاد کو کراہت کیساتھ بوجھ سمجھنا ہر ایک مسلمان کیلئے حرام ہے اور اگر بغیر کراہت کے بوجھ سمجھے تو ایسی صورت میں نبی ﷺ کی معاونت کو بوجھ سمجھنا بھی حرام ہے اور اگر متذکرہ دونوں کیفیت نہ ہو تو ایسی صورت میں جہاد فرض کفایہ ہوگا اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حاجت کے وقت اور کافروں کے ظہور کے وقت جہاد کیلئے نکلنا واجب ہے۔ (القرطبی) وَيَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَيۡرَكُمۡ یعنی تمہاری جگہ اطاعت کرنے والی قوم کو لے آئیگا' کہا گیا ہے کہ اس سے مراد اہل یمن ہے اور حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ اس سے مراد بنائے فارس ہے۔ (مظہری)

ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ

دویم دو کس آنگاہ کہ ایں دو کس در غار بودند آنگاہ کہ میگفت یار خود را اندوہ مخور

دو شخص کا دوسرا، جب وہ دونوں غار میں تھے جسوقت کہ فرماتے تھے اپنے ساتھی سے غم نہ کھاؤ

اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ وَ اَیَّدَهٗ

ہر آئنہ با خدا با ما است پس فرو فرستاد خدا تسکین خود را بر پیغمبر و قوت دادش

بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے پس اللہ نے اپنی تسکین ان پر اتاری اور انھیں قوت دی

بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِیْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰی ؕ

بلشکر کہ ندیدید آنرا و فرو تر ساخت سخن کافرانرا

ایسے لشکر سے کہ نہ دیکھ سکے تم انھیں اور سب سے نیچے ڈالی کافروں کی بات

وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَا ؕ وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۴۰﴾ اِنْفِرُوْا

و سخن خدا ہمونست بلند و خدا غالب درست کار است بیروں آئید

اور اللہ کی بات وہی بلند ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے [1] باہر آؤ

خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِیْ

سبکبار و گراں بار و جہاد کنید بمال خود و جان خود در

(چاہے تم) ہلکے پھلکے ہو یا بھاری بھر کم اور جہاد کرو اپنے مال سے اور اپنی جان سے

سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ لَوْ كَانَ

راہ خدا ایں بہتر است شما را اگر میدانید اگر بودے

اللہ کی راہ میں، یہ بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم جانتے ہو [2] اگر سر دست فائدہ

عَرَضًا قَرِیْبًا وَّ سَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَ لٰكِنْۢ بَعُدَتْ

آنچہ دعوت میکنی باں نفع قریب الحصول و سفری آسان پیروی میکردند ترا و لیکن دور نمود

اور سفر قریب ہوتا تو جسکی جانب آپ بلا رہے ہیں ضرور آپکا ساتھ دیتے لیکن دور نظر آئی [3]

تفسیر اظہار العرفان

[1] نقاش کہتے ہیں کہ یہ اول آیت ہے جو سورہ برأت میں نازل ہوئی۔ اسکا معنی یہ ہے کہ اگر تم رسول اللہ ﷺ کی مدد نہ کرو گے تو اللہ انکی مدد فرمائیگا جیسے اللہ نے انکی مدد پہلے فرمائی۔ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا. کافروں نے آپکو نہیں نکالا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ خود مکہ سے نکلے تھے کیونکہ آپکے نکلنے کی وجہ کافروں کی ستم ظریفی ہے اس لئے کہا جارہا ہے کہ جب کافروں نے آپکو نکالا۔ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ یعنی غار ثور میں۔ جب قریش نے دیکھا کہ اسلام آہستہ آہستہ پھیلتے جارہا ہے تو ان لوگوں نے نبی ﷺ کے قتل پر اتفاق کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو ہجرت کا حکم صادر فرمایا آپ نے حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر سلایا اور آپ نکل پڑے۔ دروازے پر موجود کافروں کی آنکھوں میں ایک مٹھی خاک ڈال دیا جس سے وہ سب اندھے ہو گئے اور آپکو نکلتے وقت نہ دیکھ سکے۔ آپ سیدھے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس پہنچے اور انکو لیکر مکہ سے نکل پڑے۔ (القرطبی) اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ یعنی نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا کہ غم نہ کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر تم غار میں میرے ساتھی رہے اور حوض [کوثر] پر بھی میرے ساتھی ہو گے۔ حضرت حسن بن فضیل کہتے ہیں کہ جو شخص یہ کہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ صاحبِ رسول اللہ ﷺ نہیں ہیں وہ کافر ہے اس لئے اس نے نصِ قرآن کا انکار کیا اور انکے علاوہ کسی صحابی کے بارے میں یہ کہے کہ وہ صاحبِ رسول اللہ نہیں ہے تو وہ شخص کافر نہیں ہوگا لیکن فاسق ہوگا۔ (مظہری) ایک روز حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لوگوں سے کہا کہ تم میں سے کون ہے جو سورہ توبہ کی تلاوت کرے۔ ایک شخص نے کہا کہ میں تلاوت کرونگا جب قاری اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ تک پہنچا تو آپ رونے لگے اور فرمایا: اللہ کی قسم "صَاحِبِهٖ" میں ہوں۔ (روح البیان) حضرت ابوبکر صدیقؓ کی فضیلت کیلئے کافی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے آپکو اپنے ساتھ ملاکر اللہ تعالیٰ کی معیت کی دونوں کیلئے یکجائی ثابت کی اللہ تعالیٰ کیلئے جو معیت اپنے لئے ثابت کی وہی حضرت ابوبکر صدیقؓ کیلئے بھی ثابت کی۔ جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی فضیلت کا انکار کرتا ہے وہ درحقیقت اس آیت سے انکار کرتا ہے اور جو آیت کا منکر ہو وہ کافر ہے۔ رہا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دل میں فکر پیدا ہونا تو ایسا بزدلی کی وجہ سے نہ تھا بلکہ رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارکہ کے متعلق آپکو اندیشہ ہوا اور انھوں نے [اپنے دل میں] کہا اگر میں مارا جاؤں [تو کوئی حرج نہیں] ایک آدمی کا قتل ہوگا اور اگر رسول اللہ ﷺ شہید کردیئے گئے تو امت ہلاک ہو جائیگی۔ (مظہری) لَا تَحْزَنْ فرمایا لَا تَخَفْ نہ فرمایا اس لئے انکا غم رسول اللہ ﷺ سے متعلق تھا اپنی جان سے متعلق نہ تھا۔ لَا تَحْزَنْ میں لاتانیس اور تبشیر کیلئے ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان وَلَا یَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ''اور آپکو انکا کہنا غم میں نہ ڈالے''۔ (روح البیان) [2] ابن جریر نے حضرمی سے روایت کی ہے کہ مجھے بتایا گیا کہ جو کوئی مریض ہوتا یا ضعیف ہوتا تو [جنگ میں شریک نہ ہو سکنے کی وجہ سے] کہتا کہ میں گناہ کا مرتکب ہوا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) اس آیت کی تفسیر میں علامہ آلوسی کہتے ہیں کہ اس خطاب میں مخاطبین کے دو احوال مذکور ہیں خواہ وہ بہ سبب تنگی و فراخی کے ہوں اور خواہ بہ سبب تندرستی و بیماری، مفلسی و دولت مندی، قلت و کثرتِ اولاد، بڑھاپے و جوانی اور قوت و کمزوری کے ہوں جن پر مساعدت و نامساعدت کا انحصار ہے ہر اس شخص پر جنگ میں شریک ہونا لازم ہے جسے فی الجملہ مساعدت پر قدرت حاصل ہو۔ حضرت ابوایوب انصاری اور مقداد رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ ہم کو ہر حال میں جہاد کرنے کا حکم ہے۔ (روح البیان) [3] حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو خروج پر طاقت رکھتے ہیں لیکن سستی اور شیطان کے بہکانے سے نکلنے پر قیل وقال کرتے تھے اور نہ نکلنے پر حیلہ تلاش کرتے تھے۔ (ابن جریر)

عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۚ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا

ایشاں را مسافت راہ سوگند خواہند خورد بخدا اگر می توانستیم بیروں می آمدیم

ان پر راہ کی مسافت اور قسم کھائیں گے اللہ کی کہ اگر ہم طاقت رکھتے تو ضرور باہر آتے

مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۴۲﴾

با شما ہلاک می کنند خویش را و خدا میداند کہ ایشاں دروغ گویند

تمہارے ساتھ، ہلاک کرتے ہیں اپنے آپ کو اور اللہ جانتا ہے کہ وہ سب جھوٹ کہتے ہیں

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ

عفو کناد خدا از تو چرا دستوری دادی ایشانرا منع اذں تا آنوقت بود کہ ہویدا شوند

اللہ تمہیں معاف کرے کیوں انھیں اجازت دی یہاں تک کہ تمہارے لئے سچے خوب واضح ہو جائیں

صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۴۳﴾ لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ

راستگویاں و بدانی دروغگویاں را دستوری نمی طلبند از تو آنانکہ

اور تم جھوٹ کہنے والوں کو جان لو! اجازت طلب نہیں کرتے ہیں آپ سے وہ لوگ جو

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ

ایمان آوردہ اند بخدا و روز آخر در تخلف ازانکہ جہاد کنند اموال خود

ایمان لائے اللہ پر اور آخرت پر، اس کی کہ جہاد کریں اپنے اموال سے

وَاَنْفُسِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۴﴾ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ

و جان خود و خدا دانا است بمتقیاں جزا ایں نیست کہ دستوری می طلبند از تو

اور اپنی جان سے اور اللہ جاننے والا ہے پرہیز گاروں کو۲ اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ اجازت طلب کرتے ہیں آپ سے

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ

آنانکہ ایمان نمی آرند بخدا و روز آخر و شک آورد است

وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے ہیں اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور شک لایا ہے ۳

۱ ابن جریر نے عمرو بن میمون ازدی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو ایسے کام کئے جن کا آپ کو حکم نہ دیا گیا تھا۔ ایک منافقوں کو جنگ میں شریک نہ ہونے کی اجازت دینا اور دوسرا فدیہ لیکر اسیرانِ جنگ کو رہا کرنا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) سب سے پہلی بات یہ ہے کہ جنگ بدر میں جو مالِ غنیمت مسلمانوں نے لوٹا تھا اسکا حکم رسول اللہ ﷺ نے نہ دیا تھا بلکہ جب مشرکین کا لشکر شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا تو اسکا تعاقب کرنے کی بجائے لوگ مالِ غنیمت پر ٹوٹ پڑے حالانکہ مالِ غنیمت لوٹنے اور قیدیوں کو باندھنے سے پہلے دشمن کی طاقت کو اچھی طرح کچل ڈالنا ضروری تھا تاکہ وہ پلٹ کر دوبارہ حملہ نہ کرسکیں جیسا کہ غزوۂ احد میں ہوا یہ اصول سورہ محمد کی آیت نمبر ۴ میں بیان ہو چکا تھا اور اس آیت کی رو سے دشمن کی فوج کو کچل ڈالنے کے بعد قیدیوں سے فدیہ وصول کرنے یا ان کیساتھ احسان کر دینے کا آپکو اختیار حاصل تھا۔ اسی طرح جنگ بدر سے منافقین کو رخصت دینے کا معاملہ ہے جسکے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے نبی! اللہ آپکو معاف کرے آپ نے انھیں کیوں رخصت دی؟ اگر آپ ان کو رخصت نہ دیتے تو سچے اور جھوٹے کی پہچان ہو جاتی۔ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی زجر و توبیخ نہیں ہے اور نہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی کسی حکم کی خلاف ورزی کی ہے بلکہ آپکو ہدایت بھیجی گئی ہے کہ اگر کھوٹے آدمی کی پہچان نہ کی جائے تو وہ کسی وقت بھی نقصان پہنچا سکتا ہے اور یہ جو فرمایا گیا ہے کہ ”اللہ آپکو معاف کرے“ اسکا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ نے کوئی قصور کیا تھا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ نے منافقین کو رخصت دیکر کھوٹے اور کھرے کی پہچان نہیں کی، لیکن اسکے باوجود اللہ تعالیٰ آپکو منافقین کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

(حاشیہ لباب النقول) بعض کے نزدیک عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ دعائیہ ہے [خبر نہیں ہے] جیسے کسی کی نظر میں اپنے دوست کی عزت ہو تو وہ اپنے ساتھی سے کہتا ہے اللہ تجھے معاف کرے میرے کام کے سلسلے میں تو نے کیا کیا، اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہو تو ملاقات کیلئے بھی نہیں آیا۔ بعض نے کہا کے اسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کیلئے معافی ہمیشہ قائم رکھے۔ (مظہری) قاضی عیاض نے اس جگہ لکھا ہے کہ عفا بمعنی مغفرت نہیں ہے [درگذر کرنے اور لازم نہ کرنے کے معنی میں ہے] جیسے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عَفَا اللّٰهُ لَكُمْ عَنْ صَدَقَةِ الْخَيْلِ وَالرَّقِيْقِ یعنی اللہ نے تم پر لازم نہیں کی گھوڑوں اور باندی غلاموں کی زکوۃ۔ اس آیت میں گناہ معاف کر دینے کا قائل وہی شخص ہو سکتا ہے جو عربی کلام سے ناواقف ہو۔ آیت کریمہ میں مراد تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اس فعل کو گناہ قرار نہیں دیا ہے اور بات بھی یہی تھی۔ (شفاء) عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ میں عرب کی عادت کے مطابق تعظیم اور توقیر ہے (غرائب القرآن) ہم یہ تسلیم نہیں کرتے ہیں کہ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ موجب ذنب ہے یہ کیوں نہیں جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپکی تعظیم و توقیر میں اس کلمہ کے ذریعہ مبالغہ فرمایا ہے۔ (تفسیر کبیر) ۲ مہاجرین اور انصار کے اکابرین ہمہ وقت جہاد کیلئے تیار رہتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم جہاد کی اجازت نبی ﷺ سے نہیں طلب کرتے ہیں انھیں اگر کسی وجہ سے جہاد سے رکنے کا حکم دیا جاتا تو شاق گذرتا تھا۔ کیا آپکو نہیں معلوم کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ایک جہاد میں جانے سے پہلے حضرت علی ؓ کو مدینہ منورہ میں رہنے کا حکم دیا تو یہ ان پر شاق گذرا یہاں تک کہ حضرت علی ؓ اسوقت راضی ہوئے جب نبی ﷺ نے فرمایا: اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هٰرُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی یعنی اے علی! تم میری طرف سے ویسے ہی رہو جیسے موسیٰ کے جانے کے بعد ہارون انکے نائب ہوئے۔ (غرائب القرآن) وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ اللہ تعالیٰ ایسے مؤمنین کے تقویٰ کی گواہی دے رہا ہے جو ہمہ وقت جہاد کیلئے تیار رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے ثواب کا وعدہ فرما رہا ہے۔ (مظہری) ۳ یعنی پیچھے رہ جانے کی اجازت تو وہ لوگ مانگتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہیں۔ واضح رہے کہ اسوقت یہ اجازت طلب کرنا نفاق تھا۔ کہا گیا ہے کہ پیچھے رہ جانے کی اجازت طلب کرنے والے ۳۹ تھے۔ (روح البیان)

قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَوْ اَرَادُوا

دل ایشاں پس ایشاں در شک خود سر گرداں میشوند و اگر خواستندے بیروں آمدن

انکے دلوں نے پس وہ سب اپنے شک میں سرگرداں پھرتے ہیں اور اگر وہ نکلنا چاہتے

الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ

مہیا کردند برائے آں سفر سامانرا ولیکن ناپسند داشت خدا بر انگیختن ایشاں پس از حرکت باز داشت ایشانرا

تو اس سفر کیلئے سامان تیار کرتے لیکن اللہ نے انکا اٹھنا ناپسند کیا پس انھیں حرکت سے روک دیا

فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۴۶﴾ لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ

و گفتہ شد بنشینید با نشینندگان اگر بر می آمدند میان شما نمی

اور کہا گیا بیٹھو بیٹھنے والوں کے ساتھ [1] اگر وہ سب نکلتے تمہارے درمیان تو نہیں

مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاۡاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ

افزودند در حق شما مگر فساد را و البتہ مرکب می تاختند میان شما فتنہ جویان در حق شما

زیادہ کرتے تمہارے حق میں مگر فساد کو اور ضرور تمہارے درمیان سواری دوڑاتے ہیں فتنہ کی کوشش کرتے ہوئے تمہارے حق میں

الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾

و میان شما سخن شنوان اند از ایشاں و خدا دانا ست بستمگاران هر آئنہ

اور تمہارے درمیان بات سننے والے ہیں انکی طرف سے اور اللہ جاننے والا ہے ظالموں کو [2] بیشک

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى

طلب کردہ بودند فتنہ را پیش ازیں و بگردانیدند برائے تو مصلحتہا تا آنکہ

انھوں نے فتنہ چاہا تھا اس سے پہلے اور پلٹی آپ کے لئے تدبیریں یہاں تک کہ

جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ

بیامد نصرت حق و غالب شد کار خدا و ایشاں نا خواہان بودند و از ایشاں کسے ہست

حق کی نصرت آئی اور اللہ کا کام غالب ہوا اور وہ سب نا چاہنے والے تھے [3] اور ان میں سے کوئی وہ ہے

[1] ثنیۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے ۳۰ ہزار افراد کے ساتھ پڑاؤ ڈالا تھا۔ ابو ذرعہ رازی سے روایت ہے کہ ۷۰ ہزار افراد آپکے لشکر میں تھے ان دونوں کلام کو بھی جمع کیا جا سکتا ہے کہ ۷۰ ہزار تابع اور متبوع تھے اور دس ہزار گھوڑے تھے۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جمعرات کے روز تبوک کی جانب نکلے تھے اور جمعرات کے روز نکلنا مستحب ہے۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ آپ نے محمد بن مسلمہ انصاری کو مدینہ منورہ میں نائب مقرر فرمایا۔ دراوردی کہتے ہیں کہ سباع بن عرفطہ کو نائب مقرر فرمایا۔ ایک روایت میں ہے کہ ابن ام مکتوم کو نائب مقرر کیا تھا لیکن ہمارے نزدیک محمد بن مسلمہ کی روایت صحیح ہے اس لئے کہ آپ سوائے اس غزوہ کے کسی میں بھی غیر حاضر نہ رہے۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ حضرت علی ؓ کو رسول اللہ ﷺ نے نائب مقرر فرمایا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کہتے ہیں کہ بیشک رسول اللہ ﷺ جب تبوک کی جانب جانے لگے تو آپ نے مدینہ منورہ میں علی ابن ابی طالب کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ ابن اسحق کہتے ہیں کہ حضرت علی ؓ کو اپنے اہل پر نائب مقرر فرمایا تھا اور انھیں تاکید فرمائی تھی کہ تم انکے پاس رہنا پس منافقوں نے حضرت علی ؓ کے بارے میں کہنا شروع کر دیا کہ علی غزوہ تبوک سے پیچھے دوری کی وجہ سے رہ گئے ہیں اور یہ وہاں جانے کو بوجھ سمجھتے ہیں۔ حضرت علی ؓ نے جب انکی یہ بات سنی تو آپ نے تلوار اٹھائی اور رسول اللہ ﷺ کی جانب غزوہ تبوک میں شریک ہونے کی غرض سے چل پڑے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ سے مقامِ جرف میں ملاقات ہوگئی آپ نے رسول اللہ ﷺ کو منافقین کی جانب سے کی جانے والی ساری بات بتا دی۔ آپ نے سن کر فرمایا! علی یہ لوگ جھوٹے ہیں لیکن میں نے تمہیں اپنا نائب بنایا جو میں نے پیچھے چھوڑا اور میں نے اپنے اور تمہارے اہل کیلئے نائب بنایا۔ اے علی! کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میری طرف سے ایسے ہو جاؤ جیسے حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے تھے۔ پھر حضرت علی ؓ واپس مدینہ منورہ آگئے۔ (مظہری) [2] واضح رہے کہ عبداللہ بن ابی رسول اللہ ﷺ کیساتھ روانہ ہوا تھا مگر اس نے اپنی جماعت کا پڑاؤ اللہ کے رسول ﷺ کی لشکر گاہ سے ذباب کی طرف نچلے حصہ میں قائم کیا جب تک رسول اللہ ﷺ فروکش رہے ابن ابی بھی مقیم رہا، لیکن جب رسول اللہ ﷺ تبوک کی جانب روانہ ہوئے تو عبداللہ ابن ابی نے ساتھ چھوڑ دیا اور اپنے ساتھی منافقوں کو لیکر مدینہ لوٹ آیا اور کہنے لگا کہ محمد (ﷺ) باوجود اتنی بدحالی اور گرمی کے اتنی لمبی مسافت پر بنی اصغر سے لڑنے چلے ہیں جسکی ان میں طاقت نہیں وہ سمجھتے ہیں کہ بنی اصغر سے لڑنا کھیل ہے خدا کی قسم مجھے تو دکھائی دے رہا ہے کہ محمد (ﷺ) کے ساتھی رسیوں میں بندھے ہوئے ہیں۔ [گرفتار ہو جائیں گے بلکہ انکی گرفتاری اتنی یقینی ہے کہ مجھے وہ بندھے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں] عبداللہ ابن ابی نے اس قسم کی خبریں رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے متعلق فتنہ پیدا کرنے کیلئے مشہور کی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ابن ابی اور اسکے ساتھیوں کیلئے یہ آیت نازل فرمائی۔ اِلَّا خَبَالًا یعنی تمہارے لئے سوائے شر و فساد کے اور کچھ نہیں بڑھاتے ہیں جہاد کے موقع پر مسلمانوں کے دلوں میں بزدلی پیدا کرتے ہیں یا کافروں کی مدد کرتے ہیں اور مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ وَلَا اَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ اور تمہارے درمیان دوڑے دوڑے پھرتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے وَضَعَ الْبَعِيْرُ وَضْعًا یعنی اونٹ تیز دوڑا۔ اَوْضَعُوْا اسی سے متعدی بنایا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ ادھر اُدھر تیزی کیساتھ چغلیاں کھاتے پھرتے ہیں۔ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ تمہارے اندر انکے جاسوس لگے ہوئے ہیں۔ (مظہری) [3] یعنی اس سے پہلے جنگِ احد میں بھی ابن ابی اپنے ساتھیوں کو لیکر لوٹ گیا تھا وہ چاہتا تھا کہ آپکا کام اُلٹ ہو جائے آپکے ساتھی منتشر ہو جائیں اور اہل ایمان کو بے مدد چھوڑ دیا جائے۔ آپکے کام کو بگاڑنے کی انھوں نے تدبیر کی اور مکر و فریب سے کام لیا تھا۔ اَلْحَقُّ سے مراد اللہ تعالیٰ کی مدد اور دین اسلام کی تائید ہے۔ کہا جاتا ہے ظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ یعنی اللہ کا دین غالب ہوگیا۔ (مظہری)

يَقُولُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ

که میگوید دستوری ده مرا و در فتنه مینداز مرا آگاه شود که در فتنه افتادند

جو عرض کرتا ہے کہ اجازت دیجئے مجھے اور فتنہ میں مت ڈالیئے مجھے' آگاہ رہو کہ وہ سب فتنہ میں پڑے

وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۹﴾ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ

و هر آئنه دوزخ درگیرند است کافرانرا اگر برسد بتو نعمتی

اور بیشک دوزخ گھیرنے والا ہے کافروں کو ۱ اگر پہنچے آپ کو کوئی نعمت

تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَآ

نا خوش کند ایشانرا و اگر برسد بتو مصیبتی گویند بدست آورده ایم

تو انھیں نا خوش کرتی ہے اور اگر پہنچے آپ کو کوئی مصیبت تو کہتے ہیں کہ ہم نے حاصل کی ہے

اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۰﴾ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ

مصلحت خود پیش ازیں برگردند شادمان شده بگو هر گز نرسد بما

اپنی مصلحت اس سے پہلے اور پھرتے ہیں خوش ہو کر ۲ آپ فرما دیجئے ہرگز نہ پہنچے گا ہمیں

اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

الا آنچه نوشته است خدا برائے ما اوست کارساز ما و بر خدا باید که توکل کنند

مگر اللہ نے ہمارے لئے جو لکھا ہے وہی ہمارا کارساز ہے اور اللہ ہی پر چاہئے کہ بھروسہ کریں

الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى

مسلمانان بگو انتظار نمی برید در حق ما الا یکی از دو

مسلمان ۳ آپ فرما دیجئے تم انتظار نہیں کرتے ہمارے حق میں مگر ایک کا دو

الْحُسْنَيَيْنِ ؕ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ

خصلت نیک را و ما انتظار می کنیم در حق شما که برساند خدا بشما عذاب را

اچھی صفتوں (فتح یا شہادت) میں سے اور ہم انتظار کرتے ہیں تمہارے حق میں کہ اللہ تمہیں عذاب پہنچائے ۴

۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے غزوہ تبوک پر جانے کا قصد فرمایا تو آپ نے جد بن قیس سے پوچھا کہ بنی اصفر [اہل روم] سے جہاد کرنے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا کہ یا رسول اللہ! میں ایک حسن پرست آدمی ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ میں رومی عورتوں کو دیکھکر کسی فتنے میں پڑ جاؤں۔ اس لئے مجھے آزمائش میں نہ ڈالیئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ایک دوسرے طریقے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جہاد کر کے رومی عورتوں کو گرفتار کرنے کا حکم دیا تو چند منافقین کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ تم کو عورتوں کے فتنے میں ڈالنا چاہتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) یہ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس پر سراسر بہتان ہے غزوہ تبوک کی مہم سے رومی عورتیں حاصل کرنا مقصود نہ تھا بلکہ اسکا سبب یہ تھا کہ شامی سوداگروں نے مدینے میں یہ خبر پہنچائی تھی کہ شاہِ روم ہرقل نے مدینے پر حملہ کرنے کیلئے شام میں ایک لشکرِ عظیم جمع کر رکھا ہے اور فوجیوں میں سال بھر کی تنخواہیں بھی تقسیم کردی ہیں۔ یہ خبر سن کر رسول اللہ ﷺ ۳۰ ہزار کی جمعیت کیساتھ' جو سامانِ حرب سے لیس تھی اسکی سرکوبی کیلئے مدینے سے روانہ ہوئے لیکن جب آپ بمقامِ تبوک پہنچے' جو مدینے سے چودہ منزل کے فاصلے پر دمشق کے راستے میں ہے معلوم ہوا کہ شامی سوداگروں کی غلط خبر تھی چنانچہ آگے بڑھنے کی بجائے آپ نے وہیں قیام فرمایا اور چند روز کے بعد' جب مقابلے پر کوئی غسانی یا رومی نہ آیا تو آپ واپس تشریف لے گئے۔ (حاشیہ لباب النقول)

۲ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ سے فرمایا کہ اے محبوب! اگر اللہ سرزمینِ روم میں آپکو فتح کے ذریعے خوشی عطا فرمائے تو جد بن قیس اور اسکے ساتھیوں کو برا لگے گا اور اگر آپکے لشکر کو کسی وجہ سے تکلیف پہنچے تو جد بن قیس اور اسکے ساتھی کہیں گے ہم نے پہلے ہی اپنا فیصلہ کرلیا تھا اور اتنے بڑے نقصان سے بچ گئے۔ (ابن جریر) اس آیت میں خطاب مؤمنین سے ہے کیونکہ بعد میں جمع کی ضمیر آرہی ہے۔ (روح البیان) ۳ یعنی لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے خواہ فتح ہو یا شہادت۔ واضح رہے کہ عربی کلام میں لام فائدہ کیلئے اور علیٰ ضرر کیلئے آتا ہے اس قاعدے کی روشنی میں "لَنَا" کا معنی یہ ہوا کہ ہمارے فائدے کیلئے اللہ تعالیٰ نے جو کچھ لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے وہی ہمیں ملیگا۔ عَلَيْنَا نہیں فرمایا بلکہ لنا فرمایا جسکا معنی اس طرح ہو جاتا ہے کہ ہمارے فائدے کی ہو یا ضرر کی جو بات بھی اللہ تعالیٰ نے لکھ دی ہے وہی ہم کو پہنچے گی [بات یہ ہے کہ فتح ہو یا شہادت] دونوں صورتوں میں ہمارا فائدہ ہے اس لئے علینا ذکر نہیں کیا [اللہ تعالیٰ کی طرف سے لکھا ہوا بہر حال ہمارے لئے ضرر رساں نہیں ہے] حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن کی بھی عجیب حالت ہے اس کیلئے ہر بات خیر ہے اور ہر بات کا خیر ہونا صرف مؤمن کیلئے مخصوص ہے اگر اسکو بھلائی پہنچے اور وہ اس پر شکر ادا کرے تو یہ اس کیلئے خیر ہے اور اگر اس کو تکلیف پہنچے اور وہ اس پر صبر کرے تو یہ تکلیف اس کیلئے خیر ہے۔ (مظہری) توکل کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ اپنے معاملات کو اللہ تعالیٰ کی جانب سپرد کردے اور اللہ تعالیٰ اسکے معاملہ میں جو کچھ بھی کرے وہ اس پر راضی رہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ "بیشک بندہ ایمان کی حقیقت کو اسوقت تک نہیں پہنچ سکتا ہے جب تک یہ نہ جان لے کہ جو اسے پہنچنے والا ہے اسے کوئی ہٹا نہیں سکتا ہے اور جو اسے نہ ملنے والا ہو وہ اسکے حصے میں آنہیں سکتا ہے۔ (روح البیان) ۴ اس آیت کریمہ میں اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ سے مراد یہ ہے کہ شہادت دخولِ جنت اور دوامی زندگی کا ذریعہ ہے اور دوم فتح مالِ غنیمت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کی راہ میں نکلا ہو اور اسکے نکلنے کا سبب سوائے اللہ پر ایمان رکھنے اور اللہ کے نبیوں کو سچا جاننے کے اور کچھ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے اسکے لئے وعدہ فرمایا کہ ثواب اور مالِ غنیمت کیساتھ اسکو واپس کردونگا یا جنت میں داخل کردونگا۔ (مظہری)

مِّنۡ عِنۡدِهٖۤ اَوۡ بِاَيۡدِيۡنَا ۖ فَتَرَبَّصُوۡۤا اِنَّا مَعَكُمۡ مُّتَرَبِّصُوۡنَ ﴿۵۲﴾

از نزدیک خود یا بدست ما پس انتظار کشید ہر آئنہ ما نیز با شما منتظریم

اپنی طرف سے یا ہمارے ہاتھوں پس انتظار کرو بیشک ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتے ہیں

قُلۡ اَنۡفِقُوۡا طَوۡعًا اَوۡ كَرۡهًا لَّنۡ يُّتَقَبَّلَ مِنۡكُمۡ ؕ اِنَّكُمۡ كُنۡتُمۡ

بگو اے منافقاں خرچ کنید بخوشی یا نا خوشی ہرگز قبول کردہ نخواہد شد از شما ہر آئنہ شما ہستید

آپ فرما دیجئے اے منافقو! خرچ کرو خوشی سے یا ناخوشی سے ہرگز قبول نہ کیا جائیگا تم سے' بیشک تم

قَوۡمًا فٰسِقِيۡنَ ﴿۵۳﴾ وَمَا مَنَعَهُمۡ اَنۡ تُقۡبَلَ مِنۡهُمۡ نَفَقٰتُهُمۡ

قوم فاسقان و باز نداشت ایشانرا از آنکہ قبول کردہ شود از ایشاں خرچ ایشاں

فسق کرنے والی قوم ہو[۱] اور انکی خیرات قبول کئے جانے میں کوئی وجہ مانع نہیں ہے

اِلَّاۤ اَنَّهُمۡ كَفَرُوۡا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوۡلِهٖ وَلَا يَاۡتُوۡنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا

الا آنکہ ایشاں کافر شدند بخدا او رسول او و نمی آیند بنماز الا

مگر یہ کہ وہ سب انکار کرنے والے ہوئے اللہ اور اسکے رسول کا اور نہیں آتے ہیں نماز کی جانب مگر

وَهُمۡ كُسَالٰى وَلَا يُنۡفِقُوۡنَ اِلَّا وَهُمۡ كٰرِهُوۡنَ ﴿۵۴﴾ فَلَا تُعۡجِبۡكَ

کاہلی کناں و خرچ نمی کنند مگر ناخواہان پس بشگفت نیارد ترا

سُستی کرتے ہوئے اور خرچ نہیں کرتے ہیں مگر نا چاہتے ہوئے پس تعجب میں نہ لائے آپ کو

اَمۡوَالُهُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُهُمۡ ؕ اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمۡ بِهَا فِى

مال ایشاں و فرزندان ایشاں جز ایں نیست میخواہد خدا کہ عذاب کند ایشانرا بآنہا

انکے اموال اور نہ انکی اولاد' اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ اللہ چاہتا ہے کہ انھیں عذاب کرے

الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَتَزۡهَقَ اَنۡفُسُهُمۡ وَهُمۡ كٰفِرُوۡنَ ﴿۵۵﴾ وَ

در زندگانی دنیا و بر آید جان ایشاں و ایشاں کافر باشند و

دنیا کی زندگی میں اور نکلے انکی جان اور وہ سب کافر ہیں [۳] اور

[۱] ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جد بن قیس نے کہا کہ جب میں عورتوں کو دیکھتا ہوں تو صبر نہیں کرسکتا' حتی کہ فتنہ میں پڑ جاتا ہوں۔ البتہ میں اپنے مال سے آپکی مدد کرسکتا ہوں۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ یہ آیت اسی کے بارے میں نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) مفسرینِ کرام نے لکھا ہے کہ ایسے فاسقین کی پیشکش خود رسول اللہ ﷺ رد فرمادینگے اور دوسرا یہ کہ ایسی پیشکشوں اور اخراجات کو اللہ تعالیٰ شرفِ قبولیت نہ بخشے گا۔ حاشیہ لباب النقول) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ سے فرمایا کہ اے محبوب آپ ان منافقین سے فرمادیجئے کہ تم جس طرح چاہو اپنے مال خرچ کرو' اپنے سفر میں یا اسکے علاوہ' خوشی سے خرچ کرو یا ناپسندیدگی سے' اللہ تعالیٰ ہرگز تمہارے اموال کو قبول نہ فرمائیگا۔ اس لئے کہ تم لوگ اپنے دین کے بارے میں شک میں ہو' اپنے نبی کی نبوت سے اب تک بے خبر ہو اور ثواب وعقاب کی معرفت سے صحیح طور پر آشنا نہیں ہو لہذا تم لوگ فاسق ہو اور اللہ تعالیٰ ایسے فاسقین کا مال قبول نہیں فرماتا۔ (ابن جریر) اس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ کافر اگر نیک کام کرے تو اسے اسکا ثواب نہیں دیا جائیگا اور نہ آخرت میں اس سے نفع حاصل کرسکے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ابن جدعان زمانہ جاہلیت میں صلہ رحمی کرتے تھے اور مساکین کو کھانا کھلاتے تھے' کیا یہ سب کام ان کیلئے نافع ہونگے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! اس لئے کہ اس نے ایک روز بھی یہ نہیں کہا کہ اے میرے رب! مجھے معاف فرما اور میری خطاؤں کو قیامت کے روز معاف فرمانا۔ حضرت انس ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ مؤمن پر اسکی نیکیوں کے بارے میں ظلم نہیں کریگا دنیا میں عطا فرمائیگا اور آخرت میں اسکا بدلہ دیگا پس کافر کو اسکی بھلائی کا بدلہ دنیا ہی میں عطا فرمائیگا یہاں تک کہ آخرت میں اسکی بھلائی میں سے کچھ نہ رہیگا کہ جسکا انھیں بدلہ دیا جائیگا۔ (القرطبی) [۲] بغوی کہتے ہیں کہ ان خرچ کرنے والوں کے بارے میں یوں کیوں کہا گیا ہے کہ وہ لوگ نماز میں سستی کرتے ہیں جبکہ ان کیلئے اصلاً نماز ہی نہیں ہے؟ اسکا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ایسا کہنا انکے کفر کی مذمت کیلئے ہے اس لئے کہ کفر سستی اور کاہلی کے سبب ہے اور ایمان اسکی نفی ہے۔ ابن شیخ کہتے ہیں کہ عبادات کی جانب رغبت اور پھرتی اسکے ثواب کی امید اور خوفِ عقاب پر ہے اس لئے کہ مؤمن ہر اس چیز پر ایمان لاتا ہے جو رسول اللہ ﷺ لیکر آئے اور منافق ان چیزوں پر ایمان نہیں لاتا ہے' ثوابِ آخرت پر امید نہیں رکھتا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا ہے۔ (روح البیان) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ منافقین جماعت کیساتھ نماز پڑھ لیتے تھے [تاکہ مسلمان انھیں بھی مسلمان سمجھیں] اور جب تنہا رہتے تو نماز نہیں پڑھتے تھے اس لئے کہ یہ لوگ نماز کے ثواب پر یقین نہیں رکھتے تھے اور نہ اسکے ترک پر خوف رکھتے تھے۔ (القرطبی) اس آیتِ کریمہ میں عدمِ قبولیت کی تین وجہیں بتائی گیں ہیں (۱) اللہ اور اسکے رسول ﷺ پر ایمان نہ لانا (۲) نماز کو سستی اور کاہلی کیساتھ ادا کرنا (۳) اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کراہت کیساتھ کرنا۔ وَلَا يُنۡفِقُوۡنَ اِلَّا وَهُمۡ كٰرِهُوۡنَ یعنی وہ لوگ اپنے اموال اطاعت کی غرض سے خرچ نہیں کرتے تھے بلکہ خرچ کرنے میں مصلحتِ ظاہرہ کی رعایت کرتے تھے ان کی اسی حالت کو کہا گیا ہے کہ وہ لوگ مال خرچ نہیں کرتے مگر ناپسندیدگی کیساتھ۔ اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اپنے اموال کی زکوٰۃ خوش دلی کیساتھ ادا کرو۔ اس باب میں خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اطاعت کی روح یہ ہے کہ اسے عبودیت کی غرض اور انقیاد فی الطاعت کے طور پر ادا کئے جائیں' اگر ایسا نہیں ہوگا تو خرچ یا عبادت سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ (تفسیر کبیر) [۳] حضرت حسن کہتے ہیں کہ اسکا معنی یہ ہے کہ انکے زکوٰۃ نکالنے اور راہِ خدا میں خرچ کرنے پر آپ تعجب مت کیجئے۔ حضرت ابن عباس اور حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ کلام میں تقدیم اور تاخیر ہے اور معنی یہ ہے کہ دنیا کی زندگی میں انکے اموال اور اولاد آپکو تعجب میں نہ ڈالیں' اللہ چاہتا ہے کہ انھیں آخرت میں عذاب دے۔ اکثر اہل عرب کا یہی قول ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں مال جمع کرنے کی صعوبت میں مبتلا فرماتا ہے۔ (القرطبی)

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ

سو گند میخورند بخدا کہ ایشاں از جرگہ شما اند و نیستند ایشاں از شما و لیکن ایشاں

وہ سب اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ تمہارے گروہ میں سے ہیں اور نہیں ہیں وہ سب تم سے لیکن وہ سب

قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ﴿٥٦﴾ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا

جماعت ہستند کہ میترسند اگر یابند پناہی را یا غارہا را یا جائے در آمدن را متوجہ شوند

بزدل لوگ ہیں ١ اگر کوئی پناہ کی جگہ یا غاروں کو یا اندر آنے کی جگہ پالیں تو متوجہ ہوتے ہیں

لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي

باں شتاب کنان و از ایشاں کسے ہست کہ عیب میکند ترا در

اسکی جانب جلدی کرتے ہوئے ٢ اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو عیب لگاتا ہے آپ کو

الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا

قسمت صدقات پس اگر دادہ شود ایشانرا از آں خشنود شوند و اگر دادہ نشوند

صدقات کی تقسیم میں پس اگر دیا جائے انھیں اس میں سے تو خوش ہوتے ہیں اور نہ دیا جائے

مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ﴿٥٨﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ

ازاں ناگہاں ایشاں خشم میگیرند و اگر ایشاں رضامند میشدند بآنچہ داد است ایشانرا خدا

اس میں سے تو فوراً وہ ناراض ہوتے ہیں ٣ اور اگر وہ سب راضی ہوتے اس سے جو دیا ہے انھیں اللہ نے

وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ

و رسول او و میگفتند بس است ما را خدا خواہد داد ما را خدا از

اور اسکے رسول نے اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے عنقریب ہمیں اللہ دیگا

فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ﴿٥٩﴾ ع اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ

ع ۷ ۱۷ ۱۳

فضل خود و رسول او و ہر آئنہ ما بخدا توقع دارندگانیم جز ایں نیست کہ صدقہا

اپنے فضل سے اور اسکے رسول بیشک ہم اللہ ہی پر امید رکھتے ہیں ٤ اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ صدقات

١ اس آیت میں منافقوں کی عادت بیان کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ وہ لوگ قسمیں کھائیں گے کہ مؤمن ہیں۔ اسکی نظیر اس آیت میں موجود ہے۔ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ. اے محبوب! جب منافقین آپ کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بیشک ہم ضرور گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ واضح رہے کہ وہ لوگ ایسا اس لئے کرینگے تاکہ انکا نفاق مؤمنوں پر ظاہر نہ ہونے پائے۔ (القرطبی)

٢ علمائے مفسرین کہتے ہیں کہ اس آیت میں تین اشیاء بیان کی گئیں ہیں اور ان تینوں میں اقرب معنی یہ ہے۔ مَلْجَا بمعنی قلعہ، مَغٰرٰتِ بمعنی غار اور مُدَّخَلًا بمعنی زمین کے سوراخ جیسے کنواں۔ (غرائب القرآن)

٣ بخاری نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدقات تقسیم فرما رہے تھے کہ آپکے پاس ذوالخویصرہ [حرقوص بن زہر تمیمی] آیا اور کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عدل فرمایئے آپ نے فرمایا کہ وائے افسوس! اگر میں انصاف نہ کرونگا تو کون انصاف کریگا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) حنین کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غنائم تقسیم فرما رہے تھے کہ ذوالخویصرہ آپکے پاس آیا اور کہا کہ تقسیمِ غنائم میں انصاف فرمایئے۔ آپ نے فرمایا افسوس؟ اگر میں انصاف نہ کرونگا تو کون کریگا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اسکی گردن اڑادوں، لیکن آپ نے فرمایا کہ اے عمر! چھوڑو اسے اسکے ساتھ چند اصحاب ہیں تم میں سے بعض لوگ ان کی نمازوں کیساتھ اپنی نمازوں کی اور انکے روزوں کیساتھ اپنے روزوں کی بے قدری کرینگے اور دین سے اسطرح بھاگیں گے جسطرح تیر شکار کو چھید کر نکل جاتا ہے۔ (حاشیہ لباب النقول) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حنین کے روز قبیلہ، ہوازن سے چھینا ہوا مال جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم فرمایا تو سردارانِ عرب [میں سے بعض] کو تقسیم کے وقت ترجیح دی یہ دیکھ کر قومِ انصار میں سے ایک شخص بولا کہ یہ بے انصافی کی تقسیم ہے یا یہ کہا کہ یہ تقسیم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کیلئے نہیں کی گئی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے کہا کہ میں جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان الفاظ کی خبر دونگا چنانچہ میں نے جاکر آپکو ان الفاظ کی خبر دی۔ یہ سن کر چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ چمڑا رنگنے والے گوند کی طرح [سرخ] ہوگیا اور فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ اور اسکا رسول انصاف نہیں کرتا ہے تو پھر اور کون انصاف کرسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر انکو اس سے بھی زیادہ دکھ پہنچایا گیا تھا مگر انھوں نے صبر کیا۔ محمد بن عمر نے اس نکتہ چین کا نام معتب بن قشیر ذکر کیا ہے جو منافق تھا۔ حضرت ابن عمر اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق یہ شخص بنی تمیم میں سے تھا جسکو ذوالخویصرہ کہا جاتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا بات ہے اس نے کہا میرے خیال میں آپ نے انصاف سے کام نہیں لیا انصاف کیجئے۔ بغوی نے لکھا ہے کہ جس [ذوالخویصرہ] کے متعلق اس آیت کا نزول قرار دیا ہے اسکا نام حرقوص بن زہر تھا اور یہی خارجیوں کا مورثِ اعلیٰ تھا۔ بظاہر آیت اس شانِ نزول کو ماننے سے انکار کررہی ہے کیونکہ آیت میں صدقات کی تقسیم پر نکتہ چینی کرنے کا بیان ہے اور صحیحین کی حدیث میں جس ذوالخویصرہ تمیمی یا معتب بن قشیر کا ذکر کیا گیا ہے اسکا واقعہ جنگِ حنین کے مالِ غنیمت کے تقسیم کے موقع پر ہوا تھا اس آیت کا نزول غزوہ تبوک میں ہوا جو حنین کے بہت بعد کا ہے۔ میرے نزدیک اس آیت کا نزول اس موقع پر ہوا جب لوگ تبوک کے لشکر کی تیاری کیلئے صدقات لارہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان صدقات کو تقسیم فرمارہے تھے۔ (مظہری) ٤ اس میں چار مراتب بیان کئے گئے ہیں (١) اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ عطا فرمایا اس سے راضی ہونا (٢) رضا کا اثر اسکی زبان سے ظاہر ہونا (٣) اس مرتبہ میں اترنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے دوسری غنیمت عطا فرمائیگا (٤) اللہ تعالیٰ کی جانب رغبت کیونکہ مقصدِ حقیقی وہی ہے۔ (غرائب القرآن)

لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ

برائے فقیران است و بے نوایان و کارکنان بر جمع صدقات و آنانکه الفت داده میشود دل ایشانرا

فقیروں کیلئے ہیں اور مسکینوں اور صدقات جمع کرنے پر مامور اور جن کی تالیفِ قلب کی گئی ہے

وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ

و برائے خرچ کردن در آزادی برد ہا و برائے دام دادن راه خدا و برائے

اور غلاموں کی آزادی میں اور قرض رکھنے والے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کیلئے اور برائے

السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۞٦٠ وَ

مسافرت حکم ثابت شده از جانب خدا و خدا ہست دانا و استوار کار و

مسافر‘ اللہ کی طرف سے مقرر کئے ہوئے ہیں اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے [1] اور

مِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ

از ایشاں آنانند آزار میدہند پیغامبر را و میگویند وی سبک گوش است بگو وی سبک گوش نیکو است

ان میں سے بعض وہ ہیں جو تکلیف دیتے ہیں پیغمبر کو اور کہتے ہیں وہ جلد سننے (والے ہیں) آپ فرمادیجئے جلد سننے

قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ

برائے شما باور میکند گفته خدا را و قبول میکند مشورت مسلمانانرا

والا بہتر ہے تمہارے لئے، یقین رکھتے ہیں اللہ کے کہے پر اور قبول کرتے ہیں

وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ

و رحمت است برائے اہل ایمان از شما و آنانکه ایذا میدہند پیغمبر

مسلمانوں کے مشورہ کو اور رحمت ہے تم میں سے اہل ایمان کیلئے اور وہ لوگ جو ایذا دیتے ہیں اللہ

اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۞٦١ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ

خدا را ایشانرا است عذاب دہنده سو گند میخورند بخدا برائے شما تا رضامند کنند شما را

کے رسول کو‘ ان کیلئے تکلیف دینے والا عذاب ہے [2] اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں تمہارے سامنے تا کہ تمہیں راضی کریں

[1] اس آیت میں مصارفِ زکوٰۃ کا بیان ہے۔ اکثر احناف کے نزدیک فقیر وہ ہے جسکے پاس نصاب سے کم مال ہو۔ مسکین وہ فقیر ہے جو لوگوں سے رگڑ رگڑا کر سوال نہیں کرتا ہے‘ مسکین سکون یا سکینہ سے مشتق ہے یعنی جو سوال کیلئے اپنی زبان کو حرکت نہیں دیتا ہے بلکہ سکون میں رکھتا ہے پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسکین فقیر کی قسم سے ہے۔ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا یعنی ان کارکنوں کو جو صدقات کی وصولیابی پر مقرر ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں مجازاً فقراء کے ذیل میں شمار فرمایا ہے خواہ محصلین زکوٰۃ مالدار ہی ہوں تب بھی فقراء کے ذیل میں انکا مجازاً شمار کیا جائیگا کیونکہ زکوٰۃ کے وصول کرنے اور اسکو تقسیم کرنے کے معاملے میں محصلین زکوٰۃ فقراء کے وکیل ہوتے ہیں انہی کے کام میں مشغول رہتے ہیں لہذا انکا حق محنت ادا کرنا فقراء پر واجب ہے گویا یہ حکماً اور ضمناً فقراء ہوتے ہیں۔ وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ. امام بغوی کہتے ہیں کہ مؤلفۃ قلوب دو طرح کے تھے ایک مسلمان اور دوم کافر‘ پھر مسلمان مؤلفۃ قلوب بھی دو طرح کے تھے ایک وہ مسلمان جو اسلام میں داخل ہوتے وقت ضعیف الایمان تھے جیسے عینیہ بن بدر فزاری‘ اقرع بن حابس اور عباس بن مرداس۔ دوسرے وہ مسلمان جنکا ایمان مسلمان ہونے کے وقت ہی مضبوط تھا مگر وہ اپنی قوموں کے سردار تھے۔ رسول اللہ ﷺ دونوں گروہوں کو دیا کرتے تھے اول کو انکی دلجمعی اور ایمان کو مضبوط کرنے کیلئے اور دوسرے گروہ کو انکی قوم کی تالیف قلوب‘ ایمان کی حفاظت اور ان جیسے دوسرے لوگوں کو ایمان اور اسلام کی طرف راغب کرنے کیلئے جیسے عدی بن حاتم اور زبرقان بن بدر۔ غیر مسلم مؤلفۃ قلوب سے مراد وہ منکرین ہیں جن پر خرچ سے مسلمان ہونے کی امید ہو‘ تمام مسلمانوں کو انکے شر سے بچانے کیلئے یا انکے مسلمان ہونے کی امید میں کچھ دیدیا جائے۔ لیکن اب غیر مسلموں کو اسلام کی طرف راغب کرنے کیلئے صدقات میں سے کچھ دینا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمادیا ہے۔ ابن ابی شیبہ نے شعبی کا قول نقل کیا ہے کہ مؤلفۃ قلوب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ختم ہوگئے۔ وَفِي الرِّقَابِ. اس سے مراد مکاتب باندی یا غلام ہیں۔ امام ابوحنیفہ‘ امام شافعی اور امام ابواحمد کی یہی رائے ہے۔ ابن وہب کی روایت میں امام مالک کا قول بھی یہی بیان کیا گیا ہے۔ وَالْغٰرِمِيْنَ. اس سے مراد بالاتفاق قرض دار ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ جس قرض دار کے پاس ادائے قرض کے قابل مال نہ ہو وہ کوئی ہو کسی وجہ سے قرضدار ہوا ہو اسکا قرض چکانے کیلئے زکوٰۃ کا مال دیا جاسکتا ہے۔ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ امام ابویوسف‘ امام شافعی اور جمہور علماء کا قول ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد مجاہدین ہیں جو اپنے گھر بار سے جدا ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلتے ہیں۔ وَابْنِ السَّبِيْلِ. اس سے مسافر مراد ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر کسی کے پاس وطن میں بہت مال ہو مگر سفر میں ساتھ اتنا مال نہ ہو کہ منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہو اور نہ اتنا مال ہو جو زکوٰۃ لینے سے مانع ہو تو اسکو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ واضح رہے کہ مصرفِ زکوٰۃ احناف کے نزدیک صرف فقراء ہیں باقی ساتوں اصناف فقراء ہی کی اقسام ہیں اس صورت میں ایک ہی صنف بلکہ ایک شخص کو زکوٰۃ کا کل مال دے دیا جائے تو جواز میں کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح ہم فقراء کی ساتوں اقسام کو فقراء سے الگ مستقل اصناف قرار دیں تب بھی تعین صنف بلکہ تعین شخص جائز ہونا چاہیئے۔ (مظہری) [2] ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ بنتل بن حارث رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر بیٹھتا تھا اور آپکی باتیں سنکر منافقوں کو جا کر سناتا تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) دوسرے منافقین یہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھتے تھے جُلاس بن سوید بن صامت‘ رفاعہ بن عبدالمنذ راور ودیعہ بن ثابت۔ (روح البیان) اسکے علاوہ یہ ہیں جذام بن خالد‘ ایاس بن قیس‘ سماک بن یزید اور عبید بن مالک۔ (تفسیر ابن عباس)

وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٢﴾

و خدا ورسول او سزاوار ترند بآنکه رضامند سازند آنرا اگر مسلمان اند

اور اللہ اور اسکا رسول سب سے زیادہ لائق ہے کہ اسے راضی کریں اگر وہ سب مسلمان ہیں ۱

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ

آیا نمی دانند کہ ہر کہ خلاف کند با خدا و رسول او پس ہر آئنہ او را ست آتش

کیا نہیں معلوم کہ جو کوئی خلاف کرے اللہ اور اسکے رسول کے پس بیشک اس کیلئے نارِ

جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٣﴾ يَحْذَرُ

دوزخ جاویداں باشد آنجا اینست رسوائی بزرگ میترسند

دوزخ ہے ہمیشہ رہیں گے اس میں، یہ ہے بڑی رسوائی ۲ ڈرتے ہیں

الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ

منافقان از آنکہ فرود آوردہ شود بر مسلمانان سورتی کہ خبر دہد ایشانرا بآنچہ در

منافقین اس سے کہ اتاری جائے مسلمانوں پر کوئی سورت جو انھیں بتا دے وہ سب جو

قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَ

دل منافقانست بگو تمسخر کنید ہر آئنہ خدا پدید آرندہ است چیزیرا کہ می ترسید و

منافقوں کے دل میں ہے آپ فرما دیجئے تمسخر کرو بیشک اللہ ظاہر کرنے والا ہے اس چیز کو جس سے تم ڈرتے ہو ۳ اور

لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ

اگر سوال کنی ایشانرا گویند جز ایں نیست کہ مادرہزل شروع می نمودیم و بازی میکردیم بگو

اگر تم سوال کرو ان سے تو کہیں گے اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ ہم مذاق کرتے اور کھیلتے تھے آپ فرما دیجئے

اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٦٥﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا

آیا بخدا و آیتہائے او و رسول او تمسخر میکردید عذر مگوئید

کیا اللہ سے اور اسکی آیتوں سے اور اسکے رسول سے تمسخر کرتے تھے ۴ بہانے مت بناؤ

۱ مقاتل اور کلبی کہتے ہیں کہ اس آیت کا نزول منافقوں کی ایک جماعت کے متعلق ہوا جو غزوۂ تبوک میں نہیں گئے تھے اور جب رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لے آئے تو حاضر ہو کر طرح طرح کے عذر پیش کرنے لگے اور قسمیں کھانے لگے، انہی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (مظہری) مروی ہے کہ منافقوں کی ایک جماعت نبی ﷺ کے پاس بیٹھی تھی جن میں جُلاس بن سوید اور ودیعہ بن ثابت تھے ان میں انصار کا ایک لڑکا تھا جسکا نام عامر بن قیس تھا۔ اس نے سنا کہ یہ لوگ نبی ﷺ کے متعلق نازیبا کلمات کہہ رہے تھے تو اس لڑکے نے کہا میں ضرور تمہاری منافقت کی خبر رسول اللہ ﷺ تک پہنچا دونگا پس جب انکی ساری بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچائی گئی تو ان لوگوں نے جھوٹی قسمیں کھائیں کہ عامر نے غلط خبر پہنچائی ہے اس پر عامر بن قیس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ! ہمارے درمیان اسوقت تک جدائی مت لانا جب تک صادق کی سچائی اور کاذب کا جھوٹ خوب واضح نہ ہو جائے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (القرطبی)

۲ جاننا چاہیئے کہ یہ آیت بھی منافقین کے احوال کو بیان کر رہی ہے جو غزوۂ تبوک میں نہیں گئے تھے۔ ابو مسلم کہتے ہیں کہ جہنم نار کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور اہل عرب زیادہ گہرا کنواں کو جہنام کہتے تھے پس جہنم کا لفظ اسی سے ماخوذ ہے۔ (تفسیر کبیر) جاننا چاہیئے کہ ہر نبی کو اذیت دی گئی لیکن ہمارے نبی ﷺ کو سب سے زیادہ اذیت دی گئی جیسا کہ خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری مثل کسی نبی کو اذیت نہیں دی گئی ہے۔ یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ جب اذیت تصفیہ کا سبب ہے تو میرے نبی ﷺ کی مثل کسی نبی کے پاس تصفیہ نہ ہوگی۔ (روح البیان)

۳ سوال: منافقین حضرت محمد ﷺ کی نبوت سے انکار کرتے تھے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ نزولِ وحی کو جائز سمجھیں؟ جواب: بعض منافقین جانتے تھے کہ یہ سچے نبی ہیں اور کئی علامات سے آپکی نبوت کو پہچان چکے تھے لیکن اہل شرک کے پاس از روئے عناد و حسد انکار کرتے تھے اور بعض منافقین شک اور تردد میں تھے اس لئے یہ لوگ بھی ڈرتے تھے کہ کہیں کوئی سورت انکے خلاف نازل نہ ہو جائے۔ ابو مسلم کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں منافقین کی جانب سے اظہارِ خوف بطریقِ استہزاء بیان کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ سے کچھ سنتے اور آپ انھیں بتا دیتے کہ یہ بطریقِ وحی ہے تو منافقین اسے جھٹلا دیتے تھے اور اسکا استہزاء کرتے تھے منافقین کی اسی کیفیت کو قرآن نے يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ الخ سے بیان کیا ہے۔ (روح البیان)

۴ ابن ابی حاتم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ غزوۂ تبوک کے دوران ایک شخص نے ایک مجلس میں کہا کہ ہم نے ان قرآن خوانوں سے زیادہ آرام طلب، جھوٹا اور بزدل کسی کو نہیں دیکھا۔ ایک شخص نے اسے جواب دیا کہ تو منافق ہے اور جھوٹ بکتا ہے۔ میں اسکی خبر رسول اللہ ﷺ کو دونگا۔ [ابو علی الفضل طبرسی نے اس شخص کا نام عوف بن مالک لکھا ہے] جب یہ خبر رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو اس بارے میں قرآن نازل ہوا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ پھر میں نے اس شخص کو دیکھا کہ پتھروں سے اسکے پاؤں زخمی ہو رہے ہیں اور وہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی ٹانگ پکڑے کہتا جا رہا ہے کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہم تو ہنسی مذاق کر رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ فرماتے جا رہے ہیں کہ کیا تم اللہ اور اسکی آیات پر مذاق کر رہے تھے؟ انھوں نے اس قسم کی ایک اور حدیث بھی ایک اور طریقے سے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اور اس شخص کا نام عبد اللہ بن ابی بتایا ہے۔ ابن جریر نے حضرت قتادہ سے روایت کی ہے کہ غزوۂ تبوک کے دوران چند منافقوں نے کہا کہ دیکھو کہ یہ شخص شام کے محل اور قلعے فتح کرنے کا خواب دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انکے اس قول کی خبر اپنے نبی ﷺ کو دے دی تو آپ انکے پاس تشریف لے گئے اور ان سے پوچھا کہ کیا تم نے ایسی باتیں کی ہیں؟ انھوں نے کہا کہ ہم تو ہنسی مذاق کر رہے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول)

قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ۭ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَاۗىِٕفَةٍ

هر آئنه شما کافر شدید بعد از ایمان خود اگر در گذریم از سر گروہی

بیشک تم کافر ہوئے اپنے ایمان کے بعد اگر ہم در گذر کریں کسی گروہ کو

مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَاۗىِٕفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝۶۶

از شما البته عذاب کنیم گروہی را بسبب آنکه گناہگار بودند

تم میں سے تو ضرور عذاب کریں گے دوسرے گروہ کو اس سبب سے کہ وہ سب گناہ کرنے والے تھے ۱

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ

مردان منافق و زنان منافقه بعضے ایشاں از جنس بعض اند میفرمائید

منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے کے ہم جنس ہیں حکم دیتے ہیں

بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ

بکار ناپسندیده و منع میکنند از کار پسندیده و می بندند

ناپسندیدہ کاموں کا اور روکتے ہیں پسندیدہ کام سے اور بند رکھتے ہیں

اَيْدِيَهُمْ ۭ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۭ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ

دست خود را فراموش کردند خدا را پس فراموش ساخت ایشانرا هر آئنه منافقان ایشانند

اپنے ہاتھ (اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے) بھلا دیا اللہ کو پس بھلا دیا انھیں (اللہ نے) بیشک منافقین وہی

الْفٰسِقُوْنَ ۝۶۷ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَ

فاسقان وعده داده ست خدا مردان منافق را و زنان منافقه را

فاسقین ہیں ۲ اللہ نے وعدہ دیا ہے منافقین مرد اور منافق عورتوں کو اور

الْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ هِىَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ

و کافرانرا آتش دوزخ جاوید باشند دراں دوزخ بس است ایشانرا و لعنت کرد ایشانرا

کافروں کو جہنم کی آگ کا، اس میں ہمیشہ رہیں گے یہی ان کیلئے کافی ہے اور لعنت کی ان پر ۳

تفسیر اظہار العرفان

۱ کعب بن مالک سے روایت ہے کہ مخشی بن حمیر نے [منافقین سے] کہا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں تمہارے لئے سو سو کوڑوں کا فیصلہ کروں تا کہ ہمارے بارے میں قرآن نازل نہ ہو۔ یہ خبر رسول اللہ ﷺ کو ملی تو وہ لوگ عذر بہانے تراشتے ہوئے آگئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ چنانچہ جسے اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا وہ مخشی بن حمیر [اشجعی] تھا اور اسکا نام عبد الرحمٰن رکھا گیا۔ اس نے دعا مانگی کہ اے اللہ! مجھے شہادت کی ایسی موت عطا فرما کہ میری جائے شہادت کا بھی کسی کو علم نہ ہو چنانچہ وہ جنگِ یمامہ میں شہید ہوگیا اور کسی کو معلوم نہیں کہ اسے کس نے اور کس جگہ قتل کیا۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ، اسکے رسول ﷺ اور آیاتِ قرآنیہ سے استہزاء کفر ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ استہزاء کرنے والے کیلئے قیامت کے روز جنت کا دروازہ کھولا جائیگا اور کہا جائیگا ادھر آؤ ادھر آؤ پس وہ شخص تکلیف اور غم کیساتھ دروازہ تک پہنچے گا اور اچانک دروازہ بند ہو جائیگا اور دوسرا دروازہ کھلے گا اور اس سے کہا جائیگا اِدھر آؤ اِدھر آؤ پس وہ شخص تکلیف اور غم کیساتھ دروازہ تک پہنچے گا تو اچانک دروازہ بند ہو جائے گا یہی معاملہ اسکے ساتھ ہوگا یہاں تک کہ وہ شخص آخر میں مایوس ہو جائیگا۔ دوسری حدیث شریف میں ہے کہ تین اشخاص کی تخفیف نہیں کریگا مگر منافق بوڑھے مسلمان کی، عالمِ دین کی اور انصاف قائم کرنے والے بادشاہ کی۔ واضح رہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اولاد کی تعظیم رسول اللہ ﷺ کی تعظیم میں سے ہے۔ مروی ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سواری پر سوار ہوئے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما قریب ہوئے تا کہ سواری کی رکاب کو تھام لیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابن عمِ رسول ﷺ آپ رکاب نہیں تھامیں گے۔ یہ سنکر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ ہمیں ایسا ہی حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنے بڑوں کی تعظیم کریں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابنِ عمِ رسول ﷺ! آپ اپنا ہاتھ مجھے دکھایئے پس جب آپ نے اپنا ہاتھ انکی جانب بڑھایا تو انھوں نے بوسہ دیتے ہوئے کہا کہ ہمیں اسی طرح حکم دیا گیا ہے کہ ہم اہلِ بیتِ رسول ﷺ کیساتھ ایسی ہی تعظیم سے پیش آئیں۔ پس اہل بیت کی تعظیم، تعظیمِ رسول ﷺ ہے اور انکی تحقیر، تحقیرِ رسول ﷺ ہے۔ (روح البیان) ۲ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں منافقوں کی قباحتوں میں سے ایک دوسری قباحت کا ذکر فرما رہا ہے اور اسکے بیان کا مقصود یہ ہے کہ منافقین کی عورتیں بھی نفاق میں مردوں کی طرح ہیں جسطرح منافقین مرد بھلائی سے روکتے ہیں اور برائی کا حکم دیتے ہیں اسی طرح انکی عورتیں بھی کرتی ہیں جیسے کہا جاتا ہے۔ اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ اَیْ اَمْرُنَا وَاحِدٌ لَا مُبَایِنَۃَ فِیْہِ. یعنی ہمارا اور تمہارا معاملہ ایک ہی ہے اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ وَیَقْبِضُوْنَ اَیْدِیَهُمْ یعنی وہ لوگ ہر خیر سے ہاتھ روکتے ہیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ ہر واجب خیر سے اپنے آپکو روکتے ہیں جیسے زکوٰۃ، صدقہ اور انفاق فی سبیل اللہ وغیرہ۔ یہ تفسیر اقرب ہے اس لئے کہ شریعتِ مطہرہ ترک واجب پر مذمت کرتی ہے۔ نَسُوا اللّٰہَ فَنَسِیَهُمْ. جاننا چاہیئے کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر جاری نہیں ہے اس لئے کہ اگر ظاہر پر محمول کیا جائیگا تو نسیان قابل مذمت نہیں ہے کیونکہ نسیان بشر کی وسعت میں نہیں ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کیلئے نسیان محال ہے اس لئے یہاں یہ تاویل ہوگی کہ نسیان ذکر کی ضد ہے یعنی جب ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ثناء چھوڑ دی تو اللہ تعالیٰ نے رحمت اور احسان کیساتھ انکا ذکر چھوڑ دیا لہٰذا یہاں نسیان ترکِ ذکر سے کنایہ ہے۔ (تفسیر کبیر) ۳ اللہ تعالیٰ کی جانب سے خیر کے وعدہ کو "وعدہ" کہتے ہیں اور شر کے وعدہ کو "وعید" کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے منافقین مرد اور منافقین عورتوں کو اپنی رحمت سے دور رکھا ہے کیونکہ لعن، بُعدِ رحمت کو کہتے ہیں۔ (القرطبی)

اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿۶۸﴾ كَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ كَانُوٓا
خدا و ایشانراست عذاب دایم مانند آنکه پیش از شما بودند
اللہ نے اور ان کیلئے دائمی عذاب ہے ان لوگوں کی مانند جو تم سے پہلے تھے

اَشَدَّ مِنكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوا
زیادہ تر از شما در قوت و بیشتر در اموال و اولاد پس بہرہ مند شدند
قوت میں تم میں سے زیادہ تھے اور اموال اور اولاد میں زیادہ تھے پس فائدہ اٹھا گئے

بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُم بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِن
بنصیبہ خویش پس شما نیز بہرہ مند شدید بنصیبہ خویش چنانچہ بہرہ من شدند آنانکہ
اپنے حصہ سے پس تم نے بھی فائدہ اٹھایا ہے اپنے حصہ سے جیسے فائدہ اٹھایا ان لوگوں نے جو

قَبْلِكُم بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِي خَاضُوٓا اُولٰٓئِكَ
پیش از شما بودند بنصیبہ خویش و شروع در ہزل کردید چنانچہ ایشاں شروع در ہزل کردند آں جماعت
تم سے پہلے تھے اپنے حصہ سے اورتم بیہودگی کلام میں ایسا ہی پڑے جیساوہ لوگ بیہودہ کلام میں پڑے تھے وہی

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ
نا بود شد عملہائے ایشاں در دنیا و آخرت و آں جماعت ایشانند
جماعت ہے کہ ان کے اعمال دنیا و آخرت میں ضائع ہوئے اور وہی جماعت ہے

الْخٰسِرُونَ ﴿۶۹﴾ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوحٍ
زیانکاران ایا نیامد است بایشاں خبر آنانکہ پیش از ایشانند بودند قوم نوح
نقصان اٹھانے والی ۱ کیا انکے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جو ان سے پہلے تھے قوم نوح

وَّعَادٍ وَّثَمُودَ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ
و عاد ثمود و قوم ابراہیم و اہل مدین و اہل مؤتفکات
اور عاد اور ثمود اور قوم ابراہیم اور اہل مدین اور الٹی ہوئی بستیوں کے رہنے والے ۲

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی جسطرح اللہ تعالیٰ نے ان سے پہلے لوگوں کیلئے نارِ جہنم کا وعدہ فرمایا اسی طرح اس زمانے کے منافقین کیلئے وعدہ فرمایا۔ یہ بھی کہا گیا کہ امر بالمنکر اور نہی عن المعروف میں تم ویسے ہی ہو جیسے تم سے پہلے کے لوگ تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم سب معاملات ایسے ہی لو گے جیسے تم سے پہلی امتوں نے لیا دست بدست، بالشت ببالشت اور معاملہ بمعاملہ یہاں تک کہ ان میں سے کوئی ایک گوہ کے بل میں داخل ہوا ہو گا تو تم بھی ضرور داخل ہو گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تم چاہو تو كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ پڑھو۔ آپ فرماتے ہیں کہ الخلاق بمعنی دین ہے یہاں تک کہ آیت سے فارغ ہوئے۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! کیا یہود ونصاریٰ نے ایسا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں ہیں لوگ مگر یہی یعنی ایسے لوگ یہود ونصاریٰ ہی ہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ تم لوگ ضرور انکی پیروی کرو گے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں۔ بالشت ببالشت اور دست بدست یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی ایک گوہ کے بل میں داخل ہوا ہو گا تو تم بھی ضرور داخل ہو گے۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! کیا یہ یہود ونصاریٰ ہیں؟ آپ نے فرمایا: اسکے علاوہ اور کون ہو سکتے ہیں؟ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ. یعنی ان لوگوں نے اپنے دین کے حصوں میں سے نفع حاصل کیا اسی طرح تم نفع حاصل کرتے ہو۔ (القرطبی) سوال: اس آیت میں اولین کے حق میں استمتاع بالخلاق [حصہ سے نفع حاصل کرنا] ذکر کیا گیا پھر دوسری بار منافقین کے استمتاع بالخلاق کا ذکر کیا گیا اور پھر تیسری بار اولین کے حق میں دوبارہ ذکر کیا گیا اس سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے؟ جواب: اللہ تعالیٰ نے اولین کی مذمت فرمائی کہ ان لوگوں نے دنیاوی حصوں سے نفع حاصل کیا اور آخرت کے حصوں سے محروم ہو گئے اور یہ محرومی دنیاوی حصوں میں استغراق کے سبب ہے جب یہ بات بیان کی گئی تو پھر منافقین کے احوال بیان کر دیئے گئے اور پھر مبالغہ کیلئے اولین کے استمتاع بالخلاق کا اعادہ کر دیا گیا۔ علامہ جار اللہ زمخشری اسی مثال سے یوں سمجھاتے ہیں کہ کوئی شخص یہ کہے کہ "تم فرعون کی مثل ہو وہ بغیر جرم کے قتل کرتا تھا اور عذاب دیتا تھا اور تم بھی اسکے فعل کی مثل کرتے ہو"۔ (غرائب القرآن) حضرت ربیع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام میں [اسلامی عبادات واحکام] ایجادات سے بچو۔ تحقیق معلوم ہے کہ عنقریب اس امت میں سے کچھ لوگ ہونگے جو ایسا کرینگے پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں انہی جیسے لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔ (ابن جریر) امام بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم لوگ علامات وافتار [زندگی] میں بنی اسرائیل کیساتھ سب سے زیادہ مشابہت اختیار کرو گے قدم بقدم انکے اعمال کی پیروی کرو گے مگر مجھے یہ معلوم نہیں کہ تم بچھڑے کی پوجا کرو گے یا نہیں؟ (مظہری) ۲ یعنی منافقوں کے پاس ان اقوام کی خبر نہیں آئی جنہیں ان سے پہلے ہلاک کر دیا گیا۔ قَوْمِ نُوْحٍ اس قوم کو طوفان سے ہلاک کیا گیا۔ وَّعَادٍ اس قوم کو سخت تیز ہوا سے ہلاک کیا گیا۔ وَّثَمُوْدَ اس قوم کو زلزلہ اور کڑک سے ہلاک کیا گیا۔ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ نمرود کو مچھر سے ہلاک کیا گیا اور اسکے ساتھیوں کو ہدم سے ہلاک کیا گیا۔ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ یعنی اہل مدین اور یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ہے انھیں اللہ تعالیٰ نے آگ سے ہلاک فرمایا۔ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ. ظاہر یہ ہے کہ اسکا عطف مدین پر ہے اور یہ قوم لوط کی بستیاں ہیں اس قوم کو پتھر کی بارشوں سے اور اس بستی کو الٹ کر ہلاک کیا گیا۔ ان تمام اقوام کے پاس رسول حجج اور براھین لیکر آئے لیکن انھوں نے جھٹلایا جسکے نتیجے میں انھیں ہلاک کیا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے اور لوگ آپکے ارد گرد موجود تھے آپ نے فرمایا: اے لوگو! اللہ سے حیا کرو جیسے کرنے کا حق ہے پس ایک شخص نے کہا کہ میں اللہ سے حیا کرتا ہوں تو آپ نے فرمایا: تم میں سے جو اللہ سے حیا کریگا وہ ایک رات بھی نہیں گذارے گا مگر اسکی دونوں آنکھوں کے درمیان خوف کی علامت ہوگی۔ چاہیئے کہ وہ پیٹ اور اسکے قریب کی حفاظت کرے سر اور اسکے ارد گرد کی حفاظت کرے، موت اور بلاء کو یاد کرے دنیا کی زینت کو چھوڑ دے۔ (روح البیان)

اَتَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ ؕ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظۡلِمَهُمۡ وَلٰكِنۡ

آمدند بایشاں پیغامبران ایشاں بہ نشانہاے روشن پس ہر گز نشد کہ خدا ظلم کند بر ایشاں و لیکن

انکے پاس انکے رسول روشن نشانیوں کیساتھ تشریف لائے پس ہرگز اللہ کی شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرتا لیکن

كَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ ﴿۷۰﴾ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتُ بَعۡضُهُمۡ

ایشاں بر خویشتن ظلم میکردند و مردان مسلمان و زنان مسلمان بعض ایشاں

وہ لوگ اپنے اوپر (خود) ظلم کرتے ہیں اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے

اَوۡلِيَآءُ بَعۡضٍ ۘ يَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ

کار ساز بعض اند میفرمایند بکار پسندیدہ و منع میکنند از

دوست ہیں حکم دیتے ہیں پسندیدہ کام کا اور روکتے ہیں

الۡمُنۡكَرِ وَيُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيۡعُوۡنَ

کار ناپسندیدہ و بر پا میدارند نماز را و میدہند زکوۃ را و فرمانبرداری کنند

ناپسندیدہ کام سے اور نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور فرمانبرداری کرتے ہیں

اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرۡحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

خدا و رسول او را ایں جماعت رحمت خواہد کرد خدا بر ایشاں ہر آئنہ خدا

اللہ اور اسکے رسول کی یہی جماعت ہے عنقریب اللہ ان پر رحم فرمائیگا بیشک اللہ

عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ ﴿۷۱﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ جَنّٰتٍ

غالب درست کار ست وعدہ کرد است خدا مردان مسلمانانرا و زنان مسلمانانرا بوستانہا

غالب حکمت والا ہے ۱ اللہ نے وعدہ فرمایا ہے مسلمان مردوں سے اور مسلمان عورتوں سے (ایسے) باغات کا

تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا وَمَسٰكِنَ

کہ میرود زیر آں جوبہا ہمیشہ باشندگاں آنجا و جایہا

جنکے نیچے نہریں جاری ہونگیں اس میں ہمیشہ رہیں گے اور ۲

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی مؤمن اللہ تعالیٰ کی عبادت اور توحید کا حکم دیتا ہے اور بتوں کی عبادت سے روکتا ہے۔ حضرت ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے مراد اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دینا اور بتوں اور شیاطین کی عبادت سے روکنا ہے۔ (القرطبی) منافقین کی صفاتِ قبیحہ بیان کرنے کے بعداب مؤمنین کے اوصافِ حمیدہ بیان کئے جا رہے ہیں۔ واضح رہے کہ یہ پانچ اوصاف مؤمن اور منافق کے درمیان وجہ امتیاز ہیں (۱) مؤمن معروف [نیکی] کا حکم دیتا ہے اور منافق منکر [برائی] کا حکم دیتا ہے (۲) مؤمن منکرات سے روکتا ہے اور منافق معروفات سے روکتا ہے (۳) مؤمن خوش دلی کیساتھ رضائے الٰہی کیلئے نماز ادا کرتا ہے اور منافق ناپسندیدگی اور کسل [سُستی] کیساتھ نماز ادا کرتا ہے (۴) مؤمن زکوٰۃ ادا کرتا ہے اور منافق اسکی ادائیگی میں بخل کرتا ہے (۵) مؤمن کو جب اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جہاد یا کوئی اور حکم دیا جاتا ہے تو اسکی اطاعت میں جلدی کرتے ہیں اور منافق اسکے پیچھے رہتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ مکانوں کے طیب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے اندر زندگی پرلطف اور پاکیزہ ہوگی یا یہ کہ نفسِ مؤمن اسکو پسند کریگا اور پاکیزہ سمجھے گا۔ عدن بمعنی قیام اور دوام۔ کہا جاتا ہے عَدَنَ بِالۡمَكَانَ یعنی اس نے مکان میں قیام کیا۔ صاحبِ مدارک نے لکھا ہے کہ عدن ایک جنت کا نام ہے۔ حضرت عمران بن حصین اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِىۡ جَنّٰتِ عَدۡنٍ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ موتی کا ایک محل ہوگا جس میں یاقوت سرخ کے ستر [۷۰] مکان ہونگے ہر مکان میں سبز زمرد کے ستر [۷۰] کمرے ہونگے ہر کمرے میں ایک تخت ہوگا ہر تخت پر رنگا رنگ کے ستر (۷۰) بستر ہونگے ہر بستر پر ایک کشادہ چشم حور ہوگی جو جنتی کی بیوی ہوگی ہر کمرے میں ستر [۷۰] خادم اور خادمائیں بھی مامور ہونگی۔ مؤمن کے پاس روزانہ ہر صبح کے وقت کھانے پینے کی چیزیں آئیں گی جو ہر مکان میں ملیں گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کو اپنے دستِ خاص سے بنایا۔ عرش، قلم، آدم اور عدن۔ پھر ہر چیز کیلئے فرمایا ہو جا وہ چیز ہوگئی۔ حضرت ابودرداء ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عدن اللہ تعالیٰ کا [قائم کردہ] ایک ایسا مکان ہے جسکو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی انسان کے دل میں اسکا تصور گذرا۔ اس میں تین قسم کے لوگ رہیں گے انبیاء، صدیق اور شہداء۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگا خوشی ہو اس کیلئے جو تیرے اندر داخل ہوا۔ صحیحین میں ابوموسیٰ اشعری ؓ کی روایت سے آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو جنتیں چاندی کی ہیں جنکے برتن اور تمام چیزیں چاندی کی ہیں اور دو جنتیں سونے کی ہیں جنکے برتن اور تمام چیزیں سونے کی ہیں اور جنت عدن کے اندر اہل جنت اور انکے رب کے درمیان کوئی حجاب نہ ہوگا صرف اللہ تعالیٰ کی کبریائی کی چادر ہوگی جو اللہ تعالیٰ کے چہرے پر پڑی ہوگی۔ دوسری روایت میں ہے کہ فردوس کی جنتیں چار ہونگی [دو چاندی کی] اور دو سونے کی۔ بیہقی نے کبریائی کی چادر کی تشریح میں کہا کہ اللہ کی کبریائی اور عظمت کی وجہ سے کوئی بھی اذنِ الٰہی کے بغیر اسکو نہ دیکھ سکے گا تو گویا کہ اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور عظمت اسکو پوشیدہ رکھنے کا ذریعہ ہوگی۔ امام بغوی نے لکھا ہے کہ وہ یعنی عدن باغات جنت کے وسط میں ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص نے فرمایا: جنت کے اندر ایک محل ہے جسکو عدن کہا جاتا ہے اسکے گرداگرد برج اور سبزہ زار ہیں اسکے پانچ ہزار دروازے ہیں جن میں سوائے انبیاء، صدیق اور شہید کے کوئی اور داخل نہ ہوگا۔ امام قرطبی کا بیان ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ جنتیں سات ہیں دار الخلد، دار الجنان، دار السلام، جنت عدن، جنت الماوی، جنت النعیم اور جنت الفردوس۔ بعض نے حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ کی روایت کردہ حدیث کی وجہ سے صرف چار جنتیں قرار دی ہیں۔ جنت الماوی، دار الخلد، عدن اور دار السلام۔ حکیم ترمذی نے اسکی کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ دو جنتیں مقربین کیلئے ہیں اور دو جنتیں اصحاب یمین کیلئے ہیں اور ہر جنت میں بکثرت درجات، طبقات اور دروازے ہیں۔ (مظہری)

طَيِّبَةً فِي جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ

پاکیزہ در بہشتہای ہمیشہ ماندن و خوشنودی خدا بزرگتر است از ہمہ

ہمیشہ رہنے والے بہشت میں عمدہ عمدہ مکانات (کا بھی وعدہ فرمایا ہے) اور اللہ کی خوشنودی سب سے بڑی

ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٧٢﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ

این است فیروزی بزرگ اے پیغمبر جہاد کن با کافران

یہ بڑی کامیابی ہے اے پیغمبر! جہاد کیجئے کافروں سے

وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ

و با منافقان و درشتی کن بر ایشاں و جاے ایشاں دوزخ است و وی

اور منافقوں سے اور سختی کیجئے ان پر اور انکا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ

الْمَصِيْرُ ﴿٧٣﴾ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ

بد جای است سو گند میخورند بخدا کہ نگفتہ اند و ہر آئنہ گفتہ اند سخن

بہت بری جگہ ہے ۱ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ نہیں کہا اور بیشک انھوں نے کلمۂ

الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ

کفر و کافر شدہ اند بعد اسلام خویش و قصد کردند آنچہ نیافتند

کفر ضرور کہا ہے اور اپنے اسلام کے بعد کافر ہوئے اور انھوں نے قصد کیا اس چیز کا جسے انھوں نے (اپنے قابو میں)

وَمَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ

و انکار نکردند الا بآنکہ تونگر ساخت ایشانرا خدا و رسول او از فضل خود

نہ پایا اور انھوں نے انکار نہ کیا مگر یہ کہ اللہ اور اسکے رسول نے اپنے فضل سے انھیں غنی بنایا

فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ

پس اگر توبہ کنند بہتر باشد ایشانرا و اگر برگردند از توبہ عذاب کند ایشانرا خدا

پس اگر توبہ کریں تو بہتر ہے ان کیلئے اور اگر اعراض کریں توبہ سے تو اللہ انھیں عذاب دیگا ۲

۱ حضرت ابن عباس اور ضحاک نے فرمایا کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ ان منافقین سے زبان سے جہاد کرو' ان سے کلام میں نرمی نہ کرو سختی کرو۔ حضرت حسن اور قتادہ نے کہا کہ ان پر شرعی حدود قائم کرو۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر ہاتھ سے ہو سکے تو ہاتھ سے جہاد کرے' ہاتھ سے ممکن نہ ہو تو زبان سے جہاد کرے یہ بھی ممکن نہ ہو تو دل سے جہاد کرے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ منافق سے ملاقات ترش روئی سے کی جائے۔ (مظہری) اس میں خطاب نبی ﷺ سے ہے لیکن اس میں امتی بھی شامل ہیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ آپ مؤمنین کو ساتھ لیکر کفار سے جہاد کیجئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کفار سے جہاد تلوار سے کیا جائیگا اور منافقین سے یعنی انکے ساتھ گفتگو میں سختی کی جائیگی۔ (القرطبی)

۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جُلاس بن سوید بن صامت ان لوگوں میں سے تھا جو رسول اللہ ﷺ کیساتھ غزوۂ تبوک پر نہیں گئے تھے۔ اس نے کہا کہ اگر یہ شخص سچا ہے تو پھر ہم گدھوں سے بھی بدتر ہیں۔ یہ بات عمیر بن سعید نے رسول اللہ ﷺ تک پہنچادی۔ اسکے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ اس نے اپنے اس قول سے تہ دل کیساتھ توبہ کر لی تھی۔ ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ درخت کے ایک سائے میں تشریف فرما تھے آپ نے فرمایا تم ابھی ایک شخص کو دیکھو گے جو شیطان کی آنکھوں سے دیکھتا ہے اتنے میں ایک گربہ چشم آدمی آگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے بلا کر پوچھا کہ تم اور تمہارے ساتھی کس بناء پر ہمیں کوستے ہیں؟ وہ جا کر اپنے ساتھیوں کو بلا لایا اور اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ ہم نے تو کوئی ایسی بات نہیں کی۔ القصہ آپ نے اس سے چشم پوشی فرمائی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ابن جریر نے حضرت قتادہ سے روایت کی ہے کہ دو آدمیوں نے باہم قتال کیا ان میں سے ایک جہنی تھا اور دوسرا غفاری۔ بنو جہنیہ انصار کے حلیف تھے۔ غفاری جہنی پر غالب آگیا۔ اس پر عبداللہ بن ابی نے بنی اوس سے کہا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو۔ خدا کی قسم ہماری اور محمد (ﷺ) کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے کہا کہ ''کتے کو پال تا کہ تجھی کو کاٹے'' جب ہم مدینے واپس پہنچ جائیں تو یہ شخص ہم میں سے عزت والا ہے ذلیل لوگوں کو مدینے سے باہر نکال دیگا۔ اس پر ایک شخص دوڑتا ہوا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا [اور یہ حال کہہ سنایا] جب آپ نے اسے بلا کر پوچھا تو وہ صاف مکر گیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اسود نامی ایک شخص نے نبی ﷺ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو آیت هَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا نازل ہوئی۔ ابن جریر نے اور ابو شیخ نے حضرت عکرمہ سے روایت کی ہے کہ بنی عدی بن کعب کے غلام نے ایک انصاری کو قتل کیا تو نبی ﷺ نے بارہ ہزار دیت کا فیصلہ سنا دیا اسی بارے میں آیت وَمَا نَقَمُوْا اِلَّا اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ. نقاش کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فتوحات سے متعلق جو وعدہ اپنے نبی ﷺ سے فرمایا تھا ان فتوحات کو جھٹلانا کلمۂ کفر ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جُلاس کا یہ کہنا کہ ''اگر محمد (ﷺ) حق کیساتھ تشریف لائے ہیں تو ہم گدھا سے بھی بدتر ہیں'' کلمہ کفر ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ عبداللہ ابن ابی کا کہنا ہے کہ ''مدینے پہنچ کر عزت والے ذلیل لوگوں کو نکال دینگے'' کلمۂ کفر ہے۔ قشیری کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کو گالی دینا اور اسلام میں طعن کرنا کلمۂ کفر ہے۔ مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو جُلاس نے صدقِ دل سے توبہ کی اور آخر دم تک اپنے توبہ پر قائم رہا۔ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا یعنی منافقین میں سے بارہ اشخاص نے غزوہ تبوک کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کو شہید کرنے کا پروگرام بنایا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے ہر ایک کا نام لیکر گنتی کرائی۔ (القرطبی)

عَذَابًا اَلِيمًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ

عذاب دردناک در دنیا و آخرت و نیست ایشانرا در زمین

دردناک عذاب، دنیا میں اور آخرت میں اور نہیں ہے ان کیلئے زمین میں

مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيرٍ ﴿۷۴﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا

ہیچ کار ساز و نہ یاری دہندہ و از ایشاں کسے ہست کہ عہد بستہ است از خدا البتہ اگر بدہد ما را

کوئی کام بنانے والا اور نہ کوئی مدد کرنے والا اور ان میں سے بعض وہ ہے جس نے اللہ سے عہد باندھا ہے کہ اگر

مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصّٰلِحِينَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّآ

از فضل خود صدقہ دہیم و باشیم از نیکو کاران

ہمیں اپنے فضل سے عطا کرے تو ہم صدقہ دینگے اور ہم نیکوکار میں سے ہونگے [۱]

اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُونَ ﴿۷۶﴾

پس وقتیکہ بداد ایشانرا از فضل خود بخیلی کردند بآں و بر گشتند اعراض کنان

پس جب انھیں اپنے فضل سے دیا تو بخل کیا اس میں اور پھر گئے اعراض کرتے ہوئے [۲] پس اللہ نے اسکے پیچھے نفاق

فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا

پس خدا عاقبت ایشاں ساخت نفاق را در دل ایشاں تا روزیکہ ملاقات کنند باوی

رکھا ان کے دل میں اس روز تک جس میں اس سے ملاقات کرینگے اس چیز کے شامت کے سبب کہ انھوں نے اللہ

اللّٰهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ﴿۷۷﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوٓا

بشامت آنکہ خلاف کردند با خدا آنچہ وعدہ کردہ بودند باوی و بشامت آنکہ دروغ میگفتند ایا ندانستہ اند

سے جو وعدہ کیا تھا اسکے خلاف کیا اور اس چیز کے شامت کے سبب کہ وہ سب جھوٹ کہتے تھے [۳] کیا انھیں نہیں معلوم

اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ﴿۷۸﴾

کہ خدا میداند سخن پنہاں ایشانرا و راز گفتن ایشانرا و آنکہ خدا دانندۂ غیوب است

کہ اللہ جانتا ہے انکی پوشیدہ باتوں کو اور انکی سرگوشی کو اور یہ کہ اللہ تمام غیب کو جاننے والا ہے [۴]

[۱] مروی ہے کہ ثعلبہ بن حاطب نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! میرے لئے اللہ سے دعا مانگیئے کہ وہ مجھے [بہت سارا] مال عطا کرے۔ آپ نے فرمایا: اے ثعلبہ! افسوس وہ تھوڑا سامان جسکا شکرانہ ادا کرنے کی تجھ میں توفیق ہو اس ڈھیروں مال سے بہتر ہے جسکا شکرانہ ادا کرنے کی تجھ میں توفیق نہ ہو۔ ثعلبہ نے کہا کہ خدا کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مال عطا کیا تو میں ہر حقدار کا حق ادا کرونگا۔ اس پر آپ نے دعا مانگی تو اسے بکریوں کا ایک ریوڑ مل گیا۔ یہ ریوڑ اسقدر بڑھا کہ مدینے کا میدان اس پر تنگ ہو گیا۔ ثعلبہ اپنے مال میں اسقدر مصروف ہو گیا کہ نماز سے فارغ ہوتے ہی اپنے مال میں چلا جاتا۔ پھر اس مال میں اور برکت ہوئی تو ثعلبہ زیادہ مصروف رہنے لگا۔ اب وہ صرف جمعہ کی نماز پڑھتا اور اسکے بعد اپنے مال میں چلا جاتا پھر جب بکریاں بڑھ کر اور زیادہ ہو گئیں تو ثعلبہ اس میں اسقدر مشغول ہو گیا کہ باجماعت اور جمعہ کی نماز بھی ترک کر بیٹھا، اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر آیت خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ. ترجمہ انکے اموال سے صدقہ لو انکو گناہ سے پاک کر دو اور ستھرا کر دو۔ نازل فرمائی۔ تو آپ نے صدقات وصول کرنے کیلئے دو آدمیوں کو مقرر فرمایا اور انکو زکوٰۃ کی وصولی کا پروانہ لکھ کر دیا یہ دونوں پروانہ لے کر سیدھے ثعلبہ کے پاس پہنچے اور اسے رسول اللہ ﷺ کا یہ خط پڑھ کر سنایا۔ اس نے کہا کہ پہلے آپ دوسرے لوگوں کے پاس جائیں اور واپسی پر میرے پاس آجائیں چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا واپسی پر جب ثعلبہ کے پاس آئے تو اس نے کہا کہ یہ تو جزیہ کی طرح ایک قسم کا ٹیکس ہے۔ یہ جواب سن کر وہ خالی واپس چلے گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائیں۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) ثعلبہ بن حاطب انصاری بدری صحابی تھے یہ جنگ احد میں بھی شریک ہوئے ابن سعد کہتے ہیں کہ انکی اولاد آج بھی مدینہ اور بغداد میں آباد ہے جب ثعلبہ کو اس آیت کے نزول کا علم ہوا تو وہ صدقہ کا مال لیکر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے مگر آپ نے فرمایا کہ مجھے اس سے روک دیا گیا ہے۔ اسکے بعد وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں پھر مال لیکر آئے مگر انھوں نے یہ مال لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ جس مال کو رسول اللہ ﷺ نے قبول نہیں کیا اس کو میں وصول نہیں کر سکتا اسی طرح وہ باری باری حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھی انکے زمانہ خلافت میں آئے مگر انھوں نے بھی یہ مال قبول نہ کیا۔ ثعلبہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں وفات پائی۔ (واحدی: اسباب النزول) اس آیت کے سبب نزول کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ آیت حاطب بن بلتعہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ ملک شام میں انکا مال ڈوب گیا پس انھوں نے انصار کی مجالس میں سے کسی مجلس میں قسم کھائی کہ اگر وہ مال بچ گیا تو میں اس میں سے ضرور صدقہ دونگا اور صلہ رحمی میں خرچ کرونگا پس جب وہ مال بچ گیا تو حاطب بن بلتعہ نے بخل کیا تو آیت نازل ہوئی۔ ثعلبہ بدری انصار ہیں اور یہ ان لوگوں میں سے ہیں جسکے ایمان کی گواہی اللہ اور اسکے رسول نے دی ہے۔ انکے متعلق جو روایت آتی ہے وہ غیر صحیح ہے۔ ابو عمر نے کہا کہ شاید جنھوں نے ثعلبہ کے بارے میں کہا کہ وہ مانع زکوٰۃ تھے اور یہ آیت اسی کے بارے میں نازل ہوئی غیر صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔ حضرت ضحاک نے کہا کہ یہ آیت نبتل بن حارث، جد بن قیس اور معتب بن قشیر جیسے منافقین کے بارے میں نازل ہوئی۔ (القرطبی) [۲] یعنی ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت سے منہ پھیرا اور اللہ کا حق دینے سے انکار کیا۔ (مظہری) [۳] اللہ تعالیٰ نے اس بخل کے سبب انکے دلوں میں برے اعتقاد رکھ دیا جس بناء پر وہ لوگ امتثالِ امر اور اجتناب نہی کی پرواہ نہیں کرتے ہیں۔ (مظہری) [۴] کیا ان منافقوں کو نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ انکے نفاق سے واقف ہے اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے کچھ چھپا نہیں سکتے ہیں۔ (مظہری)

الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقٰتِ

آنانکه عیب می کنند در راه خدا صدقه دهندگانرا از مسلمان در صدقات

وہ لوگ جو عیب لگاتے ہیں اللہ کی راہ میں (دل کھول کر) صدقہ دینے والے مسلمانوں پر صدقات میں

وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ

و عیب میکنند آنانرا که نمی یابند مگر مشقت خود را پس تمسخر میکنند بایشاں تمسخر کرد خدا

اور عیب لگاتے ہیں ان لوگوں پر جو نہیں پاتے ہیں مگر اپنی مشقت (کی مزدوری) پس تمسخر کرتے ہیں انکے ساتھ،

مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝٧٩ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ

بآں تمسخر کنندگان و ایشانرا ست عذاب دردناک آمرزش طلب کن برائے ایشاں یا آمرزش طلب مکن

تمسخر فرمایا اللہ نے (اپنی شان کے لائق) ان تمسخر کرنے والوں کیساتھ اوران کیلئے دردناک عذاب ہے ا مغفرت

لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ

برائے ایشاں اگر آمرزش خواہی برائے ایشاں ہفتاد بار ہرگز نیامرزد ایشانرا خدا

طلب کروان کیلئے یا مغفرت طلب نہ کروان کیلئے، اگرتم مغفرت چاہوان کیلئے ستر بار جب بھی اللہ انھیں معاف

لَهُمْ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَاللّٰهُ لَا

ایں بہ سبب آنست کہ ایشاں کافر شدند بخدا و رسول او و خدا نمی نماید

نہیں فرمائیگا یہ اس سبب سے ہے کہ وہ سب منکر ہوئے اللہ کے اور اسکے رسول کے، اور اللہ نہیں دکھاتا ہے

يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِينَ ۝٨٠ فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ

راہ گروہ فاسقانرا شادمان شدند در پس گذاشتگاں بنشستن خود

راہ فاسقوں کو ۲ خوش ہوئے پیچھے رہ جانے والے اپنے بیٹھنے پر

خِلٰفَ رَسُولِ اللّٰهِ وَكَرِهُوا أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ

بر خلاف پیغمبر خدا و ناپسند کردند کہ جہاد کنند بمال خویش

رسول اللہ کے خلاف اور انھوں نے نا پسند کیا کہ جہاد کریں اپنے مال سے ۳

۱ شیخین نے حضرت ابومسعود ﷺ سے روایت کی ہے کہ جب صدقہ کی آیت نازل ہوئی تو ہم پیٹھوں پر بوجھ ڈھوتے تھے۔ایک شخص آیااور بہت سامال صدقہ میں دیا۔ لوگ کہنے لگے یہ تومحض ریا کاری ہے پھرایک شخص آیااس نے صرف ایک صاع مال دیااس پرلوگوں نے کہاکہ اللہ تعالیٰ اسقدرقلیل صدقے کامحتاج نہیں ہےاس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(لباب النقول فی اسباب النزول) ایک صاع مال لانے والے ابوعقیل انصاری تھے انھیں ایک رات کی مزدوری میں دوصاع کھجوریں ملیں جن میں سے ایک صاع اس نے اپنے بچوں کیلئے رکھ لیں اور باقی ایک صاع کھجوریں صدقہ میں دے دیں۔(الکشاف) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ﷺ کے پاس آٹھ ہزار دراہم تھے آپ نے اس میں سے نصف مال یعنی چار ہزارصدقہ کے طورپرلیکرآگئے اس پرکچھ لوگوں نے کہاکہ یہ دکھلاوے کیلئے ایسا کررہے ہیں اس پراللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (القرطبی)

۲ علامہ بیضاوی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی منافق تھالیکن اسکا بیٹا عبداللہ سچا اور پکا مسلمان تھا جب عبداللہ بن ابی مرض موت میں مبتلا تھا تو مؤمن بیٹے نے اپنے باپ کیلئے دعائے مغفرت کرنے کی رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی۔رسول اللہ ﷺ نے دعاکردی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔اس آیت کے نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں انکے لئے ستر مرتبہ سے زیادہ دعائے مغفرت کرونگا اسکے بعد آیت سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ”برابر ہےان پرکہ آپ ان کیلئے مغفرت طلب کریں یانہ کریں“ نازل ہوئی۔حقیقت میں یہ رسول اللہ ﷺ کی شفقت اور رحمت تھی۔واضح رہے کہ آیت میں ”سبعین“ سے محدود عدد مرادنہیں ہے بلکہ کثرت مراد ہے‘ سات‘ ستر اور سات سو کا لفظ عربی زبان میں کثیر عدد کیلئے عام طور پر استعمال ہوتا ہے۔سات کا لفظ دونوں قسم کے عددوں کو مشتمل ہے۔تین سے کم کوقلیل اور کم سے کم تین کوکثیر کہاجاتا ہے زیادہ کی کوئی حدنہیں ہے۔اسکے علاوہ عدددوطرح کا ہوتا ہے طاق اور جفت۔دوکا عدد پہلا جفت ہے اور تین پہلا طاق۔ایک عدد ہی نہیں ہے سات جفت اور طاق کا پہلا کثیر مجموعہ ہے اسکے اندر تین طاق ہیں یعنی ۷‘۵‘اور ۳۔اور تین جفت ہیں یعنی ۲‘۴اور ۶۔اور دس پر حساب ختم ہوجاتا ہے دس سے اوپر گنتی اسی کیساتھ اکائیوں یا دہائیوں کو جوڑ کر بنتی ہے۔ستر کے اندر دوعدد داخل ہیں سات اور دس۔سات تو کثرت اور جفت وطاق کا سب سے پہلا مجموعہ ہے اور دس پر حساب ختم ہوجاتا ہے لہذا ستر ہر جہت سے کثیر اعداد کا کم سے کم مجموعہ ہے اور کثرتِ عدد غیر متناہی ہے پس گویا ستر کہنے سے پوری جفت وطاق اور کثیر اعداد مراد لینا صحیح ہے۔وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِينَ یعنی جولوگ کفرپراڑ جائیں اور کفر پر سرکش بن جائیں اللہ تعالیٰ انھیں ہدایت نہیں دیتا ہے۔(مظہری) ۳ ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گرمی کے موسم میں لوگوں کو جنگ پر چلنے کیلئے بلایا تو ایک شخص نے کہاکہ یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سخت گرمی میں چلنے کی طاقت نہیں ہے اس لئے گرمی میں جنگ پر نہ جائیں۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سخت گرمی کے موسم میں غزوہ تبوک پر روانہ ہوئے تو بنی سلمہ کے ایک شخص نے کہاکہ گرمی میں مت کوچ کرو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔بیہقی نے روایت کی ہے کہ ایک منافق شخص نے کہاکہ گرمی میں نہ نکلو۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(لباب النقول فی اسباب النزول) مروی ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام زمین پر تشریف لائے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آگ کی ایک چنگاری لاکر آپکو دی جب آپ نے ہاتھ میں لیا تو ہتھیلی جل گئی آپ نے پوچھا: جبرائیل یہ کیا ہے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ اسے جہنم سے نکال کر ستر مرتبہ دھویا پھر آپکی خدمت میں لیکر آیا ہوں آپکی اولاد اسے روٹی پکانے کے کام میں لائیگی۔حضرت آدم علیہ السلام نے روتے ہوئے کہاکہ میری اولاد پھر جہنم کی آگ سے کیسے بچے گی؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہاکہ جو آپکی مطیع اولاد ہوگی وہ اس سے بچ جائیگی۔(روح البیان)

وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي

و جان خویش در راه خدا و گفتند بیروں مروید در گرمی

اور اپنی جان سے اللہ کی راہ میں اور انھوں نے کہا: نہ نکلو گرمی میں

الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿٨١﴾

بگو آتش دوزخ سخت تر است در گرمی اگر در می یافتند چنیں نمی کردند

آپ فرما دیجئے کہ دوزخ کی آگ (اس بھی) زیادہ سخت گرم ہے اگر سمجھ رکھتے تو ایسا نہ کرتے

فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا

پس باید کہ بخندند اندکی و بگریند بسیاری سزای آنچه

پس چاہئے کہ ہنسیں کم اور روئیں زیادہ اسکے بدلے جو

يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٢﴾ فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ

میکردند پس اگر باز آرد تر خدا بسوئے گروہی از ایشاں

کرتے تھے[1] پس اگر اللہ آپ کو (جہاد سے صحیح سالم) واپس لے جائے ان میں سے کسی گروہ کی جانب

فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا

پس دستوری طلبند از تو برائے بیروں آمدن بگو بیروں نخواہید آمد با من ہرگز

تو اجازت طلب کرینگے آپ سے نکلنے کیلئے آپ فرما دیجئے باہر نہ نکلو گے میرے ساتھ ہرگز

وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ۭ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ

و جنگ نخواہید کرد ہمراہ من با ہیچ دشمنی ہر آئنہ شما رضامند شدید بنشستن

اور جنگ نہ کرو گے میرے ساتھ کسی دشمن سے، بیشک تم راضی ہوئے بیٹھے رہنے سے

اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ﴿٨٣﴾ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى

اول بار پس بنشیید با پس ماندگان و نماز مگذار بر

اول بار پس بیٹھو پیچھے رہ جانے والوں کیساتھ [2] اور نماز نہ پڑھیے

[1] حضرت انس ﷛ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خود فرماتے سنا کہ دوزخیوں کیلئے رونے کا ایک سیلاب چھوڑ دیا جائیگا اتنا روئیں گے کہ آنسو ختم ہو جائیں گے پھر خون کا گریہ ہوگا پھر چہرے پر شگافوں اور خندقوں کی طرح زخموں کے نشان پڑ جائیں گے [اتنے بڑے کہ] اگر ان میں کشتی چھوڑ دی جائیں تو بہنے لگے۔ حضرت زید بن رفیع کی روایت میں ہے کہ دوزخی جب دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو مدت تک آنسو سے روتے رہیں گے پھر مدت تک خون کے آنسو سے روتے رہیں گے۔ دوزخ کے فرشتے ان سے کہیں گے اے بدنصیب گروہ تم نے دنیا میں [گناہ سے] رونا چھوڑ دیا تھا آج تمہارا فریادرس کون ہے دوزخی چیخیں گے اے ہمارے باپ ماں اور بیٹیو اور بیٹو! ہم قبروں سے پیاسے نکلے اور جب تک وہاں رہے پیاسے رہے اور اب بھی پیاسے ہیں کچھ پانی ہماری طرف بہا دو اور جو نعمت اللہ تعالیٰ نے تم کو عنایت فرمائی ہے اس میں سے کچھ ہمیں بھی دیدو۔ چالیس برس یونہی چلاتے رہے گے اور کوئی جواب دینے والا نہ ہوگا پھر جواب ملیگا کہ تم کو یہیں رہنا ہے اگرچہ وہ ہر بھلائی سے محروم ہو جائیں گے۔ میں [قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ] کہتا ہوں کہ اسکا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سب لوگوں کو دنیا میں کم ہنسنا چاہئے۔ یہ امر استحبابی ہے زیادہ ہنسنا مکروہ ہے اس سے دل مردہ ہو جاتا ہے اور دنیا میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے خوب روئیں تاکہ جو گناہ ہو گیا ہو اسکی تلافی ہو جائے اس لئے کہ رونے سے گناہ ساقط ہوتے ہیں۔ حضرت انس ﷛ سے مروی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو کم ہنستے اور زیادہ روتے۔ دوسری روایت میں یوں ہے جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو بہت روتے اور کم ہنستے اور میدانوں میں نکل کر اللہ تعالیٰ سے گڑگڑاتے۔ تم کو واقفیت نہ ہوتی کہ تمہاری نجات ہوگی یا نہ ہوگی حضرت ابوہریرہ ﷛ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو زیادہ روتے اور کم ہنستے۔ نفاق ظاہر ہو جائیگا' امانت اٹھ جائیگی' رحمت سمیٹ لی جائیگی' امانت دار پر [خیانت کی] تہمت لگائی جائیگی جو امانت دار نہ ہوگا اسکو امین قرار دیا جائیگا' کالی رات کی طرح بڑے تاریک فتنے تم پر آپڑیں گے۔ ترمذی کی روایت میں آپ نے فرمایا: جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو ہنستے کم روتے زیادہ اور بستر پر عورتوں سے لذت اندوز نہ ہوتے اور میدان میں نکل کر زاری کرتے۔ حضرت ابن مسعود ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مؤمن بندہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے اپنی آنکھوں سے آنسو نکالتا ہے خواہ وہ آنسو مکھی کے سر کے برابر ہو پھر آنسو نکلنے سے اسے دکھ پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو دوزخ پر حرام کر دیتا ہے (مظہری) حضرت حسن بصری پر آخرت کا غم ہمیشہ غالب رہتا تھا اس لئے آپ نہیں ہنستے تھے۔ حضرت ابن سیرین ہنسنے کے قائل تھے اور آپ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے دلیل قائم کرتے تھے وَاللّٰهُ اَضْحَکَ وَاَبْکٰی "اور اللہ وہ ہے جو ہنساتا ہے اور رولاتا ہے" صحابہ کرام میں بھی کچھ ضحک کے قائل تھے لیکن ان میں سے اکثر وہ تھے جن پر آخرت کا غم قائم رہتا اور وہ نہیں ہنستے تھے۔ واضح رہے کہ اگر رونا اللہ تعالیٰ کے خوف سے ہو تو محمود ہے۔ (القرطبی) علماء کہتے ہیں کہ بکاء [رونے] کی دس قسم ہیں۔ بکائے فرح' بکائے حزن' بکائے رحمت' بکائے خوف' بکائے کذب' بکائے موافقت یعنی لوگ رو رہے ہوں تو یہ بھی رونے لگے' بکائے محبت و شوق' بکائے جزع' بکائے جور و ضعف یعنی اپنے اوپر ظلم و ستم کی وجہ سے رونا اور بکائے نفاق۔ (روح البیان)

[2] پیچھے رہ جانے سے مراد بیمار' اپاہج' بچے عورتیں ہیں جنہیں جہاد کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ [اس لیے جہاد کو نہیں جاتے ہیں] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو بغیر عذر کے اپنے گھروں میں بیٹھے رہے یا اس سے مخالفین مراد ہیں۔ (مظہری)

اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا

ہیچ یکی از ایشاں کہ بمیرد ہر گز و مایست برگور وی ہر آئنہ ایشاں کافر شدند

ان میں سے کسی ایک پر کبھی بھی جو مر جائے اور نہ کھڑا ہو انکی قبروں پر بیشک وہ سب منکر ہوئے

بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَلَا تُعْجِبْكَ

بخدا و رسول او و مردند و ایشاں فاسق بودند و بشگفت نیارد ترا

اللہ کا اور اسکے رسول کا اور مرے اس حال میں کہ وہ فاسقین ہی رہے [1] اور تعجب میں نہ لائے آپ کو

اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا

اموال ایشاں و فرزندان ایشاں جز ایں نیست کہ میخواہد خدا کہ عقوبت کند ایشانرا باں

انکے اموال اور انکی اولاد اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ اللہ چاہتا ہے کہ انھیں اس سے عذاب دے

فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿٨٥﴾ وَاِذَآ اُنْزِلَتْ

در دنیا و بیروں شود روح ایشاں و ایشاں کافر باشند و چوں فرود آوردہ شود

دنیا میں اور انکی روح نکل جائے اس حال میں کہ وہ کافر ہی رہیں [2] اور جب اتاری جائے

سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ

سورتی بایں مضمون کہ ایمان آرید بخدا و جہاد کنید ہمراہ رسول او

کوئی سورت اس مضمون کے ساتھ کہ ایمان لاؤ اللہ پر اور جہاد کرو اسکے رسول کے ہمراہ

اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ

دستوری میطلبند از تو خداوندان وسعت از ایشاں و گویند بگذار ما را تا باشیم

تو اجازت طلب کرتے ہیں آپ سے ان میں سے صاحب وسعت اور کہتے ہیں ہمیں چھوڑیئے ہم بیٹھیں گے

مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿٨٦﴾ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ

بانشستندگاں راضی شدند بآنکہ باشند با زنان پس ماندہ

بیٹھنے والوں کے ساتھ [3] راضی ہوئے اس سے کہ پیچھے رہ جانے والی عورتوں کے ساتھ ہو جائیں

[1] شیخین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جب عبد اللہ بن ابی فوت ہوا تو اسکا بیٹا رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اپنے باپ کے کفن کیلئے آپکی قمیض مانگی۔ جب آپ نے قمیض دیدی تو اس نے جنازہ پڑھانے کی درخواست بھی کی [جو آپ نے منظور فرمائی] جب آپ جنازہ پڑھانے کیلئے کھڑے ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر آپکا کپڑا پکڑ لیا اور عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ اسکا جنازہ پڑھاتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپکو منافقوں کا جنازہ پڑھانے سے منع فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آیت اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ الخ میں اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے۔ میں ستر بار سے زیادہ اسکے لئے دعائے مغفرت مانگوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ وہ تو منافق تھا لیکن آپ نے اسکے باوجود جنازہ پڑھایا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اسکے بعد آپ نے منافقوں کی نماز جنازہ پڑھانا چھوڑ دیا۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب نماز پڑھانے کیلئے آگے بڑھے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور آپ کا کپڑا پکڑ کر پیچھے کر دیا اور یہی آیت تلاوت کی اسکے بعد آپ واپس ہو گئے اور نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے نماز جنازہ پڑھا دی جب یہ دو آیات نازل ہوئیں تو آپ وہیں سے فوراً واپس چلے گئے۔ [بہر حال اختلاف روایات کے باوجود] بعض علماء کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عبد اللہ بن ابی کی نماز اسکے ظاہری اسلام کی بناء پر پڑھا دی لیکن نہی وارد ہونے کے بعد آپ نے پھر کسی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔ سوال: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے کہا کہ آپ انکی نماز جنازہ پڑھائیں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپکو منع کیا ہے جبکہ اسوقت اللہ تعالیٰ نے آپکو منع نہیں فرمایا تھا پھر آپ نے کیوں کہا؟ جواب: کہا گیا ہے کہ آپ کے دل میں یہ خیال آیا اور آپ نے اپنے خیال کا اظہار رسول اللہ ﷺ کے حضور کر دیا گویا کہ یہ الہام کے قبیل سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی قمیض اس لئے عطا کی تا کہ وہ احسان جو اس نے حضرت عباس کیساتھ کیا تھا اسکا بدلہ چکا دیا جائے یا اس لئے عطا فرمائی کہ انکا بیٹا عبد اللہ رضی اللہ عنہ جو سچے مسلمان اور عاشقِ رسول تھے' انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے عاجزانہ طلب کی تھی لیکن ان میں سے اول اصح ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بیشک میری قمیض اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچائیگی لیکن بیشک میں امید رکھتا ہوں کہ میرے اس فعل سے اسکی قوم میں سے ہزار آدمی مسلمان ہو جائیں گے چنانچہ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اس عمل سے خزرج قبیلہ سے ایک ہزار لوگ مشرف با اسلام ہو گئے۔ ہمارے علماء کہتے ہیں کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ کفار کی نماز جنازہ ادا کرنا حرام ہے۔ وَلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ. رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ جب میت کو دفنا دیتے تو آپ اسکی قبر پر اس کیلئے ثابت قدمی کی دعا فرماتے تھے۔ (القرطبی) امام بغوی نے لکھا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ نے کسی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھی اور وقتِ وفات تک کسی منافق کی قبر پر دعا کرنے نہیں کھڑے ہوئے۔ (مظہری) [2] یہ مکرر تاکید ہے [منافقوں کا وہی فریق مراد ہے جسکا ذکر اوپر کی آیت میں کیا گیا۔ اسی کی مزید حالت اس آیت میں بیان کی گئی ہے جس سے پہلے مضمون کی تاکید ہو رہی ہے] اور مقام کا تقاضا بھی یہی تھا انسان کی نظر مال اور اولاد کی طرف لگی رہتی ہے اور کسی کا دل اسکو چھوڑنے کو نہیں چاہتا ہے۔ یہاں یہ بھی ممکن ہے کہ متذکرہ فریق کے علاوہ اس آیت سے کوئی دوسرا فریق مراد ہو (مظہری) [3] اس آیتِ کریمہ میں مؤمنین کو ایمان پر قائم رہنے کی تلقین ہے اور انھیں ایمان پر ابھارا گیا ہے اور منافقین کی عادات بیان کی گئی ہے اور انھیں ابتدائے ایمان کا حکم دیا گیا ہے۔ (القرطبی) ابو الطول' حضرت ابن عباس اور حضرت حسن فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اہل وسعت فی المال ہے جبکہ حضرت اصم کہتے ہیں کہ اس سے مراد رؤساء اور کبراء ہیں۔ (تفسیر کبیر)

وَطُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ

و مہر نہادہ شد بر دل ایشاں پس ایشاں فہم نمیکنند لیکن پیغامبر

اور مہر لگا دی گئی ان کے دل پر پس وہ سب سمجھتے نہیں ہیں [1] لیکن رسول

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ

و آنانکہ ایمان آوردند با او جہاد کردند باموال خود و جان خود

اور وہ لوگ جو انکے ساتھ ایمان لائے اور جہاد کیا اپنے اموال سے اور اپنی جان سے

وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾

ایں جماعت ایشانراست نیکوییہا و ایں جماعت ایشانند رستگاران

اور یہی جماعت ہے کہ ان کیلئے بھلائیاں ہیں اور یہی جماعت فلاح پانے والی ہے

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

آمادہ ساختہ است خدا برائے ایشاں بوستانہا میرود زیر آں جوبہا جاویداں

اللہ نے تیار کی ہے ان کیلئے (ایسے) باغات جنکے نیچے نہریں جاری ہونگیں ہمیشہ رہیں گے

فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾ ع وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ

آنجا ایں است فیروزی بزرگ و آمدند اہل عذر

اس میں یہ بڑی کامیابی ہے [2] اور آئے اہل عذر

ع ۱۱ / ۹ / ۱۷

مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ

از صحرا نشینان تا دستوری دادہ شود ایشانرا و نشستند آنانکہ دروغ گفتند با خدا

صحرا میں رہنے والوں میں سے تا کہ اجازت دی جائے انھیں اور بیٹھے وہ لوگ جنہوں نے جھوٹ کہا اللہ سے

وَرَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾

و رسول او خواہد رسید بکافران از ایشاں عذاب درد ناک

اور اسکے رسول سے، عنقریب ان میں سے کافروں کو درد ناک عذاب پہنچے گا [3]

[1] اخــــوالف سے مراد وہ عورتیں ہیں جو اپنے گھروں میں تھیں۔ اس تفسیر کے اعتبار سے اب مطلب یہ ہوگا کہ جو لوگ جہاد سے پیچھے رہ گئے وہ ان عورتوں کی طرح ہے جو اپنے اپنے گھروں میں تھیں۔ اسکی دوسری تفسیر یہ ہے کہ خوالف 'خالفة' کی جمع ہے تو اب ایسی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ جہاد سے پیچھے رہ جانے والے مخالفین کیساتھ ہیں لیکن پہلی تفسیر اولیٰ ہے اس لئے کہ پہلی تفسیر منافقین کی قلتِ عقل اور انکی ذلت پر زیادہ دلالت کرتی ہے۔ وَطُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ طبع سے مراد یہ ہے کہ انکا دل کفر کی جانب مائل رہتا ہے یہاں تک کہ اسکی موت بھی اسی حال میں واقع ہوتی ہے وہ لوگ اس اسرار کو سمجھنے سے قاصر ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں جہاد کا حکم کس حکمت کی بناء پر دیا ہے۔ (تفسیر کبیر)

[2] جاننا چاہیئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے منافقین کا یہ حال بیان فرمایا کہ یہ لوگ جہاد سے راہِ فرار اختیار کرتے ہیں تو اب ان لوگوں کے احوال بیان کئے جا رہے ہیں جنہوں نے اپنی جان و مال سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا اور یہ جہاد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کیا پھر جہاد سے جو فوائد اور منافع انھیں حاصل ہوئے بیان کئے گئے (۱) وَاُولٰـئِکَ لَهُمُ الْـخَيْـرَاتُ جاننا چاہیئے کہ لفظ خیرات دارین کے منافع پر مشتمل ہے اس لئے کہ یہاں یہ لفظ مطلق استعمال ہوا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ "الخیرات" سے مراد حور ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے فِيْهِـنَّ خَيْـرَاتٌ حِسَـانٌ ۔ ترجمہ: ان میں عورتیں ہیں عادت کی نیک صورت کی اچھی (۲) وَاُولٰئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عقاب و عذاب سے بچنے میں کامیاب ہوگئے (۳) اَعَـدَّ الـلّٰـهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا. اس میں یہ احتمال ہے کہ یہاں جنات' خیرات اور فلاح کیلئے تفسیر کی طرح ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ خیرات اور فلاح دنیا کے منافع پر ہوں جیسے جہاد کی طاقت' کرامت' ثروت' قدرت اور غلبہ اور جنات آخرت کے منافع کیلئے ہیں۔ یہاں فوز عظیم مرتبہ رفیعہ اور درجہ عالیہ کی حالت سے عبارت ہے۔ (تفسیر کبیر) انھـــار' نھـر کی جمع ہے اور نہر پانی کے بہنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جنت میں دودھ کا سمندر ہے' پانی کا سمندر ہے' شہد کا سمندر ہے اور شراب کا سمندر ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ نہر ایک ہی ہوگی اور اسی ایک نہر میں شراب' پانی' شہد اور دودھ جاری ہونگے لیکن ان میں سے کوئی ایک بھی دوسرے سے نہیں ملے گا۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ نہر میں ایک ہی چیز جاری ہوگی وہاں کے رہنے والے اگر شراب کی خواہش کرینگے تو اللہ تعالیٰ اس پانی کو شراب بنادیگا' اگر دودھ کی خواہش کرینگے تو اللہ تعالیٰ دودھ بنادیگا علی ھذا القیاس۔ (روح البیان)

[3] اَعـراب ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو عرب کے دیہاتوں میں رہتے ہوں اس لفظ کی واحد نہیں آتی ہے۔ عرب عجم کے خلاف ہے۔ مُعَذِّرُوْنَ کا مطلب یہ ہے کہ بغیر عذر کے اسلامی احکام میں سُستی کرے۔ واضح رہے کہ اس سے نفاق ثابت نہیں ہوتا ہے جب کہ تقصیر کرنے والے اپنی سُستی پر معذرت بھی کرتے ہوں اگرچہ ایسا کرنا مذموم ہے اس مقام پر مفسرین کا کلام اضطراب کی کیفیت سے دوچار ہوا ہے اس لئے لازم ہے کہ اس جگہ اس کیفیت پر غور و خوض کیا جائے۔ وَقَعَدَ الَّـذِيْـنَ كَذَبُو اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ. یہ وہ منافقین تھے جو غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کیساتھ نہیں گئے تھے اور نہ اس پر عذر پیش کیا تھا اور نہ بیٹھ رہنے کی اجازت مانگی تھی لہذا انکے اعمال سے ظاہر ہوگیا کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کی تھی۔ انسان لعیون میں ہے کہ "جَـاءَ الْمُعَذِّرُوْنَ" سے کمزور دیہاتی مراد ہیں جو پیچھے رہ جانے کی اجازت مانگ رہے تھے اور انھیں اجازت دیدی گئی تھی اور "وَقَعَدَ الَّذِيْنَ" سے دوسرے منافقین مراد ہیں جو بغیر عذر اور اظہارِ علت کے پیچھے رہ گئے تھے۔ (روح البیان)

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ

نیست بر ناتوانان و نہ برمریضان و نہ بر آنانکہ نمی یابند

نہیں ہے کمزوروں پراور نہ مریضوں پراور نہ ان لوگوں پر جو خرچ کیلئے کچھ نہیں پاتے کوئی گناہ جبکہ اللہ اور اسکے رسول کیلئے

مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى

آنچہ خرچ کنند ہیچ گناہی چوں نیک خواہی کنند بخدا و رسول نیست

خیر خواہی کریں نہیں ہے نیکوکار پر کوئی عتاب اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۱ اور نہ ان لوگوں پر

الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٩١﴾ وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ

بر نیکوکاراں ہیچ راہِ عتاب و خدا آمرزندہ مہربان است و نہ بر آنانکہ

جب آپکے پاس آئیں تا کہ آپ انھیں سواری دیں آپ نے کہا میرے پاس تو کوئی سواری (موجود) نہیں جس پر

اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّ

چوں بیایند پیش تو تا سواری دہی ایشانرا گوئی نمی یابم آنچہ سوار کنم شما را بر آں

تمہیں سوار کروں واپس ہوئے اس حال میں کہ انکی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے غم کے سبب کہ وہ سب خرچ

اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿٩٢﴾ اِنَّمَا

باز کردند و چشم ایشاں رواں باشد باشک بجہت اندوہ کہ نمی یابند آنچہ خرچ کنند

کرنے کو کچھ نہیں پاتے ہیں ۲ اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ عتاب کی راہ ان لوگوں پر ہے جو اجازت

السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ

جز ایں نیست کہ راہ عتاب بر آنانست کہ دستوری میطلبند از تو و ایشاں توانگر اند راضی شدند

طلب کرتے ہیں آپ سے اور وہ سب غنی ہیں راضی ہوئے اس سے کہ وہ سب پیچھے رہنے والی

يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٩٣﴾

بآنکہ باشند با زنان پس ماندہ و مُہر نہاد خدا بر دل ایشاں پس ایشاں نمی فہمند

عورتوں کیساتھ رہیں اور اللہ نے مُہر لگا دی انکے دلوں پر پس وہ سب سمجھتے نہیں ہیں ۳

تفسیر اظہار العرفان

۱ ابن ابی حاتم نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کا کاتب تھا۔ سورہ برأت لکھ رہا تھا کہ قتال کا حکم نازل ہوا۔ میں نے قلم کان پر رکھ لیا رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے کہ اسکے بعد کیا نازل ہوتا ہے اتنے میں ایک نابینا آ گیا اور اس نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں نابینا ہوں' میرے لیے کیا حکم ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ غازیوں کو میرے ساتھ جنگ پر جانے کیلئے آمادہ کرو۔ اس پر صحابہ کا ایک گروہ' جس میں عبداللہ بن مَعقِل مزنی تھے آیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں سواری کے جانور عطا فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ واللہ! میرے پاس تمہارے لئے سواری کا کوئی جانور نہیں ہے لہذا وہ لوگ جنگ میں شریک نہ ہوسکنے کے غم سے روتے ہوئے واپس چلے گئے کیونکہ انکے پاس نہ زادِ راہ تھا نہ سواری۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) جمہور مفسرین کا کہنا ہے کہ معقل سات بھائی تھے اور ان ہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ صحابہ میں انکے علاوہ اور کوئی سات بھائی نہ تھے ان کے اسماء یہ ہیں۔ نعمان' معقل' عقیل' سوید' سنان' بنو مقرن اور ساتوے کا نام ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے آخر میں فرمایا: جاؤ تمہیں اللہ تعالیٰ سواری عطا فرمائیگا۔ (القرطبی) ابن اسحاق اور محمد بن عمرو کہتے ہیں کہ جب ابو یعلی اور عبداللہ بن مغفل وغیرہ روتے ہوئے واپس ہو رہے تھے تو راستے میں انکی ملاقات یامین بن عمرو نظری سے ہوئی۔ یامین نے ان دونوں کو روتا دیکھ کر رونے کی وجہ دریافت کی' دونوں بزرگوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سواریاں مانگنے حاضر ہوئے لیکن آپکے پاس کوئی ایسی سواری نہ تھی جو آپ ہمیں دے دیتے اور ہمارے پاس کوئی ایسی چیز نہیں کہ ہم جہاد کو جاسکیں اور رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب جہاد پر نہ جانا بھی ہم کو گوارہ نہیں [رونے کی بس یہ وجہ ہے] وجہ گریہ سنکر میں نے انکو پانی بیچنے والا ایک اونٹ اور زادِ راہ کیلئے ہر ایک کو دو صاع چھوارے دے دیئے محمد بن عمرو نے اتنا زائد بیان کیا کہ حضرت عباس بن عبد المطلب نے بھی دو آدمیوں کیلئے سواری کا انتظام کر دیا اور حضرت عثمان بن عفان نے لشکر کی تیاری کے علاوہ مزید تین آدمیوں کو سواریاں دیدیں۔ میں [قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ] کہتا ہوں' سواری سے محروم کل سولہ [١٦] افراد تھے [جو جہاد میں شریک ہونے کیلئے بیتاب تھے] جن میں سے سات افراد کا اسطرح انتظام ہوگیا اور راوی کے شک کی وجہ سے ان میں سے دو آدمیوں کو اور کم کر دیا جائے تو سات آدمی رہ جاتے ہیں [جو سواری سے محروم رہے اور جانے کیلئے روتے تھے] انہی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ الخ نازل فرمائی۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ علیہ بن زید کو جب خود کوئی سواری نہ ملی اور نہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کوئی زائد سواری تھی جو علیہ بن زید کو دیدی جاتی تو وہ رات میں کھڑے ہوئے انھوں نے جتنی نمازیں چاہی پڑھیں پھر رونے لگے اور دعا کی اے اللہ تو نے جہاد کا حکم دیا اور ترغیب دی میں ہر مسلمان پر تصدق کر دونگا اس حق کے عوض جو مسلمان پر عائد ہوتا ہو خواہ مجھے مال دینا پڑے یا جسم یا آبرو' جب صبح ہوئی اور لوگوں کیساتھ علیہ بن زید بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج رات صدقہ دینے والا کہاں ہے؟ سب خاموش رہے کوئی نہیں کھڑا ہوا علیہ بن زید کھڑے ہوگئے اور آپکو اپنے قول کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا: تجھکو بشارت ہو قسم اسکی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تیرا صدقہ مقبول زکوٰۃ میں لکھ لیا گیا۔ (مظہری) ۳ یعنی ایسے لوگوں کے دلوں پر مُہر لگا دی گئی جس سے وہ لوگ گناہ اور ثواب کو مانتے بھی نہیں ہیں یہ اس سبب سے ہے کہ انھوں نے بلا عذر جہاد ترک کیا۔ (مظہری)

يَعۡتَذِرُوۡنَ اِلَيۡكُمۡ اِذَا رَجَعۡتُمۡ اِلَيۡهِمۡ ؕ قُلۡ لَّا

عذر خواہی کنند باشما چوں باز آئید بسوئے ایشاں بگو عذر خواہی مکنید

جب تم انکی جانب لوٹو گے تو تم سے عذر چاہیں گے آپ فرما دیجئے بہانہ نہ بناؤ

تَعۡتَذِرُوۡا لَنۡ نُّؤۡمِنَ لَكُمۡ قَدۡ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنۡ اَخۡبَارِكُمۡ ؕ

باور نکنیم شما را ہر آئنہ آگاہ ساختہ است خدا ما را بہ بعض خبرہائے شما و خواہد دید خدا

ہم تمہارا یقین نہ کرینگے بیشک اللہ نے ہمیں تمہاری بعض چیزوں کی خبر دی ہے اور عنقریب دیکھے گا اللہ

وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمۡ وَرَسُوۡلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوۡنَ اِلٰى عٰلِمِ الۡغَيۡبِ

و رسول او عمل شما را باز گردانیدہ شوید بسوے دانندہ نہاں و

اور اسکا رسول تمہارے عمل کو پھر لوٹائے جاؤ گے تم سب پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے

وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿٩٤﴾ سَيَحۡلِفُوۡنَ

آشکارا پس خبر دہد شما را بآنچہ میکردید سوگند خواہند خورد

کی طرف، پس وہ تمہیں خبر دیگا جو تم عمل کرتے تھے ۱ عنقریب (تمہارے سامنے) قسم کھائیں گے

بِاللّٰهِ لَكُمۡ اِذَا انۡقَلَبۡتُمۡ اِلَيۡهِمۡ لِتُعۡرِضُوۡا عَنۡهُمۡ ؕ فَاَعۡرِضُوۡا

بخدا پیش شما باز آئید بسوئے ایشاں تا روی بگردانید از ایشاں پس ایشاں روی بگردانید

اللہ کی جب تم لوٹو گے انکی جانب تا کہ تم ان سے درگذر کرو پس تم منھ پھیرو

عَنۡهُمۡ ؕ اِنَّهُمۡ رِجۡسٌ وَّمَاۡوٰىهُمۡ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا

از ایشاں ہر آئنہ ایشاں پلید اند و جاے ایشاں دوزخ است سزای آنچہ

ان سے، بیشک وہ سب پلید ہیں اور انکا ٹھکانا جہنم ہے، بدلہ ہے جو

يَكۡسِبُوۡنَ ﴿٩٥﴾ يَحۡلِفُوۡنَ لَكُمۡ لِتَرۡضَوۡا عَنۡهُمۡ ۚ فَاِنۡ تَرۡضَوۡا

میکردند سوگند میخورند برائے شما تا رضامند شوید از ایشاں و اگر رضامند شوید

وہ سب کرتے تھے ۲ تمہارے سامنے قسم کھاتے ہیں تا کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ اور اگر تم راضی ہو جاؤ ۳

تفسیر اظہار العرفان

۱ اس آیت میں رسولِ کریم کے معجزے کا بیان ہے جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے تو حقیقتاً منافقین آکر آپکی بارگاہ میں باطل عذر پیش کرنے لگے۔ (مظہری) سوال: جب یہ کہا گیا وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمۡ یعنی اللہ عنقریب تمہارے اعمال کو دیکھے گا تو اسکے بعد ثُمَّ تُرَدُّوۡنَ اِلٰى عٰلِمِ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ کیوں کہا گیا؟ جبکہ یوں کہنا چاہئے ثُمَّ تُرَدُّوۡنَ اِلَيۡهِ ۔ جواب: اللہ تعالیٰ کے اوصاف میں سے عٰلِمُ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ ہونا ہے کہ اللہ تعالیٰ انکے پوشیدہ خیانت اور چھپے ہوئے کذب اور مکر پر خوب مطلع ہے گویا کہ اس میں ایک طرح کی تخویف اور زجر ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ عبداللہ بن کعب بن مالک کا بیان ہے کہ میں نے [اپنے والد محترم] حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا جبکہ وہ غزوۂ تبوک میں شامل ہونے سے رہ گئے تھے کہ خدا کی قسم جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے راہِ ہدایت پر لگایا ہے تو سارے انعامات میں سب سے بڑا انعام مجھ پر یہ فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے حضور سچی بات عرض کردی اور جھوٹ بول کر ہلاک نہ ہوا جیسے جھوٹ بول کر دوسرے لوگ ہلاک ہوگئے تھے جبکہ یہ وحی نازل فرمائی ”اب تمہارے حضور اللہ کی قسم کھائیں گے جب تم انکی جانب پلٹ کر جاؤ گے“ (بخاری) رسول اللہ ﷺ تبوک سے جب واپس تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ ان [غزوۂ تبوک میں بلا عذر شریک نہ ہونے والوں] کے ساتھ نہ بیٹھو اور نہ ان سے کلام کرو۔ (القرطبی) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت جد بن قیس، معتب بن قشیر اور انکے ساتھیوں کے متعلق نازل ہوئی انکی مجموعی تعداد ۸۰ تھی اور سب کے سب منافق تھے جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے تو آپ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ انکے ساتھ اٹھنا بیٹھنا چھوڑ دو اور ان سے بات چیت نہ کرو۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ اس آیت کا نزول عبداللہ بن ابی بن خلف کے بارے میں ہوا جس نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا تھا کہ اب آپ مجھ سے راضی ہو جائیں میں قسم کھاتا ہوں اس اللہ کی جسکے سوا کوئی معبود نہیں کہ اس واقعہ کے بعد میں [کسی جہاد میں] آپکا ساتھ نہیں چھوڑونگا یعنی ہر جہاد میں شریک رہونگا۔ (مظہری) ۳ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے والد محترم حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پانچ اشخاص سے ہرگز دوستی مت کرنا (۱) فاسق: یہ تمہیں ایک لقمہ کھانا یا اسکے سوا کے عوض بیچ ڈالے گا (۲) بخیل: جب تمہیں اسکی جانب کوئی حاجت پڑیگی تو یہ تم سے قطع تعلق کرلیگا (۳) جھوٹا شخص: اس لئے کہ ایسا شخص بمنزلہ سراب کے ہے تمہارے قریب رہ کر بھی تم سے دور رہتا ہے (۴) احمق: ایسا شخص چاہتا ہے کہ تجھے نفع پہنچائے لیکن اس سے تمہیں ضرر پہنچ جائیگا، بایں سبب کہا گیا ہے کہ عاقل دشمن نادان دوست سے بہتر ہے (۵) قاطع رحم: میں نے ایسے شخص کو کتاب اللہ کے تین مقام میں ملعون پایا۔ جاننا چاہیئے کہ اس آیتِ کریمہ میں اشارہ ہے کہ اعتذار باطل مردود ہے اگرچہ اسے قبول کرلینا نفس الامر میں اخلاقِ کرم سے ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ بندہ اسوقت تک متقی نہیں ہوسکتا ہے جب تک کہ وہ مباحات کو بھی نہ چھوڑ دے۔ (روح البیان) مطلب یہ ہے کہ اگر یہ لوگ آپ سے جھوٹ بول کر آپکو راضی بھی کرلیں جب بھی اللہ تعالیٰ ان منافقین سے راضی نہ ہوگا کیونکہ ان کے اندر خباثت موجود ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی موجودگی میں یہ لوگ آپکی رضامندی سے کچھ نفع حاصل نہ کرپائیں گے۔ ان پر دنیا میں ذلت اور آخرت میں رسوائی ضرور آئے گی۔ حاصل یہ ہے کہ تم لوگ ان کے دھوکہ میں نہ آنا اور رضامند نہ ہوجانا۔ (مظہری)

عَنۡهُمۡ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرۡضٰى عَنِ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِيۡنَ ﴿۹۶﴾

از ایشاں ہر آئنہ خدا رضامند نشود از گروہ فاسقاں

ان سے تو بیشک اللہ راضی نہ ہو گا فاسق لوگوں سے

اَلۡاَعۡرَابُ اَشَدُّ كُفۡرًا وَّنِفَاقًا وَّ اَجۡدَرُ اَلَّا يَعۡلَمُوۡا

صحرا نشین سخت تر اند در کفر و نفاق و سزاوار تر اند بآنکہ ندانند

صحرا میں رہنے والے کفر اور نفاق میں بہت سخت ہیں اور اسی لائق ہیں کہ (اُس) شریعت کے احکام

حُدُوۡدَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ﴿۹۷﴾

احکام شریعتی را کہ نازل کردہ است خدا بر پیغمبر خود و خدا دانا استوار کار است

کو نہ جانیں جسے اللہ نے اتارا ہے اپنے رسول پر اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے ۱

وَمِنَ الۡاَعۡرَابِ مَنۡ يَّتَّخِذُ مَا يُنۡفِقُ مَغۡرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ

و از اعراب کسے ہست کہ تاوان میشمارد چیزیرا کہ خرچ میکند و انتظار می کشد در حق

اور اعراب میں سے کچھ وہ ہیں جو تاوان شمار کرتے ہیں ان چیزوں کو جسے خرچ کرتے ہیں اور انتظار کرتے ہیں

بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيۡهِمۡ دَآئِرَةُ السَّوۡءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۹۸﴾

شما مصائب را بر ایشاں باد مصیبت بد و خدا شنوای دانا ست

تمہارے حق میں مصائب کا' ان پر بری گردش ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے ۲

وَمِنَ الۡاَعۡرَابِ مَنۡ يُّؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ

و از اعراب کسے ہست کہ ایمان می آرد بخدا و روز آخر و

اور اعراب میں سے کچھ وہ ہیں جو ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور

يَتَّخِذُ مَا يُنۡفِقُ قُرُبٰتٍ عِنۡدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوۡلِ ؕ

میشمارد چیزیرا کہ خرچ میکند سبب قربت نزدیک خدا و وسیلہ دعائے نیک پیغامبر

شمار کرتے ہیں ان چیزوں کو جسے خرچ کرتے ہیں اللہ کے قریب ہونے کا سبب اور رسول سے نیک دعا کا وسیلہ ۳

۱ جب اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ کے منافقین کے احوال کو بیان فرمایا تو اب انکے احوال بیان کئے جا رہے ہیں جو مدینہ منورہ سے خارج ہیں اور اس شہر سے دور دیہات میں رہتے ہیں۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ کفر میں بہت زیادہ سخت اسوجہ سے ہیں کہ سنن کی معرفت سے بہت دور ہیں' انکے قلوب سخت ہیں' انکے قول میں جفا ہے' انکی طبیعت میں سختی ہے اور یہ لوگ قرآن کریم کی سماعت سے دور ہیں۔ (القرطبی) گرم اور خشک ہوا ان دیہاتیوں کے قلوب کی سختی کو اور بڑھا دیتی ہے جس کے سبب یہ لوگ تکبر' اور حق سے اعراض کرتے ہیں اور اس لئے کہ جس کے پاس اہل علم اور اہل معرفت میں سے کوئی ادب سکھانے والا نہ پہنچا ہو اور جنہوں نے کتاب اللہ اور مواعظِ رسول ﷺ کو سنا نہ ہو ایسے لوگوں کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں جن کے پاس اہل علم اور اہل معرفت آئے ہوں اور جنہوں نے کتاب وسنت کی نصیحت سنی ہو۔ اسی بناء پر حدیث شریف میں وارد ہے کہ اَهۡلُ الۡكُفُوۡرِ اَهۡلُ الۡقُبُوۡرِ. اہل بادیہ کے بارے میں اس لئے فرمایا گیا کہ انھیں وہ عبادت وشرائع بتائے جائیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر اتارے کیونکہ یہ لوگ اس تعلیم سے دور ہیں بایں سبب فقہائے کرام نے اعرابی کی امامت کو مکروہ فرمایا ہے۔ (روح البیان)

۲ یعنی اعراب میں سے کچھ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال تاوان سمجھ کر خرچ کرتے ہیں اسی بناء پر یہ لوگ اپنے اموال مسلمانوں سے بچنے کیلئے اور ریا کاری کے طور پر خرچ کرتے ہیں نہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے ثواب کے حصول کیلئے' اور اس کا انتظار کر رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر موت آئے جس کے سبب ان کے سارے امور الٹ پلٹ ہو جائیں اور مشرکین کا ان پر غلبہ ہو جائے (تفسیر کبیر) واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس جگہ اعراب کو تین اوصاف سے متصف فرمایا ہے۔ (۱) کفر اور نفاق (۲) وہ لوگ انفاق فی سبیل اللہ کو خرچ تصور کرتے تھے اور مسلمانوں پر کوئی بڑی مصیبت آنے کا انتظار کرتے تھے (۳) جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے اعراب کے اس گروہ کو دو وصف سے متصف فرمایا ہے (۱) اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر انکا پختہ ایمان ہونا' اور اس سے مقصود یہ ہے کہ وہ جمیع طاعات کو بجالاتے ہیں یہاں تک کہ جہاد میں شریک بھی ہوتے ہیں (۲) جو مال وہ خرچ کرتے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے دعا چاہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ متصدقین کے حق میں خیر اور برکت کی دعا فرماتے تھے اور ان کیلئے اللہ تعالیٰ کے حضور مغفرت طلب کرتے تھے جیسے آپ نے یہ دعا فرمائی اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ اَبِىۡ اَوۡفٰى یعنی اے اللہ ابو اوفی کی آل پر رحمت نازل فرما۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡ اور اے محبوب آپ ان کیلئے دعا فرمائیے۔ یہاں یہ بات واضح رہے کہ یہ لوگ اپنے اموال کو راہِ خدا میں اللہ تعالیٰ کی قربت اور رسول اللہ ﷺ سے دعا لینے کیلئے خرچ کرتے ہیں یہ دعوی متصدقین نے نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی گواہی دی ہے اور اس گواہی کو دو حرفِ تاکید سے مؤکد فرمایا ہے ایک اَلَا اور دوم اِنَّ. ارشاد ہے اَلَاۤ اِنَّهَا قُرۡبَةٌ لَّهُمۡ. پھر ان کے انعام واکرام کے بارے میں ارشاد ہے سَيُدۡخِلُهُمُ اللّٰهُ فِىۡ رَحۡمَتِهٖ یعنی ضرور اللہ تعالیٰ ایسے متصدقین کو اپنی رحمتِ خاص میں داخل فرمائیگا اس جگہ بھی حرفِ سین مزید تاکید کیلئے ہے۔ (تفسیر کبیر) قُرُبَاتٌ' قربة کی جمع ہے اور یہ اسے کہتے ہیں جس کے ذریعے بندہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہو (القرطبی)

أَلَآ إِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ۚ سَيُدْخِلُهُمُ ٱللَّهُ فِى رَحْمَتِهِۦٓ ۗ إِنَّ

آگاه باش هر آئنه وی قریب وے است ایشانرا داخل خواہد کرد ایشانرا خدا در رحمت خود هر آئنه

آگاہ رہو بیشک وہ قربت (کا سبب) ہے ان کیلئے عنقریب انھیں داخل فرمائیگا اللہ اپنی رحمت میں بیشک

ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٩٩﴾ وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلْأَوَّلُونَ مِنَ

خدا آمر زنده مهربان است و سبقت کنندگان نخستیان از

اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اولین سبقت کرنے والے

ٱلْمُهَٰجِرِينَ وَٱلْأَنصَارِ وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم بِإِحْسَٰنٍ

مهاجران و انصار و آنانکه پیروئ ایشاں کردند به نیکوکاری

مہاجرین میں سے اور انصار میں سے اور وہ لوگ جنہوں نے انکی پیروی کی بھلائی کے ساتھ

رَّضِىَ ٱللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا۟ عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّٰتٍ

خشنود شد خدا از ایں جماعت و ایشاں خشنود شدند از وے و آماده ساخت برائے ایشاں بوستانہائیکه

راضی ہوا اللہ اس جماعت سے اور وہ سب راضی ہوئے اللہ سے اور تیار کیا ہے ان کیلئے (ایسے) باغات کہ

تَجْرِى تَحْتَهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا ۚ ذَٰلِكَ

میرود زیر آں جوبہا جاویداں آنجا ہمیشه ایں است

جن کے نیچے نہریں جاری ہونگیں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اس میں یہ ہے

ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ ﴿١٠٠﴾ وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ ٱلْأَعْرَابِ مُنَٰفِقُونَ ۖ

فیروزی بزرگ و از آنانکه حوالی شما اند از اعراب منافقانند

بڑی کامیابی ۱؎ اور وہ لوگ جو تمہارے ارد گرد اعراب سے ہیں (اُن میں) منافقین (بھی) ہیں

وَمِنْ أَهْلِ ٱلْمَدِينَةِ ۖ مَرَدُوا۟ عَلَى ٱلنِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ ۖ

و بعض اهل مدینه خوگر شده اند بنفاق تو نمیدانی

اور اہل مدینہ میں سے بعض نفاق کے خوگر ہو چکے ہیں تو انھیں نہیں جانتا ہے ۲؎

تفسیر اظہار العرفان

۱؎ حضرت سعید بن مسیّب فرماتے ہیں کہ اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ میں وہ لوگ شامل ہیں جنہوں نے دونوں قبلہ کی جانب نماز پڑھی ہو۔ اصحابِ شافعی کہتے ہیں کہ اس میں وہ لوگ شامل ہیں جو بیعتِ رضوان میں تھے۔ محمد بن کعب اور عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ یہ لوگ اہل بدر ہیں۔ اس بات پر اتفاق ہے کہ تحویلِ قبلہ سے پہلے جن لوگوں نے ہجرت کی وہ لوگ مہاجرین اولین میں ہیں۔ جماعتِ صحابہ میں فضیلت کے درجات یوں ہیں۔ خلفائے اربعہ' انکے بعد عشرہ مبشرہ کے باقی چھ' انکے بعد اہل بدر' انکے بعد اہل احد اور ان کے بعد اہل بیعت رضوان ہیں۔ نبی ﷺ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ ان تمام اقوال میں اسحاق بن ابراہیم بن راھویہ نے یوں تطبیق کی ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت ابوبکر صدیق ؓ ہیں۔ عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت علی ؓ ہیں' موالی میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت زید بن حارث ؓ ہیں اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت بلال ؓ ایمان لانے والے ہیں۔ صحابہ کی تعریف میں محدثین کہتے ہیں کہ ہر وہ مسلم جس نے ایمان کیساتھ رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ہو۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں لکھتے ہیں کہ جس نے ایمان کیساتھ آپکی صحبت اختیار کی ہو یا آپکو ایمان کی حالت میں دیکھا ہو وہ آپکے اصحاب میں سے ہے۔ حضرت سعید بن مسیّب فرماتے ہیں کہ صحابی ہونے کیلئے ضروری ہے کہ ایک یا دو سال آپکے ساتھ قیام کرے اور ایک یا دو غزوہ میں آپکے ساتھ شریک ہو۔ حضرت ابن خویز منداد کہتے ہیں کہ یہ آیت مناقبِ شریعت میں سے ہر منقبت کی طرف سابقین کی فضیلت پر متضمن ہے' علم میں ہو یا دین میں شجاعت میں ہو یا اسکے علاوہ۔ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ: تابعین اور اسکے مراتب کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ علامہ خطیب کہتے ہیں کہ تابعی وہ ہے جس نے صحابی کی صحبت [ایمان کی حالت میں] اختیار کی ہو۔ حضرت ابوعبداللہ کے کلام سے مشعر ہے کہ تابعی کیلئے صحابی سے سماع یا لقا کافی ہے اگرچہ اسے عرفی صحبت حاصل نہ ہوئی ہو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ تابعین کا لفظ ان لوگوں کیلئے بولا جاتا ہے جو حدیبیہ کے بعد ایمان لائے جیسے خالد بن ولید اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما وغیرہ۔ جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ نے نبی ﷺ سے حضرت خالد بن ولید ؓ کی شکایت کی تو نبی ﷺ نے حضرت خالد سے فرمایا: میرے صحابی کو چھوڑ دو پس اس ذات کی قسم جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی ایک اگر احد پہاڑ جتنا سونا خیرات کرے تو میرے صحابہ کے ایک مد کے برابر نہیں پہنچ سکتا اور نہ نصف مد کے برابر۔ اکبر التابعین میں اہل مدینہ کے سات فقہائے ہیں۔ حضرت سعید بن مسیّب' قاسم بن محمد' عروہ بن زبیر' خارجہ بن زید' ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن' عبداللہ بن عتبہ بن مسعود اور سلیمان بن یسار ؓ۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ افضل التابعین حضرت سعید بن مسیّب ہیں پس آپ سے پوچھا گیا کہ علقمہ اور اسود تو آپ نے فرمایا کہ سعید بن مسیّب' علقمہ اور اسود افضل التابعین ہیں۔ تابعین میں ایک طبقہ ہے جنہیں "مخضرمین" کہتے ہیں یہ ان لوگوں کا طبقہ ہے جنہوں نے زمانۂ جاہلیت کو پایا اور حیاتِ رسول ﷺ کو بھی اور ایمان بھی لائے لیکن آپکی صحبت نصیب نہیں ہوئی۔ انکی تعداد بیس ہے۔ (القرطبی) ۲؎ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ انھیں قتل کرنا اور قیدی بنانا پہلا عذاب ہے اور دوسرا عذاب' عذابِ قبر ہے۔ کلبی کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اُخْرُجْ یا فلانُ فانک منافق فرما کر اپنی مسجد سے نکالا تو یہ پہلا عذاب تھا اور دوسرا عذابِ قبر ہے۔ (مظہری)

نَحۡنُ نَعۡلَمُهُمۡ ؕ سَنُعَذِّبُهُمۡ مَّرَّتَيۡنِ ثُمَّ يُرَدُّوۡنَ اِلٰى عَذَابٍ

وما میدانیم ایشانرا عذاب خواہیم کرد ایشانرا دو بار باز گردانیده شوند بسوے عذاب

اور ہم انھیں جانتے ہیں عنقریب ہم انھیں دوبارہ عذاب دینگے پھر لوٹائے جائیں گے بڑے عذاب

عَظِيۡمٍ ﴿١٠١﴾ وَاٰخَرُوۡنَ اعۡتَرَفُوۡا بِذُنُوۡبِهِمۡ خَلَطُوۡا عَمَلًا

بزرگ و دیگر ہستند کہ اقرار کروند بگناہان خود آمیختہ اند عمل

کی طرف، اور دوسرے وہ ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا اچھے

صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنۡ يَّتُوۡبَ عَلَيۡهِمۡ ؕ

نیک را باعمل دیگر کہ بداست نزدیک است کہ خدا برحمت متوجہ شود بر ایشاں

کام کو دوسرے برے کام کیساتھ ملایا ہے قریب ہے کہ اللہ رحمت سے متوجہ ہو ان پر

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿١٠٢﴾ خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً

ہر آئنہ خدا آمرزندہ مہرباں است بگیر از اموال ایشان زکوۃ

بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۱ لو ان کے اموال سے زکوۃ

تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّيۡهِمۡ بِهَا وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ

تا پاک سازی ایشانرا و بابرکت کنی ایشانرا باں و دعاے خیر کن بر ایشاں ہر آئنہ دعائے تو

تا کہ انھیں پاک کرو اور انھیں بابرکت کرو اسکے ذریعے اور دعائے خیر کرو ان کیلئے بیشک آپکی دعا

سَكَنٌ لَّهُمۡ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴿١٠٣﴾ اَلَمۡ يَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ

سبب آرام است ایشانرا و خدا شنوای دانا است ایا ندانستہ اند کہ خدا ہمون

ان کیلئے آرام کا سبب ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے ۲ کیا انھیں نہیں معلوم کہ اللہ وہی ہے

يَقۡبَلُ التَّوۡبَةَ عَنۡ عِبَادِهٖ وَيَاۡخُذُ الصَّدَقٰتِ

توبہ قبول میکند از بندگان خود و میگیرد صدقات را

(جو) اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور صدقات لیتا ہے ۳

۱ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک رات میرے پاس دو فرشتے آئے اور مجھے جگا کر ایک ایسے شہر کی طرف لے گئے جو سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بنا ہوا تھا وہاں ہمیں ایسے آدمی بھی ملے جنکا آدھا جسم دیکھنے میں بہت ہی خوبصورت تھا اور آدھا جسم بہت ہی بدصورت نظر آتا تھا۔ ان دونوں فرشتوں نے ان آدمیوں سے کہا کہ اس نہر میں داخل ہو جاؤ چنانچہ وہ اس میں داخل ہو گئے جب وہ باہر آئے تو انکی سابقہ بدصورتی دور ہو چکی تھی اور ان میں سے ہر ایک کا جسم بہت ہی خوبصورت ہو چکا تھا دونوں فرشتے مجھ سے کہنے لگے کہ یہ جنتِ عدن ہے اور یہی آپکی رہائش گاہ ہے پھر ان فرشتوں نے کہا کہ یہ لوگ جنکا آدھا جسم خوبصورت اور آدھا جسم بدصورت تھا یہ ایسے لوگ تھے جنہوں نے اچھے اور برے دونوں قسم کے عمل کیے تھے تو [دریائے رحمت میں غوطہ دیکر] اللہ تعالیٰ نے انھیں معاف فرمادیا ہے "اور گناہوں کی بدصورتی مٹا دی ہے"۔ (بخاری) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک غزوہ میں تشریف لے گئے تو ابولبابہ اور اسکے پانچ ساتھی آپکے ہمراہ نہ گئے [جب آپ چلے گئے تو] ابولبابہ اور انکے دو ساتھی اپنی غلطی پر پشیمان ہوئے اور انکو اپنی ہلاکت نظر آنے لگی انھوں نے دل میں کہا کہ [کتنی شرم کی بات ہے کہ] ہم تو سایوں تلے اپنی عورتوں کے درمیان مطمئن ہیں اور رسول اللہ ﷺ مومنوں کے ساتھ جہاد کر رہے ہیں خدا کی قسم! ہم اپنے آپکو [سزا کے طور پر] ستونوں سے باندھ دینگے اور اسوقت تک آزاد نہ ہونگے جب تک رسول اللہ ﷺ خود آزاد نہ کرینگے چنانچہ ماسوا تین آدمیوں کے انھوں نے ایسا ہی کیا جب رسول اللہ ﷺ غزوہ سے واپس تشریف لائے تو آپ نے پوچھا کہ یہ ستونوں کیساتھ جکڑے ہوئے لوگ کون ہیں؟ ایک شخص نے جواب دیا کہ یہ ابولبابہ اور اسکے ساتھی ہیں جو جنگ میں نہیں گئے [اور انھوں نے سزا کے طور پر اپنے آپکو ستونوں کے ساتھ باندھ رکھا ہے] اور قسم کھا رکھی ہے کہ جب تک آپ خود انھیں آزاد نہ کرینگے وہ آزاد نہ ہونگے۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک انھیں آزاد کرنے کا حکم نہ آئیگا میں انھیں آزاد نہ کرونگا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ جب یہ آیت نازل ہوگئی تو آپ نے انھیں آزاد کر دیا اور انکا عذر قبول فرمالیا۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) ۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ابولبابہ اور انکے ساتھی کو ستونوں سے کھول دیا تو یہ لوگ سیدھے اپنے اپنے گھر گئے اور مال لیکر آپکی خدمت میں آئے اور عرض گذار ہوئے کہ آپ ہمارے مال میں سے لیجئے اور صدقہ کیجئے اور ہمارے لئے دعا فرمایئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہارے مال کو اسوقت تک قبول نہیں کرونگا جب تک اللہ تعالیٰ مجھے حکم نہ دیدے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی پھر آپ نے انکے اموال میں سے ایک حصہ لیا اور انکی طرف سے صدقہ کیا۔ (ابن جریر) وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ آپ ان کیلئے دعا فرمائیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ امام کیلئے سنت ہے کہ جب صدقہ کے مال کو لے تو متصدق کے حق میں دعا کرے اور کہے "جو تم نے دیا اللہ تعالیٰ اس کا تمہیں اجر عطا فرمائے اور جو تم نے باقی رکھا اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا فرمائے"۔ (غرائب القرآن) ۳ غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے جنہوں نے توبہ بھی نہ کی اور برملا گناہ کا اقرار بھی کیا' کہنے لگے کہ یہ لوگ کل تک ہمارے ساتھ تھے نہ کلام کرتے تھے اور نہ بیٹھتے تھے اب انھیں کیا ہو گیا [کہ ابولبابہ اور انکے ساتھیوں سے اصحاب رسول ﷺ کلام بھی کر رہے ہیں اور انکے ساتھ بیٹھنا بھی ہو رہا ہے] اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (القرطبی) اس آیت کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے مومنین بندوں کو یہ بتا رہا ہے کہ جنگ سے پیچھے رہ جانے والوں کی توبہ قبول کی ہے اور انکے اموال کو لیکر صدقہ کرنے کا حکم بھی میں نے نبی ﷺ کو دیا ہے (ابن جریر)

وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ ﴿۱۰۴﴾ وَقُلِ اعۡمَلُوۡا فَسَيَرَى

و آنکہ خدا ہمون است توبہ پذیرندہ مہربان و بگو عمل کنید پس خواہد دید

اور یہ کہ اللہ، وہی توبہ قبول فرمانے والا مہربان ہے اور آپ فرما دیجئے عمل کرو پس دیکھے گا

اللّٰهُ عَمَلَكُمۡ وَرَسُوۡلُهٗ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ ؕ وَسَتُرَدُّوۡنَ

خدا عمل شما و رسول او و مؤمناں و گردانیدہ خواہید شد

اللہ تمہارے عمل اور اسکا رسول اور مؤمنین اور عنقریب لوٹائے جاؤ گے

اِلٰى عٰلِمِ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ

بسوے دانندہ پنہاں و آشکارا پس خبر دہد شما را بآنچہ

پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے کی طرف پس خبر دیگا تمہیں جو

تَعۡمَلُوۡنَ ۚ﴿۱۰۵﴾ وَاٰخَرُوۡنَ مُرۡجَوۡنَ لِاَمۡرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمۡ

میکردید و دیگرانند موقوف داشتہ شدہ برفرمان خدا یا ایں ست کہ عذاب دہد ایشانرا

تم کرتے تھے ا اور دوسرے وہ ہیں جنہیں اللہ کے حکم پر موقوف رکھا گیا انہیں عذاب دے

وَاِمَّا يَتُوۡبُ عَلَيۡهِمۡ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ﴿۱۰۶﴾ وَالَّذِيۡنَ

یا برحمت متوجہ شود بر ایشاں و خدا دانا استوار کار است و از ایشاں آنانند

یا ان پر اپنی رحمت سے توجہ فرمائے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے ۲ اور ان میں سے وہ لوگ

اتَّخَذُوۡا مَسۡجِدًا ضِرَارًا وَّكُفۡرًا وَّتَفۡرِيۡقًا ۢ بَيۡنَ

کہ ساختہ اند مسجدے برائے زیاں رسانیدن بجہت کفر و برائے تفریق افگندن میان

جنہوں نے مسجد بنائی (مسلمانوں کو) نقصان پہنچانے اور کفر کرنے اور تفرقہ ڈالنے کیلئے

الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَاِرۡصَادًا لِّمَنۡ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ

مسلماناں و کمینگاہ ساختن برائے آنانکہ جنگ کردہ اند باخدا و رسول او

مسلمانوں کے درمیان اور ان لوگوں کی گھات بنانے کیلئے جنہوں نے اللہ اور اسکے رسول سے اس سے پہلے ۳

۱ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی خبر اپنے رسول ﷺ اور مومنین کو دیگا۔ مروی ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے پتھر کے درمیان عمل کرے جس میں نہ کوئی دروازہ ہو اور نہ کوئی کھڑکی جب بھی اللہ تعالیٰ اسکے عمل کو نکال کر لوگوں کے سامنے رکھ دیگا۔ القرطبی) اس آیتِ کریمہ میں منافقین کیلئے وعید ہے کیونکہ وہ جو سازش بھی اسلام یا مسلمانوں کے خلاف کرینگے اللہ تعالیٰ اسکی اطلاع قبل از وقت دے دیگا۔ (ابن جریر) جاننا چاہیئے کہ یہ کلام ترغیب اور ترھیب کیلئے جامع ہے اور وہ اسطرح کے جب معبود بندوں کے افعال کو نہیں جانے گا تو بندہ کو اسکے افعال سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے کہا لِمَ تَعۡبُدُ مَا لَا يَسۡمَعُ وَلَا يُبۡصِرُ وَلَا يُغۡنِىۡ عَنۡكَ شَيۡئًا. تم ایسے معبود کی عبادت کیوں کرتے ہو جو نہ سنتا ہو اور نہ دیکھتا ہو اور نہ تم سے کسی مصیبت کو ہٹا سکتا ہو۔ اسکے برعکس اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کی ایک ایک عمل سے باخبر ہے اور اسکی جزا اور سزا دیگا۔ (تفسیر کبیر)

۲ شیخین نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت سے ایک طویل حدیث نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وَاٰخَرُوۡنَ مُرۡجَوۡنَ لِاَمۡرِ اللّٰهِ سے مراد کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع ہیں یہ ان دس آدمیوں سے تھے جو تبوک میں شریک نہیں ہوئے تھے اور مسجد کے ستونوں سے بھی اپنے آپکو بندھوایا نہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ ان تینوں حضرات سے سلام کلام ترک کر دیں۔ ان حضرات نے جب یہ سلوک دیکھا تو خلوص نیت کے ساتھ تائب ہو گئے اور اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا آخر اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا اور انکا قصور بھی معاف کر دیا، انکا قصہ آگے آئیگا۔ (مظہری) ۳

مروی ہے کہ مسجدِ ضرار تعمیر کرنے والے منافقین رسول اللہ ﷺ کے پاس اسوقت آئے جب آپ جنگ کی تیاری میں مصروف تھے انھوں نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! ہم نے ایک مسجد تعمیر کی ہے تاکہ ٹھنڈی اور بارشی راتوں میں اہل حاجت اس میں نماز پڑھ سکیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ تشریف لاکر اس میں نماز پڑھا دیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں سفر کی تیاری میں مصروف ہوں۔ اِن شاء اللہ واپسی پر تمہارے پاس آکر اس میں نماز پڑھا دونگا۔ جب آپ جنگ سے واپس آئے تو مدینے سے ایک ساعت کے فاصلے پر بمقام "ذی اوان" میں آپ قیام فرما تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ اس پر آپ نے مالک بن دخشن اور معن بن عدی یا اسکے بھائی عاصم بن عدی کو بلا کو حکم دیا کہ جا کر اہلِ ظلم کی مسجد کو ڈھا دو اور جلا دو، چنانچہ انھوں نے اسے گرا کر جلا دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مسجدِ قُبا تعمیر کی تو چند انصاریوں نے جن میں ایک شخص بخذج نامی بھی شامل تھا ایک مسجد نفاق تعمیر کر ڈالی۔ رسول اللہ ﷺ نے بخذج سے فرمایا کہ افسوس اے بخذج! میں تمہارے ارادے سے اچھی طرح واقف ہوں۔ اس نے جواب دیا کہ یارسول اللہ! میرا ارادہ نیک ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) مسجدِ قُبا اور مسجدِ ضرار میں مغایرتِ زمانی ہے کیونکہ مسجدِ قبا تقریباً ۹ سال بعد تعمیر ہوئی۔ اس لئے حضرت ابن عباس کی روایت ہے یہ مراد نہیں ہے کہ مسجد قبا تعمیر ہوئی۔ تو اسی زمانے میں اس کے مقابلے میں مسجد ضرار تعمیر کر ڈالی بلکہ مقصود یہ ہے کہ منافقین نے مسجد نبوی کے مقابلے میں ایک مسجد نفاق بنا ڈالی تاکہ وہ تمام مسلمانوں سے علیحدہ نماز پڑھیں اور اس طرح اسلام کی خلاف جتھابندی اور سازشیں کر سکیں۔ لیکن ظاہر یہ کیا کہ ہم نے یہ مسجد اہل حاجت کیلئے تعمیر کی ہے جو ٹھنڈی راتوں اور برسات کے موسم میں مسجد نبوی میں آنے سے معذور ہوں اور جسطرح اہل قبا مسجد نبوی سے دور ہونے کی وجہ سے علیحدہ نمازیں ادا کرتے ہیں اس طرح سے معذور اور حاجتمند لوگ مسلمانوں سے علیحدہ مسجد ضرار میں نماز پڑھ لیا کریں۔ واضح رہے کہ مسجد ضرار منافقوں نے مل کر بنائی تھی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول)

مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ

پیش ازیں و البتہ سو گند خورند کہ نخواستہ ایم مگر خصلت نیک را و خدا

جنگ کی اور ضرور ضرور قسم کھائیں گے کہ ہم نے نہ چاہی ہے مگر نیک عادت اور اللہ

يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٠٧﴾ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ

گواہی میدہد کہ ایشاں دروغ گویانند مایست آنجا ہر گز ہر آئنہ مسجدیکہ

گواہی دیتا ہے کہ وہ سب جھوٹ کہنے والے ہیں اس جگہ ہرگز نہ کھڑے ہو بیشک (وہ) مسجد جس کی

اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ

بنیاد نہاد شدہ است برنیت تقوی از اول روز بہتر است کہ ایستادہ شوی

بنیاد رکھی گئی ہو تقوی کی نیت پر اول روز (ہی) سے بہتر ہے کہ آپ کھڑے ہوں

فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ

آنجا آنجا مردانند کہ دوست میدارند کہ پاک شوند و خدا دوست میدارد

اس میں' اس میں ایسے لوگ ہیں جو دوست رکھتے ہیں پاک رہنے کو اور اللہ دوست رکھتا ہے

الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿١٠٨﴾ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى

پاک باشندگانرا آیا کسیکہ بنیاد نہادہ است عمارت خود را بر ترسگاری

پاک رہنے والوں کو[1] کیا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد رکھی ہو اللہ کے خوف پر

مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى

از خدا و رحمت بہتر ست یا کسیکہ بنیاد نہادہ است عمارت خود را بر

اور رحمت پر' بہتر ہے یا وہ جس نے بنیاد رکھی ہو اپنی عمارت کی

شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ

کنارہ زمین رود خوردہ مستعد افتادن پس درافتاد باصاحب خود در آتش دوزخ و خدا

کھائی کے کنارے جو گرنے کے قریب ہے پس گر پڑے اپنے مالک کو لے کر جہنم کی آگ میں اور اللہ[2]

[1] حضرت ابوسعید خدری ﷛ سے روایت ہے کہ دو آدمیوں نے آپس میں جھگڑا کیا کس کی بنیاد شروع ہی سے تقوی پر رکھی گئی ہے؟ ایک نے کہا کہ وہ مسجد قبا ہے دوسرے نے کہا وہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد ہے اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ میری مسجد ہے۔ حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ آیت اہل قبا کے بارے میں نازل ہوئی "فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ الخ" حضرت ابوہریرہ ﷛ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ پانی سے استنجا کیا کرتے تھے تو انکے بارے میں نازل ہوئی۔ (ترمذی) مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اس راستہ کو بھی چھوڑ دیا جس پر مسجدِ ضرار واقع تھی اور آپ نے اس جگہ غلاظت وغیرہ ڈالنے کا حکم دیا۔ (القرطبی) کچھ عرصہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے یہ جگہ حضرت ثابت بن ارقم کو دی تا کہ آپ اس جگہ مکان تعمیر کر لیں چنانچہ آپ نے مکان تعمیر کر کے اس جگہ رہائش اختیار کی لیکن جب سے آپ اس مکان میں گئے کوئی اولاد نہ ہوئی' جب اسکے ایک حصے میں کھدائی کی گئی تو اس میں سے دھواں نکل رہا تھا۔ (روح البیان) محمد بن یوسف صالحی کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو آپ نے عاصم بن عدی کو پیش کش کی کہ اس مسجد کے مقام پر وہ مکان بنالیں۔ حضرت عاصم نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اس مسجد کے بارے میں جو حکم نازل فرمایا گیا ہے اسکے بعد تو میں اس میں مکان نہیں بنا سکتا البتہ ثابت بن راقم کو یہ جگہ عنایت فرما دیجئے انکے پاس کوئی مکان نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ثابت کو وہ جگہ عطا فرما دی لیکن اس مکان میں ثابت کا کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا نہ کسی کبوتر نے وہاں بچہ نکالا نہ کسی مرغی نے انڈے سیئے یعنی انڈوں پر بیٹھ کر بچہ نہیں دیا۔ بغوی نے بیان کیا ہے کہ بنی عمرو بن عوف جنہوں نے مسجد قبا بنائی تھی حضرت عمر ﷛ کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ مجمع بن حارث کو انکی مسجد میں امام بنا دیں۔ حضرت عمر ﷛ نے انکار کر دیا اور فرمایا آنکھ ٹھنڈی نہ ہو کیا یہ مسجد ضرار میں امام نہ تھا؟ مجمع بن حارثہ نے عرض کی: اے امیر المؤمنین میرے بارے میں فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کیجئے میں نے مسجد ضرار میں نماز ضرور پڑھائی ہے لیکن مجھے معلوم نہ تھا کہ ان لوگوں کی نیت کیا ہے اگر مجھے انکا مخفی ارادہ معلوم ہوتا تو میں وہاں نماز نہیں پڑھتا' میں لڑکا تھا مگر قرآن پڑھا ہوا اور وہ لوگ بوڑھے تھے مگر ناخواندہ' اس لئے میں نے نماز پڑھا دی' میں یہی خیال کرتا تھا کہ تعمیر مسجد سے انکی غرض حصول ثواب ہے انکے دلوں کے خیالات کا مجھے علم نہ تھا۔ حضرت عمر ﷛ نے حضرت مجمع بن حارث ﷛ کے اس عذر کو قبول فرما لیا اور انکے بیان کی تصدیق کی اور مسجد قبا میں نماز پڑھانے کا حکم دے دیا۔ "مسجد ضرار میں نماز پڑھانے کی وجہ سے منصب امامت پر آپ انھیں مقرر نہیں فرما رہے تھے" (مظہری) جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ مہاجرین کیساتھ مسجد قبا تشریف لائے اور مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو گئے پس انصار آپکے قریب جمع ہو گئے آپ نے ان سے فرمایا: کیا تم لوگ مؤمنین ہو؟ یہ سنکر لوگ خاموش رہے تو آپ نے دوبارہ یہی سوال کیا' حضرت عمر ﷛ عرض گذار ہوئے کہ یارسول اللہ ﷺ! یہ سب مؤمنین ہیں اور میں انکے ساتھ ہوں پھر آپ نے ان سے پہلا سوال کیا: کیا تم قضا پر راضی ہوتے ہو؟ سب نے کہا جی ہاں! دوسرا سوال کیا: کیا تم بلاء پر صبر کرتے ہو؟ سب نے کہا جی ہاں! تیسرا سوال کیا: کیا تم لوگ راحت میں شکر کرتے ہو؟ سب نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا: مؤمنو! رب کعبہ کی قسم ہے اے گروہِ انصار اللہ تعالی نے تمہاری تعریف فرمائی ہے تم لوگ طہارت میں کیا عمل کرتے ہو؟ سب نے کہا ہم لوگ پتھر اور پانی دونوں جمع کرتے ہیں' پھر آپ نے فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ الخ تلاوت فرمائی۔ (تفسیر کبیر)

[2] یعنی اللہ کے خوف اور رضا جوئی پر اپنی عمارت کی تاسیس کی وہ بہتر ہے یا وہ شخص جس نے باطل اور نفاق پر اپنی عمارت اٹھائی۔ شَفَا جُرُفٍ سے بطور کنایہ شرک ونفاق مراد ہیں۔ (مظہری)

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠٩﴾ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ

راہ نمی نماید گروہ ستمگاراں ہمیشہ باشد عمارت ایشاں کہ بنیاد کردہ اند

ظلم کرنے والوں کو راستہ نہیں دکھاتا ہے انکی یہ عمارت ہمیشہ انکے دل میں کھٹکتی رہے گی جسکی بنیاد انھوں نے

بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاللّٰهُ

سبب شک در دل ایشاں مگر آنکہ پارہ پارہ کردہ شود دل ایشاں و خدا

رکھی مگر یہ کہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں ان کے دل اور اللہ

عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١١٠﴾ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ

دانا و استوار کار است ہر آئنہ خدا خرید کردہ است از مسلمانان

جاننے والا حکمت والا ہے [1] بیشک اللہ نے خرید لئے ہیں مسلمانوں سے

اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ

جان ایشاں و اموال ایشاں بعوض آنکہ ایشانرا باشد بہشت جنگ می کنند در

انکی جان اور انکے اموال اسکے بدلے کہ ان کیلئے جنت ہے جنگ کرتے ہیں

سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا

راہ خدا پس میکشند و کشتہ میشوند وعدہ کہ لازم است بر خدا بتحقیق

اللہ کی راہ میں پس قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں وعدہ جو اللہ پر لازم ہے ثابت شدہ

فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ

در توریت و انجیل و قران و کیست وفا کنندہ تر بعہد خویش

توریت اور انجیل اور قرآن میں اور کون ہے زیادہ وفا کرنے والا اپنے وعدہ کا

مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ

از خدا پس شادمان باشید بایں فروختن خود کہ معاملہ کردید باں و ایں است

اللہ سے پس خوشیاں مناؤ اپنی اس خریداری کے سبب جو معاملہ تم نے اس سے کیا ہے اور یہ [2]

تفسیر اظہار العرفان

[1] مسجد ضرار کی بناء کو شک کیلئے سبب بتایا ہے اسکی چند وجہیں ہیں (۱) مسجد ضرار بنا کر منافقین بہت خوش ہوئے پس جب رسول اللہ ﷺ نے اسے توڑ دینے کا حکم فرمایا تو منافقین پر بڑا گراں گذرا اور اس طرح انکے بغض میں اضافہ ہوا اور رسول اللہ ﷺ کی نبوت میں اپنے شک کو بڑھا دیا (۲) رسول اللہ ﷺ نے مسجد ضرار کو توڑ دینے کا حکم دیا تو منافقوں نے بدگمانی کی کہ آپ نے ایسا حسد کی بناء پر کیا ہے۔اس طرح منافقوں کا امان اٹھ گیا اور ہر وقت انکے دلوں میں خوف رہتا تھا (۳) منافقوں نے مسجد بنا کر گمان کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ یہ سمجھیں گے کہ ہم نے اس مسجد کی بنیاد نیکی پر رکھی ہے مگر جب آپ نے توڑنے کا حکم دیا تو وہ لوگ ڈر گئے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے نفاق سے آگاہ ہوگئے ہیں (۴) منافقوں نے اپنی بقیہ زندگی اس شک میں گذاری کہ مسجد ضرار بنانے کا جو گناہ ہمارے سر آیا اسے اللہ تعالیٰ معاف کریگا یا نہیں؟ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ یعنی انکے قلوب غم اور حزن کی بناء پر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے یا انکے اجزاء کو مسلمانوں نے تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔(تفسیر کبیر)

[2] یہ آیت بیعتِ ثانیہ یعنی بیعت عقبہ کبریٰ میں نازل ہوئی جس میں ستر (۷۰) انصارِ مدینہ موجود تھے ان سب سے چھوٹا حضرت عقبہ بن عمرو تھے اس بیعت میں حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! آپ اپنے رب کیلئے اور اپنے لئے جو شرط چاہیں لگا لیں۔پس نبی ﷺ نے فرمایا: میں اپنے رب کیلئے یہ شرط لگاتا ہوں کہ تم اسی کی عبادت کرو اور اسکے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور میں اپنے لئے یہ شرط لگاتا ہوں کہ تم جن چیزوں سے اپنی جان و مال کی حفاظت کرتے ہو میری بھی ان چیزوں سے حفاظت کرو۔انھوں نے عرض کی جب ہم ایسا کریں تو ہمیں کیا [انعام] ملیگا؟ آپ نے فرمایا: جنت۔انھوں نے عرض کی یہ تو بڑا اچھا سودا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی' پھر یہ آیت قیامت تک امتِ محمدیہ کے مجاہدین کیلئے عام ہے۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے شراء یہ ہے کہ بندہ اسکی اطاعت میں اپنی جان اور مال کو تلف کردے اور اسکی رضا کے حصول میں اپنے آپکو ہلاک کردے پھر اللہ تعالیٰ اسے اسکے عوض میں جنت عطا فرمائیگا اور یہ ایک ایسا عظیم عوض ہے کہ اسکے مقابلے میں کوئی اور عوض نہیں آسکتا ہے۔حضرت حسن سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک ہر نیکی کے اوپر نیکی ہے یہاں تک کہ بندہ اپنا خون بہادیتا ہے پس جب اس نے ایسا کرلیا تو اب اسکے اوپر نیکی نہیں ہے۔حضرت حسن فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی آپکے پاس سے گذرا اس حال میں کہ آپ یہی آیت تلاوت فرما رہے تھے۔اس اعرابی نے پوچھا یہ کس کا کلام ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ اللہ کا کلام ہے۔اس اعرابی نے کہا کہ یہ کیا اچھی بیع ہے پس وہ جہاد کیلئے نکل پڑا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوگیا۔ (القرطبی) جاننا چاہیئے کہ یہاں شراء مجاز ہے جزا سے' اس لئے کہ خریداری وہاں پائی جاتی ہے جہاں پہلے سے ملک نہ ہو جبکہ ہماری جان مال سب اس شراء سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں تھا اس لئے یہاں شراء بھی جزا ہے۔(غرائب القرآن) اہل سیر نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے جس نے رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک پر اپنا ہاتھ مارا وہ براء بن معرور یا ابوالھیثم یا اسعد تھے اور یہ عہد کیا کہ جس مصیبت سے وہ اپنے اہل عیال کی حفاظت کرینگے اس سے رسول اللہ ﷺ کی بھی حفاظت کرینگے اور ہر گورے کالے یعنی تمام انسانوں کے مقابل آپکی حمایت کرینگے سب سے پہلے قتال و جہاد کے بارے میں یہی آیت نازل ہوئی۔ (مظہری) کہا گیا ہے کہ اس آیت میں جہاد کی ترغیب دی گئی ہے یعنی اے بندو! تم اپنے نفس و مال کو قربان کرو میں تمہیں بہشت لازوال عطا کرونگا۔مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو شیطان کو بہت برا لگا اور اس نے اپنے رب سے جھگڑا کیا۔جاننا چاہیئے کہ جو اپنے مال اور نفس سے طلب جنت کیلئے جہاد کریگا تو اسکے لئے جنت ہے اور جو اپنے قلب اور روح سے اللہ تعالیٰ کیلئے جہاد کریگا تو اس کیلئے ربِ جنت ہے۔(روح البیان)

هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۱۱۱﴾ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ

فیروزی بزرگ ایشاں توبہ کنندگانند عبادت کنندگانند حمد گویندگانند

بڑی کامیابی ہے وہ لوگ توبہ کرنے والے عبادت کرنے والے حمد کرنے والے

السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

سفر در راہ خدا کنندگانند رکوع و سجدہ کنندگانند فرمایندگانند بکار پسندیدہ

اللہ کی راہ میں سفر کرنے والے رکوع، سجدہ کرنے والے بھلائی کا حکم دینے والے

وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ

و منع کنندگانند از ناپسندیدہ و نگاہدارندگانند احکام خدا را

اور برائی سے روکنے والے اور اللہ کے احکام کی حفاظت کرنے والے ہیں

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

و مژدہ دہ مسلمانانرا روا نبود پیغمبر را و نہ مسلمانرا

اور بشارت دیجئے مسلمانوں کو [۱] جائز نہیں ہے پیغمبر کیلئے اور نہ مسلمانوں کیلئے

اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْ

کہ طلب آمرزش کنند برائے مشرکان اگرچہ خداوند خویشی باشند

کہ مغفرت طلب کریں مشرکوں کیلئے اگرچہ اپنے رشتہ دار (ہی کیوں نہ) ہوں

بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۳﴾ وَمَا كَانَ

بعد از آنکہ ظاہر شد ایشانرا کہ آنگروہ باشندگان دوزخ اند و نبود

بعد اسکے کہ ان پر ظاہر ہو چکا کہ وہ سب دوزخ میں رہنے والے گروہ ہیں [۲] اور (مناسب) نہ تھا

اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ

آمرزش خواستن ابراہیم برائے پدر خود مگر از جہت وعدہ کہ کردہ بودش

ابراہیم کا مغفرت طلب کرنا اپنے باپ کیلئے مگر (اُس) وعدہ کی جہت سے جو انھوں نے کیا تھا

تفسیر اظہار العرفان

[۱] اَلتَّـائِبُوْنَ یعنی وہ لوگ جنہوں نے شرک اور نفاق سے توبہ کی۔ اس سے مراد وہ مؤمنین ہیں جنہوں نے آپ سے بیعت کی کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی پیروی کرینگے۔ اَلْعَـابِدُوْنَ وہ لوگ جو شرک جلی اور خفی سے توبہ کر کے خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ اَلْحَـامِدُوْنَ. خوشی اور غمی میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنے والے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اول جو جنت میں داخل ہوگا وہ شخص ہو گا جو خوشی اور غمی میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہو۔ اَلسَّـائِحُوْنَ یعنی روزہ رکھنے والے۔ حضرت عبید بن عمیر ؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ سے "السَّـائِحُوْنَ" کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد روزہ رکھنے والے ہیں۔ حضرت ابو امامہ ؓ، رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میری امت کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ حضرت عثمان بن مظعون ؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے سیاحت کی اجازت عطا فرمایئے، آپ نے فرمایا: میری امت کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ السَّـائِحُوْنَ وہ لوگ ہیں جو علم طلب کرنے کیلئے سفر کرتے ہیں۔ [پیش کردہ روایات سے السَّـائِحُوْنَ کا دو ترجمہ ثابت ہوا ایک راہِ خدا میں سفر کرنے والے، دوم روزہ رکھنے والے۔ یہاں مخدوم پاک نے السَّـائِحُوْنَ کا ترجمہ "راہِ خدا میں سفر کرنے والے" کیا ہے] اَلـرَّاكِـعُـوْنَ السَّـاجِدُوْنَ نماز پڑھنے والے۔ نماز کیلئے یہاں دو الفاظ اس لئے لائے گئے تا کہ نماز کی فضیلت ساری عبادات پر قائم ہو جائے۔ حضرت ابن مسعود ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ اعمال میں کونسا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسندیدہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنا، میں نے عرض کی پھر کونسا عمل، آپ نے فرمایا کہ والدین کیساتھ نیکی کرنا، میں نے عرض کی پھر کونسا عمل، آپ نے فرمایا کہ اللہ کے رستے میں جہاد کرنا۔ [دوسری حدیث میں ہے] رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز دین کا ستون ہے۔ حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ نماز مؤمن کا نور ہے۔ حضرت علی ؓ سے مروی ہے کہ نماز ہر متقی کیلئے قرب کا ذریعہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سجدہ کی حالت میں بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے پس تم کثرت سے دعا کرو۔ وَ الْاٰمِرُوْنَ بِـالْمَعْرُوْفِ یعنی ایمان کا حکم اطاعت کیساتھ دیتے ہیں۔ وَالنَّـاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ. یعنی شرک اور معصیت سے روکتے ہیں۔ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ یعنی اسکے اور اللہ کیدرمیان حقائق اور شرائع ہیں اسکی حفاظت کرتے ہیں۔ (مظہری) [۲] سعید بن مسیّب نے اپنے والد محترم حضرت مسیّب بن حزن ؓ سے روایت کی ہے کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو نبی ﷺ انکے پاس تشریف لے گئے اور اسوقت ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ انکے پاس بیٹھے ہوئے تھے نبی ﷺ نے فرمایا کہ اے چچا! لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ دو تا کہ میں تمہارے متعلق بارگاہِ خداوندی میں کچھ عرض کر سکوں۔ اس پر ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ کہنے لگے کے اے ابو طالب! کیا آپ [اپنے والد] عبدالمطلب کے راستے سے منہ موڑ لیں گے؟ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں آپ کیلئے برابر بخشش کی دعا کرتا رہونگا جب تک مجھے ایسا کرنے سے منع نہ فرما دیا جائے پس یہ آیت نازل ہوئی۔ (بخاری) حضرت علی ؓ سے روایت ہے کہ میں نے ایک آدمی کو اپنے مشرک ماں باپ کیلئے دعائے مغفرت کرتے ہوئے دیکھا تو میں نے اس سے کہا تو اپنے مشرک ماں باپ کیلئے دعائے مغفرت کرتا ہے؟ اس نے کہا: کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کیلئے مغفرت نہیں مانگی حالانکہ وہ مشرک تھا حضرت علی ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ بات نبی ﷺ کی خدمت میں عرض کی تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ترمذی) اہل معانی نے لکھا ہے "مَـا كَـانَ" قرآنِ کریم میں دو معانی کیلئے آیا ہے۔ اول نفی کیلئے جیسے وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ. دوم نہی کیلئے جیسے وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ واضح رہے کہ مَا كَانَ للنبی الخ نہی کیلئے ہے۔ (القرطبی)

إِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِّلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ ۚ إِنَّ إِبْرٰهِيمَ

باوے چوں روشن شد بر ابراہیم کہ وے دشمن خدا ست بیزار شد از وی ہر آئنہ ابراہیم

اس سے پس جب خوب ظاہر ہوا ابراہیم پر کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو بیزار ہوئے اس سے، بیشک ابراہیم

لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ ﴿١١٤﴾ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ

دردمند برد بار بود و ہرگز نیست کہ خدا گمراہ کند قومیرا بعد ازانکہ

دردمند تحمل والے تھے ۱؎ اور ہرگز اللہ کی شان نہیں ہے کہ گمراہ کرے کسی قوم کو اسے راہ دکھانے کے بعد

هَدٰهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُونَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ

راہ نمودہ باشد ایشانرا تا آنکہ واضح سازد بر ایشاں آنچہ ازوی پرہیز کنند ہر آئنہ خدا بہر چیز

یہاں تک کہ ان پر واضح کر دے ان چیزوں کو جس سے پرہیز کرنا ہے بیشک اللہ ہر چیز کا

عَلِيمٌ ﴿١١٥﴾ إِنَّ اللّٰهَ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۖ يُحْيِي

دانا ست ہر آئنہ خدا او راست پادشاہی آسمانہا و زمین زندہ میکند

جاننے والا ہے ۲؎ بیشک اللہ' اسی کیلئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے زندہ فرماتا ہے

وَيُمِيتُ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيرٍ ﴿١١٦﴾

و می میراند و نیست شما را بجز خدا ہیچ کارسازی و نہ یاری دہندہ

اور موت دیتا ہے اور نہیں ہے تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی کارساز اور نہ مدد دینے والا ۳؎

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ

ہر آئنہ برحمت متوجہ شد خدا بر پیغمبر و آں مہاجران و انصار

بیشک اللہ رحمت سے متوجہ ہوا پیغمبر پر اور ان مہاجرین و انصار پر

الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ

کہ پیروی وی کردند در وقت تنگدستی بعد از آنکہ نزدیک بود

جنہوں نے انکی پیروی کی مشکل وقت میں بعد اسکے کہ قریب تھا

تفسیر اظہار العرفان

۱؎ اس آیت کریمہ میں مؤمنوں کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا اپنے باپ [چچا] کیلئے استغفار کرنا تمہاری دلیل نہیں بن سکتی ہے اس لئے کہ انھوں نے ایسا ایک دو مرتبہ کیا جبکہ تم تسلسل کیساتھ مشرکین ماں باپ کیلئے دعا کرتے ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ میں اللہ پر ایمان لاؤنگا اور شرک سے توبہ کرونگا پس جب کفر پر اسکا انتقال ہوا اور آپ نے جان لیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو آپ نے ان کیلئے دعا چھوڑ دی۔ اس آیتِ کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ موت کے وقت انسان کی ظاہری حالت پر حکم لگے گا اگر وہ اسوقت ایمان پر مریگا تو مؤمن کا حکم لگے گا اور اگر کفر پر مریگا تو کافر کا حکم لگے گا اور تمہارا رب باطن کے حال کو خوب جانتا ہے۔ اِنَّ اِبْرَاهِیْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِیْمٌ علمائے مفسرین نے "اَوَّاہٌ" کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے اور اس لفظ کی پندرہ تفسیریں پیش کی ہیں (۱) اَوَّہ اس شخص کو کہتے ہیں جو کثرت سے دعا کرتا ہو (۲) اللہ تعالیٰ کے بندہ پر رحم کرنے والے کو کہتے ہیں (۳) شعبۂ ایمانیات کے جملہ امور پر پختہ یقین رکھنے والے کو کہتے ہیں (۴) حبشی زبان میں مؤمن کو "اواہ" کہتے ہیں (۵) تسبیح کرنے والا جو زمین کی کھدائی میں اللہ کا ذکر کرتا ہو (۶) کثرت سے ذکر کرنے والا۔ حضرت عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ایسے شخص کا ذکر کیا گیا جو کثرت سے اللہ کا ذکر اور تسبیح کرتا تھا آپ نے فرمایا: انہ لا واہ یعنی وہ "اواہ" ہے۔ (۷) جو کثرت سے قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہو۔ (۸) دردمند ہونے والا' حضرت ابراہیم علیہ السلام اسوقت آہ کہتے تھے جب لوگ آپکی تبلیغ سے فائدہ حاصل نہ کرتے تھے۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کثرت سے طواف کرتا تھا اور اپنی دعا میں "اَوْہِ اَوْہِ" کہتا تھا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اسکی شکایت کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ اسکو چھوڑ دو اس لئے کہ یہ "اواہ" ہے۔ پھر میں ایک رات نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کو دفنا رہے ہیں اور انکے ساتھ ایک چراغ ہے (۹) فقیہ کے معنی میں (۱۰) تضرع اور خشوع کرنے والا۔ مروی ہے کہ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ایسی بات کی جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ناپسند کیا اور آپ نے اس عورت کو بات کرنے سے روکا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو اس لئے کہ یہ "اَوَّاہٌ" ہے۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اواہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: الخـــاشية. (۱۱) جب گناہ یاد آئے تو مغفرت طلب کرے (۱۲) اپنے گناہ کے سبب کثرت سے دردمند ہونے والے کو کہتے ہیں (۱۳) ہر بھلائی کی علامت اس میں موجود ہو (۱۴) شفیق کو اواہ کہتے ہیں۔ عبدالعزیز بن یحیٰ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شفقت کی بناء پر آپکو اواہ کہا جاتا ہے۔ (۱۵) ہر وہ چیز جسے اللہ تعالیٰ ناپسند فرمائے یہ اس سے بچتا ہے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جب جہنم کا ذکر کیا جاتا تو آپ دردمند ہو جاتے تھے۔ (القرطبی) ۲؎ بعض علماء کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے چچا سے متعلق فرمایا تھا کہ جب تک مجھے ممانعت نہ ہو جائے میں آپکے لئے دعائے مغفرت کرتا رہونگا اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے قول مذکور کا عذر بیان کیا گیا ہے کہ یہ قول رسول اور وعدہ استغفار ممانعت دعا سے پہلے تھا اس لئے ناقابلِ مواخذہ ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ ممانعت سے پہلے جن لوگوں نے اپنے مشرک آباء و اجداد کیلئے دعائے مغفرت کی تھی انکو اس آیت میں معذور' ناقابل مواخذہ قرار دینا مقصود ہے۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اس آیت میں مشرکوں کیلئے دعائے مغفرت کرنے والے مؤمنوں کا حکم خاص طور پر بیان کیا گیا ہے لیکن حکم عام ہے۔ ہر معصیت و اطاعت کو شامل ہے۔ (مظہری) ۳؎ یعنی اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کا بادشاہ حقیقی ہے اور سب اسکے عبید اور مملوک ہیں' اسی کے قبضۂ قدرت میں تمہاری حیات و ممات کی ڈور ہے۔ (ابن جریر)

يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّهُ بِهِمْ

که از جائے برود دل گروه از ایشاں باز برحمت متوجه شد بر ایشاں هر آئینه او بر ایشاں

کہ ان میں سے ایک گروہ کا دل اس جگہ سے پھر جاتا پھر رحمت سے متوجہ ہوا ان پر، بیشک وہ ان پر

رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١١٧﴾ وَعَلَى الثَّلَٰثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا ۖ حَتَّىٰ

بخشنده مهربان است و بر آں سه کسیکه موقوف داشته شدند تا

رحم فرمانے والا مہربان ہے [١] اور ان تین پر جو موقوف رکھے گئے تھے یہاں تک کہ

إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ

آنکه تنگ شد بر ایشاں زمین باوجود فراخی آں و تنگ شد بر ایشاں

تنگ ہوئی ان پر زمین باوجود اسکی فراخی کے اور تنگ ہوئی ان پر

أَنفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَن لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ

جان ایشاں و دانستند که پناہی نیست از خدا مگر بسوے او باز

انکی جان اور انھوں نے جان لیا کہ کوئی پناہ نہیں ہے اللہ سے مگر اسکی جانب پھر

تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١١٨﴾

خدا برحمت متوجه شد بر ایشاں تا ایشاں رجوع کنند هر آئنه خدا توبه پذیرنده مهربان است

اللہ رحمت سے متوجہ ہوا ان پر تا کہ وہ سب رجوع کریں بیشک اللہ توبہ قبول فرمانے والا مہربان ہے [٢]

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴿١١٩﴾

اے مسلمانان بترسید از خدا و باشید با راست گویان

اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور سچ کہنے والوں کے ساتھ ہو جاؤ [٣]

مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُم مِّنَ الْأَعْرَابِ

لایق نبود اہل مدینه را و آنانرا که حوالی ایشانند از اعراب

لائق نہ تھا اہل مدینہ کیلئے اور ان لوگوں کیلئے جو اعرابی ان کے ارد گرد ہیں

ع ١٤ — ٨ — ٣

تفسیر اظہار العرفان

[١] حضرت عبداللہ بن کعب ؓ جو کہ کعب کے نابینا ہو جانے پر انکے صاحبزادوں میں سے راستہ بتانے کی خدمت انجام دیا کرتے تھے کا بیان ہے کہ میں نے [اپنے والد] حضرت کعب بن مالک ؓ کو فرماتے ہوئے سنا جب انھوں نے تین حضرات کے پیچھے رہ جانے کا واقعہ بیان کیا تو اسکے آخر میں بتایا کہ میں عرض گذار ہوا [بارگاہ رسالت میں] کہ اپنی توبہ کے قبول ہونے پر اپنا تمام مال اللہ اور اسکے رسول کی راہ میں خیرات کرتا ہوں اس پر نبی ﷺ نے فرمایا کہ کچھ مال اپنے پاس بھی رکھ لو اور ایسا کرنا تمہارے لئے بہتر ہے. (بخاری)

[٢] حضرت عبداللہ بن کعب ؓ کا بیان ہے کہ میں نے [اپنے والد ماجد] حضرت کعب بن مالک ؓ کو فرماتے ہوئے سنا [یہ ان تین حضرات میں سے ایک تھے جو غزوۂ تبوک میں نبی کریم ﷺ کا ساتھ دینے سے پیچھے رہ گئے تھے اور یہ غزوۂ تبوک اور غزوۂ بدر کے سوا اور کسی غزوہ میں شریک ہونے سے محروم نہیں رہے تھے] کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سچ سچ عرض کر دینے کا پکا ارادہ کر لیا تھا جبکہ آپ بوقت چاشت تشریف لے آئے تھے رسول اللہ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ سفر سے آپ چاشت کے وقت واپس لوٹ کر آتے تھے اور اقامت کی ابتدا مسجد سے کرتے کہ پہلے اس میں دو رکعت نماز ادا فرمایا کرتے۔ چنانچہ نبی ﷺ نے مجھ سے اور میرے دونوں ساتھیوں کے ساتھ کلام کرنے سے لوگوں کو منع فرما دیا اور ہم تینوں کے سوا کسی اور پیچھے رہ جانے والے کے ساتھ کلام کرنے سے منع نہیں فرمایا، چنانچہ لوگ ہمارے ساتھ کلام کرنے سے اجتناب کرتے رہے جب مجھے اس کسمپری کی حالت میں رہتے ہوئے ایک مدت گذر گئی تو مجھے غم کھانے لگا کہ اگر میں اس حالت میں مر گیا تو رسول اللہ ﷺ میرے جنازے کی نماز بھی نہیں پڑھائیں گے اور خدانخواستہ رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا تو لوگوں کا میرے ساتھ یہی سلوک رہیگا کہ میرے ساتھ نہ کوئی کلام کریگا اور نہ میرے جنازے کی نماز پڑھیں گے پس اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر ہماری توبہ کی قبولیت نازل فرمائی جبکہ رات کا تہائی حصہ باقی تھا اور آپ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں جلوہ افروز تھے اور حضرت ام سلمہ نے اس دوران میرے ساتھ نیکی اور اعانت کو معمول بنائے رکھا چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ام سلمہ! کعب کی توبہ قبول ہو گئی ہے وہ عرض گذار ہوئیں، کیا میں انھیں خوشخبری دینے کیلئے کسی کو بھیج دوں؟ فرمایا: جب لوگوں کو یہ بات معلوم ہو جائے گی تو [اتنے لوگ جمع ہو جائینگے کہ] تمہیں باقی رات سونا میسر نہیں آئیگا، پس جب رسول اللہ ﷺ نے نمازِ فجر ادا کر لی تو ہماری توبہ قبول ہو جانے کا اعلان کروایا اور جب آپکو خوشی پہنچی تو آپکا چہرہ مبارک یوں دمکنے لگا جیسے کہ چاند کا ٹکڑا ہے، پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہم تینوں تھے جن کی توبہ سب سے آخر میں قبول ہوئی جبکہ پیچھے رہ جانے والے دوسرے لوگوں نے تو رسول اللہ ﷺ کے حضور دروغ گوئی سے کام لیتے ہوئے اپنے عذرِ لنگ پیش کر دیئے تھے لیکن وحی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ان کا اتنی برائی کے ساتھ ذکر فرمایا کہ کسی اور کا نہ فرمایا ہوگا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انکے بارے میں فرمایا: يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ الخ (بخاری)

[٣] حضرت عبداللہ بن کعب ؓ کا بیان ہے جو حضرت کعب کا راستہ بتانے کی خدمت انجام دیا کرتے تھے کہ میں نے [اپنے والد ماجد] حضرت کعب بن مالک ؓ کو فرماتے ہوئے سنا اللہ وہ اپنے غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے کا واقعہ بیان فرماتے تھے کہ خدا کی قسم میرے علم میں ایسا کوئی شخص نہیں جو سچی بات کہنے پر اس درجہ نوازہ گیا ہو جتنا اللہ تعالیٰ نے مجھے نوازا تھا۔ چنانچہ جب میں نے رسول ﷺ کے حضور صحیح صورتِ حال عرض کی اس وقت سے آج تک جھوٹ بولنے کا خیال کبھی میرے گوشۂ ذہن میں نہیں آیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر اس سلسلے میں یہ وحی نازل فرمائی۔ لَقَدْ تَّابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ إِلَىٰ قوله وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ۔ (بخاری)

أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ وَ لَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ

که باز پس مانند از ہمراہی رسول خدا و نہ آنکہ رغبت کنند در حفظ خویش

کہ پیچھے رہ جائیں رسول اللہ کی ہمراہی سے اور یہ کہ اپنی حفاظت (ہی) میں رغبت رکھیں

عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَّلَا نَصَبٌ

اعراض کردہ از ذات رسول خدا ایں بسبب آنست کہ نمی رسد بایشاں تشنگی و نہ رنج

ذاتِ رسول اللہ سے بے پرواہ ہو کر' یہ اس سبب سے ہے کہ انھیں پیاس اور نہ رنج

وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔونَ مَوْطِئًا

و نہ گرسنگی در راہ خدا و نمی زنند جائیکہ خشم

اور نہ بھوک اللہ کی راہ میں پہنچتی ہیں اور ایسی جگہ نہیں جاتے ہیں کہ

يَّغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا إِلَّا

آرد کافران را و بدست نمی آرند از دشمن ہیچ دست بروی مگر

کافروں کو غصہ آئے اور نہ کسی دشمن سے یہ لوگ کچھ حاصل کرتے ہیں مگر

كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ

نوشتہ شود برائے ایشاں بسبب آں عمل صالح را ہر آئنہ خدا ضایع نمکیند مزد

لکھا جا چکا ہے ان کیلئے اسکے سبب نیک عمل' بیشک اللہ ضائع نہیں فرماتا ہے

الْمُحْسِنِينَ ﴿١٢٠﴾ وَلَا يُنْفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَّلَا كَبِيرَةً

نیکوکارانرا و خرچ نمکیند ہیچ خرچ را اندکی و نہ بسیاری

نیکو کار کے اجر کو ١ اور یہ لوگ تھوڑا یا زیادہ مال خرچ نہیں کرتے ہیں

وَّلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ

وطے نمیکنند ہیچ میدانی را الا نوشتہ شود برائے ایشاں عمل صالح تا جزا دہد ایشانرا خدا

اور کسی میدان کو طے نہیں کرتے ہیں مگر لکھا جاتا ہے ان کیلئے نیکیوں کو تا کہ بدلہ دے انھیں اللہ ٢

١ جاننا چاہیئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ سچوں کیساتھ ہو جاؤ تو ضروری تھا کہ تمام غزوات میں رسول اللہ کی موافقت کی جاتی۔ اب اس آیتِ کریمہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ اس حکم کو مؤکد فرما رہا ہے۔ اس آیتِ کریمہ میں پانچ امور بیان کئے گئے ہیں (١) لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ اس سے مراد پیاس کی شدت ہے (٢) وَلَا نَصَبٌ اس سے مراد مشقت اور رنج ہے (٣) وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اس سے مراد بھوک کی شدت ہے (٤) وَلَا يَطَـُٔونَ مَوْطِئًا يَّغِيظُ الْكُفَّارَ اس سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے قدم اور گھوڑا کو ایسی جگہ نہیں رکھتا جو کافروں کے غیظ و غضب کا سبب ہو (٥) وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا یعنی کافروں سے چھپ کر بھی محبت نہیں کرتے اور نہ اس محبت سے انہیں قلیل یا کثیر شے حاصل ہوتی ہے۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا قصد کرتا ہے تو اسکے قیام' قعود' مشیت' حرکت اور سکون ہر ایک کے عوض عند اللہ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ (تفسیر کبیر) عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ کا مطلب یہ ہے کہ جب خود رسول اللہ ﷺ بنفسِ نفیس جہاد پر تشریف لے جائیں تو آپکا ساتھ چھوڑ دینا اور ہمراہ نہ جانا جائز نہیں ہے۔ وَلَا يَرْغَبُوا کا مطلب یہ ہے کہ جس جہاد سے رسول اللہ ﷺ نے اپنے نفس کو الگ نہیں رکھا اس سے لوگ بھی اپنی جانوں کو الگ نہیں رکھیں۔ إِلَّا كُتِبَ یعنی وہ اسکی جگہ ثواب کے مستحق ہو جاتے ہیں اور یہ وعدہ چاہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کیساتھ جائیں۔ ہمراہ جانے سے منھ نہ موڑیں۔ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ یہ جملہ گذشتہ حکم کی علت ہے اور اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ جہاد ایک بھلائی ہے [سب انسانوں کے حق میں] کافروں کے حق میں بھلائی ہونا تو اس وجہ سے ہے کہ کافروں کو دوزخ سے رہا کرانے اور انکی انسانیت کو مکمل کرنے کی یہ انتہائی کوشش کی ہے جیسے پاگل کو مارنا [کبھی اسکے لئے علاج ہوتا ہے] اور بچہ کو ادب سکھانے کیلئے مارنا [اسکے حق میں بھلائی ہوتا ہے] مومنوں کے حق میں جہاد کی بھلائی یہ ہے کہ جہاد ہی کے ذریعے اہل ایمان کافروں کے چیرہ دستی اقتدار اور تسلط سے محفوظ رہتے ہیں۔ حضرت ابو عبس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جسکے قدم گرد آلود ہونگے اللہ تعالیٰ اس کیلئے دوزخ حرام کر دیگا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا جب تک جہاد سے واپس نہیں آتا اسکی حالت ایسی ہوتی ہے جیسے [ہر روزہ] رکھنے والا [رات کو] نماز پڑھنے والا اللہ کی آیت کو تلاوت کرنے والا جو روزہ اور نماز سے سست نہیں پڑتا ہو [بلکہ چستی سے برابر مشغول رہتا ہو] امام بغوی کہتے ہیں کہ اس آیت کے حکم [کے عام یا خاص' ہنگامی یا دوامی ہونے] میں علماء کے اقوال مختلف ہیں۔ حضرت قتادہ کا قول ہے کہ یہ حکم رسول اللہ ﷺ کیساتھ جانے کی صورت سے تعلق رکھتا ہے۔ [عمومی نہیں ہے] ولید بن مسلم کہتے ہیں کہ اس آیت کا حکم اس امت کے آغاز کے وقت بھی تھا اور آخر دور کیلئے بھی ہے یعنی یہ حکم دوامی ہے۔ ابن زید کا کہنا ہے کہ یہ حکم اسوقت تھا جب مسلمان کم تھے جب زیادہ ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔ حضرت سعید بن مسیّب کے نزدیک جہاد فرض عین ہے کیونکہ جہاد کے احکام عمومی ہیں۔ (مظہری) ٢ حضرت ابو سعید انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک آدمی نکیل پڑی اونٹنی لے کر حاضر ہوا اور عرض کی یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز اس کے عوض تجھے سات سو نکیل پڑی اونٹنیاں ملیں گی۔ حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کیلئے سامان تیار کر کے دیا' اس نے بھی جہاد کیا اور جس نے مجاہد کے بیوی بچوں کی اس کے بعد خبر گیری کی اس نے بھی جہاد کیا۔ (مظہری)

أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۲۱﴾ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ

در مقابلہ نیکو ترین آنچہ میکروند و ممکن نیست مومنانرا کہ

اس عمل کے مقابل میں بہتر جو وہ کرتے تھے اور (یہ بھی) ممکن نہیں ہے مؤمنوں کیلیے کہ

لِيَنْفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ

بر آیند ہمہ یکجا پس چرا بیروں نیامدند از ہر جمعے از ایشاں

سب کے سب (گھروں سے) نکل پڑیں پس کیوں نہ نکلے انکی ہر جماعت میں سے ان کے

طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ

چند کس تا دانشمند شوند در دین و تا بیم کنند قوم خود را

چند افراد تاکہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور اپنی قوم کو ڈرائیں

إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴿۱۲۲﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

چوں باز آیند بسوے ایشاں بود کہ ایشاں بترسند اے

جب انکی جانب واپس لوٹیں تاکہ وہ سب ڈریں ۱ اے

آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا

مسلمانان جنگ کنید بآنانکہ نزدیک شما اند از کافران و باید کہ کافران بیابند

مسلمانو! جنگ کرو ان لوگوں سے جو تمہارے قریب ہیں کافروں میں سے اور چاہیئے کہ کافرین

فِيكُمْ غِلْظَةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿۱۲۳﴾ وَإِذَا مَا

در شما درشتی را و بدانید کہ خدا با متقایانست و چوں

تمہارے اندر سختی پائیں اور جان لو کہ اللہ متقین کے ساتھ ہے ۲ اور جب

أُنْزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَٰذِهِ

فرود آوردہ شود سورتی پس از منافقان کسے ہست کہ میگوید درحق کدام یک از شما افزون کردہ است ایں سورہ

اتاری جائے کوئی سورت تو منافقوں میں سے کچھ وہ ہیں جو کہتے ہیں تم میں سے کس کے حق میں اس سورت نے ۳

تفسیر اظہار العرفان

۱ یہ آیت طلب علم کے وجوب میں اصل ہے۔ واضح رہے کہ طلبِ علم کی دو قسمیں ہیں ایک فرضِ عین جیسے نماز، زکوۃ اور روزہ کا علم حاصل کرنا۔ اس معنی کے اعتبار سے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَىٰ كُلِّ مُسْلِمٍ یعنی علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ دوم فرضِ کفایہ جیسے حقوق، اقامت، حدود فیصلہ کرنے کے اسلامی احکام وغیرہ کا حاصل کرنا۔ طلب علم ایک ایسی فضیلت اور شرف ہے جسکے مقابلے میں کوئی عمل نہیں آسکتا ہے۔ امام ترمذی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ایسا راستہ چلے جس میں علم تلاش کرے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کی راہ چلائیگا اور بیشک فرشتے طالب علموں کی رضا کیلیے اپنے پروں کو بچھاتے ہیں اور بیشک عالم کیلیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور مچھلیاں جو سمندر میں ہیں اور بیشک عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں کے چاند کی سارے ستاروں پر اور بیشک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور بیشک انبیاء دینار اور درہم کے وارث نہیں بناتے ہیں وہ تو صرف علم کو وارث بناتے ہیں جس نے اسے [علم] کو لیا اس نے وافر حصہ لیا۔ (القرطبی)

۲ اس آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ کافروں سے جہاد کا آغاز الاقرب فالاقرب کے طریقے پر کیا جائے سکونت اور نسبی قرابت کے اعتبار سے جو کافر قریب ترین ہوں ان سے جہاد شروع کیا جائے۔ قریب ترین کافروں کو اصلاح طلبی اور شفقت کا زیادہ حق ہے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ کو سب سے پہلے اپنے قریب ترین خاندان والوں کو تبلیغ کرنے کا حکم دیا گیا اور ہجرت کے بعد بنی قریظہ، بنی نضیر اور خیبر کے یہودیوں سے جہاد کرنے کا حکم سب سے پہلے دیا گیا جب عرب سے جہاد ختم ہوگیا اور ضرورت نہ رہی تو رومیوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا گیا اس آیت میں رومیوں سے جہاد کرنے ہی کا حکم دیا گیا ہے۔ رومی شام میں رہتے تھے [اور ایران عراق میں] اور عراق کی بہ نسبت شام مدینہ سے قریب تھا۔ اس آیت کے نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ نے تبوک کی طرف رومیوں سے جہاد کرنے کیلیے خروج کیا۔ اس آیت کریمہ کے مقتضی کا لحاظ کرتے ہوئے فقہاء نے صراحت کی ہے کہ کفار کی سرحد کے قریب جو مسلمان رہتے ہوں ان پر سرحدی کافروں سے جہاد کرنا واجب ہے، اگر وہ کافی نہ ہوں اور زیادہ طاقت کی ضرورت ہو یا وہ سستی کریں اور حکم جہاد کی پرواہ نہ کریں تو ان سرحدی مسلمانوں کے متصل جو مسلمان رہتے ہوں ان پر سرحدی کافروں سے جہاد کرنا واجب ہوجاتا ہے اور ان میں بھی بقدر ضرورت طاقت نہ ہو یا سستی کی وجہ سے وہ جہاد ترک کردیں تو ان سے پیچھے والے مسلمانوں کا وہی فریضہ ہوجاتا ہے جو سستی کرنے والوں کا تھا اس ترتیب کیساتھ مشرق مغرب کے تمام مسلمانوں پر جہاد کی فرضیت ہوجاتی ہے۔ میت کی تجہیز و تکفین کا سامان مہیا کرنا اور میت کی نماز پڑھنے کا بھی یہی حکم ہے۔ (مظہری) جاننا چاہیئے کہ غلظہ [سختی] رقہ [نرمی] کی ضد ہے زجر میں سختی سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اس زجر و توبیخ کی تاثیر قوی ہوجاتی ہے چونکہ اس باب میں ہمیشہ سختی سے کام نہیں کیا جاتا ہے بلکہ کبھی نرمی سے زیادہ فائدہ حاصل ہوجاتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً اور چاہیئے کہ وہ سب تمہاری جانب سے سختی پائیں۔ (تفسیر کبیر) جاننا چاہیئے کہ سلاطین، وزراء اور وکلاء کی نسبت لشکر کی جانب ایسی ہے جیسی قلب کی نسبت اعضاء کی جانب پس دل صلاح پذیر ہوجائے تو پورا جسم درست ہوجاتا ہے پس اسی طرح جب سلاطین اور وزراء صحیح ہوجائیں تو پورا معاشرہ صحیح ہوجاتا ہے۔ (روح البیان) ۳ یعنی جب قرآن کریم کی کوئی سورت نازل ہوتی تو منافقین استہزاء کرتے کہ اب کس کے ایمان میں اضافہ ہوا ہے۔ اس آیت میں یہ اشارہ بھی ہے کہ دین سے استہزاء منافقین کی علامتوں میں سے ہے۔ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا الخ اللہ تعالیٰ منافقین کے انکار اور استہزاء کا جواب دے رہا ہے کہ جو لوگ راسخ العقیدہ ہیں انکے ایمان میں بایں صورت اضافہ ہوجاتا ہے کہ انکے اعمال کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔ (روح البیان)

اِیْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّهُمْ

ایمان را اما اہل ایمان پس بتحقیق زیادہ کردہ است در حق ایشاں ایمان را و ایشاں

ایمان کو بڑھایا ہے پس اہل ایمان تحقیق انکے حق میں ایمان کو بڑھایا اور یہی لوگ

یَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ

شادمان میشوند و اما آنانکہ در دل ایشاں بیماریست پس زیادہ کردہ است درحق ایشاں

خوش ہو رہے ہیں اور وہ لوگ جن کے دل میں بیماری ہے پس زیادہ کیا ہے ان کے حق میں

رِجْسًا اِلٰی رِجْسِهِمْ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ اَوَ لَا یَرَوْنَ

پلدیرا ہمراہ پلیدی ایشاں و مردند و ایشاں کافر بودند آیا نمی بینند

پلیدی کو انکی پلیدی کے ہمراہ اور وہ سب مرے اس حال میں کہ کافر ہی رہے۱؎ کیا وہ سب دیکھتے نہیں

اَنَّهُمْ یُفْتَنُوْنَ فِیْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَیْنِ ثُمَّ لَا

کہ ایشاں عقوبت کردہ میشوند در ہر سال یکبار یا دو بار باز نمی

کہ وہ سب آزمائے جاتے ہیں ہر سال ایک بار یا دو بار پھر

یَتُوْبُوْنَ وَ لَا هُمْ یَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَ اِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ

کنند توبہ و نہ ایشاں پند میگیرند و چوں فرو آورد شود سورتی

توبہ نہیں کرتے ہیں اور نہ وہ سب نصیحت حاصل کرتے ہیں۲؎ اور جب اتاری جائے کوئی (ایسی) سورت

نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ ؕ هَلْ یَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ

کہ در وی بیان نفاق ایشاں باشد نظر کند بعض ایشاں ببعضے از جہت شرمندگی و گوید ایا نمی بیند ہیچ کس شمارا

جن میں انکے نفاق کا بیان ہو تو ایک دوسرے کو ندامت کیساتھ دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کیا تمہیں کوئی شخص دیکھتا تو نہیں ہے

انْصَرَفُوْا ؕ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

پس باز گردند باز گردانیدہ است خدا دل ایشانرا بسبب آنکہ ایشاں گروہی ہستند کہ نمی دانند

اسکے بعد پھرے اللہ نے انکے دلوں کو پھیر دیا ہے اس سبب سے کہ وہ سب ایسے گروہ ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے ہیں۳؎

۱؎ مرض بمعنی بیماری لیکن یہاں اس سے شک اور نفاق مراد ہے' رجس بمعنی گندگی لیکن یہاں اس سے کفر مراد ہے یعنی پہلے وہ سابق میں نازل شدہ آیات و سور کے منکر تھے اور اب اس جدید سورت کے منکر بھی ہو جاتے ہیں اس طرح کفر بالائے کفر ہو جاتا ہے۔ کفر کی حالت پر مرنے کی صراحت اس لئے فرمائی کہ ایمان ایک خدا داد چیز ہے آیت کا کام ایمان بخشی نہیں' اللہ تعالیٰ ایمان نہ دے تو آیات غیر مفید ہوتی ہیں۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے [ایمان مرکب ہے اس لئے اجزا میں کمی بیشی ہوتی ہے] حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں میں سے کسی ایک یا دو آدمیوں کا ہاتھ پکڑ کر فرماتے تھے آؤ ہم اپنا ایمان بڑھائیں [اسکا مطلب یہ تھا کہ اگر کوئی جدید آیت یا سورت نازل ہوئی تو اسکو چل کر سنیں تا کہ ہمارے ایمان میں اضافہ ہو] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دل کے اندر ایمان ایک سفید نقطہ کی شکل میں نمودار ہوتا ہے جتنا ایمان بڑھتا ہے اتنی ہی سفیدی بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ پورا دل سفید ہو جاتا ہے اور نفاق سیاہ نقطہ ہے پھر جتنا نفاق بڑھتا ہے سیاہی بھی بڑھتی ہے یہاں تک کہ پورا دل کالا ہو جاتا ہے۔ خدا کی قسم اگر تم مؤمن کا دل چیر کر دیکھو گے تو اسکو سفید پاؤ گے اور اگر منافق کا دل چیر کر دیکھو گے تو اسکو سیاہ پاؤ گے۔ (مظہری) مرضِ ظاہر انسان کو جسم کی ہلاکت کی جانب لے جاتا ہے اور مرضِ باطن روح کی ہلاکت کی جانب لے جاتا ہے اس لئے ہر ایک کیلئے معالج چاہیئے [نفاق مرض باطن ہے] (روح البیان)

۲؎ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قحط اور شدت سے آزماتا ہے حضرت عطیہ فرماتے ہیں کہ امراض اور بھوک سے آزماتا ہے۔ حضرت قتادہ' حسن اور مجاہد کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انھیں نبی ﷺ کیساتھ جہاد کرا کے آزماتا ہے اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے وعدۂ نصرت کو بھی دیکھ سکتے ہیں۔ (القرطبی) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انھیں سال میں ایک مرتبہ یا دو مرتبہ بیمار کرکے آزماتا ہے پھر بھی یہ لوگ نفاق سے توبہ نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں جس طرح مؤمن مرض سے نصیحت حاصل کرتے ہیں پس مؤمن بیماری کے سبب اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اس لئے مؤمن کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور خوفِ الٰہی میں بھی۔ جو مزید نعمت اور رحمت کا سبب ہوتا ہے۔ (تفسیر کبیر) ۳؎ یعنی جب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں قرآن اترتا تو یہ لوگ حیرت سے ایک دوسرے کی جانب دیکھتے تھے کہ کہیں انکے نفاق کو ظاہر نہ کر دیا گیا ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "انصرنا من الصلاۃ" کہنا ہے اس لئے کہ ایک قوم پھری تو اللہ تعالیٰ نے انکے قلوب پھیر دیئے' ہاں یہ کہنا چاہیئے کہ "قضینا الصلاۃ" یعنی ہم نے نماز ادا کی۔ (القرطبی) صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ الخ ہمارے اصحاب نے دلیل قائم کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ایمان سے پھیر دیا اور روک دیا اور یہ اس باب میں صحیح ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں گمراہ کیا۔ سوال: وَ اِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سورۃ دو مرتبہ ہے اسکی کیا وجہ ہے؟ جواب: پہلی جگہ یہ بتانا مقصود ہے کہ جب کوئی سورت اترتی ہے تو منافقین استہزاء کے طور پر ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ اس سورت کے نزول سے تم میں سے کس کے ایمان میں اضافہ ہوا ہے دوسری جگہ یہ بتانا مقصود ہے کہ جب کوئی سورت اترتی ہے تو منافقین ایک دوسرے کی جانب حیرانگی سے دیکھتے ہیں کہ کہیں ہمارے نفاق کو ظاہر نہ کر دیا گیا ہو اور راہِ فرار طلب کرتے ہیں۔ اس لئے فرمایا گیا ثُمَّ انْصَرَفُوْا یعنی پھر وہ لوگ پھرتے ہیں مراد اس سے یہ ہے کہ وہ لوگ وحی کی جگہ اور قرآن پاک سننے کی جگہ سے فرار ہونا چاہتے ہیں کیونکہ اگر وہ لوگ اپنی جگہ قائم رہیں گے تو اظہارِ نفاق پر انھیں مسلمانوں کا سامنا کرنا پڑیگا۔ (تفسیر کبیر)

لَقَدْ جَاۤءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا

اے مسلمانان آمده است بشما پیغمبری از قبیله شما دشوار است بروی

اے مسلمانو! تمہارے پاس ایک رسول تشریف لائے ہیں تمہارے قبیلہ سے دشوار ہے ان پر

عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾

رنج شما حریص است بر ہدایت شما بمسلمانان بخشائندہ مہربان است

تمہاری تکلیف' حریص ہیں تمہاری ہدایت پر مسلمانوں پر شفقت فرمانے والے مہربان ہیں!۱

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ عَلَيْهِ

پس اگر باز گردند بگو بس است مرا خدا ہیچ معبود نیست بجزوی بروی

پس اگر اعراض کریں تو فرما دیجئے میرے لئے اللہ کافی ہے نہیں ہے کوئی معبود اسکے سوا' اسی پر

تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾

توکل کردم و او خداوند عرش بزرگ ست

میں نے بھروسہ کیا اور وہی بڑے عرش کا مالک ہے ۲

سُوْرَةُ يُوْنُسَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّتِسْعُ اٰيَاتٍ وَّاَحَدَ عَشَرَ رُكُوْعًا

سورہ یونس مکی ہے اور اس میں ایک سو نو آیات اور گیارہ رکوع ہیں ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بنام خدای بخشایندہ مہربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والا مہربان (ہے)

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ﴿۱﴾ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا

این آیتہاے کتاب با حکمت است آیا عجبی شد مردمانرا کہ

یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں ۴ کیا تعجب ہوا لوگوں کو کہ

۱ جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کی پانچ صفات بیان کی ہے۔ پہلی صفت: مِنْ اَنْفُسِكُمْ یعنی آپ عرب کے اعلیٰ خاندان میں سے آئے۔ دوسری صفت: عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ۔ اس نبی ﷺ پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تیسری صفت: حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ یعنی تمہارے ایمان کے حریص ہیں۔ چوتھی صفت اور پانچویں صفت: بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ یعنی یہ نبی ﷺ مؤمنین پر روف اور رحیم ہیں۔ (تفسیر کبیر) حضرت زید بن ثابت ؓ سے روایت ہے کہ یمامہ والوں سے جب مسلمان جنگ آزمائی کر رہے تھے تو حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے مجھے طلب فرمایا۔ اسوقت آپکے پاس حضرت عمر ؓ بھی موجود تھے پس حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ حضرت عمر میرے پاس آئے اور کہا کہ جنگِ یمامہ شدت اختیار کر گئی ہے لہذا مجھے یہ خدشہ لاحق ہو گیا ہے کہ مختلف مقامات پر کہیں قاری حضرات شہید نہ ہو جائیں اگر خدانخواستہ ایسا ہوا تو قرآن پاک کا اکثر حصہ ضائع ہو جائیگا لہذا میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن پاک کو جمع کروالیں۔ حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے فرمایا کہ اس پر میں نے حضرت عمر کو جواب دیا کہ میں وہ کام کس طرح کروں جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا۔ حضرت عمر مجھے اپنے ساتھ متفق کرنے پر برابر زور لگاتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کیلئے میرا سینہ کھول دیا اور میں بھی حضرت عمر کی رائے سے متفق ہو گیا۔ حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ حضرت عمر اس دوران میں انکے پاس چُپ چاپ بیٹھے رہے۔ حضرت ابو بکر نے [مجھ سے] فرمایا کہ تم نوجوان اور عقلمند آدمی ہو نیز تمہارے اوپر ہمیں اعتماد بھی بہت ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ پر کوئی وحی اترتی تو اسے تم لکھا کرتے تھے لہذا قرآن پاک کے جمع کرنے کا کام تم انجام دو۔ خدا کی قسم اگر ایک پہاڑ کو دوسرے کی جگہ منتقل کرنے کا مجھے حکم دیا جاتا تو قرآن پاک کو جمع کرنے سے وہ کام میرے لئے بھاری نہ ہوتا پھر میں نے کہا کہ آپ دونوں حضرات وہ کام کیوں کرتے ہیں جو نبی ﷺ نے نہیں کیا۔ اس پر حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا کہ خدا کی قسم یہ کام بہتر ہے پس برابر میں انھیں اپنے ساتھ متفق کرنے پر زور لگاتا رہا یہاں تک کہ اس کیلئے اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی کھول دیا جس طرح حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے سینے کھول دیئے تھے پس میں اس کام کیلئے کمر ہمت باندھ کر کھڑا ہو گیا اور قرآن پاک کی تلاش شروع کر دی پس اسے ہڈی' کھال' کھجور کی شاخ کے پٹھے اور لوگوں کے سینوں سے لیکر جمع کیا یہاں تک کہ مجھے سورہ توبہ کی آیتیں حضرت خذیمہ سے ملیں انکے علاوہ اور کسی کے پاس نہ تھیں یعنی لَقَدْ جَاۤءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ سے آخری سورت تک الخ۔ (بخاری) ۲ یعنی کفار پر جو اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اگر یہ لوگ اسکا انکار کریں تو آپ کہیئے "حسبی اللہ" حضرت ابو درداء ؓ فرماتے ہیں کہ جو سات مرتبہ صبح وشام حَسْبِيَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اسکے مہم کیلئے کافی ہو گا خواہ وہ صادق ہو یا کاذب۔ (القرطبی) ۳ سورہ یونس مکی ہے سوائے تین آیات کے یعنی فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ سے آخر تک' اس میں ۵۵۶۷ حروف' ۱۸۳۲ کلمات اور ۱۰۹ آیات ہیں۔ (غرائب القرآن) ۴ یعنی جسکا ذکر کتاب حکیم میں جاری ہے۔ حضرت مجاہد اور قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد توریت' انجیل اور کتب متقدمہ ہیں لیکن اس سے یہاں قرآن مراد لینا اولیٰ ہے اور درستگی کے زیادہ قریب ہے۔ اس لئے کہ جو ذکر آگے آ رہا ہے وہ کتب متقدمہ میں نہیں ہے' اور اس لئے بھی کہ حکیم قرآن کی صفت واقع ہوا ہے اور اسکی دلیل یہ ہے الٓرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ۔ واضح رہے کہ یہاں حکیم بمعنی محکم ہے یعنی حلال' حرام' حدود اور احکام بیان کرنے میں یہ کتاب محکم ہے' کہا گیا ہے کہ یہاں حکیم بمعنی حاکم ہے یعنی حلال اور حرام کے نافذ کرنے والی کتاب اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے والی' حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ قرآن محکم اس اعتبار سے ہے کہ یہ ہر باطل سے جدا ہے' اس میں کذب نہیں ہے اور نہ اس میں اختلاف ہے۔ (القرطبی)

أَنْ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ رَجُلٍ مِّنْهُمْ أَنْ أَنذِرِ النَّاسَ وَ

وحی فرستادیم بسوے مردے از ایشاں کہ بیم کن مردمان و

ہم نے ان میں سے ایک مرد کی جانب (یہ) وحی بھیجی کہ ڈراؤ لوگوں کو اور

بَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوٓا أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِندَ رَبِّهِمْ ۗ

بشارت دہ مسلمانانرا بآنکہ ایشانرا ہست پایۂ درست نزد پروردگار ایشان

بشارت دو مسلمانوں کو کہ انکے لئے صدق کا رتبہ ہے انکے رب کے نزدیک

قَالَ الْكَافِرُونَ إِنَّ هَٰذَا لَسَاحِرٌ مُّبِينٌ ۝٢ إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ

گفتند کافراں ہر آئنہ ایں شخص جادوگر آشکارا است ہر آئنہ پروردگار شما خدا است

کافروں نے کہا بیشک یہ شخص کھلا جادو گر ہے ١ بیشک تمہارا رب اللہ ہے

الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ

آنکہ آفرید آسمانہا و زمین در ہفت روز باز

جس نے پیدا آسمانوں اور زمین کو سات روز میں پھر

اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۖ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ ۖ مَا مِن شَفِيعٍ

مستقر شد بر عرش تدبیر میکند کار را نیست ہیچ شفاعت کنندہ

عرش پر مستقر ہوا تدبیر فرماتا ہے کام کی نہیں ہے کوئی شفاعت کرنے والا

إِلَّا مِن بَعْدِ إِذْنِهِ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ أَفَلَا

مگر بعد دستوری وی ایں است خدا پروردگار شما پس پرستید او را ایا

مگر اسکی اجازت کے بعد یہ ہے اللہ تمہارا رب پس اسکی عبادت کرو کیا

تَذَكَّرُونَ ۝٣ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا ۖ وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا ۚ إِنَّهُ

پند نمیگیرید بسوے اوست رجوع شما ہمہ یکجا وعدہ کردہ است خدا وعدہ درست ہر آئنہ دی

تم نصیحت حاصل نہیں کرتے ہو٢ اسی کی جانب تم سب کو لوٹنا ہے اللہ نے سچا وعدہ کیا ہے بیشک وہی

تفسیر اظہار العرفان

١ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو رسول بنا کر مبعوث فرمایا تو اہل عرب نے یا ان میں سے بعض انکار کرنے والوں نے آپکی نبوت سے انکار کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ اس سے بالاتر ہے کہ اسکا رسول ایک بشر ہو۔ اس پر یہ آیت اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اور وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا [یوسف آیت نمبر ١٠٩ اور نحل آیت نمبر ٤٣] نازل فرمائیں پھر جب حج کا موسم آیا تو کہنے لگے کہ بشر ہی کو اللہ تعالیٰ کا رسول ہونا تھا تو آپکی بجائے دوسرے لوگ رسالت کے زیادہ حقدار تھے کیوں نہ یہ قرآن دو شہروں میں سے کسی بڑی شخصیت پر نازل ہوا؟ وہ کہتے تھے کہ نبوت کسی ایسے آدمی کو ملنی چاہیئے تھی جو حضرت محمد ﷺ سے زیادہ معزز ہو اور اس سے انکی مراد تھی مکہ میں سے ولید بن مغیرہ اور طائف میں سے مسعود بن عمرو ثقفی، ان لوگوں کی تردید میں آیت اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَةَ رَبِّكَ [زخرف آیت نمبر ٣٢] نازل ہوئی (لباب النقول فی اسباب النزول) اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے "منزل صدق" مراد ہے۔ حضرت یمان کہتے ہیں کہ "ایمان صدق مراد ہے"۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ فرشتوں کی دعوت مراد ہے۔ حضرت حسن قتادہ کہتے ہیں کہ قدم صدق سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں اس لیے کہ آپ اطاعت کرنے والوں کی شفاعت فرمائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ سے "قدم صدق" کا مفہوم پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ میری شفاعت ہے جسکے توسل سے تم اپنے رب کے پاس جاؤ گے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مقام محمود پر مقدم ہونگے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ امت قبروں سے نکلنے اور جنت میں داخل ہونے میں مقدم ہوگی جیسا کہ ارشاد ہے "ہم [آنے میں] آخرین امت ہیں لیکن قیامت میں سابقین ہونگے"۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یہ سعی سے کنایہ ہے یعنی وہ سعی جو انسان عمل صالح کیلئے کرتا ہے۔ (القرطبی) ٢ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ. سلف سے خلف تک تمام اہل سنت کا بالاتفاق عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام جسمانی صفات اور حدوث کے عوارض سے پاک ہے لیکن اس آیت اور اسی جیسی دوسری آیات [جس میں صفات جسم کیساتھ اللہ تعالیٰ کا اتصاف ظاہر کیا گیا ہے] بظاہر اہل سنت کے مسلک اور عقیدے کے خلاف نظر آتی ہے اس شبہ کو دور کرنے کیلئے دو جواب دیئے گئے ہیں (١) اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ عرش جو سب سے اعلیٰ و بالا مخلوق ہے جب اللہ تعالیٰ اس پر غلبہ رکھتا ہے تو دوسری مخلوق پر اللہ تعالیٰ کا تسلط بدرجہ اولیٰ ظاہر ہے پس ساری مخلوق اسکے زیر تسلط ہے۔ [گویا کہ استوی بمعنی تسلط ہوگا اور یہ معنی کلام عرب میں کثرت سے پایا جاتا ہے جیسے کسی شاعر کا ایک شعر ہے قَدِ اسْتَوٰى بَشَرٌ عَلَى الْعِرَاقِ * مِنْ غَيْرِ سَيْفٍ وَدَمٍ مُهْرَاقٍ ترجمہ: بشر نے بغیر تلوار چلائے اور خون بہائے عراق پر تسلط کر لیا] (٢) سلف صالحین کا مسلک اہل تاویل کے مسلک کے خلاف ہے تمام علمائے سلف کا قول ہے کہ اس قسم کی آیات کے ظاہر پر ایمان لانا واجب ہے انکی تنقیح اور موشگافیوں سے اجتناب لازم ہے انکی حقیقت کے علم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا لازم ہے۔ امام مالک بن انس نے فرمایا کہ استوی [کا حقیقی ترجمہ] مجہول نہیں، اسکی کیفیت معلوم نہیں اور کیفیتِ استوی کو دریافت کرنا بدعت ہے۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے نہ کہ زمین میں۔ آپکا یہ قول بھی مشہور ہے کہ جس نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ میرا رب آسمان میں ہے یا زمین میں وہ کافر ہو گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر اپنے آسمان میں ہے وہ جیسا چاہتا ہے اپنی مخلوق کے قریب ہوتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے اترتا ہے۔ ایسا ہی قول امام احمد بن حنبل کا بھی ہے۔ بغوی نے کہا کہ اہل سنت کے مطابق استوی علی العرش اللہ تعالیٰ کی صفت ہے بلا کیف۔ اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ صوفیا میں سے ابوبکر شبلی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے حکم دیتا ہے اور فیصلہ نافذ کرتا ہے۔ (مظہری)

يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

اول بار کند آفرینش را باز دیگر کندش تا جزا دہد آنانرا کہ ایمان آوردہ اند و کارہاے

پہلی بار بناتا ہے پھر اسکو (فنا کے بعد) دوبارہ بنائیگا تا کہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے

الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ

شایستہ کردہ اند بانصاف و آنانکہ کافر شدند ایشانرا ست آشامیدنی از

انصاف کے ساتھ بدلہ دے اور وہ لوگ جو کافر ہوئے ان کیلئے

حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝۴ هُوَ الَّذِيْ

آب گرم و عقوبت درد دہندہ بسبب آنکہ کافر بودند او آنست

گرم پانی اور تکلیف دینے والا عذاب ہے بسبب اس کے کہ وہ سب کافر تھے ا وہی ہے

جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ

کہ ساخت آفتاب را درخشندہ و ماہ را روشن و معین کرد برائے ماہ منزلہا را

جس نے سورج کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو روشن اور چاند کیلئے منازل معین کئے

لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ

تا بدانید شما را سالہا و تا بدانید حساب را نیافریدہ است خدا ایں را

تا کہ تم سالوں (کی گنتی) جانو اور تا کہ تم حساب جانو' اللہ نے اسے پیدا نہیں کیا

اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝۵ اِنَّ فِيْ

مگر بتدبیر درست بیان میکند نشانہا برائے گروہیکہ میدانند ہر آئنہ در

مگر درست تدبیر کے ساتھ' بیان فرماتا ہے نشانیوں کو ایسے گروہ کیلئے جو جانتے ہیں ۲ بیشک

اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ

آمد و رفت شب و روز و در آنچہ آفریدہ است خدا در آسمانہا

رات اور دن کے آنے اور جانے میں اور اس میں جسے اللہ نے پیدا کیا ہے آسمانوں میں ۳

۱ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا' پھر موت دیگا پھر حساب کیلئے زندہ فرمائیگا' یا اسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پانی سے پیدا کیا پھر اسے ایک حال سے دوسرے حال کی جانب لوٹاتا ہے۔ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ یعنی انکے کفر کے سبب' قریش کے بڑے لوگ اس بات کا اعتراف کرتے تھے کہ انکا خالق اللہ تعالیٰ ہے اس لئے ان پر حجت قائم کی گئی کہ جو تمہیں اول مرتبہ پیدا کرنے پر قادر ہے وہ دوبارہ تمہیں زندہ کرنے پر بھی قادر ہے اگرچہ تمہارے اجزاء زمین میں بکھر ہی کیوں نہ گئے ہوں۔ (القرطبی) جاننا چاہیئے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے پس اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے خلق کو دوبارہ لوٹائیگا تا کہ انسان نے دنیا میں جو کچھ بویا ہوگا وہی کاٹے گا پس جس نے خیر بویا ہوگا وہ سلامت کاٹے گا اور جس نے شر بویا ہوگا وہ ندامت کاٹے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ زقوم کا اگر ایک قطرہ ڈال دیا جائے تو پوری زمین کڑوی ہو جائیگی اور اہل زمین کی معیشت تباہ ہو جائیگی پس آپ غور کریں کہ جہنم میں جنکی خوراک زقوم ہو اور جنکا پینا گرم پانی ہو انکا کیا حال ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب بندہ چالیس سال کا ہو جاتا ہے اور اسوقت تک اسکا خیر اسکے شر پر غالب نہیں آتا ہے تو شیطان اسکی دونوں آنکھوں کے درمیان بیٹھ کر کہتا ہے کہ میں اس چہرہ پر فدا ہو گیا اس لئے یہ کبھی فلاح نہیں پائیگا۔ (روح البیان)

۲ یعنی ذاتِ ضیاء روشنی والا اور چاند کو نور والا بنایا۔ نور کا لفظ معنی کے اعتبار سے ضوء سے عام ہے۔ نور کا اعلیٰ مرتبہ ضوء ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ براہِ راست روشنی کو ضوء اور بالواسطہ روشنی کو نور کہتے ہیں [چاند کا نور چونکہ آفتاب کا عکس پڑنے سے حاصل ہوتا ہے اس لئے شمس کیساتھ ضیاء اور قمر کیساتھ نور کا لفظ آیا ہے] (مظہری) کہا گیا ہے کہ پھل سورج کی روشنی میں پکتے ہیں' چاند کی روشنی سے رنگ لیتے ہیں اور ستاروں سے ذائقہ لیتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ اے عیسیٰ! تو لوگوں کیلئے زمین میں حلم کی طرح ہو جا' سخاوت میں جاری پانی کی طرح اور رحمت میں سورج اور چاند کی طرح' اس لئے کہ یہ دونوں ہر نیک اور فاجر پر طلوع ہوتے ہیں۔ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورج کو جمیع طبائع پر سلطان بنایا ہے خواہ وہ طبائع نباتیہ ہوں یا معدنیہ یا حیوانیہ' اسی طرح کوئی سبزہ نہیں اگتا ہے اور نہ کوئی پھل نکلتا ہے اور نہ ہی اس عالم میں کوئی طعم اور لذت ہے مگر ان تمام کی سورج واحد قہار کے حکم سے پرورش کرتا ہے۔ (روح البیان) وَقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ یعنی چاند اور سورج میں سے ہر ایک کی منازلِ سیر مقرر کر دیں یا ہر ایک کو منزل والا بنایا۔ صرف چاند کی منازل کا تذکرہ اس لئے کیا کہ سیر قمر کی منزلیں نظروں کے سامنے ہیں اس کے علاوہ روزہ' زکوۃ حج وغیرہ کے احکام اسی کی رفتار سے وابستہ ہیں۔ (مظہری) ۳ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ رات افضل ہے یا دن' امام نیشاپوری کہتے ہیں کہ رات افضل ہے اس لئے کہ اس میں راحت ہے اور راحت جنت سے ہے اور دن میں مشقت ہے اور مشقت جہنم سے ہے' رات فراش اور وصال کا حصہ ہے اور دن لباس اور فراق کا حصہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ دن افضل ہے اس لئے کہ محل نور ہے اور رات محل ظلام ہے۔ حضرت علی ﷺ سے مروی ہے کہ جس نے علمِ نجوم کو قرآن سے اقتباس کیا تو تحقیق اس نے ایمان اور ایقان کو زیادہ کیا پھر آپ نے یہی آیت تلاوت کی۔ فقیر [علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ] کہتا ہے کہ یہ اس علمِ نجوم کے سیکھنے کی جانب نسبت ہے جس سے آیاتِ سماویہ کی معرفت کی جانب توسل ہو۔ رہا نبی ﷺ کا یہ فرمان کہ "جس نے علمِ نجوم سے اقتباس کیا تو تحقیق اس نے جادو کا ایک حصہ اقتباس کیا"۔ اس سے مراد وہ علمِ نجوم ہے جسکا جاننے والا آنے والے حوادث کے جاننے کا دعویٰ کرے جیسے بارش کا آنا' برف باری کا ہونا اور تیز ہوا وغیرہ کا چلنا۔ علمِ نجوم کے جاننے والے کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ ستاروں کی چال اور اقتران سے حاصل ہوتے ہیں۔ وہ چیز جسکا ادراک علمِ نجوم سے مشاہدہ کے طریقے پر لیا جاتا ہو مثلاً زوال کا وقت' قبلہ کی جہت اور دن کتنا گذر گیا اور کتنا باقی ہے یہ سب نہی میں داخل نہیں ہیں۔ (روح البیان)

وَالۡاَرۡضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّتَّقُوۡنَ ۝٦ اِنَّ الَّذِيۡنَ لَا يَرۡجُوۡنَ

وزمین نشانہا ست گروہیرا کہ پرہیزگاری کنند ہر آئنہ آنانکہ امید ندارند

اور زمین میں نشانیاں ہیں ایسے گروہ کیلئے جو ڈرتے ہیں بیشک وہ لوگ جو امید نہیں رکھتے ہیں

لِقَآءَنَا وَرَضُوۡا بِالۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَاطۡمَاَنُّوۡا بِهَا وَالَّذِيۡنَ

ملاقات مارا و خشنود شدہ اند بزندگانی دنیا و آرام گرفتہ اند باں و آنانکہ

ہمارے ملاقات کی اور خوش ہو گئے دنیا کی زندگی پر اور اس سے مطمئن ہو گئے اور وہ لوگ جو

هُمۡ عَنۡ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوۡنَ ۝٧ اُولٰٓئِكَ مَاۡوٰٮهُمُ النَّارُ بِمَا

از نشانہائے ما بیخبرانند ایں جماعت جاے ایشاں دوزخ است بسبب آنچہ

ہماری نشانیوں سے بے خبر ہیں [1] یہ (وہ) جماعت ہے جنکا ٹھکانا دوزخ ہے اس سبب جو

كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ ۝٨ اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

میکردند ہر آئنہ آنانکہ ایمان آوردہ اند و کارہائے شایستہ کردہ اند

عمل کرتے تھے [2] بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک کام کئے

يَهۡدِيۡهِمۡ رَبُّهُمۡ بِاِيۡمَانِهِمۡ‌ۚ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهِمُ الۡاَنۡهٰرُ

راہنماید ایشانرا پروردگار ایشاں بسبب ایمان ایشاں میرود زیر ایشاں جوبہای

انکا رب انھیں انکے ایمان کے سبب راستہ دکھائیگا (ایسے) نعمت کے باغوں کی طرف

فِىۡ جَنّٰتِ النَّعِيۡمِ ۝٩ دَعۡوٰٮهُمۡ فِيۡهَا سُبۡحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ

در بوستانہاء نعمت دعاے ایشاں آنجا سبحنک اللھم باشد و

جنکے نیچے نہریں جاری ہونگیں [3] انکی دعا اس جگہ سُبۡحٰنَكَ اللّٰهُمَّ ہوگی اور

تَحِيَّتُهُمۡ فِيۡهَا سَلٰمٌ‌ۚ وَاٰخِرُ دَعۡوٰٮهُمۡ اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ

دعائے خیر ایشاں بایکدیگر سلام بود و نہایت دعاے ایشاں ایں است کہ حمد خدا راست پروردگار

انکا دعائے خیر ایک دوسرے کو سلام ہو گا اور انکی آخری دعا یہ ہے کہ تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو [4]

تفسیر اظہار العرفان

[1] جب اللہ تعالیٰ دلائلِ قاہرہ سے اپنی الوہیت قائم کر چکا اور معاد، حشر و نشر کے قول کو ثابت کر چکا تو اب ان لوگوں کے احوال کو بھی بیان فرما رہا ہے جو ان چیزوں پر ایمان نہیں رکھتے ہیں پس ان کافرین کے احوال آیت میں موجود ہیں اور ان کافروں کو چار صفات سے متصف فرمایا۔ پہلی صفت: وَرَضُوۡا بِالۡحَيَاةِ الدُّنۡيَا. جاننا چاہیئے کہ پہلی صفت میں اس جانب اشارہ تھا کہ انکا دل لذاتِ روحانیہ کی طلب سے خالی ہے اور معارف روحانیہ کی سعادت کے حصول سے محروم ہیں اور اب دوسری صفت میں اس جانب اشارہ ہے کہ لوگ لذات جسمانیہ کی طلب میں مستغرق ہیں۔ تیسری صفت: وَاطۡمَاَنُّوۡا بِهَا: سعداء کی صفات میں سے ہے کہ جب انکے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان پر خوف اور خشیت کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے جیسا کہ ارشاد ہے اَلَّذِيۡنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ یعنی وہ لوگ کہ جب انکے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو انکے قلوب ڈر جاتے ہیں پھر انھیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے طمانیت حاصل ہوتی ہے جیسا کہ ارشاد ہے وَتَطۡمَئِنُّ قُلُوۡبُهُمۡ بِذِكۡرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكۡرِ اللّٰهِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ یعنی اور اللہ کے ذکر سے انکے قلوب مطمئن ہوتے ہیں سنو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو قرار ملتا ہے۔ اسکے برعکس اشقیاء کو جب دنیا سے قرار ملتا ہے اور جب یہ دنیا کی لذت میں مشغول ہوتے ہیں تو انھیں قرار ملتا ہے اس لئے انکے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاطۡمَاَنُّوۡا بِهَا. پس طمانیت کی حقیقت یہ ہے کہ دلوں سے خوف نکل جائے جب ان کافروں کو ڈرایا جاتا ہے تو انکا دل ڈرتا نہیں ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے وقت میتہ کی طرح ہو جاتے ہیں، چوتھی صفت: هُمۡ عَنۡ اٰيٰتِنَا غَافِلُوۡنَ مراد اس سے یہ ہے کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی لقا سے منہ موڑا۔ (تفسیر کبیر) [2] جاننا چاہیئے کہ جب ان کافروں کی چار صفات بیان کی گئی تو اب انکا ٹھکانا بیان کیا جا رہا ہے۔ نیران [آگ] کی دو قسمیں ہیں ایک وہ آگ جسکی گرمی ہم اپنے جسم پر محسوس کرتے ہیں اور طبیعت اس سے بھاگتی ہے اس نار کا اقرار واجب ہے کیونکہ یہ دلائل سے ثابت ہے کہ جنت اور نار حق ہے۔ دوسری قسم نار روحانیہ عقلیہ ہے اسکی صورت یہ ہے کہ جب انسان کسی چیز سے شدید محبت کرنے لگتا ہے پھر وہ چیز ضائع ہو جاتی ہے کہ اسکا حصول ممکن نہیں رہتا تو اس عمل کی وجہ سے اسکا دل اور باطن جل رہا ہوتا ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ان کافروں کیلئے دونوں طرح کی آگ ہے جس میں یہ جلتے رہیں گے۔ (تفسیر کبیر) [3] حضرت روق کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انھیں انکے ایمان کے سبب جنت کا راستہ دکھائیگا۔ حضرت عطیہ کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں ثواب اور بدلہ عطا فرمائیگا۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پل صراط پر ایک نور عطا فرمائیگا جسکی روشنی میں وہ چل کر جنت میں جائیگا۔ اسکی تائید نبی ﷺ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا: مؤمن کا عمل اچھی صورت میں ہوگا جس سے مؤمن مانوس ہوگا اور وہ مؤمن کی رہنمائی کریگا جبکہ کافر کا عمل بری صورت میں ہوگا جس سے وہ وحشت محسوس کریگا اور وہ اسے گمراہ کریگا۔ حضرت ابن جریج کہتے ہیں کہ مؤمن کا عمل اس کیلئے ہادی ہوگا۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ يَهۡدِيۡهِمۡ کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائیگا۔ (القرطبی) [4] دَعۡوَاهُمۡ کا مطلب ہے کہ انکی دعا یعنی جنت میں اہلِ جنت اپنی دعا میں سُبۡحَانَكَ اللّٰهُمَّ کہیں گے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اہل جنت جب کسی چیز کا سوال کرینگے تو اپنے سوال کو لفظِ تسبیح سے شروع کرینگے اور حمد پر ختم کرینگے۔ کہا گیا ہے کہ جب اہل جنت کے پاس سے پرندہ اڑ کر جائیگا اور اہل جنت اسے چاہیں گے تو سُبۡحَانَكَ اللّٰهُمَّ کہیں گے پس فرشتہ اس پرندہ کو لیکر حاضر ہو جائے گا پھر جب اسے کھالیں گے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرینگے۔ مسئلہ: مستحب ہے کہ دعا کے آخر میں ایسے کلمات ہوں جن میں حمد کے الفاظ ہوں اور بہتر ہے کہ سورہ والصافات کی آخری تین آیات پڑھی جائیں کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی تنزیہ ہے، مرسلین پر سلام ہے اور اختتام الحمد للہ رب العالمین پر ہے۔ (القرطبی)

الْعٰلَمِيْنَ ⑩ وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ

عالمہا اگر زود رساندی خدا مردمانرا سختی مانند آنکہ زودی می طلبند

سارے جہان کا رب ہے اور اگر اللہ لوگوں کیلئے سختی جلدی بھیجتا جیسے وہ جلدی طلب کرتے ہیں

بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ۭ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ

نعمت را بانجام رسانیدہ شدی درحق ایشاں اجل ایشاں پس میگذاریم آنانرا کہ امید

نعمت کو تو انتہا کو پہنچ جاتی انکے حق میں انکی اجل پس ہم چھوڑتے ہیں ان لوگوں کو جو امید نہیں رکھتے ہیں

لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ⑪ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ

ملاقات ما ندارند سرگرداں شدہ در بیراہی خویش و چوں برسد رنج بآدمے

ہماری ملاقات کی کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں [1] اور جب کسی آدمی کو تکلیف پہنچتی ہے

الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآىِٕمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا

دعا کند بجناب ما خفتہ بر پہلو خود یا نشستہ یا ایستادہ پس آنگاہ کہ برداشتیم

تو ہماری بارگاہ میں اپنے پہلو پر لیٹے یا بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر دعا کرتا ہے پس جب ہم اٹھا دیتے ہیں

عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ۭ كَذٰلِكَ

از وی رنج ویرا برود گویا نخواندہ بود ما را بدفع کردن رنجی کہ رسیدش ہمچنیں

اس سے تکلیف کو تو (ایسا) چل دیتا ہے جیسے کہ اس نے ہمیں اس تکلیف کو دور کرنے کیلئے پکارا ہی نہیں تھا جو اسے

زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑫ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ

آراستہ کردہ شد از حد گذرندگان را آنچہ میکردند و ہر آئنہ ہلاک کردہ ایم قرنہا را

پہنچی اسی طرح مزین کیا گیا حد سے گذرنے والوں کیلئے جو عمل وہ کرتے تھے [2] اور بیشک ہم نے ہلاک کیا کتنی سنگتیں

مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ

پیش از شما چوں ستم کردند و آمدند بایشاں پیغمبران ایشاں بہ نشانہاے روشن

تم سے پہلے جب انھوں نے ظلم کیا اور ان کے پاس انکے رسول روشن نشانیوں کیساتھ آئے [3]

[1] یعنی اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو عذاب دینے میں جلدی کرے جیسے وہ لوگ ثواب اور خیر طلب کرتے ہیں تو انسان ضرور ہلاک ہو جائیگا اس لیے کہ دنیا میں اسے کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ اسکا دوسرا مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انسان جن مکروہات کو نادانی کے سبب اللہ تعالیٰ سے طلب کرتا ہے اگر اللہ تعالیٰ اسکی دعا قبول کر کے اسے عطا کر دے تو انسان ضرور ہلاک ہو جائیگا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ کافر سے خاص ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ کافر کو اسکے کفر کے سبب عذاب دینے میں جلدی کرے جیسے انھوں نے دنیا طلب کرنے میں جلدی کی تو ضرور ہلاک ہو جائیگا۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ وہ نضر بن حارث کا قول ہے اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ. ”اے اللہ! اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر کی بارش برسا“ اگر اس دعا پر اللہ تعالیٰ جلدی فرماتا تو وہ سب ضرور ہلاک ہو جاتے۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ یہ ایک شخص کے بارے میں نازل ہوئی جو غصہ میں اپنے لئے، اپنے مال کیلئے اور اپنی اولاد کیلئے بد دعا کر رہا تھا کہ اَللّٰهُمَّ اَسْلَكَهٗ اَللّٰهُمَّ لَا تُبَارِكْ فِيْهِ وَالْعَنْهُ ”اے اللہ! تو اسے ہلاک کر اے اللہ تو اس میں برکت نہ دے، اے اللہ تو اس پر لعنت کر“ اگر اللہ تعالیٰ اسکی یہ دعا قبول فرما لیتا تو ضرور ہلاک ہو جاتا۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ ایسی دعا قبول ہوتی ہے یا نہیں؟ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ قبول ہو جاتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ دورانِ سفر ایک شخص نے اپنی اونٹنی کو لعنت کی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہاں ہے وہ شخص جس نے اپنی اونٹنی کو لعنت کی ہے؟ اس نے عرض کی کہ میں حاضر ہوں یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ نے فرمایا کہ اس اونٹنی کو اپنے پاس سے ہٹا دو اس لئے کہ تمہاری دعا قبول ہو گئی ہے۔ (القرطبی)

[2] اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ انسان نزولِ بلاء کے وقت قلیل البصر ہوتا ہے اور نعمت پانے کے وقت قلیل الشکر ہو جاتا ہے۔ پس جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو لیٹنے کی حالت میں، بیٹھنے کی حالت میں اور قیام کی صورت میں تضرع اور دعا کرتا ہے، پھر جب اللہ تعالیٰ اسکی تکلیف کو ہٹا دیتا ہے اور عافیت عطا کرتا ہے تو انسان شکر سے پھر منہ موڑ لیتا ہے، اس تکلیف کو بھول جاتا ہے اور ان نعمتوں کی قدر نہیں کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص چاہتا ہو کہ اسکی دعا شدت اور بلاء کے وقت قبول ہو تو اسے اس مصیبت کی گھڑی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہیئے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے مسئلہ کو چھوڑ کر میرے ذکر میں مشغول ہو جائے تو میں اسے سائلین سے بہتر عطا کرونگا جب اللہ تعالیٰ وہ مصیبت ٹال دے تو اس بندہ کیلئے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے۔ (تفسیر کبیر) كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ یعنی جس طرح مصیبت اور بلاء کے وقت دعا کرنا اور راحت و آرام کے وقت دعا سے منہ موڑ لینا ہے اسی طرح مشرکین کیلئے انکے اعمالِ کفریہ اور معاصیات کو مزین کیا۔ واضح رہے کہ یہ تزئین جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شیطان کی جانب سے ہو۔ (القرطبی) [3] اللہ تعالیٰ اہل مکہ کو امم ماضیہ کے عذاب کو یاد دلا رہا ہے یعنی جس طرح ہم نے انکی تکذیب کے سبب انھیں ہلاک کیا اس طرح ہم اس پر بھی قادر ہیں کہ محمد ﷺ کی تکذیب کرو گے تو ہم تمہیں بھی ہلاک کر دینگے، لیکن ہم تمہیں مہلت دے رہے ہیں تا کہ لوگوں میں ظاہر کر دیں کہ کون ایمان لاتا ہے اور کون انکار کرتا ہے۔ (القرطبی) جب اللہ تعالیٰ نے پہلی آیات میں یہ بیان فرمایا کہ ان مشرکین نے جو دعا کی ان میں بھلائی نہ تھی پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ وہ لوگ دعا میں بھی جھوٹے ہیں کہ تکلیف ہٹانے کی دعا کر کے ایسا بھول جاتے ہیں کہ گویا انھیں تکلیف پہنچی ہی نہ تھی۔ اب اللہ تعالیٰ اس آیت میں انکی تہدید بیان فرما رہا ہے کہ پچھلی قوموں کی طرح انھیں بھی اللہ تعالیٰ جب چاہے ہلاک کر دے، لیکن انھیں مہلت دے رہا ہے۔ یہاں ظَلَمُوْا سے مراد یہ ہے کہ ان لوگوں نے جھٹلا کر کفر کیا اور بینات سے مراد ایسے دلائل ہیں جو انبیائے کرام علیہم السلام معجزات کی شکل میں لیکر آئے۔ (تفسیر کبیر)

وَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ﴿۱۳﴾

وہرگز مستعد آں نبودند کہ ایمان آرند ہمچنیں سزا میدہیم گروہ گناہگارانرا

اور ہر گز وہ تیار نہ تھے کہ ایمان لائیں؛ اسی طرح ہم سزا دیتے ہیں گناہگار قوم کو

ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ

باز جانشین ساخیم شما را در زمین پس از ایشاں تا بہ بنیم

پھر جانشین کیا انھیں زمین میں انکے بعد تا کہ ہم دیکھیں

كَيْفَ تَعْمَلُونَ ﴿۱۴﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ ۙ قَالَ

چگونہ کار کنید و چون خواندہ شود بر ایشاں آیات ما واضح آمدہ گویند

تم کیسے کام کرتے ہو[۱] اور جب ان پر ہماری روشن آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتے ہیں

الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَا

آنانکہ امید ملاقات ما ندارند بیار قرآنی بجز ایں

وہ لوگ جو امید نہیں رکھتے ہیں ہماری ملاقات کی لاؤ کوئی قرآن اسکے سوا

أَوْ بَدِّلْهُ ۚ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ

یا تغیر کن او را بگو روا نبود مرا کہ تغیر کنمش از جانب خود

یا اسے بدل دو؛ آپ فرما دیجئے جائز نہیں ہے میرے لئے کہ میں اس میں تغیر کروں اپنی جانب سے

نَفْسِي ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ۖ إِنِّي أَخَافُ إِنْ

پیروی نمیکنم الا بآنچہ وحی فرستادہ شد بسوے من ہر آئنہ من میترسم اگر

میں پیروی نہیں کرتا ہوں مگر (اسکی) جو میری جانب وحی کی جاتی ہے بیشک میں ڈرتا ہوں اگر

عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۱۵﴾ قُلْ لَوْ شَاءَ

نافرمانی پروردگار خود کنم از عذاب روز بزرگ بگو اگر خواستی

میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بڑے دن کے عذاب سے [۲] آپ فرما دیجئے اگر

تفسیر اظہار العرفان

[۱] نظر لغت میں مرئی چیزوں کی جانب دیکھنے کو اور آنکھوں کی سیاہی کے پھرنے کو کہتے ہیں اور یہ [نظر] اللہ تعالیٰ کے حق میں علم محقق سے مستعار ہے وہ علم محقق جس میں شک و شبہ نہ ہو۔ کاشفی [لِنَنْظُرَ کا ترجمہ] یوں کرتے ہیں ''تا بہ بنیم درصورت شہادت بعد ازانکہ دانستیم درغیب شما کہ چہ گونہ عمل خواہید کرداز خیر وشر تا با شما بمقتضائے اعمال شما معاملہ کنیم ان خیرافخیر وان شرافشر'' ترجمہ: تا کہ ہم دیکھیں ظاہری صورت میں بعد اسکے کہ ہم نے تمہیں غیب میں جانا کہ کیسے تم عمل کرو گے خیر اور شر میں سے تا کہ تمہارے اعمال کے تقاضے کے مطابق تمہارے ساتھ معاملہ کروں اگر خیر کرو گے تو خیر معاملہ ہوگا اور اگر برا کرو گے تو برا معاملہ ہوگا۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اسی آیت کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا! ہمارے رب نے سچ فرمایا ہے ہمیں زمین کے خلفاء میں سے بنایا تا کہ وہ ہمارے اعمال میں سے دیکھے پس میں اپنے اعمال کو بہتر دیکھاؤنگا دن میں ہو یا رات میں خفیہ ہو یا اعلانیہ۔ (روح البیان) سوال: نظر کا لفظ اللہ تعالیٰ کیلئے کیسے جائز ہوسکتا ہے حالانکہ اس میں معنیٰ مقابلہ پایا جاتا ہے؟ جواب: یہاں نظر استعارہ ہے علم حقیقی سے یعنی وہ علم جس میں شک نہ ہو اور اس علم کو ناظر کی نظر اور معاین کے عیان سے مشابہت ہے۔ [اس لئے نظر کا لفظ آیا ہے] رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیشک دنیا میٹھی ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ تمہیں زمین میں نائب بناتا ہے تا کہ دیکھے تم کیسے عمل کرتے ہو۔ (تفسیر کبیر)

[۲] جاننا چاہئے کہ اس آیت کریمہ میں انکے تیسرے شبہ کا بیان ہے جو انھوں نے نبوت کے انکار کیلئے اپنی جانب سے پیدا کیا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کفار میں سے پانچ شخص رسول اللہ ﷺ کا استہزاء کرتے تھے اور قرآن کا بھی۔ جنکے نام یہ ہیں ولید بن مغیرہ مخزومی؛ عاص بن وائل سہمی؛ اسود بن عبدالمطلب؛ اسود بن عبدیغوث اور حارث بن حنظلہ پس ان میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے دوسرے طریقے سے قتل کیا جیسا کہ ارشاد ہے اِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ بیشک ہم اس مستہزئین کیلئے کافی ہیں جاننا چاہئے کہ ان کافرین کی جانب سے دوسرے قرآن کا مطالبہ کرنا بھی چند احتمال رکھتا ہے۔ (۱) انھوں نے استہزاء کے طور پر ایسا کہا (۲) انھوں نے ایسا ضد کے طور پر کہا یعنی انھوں نے ایسا اس لئے کہا کہ اگر محمد (ﷺ) دوسرا قرآن لے آئیں گے تو انکا جھوٹ ہونا ہمارے نزدیک مسلم ہوجائیگا اور ہمارا یہ دعوی کہ یہ قرآن خود بنا کرلاتے ہیں پایۂ ثبوت کو پہنچے گا اور ہم لوگوں کو بتائیں گے کہ یہ قرآن اپنی طرف سے بنالا کرلاتے ہیں جبھی تو ہمارے مطالبہ پر دوسرا قرآن لے آئے (۳) انھوں نے سمجھ لیا تھا کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے لیکن وہ لوگ اس قرآن کو منسوخ کرکے دوسرا قرآن لانے کا مطالبہ کررہے تھے لیکن یہ تیسری وجہ ابعدالوجوہ میں سے ہے (تفسیر کبیر) اس قرآن کے علاوہ دوسرا قرآن لانے کا مطالبہ تین وجوہ کی بناء پر تھا۔ پہلی وجہ: انھوں نے یہ مطالبہ کیا کہ اس قرآن کے وعدہ کو وعید سے اور وعید کو وعدہ سے بدل دیں اسی طرح اسکے حرام کو حلال اور حلال کو حرام سے بدل دیں یہ قول ابن جریر طبری کا ہے۔ دوسری وجہ: اس قرآن میں ہمارے بتوں کے خلاف جو مضامین ہیں اسے ہٹادیں اسی طرح وہ مضامین بھی ہٹادیں۔ جس میں ہمیں بیوقوف کہا گیا ہے۔ یہ قول ابن عیسیٰ کا۔ تیسری وجہ: انھوں نے یہ سوال کیا کہ اس قرآن میں مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کا ذکر ہے اسے ہٹادیں۔ یہ قول زجاج کا ہے۔ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ الخ انکے مطالبہ کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محبوب! آپ فرمادیجئے کہ یہ ہماری طرف سے نہیں ہے کہ میں اس میں ردوبدل کردوں بلکہ میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو ہماری جانب اتارا جاتا ہے۔ (القرطبی) یہ آیت دلالت کررہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو حکم بھی دیتے ہیں وہ وحی کے ذریعے دیتے ہیں یہ آیت اس پر بھی دلالت کررہی ہے کہ آپ اجتہاد کرکے حکم نہ دیتے تھے۔ (تفسیر کبیر)

اللهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ

خدا نخواندے آنرا برشما و خبردار نکردے شما را خدا بآں ہر آئنہ ماندہ ام

اللہ چاہتا تو میں تم پر نہ پڑھتا اور تمہیں اس سے خبردار نہ کرتا بیشک میں رہ چکا ہوں

فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٦﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ

میان شما عمری پیش از وی آیا در نمی یابید پس کیست ستمگار تر از کسیکہ

اس سے پہلے تمہارے درمیان ایک (لمبی) عمر تو کیا تم عقل نہیں رکھتے ہو؟ پس اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو

افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ

بر بندد بر خدا دروغ را یا دروغ شمرد آیات ویرا ہر آئنہ سخن اینست دستگار نمی شوند

اللہ پر جھوٹ باندھے اور اسکی آیتوں کو جھٹلائے بیشک بات یہ ہے کہ فلاح نہیں پائیں گے

الْمُجْرِمُوْنَ ﴿١٧﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ

گناہگاران و میپرستند بجز خدا چیزیرا کہ ضرر نکند ایشانرا

گناہگار ۲ اور پوجتے ہیں اللہ کے سوا ایسی چیز کو جو نہ انھیں ضرر پہنچائے

وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ

و نہ سود رساند بایشاں و میگویند ایشاں شفاعت کنندگان مااند نزدیک خدا

اور نہ انھیں فائدہ پہنچائے اور کہتے ہیں وہ سب ہماری شفاعت کرنے والے ہیں اللہ کے پاس

قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ ؕ

بگو آیا خبردار میکینید خدا را بآنچہ نمی داند در آسمان و زمین

آپ فرما دیجئے کیا تم اللہ کو اسکی خبر دیتے ہو جسکا علم نہ آسمانوں میں ہے اور نہ زمین میں ہے

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿١٨﴾ وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ

پاکی ویراست و برتر است از آنکہ شریک مقرر میکنند و نبودند مردمان مگر

پاکی ہے اسی کو اور برتر ہے اس سے جو وہ لوگ شریک ٹھہراتے ہیں ۳ اور لوگ نہ تھے مگر

۱ وحی سے پہلے چالیس سال تک رسول اللہ ﷺ مکہ میں رہے پھر وحی نازل ہوئی تو نزولِ وحی کے بعد بھی تیرہ سال تک مکہ میں ہی قیام پذیر رہے' اسکے بعد مکہ کو چھوڑ کر مدینہ کو تشریف لے گئے اور دس سال تک وہاں سکونت پذیر رہے وصال کے وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک ۶۳ سال تھی۔ محمد بن یوسف صالحی کا بیان ہے کہ تمام علماء کا اس امر پر تو اتفاق ہے کہ ہجرت کے بعد رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں دس سال قیام پذیر رہے اور وحی سے پہلے چالیس سال مکہ میں رہے لیکن اعلان نبوت کے بعد مکہ میں کتنی مدت گذری یہ اختلافی مسئلہ ہے صحیح قول یہ ہے کہ اعلانِ نبوت کے بعد تیرہ سال آپ نے مکہ میں گذارے۔ بغوی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ آغاز نبوت کے دس سال آپ مکہ میں رہے اور ساٹھ سال کی عمر میں آپکا وصال ہوا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے بھی یہی قول ثابت ہے۔ بغوی نے لکھا ہے کہ اول روایت [۶۳ سال کی عمر میں وصال فرمانا اور اعلانِ نبوت کے بعد مکہ میں تیرا سال قیام پذیر رہنا] زیادہ مشہور بھی ہے اور اوضح بھی۔ امام مسلم نے انس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال ۶۳ سال کی عمر میں ہوا' حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول ہے۔ (مظہری)

۲ یہاں استفہام بمعنی جحد [انکار] ہے یعنی اس سے بڑا ظالم کوئی نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ پر افترا کرے اور اسکے کلام کو بدل دے یا کوئی ایسا کلام جو اسکی جانب سے نہ ہو مگر یہ کہہ دے کہ اللہ کا کلام ہے' اسی طرح اس سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے جو قرآن کریم کا منکر ہو جائے۔ کہا گیا ہے کہ افترا کرنے والے مشرکین تھے اور جھٹلانے والے اہل کتاب تھے۔ (القرطبی) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے فرمایا کہ اے محبوب! آپ ان مشرکین سے فرما دیجئے جو آپکی جانب جھوٹ کی نسبت کر رہے ہیں کہ اللہ پر جھوٹ باندھنے والے سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے۔ (ابن جریر) اس سے پہلی والی آیت میں جب مشرکین نے دوسرے قرآن کا مطالبہ کیا تو آپ نے دلائل اور براہین کی روشنی میں انھیں بتایا کہ یہ قرآن میری طرف سے بنایا ہوا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ مجھ پر وحی فرماتا ہے اور میں اسکی پیروی کرتا ہوں۔ اسکے بعد بھی وہ لوگ قرآن کے کلام اللہ ہونے کا انکار کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محبوب آپ فرما دیجئے اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو قرآن کو جھٹلائے۔ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ سے دونوں کلام کی تاکید مقصود ہے۔ (تفسیر کبیر) حدیث شریف میں ہے کہ اعظم افترا تین ہیں (۱) کوئی شخص خواب نہ دیکھے لیکن کہے کہ میں نے خواب دیکھا ہے (۲) کوئی اپنے باپ پر افترا کرے یعنی غیر نسب کا دعوی کرے (۳) مجھ پر افترا کرے یعنی جو بات مجھ سے نہ سنی ہو لیکن سننے کا دعوی کرے۔ (روح البیان)

۳ جاننا چاہیئے کہ بت پرستی کی ابتدا حضرت نوح علیہ السلام کی قوم سے ہوئی ہے اور وہ اسطرح کہ حضرت آدم کی اولاد میں پانچ صلحاء تھے انکے نام یہ ہیں' ود' سواع' یغوث' یعوق اور نسر۔ پس جب ود کا انتقال ہوا تو لوگ غمگین ہوئے اور انکی قبر کے اردگرد جمع ہو گئے قریب تھا کہ وہ لوگ وہاں سے نہ ہٹتے کہ شیطان انکے پاس انسانی صورت میں آپہنچا اور کہنے لگا کہ کیا تمہارے لئے ود کی شکل میں ایک مجسمہ نہ بنادوں تاکہ تم انھیں دیکھو تو ود یاد آجائیں۔ لوگوں نے کہا بنادو چنانچہ شیطان نے ود کی شکل کا ایک مجسمہ بنایا پھر یہ رسم جاری ہوگئی کہ جب بھی ان میں سے کسی ایک کا انتقال ہوتا اسکا مجسمہ تیار ہو جاتا تھا اور اس مجسمہ کا نام اسکے نام پر رکھا جاتا تھا پھر جب کافی عرصہ گذر گیا یہاں تک کہ ایک نسل کے بعد دوسری نسل آئی تو شیطان نے ان لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا کہ تمہارے باپ دادا ان مجسموں کی عبادت کرتے تھے پھر لوگ ان مجسموں کی پرستش کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو بھیجا تو قوم نے آپکو جھٹلایا اور آپکی نصیحت ماننے سے انکار کیا۔ واضح رہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان دس قرون کا فاصلہ تھا اور ان میں سے ہر قرن والے حق شریعت پر تھے۔ طوفان نوح میں یہ سب مجسمے زمین میں دھنس گئے پھر شیطان لعین نے نکالا اور سب سے پہلی مرتبہ عرب میں بت نصب کرنے والا شخص عمرو بن لحی تھا جسکا تعلق خزاعہ قبیلہ سے تھا۔ (روح البیان)

أُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ

یک امت پس اختلاف کردند و اگر نبودی کلمہ کہ سابق صادر شد است از

ایک امت پس انھوں نے اختلاف کیا اور اگر نہ ہوتا ایک کلمہ جو پہلے صادر ہو چکا ہے

رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَيَقُوْلُوْنَ

پروردگار تو فیصل کردہ شدی میان ایشان درآنچہ اندران اختلاف دارند و میگویند

تیرے رب کی طرف سے تو فیصلہ ہو چکا ہوتا انکے درمیان جس میں وہ اختلاف رکھتے ہیں ۱ اور کہتے ہیں

لَوْلَآ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ

چرا فرو نفرستادہ شد است بریں پیغمبر نشانہ از پروردگار او بگو جز ایں نیست کہ علم غیب خدائراست

کیوں نہ اتاری گئی پیغمبر پر کوئی نشانی انکے رب کی طرف سے' آپ فرمادیجئے اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ علم غیب اللہ ہی کیلئے

فَانْتَظِرُوْا ۚ إِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَإِذَآ أَذَقْنَا النَّاسَ

پس انتظار بکشید ہر آئنہ من باشما از منتظرانم و چوں بچشانیم مردمانرا

ہے پس انتظار کرو بیشک میں تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں ۲ اور جب ہم لوگوں کو چکھاتے ہیں

رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ إِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ

رحمتی پس از سختی کہ رسیدہ بود بایشاں ناگہاں ایشانرا بد اندیشی باشد در

رحمت کا مزہ اس سختی کے بعد جو انھیں پہنچی تھی تو خود حیلہ بازی کرنے لگے

اٰيَاتِنَا ۚ قُلِ اللّٰهُ أَسْرَعُ مَكْرًا ۚ إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا

نشانہاے ما بگو خدا زود تر است در بد اندیشی ہر آئنہ فرستادگان ما می نویسند آنچہ

ہماری آیتوں کے بارے میں' آپ فرما دیجئے اللہ کا حیلہ جلد تر ہے بیشک ہمارے فرشتے لکھتے ہیں جو

تَمْكُرُوْنَ ﴿۲۱﴾ هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۖ حَتّٰٓى

بدو اندیشی میکنید اوست آنکہ رواں میکند شما را در خشکی و در دریا

حیلہ تم کرتے ہو ۳ وہی ہے جو تمہیں چلاتا ہے خشکی میں اور دریا میں

تفسیر اظہار العرفان

۱ زجاج کہتے ہیں کہ اہل عرب شرک پر مجتمع تھے' کہا گیا ہے کہ ہر بچہ فطرت [دین اسلام] پر پیدا ہوتا ہے' پس بلوغ کے وقت اختلاف کرتے ہیں۔ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ الخ اس سے قضاوقدر کی جانب اشارہ کیا گیا ہے یعنی اگر اسکے حکم میں نہ گذرتا کہ انکے اختلاف پر جزا وسزا قیامت کے روز دی جائیگی تو ضرور دنیا میں انکا فیصلہ کر دیا جاتا۔ پس مؤمنین کو اللہ تعالیٰ انکے اعمال کے بدلے جنت میں داخل فرمائیگا اور کافرین کو انکے کفر کے بدلے جہنم میں داخل فرمائیگا۔ ابوروق کہتے ہیں کہ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے روز انکا فیصلہ کیا جائیگا۔ کلبی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت سے عذاب کو قیامت تک کیلئے مؤخر فرمادیا ہے پس انھیں دنیا میں عذاب کے ذریعے ہلاک نہیں فرمائیگا اگر اس تاخیر کا فیصلہ نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ مشرکین کو اس دنیا میں ہی ہلاک فرمادیتا۔ اس آیت میں نبی ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ جولوگ کفر کرتے ہیں انکے تاخیر عذاب پر آپ تعجب نہ فرمائیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ کلمہ سابقہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایک کو نہیں پکڑتا ہے مگر حجت بھیجنے کے بعد اور وہ رسولوں کا بھیجنا ہے جیسا کہ ارشاد ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا یعنی ہم عذاب دینے والے نہیں ہیں یہاں تک کہ رسول بھیج دیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ "سَبَقَتْ رَحْمَتِيْ غَضَبِيْ" یعنی میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی' اگر ایسا نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کسی گناہگار کو توبہ کی مہلت نہ دیتا۔ (القرطبی)

۲ جاننا چاہیئے کہ نبوت سے انکار کے جواز کیلئے یہ انکی جانب سے چوتھا شبہ ہے جو اس آیت کریمہ میں بیان ہو رہا ہے۔ (تفسیر کبیر) عاقل پر لازم ہے کہ قرآن کریم کی تعظیم بجالائے تاکہ اس تعظیم کے صدقے اللہ تعالیٰ اسکے رتبہ کو بلند فرمادے اور اسکی تحقیر سے بچنا چاہیئے [کیونکہ مشرکین میں سے جن لوگوں کو ایمان کی دولت نصیب نہ ہوئی اسکی وجہ تحقیر قرآن بھی ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے] کیا آپکو نہیں معلوم کہ سلطان محمد رابع اور اسکے ساتھیوں نے جب قرآن پر عمل ترک کیا اور ظلم اور تعدی اپنایا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر قحط اور خوف طاری کیا اور ریاست کا اکثر حصہ اسکے ہاتھوں سے نکل گیا۔ (روح البیان) ۳ رحمت سے مراد ہے۔ سرسبزی' ارزانی' فراخدستی اور صحت' اور ضراء سے مراد ہے خشک سالی اور بدحالی' افلاس اور بیماری۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ مکر سے مراد ہے تکذیب و استہزاء۔ میں کہتا ہوں کہ مکر کا معنی ہے پوشیدہ طور پر کسی کو برائی پہنچانے کا ارادہ کرنا ہے۔ آیات کی تکذیب بظاہر رسول اللہ ﷺ کی تکذیب اور آپکو برائی پہنچانے کا ارادہ تھا اللہ تعالیٰ کی تکذیب نہ تھی لیکن آیات حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا کلام تھا اس لئے درپردہ تکذیب اور ارادۂ شر کا رجوع اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہوتا ہے اور یہی مکر کی حقیقت ہے۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ [اللہ تعالیٰ انکو رزق دیتا تھا بارش برساتا تھا لیکن] وہ اللہ تعالیٰ کے رزاق ہونے کے قائل نہ تھے بلکہ کہتے تھے کہ ستاروں کے ملاپ کی وجہ سے بارش ہوئی ہے۔ تکذیب آیات کی انکی طرف سے یہ حیلہ سازی تھی اسی کو مکر کہا گیا ہے۔ یہ بھی روایت میں آیا ہے کہ کئی بار اہل مکہ قحط میں مبتلا ہوئے پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر رحمت کی اور قحط کو دور کردیا قحط دور ہوتے ہی وہ ناشکری اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا استہزاء کرنے لگے اللہ تعالیٰ کی نعمت کے شکر گذار نہ ہوئے۔ بخاری شریف کی روایت میں آیا ہے کہ کافروں کی بے رخی اور روگردانی دیکھکر رسول اللہ ﷺ نے انکے خلاف دعا کی اور فرمایا اے اللہ! یوسف کے سات سالوں کی طرح انکو بھی سات سالہ قحط میں مبتلا کر کے میری مدد فرما۔ اس دعا کے نتیجے میں اہل مکہ پر قحط مسلط ہوگیا کہ ہر چیز یعنی کھیتی' سبزی وغیرہ تباہ ہوگئی' کھالیں اور مردار جانور تک کھانے کی نوبت آگئی۔ ابوسفیان نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا' اے محمد (ﷺ) تمہاری قوم والے ہلاک ہوگئے تم اللہ کی اطاعت اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہو اس لئے اللہ سے انکے لئے دعا کرو کہ اللہ انکی مصیبت کو دور کردے۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمادی۔ ایک روایت میں ہے کہ قحط میں مبتلا ہونے کے بعد مشرکوں نے کہا تھا اے ہمارے رب! ہم سے اس عذاب کو دور کردے ہم ایمان لے آئیں گے۔ رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دے گئی کہ اگر مصیبت دور کردی جائیگی تو یہ لوگ پھر اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹ آئیں گے۔ (مظہری)

اِذَا كُنْتُمْ فِى الْفُلْكِ ۚ وَ جَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ

تا وقتیکہ باشید در کشتیہا و رواں شدند کشتیہا با سواراں خود بباد خوش

یہاں تک کہ تم کشتیوں میں سوار ہوتے ہو اور کشتیاں لے کر چلتی ہیں سواروں کو موافق ہوا کے سبب

وَّ فَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّ جَآءَهُمُ الْمَوْجُ

وشادماں شدند ایشاں بآں باد موافق ناگہاں برسد بآں کشتیہا بادی تند و بیاید بدیشاں موج

اور وہ سب خوش ہوئے اس موافق ہوا سے' اچانک پہنچی ان کشتیوں کو تیز ہوا اور موج آئی

مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ ظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا

از ہر جا و بدانند کہ از ہر جہت گرفتار گشتند دعا کنند

ہر جانب سے اور انھوں نے جان لیا کہ ہر جہت سے گرفتار ہو گئے (اسوقت) دعا کرتے ہیں

اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ

بجناب خدا خالص کردہ برائے او عبادت را کہ اگر خلاص کنی مارا از ایں

اللہ کے حضور اسی کیلئے عبادت کو خالص کرتے ہوئے کہ اگر تو ہمیں اس سے نجات دے تو ہم شکر کرنے والوں میں

لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۲۲﴾ فَلَمَّآ اَنْجٰهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ

باشیم از شکر کنندگاں پس چوں خلاص ساخت ایشانرا ناگہاں ایشاں بیراہی میکنند

سے ہونگے ۱ پس جب نجات دی انھیں تو اچانک وہ سب بدچلنی کرنے لگے

فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى

در زمین ناحق اے مردمان جز ایں نیست کہ بیراہی شما زیاں بر

زمین میں ناحق' اے لوگو! اسکے سوا کچھ نہیں کہ تمہاری بدچلنی نقصان ہے

اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ

جان شما ست یافتید بہرہ زندگانی دنیا باز بسوے ما رجوع شما ست

تمہاری (اپنی ہی) جان پر' فائدہ اٹھا لو دنیا کی زندگی سے پھر ہماری طرف تمہیں لوٹنا ہے ۲

تفسیر اظہار العرفان

۱ جاننا چاہیے کہ جب انسان کشتی پر سوار ہوتا اور ہوا مقصود کے موافق ہوتی تو خوشی محسوس کرتا تھا پھر اچانک ہلاکت کی علامت ظاہر ہو جاتی تھی۔ اول صورت: ان پر سخت تیز ہوا آتی۔ دوسری صورت: انکی ہر جانب سے بڑی بڑی موجیں آتی۔ تیسری صورت: وہ لوگ اپنے گمان میں اس خیال کو غالب کر لیتے تھے کہ ہلاکت اب واقع ہوگی اور نجات متوقع نہیں ہے اور اس میں شک نہیں ہے کہ موافق طبیعت کے احوال سے اس سخت احوال کی جانب منتقل ہونا خوفِ عظیم کا سبب ہوتا تھا' اس اچھے احوال سے سمندر میں دھواں [ہولناکیوں] کا مشاہدہ کرنا مزید خوف کا باعث ہوتا پھر یہ بات بالکل واضح ہے کہ انسان ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اسکے فضل کی امید رکھتا ہے اور جمیع خلائق سے طمع منقطع کر دیتا ہے اور اپنے قلب و روح اور تمام اجزا کو اللہ تعالیٰ کے حضور تضرع اور انکساری میں لگا دیتا ہے پھر جب اللہ تعالیٰ اسے بلیہ عظیمہ سے نجات عطا فرما دیتا ہے تو انسان اسکی نعمت کو بھول کر پھر عقائد باطلہ اور اخلاق ذمیمہ سے مانوس ہو جاتا ہے' بایں سبب جب اللہ تعالیٰ نے پچھلی آیات میں یہ بتایا کہ ''اور جب ہم انسان کو اسکی تکلیف کے بعد راحت پہنچاتے ہیں تو وہ ہماری آیات میں مکر کرنے لگتا ہے'' اب یہاں انکے مکر کی صورت کو بیان فرما رہا ہے گویا کہ یہ پچھلی آیت کیلئے بمنزلہ تفسیر کے ہے۔ مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق ؓ سے کہا کہ آپ ہمیں اثباتِ صانع پر کوئی دلیل دیجئے۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ تو کیا کلام کرتا ہے اس نے کہا کہ ایک روز میں کشتی پر تھا کہ کشتی دریا ہی میں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گئی اور صرف ایک تختہ باقی رہ گیا جس پر میں تھا اور تیز ہوا چلی۔ حضرت جعفر صادق ؓ نے فرمایا کہ اسوقت تمہارے دل میں تضرع اور دعا تھی یا نہیں؟ اس نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا پس وہی تمہارا معبود ہے جسکی جانب تم اسوقت تضرع اور دعا کرتے ہو۔ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ شرک کو چھوڑ دیتے تھے اور اپنے معبودانِ باطلہ میں سے کسی کو اسکے ساتھ شریک نہ ٹھہراتے اور اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور وحدانیت کا اقرار کرتے تھے۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ایمان میں اخلاص ہے لیکن وہ لوگ جانتے تھے کہ اس مصیبت کی گھڑی میں انکے معبودانِ باطلہ میں سے کوئی بھی نجات نہیں دے سکتا ہے نجات دے سکتا ہے تو صرف اللہ' اس لئے اسوقت ان میں ایمانِ اضطراری پیدا ہو جاتا تھا۔ حضرت ابن زید کہتے ہیں کہ وہ لوگ اپنے معبودانِ باطلہ کیساتھ اور اللہ کیساتھ بھی دعا کرتے تھے اور جب انھیں کوئی تکلیف اور بلاء پہنچتی تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے اور دعا میں معبودانِ باطلہ کو شامل نہ کرتے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ اَهْيًا شَرَاهِيًا کہتے تھے جسکی تفسیر یا حَیُّ یا قَیُّوْمُ ہے۔ (تفسیر کبیر) ۲ اب اللہ تعالیٰ اس آیت میں بتا رہا ہے کہ جب ان لوگوں نے اخلاص سے دعا کی تو انکی مصیبت اور بلاء ٹال دی گئی تو پھر یہ لوگ بغاوت پر واپس لوٹ پڑے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ لوگ زمین میں اسکے بعد فساد کرتے تھے' تکذیب کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ پر جرأت کرتے تھے۔ یَبْغُوْنَ کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگ ظلم وتعدی میں حد سے بڑھتے تھے۔ حضرت زجاج کہتے ہیں کہ ترقی فی الفساد کو بغی کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ صلۂ رحمی از روئے ثواب کے اسراع الخیر ہے اور بغی ویمین فاجرہ سزا میں اعجل الشر ہے۔ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ دو گناہ کی سزا جلد دنیا میں دیتا ہے ان میں سے ایک بغی اور اور دوم والدین کی نافرمانی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ پر بغی کرے تو اسے بھی ضرور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائیگا۔ (تفسیر کبیر) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ سمندر میں سفر کرے مگر حاجی' عمرہ کرنے والا' یا اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے اس لئے کہ سمندر کے نیچے آگ ہے اور آگ کے نیچے سمندر ہے۔ یعنی اس میں اشارہ ہے کہ سمندر میں آفات وبلیات بہت زیادہ ہیں اس لئے اس سے ایسے ڈرو جیسے آگ سے ڈرتے ہو۔ (روح البیان)

فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٣﴾ إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

پس خبردار کنیم شما را بآنچه میکردید جز این نیست که صفت زندگانی دنیا

پس ہم تمہیں بتائیں گے جو عمل دنیا میں کرتے تھے۔ اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ دنیا کی زندگی کی مثال

كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ

مانند آب است کہ فرود آوردیمش از آسمان پس درہم آمیخت بسبب وی روئیدگی زمین

اس پانی کی سی ہے جسے ہم نے آسمان سے اتارا پس اسکے سبب زمین کا سبزہ گنجان ہو کر نکلا

مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ

از آنچہ میخورند مردمان و چہار پایان تا وقتیکہ بدست آورد زمین

اس میں سے جسے لوگ اور چوپائے کھاتے ہیں یہاں تک کہ اپنا حصہ لے لیا زمین نے

زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ

پیرایۂ خود را و آراستہ شد و گمان کردند ساکنان آں زمین کہ ایشاں توانا اند

سجاوٹ کا اور آراستہ ہوئی اور اس زمین کے رہنے والوں نے گمان کیا کہ وہ سب قابو پا گئے

عَلَيْهَآ اَتٰىهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا

برانتفاع ازاں ناگہاں بیامد بزمین فرمان ما درشب یا در روز پس گردانیدیم آنرا مثل زراعت از بیخ بریدہ

انکے انتفاع پر اچانک زمین میں ہمارا حکم آیا شب میں یا دن میں پس ہم نے کردیا اسے مثل اس کھیتی کے جسکی جڑ کٹی

كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ

گویا نبود دیروز و ہمچنیں بیان میکنیم نشانہا را برائے گروہیکہ

ہے گویا کہ کل تھی ہی نہیں، اسی طرح ہم بیان کرتے ہیں نشانیوں کو ایسے گروہ کیلئے جو

يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ وَيَهْدِيْ

تامل میکنند و خدا میخواہد بسوے سرای سلامتی و دلالت میکند

غور و فکر کرتے ہیں [1] اور اللہ بلاتا ہے سلامتی کے گھر کی جانب اور ہدایت دیتا ہے [2]

[1] یعنی دنیا کی مثال فنا اور زوال میں ایسی ہے جیسے آسمان کا پانی۔ (القرطبی)

[2] حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ جنت اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔ السلام اللہ کا نام ہے [آیت میں السلام سے مراد اللہ تعالیٰ کا خاص نام ہے] حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے تھے کچھ فرشتے آئے اور آپس میں کہنے لگے کہ تمہارے اس ساتھی کی ایک خاص حالت ہے مثال دیکر اسکی حالت بیان کرو، کسی فرشتے نے کہا یہ سو رہے ہیں دل بیدار ہے پھر فرشتوں نے کہا کہ انکی حالت ایسی ہے جیسے کسی شخص نے کوئی مکان بنایا اور [مہمانوں کو کھلانے کیلئے] دستر خوان بچھایا اور لوگوں کو بلانے کیلئے ایک آدمی کو بھیجا جن لوگوں نے دعوت قبول کر لی وہ اس گھر میں آگئے اور دستر خوان پر کچھ کھا لیا اور جس نے دعوت قبول نہیں کی وہ گھر کے اندر نہیں آیا ار نہ دستر خوان سے کچھ کھایا [دوسرے] فرشتوں نے کہا کہ اس مثال کی تشریح کرو تا کہ یہ سمجھ جائیں ایک فرشتے نے کہا کہ یہ تو سو رہے ہیں دوسرے نے کہا کہ انکی آنکھیں سو رہی ہیں دل تو بیدار ہے۔ فرشتوں نے کہا کہ اسکی تشریح یہ ہے کہ مکان جنت ہے اور لوگوں کو بلانے والے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کہا مانا اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان وجہ تفریق ہیں۔ دارمی نے حضرت ربیعہ جرشی کی روایت سے یہ حدیث نقل کی ہے لیکن اس روایت کے یہ الفاظ ہیں۔ مجھ سے کہا گیا [قوم] سردار نے ایک مکان بنایا اور دستر خوان تیار کیا اور ایک آدمی کو [عام لوگوں کو کھانے کیلئے] بلانے کیلئے بھیجا پس جس شخص نے دعوت قبول کر لی وہ گھر کے اندر آ گیا اور دستر خوان پر اس نے کھانا کھایا اور سردار اس سے خوش ہو گیا اور جس نے دعوت قبول نہیں کی وہ گھر کے اندر نہیں آیا اس نے دستر خوان سے کچھ نہیں کھایا اور سردار اس سے ناخوش ہو گیا۔ فرمایا: پس اللہ تعالیٰ سردار ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم بلانے والے ہیں اور مکان اسلام ہے اور دستر خوان جنت ہے۔ بعض علماء کے نزدیک [آیت میں] سلام سے مراد عرفی اسلامی سلام ہے اہل جنت، جنت کے اندر باہم سَلَامٌ عَلَیْکَ کہیں گے اس لئے کہ جنت کو دارالسلام کہا گیا ہے اور فرشتے بھی جنت میں سلام کریں گے۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ. ترجمہ: اور فرشتے ہر دروازے سے ان پر یہ کہتے آئیں گے سلامتی ہو تم پر تمہارے صبر کا بدلہ تو پچھلا گھر کیا ہی خوب ملا۔ (مظہری) حضرت حسن اور قتادہ کہتے ہیں کہ جنت کو دارالسلام اس لئے کہتے ہیں کہ جو اس میں داخل ہو جائیگا وہ آفات سے سلامت رہیگا۔ حضرت یحییٰ بن معاذ کہتے ہیں کہ اے ابن آدم! اللہ تعالیٰ نے تجھے دارالسلام کی جانب بلایا پس تو اپنے آپکو دیکھ کہ کہاں سے جواب دیتا ہے اگر تو اس پکار کا جواب دنیا میں دیگا تو جنت میں داخل ہوگا اور اگر اس پکار کا جواب قبر میں دیگا تو جنت میں داخل ہونے سے روک دیا جائیگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جنت سات ہیں۔ دارالجلال، دار اسلام، جنت عدن، جنت الماوی، جنت الخلد، جنت الفردوس اور جنت النعیم۔ (القرطبی) دارالسلام کا اول حصہ عطا ہے، اوسط حصہ رضا ہے اور آخر حصہ لقا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ کوئی ایسا دن نہیں ہے، جس میں سورج طلوع ہوتا ہو مگر اسکی دونوں جانب سے دو فرشتے ندا کرتے ہیں جسے جن اور انس کے سوا تمام مخلوق سنتی ہے [فرشتے ندا کرتے ہیں کہ] اے لوگو! تم اپنے رب کی طرف آؤ اور دارالسلام کی جانب، جسکی طرف اللہ تعالیٰ تمہیں بلاتا ہے۔ اس حدیث شریف سے مقصود یہ ہے کہ ایسا عمل کئے جائیں جو اسے جنت کی جانب لے جائے۔ فقیر [علامہ اسماعیل حقی بروسوی رحمۃ اللہ علیہ] کہتا ہے کہ دارالسلام سے دارالقلب کی جانب اشارہ ہے جو غیر اللہ کے تعلق سے سلامت ہو اور جسکا دل اس نہج پر آجائے وہ امور مکروہہ سے امن میں آجاتا ہے اس کیلئے نار نور بن جاتا ہے (روح البیان)

مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٢٥﴾ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا

هر کرا خواہد بسوئے راہ راست آنانرا کہ نیکوکاری کروند

جسے چاہے سیدھے راستہ کی جانب۔ ان لوگوں کیلئے جنہوں نے نیک عمل کیا

الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ۭ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ۭ

حالت نیکو باشد و زیادتی بر آں و نپوشد روئے ایشانرا ہیچ سیاہی و نہ ہیچ خواری

اچھی حالت ہو گی اور اس پر بھی زیادہ اور انکے چہرے پر کوئی سیاہی نہ چھائیگی اور نہ کوئی خواری

اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَالَّذِيْنَ

ایں جماعت اہل بہشت اند ایشاں آنجا جاوید باشندگانند و آنانرا کہ

یہی جماعت اہل بہشت ہیں یہ لوگ اس میں ہمیشہ رہیں گے ۱ اور وہ لوگ جنہوں نے

كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَاۗءُ سَيِّئَةٍۢ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ

بعمل آوردند کردارہائے بد جزائے بدی مثل آنست و بپوشد ایشانرا خواری

برے کام کئے برائی کا بدلہ اسی کے مثل ہے اور انھیں خواری چھپائیگی

مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ

نباشد ایشانرا از خدا ہیچ پناہ دہندہ گویا پوشانیدہ شد است روئے ایشانرا

اللہ (کے عذاب) سے انکو کوئی پناہ دینے والا نہ ہوگا گویا کہ چھپا دیئے گئے ان کے چہرے

قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا

بپارہائے شب تاریک آمدہ ایں جماعت اہل آتش اند ایشاں آنجا

اندھیری رات کے ٹکڑے سے یہی جماعت اہل دوزخ ہیں وہ لوگ اس جگہ

خٰلِدُوْنَ ﴿٢٧﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ

جاوید باشندگانند و بترسید از روز یکہ بر انگیزیم ایشانرا ہمہ یکجا باز گوئیم آنانرا کہ

ہمیشہ رہیں گے ۲ اور ڈرو اس روز سے جس میں ہم ان سب کو اٹھائیں گے پھر ہم کہیں گے ان لوگوں سے جو ۳

۱ رسول اللہ ﷺ نے احسان کی تشریح میں فرمایا: احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اسکو دیکھ رہے ہو اگر تمہارا معاینہ نہ ہو تو وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔ صحیحین میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب ؓ سے مروی ہے کہ "الحسنی" سے مراد ہے اچھا ثواب یعنی جنت۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا سے مراد ہے لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دینا اَلْحُسْنٰى سے مراد ہے جنت اور زِيَادَةٌ سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی زیارت۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ایک منادی مقرر فرمائیگا جو اتنی آواز سے ندا کریگا کہ اگلے پچھلے سب سن لیں گے۔ اے اہل جنت اللہ تعالیٰ نے تم سے اچھے ثواب کا وعدہ کیا تھا اور زیارت کا بھی۔ اچھا ثواب جنت ہے اور مزید انعام رحمٰن کا دیدار حاصل ہونا ہے۔ امام مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت صہیب ؓ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اہل جنت جنت میں داخل ہو چکیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائیگا تم اس سے زیادہ اور کچھ چاہتے ہو جنتی عرض کرینگے کیا تو نے ہمارے چہرے روشن نہیں کر دیئے کیا تو نے ہم کو جنت میں داخل نہیں کر دیا کیا تو نے ہم کو دوزخ سے نہیں بچالیا [اس سے زیادہ ہم اور کس چیز کی خواہش کر سکتے ہیں] اللہ تعالیٰ فوراً پردہ اٹھالیگا اہل جنت اللہ کی طرف دیکھیں گے پس اسوقت تک جو کچھ انکو دیا گیا ہوگا سب سے زیادہ محبوب انکا اللہ کی طرف دیکھنا ہوگا یعنی اللہ تعالیٰ کے دیدار کے مقابلے میں جنت کی ساری نعمتیں ہیچ ہو جائینگی۔ امام قرطبی فرماتے ہیں کہ پردہ کھول دینے سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے تمام رکاوٹیں دور کردی جائینگی اور جنتی اپنی آنکھوں سے نور عظمت اور جلال کو اسی طرح دیکھیں گے جس طرح وہ ہے گویا پردہ مخلوق کیلئے پردہ ہے خالق کیلئے پردہ نہیں۔ (مظہری) حضرت ابی بن کعب ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے کتاب اللہ میں موجود زیادتین [دوزیادہ] کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ کے بارے میں فرمایا: اَلنَّظْرُ اِلٰى وَجْهِ الرَّحْمٰنِ یعنی رحمٰن کی تجلی کی جانب نظر کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فرمان وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ کے بارے میں فرمایا کہ وہ لوگ بیس ہزار تھے۔ حضرت علی بن ابو طالب ؓ فرماتے ہیں کہ "وَزِيَادَةٌ" سے مراد موتیوں کا کمرہ ہے جس میں چار ہزار دروازے ہونگے۔ (القرطبی) ۲ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے جب پہلی آیت میں مسلمانوں کے حال کی شرح بیان کی تو اب ان لوگوں کے حال بیان کئے جا رہے ہیں۔ جو سیئات میں پہل کرتے ہیں انکے احوال میں چار امور بیان کئے گئے ہیں (۱) جَزَاۗءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا: اس قید سے مقصود یہ ہے کہ حسنات اور سیئات کے درمیان فرق پر تنبیہ ہو جائے (۲) وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ: یہ جملہ تحقیر سے کنایہ ہے (۳) مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ: جاننا چاہیئے کہ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے سوا انکو بچانے والا کوئی نہیں ہے پس اللہ کی قضا جمیع کائنات کو محیط ہے اور اسکی قدر کل محدثات میں نافذ ہے مگر عاصی طباع پر غالب ہے۔ (۴) كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا: اس جملہ کا مقصود یہ ہے کہ جو انعام و اکرام اللہ تعالیٰ کی جانب سے سعداء کیلئے ہیں اس سے یہ لوگ محروم ہونگے۔ (تفسیر کبیر) ۳ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ حساب کی جگہ میں ہم تمام مخلوق کو جمع فرمائیں گے پھر ہم ان لوگوں سے کہیں گے جو ہمارے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے وہ لوگ اپنے معبودوں کی جانب جائیں پھر مشرکین اور انکے معبودان باطلہ کے درمیان تفریق ہوگی اور ہر ایک دوسرے سے بیزار ہوگا۔ (ابن جریر)

تفسیر اظہار العرفان

اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ

مشرک اند باستید بجاے خود شما و آنانکہ شما ایشانرا شریک خدا ساختہ اید پس تفرقہ اندازیم میان ایشاں و گویند

مشرک تھے اپنی جگہ کھڑے رہو تم اور وہ لوگ جسے تم نے اللہ کا شریک ٹھہرایا پس ہم تفرقہ ڈال دینگے انکے درمیان اور

شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ﴿٢٨﴾ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ

شریکان ایشاں کہ شما ما را نمی پرستیدید پس بس است خدا گواہ

کہیں گے انکے شریک کہ تم ہمیں نہیں پوجتے تھے پس کافی ہے اللہ گواہی کو

بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿٢٩﴾

میان ما و میان شما ہر آئنہ ما بودیم از پرستش شما بے خبر

ہمارے اور تمہارے درمیان بیشک ہم تمہاری پرستش سے بے خبر تھے ١

هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ وَرُدُّوْٓا اِلَى

آنجا در یابد ہر شخص آنچہ پیش فرستادہ بود و رجوع گردانید شوند بسوے

ہر شخص اس جگہ پائیگا جو اس نے آگے بھیجا تھا اور لوٹائے جائیں گے اللہ کی

اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٣٠﴾ ع

خدا مالک حقیقی ایشاں و گم شد از ایشاں آنچہ افترا میکردند

طرف جو ان کا حقیقی مالک ہے اور جو افترا کرتے تھے وہ ان سے گم ہو جائیں گے ٢

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ

بگو کہ روزی میدہد شما را از آسمان و زمین آیا کیست کہ خداوند باشد

آپ فرما دیجئے کون روزی دیتا ہے تمہیں آسمان اور زمین سے یا کون مالک ہے

السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ

گوش و چشم را و کیست کہ بیروں آرد زندہ از مردہ و بیروں آرد

کان اور آنکھ کا اور کون ہے جو نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور نکالتا ہے ٣

١ یہاں غفلت سے مراد عدم ارتضا ہے اس لئے کہ مشرکین جب ملائکہ کی عبادت کرتے تھے تو ملائکہ کو اسکی خبر تھی لیکن ملائکہ مشرکین کی عبادت سے راضی نہ تھے۔ یہاں یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ شرکاء سے مراد شیاطین ہوں جیسا کہ کہا گیا ہے کہ شیاطین کا مشرکین کی عبادت سے خوش ہونا ظاہر ہے اور اگر یہ مشرکین بتوں کو مخاطب کرینگے تو بتوں کا اپنے پجاریوں سے غافل ہونا بھی بالکل ظاہر ہے۔ اسوقت غفلت اپنے معنی میں ہوگی اس لئے کہ یہ پتھر کے بت جمادات میں سے ہیں جس کیلئے نہ حس ہے اور نہ شعور ہے (روح البیان) کچھ لوگ اس آیت کے ظاہر کی جانب گئے ہیں اور انھوں نے کہا کہ بیشک شرکاء نے خبر دی کہ کفار نے انکی عبادت نہیں کی اور اسکی چند وجوہ ذکر کرتے ہیں پہلی وجہ: جہاں یہ لوگ کھڑے تھے یہ جگہ دہشت اور حیرت کی جگہ ہو گئی اس لئے ان سے کذب ایسے ہی جاری ہوگا جیسے بچوں سے دہشت کی وجہ سے جاری ہوتا ہے۔ دوسری وجہ: ان لوگوں نے بتوں کی عبادت بہت ساری صفات کو اپنے خیال میں رکھ کر کی، لیکن قیامت کے دن جب ان صفات کو بتوں سے معدوم پائیں گے تو یہ جملہ کہیں گے جو آیت میں مذکور ہے۔ (تفسیر کبیر) ٢ جاننا چاہیئے کہ یہ آیت پچھلی آیت کیلئے تتمہ ہے۔ وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ الخ رد کا مفہوم ہے شے کو اسکی جگہ سے پھیر دینا۔ اس میں چند احتمالات ہیں۔ پہلا احتمال: انکو اس حیثیت سے پھیرا جائیگا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حکم نہ ہوگا۔ دوسرا احتمال: انھیں اللہ تعالیٰ کی جانب ثواب و عقاب کی طرف پھیرا جائیگا اس میں یہ تنبیہ ہے کہ ثواب و عقاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا جو فیصلہ ہو جائیگا اس میں تغیر نہ ہوگا۔ تیسرا احتمال: وہ لوگ وہاں سے اقرار کرتے ہوئے لوٹیں گے کہ انھوں نے دنیا میں غیر اللہ کی عبادت کی تھی اسی بناء پر کہیں گے مَوْلٰىهُمُ الْحَقُّ۔ (تفسیر کبیر) مَوْلٰىهُمُ الْحَقُّ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی حقیقت میں انکا مالک ہے اور انکے امور کا ذمہ دار ہے۔ وہ معبودانِ باطلہ مالک نہیں ہیں جنکو کافروں نے معبود بنا رکھا تھا۔ سوال: کافروں کا تو کوئی مولا نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ اور بیشک کافروں کے واسطے کوئی مولا نہیں ہے۔ جواب: آیت زیر بحث میں مولیٰ کا معنی ہے رب اور مالک، اور لَا مَوْلٰى لَهُمْ میں مولیٰ کا معنی ہے مددگار اور حمایتی۔ (مظہری) ٣ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے فرمایا کہ اے محبوب! آپ ان مشرکین سے پوچھیے کہ آسمان سے بارش اور قطرے کی صورت میں تمہارے لئے روزی کون اتارتا ہے، روزانہ صبح کے وقت سورج کو طلوع اور شام کے وقت غروب کون کرتا ہے، زمین سے تمہارے لیے غذا کون نکالتا ہے، درختوں میں پھل تمہارے لئے کون لگاتا ہے، تمہاری سماعت اور بصارت کا مالک کون ہے، تمہاری سماعت اور بصارت کو کون سلب کرتا ہے، مردوں سے زندوں کو اور زندوں سے مردے کون نکالتا ہے ان تمام سوالات کے جواب میں کہیں گے "اللّٰہ" یعنی ان تمام امور کی تدبیر اللہ ہی فرماتا ہے۔ (ابن جریر) جاننا چاہیئے کہ مشرکین کے مذہب کے فساد پر اس آیت کریمہ میں چند طریقے سے دلائل قائم کئے گئے ہیں۔ پہلا طریقہ احوال رزق: رزق زمین سے حاصل ہوگا یا آسمان سے، اگر آسمان سے حاصل ہوگا تو اسکی صورت موافق بارش ہوگی اور اگر زمین سے ہوگا تو نبات سے حاصل ہوگا یا حیوان سے، اگر نبات سے حاصل ہوگا تو زمین اگائے گی اور اگر حیوان سے حاصل ہوگا تو حیوان خود غذا کا محتاج ہوگا اس لئے یہ رزق کے تمام احوال کا انتظام اللہ تعالیٰ ہی فرماتا ہے۔ دوسرا طریقہ احتمال حواس: حواس میں سے اشرف کان اور آنکھ ہے حضرت علی ؓ فرماتے ہیں کہ پاکی ہے اس ذات کیلئے جس نے شحم [چربی] کے ذریعے دیکھنے کی قوت عطا فرمائی، ہڈی کے ذریعے سننے کی طاقت دی اور گوشت کے ذریعے بولنے کی طاقت عطا فرمائی۔ [یہ سب اللہ وحدہ لاشریک کی قدرت پر دلالت کرتے ہیں اس لئے اسکے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں ہے] (تفسیر کبیر)

الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ

مردہ را از زندہ و کیست کہ تدبیر کند کار را خواہند گفت آں اللہ است

مردہ کو زندہ سے اور کون ہے جو کام کی تدبیر کرتا ہے کہیں گے وہ اللہ (ہی) ہے

فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا

پس بگو آیا حذر نمی کنید ایں است خدا پروردگار حقیقی شما پس چیست

پس آپ فرما دیجئے کیا تم ڈرتے نہیں ہو۔ یہ ہے اللہ تمہارا حقیقی رب پس

بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ حَقَّتْ

بعد راستی مگر گمراہی پس از کجا بر گردانید میشوید ہمچنیں ثابت شد

حق کے بعد کیا ہے سوائے گمراہی کے پس کہاں پھرے جاتے ہو ۱ اسی طرح ثابت ہوا

كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْۤا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾ قُلْ

قضاے پروردگار تو بر ایں فاسقان کہ ایشاں ایمان نیارند بگو

تمہارے رب کا فیصلہ ان فاسقوں پر کہ وہ سب ایمان نہیں لائیں گے ۲ آپ فرما دیجئے

هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ

آیا ہست از شریکان شما کسے کہ نوکند آفرینش را باز دوبارہ کندش بگو

کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جس نے نئی مخلوق بنائی ہو پھر اسے دوبارہ بنائے آپ فرما دیجئے

اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ قُلْ

خدا نو میکند آفرینش را باز دوبارہ کندش پس از کجا گردانیدہ میشوید بگو

اللہ نئی مخلوق پیدا فرماتا ہے پھر دوبارہ اسے پیدا فرمائے گا پس تم کہاں پھرے جاتے ہو ۳ آپ فرما دیجئے

هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ

ایا ہست از شریکان شما کسیکہ راہنماید بسوے دین حق بگو اللہ

کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ایسا ہے جو رہنمائی کرے دین حق کی جانب' آپ فرما دیجئے اللہ

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی اس سے پہلی آیت میں جن چیزوں کا بیان ہوا ہے ان چیزوں کا کرنے والا تمہارے رب کے سوا کون ہو سکتا ہے اس لئے اسکی عبادت کے علاوہ کسی اور کی عبادت گمراہی نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب نصف رات کے وقت نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو فرماتے تھے "اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُکَ الْحَقُّ وَقَوْلُکَ الْحَقُّ وَلِقَاءُکَ الْحَقُّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ" ترجمہ: تو حق ہے' تیرا وعدہ حق ہے' تیرا قول حق ہے' تیری ملاقات حق ہے' جنت حق ہے' جہنم حق ہے' قیامت حق ہے' انبیاء حق ہیں اور محمد ﷺ حق ہیں۔ اس حدیث شریف میں انت الحق یعنی تو واجب الوجود ہے۔ یہ صفت بالحقیقت اللہ تعالیٰ کیلئے ہے کیونکہ اسکا وجود لنفسہ ہے نہ اس پر عدم گذرا ہے اور نہ عدم گذریگا۔ (القرطبی)

۲ ہمارے اصحاب نے اس آیت میں حجت قائم کی ہے کہ کفر اللہ تعالیٰ کی قضا اور ارادہ سے ہے [لیکن اللہ تعالیٰ کی رضا سے نہیں ہے] اسکی تقریر یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان مشرکوں کے بارے میں جزم اور قطعیت کیساتھ خبر دی کہ وہ سب ایمان نہیں لائیں گے۔ پس اگر وہ ایمان لائیں تو اس خبر کا صدق باقی رہیگا یا باقی نہیں رہیگا؟ اول صورت باطل ہے اس لئے کہ خبر ہے "اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ" اور ایمان پائے جانے کی صورت میں صدق کی حالت باقی رہے گی اور ثانی بھی باطل ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی خبر کا انقلاب کذب ہے اور یہ محال ہے پس ثابت ہوا کہ ان سے ایمان کا صادر ہونا محال ہو اور محال مراد نہیں ہوتا ہے لہذا ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کافروں سے ایمان کا ارادہ نہیں فرمایا۔ (تفسیر کبیر) یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ کی ربوبیت ثابت شدہ ہے اور جس طرح حق کے بعد محض گمراہی کا ہونا طے شدہ ہے

یا جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ایمان سے پھیر دیا اسی طرح اللہ تعالیٰ کا سابق ازلی فیصلہ کہ میں جہنم کو انسانوں سے اور جنات سے بھر دونگا پورا ہو گیا۔ فسق سے مراد حدود صلاح سے خارج ہو جانا اور کفر میں سرکش بن جانا۔ (مظہری) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس طرح ان مشرکوں کو حق سے صلاح کی جانب پھیر دیا گیا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے ان مشرکوں کو پھیر دیا ہے کہ طاعت سے معصیت کی جانب جائیں اور اسکا انکار کریں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی تصدیق نہیں کرینگے اور نہ نبی ﷺ کی نبوت کی تصدیق کرینگے۔ (ابن جریر) ۳ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا کہ اے محبوب! آپ ان مشرکوں سے پوچھئے کہ کیا تمہارے بتوں نے پہلے کسی چیز کو پیدا کیا ہے پھر اسے لوٹانے پر قادر ہیں جب ایسا نہیں ہے تو تم لوگ کہاں بھٹک رہے ہو؟ (ابن جریر) جاننا چاہیئے کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے دوسری حجت بیان کی ہے۔ سوال: اس حجت کو سوال اور استفہام کی صورت میں بیان کرنے کی کیا وجہ ہے؟ جواب: کلام جب ظاہر اور جلی ہو پھر اسے علی سبیل الاستفہام ذکر کیا جائے اور اس جواب کو مسئول کی جانب سپرد کیا جائے تو یہ کلام کی صورت ابلغ واقع ہوتی ہے اور اسکا اثر زیادہ ہوتا ہے۔ سوال: یہاں جن مشرکوں سے کلام کیا گیا ہے وہ لوگ حشر اور نشر کے منکر تھے پھر ان سے حشر اور نشر ہی سے حجت قائم کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ جواب: اس سورت کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے ان امور کو ذکر فرمایا جو حشر اور نشر پر دلالت کرتے ہیں اور اس باب میں واضح کیا گیا کہ اس پر ایسے دلائل موجود ہیں جسے عقل سے دفع کرنا ممکن نہیں ہے پس ان دلائل کے کمال قوت اور ظہور کی بناء پر ان ہی دلائل پر مشرکین پر حجت قائم کی گئی ہے برابر ہے کہ خصم اسے مانے یا نہ مانے۔ (تفسیر کبیر) جب مشرکین مبدا اور معاد کا انکار کرنے لگے اور عناد کے طور پر رسول اللہ ﷺ کے معاملے میں مکابرہ سے کام لینے لگے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان بت پرستوں سے پوچھئے کہ تمہارے معبودانِ باطلہ نے کیا پیدا کیا ہے اور کیا تمہارے معبود خلق کو دوبارہ لوٹانے پر قادر ہیں اگر تمام کا جواب نفی میں ہے تو تم کہاں پھر رہے ہو؟ (روح البیان)

يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ

همون راهنماید بسوئے دین حق ایا کسیکه راهنماید بسوئے حق لائق تر است بآنکه

وہی رہنمائی فرماتا ہے دین حق کی جانب تو کیا جو رہنمائی کرے حق کی جانب وہ لائق تر ہے کہ اسکی

يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۟ كَيْفَ

پیروی کرده شود یا کسیکه خود راه نیابد مگر وقتیکه راه نموده شود ویرا پس چیست شما را چگونه

پیروی کی جائے یا وہ خود راہ نہ پائے مگر جبکہ اسے راہ دکھائی جائے پس کیا ہوا تمہیں کیسا

تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ

حکم میکنید و پیروی نمیکنند بیشتر از ایشاں مگر وہم را ہر آئنہ وہم کفایت نمیکند

حکم لگاتے ہو اور پیروی نہیں کرتے ہیں ان میں سے بیشتر مگر وہم کی، بیشک وہم کفایت نہیں کرتا ہے

مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَمَا

از معرفت حق چیزی ہر آئنہ خدا دانا بآنچہ میکنند و نیست

حق کی معرفت سے کچھ بھی، بیشک اللہ جانتا ہے جو وہ سب کرتے ہیں ۲ اور نہیں ہے

كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ

ایں قرآن افتراء بغیر خدا و لیکن ہست

یہ قرآن غیر اللہ کی طرف سے افترا لیکن تصدیق کرنے والا

تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا

باور دارنده آنچه پیش ازویست و بیان شریعتی است که نوشته شد بر مردماں

جو اسکے سامنے ہے اور شریعت کا بیان ہے جسے لوگوں کیلئے لکھا گیا

رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۷﴾ ۟ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ

ہیچ شک نیست دراں از پروردگار عالمہا آیا میگویند بر بستہ است آنرا

اس میں کوئی شبہ نہیں ہے عالمین کے رب کی طرف سے ہے ۳ کیا کہتے ہیں بنا لایا ہے اسے

۱ اس آیت کریمہ میں مشرکوں پر تیسری حجت قائم کی جارہی ہے۔ جاننا چاہیئے کہ خلق کے صانع کے وجود پر استدلال اولاً ہے اور ہدایت ثانیاً ہے۔ قرآن کریم میں یہ طریقہ بیان ہوا ہے چنانچہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہوا ہے اَلَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ. ترجمہ: وہ ذات جس نے مجھے پیدا کیا پس وہی ہدایت دیتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے رَبُّنَا الَّذِیْ اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی. ترجمہ: ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اسکے لائق صورت دی پھر راہ دکھائی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد ہے سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَی الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی. ترجمہ: اپنے رب کا نام پاکی کیساتھ بولو جو سب سے بلند ہے جس نے بنا کر ٹھیک کیا اور جس نے اسے اندازہ پر رکھ کر راہ دی اور استدلال کی یہ صورت عمدہ ہے اس لئے کہ انسان کے لئے جسم روح ثابت ہے پس صانع کے وجود پر استدلال احوال جسد سے ہے اور خلق ہے اور احوال روح سے ہو تو وہ ہدایت ہے۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ جسد کی تخلیق کا مقصد روح کے لئے ہدایت کا حصول ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْـًٔا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ. ترجمہ: اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے پیدا کیا کہ کچھ نہ جانتے تھے اور تمہیں کان اور آنکھ اور دل دیئے کہ تم احسان مانو۔ یہ آیت تصریح کی طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جسم کو پیدا فرمایا اور پھر اسے حواس عطا کئے تا کہ معارف علوم کے اکتساب کیلئے آلہ ہو جائیں پس احوال جسد یہ حسیہ ہیں جو انسان کو التذاذ کی جانب لے جاتے ہیں اور احوال روحانیہ و معارف الٰہیہ یہ ایسے کمالات ہیں جو باقی رہنے والے ہیں پس اس اعتبار سے خلق ہدایت کے تابع ہے اور انسانی جسد کو پیدا کرنے کا مقصودِ اعظم ہدایت کا حصول ہے۔ ہدایت عبارت ہے دعوت الی الحق سے یا عبارت ہے معرفت کی تحصیل سے، ہدایت کی یہ دونوں صورتیں دلالت کرتی ہیں کہ ہدایت مراتب بشریہ میں اشرف مرتبہ اور سعادتِ حقیقیہ میں اعلیٰ سعادت ہے اور یہ اللہ ہی کی جانب سے ہے۔ باقی رہے یہ مشرکوں کے اصنام تو یہ جمادات محض ہیں دعوت الی الحق کی تاثیر اور ارشاد الی الحق کی تاثیر ان میں نہیں ہے لہذا اس مختصری تفسیر سے معلوم ہوگیا کہ دنیا اور آخرت میں جمیع بھلائی کی جانب پہنچانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے نہ کہ مشرکوں کے اصنام۔ اس لئے ان بتوں کی عبادت کرنا جہل محض ہے۔ (تفسیر کبیر) ۲ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مشرکین ظن کی پیروی کرتے ہیں انکے پاس ان بتوں کی عبادت پر کوئی علم نہیں ہے جس سے اسکی صحت پر دلیل قائم کرسکیں بلکہ یہ لوگ شک اور ریب میں ہیں۔ (ابن جریر) بعض نے کہا کہ ان مشرکوں کا گمان یہ تھا کہ اصنام ہمیں عذاب سے بچالینگے اور یہ ہمارے شفعاء ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں انکے اس قول کو باطل محض اور خیال فاسد قرار دیا۔ بعض عارفین کہتے ہیں کہ ایمان جب ظاہر قلب میں ہو تو بندہ دنیا اور آخرت سے محبت کرتا ہے کبھی وہ اللہ کے حکم پر عمل کرتا ہے اور کبھی وہ نفس کے حکم پر عمل کرتا ہے لیکن جب ایمان باطن قلب میں ہو تو دنیا کو ناپسند کرتا ہے، اپنی خواہشات کو چھوڑ دیتا ہے اور معرفتِ الٰہی کے حصول میں لگ جاتا ہے۔ (روح البیان) ۳ امام فراء کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ "مناسب نہیں ہے کہ یہ قرآن افتراء ہے" پھر اللہ تعالیٰ نے اسکے اعجاز سے متعلق فرمایا وَلٰكِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ یعنی تورات، انجیل اور دیگر کتب سماویہ میں جو کچھ ہے یہ قرآن اسکی تصدیق کرتا ہے، کہا گیا ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ یہ قرآن اپنے سامنے والے کی تصدیق کرتا ہے اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہاں تفصیل سے مراد یہ ہے کہ کتب متقدمہ کی تفصیل بیان کرتا ہے یا تفصیل سے مراد ہے کہ اس کتاب میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی تفصیل موجود ہے جنہیں انسان اپنا کر کامیاب ہوسکتا ہے (القرطبی)

قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ
بگو پس بیارید سورتی مانند آں و بخوانید ہر کرا توانید
آپ فرما دیجئے پس لاؤ کوئی ایک سورت اسکی مانند اور بلا لو جسے تم بلا سکتے ہو

دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٣٨﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ
بجز خدا اگر ہستید راست گویان بلکہ دروغ شمردہ اند بآنچہ
اللہ کے سوا اگر سچ کہنے والے ہو ا بلکہ اسے جھٹلایا

يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ
فرا نرسیدہ اند بدانش وی و ہنوز نیامدہ است مصداق وعدہ وی ہمچنین دروغ داشتند
جسکے علم کا احاطہ انھوں نے نہیں کیا اور ابھی نہ آیا اسکے وعدہ کا مصداق' اسی طرح جھٹلایا

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٣٩﴾
آنانکہ پیش از ایشاں بودند پس بنگر چگونہ شد عاقبت ستمگاران
ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے پس دیکھو کیسا انجام ہوا ظالموں کا ۲

وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَرَبُّكَ
و از ایشاں کسے ہست کہ ایمان آرد بوی و از ایشاں کسے ہست کہ ایمان نمی آرد بوی و پروردگار تو
اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو ایمان لاتا ہے اس پر اور کوئی وہ ہے جو ایمان نہیں لاتا ہے اس پر اور تیرا رب

اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿٤٠﴾ وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ
دانا تر است بمفسدان اگر بدروغ نسبت کنند ترا پس بگو مرا ست عمل من
خوب جانتا ہے مفسدوں کو ۳ اور اگر تمہیں جھٹلائیں تو کہہ دو میرے لئے میرا عمل

وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓــُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا
و شما را عمل شما بے تعلق اید از آنچہ من میکنم و من بے تعلق ام از آنچہ
اور تمہارے لئے تمہارا عمل' تم بے تعلق ہو اس سے جو میں کرتا ہوں اور میں بے تعلق ہوں اس سے جو ۴

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی قرآن سے متعلق جو تم نے گمان کیا ہے اگر تم اپنے گمان میں سچے ہو تو اس قرآن کی کسی ایک سورت کی مثل بلاغت' حسن نظم اور فصاحت میں لا کر دکھاؤ' اور اس کلام کیلئے اللہ کے سوا اپنے سارے معاونین کو بلا لو۔ (غرائب القرآن)
۲ یعنی انکا کلام اور قرآن کی حقانیت سے انکار کسی غور و تحقیق پر مبنی نہیں ہے بلکہ جو قرآن کی حقیقت کو جانے بغیر اور بلا غور و فکر کے سنتے ہیں انھوں نے قرآن کو اللہ کا کلام ماننے سے انکار کر دیا۔ انھوں نے ابھی سوچا ہی نہیں کہ یہ کلام انسانی طاقت سے باہر ہے قرآن نے جو غیب کی خبریں بتائی ہیں مبداء اور معاد سے آگاہی اور ثواب و عذاب کی اطلاع دی ہے ابھی تک اسکے ظہور کا موقع ہی نہیں آیا ہے۔ ان پر لازم تھا کی کتب سابقہ کے عالموں سے پوچھتے کہ یہ باتیں جو قرآن بیان کر رہا ہے انکی کتابوں میں بھی ہیں یا نہیں؟ اس تحقیق سے یقیناً ان پر واضح ہو جاتا۔ قرآن کی عبارت اور تعلیم و معانی کا معجزہ ہونا ان لوگوں پر ظاہر ہو سکتا ہے جو غور کریں' سوچیں اور قرآنی علوم کی تحقیق کریں۔ انھوں نے تو نہ الفاظ قرآن پر غور کیا نہ معنی کی تفتیش کی اور لگے فوراً انکار کرنے۔ لَمَّا يَاْتِهِمْ ابھی تک اسکی حقیقت سامنے نہیں آئی لَمَّا اس جگہ توقع کا لفظ ہے جو قرآن کے اعجاز کے ظاہر ہونے کی امید دلا رہا ہے چنانچہ جب بار بار انکو دعوتِ مقابلہ دی گئی اور پوری طاقتیں انھوں نے قرآن کے مقابلے میں صرف کر دیں اور تجربہ کر لیا اور مقابلہ کی طاقتوں نے کچھ کام نہ دیا تو قرآن کا معجزہ ان لوگوں پر ظاہر ہو گیا اسی طرح قرآن کی دی ہوئی خبریں بار بار سامنے آگئیں اور سچی ثابت ہو گئیں جیسے غُلِبَتِ الرُّوْمُ میں ہے کہ رومی مغلوب ہو گئے لیکن عنقریب غالب ہو جائیں گے چنانچہ آئندہ رومی ایرانیوں پر غالب ہو گئے یا جیسے تَبَّتْ يَدَا اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ میں ابولہب کی ہلاکت کی پیشنگوئی کی گئی اور وہ پوری ہو کر رہی اسی تجربہ کے بعد کچھ لوگ ایمان لے آئے اور کچھ لوگ جذبۂ عناد کے زیرِ اثر کافر رہے۔ (مظہری) ۳ یعنی اہل مکہ میں سے بعض مؤمن ہوئے اور بعض اپنے کفر پر مصر رہے' کہا گیا ہے کہ اس سے مراد اہلِ کتاب ہیں کہ ان میں سے کچھ ایمان لائے اور کچھ اپنے کفر پر مصر رہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ حکم جمیع کفار کیلئے عام ہے اور یہی صحیح ہے۔ "بِــــهٖ" کی ضمیر سے مراد حضرت محمد (ﷺ) ہیں (القرطبی) ۴ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مجھے دیکر اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اسکی اور میری حالت اس شخص کی طرح ہے جس نے قوم والوں سے کہا ہو کہ [اس پہاڑ کے اس طرف] میں نے اپنی آنکھوں سے فوج دیکھی ہے [جو تم پر آخر رات میں حملہ کر دیگی اور تم پر قتل و غارت کر دیگی] میں تم کو اس خطرہ سے آگاہ کئے دیتا ہوں بہت جلد یہاں سے نکل جاؤ اور بھاگ کر چلے جاؤ۔ اس شخص کے قول کو کچھ لوگوں نے مان لیا اور فرصت کو غنیمت سمجھ کر رات ہی کو چل دیئے۔ اس دشمن کے حملہ سے بچ گئے اور کچھ لوگوں نے اس شخص کو جھوٹا سمجھا اور صبح تک اپنی جگہ پڑے رہے صبح کو دشمن نے حملہ کر دیا سب کو تباہ کر دیا اور انکو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا۔ یہی حالت ان لوگوں کی ہے جنھوں نے میری لائی ہوئی تعلیم کو مانا اور ہماری تصدیق کی یا تکذیب کی اور میری لائی ہوئی صداقت کو نہ مانا۔ (مظہری) حضرت مجاہد' کلبی' مقاتل اور ابن زید کے قول کے مطابق یہ آیت' آیتِ سیف سے منسوخ ہے۔ (القرطبی) علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے بارے میں دعوائے نسخ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ ناسخ کی شرط میں سے ہے کہ منسوخ کے حکم کو اٹھالے جبکہ اس آیت کا مدلول یہ ہے ہر ایک کیلئے اسکے اعمال کے مطابق ثواب و عقاب ہے جو کہ اب بھی باقی ہے اور یہ حکم ایسا نہیں ہے جو حرمتِ قتال کا تقاضا کرے اس لئے نسخ کا قول صحیح نہیں ہے۔ فَقُلْ لِّیْ عَمَلِیْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ کا مطلب یہ ہے کہ میری اطاعت اور ایمان کا بدلہ میرے لئے ہے اور تمہارے شرک کا بدلہ تمہارے لئے ہے یا یہ مطلب ہے کہ میرے عمل کا بدلہ میرے لئے اور تمہارے عمل کا بدلہ تمہارے لئے ہے۔ (تفسیر کبیر)

تَعۡمَلُونَ ﴿٤١﴾ وَمِنۡهُم مَّن يَسۡتَمِعُونَ إِلَيۡكَ ۚ أَفَأَنتَ تُسۡمِعُ

شما می کنید و از ایشاں کسے ہست کہ گوش میکنند بسوے تو آیا تو می شنوای

تم کرتے ہو۔ اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو کان لگاتے ہیں تمہاری جانب تو کیا تم سناتے ہو

ٱلصُّمَّ وَلَوۡ كَانُواْ لَا يَعۡقِلُونَ ﴿٤٢﴾ وَمِنۡهُم مَّن يَنظُرُ

کرانرا اگرچہ در نمی یافتند و از ایشاں کسے ہست کہ می نگرد بسوے تو

بہرے کو اگرچہ سمجھ نہیں پاتے ہیں! اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو دیکھتے ہیں تمہاری جانب

إِلَيۡكَ ۚ أَفَأَنتَ تَهۡدِي ٱلۡعُمۡيَ وَلَوۡ كَانُواْ لَا يُبۡصِرُونَ ﴿٤٣﴾

ایا تو راہنمائی کورانرا و اگرچہ نمی دیدند

تو کیا تم راستہ دکھاتے ہو اندھے کو اگرچہ دیکھتے نہیں ہیں ۲

إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَظۡلِمُ ٱلنَّاسَ شَيۡـًٔا وَلَٰكِنَّ ٱلنَّاسَ أَنفُسَهُمۡ

ہر آئنہ خدا ہیچ ستم نمیکند بر مردماں و لیکن مردماں بر خویشتن

بیشک اللہ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا ہے لوگوں پر لیکن لوگ اپنے اوپر

يَظۡلِمُونَ ﴿٤٤﴾ وَيَوۡمَ يَحۡشُرُهُمۡ كَأَن لَّمۡ يَلۡبَثُوٓاْ إِلَّا سَاعَةً

ستم میکنند و چوں بر انگیزد خدا ایشانرا گویا درنگ نکردہ بودند الا یک ساعتی

ظلم کرتے ہیں ۳ اور جب اللہ انھیں اٹھائیگا گویا نہ ٹھہرے تھے مگر دن کی

مِّنَ ٱلنَّهَارِ يَتَعَارَفُونَ بَيۡنَهُمۡ ۚ قَدۡ خَسِرَ ٱلَّذِينَ كَذَّبُواْ

از روز شناسا باشند بایکدیگر زیانکار شدند آنانکہ دروغ داشتند

ایک ساعت ایک دوسرے کو پہچانیں گے نقصان والے ہوئے وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا

بِلِقَآءِ ٱللَّهِ وَمَا كَانُواْ مُهۡتَدِينَ ﴿٤٥﴾ وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ

ملاقات خدا را و نبودند راہ یافتگان و اگر بنمائیم ترا

اللہ کی ملاقات کو اور راہ پانے والے نہ تھے ۴ اور اگر ہم دکھائیں آپکو

۱ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلی والی آیت میں کفار کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا تھا یعنی کچھ وہ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جو ایمان نہیں لاتے ہیں اور اب اس آیت میں ان لوگوں کو جو ایمان نہیں لاتے ہیں دو گروہوں میں تقسیم کیا جارہا ہے ایک وہ جو غایتِ بغض و عداوت میں ہوں اور دین اسلام کی قبولیت کے باب میں سخت نفرت کا شکار ہوں' اور دوسرا وہ جو ایسا نہ ہو۔ پہلے گروہ کے صفات کو اس آیت میں بیان فرمایا ہے' اور دوسرے گروہ کی صفات کو اسکے بعد والی آیت میں بیان فرمایا۔ ابن قتیبہ نے اس آیت سے دلیل قائم کی ہے کہ سماعت' بصارت سے افضل ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے سماعت کے زوال کو عقل کے زوال کا سبب بتایا جبکہ نظر کے زوال کو بصر کے زوال کا سبب بتایا۔ دوسری دلیل یہ دیتے ہیں کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جہاں سمع اور بصر کا ذکر فرمایا وہاں زیادہ تر سمع کو بصر پر مقدم رکھا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سمع' بصر سے افضل ہے۔ انکے علاوہ دوسرے لوگوں نے ایک اور دلیل یہ دی ہے کہ عمی [نابینا ہونا] انبیاء کے حق میں واقع ہے لیکن صمم [بہرہ ہونا] انبیاء کے حق میں غیر جائز ہے کیونکہ رسالت کے حق میں خلل ہے۔ اس لئے کہ جب سائلین کا کلام ہی نہ سن سکیں گے تو انکا جواب کیا دینگے۔ (تفسیر کبیر)

۲ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو تسلی دی ہے کہا گیا ہے کہ یہ آیت دین کیساتھ استہزاء کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (القرطبی)

۳ اس آیت میں ذکر ہے کہ فطری صلاحیتوں کی خرابی اور اختیار و پسندیدگی کی غلطی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے راستے کو صحیح نہیں مانتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو ہدایت اللہ تعالیٰ نے مجھے دیکر بھیجا اسکی مثال ایسی ہے جیسے کسی زمین پر خوب بارش ہو تو زمین کا جو ٹکڑا اچھا ہوتا ہے وہ پانی کو لے لیتا ہے پھر اس میں سبزہ' گھاس چارہ وغیرہ بکثرت ہو جاتا ہے اور زمین کا جو ٹکڑا پتھر کی طرح سخت ہوتا ہے وہ پانی کو اپنے اندر روک لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسکے ذریعے سے فائدہ پہنچاتا ہے لوگ پیتے پلاتے اور کھیتیاں سینچتے ہیں لیکن زمین کا ایک ٹکڑا وہ بھی ہوتا ہے جو چٹیل میدان ہوتا ہے وہ نہ پانی کو اپنے اندر روکتا ہے نہ سبزہ پیدا کرتا ہے۔ یہی حالت اس دین کی ہے کچھ لوگ دین کو سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جو تعلیم دیکر مجھے بھیجا ہے انھیں اس تعلیم سے فائدہ ہوتا ہے وہ خود بھی سیکھتے ہیں دوسروں کو بھی سکھاتے ہیں اور کچھ لوگ دین کی طرف قطعاً توجہ نہیں کرتے' سر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے اور جو ہدایت مجھے دیکر بھیجا گیا ہے اسکو قبول نہیں کرتے ہیں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہوش و حواس اور قوت فہم کو اللہ تعالیٰ سلب کرلے اور آلات استدلال سے محروم کردے اللہ ایسا ظلم نہیں کرتا گویا اس آیت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انسان کو کسب کا اختیار ہے اسکی اختیاری طاقت اللہ تعالیٰ نے سلب نہیں کی ہے۔ اس سے فرقہ جبریہ کے قول کی تردید ہے [جو انسان کو پتھر کی طرح بے بس اور مجبور مانتے ہیں] یہ بھی ہوسکتا ہے کہ منکرینِ نبوت و قرآن کو اس آیت میں عذاب کی وعید ہو کہ قیامت کے روز جس عذاب میں یہ لوگ گرفتار ہونگے وہ ان پر ظلم نہ ہوگا سراسر انصاف ہوگا کیونکہ عذاب کے اسباب کو انھوں نے خود اختیار کیا۔ (مظہری) ۴ امام بغوی کہتے ہیں کہ باہم شناخت قبروں سے اٹھتے وقت تک ہوگی پھر قیامت کی ہولناکیوں کی وجہ سے باہم تعارف جاتا رہیگا۔ بعض آثار میں آیا ہے کہ آدمی اپنے برابر والے کو تو پہچان لیگا مگر ہیبت اور خوف کی وجہ سے اس سے بات نہیں کریگا۔ (مظہری) کلبی کہتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کو اس طرح پہچانیں گے کہ جس طرح دنیا میں ایک دوسرے کو پہچانتے تھے یہ کیفیت قبروں سے نکلتے وقت ہوگی اور یہ تعارف توبیخ کیلئے ہوگا کہ انکے بعض' بعض سے کہیں گے کہ تم نے ہمیں بہکا کر کفر پر آمادہ کیا تھا۔ اس تعارف میں شفقت اور محبت نہ ہوگی پھر تعارف ختم ہوجائیگا اور وہ لوگ قیامت کی ہولناکیاں اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ توبیخ کا تعارف انکے درمیان باقی رہیگا۔ (القرطبی)

بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّكَ فَاِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ

بعض آنچہ وعدہ میکنیم بایشاں یا بمیرانیم ترا بہر حال بسوے ما رجوع ایشاں ست

بعض عذاب جسکا وعدہ ہم ان سے کرتے ہیں یا ہم تمہیں وفات دیں بہرحال ہماری ہی طرف ان سب کا لوٹنا ہے

ثُمَّ اللّٰهُ شَهِیْدٌ عَلٰی مَا یَفْعَلُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ

باز خدا مطلع است بر آنچہ میکنند و ہر امتی را پیغمبری ہست

پھر اللہ مطلع ہے اس پر جو وہ کرتے ہیں ۱ اور ہر امت کیلئے ایک رسول ہے

فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا

پس چوں آمد پیغمبر ایشاں فیصل کردہ شود میاں ایشاں بانصاف و بر ایشاں

پس جب انکے رسول آ جاتے تو انکے درمیان انصاف سے فیصلہ کر دیا جاتا اور ان پر

یُظْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ

ستم کردہ نمیشود و میگویند کی باشد ایں وعدہ اگر ہستید

ظلم نہ ہوتا ۲ اور کہتے ہیں کب پورا ہوگا یہ وعدہ اگر تم

صٰدِقِیْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا

راستگوی بگو نمی توانم برائے خوزیانے و نہ سودے مگر

سچ کہنے والے ہو ۳ آپ فرما دیجئے میں طاقت نہیں رکھتا اپنے لئے نقصان کا اور نہ فائدہ کا مگر

مَاشَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا

آنچہ خواستہ است خدا ہر گروہی را میعادی است چوں بیاید میعاد ایشان پس

جو اللہ چاہئے ہر گروہ کیلئے ایک میعاد ہے جب انکی میعاد آئیگی تو

یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قُلْ اَرَءَیْتُمْ

نکنند توقف ساعتے و نہ سبقت کنند بگو خبر دہید مرا

نہ توقف کریں گے ایک ساعت اور نہ سبقت کرینگے ۴ آپ فرما دیجئے مجھے بتاؤ

تفسیر اظہار العرفان

۱ اللہ تعالیٰ اس آیت میں اپنے نبی ﷺ سے فرمارہا ہے کہ اے محبوب! ہم نے ان مشرکین کے بارے میں جو وعدہ کیا ہے ان میں سے بعض وعدہ کو آپکی حیات میں دکھا دیں یا اس وعدہ کو دکھائے بغیر ہم آپکو وفات دیں تو ہر دو صورت میں ان سب کا ہماری جانب ہی لوٹ کر آنا ہے۔ (ابن جریر)

۲ جاننا چاہیئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کے حال کو انکی قوم کیساتھ بیان فرمایا تو اب تمام انبیاء کے احوال کو انکی قوم کیساتھ بیان کیا جارہا ہے۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ ایامِ ماضیہ میں جتنی اقوام گذریں ان سب کی جانب اللہ تعالیٰ نے رسول و نبی مبعوث فرمایا جیسا کہ ارشاد ہے وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ ترجمہ: اور نہیں ہے کوئی امت مگر ان میں کوئی ڈرانے والا گذرا ہے۔ سوال: یہ دعوٰی کیسے صحیح ہوسکتا ہے جبکہ زمانۂ فترت میں کوئی نبی یا رسول تشریف نہیں لائے۔ [ایک رسول یا نبی کے آنے کے بعد دوسرے رسول یا نبی کے آنے تک کا جو زمانہ ہوتا ہے اسے زمانۂ فترت کہتے ہیں] اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا اُنْذِرَ اٰبَآءُ هُمْ ترجمہ: تاکہ آپ اس قوم کو ڈرائیں جسے انکے باپ دادا نے نہیں ڈرایا' اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر قوم کی جانب نبی یا رسول تشریف نہیں لائے؟ جواب: ہماری دلیل کا مقصد یہ نہیں ہے کہ رسول کا قوم کیساتھ حاضر ہونا ضروری ہے اس لئے کہ کسی قوم میں رسول کا تقدم ہونا اس قوم میں آنے کے منافی نہیں ہے جیسے ہمارے رسول ﷺ ہم سے کافی پہلے ہماری قوم کی جانب تشریف لائے لیکن انکا آنا قیامت تک آنیوالی قوم کیلئے ہوگا۔ اسی طرح ایامِ ماضیہ میں رسول آنے کا مقصد ہے کہ جب تک دوسرا رسول یا نبی تشریف نہیں لاتے ہیں اسوقت تک پہلے نبی کا آنا ہی پایا جائیگا۔ واضح رہے کہ اس آیت کے بیان کا مقصد دو امور میں سے کوئی ایک ہے (۱) اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کی جانب نبی بھیجا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچائیں اور انھیں عذاب سے ڈرائیں اب اسکے بعد بھی وہ اللہ تعالیٰ کا حکم نہ مانیں اور اسکے عذاب سے نہ ڈریں تو اللہ تعالیٰ کا ان پر عذاب کرنا ظلم نہ ہوگا (۲) قیامت کے روز جب اللہ تعالیٰ تمام اقوام کو جمع فرمائیگا تو انکے محاسبہ کے وقت انکے رسول کو بھی جمع فرمائیگا تاکہ مطیع اور عاصی کے بارے میں گواہی دیں اور اس لئے بھی تاکہ وہ قوم ان نبیوں کے پیغام پہنچا دینے کا اعتراف کرے۔ (تفسیر کبیر) یعنی جب رسول نے معجزات پیش کردیئے اور اسکے بعد بھی انھوں نے نہ مانا' رسول اللہ ﷺ کو جھوٹا قرار دیا تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کا اور آپکی امت کا فیصلہ انصاف سے کردیا۔ تکذیب کرنے والوں کو ہلاک کیا' مومنوں کو اور رسول کو محفوظ رکھا اور یہ فیصلہ مبنی برانصاف تھا۔ (مظہری) ۳ مروی ہے کہ جب آیت وَاِمَّا نُرِیَنَّكَ الخ نازل ہوئی تو کفار مکہ عذاب موعود کے بارے میں عجلت کرنے لگے اور استہزاء کے طور پر کہتے کہ "وہ وعدہ کب پورا ہوگا"۔ (روح البیان) کہا گیا ہے کہ استہزاء کی یہ صورت عام ہے کہ ہر قوم اپنے نبی کی تکذیب اور انکا استہزاء اسی انداز میں کرتی تھی۔ (القرطبی) جاننا چاہیئے کہ اس آیت کریمہ میں منکرین نبوت کا پانچواں شبہ بیان کیا گیا ہے رسول اللہ ﷺ جب بھی انھیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے اور آپکے ڈرانے کے بعد ایک زمانہ گذر جاتا اور ان پر عذاب نازل نہ ہوتا تو کہتے مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ. (تفسیر کبیر) ۴ اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ یہ استثناء منقطع ہے یعنی جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہ ہوجاتا ہے [اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اے محبوب! آپ فرمادیجئے کہ میں بالذات نفع نقصان کی قدرت نہیں رکھتا ہاں جسکو اللہ چاہے۔ میں اسکو نفع نقصان پہنچانے پر بالعطا قدرت رکھتا ہوں] (روح البیان) علماء کہتے ہیں کہ یہ استثناء منقطع ہے [استثناء منقطع میں مستثنٰی منہ سے مغائر ہوتا ہے اس لئے اس صورت میں اِلَّا سے پہلے بالذات قدرت کی نفی ہوگی تو اِلَّا کے بعد بالعطا قدرت کا اثبات ہوگا کیونکہ اسی صورت میں مغائرت پائی جائیگی۔ (غرائب القرآن)

إِنْ أَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا أَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ

اگر بیاید بشما عذاب او شبانگاه یا بروز بہر حال چہ چیز را شتاب می طلبند ازاں عذاب

اگر تمہارے پاس رات میں یا دن میں اسکا عذاب آئے بہرحال گنہگار کس چیز کی جلدی کرتے ہیں اس عذاب میں

الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٥٠﴾ أَثُمَّ إِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ كُنْتُمْ

ایں گناہگاراں باز وقتیکہ متحقق شود ایا ایمان آرید باں آنگاہ گفتہ شود آیا اکنوں ایمان آوردید و پیش ازیں

سے! پھر جب آ ہی پڑے تو کیا ایمان لاؤ گے اس پر اسوقت کہا جائیگا کیا اب ایمان لاتے ہو اور اس سے پہلے

بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٥١﴾ ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ

بشتاب می طلبید بدانرا باز گفتہ شود ستمگارانرا بچشید عذاب

اسے جلدی طلب کر رہے تھے ۲ پھر کہا جائیگا ظالموں سے چکھو دائمی عذاب

الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿٥٢﴾ وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ

جاوید جزا دادہ نمیشوید الا بآنچہ میکردید و پرسند ترا

کو بدلہ نہ دیئے جاؤ گے مگر اسکا جو تم کرتے تھے ۳ اور تم سے پوچھتے ہیں

أَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ إِيْ وَرَبِّيْٓ إِنَّهٗ لَحَقٌّ ؕ وَمَآ أَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿٥٣﴾

آیا درست است ایں وعدہ بگو آری قسم پروردگار من ہر آئنہ وی درست است و شما عاجز کنندہ نیستید

کیا یہ وعدہ حق ہے آپ فرمادیجئے کیوں نہیں میرے رب کی قسم بیشک وہ حق ہے اور تم عاجز کرنے والے نہیں ہو ۴

وَلَوْ أَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْأَرْضِ لَافْتَدَتْ

و اگر باشد ہر نفس ستم کنندہ را آنچہ در زمیں است البتہ فدیہ خود دہد

اور اگر ہر ظلم کرنے والی جان کیلئے ہو جو کچھ زمین میں ہے تو ضرور اپنا فدیہ دینگے

بِهٖ ؕ وَأَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ

آنرا و در ضمیر خود دارند پشیمانی چوں بہ بینند عذاب را و فیصل کردہ شود میاں ایشاں

اسے اور اپنے دل میں پشیمانی رکھیں گے جب عذاب کو دیکھے گے اور فیصلہ کیا جائیگا ان کے درمیان ۵

۱ جاننا چاہیئے کہ اس آیت کریمہ میں مشرکین کا قول "مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ" کا دوسرا جواب دیا گیا ہے اور اس طرح کہ وہ کفار عذاب طلب کرتے ہیں آپ ان سے پوچھیئے کہ طلب عذاب سے انکو کیا فائدہ ہوگا؟ اگر یہ لوگ جواب میں کہیں کہ ہم اسے دیکھ کر اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں گے تو یہ قول انکا باطل ہے اس لئے کہ عذاب دیکھ لینے کے بعد ایمان مفید نہیں ہے اس لئے عذاب کا مطالبہ انکے حق میں سوائے نقصان کے اور کچھ نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر) اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ اے محبوب! آپ ان مشرکین سے پوچھیئے کہ اگر ان پر عذاب آجائے تو کیا یہ لوگ اس عذاب کو اپنے آپ سے ہٹانے پر قادر ہیں پھر جب یہ لوگ ہٹانے پر قادر نہیں ہیں تو اس عذاب کا مطالبہ کیوں کر رہے ہیں؟ (ابن جریر)

۲ اس آیت کریمہ میں یہ فرمایا جارہا ہے کہ اے مشرکو! اگر تم عذاب کو دیکھکر ایمان لے آؤ گے تو اسوقت تمہارا ایمان لانا تمہارے حق میں مفید نہ ہوگا۔ (ابن جریر)

۳ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ یعنی اللہ تعالیٰ ان مشرکوں پر عذاب آنے کی علت بیان فرمارہا ہے گویا کہ سائل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کہتا ہے کہ اے رب العزت: تو ان سب سے بے پرواہ تھا پس تیری رحمت کے لائق یہ کیسے ہے کہ تو سختی یا عذاب کرے تو اللہ تعالیٰ اسکے جواب میں فرماتا ہے کہ اس معاملہ کی ابتدا میں نے نہیں کی بلکہ یہ عذاب انکے باطل عمل کے سبب کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جانب رحمت راجح اور غالب ہے اور جانب عذاب مرجوح اور مغلوب ہے۔ اسی طرح اس آیت کا ظاہر یہ بتا رہا ہے کہ جزا موجب عمل ہے۔ اسی طرح یہ آیت بتا رہی ہے کہ بندہ مکتسب ہے جبکے فرقہ جبریہ اسکے خلاف ہے۔ (تفسیر کبیر) ۴ مشرکین دوسری مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آئے اور کہا اَحَقٌّ هُوَ کیا یہ [وعدہ] حق ہے۔ جاننا چاہیئے کہ انکا آپ سے یہ سوال کرنا جہل محض ہے اسکی چند صورتیں ہیں۔ (۱) اس وعدے کے بارے میں انکا سوال مع جواب گذر چکا اس لئے اعادہ سے کوئی فائدہ نہیں ہے [یہ انکی جہالت کی پہلی صورت ہے] (۲) دلائل عقلیہ سے پہلے یہ ثابت ہو چکا کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اسی طرح قرآن کریم معجزہ ہے جب ان دونوں کی صحت ثابت ہوگئی تو اب ان دونوں سے اعراض کرنا سوائے جہالت کے اور کیا ہے؟ "اَحَقٌّ هُوَ" کی ضمیر کے بارے میں اختلاف ہے۔ پہلا قول: اس سے مراد یہ ہے کہ قرآن، نبوت اور شرائع میں سے جو کچھ رسول اللہ ﷺ لیکر آئے اسکی حقانیت کے بارے میں یہ سوال ہے۔ دوسرا قول: مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے اور قیامت کے بارے میں سوال ہے۔ (تفسیر کبیر) ۵ اللہ تعالیٰ اس آیتِ کریمہ میں انکی جانب سے تین چیزوں کو بیان فرمارہا ہے اول: وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ یعنی ان میں سے ہر ایک کے پاس وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اسے اپنی جان بچانے کیلئے قیامت کے روز فدیہ دیں جب بھی انکی جان بخشی نہیں ہوگی۔ ثانی: وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ وہ لوگ اپنی ندامت چھپانے کی کوشش کریں گے چونکہ عذاب دیکھتے ہی مبہوت ہوجائیں گے اور ان میں سکتے کی سی کیفیت طاری ہوجائیگی جسکے سبب یہ لوگ بکاء اور چیخنے کی طاقت نہ رکھ سکیں گے، یا پھر انکی کیفیت یہ ہوگی کہ جب یہ لوگ قیامت کے روز معبودانِ باطلہ کے معاملے میں اپنی بے وقوفی دیکھیں گے تو حیران وششدر رہ جائیں گے۔ ثالث: وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ یعنی مومنین اور کافرین کے درمیان انصاف کیساتھ فیصلہ کیا جائیگا انکے درمیان ذرہ برابر بھی ظلم نہ کیا جائیگا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ رؤسا اور انکے پیروکار کے درمیان یہ فیصلہ کیا جائیگا۔ ایک قول یہ ہے کہ کفار کے درمیان عذاب نازل کر کے فیصلہ کیا جائیگا۔ (تفسیر کبیر)

بِالۡقِسۡطِ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ ﴿۵۴﴾ اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ

بعدل و بر ایشاں ستم کردہ نشود آگاه باش ہر آئنہ خدائراست آنچہ در آسمانہا

عدل سے اور ان پر ظلم نہ کیا جائیگا۔ آگاہ رہو بیشک اللہ کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں

وَالۡاَرۡضِ‌ ؕ اَلَاۤ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰـكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۵۵﴾

و زمین است آگاہ باش ہر آئنہ وعدہ خدا درست است و لیکن بیشترین ایشاں نمیدانند

اور زمین میں ہے آگاہ رہو بیشک اللہ کا وعدہ حق ہے لیکن ان میں سے بیشتر جانتے نہیں ہیں [1]

هُوَ يُحۡىٖ وَيُمِيۡتُ وَاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۵۶﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ

او زندہ میکند و می میراند و بسوے او گردانیدہ شوید اے مردمان

وہی زندہ فرماتا ہے اور مارتا ہے اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے [2] اے لوگو!

قَدۡ جَآءَتۡكُمۡ مَّوۡعِظَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوۡرِ ۙ

آمدہ است بشما پندے از پروردگار شما و شفائی آں علت کہ در سینہا ست

تمہارے پاس ایک نصیحت تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے اور ایک شفا اُس بیماری کیلئے جو سینے میں ہے

وَهُدًى وَّرَحۡمَةٌ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۵۷﴾ قُلۡ بِفَضۡلِ اللّٰهِ وَبِرَحۡمَتِهٖ

و راہنمودنی و بخشائشی مسلمانرا بگو بفضل خدا و برحمت او

اور ایک ہدایت اور ایک رحمت مسلمانوں کیلئے [3] آپ فرما دیجئے اللہ کے فضل اور اسکی رحمت کے سبب

فَبِذٰلِكَ فَلۡيَفۡرَحُوۡا ؕ هُوَ خَيۡرٌ مِّمَّا يَجۡمَعُوۡنَ ﴿۵۸﴾ قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ

بایں چیزہا باید کہ شادماں شوند آں بہتر است از آنچہ جمع میکنند بگو آیا دیدید

ان ہی چیزوں کے سبب خوش ہوں، وہ بہتر ہے اس سے جو جمع کرتے ہیں [4] آپ فرما دیجئے کیا تم نے دیکھا

مَّاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ لَـكُمۡ مِّنۡ رِّزۡقٍ فَجَعَلۡتُمۡ مِّنۡهُ حَرَامًا وَّ

چیزیرا فرود آوردہ است خدا برائے شما از جنس روزی پس ساختید بعض آنرا حرام و

ان چیزوں کو جسے اللہ نے تمہارے لئے روزی کی جنس سے اتاری پس بنایا ان میں سے بعض کو حرام اور

تفسیر اظہار العرفان

[1] یعنی ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہے اس لئے یہ کافرین قیامت کے روز فدیہ کے طور پر کیا دینگے؟ (ابن جریر)

[2] اللہ تعالیٰ اس آیت کریمہ میں فرماتا ہے کہ زندگی اور موت کا مالک میں ہوں جس طرح آج ان مشرکین کو زندگی دینے میں مجھے کوئی روک نہیں سکتا ہے ویسے ہی ان مشرکین کو مارنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر مجھے کون روک سکتا ہے میں انھیں دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہوں۔ (ابن جریر)

[3] جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اس آیتِ کریمہ میں قرآنِ کریم کی چار صفات کو بیان فرما رہا ہے (۱) یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیحت ہے (۲) دلوں کیلئے شفا ہے (۳) ہدایت (۴) مومنین کیلئے رحمت ہے۔ حضرت محمد ﷺ ایک ماہر طبیب کی طرح ہیں اور یہ قرآن ان دواؤں کے مجموعہ سے عبارت ہے جسکے ذریعے ایک معالج کسی مریض کا علاج کر سکتا ہو پھر جب طبیب مریض تک پہنچتا ہے تو اسکے ساتھ چار مراتب پائے جاتے ہیں۔ مرتبہ اولیٰ: طبیب ہر مریض کو ان چیزوں کے کھانے سے منع کرتا ہے جس سے مریض کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو گویا کہ طبیب کا منع کرنا مریض کے حق میں ''موعظہ'' ہے۔ مرتبہ ثانیہ: طبیب مریض کو دوا کھلانے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ مریض صحیح ہو جائے گویا کہ یہ مریض کے حق میں ''شفا'' ہے پس اس طرح انبیائے کرام علیہم السلام جب خلق کو ایسے امور سے منع فرماتے ہیں جن سے بچنا لازم ہوتا ہے تو اسکے ساتھ ہی ایسے امور کے کرنے کا حکم دیتے ہیں جن سے طہارت باطنی حاصل ہو جائے یعنی انبیائے کرام علیہم السلام کی تبلیغ کا حصہ یہ بھی ہے کہ خلق کے ظاہر اور باطن کو پاک کیا جائے۔ مرتبہ ثالثہ: حصولِ ہدایت اور یہ مرتبہ، مرتبہ ثانیہ کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ مرتبہ رابعہ: انسان ان تینوں مراتب کے بعد درجاتِ روحانیہ اور معارجِ ربانیہ کے مرتبہ پر فائز ہو جاتا ہے۔ [جس طرح مریض طبیب کی ہدایت پر عمل کرکے روبہ صحت ہو جاتا ہے اور اسکے جسم کے تمام اجزا صحیح طور پر کام کرنے لگتے ہیں اسی طرح مومن قرآن کریم کی تینوں ہدایت پر عمل کرکے چوتھے مرتبہ کی جانب منتقل ہو جاتا ہے] یہی مراد وَرَحۡمَةٌ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ سے ہے۔ (تفسیر کبیر) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میرے سینہ میں تکلیف ہے آپ نے فرمایا قرآن پڑھا کرو [اس لئے کہ] اللہ تعالیٰ نے قرآن سے متعلق فرمایا وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوۡرِ. رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ [قیامت کے روز] قرآن پڑھنے والے سے کہا جائیگا پڑھ اور چڑھتا چلا جا اور جس طرح دنیا میں ترتیل کرتا تھا اسی طرح ترتیل کر کیونکہ تیرا درجہ وہاں ہے جہاں تک تو آخری آیت پڑھنے پر پہنچے گا۔ (مظہری) [4] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ''بِفَضۡلِ اللّٰهِ'' سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں۔ (درمنثور و روح البیان) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اَلَّذِيۡنَ بَدَّلُوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ كُفۡرًا کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ کفار قریش ہیں اور حضرت عمرو نے کہا وہ قریش ہیں، حضرت محمد ﷺ اللہ کی نعمت ہیں۔ (بخاری) حضرت مجاہد اور قتادہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ایمان ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت قرآن ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اسلام ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ہمارے دلوں میں محبوب بنا دیا۔ حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اسلام ہے اور اللہ تعالیٰ رحمت اور رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انکو خوش ہونا چاہیئے کہ اللہ کے فضل سے یعنی قرآن سے اور اللہ کی رحمت سے یعنی اس بات سے کہ اللہ نے انھیں اہل قرآن میں سے بنایا ہے۔ (مظہری) فَبِذٰلِكَ فَلۡيَفۡرَحُوۡا یہ جملہ حصر کا فائدہ دے رہا ہے یعنی انسان پر یہی خوشی واجب ہے [ہمارے پیش کردہ اقوال کی روشنی میں ولادتِ رسول ﷺ نزولِ قرآن اور اسلام ملنے پر جشن منانا اس آیت سے ثابت ہے] انسان پر یہ بھی ضروری ہے کہ احوالِ جسمانیہ پر خوشی نہ منائے۔ (تفسیر کبیر)

حَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿٥٩﴾ وَ

بعض آنرا حلال بگو آیا خدا اذن داده است شما را یا بر خدا دروغ می بندید و

انکے بعض کو حلال آپ فرما دیجئے کیا اللہ نے اجازت دی تمہیں یا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو۲ اور

مَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ

چیست گمان آنانکه افترا می کنند بر خدا دروغ را بروز

کیا گمان ہے ان لوگوں کا جو اللہ پر جھوٹ کا افترا کرتے ہیں قیامت کے

الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ

قیامت هر آئنه خدا خداوند فضل است بر مردمان و لیکن

دن کے بارے میں بیشک اللہ فضل والا ہے لوگوں پر لیکن

اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٦٠﴾ وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا

بیشترین از ایشاں سپاسداری نمیکنند و نمی باشی در ہیچ شغلے و نمی

ان میں سے بیشتر شکر ادا نہیں کرتے ہیں ۲ اور نہیں ہو تم کسی کام میں اور نہیں

تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا

خوانی ہیچ آیتی . را از طرف خدا آمده و نمکنید ہیچ کاری مگر ہستیم

پڑھتے ہو کسی آیت کو جو اللہ کی طرف سے آئی اور نہیں کرتے ہو کوئی کام مگر ہم ہیں

عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ

بر شما مطلع چوں در می آئید دراں کار و پوشیده نمیشود از

تم پر مطلع جب تم اس کام میں آتے ہو اور پوشیدہ نہیں ہے

رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ

پروردگار تو ہمسنگ ذره در زمین و نه در آسمان

تمہارے رب سے ذرہ بھر کوئی چیز زمین میں اور نہ آسمان میں ۳

تفسیر اظہار العرفان

۱ انزل یعنی پیدا کیا کیونکہ چیزوں کی تخلیق بالائی ذریعہ یعنی بارش سے ہوتی ہے اور بارش اوپر سے ہی اترتی ہے یا یوں کہا جائے کہ تخلیقِ کائنات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے پیدا کی جانے والی چیزوں کو لوحِ محفوظ میں لکھ دیا تھا اب تحریر لوح کے مطابق تخلیق رزق ہوتی ہے گویا رزق لوح محفوظ سے اترتا ہے رزق سے مراد کھیتی یا دودھ والے مویشی ہیں۔ لَكُمْ کے لفظ سے معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں تمہارے لئے حلال بنائی تھیں مگر تم نے از خود ان میں سے کسی کو حلال بنالیا اور کسی کو حرام اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ سے فرمایا کہ آپ ان سے پوچھیئے کہ کیا [اس حلال و حرام بنانے کی] اللہ تعالیٰ نے تم کو اجازت دی ہے کہ اسکے حکم سے ایسا کر رہے ہو] یا اللہ تعالیٰ پر تم افترا کر رہے ہو؟ اس طرح کہ اس خود ساختہ تحلیل کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کر رہے ہو۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اس چیز کی اجازت نہیں دی ہے تم خود اللہ تعالیٰ پر تہمت تراشی کر رہے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمکو اسکا حکم دیا ہے۔ (مظہری) یہ آیتِ کریمہ زواجر کے باب میں ابلغ ہے کہ جس شخص سے کسی حکم کے بارے میں پوچھا جائے اور وہ اس حکم کے بتانے میں احتیاط سے کام نہ لے تو وہ مفترین میں شمار ہوگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص بغیر علم کے فتوی دے تو آسمان اور زمین اس پر لعنت کرتی ہے۔ (روح البیان)

۲ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ افترا کرنے والے کیا گمان کرتے ہیں کہ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں کیا یہ اسے حرام کر کے اللہ تعالیٰ کی جانب نسبت کر دیتے ہیں حالانکہ ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے انکے لئے غذا کے طور پر پیدا فرمایا۔ قیامت کے روز انکے ساتھ انکے جھوٹ کے سبب اللہ تعالیٰ سخت معاملہ فرمائیگا۔ (ابن جریر) کیا انکا یہ خیال ہے کہ قیامت کے روز انکو اس دروغ گوئی کی سزا نہیں دی جائیگی ایسا ضرور ہوگا۔ لفظ ما وعید کا ابہام بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کافروں کو یہ تہدید عذاب سخت طور پر دی گئی ہے۔ (مظہری) ۳ تَكُوْنُ کا خطاب رسول اللہ ﷺ کو ہے اور لَا تَعْلَمُوْنَ کا خطاب عام لوگوں کو ہے۔ شان کا معنی ہے امر حالت۔ ایک محقق کا قول ہے کہ شان کا اطلاق عظیم حالت اور جلیل القدر امر پر ہوتا ہے۔ علامہ بیضاوی فرماتے ہیں کہ [شان کا معنی ہے قصد] شانت شانہ میں نے اسکے جیسا قصد کیا۔ قرآن پاک کی تلاوت رسول اللہ ﷺ کا ایک بڑا کارنامہ تھی۔ آسمان اور زمین سے مراد سارا جہاں ہے چونکہ انسان کی نظری رسائی انھیں دونوں تک ہوسکتی ہے اس لئے ان ہی دونوں کا ذکر کیا اور اہل زمین کی حالت کا ذکر چونکہ پیش نظر تھا اس لئے زمین کا ذکر آسمان سے پہلے کیا۔ مقصد یہ ہے کہ تم اقرار کرو اور کہو کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہمہ گیر ہے سارے جہان کو گھیرے ہوئے ہے۔ (مظہری) جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کے معاملات کے بارے میں کلام کو طویل فرمایا اور کفار کے مذہب کے فساد پر کافی وشافی دلائل دیئے، مشرکین کے شبہات کا جواب دیا، انکی اذیت کو بیان فرمایا، اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ انکے ساتھ نرمی کا برتاؤ رکھیں تاکہ مومنین کو آپکے کلام سے سرور آئے، گناہگاروں کیلئے خوف اور فزع کا ذکر کیا، اللہ تعالیٰ ہر ایک کیساتھ اسکے عمل کے مطابق معاملہ کریگا، انسان کبھی اپنے ظاہر میں زہد و تقوی اور طاعت پیش کرتا ہے لیکن اسکا باطن خبث سے بھرا ہوتا ہے اور کبھی اسکے برعکس ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو یہ خبر سنادی کہ میں ہر انسان کے باطن سے بھی واقف ہوں تو اس کلام سے مومنوں کو بڑا سرور آیا اور گناہگاروں کو اس میں سخت تہدید کی گئی۔ [یہ ہیں سارے مضامین جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی رسالت کو ثابت کرنے کیلئے یکے بعد دیگرے بیان فرمایا] (تفسیر کبیر)

وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٦١﴾ اَلَآ

و نیست خورد تر از آں و نہ بزرگ تر الا نوشتہ شد ست در کتاب روشن آگاہ باش

اور نہیں ہے چھوٹا تر اس سے اور نہ بڑا تر مگر نوشتہ ہے روشن کتاب میں۔ آگاہ رہو

اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٢﴾ اَلَّذِيْنَ

ہر آئنہ دوستان خدا ہیچ ترس نیست بر ایشاں و نہ ایشاں اندوہ گین شوند آنانکہ

بیشک اللہ کے دوستوں کو کوئی خوف نہیں ہے ان پر اور نہ وہ سب غمگین ہونگے [1] وہ لوگ جو

اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

ایمان آوردند و تقوی میکردند ایشانرا ست بشارت در زندگانی دنیا

ایمان لائے اور تقوی اپناتے ہیں [2] ان کیلئے بشارت ہے دنیا کی زندگی میں

وَفِي الْاٰخِرَةِ ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ

و در آخرت نیست ہیچ تبدیل مر سخنان خدا را ایں بشارت ہمونست فیروزی

اور آخرت میں، نہیں ہے کوئی تبدیلی اللہ کے کلمات میں، یہ بشارت ہی بڑی

الْعَظِيْمُ ﴿٦٤﴾ وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۭ هُوَ

وقف لازم

بزرگ و غمگین نکند ترا سخن ایشاں ہر آئنہ غلبہ خدا راست ہمہ یکجا او

کامیابی ہے [3] اور غمگین نہ کرے آپکو انکا کہنا بیشک تمام غلبہ اللہ کیلئے ہے وہی

السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٦٥﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي

شنوای دانا ست آگاہ باش ہر آئنہ خدائراست آنچہ در آسمانہا است و آنچہ در

سننے والا جاننے والا ہے [4] آگاہ رہو بیشک اللہ کیلئے جو آسمانوں میں ہے اور جو

الْاَرْضِ ۭ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

زمین است و پیروی نمیکنند آنانکہ پرستش میکنند بجز خدا

زمین میں ہے اور پیروی نہیں کرتے ہیں وہ لوگ جو عبادت کرتے ہیں اللہ کے سوا

[1] ولی صفت کا صیغہ ہے جسکا معنی قرب رکھنے والا' دوست' مددگار۔ [اولیاء اسی کی جمع ہے] یوں تو ہر شخص بلکہ ہر چیز کا اللہ سے قرب ہے جسکی کیفیت نہیں جانی جاسکتی ہے۔ ارشاد ہے "رگِ جان سے بھی زیادہ ہم بندہ کے قریب ہیں" اسی قرب کی وجہ سے یہ کائنات جامہ ہستی پہنتی اور دائرہ وجود میں آتی ہے اگر یہ قرب نہ ہوتا تو کوئی وجود کی بو بھی نہیں سونگھ سکتا تھا اصل ذات کے اعتبار سے ہر چیز نیست ہے سب کی اصل عدم ہے' لیکن خاص بندوں کو ایک کیفیت قرب اور بھی حاصل ہے یہ قرب محبت ہے' عالم مثال میں اہل کشف کو یہ بے کیف محبت قربِ خلقی جسمانی کی شکل میں نظر آتی ہے۔ لفظِ قرب کا قربِ خلقی اور قربِ محبت دونوں پر اطلاق بطورِ اشتراکِ لفظی کے ہوتا ہے حقیقتِ قرب کا دونوں پر اطلاق جدا جدا ہے۔ مؤخر الذکر قرب [قربِ محبت] کے ان گنت اور غیر محدود درجات ہیں ایک حدیث قدسی میں ہے کہ میرا بندہ نوافل کے ذریعے سے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے پیار کرنے لگتا ہوں جب میں اسکو پیار کرتا ہوں تو پھر میں اسکے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور میں اسکی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے دیکھتا ہے الی آخر الحدیث۔ اس قرب کا ابتدائی درجہ صرف ایمان سے حاصل ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اللہ ولی ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے" اور اس قرب کا انتہائی درجہ انبیائے کرام کا خصوصی حصہ ہے جن کے سردار رسول اللہ ﷺ ہیں' آپکے درجات ترقی پذیر ہیں جنکی کوئی انتہا نہیں۔ صوفیائے کرام کے نزدیک کم سے کم وہ درجہ جس پر لفظِ ولی کا اطلاق ہوسکتا ہے اس شخص کا ہے جسکا دل اللہ تعالیٰ کی یاد میں بروقت ڈوبا رہتا ہے' صبح وشام اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے میں مشغول رہتا ہے' اللہ تعالیٰ کی محبت میں سرشار رہتا ہے' کسی اور کی محبت کی اس میں گنجائش نہیں رہتی ہے اگر کسی سے محبت ہوتی ہے تو محض اللہ کیلئے اور نفرت ہوتی ہے تب بھی خوشنودی مولی کیلئے۔ صوفیہ کی اصطلاح میں اس صفت کو فنائے قلب کہتے ہیں ولی کا ظاہر و باطن تقوی سے آراستہ ہوتا ہے جو اعمال واخلاق اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں ان سے پرہیز کرتا ہے۔ (مظہری) [2] [اس آیت کی تفسیر میں چند چیزیں قابل ذکر ہیں] اول حصول ولایت کے ذرائع: مرتبہ ولایت کا حصول رسول اللہ ﷺ کی پرتو اندازی سے ہوتا ہے براِراست پڑے یا کسی ایک واسطہ سے یا چند واسطوں سے۔ رسول اللہ ﷺ یا انکے نائبوں سے محبت اور انکی ہم نشینی وطاعت۔ حصولِ ولایت کے باب میں رسول اللہ ﷺ کے قلب' نفس اور جسم کا رنگ ولی کے قلب' قالب اور جسم پر ان ہی دونوں [ہم نشینی اور اطاعت] اوصاف کی وجہ سے چڑھ جاتا ہے اور یہی صِبْغَةُ اللّٰهِ ہے۔ مسنون طریقہ سے ذکر اللہ کی کثرت عکس پذیری کیلئے کارآمد ہوتی ہے اس سے دل کا میل دور ہو جاتا ہے اور آئینہ قلب کی صفائی ہوکر عکس پذیری کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے۔ دوم اللہ کا محبوب کون ہے؟ امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ جب کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل کو حکم دیتا ہے کہ میں فلاں بندہ سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔ حسبِ حکم جبرائیل اس بندے سے پیار کرنے لگتے ہیں پھر جبرائیل آسمان پر ندا دیتے ہیں کہ اللہ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ پھر اسی انداز میں ندا دی جاتی ہے تو زمین والے بھی ان سے محبت کرنے لگتے ہیں الخ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ محبوب بندہ کی پہچان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ انکے چہرے شب بیداری کی وجہ سے زرد ہونگے' خوفِ خدا میں آنسو بہانے کی وجہ سے آنکھیں دھنسی ہونگیں' بھوک کی وجہ سے پیٹ اندر کو ہوگا اور ہونٹ مرجھائے ہونگے۔ سوم اولیاء اللہ کی علامات کیا ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ولی وہ ہے جسکے دیکھنے سے اللہ یاد آجائے۔ (مظہری وقرطبی) [3] دنیا میں ان کیلئے اچھے خواب اور آخرت میں جنت ان کیلئے بشارت ہے (القرطبی) [4] یعنی آپ نہ غم کھائیں اور نہ انکی پیروی کیجئے اس لئے کہ ساری قوت اللہ ہی کیلئے ہے۔ (تفسیر کبیر)

شُرَكَآءَ ؕ اِنۡ يَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنۡ هُمۡ اِلَّا يَخۡرُصُوۡنَ ﴿٦٦﴾

شریکان را بحقیقت پیروی نمیکنند مگر وہم را و نیستند مگر دروغگوئی

شریکوں کی، حقیقت میں پیروی نہیں کرتے ہیں مگر وہم کی' نہیں ہیں وہ مگر جھوٹ کہنے والے ١

هُوَ الَّذِىۡ جَعَلَ لَـكُمُ الَّيۡلَ لِتَسۡكُنُوۡا فِيۡهِ وَالنَّهَارَ

او ست آنکہ ساخت برائے شما شب را تا آرام گیرید دراں و روز را

وہی ہے جس نے بنایا تمہارے واسطے رات کو تا کہ اس میں آرام حاصل کرو اور دن کو

مُبۡصِرًا ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰ لِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّسۡمَعُوۡنَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا

روشن ہر آئنہ دریں نشانہاست گروہیرا کہ می شنوند گفتند

روشن، اس میں نشانیاں ہیں اس گروہ کیلئے جو سننے والے ہیں ٢ انھوں نے کہا

اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبۡحٰنَهٗ ؕ هُوَ الۡغَنِىُّ ؕ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ

فرزند گرفتہ است خدا پاکی او راست اوست بے نیاز او را ست آنچہ در آسما نہا ست

اللہ نے فرزند بنایا اور پاکی اسی کیلئے ہے وہی بے نیاز ہے اسی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے

وَمَا فِى الۡاَرۡضِ ؕ اِنۡ عِنۡدَكُمۡ مِّنۡ سُلۡطٰنٍۢ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوۡلُوۡنَ

و آنچہ در زمین است نیست نزدیک شما ہیچ حجتی بریں آیا میگوئید

اور جو کچھ زمین میں ہے نہیں ہے تمہارے پاس کوئی حجت اس پر کیا تم کہتے ہو

عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿٦٨﴾ قُلۡ اِنَّ الَّذِيۡنَ يَفۡتَرُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ

بر خدا آنچہ نمیدانید بگو ہر آئنہ آنانکہ بر می بندند بر خدا

اللہ پر جو جانتے نہیں ہو ٣ آپ فرما دیجئے بیشک وہ **لوگ** جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں

الۡكَذِبَ لَا يُفۡلِحُوۡنَ ﴿٦٩﴾ مَتَاعٌ فِى الدُّنۡيَا ثُمَّ اِلَيۡنَا مَرۡجِعُهُمۡ

دروغ را رستگار نمیشوند ایشانرا باشد بہرہ مندی در دنیا باز بسوے ماست باز گشت ایشاں

فلاح نہیں پائیں گے ٤ ان کیلئے دنیا کی زندگی میں نفع ہو گا پھر ہماری طرف انکا لوٹنا ہے

١ اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ میں ذکر فرمایا کہ اے محمد ﷺ! جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ کیلئے ہے پھر یہ مشرکین اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کی عبادت کیسے کر رہے ہیں اور ان بتوں کو انھوں نے معبود کیسے بنالیا؟ حالانکہ یہ بھی اللہ کی ملکیت میں ہیں' عبادت مالک کی جاتی ہے نہ کہ مملوک کی۔ رب کی عبادت کی جاتی ہے نہ کہ مربوب کی۔ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ اس کلام کا مفہوم یہ ہے کہ آخر وہ کونسی شے ہے جسکے سبب یہ لوگ ان بتوں کو اللہ کی سلطنت پر ملکیت میں شریک ٹھہراتے ہیں؟ یہ لوگ جھوٹے ہیں' اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کی ہر شے کا واحد مالک حقیقی ہے۔ اِنۡ يَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ ان سب سے جب بتوں کی عبادت اور اللہ تعالیٰ کیساتھ شریک ٹھہرانے کے بارے میں دلیل طلب کی جائے تو سوائے گمان کے انکے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی یہ لوگ اپنے باپ دادا کے کرتوت کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ (ابن جریر)

٢ اس آیت کریمہ میں یہ اشارہ ہے کہ اے لوگو! تمہارا رب تمہاری عبادت کا مستحق ہے وہ رب جس نے تمہارے لئے رات بنائی تا کہ تم اس میں آرام کرسکو اور دن بنایا تا کہ تم سب کسب کرسکو۔ اس آیت میں فرمایا گیا کہ وَالنَّهَارَ مُبۡصِرًا یعنی دن دکھانے والا گویا کہ ابصار کی نسبت نہار کی جانب ہے۔ اسی طرح لیل کے بارے میں ارشاد ہوا کہ تمہیں سکون پہنچائے۔ یہ دونوں اضافت مجازی ہیں کیونکہ دن میں اللہ تعالیٰ دکھاتا ہے اسی طرح رات میں سکون اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔ آیت کے آخر میں ارشاد ہے اِنَّ فِىۡ ذَالِكَ لَاٰيَاتٍ لِّقَوۡمٍ يَّسۡمَعُوۡنَ یعنی رات اور دن کا اختلاف اور ان دونوں کے احوال حجت و دلیل ہیں ان لوگوں کیلئے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت بغیر شرک کئے کرتے ہیں۔ (ابن جریر) اس آیت کریمہ میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اوقات میں سے بعض کو استراحت کیلئے بنایا تا کہ مجاہدات کرنے والے اور طاعات کرنے والے ان اوقات میں اپنے نفوس کو آرام دیں اور پھر مطلوب کی جانب نئے شوق و ذوق کیساتھ آگے بڑھیں۔ اس بناء پر اہل تدریس ہفتہ میں ایک روز تعطیل کرتے ہیں تا کہ علم حاصل کرنے والے آرام کے بعد نئے شوق و ذوق کیساتھ دوبارہ مطلوب کی جانب بڑھیں۔ (روح البیان) اس آیت کریمہ میں یہ بیان ہے کہ عبادت کا مستحق وہ ہے جو رات اور دن کی تخلیق پر قادر ہے نہ کہ وہ جو کسی چیز کی قدرت نہیں رکھتا ہو۔ (القرطبی)

٣ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے اباطیل کو بیان فرمایا ان میں سے ایک یہ بھی ہے جسے اس آیت میں بیان کیا گیا ہے اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا۔ اس میں یہ احتمال ہے کہ اس سے مراد کفار کا وہ قول ہے جس میں انھوں نے کہا کہ ملائکہ، بنات اللہ ہیں۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد کفار کا وہ قول ہے جس میں انھوں نے بتوں کے بارے میں دعویٰ کیا کہ یہ اولاد اللہ ہیں۔ تیسرا احتمال یہ ہے کہ ان کفار میں نصاریٰ بھی تھے جنھوں نے حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا پھر اللہ تعالیٰ نے انکے قول کی کراہت کو جب قرآن میں بیان فرمایا تو ساتھ ہی ساتھ هُوَ الۡغَنِىُّ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ فرمایا۔ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کا مالک اور بے پرواہ ہے اس لئے یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ ایسی ذات کیلئے ولد محال ہے۔ اول: جو غنی ہوگا اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ فرد اور اجزاء وابعاض سے پاک ہو اور جسکی یہ شان ہوگی اسکا کوئی جزء نہ ہوگا اور ولد عبارت ہے جزء سے اس لئے اللہ تعالیٰ کیلئے ولد محال ہے۔ ثانی: اللہ تعالیٰ غنی ہے اور جو غنی ہوگا وہ قدیم' ازلی' باقی اور سرمدی ہوگا اور جسکی یہ شان ہوگی وہ انقراض وانقضاء سے پاک ہوگا جبکہ ولد انقضاء سے حاصل ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کیلئے محال ہے۔ ثالث: اللہ تعالیٰ غنی ہے اور جو غنی ہوگا اسے شہوت ولذت کی صفت سے متصف کرنا ممتنع ہوگا لہذا جب شہوت ولذت سے اللہ تعالیٰ کو متصف کرنا ممتنع ہے تو اس کیلئے بیوی اور بچہ ثابت کرنا محال ہوگا (تفسیر کبیر)

٤ یعنی ایسے لوگ کامیاب نہیں ہونگے (القرطبی)

ثُمَّ نُذِيقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيدَ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿۷۰﴾

پس بچشانیم ایشانرا عذاب سخت بسبب کفر که میکردند

پھر ہم چکھائیں گے انھیں سخت عذاب کفر کے سبب جو وہ کرتے تھے [1]

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِنْ كَانَ

و بخواں بر ایشاں خبر نوح را چوں بگفت بقوم خود اے قوم من اگر شدہ باشد

اور پڑھو ان پر نوح کی خبر، جب کہا اپنی قوم سے اے میری قوم! اگر میرا قیام تم

كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَقَامِي وَتَذْكِيرِي بِآيَاتِ اللَّهِ فَعَلَى

دشوار بر شما قیام من و پند دادن من بآیتہاے خدا پس بر

پر دشوار گذرا اور اللہ کی آیتوں سے میرا نصیحت کرنا تو

اللَّهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ

خدا توکل کردم پس عزیمت درست کنید درکار خود ہمراہ شریکان خویش پس نباشد

اللہ ہی پر میں نے بھروسہ کیا پس تم اور تمہارے شریک اپنے کام ٹھیک کر لو پھر نہ ہو

أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُونِ ﴿۷۱﴾ فَإِنْ

کار شما بر شما پوشیدہ باز برسانید بسوئے من و مہلت مدہید مرا پس اگر

تمہارا کام تم پر پوشیدہ پھر پہنچاؤ میری طرف (جو پہنچا سکتے ہو) اور مہلت نہ دو [2] پس اگر

تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَ

اعراض کردید نخواستہ بودیم از شما ہیچ مزد را نیست مزد من مگر بر خدا

تم منہ پھیرتے ہو تو میں نے تم سے کوئی اجر نہیں چاہا تھا میرا اجر نہیں ہے مگر اللہ پر

أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿۷۲﴾ فَكَذَّبُوهُ فَنَجَّيْنَاهُ

و فرمودہ شد مرا کہ باشیم از مسلماناں پس دروغ داشتندش پس خلاص ساختیم او را

اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ مسلمانوں میں سے رہوں [3] پس اسے جھٹلایا تو ہم نے اسے نجات دی

[1] اس آیت کریمہ میں سائل کے سوال کا جواب دیا گیا ہے اور وہ اس طرح کہ اس سے پہلی آیت میں کفار کے حق میں کہا گیا کہ لَا يُفْلِحُونَ یعنی وہ لوگ فلاح نہیں پائیں گے جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں انکے پاس طرح طرح کی لذت کی چیزیں ہیں اور آسائش و راحت کا سارا انتظام ہے۔ اللہ تعالیٰ اسکا جواب دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ دنیا کے یہ مال و متاع قلیل ہیں اور اس قلیل کی بناء پر انکے حق میں یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ وہ لوگ فوز بالمطلوب ہیں۔ ہم انھیں موت دیکر سخت عذاب کی جانب لے جائیں گے۔ (روح البیان)

[2] حدیث میں ہے کہ کیا میں تمہیں اس چیز کے بارے میں خبر نہ دوں جسکا حکم حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو دیا۔ پس آپ نے فرمایا! اے میرے بیٹے میں تمہیں دو امور کا حکم دیتا ہوں اور دو چیزوں سے روکتا ہوں۔ پہلا حکم یہ دیتا ہوں کہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ کہو اگر آسمان و زمین تمہاری ایک ہتھیلی پر رکھ دیئے جائیں تو وہ ہتھیلی بھاری ہوگی جس میں یہ کلمہ ہوگا اور دوسرا حکم تمہیں یہ دیتا ہوں کہ تم سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کہو اس لئے کہ یہ ملائکہ کی تسبیح ہے، مخلوق کی دعا ہے اور اسکے ذریعے اللہ تعالیٰ مخلوق کو رزق دیتا ہے، پہلی چیز جس سے میں تمہیں منع کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اس لئے کہ جو اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی کو شریک کرتا ہے اللہ تعالیٰ جنت اس پر حرام کر دیتا ہے اور دوسری چیز جس سے میں تمہیں منع کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ تم کبر [بڑائی] سے بچو اس لئے کہ جسکے دل میں رائی کے برابر بھی کبر ہو گا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں اسوقت تک داخل نہ فرمائیگا جب تک کبر نہ نکال دے۔ واضح رہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا نام ''شاکر'' ہے۔ آپکو نوح کثرت نوحہ اور بکاء کی وجہ سے کہتے ہیں آپ اول نبی ہیں جنہوں نے احکام کو نسخ کیا اور شرائع کا حکم دیا آپ سے پہلے بھائی بہن سے نکاح حلال تھا مگر آپ نے اسے حرام کیا جسوقت آپ اپنی قوم میں بحیثیت نبی مبعوث ہوئے اسوقت آپکی عمر مبارک ۴۸۰ سال تھی۔ (روح البیان) حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ سے دو فائدے حاصل ہوئے (۱) جب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کفر پر مصر ہوئی اور آپکے پیغامات کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے فوراً ہلاک کیا اور غرق کیا پس اللہ تعالیٰ اس قصہ کو یاد دلا کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے کفار کو عبرت دلا رہا ہے کہ تمہارے انکار اور کفر کا نتیجہ بھی ایسا ہوگا بلکہ اس سے سخت ہوگا (۲) کفار مکہ عذاب میں جلدی کرتے تھے جب عذاب کا تذکرہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فوراً اس عذاب کا مطالبہ کرنے لگے تھے۔ پھر جب یہ عذاب نہیں آتا ہے تو کہتے ہیں کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے عذاب کا کہا تھا لہٰذا اللہ تعالیٰ انھیں حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ یاد دلا کر ڈرا رہا ہے۔ (تفسیر کبیر) بِاٰيَاتِ اللّٰهِ یعنی روشن علامات اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر موجود ہیں۔ جب حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو نصیحت فرماتے تو بوقتِ نصیحت اگر آپ بیٹھ جاتے تو لوگ کھڑے ہو جاتے اور اگر آپ کھڑے ہوتے تو وہ لوگ بیٹھ جاتے تھے جیسے حضرت عیسیٰ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ کھڑے ہو کر نصیحت فرماتے تھے اور لوگ بیٹھے رہتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی قوم کو جب تبلیغ فرماتے تو آپ منبر شریف پر جلوہ گر ہوتے تھے۔ استن حنانہ سے پہلے مٹی کے منبر پر آپ خطاب فرماتے تھے اسکے بعد استن حنانہ پر خطاب فرماتے تھے اسکے بعد لکڑی کے منبر پر خطاب فرمایا کرتے تھے جس میں تین زینے [علاوہ چوکی کے] تھے۔ (روح البیان)

[3] علماء متاخرین نے تعلیمِ قرآن، اذان، اقامت، خطابت وغیرہ کی اجرت کو جائز قرار دیا ہے لیکن پھر بھی لینے والے کو اپنے عمل میں اخلاصِ نیت چاہیے ورنہ انکے بارے میں وعید ہے۔ متقدمین علماء نے مذکورہ عمل پر اجرت لینے سے منع فرمایا ہے کیونکہ یہ لوگ خدمتِ ارشاد کیلئے متعین ہیں جو کہ انبیائے کرام علیہم السلام کا منصب ہے۔ [فتویٰ علمائے متاخرین کے قول پر ہے یعنی مذکورہ خدمت پر اجرت کا جواز ہے۔] (روح البیان)

وَمَنۡ مَّعَهٗ فِى الۡفُلۡكِ وَجَعَلۡنٰهُمۡ خَلٰٓـئِفَ وَاَغۡرَقۡنَا

و آنانرا کہ با وی بودند در کشتی و گردانیدیم ایشانرا جانشین و غرق کردیم

اور ان لوگوں کو جو انکے ساتھ کشتی میں تھے اور ہم نے کیا انھیں جانشین اور غرق کیا

الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا‌ ۚ فَانْظُرۡ كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ

کسانیرا کہ دروغ داشتند آیات ما را پس بنگر چگونہ شد آخر کار

ان لوگوں کو جنھوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو پس دیکھو کیسا ہوا انجام

الۡمُنۡذَرِيۡنَ ﴿۷۳﴾ ثُمَّ بَعَثۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوۡمِهِمۡ

بیم کردہ شدگان باز فرستادیم بعد نوح پیغمبرانرا بسوئے قوم ایشاں

ڈرائے ہوؤں کا ۱؎ پھر ہم نے نوح کے بعد اور رسولوں کو بھیجا انکی جانب

فَجَآءُوۡهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوۡا لِيُؤۡمِنُوۡا بِمَا كَذَّبُوۡا بِهٖ

پس آوردند پیش ایشاں نشانہائے روشن را پس ہرگز مستعد آں نبودند کہ ایمان آرند بآنچہ دروغ داشتہ بودند آنرا

پس وہ سب انکے پاس روشن نشانیاں لیکر آئے پس ہرگز تیار نہ تھے کہ اس پر ایمان لائیں جسے انھوں نے اس

مِنۡ قَبۡلُ‌ ؕ كَذٰلِكَ نَطۡبَعُ عَلٰى قُلُوۡبِ الۡمُعۡتَدِيۡنَ ﴿۷۴﴾

پیش ازیں ہمچنیں مہر می نہیم بر دل از حد گذرندگان

سے پہلے جھٹلایا تھا اسی طرح ہم مہر لگاتے ہیں حد سے زیادہ گذرنے والوں کے دلوں پر ۲؎

ثُمَّ بَعَثۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ مُّوۡسٰى وَهٰرُوۡنَ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ وَ

باز فرستادیم بعد از ایشاں موسیٰ و ہاروں را بسوئے فرعون و

پھر ہم نے بھیجا موسیٰ اور ہارون کو فرعون کی جانب اور

مَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسۡتَكۡبَرُوۡا وَكَانُوۡا قَوۡمًا مُّجۡرِمِيۡنَ ﴿۷۵﴾

قوم او بانشانہائے خود پس تکبر کردند و بودند قوم گناہگاران

اسکی قوم کی جانب ہماری نشانیوں کے ساتھ پس انھوں نے تکبر کیا اور وہ لوگ گنہگار قوم تھے ۳؎

۱؎ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت نوح علیہ السلام اور کفار کے مابین ہونے والے کلمات کو بیان فرمادیا تو اب ان کفار کے انجام کو بیان کیا جارہا ہے۔ اس آیت میں حضرت نوح علیہ السلام اور آپکے ساتھیوں کے بارے میں دو امور بیان کیئے گئے ہیں (۱) اللہ تعالیٰ نے انھیں کفار سے نجات دی (۲) اللہ تعالیٰ نے کفار کی ہلاکت کے بعد انھیں زمین پر جانشین بنایا۔ اس آیت میں کفار کے حق میں یہ بیان ہے کہ انھیں ہلاک کیا اور غرق کیا۔ جب یہ واقعہ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا اور اسکی صداقت کی گواہی بھی دی تو گویا اس میں انھیں ایک طرح کا زجر ہے کہ تم لوگ قومِ نوح کی مثل عذاب سے ڈرو۔ مومنین کیلئے اس آیت میں ایمان پر ثابت قدم رہنے کی تلقین ہے۔ اس ایک آیت میں ترغیب بھی ہے اور ترہیب بھی۔ (تفسیر کبیر) کشتی پر حضرت نوح علیہ السلام کیساتھ ۸۰ افراد تھے جن میں سے چالیس مرد اور چالیس عورتیں تھیں۔ کشتی سے اترنے کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد سام، حام یافث اور انکی عورتوں سے انسانوں کا سلسلہ چلا جیسا کہ ارشاد ہے وَجَعَلۡنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الۡبٰقِيۡنَ ترجمہ: ''اور ہم نے انکی اولاد کو باقی رکھا'' پس ان سے اولادِ کثیرہ کا سلسلہ چلا چنانچہ عرب، عجم، فارس اور روم میں سام بن نوح کی اولاد پھیلی، حبش، سندھ اور ہند میں حام بن نوح کی اولاد پھیلی۔ واضح رہے کہ یاجوج اور ماجوج یافث بن نوح کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت شیخ آفندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طوفانِ نوح ہر تیس سال کے بعد ظاہر ہوتا ہے مگر بہت ہلکے انداز میں اس طوفان میں بارش بہت ہوتی ہے جس سے بعض بستیاں بہہ جاتی ہیں۔ (روح البیان) ۲؎ جاننا چاہیئے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت ابراہیم، حضرت لوط اور حضرت شعیب صلوات اللہ علیہم اجمعین کو روشن نشانیوں کیساتھ بھیجا گیا اور بینات معجزاتِ قاہرہ کو کہتے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے انکی خبر دیکر کفار مکہ کو ڈرایا تا کہ ان مکذبین کی ہلاکت سن کر کفار مکہ بھی اپنے اندر خوف پیدا کریں۔ (تفسیر کبیر) اللہ تعالیٰ اس آیت کریمہ میں فرمارہا ہے کہ نوح کے بعد پے درپے رسول معجزات اور دلائل قویہ لیکر آئے لیکن اسکے بعد بھی جھٹلانے والوں نے ان پر ایمان نہیں لایا اور نہ ان سب کی تصدیق کی حالانکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی جانب سے برحق رسول تھے اور جسکی عبادت کی جانب بلا رہے تھے وہ بھی حق تھا پس جس طرح ان اقوام کے قلوب پر مہر لگادی گئی وہی اللہ تعالیٰ آج انکے قلوب پر مہر لگا دیگا جو نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلائیگا۔ (ابن جریر) جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے یثاق کے روز ہر ایک کو توحید کی دعوت دی پھر جب ان اروح کو عالم اجسام میں مجسم بنا کر بھیجا تو پھر انھیں عالمِ ارواح کے یثاق کے مطابق عمل کرنے کی دعوت دی اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت یاد دلائی پس جو ازلی شقی تھا وہ انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت قبول کرنے پر تیار نہ ہوئے۔ انبیائے کرام علیہم السلام نے انھیں معجزات ودلائل دیئے پھر بھی یہ لوگ ایمان لانے کے واسطے تیار نہ ہوئے۔ اسکے برعکس جو ازلی سعید تھے انھوں نے انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت کو قبول کیا اور یثاق کے مطابق انھوں نے عمل کیا اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کیا۔ (روح البیان) ۳؎ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت نوح کے بعد ہم پے درپے رسول بھیجتے رہے یہاں تک کہ موسیٰ اور ہارون تشریف لائے، ان دونوں پیغمبر کیساتھ بھی متکبر قوم فرعون اور اسکے اشراف نے بھی وہی کچھ کیا جو ان سے پہلے نبیوں کیساتھ کیا گیا تھا۔ (ابن جریر) حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس نو (۹) نشانیاں لے کر آئے تھے۔ عصا، ید بیضاء، طوفان، ٹڈی، خون، مینڈک، جوں، طمس اور فلق بحر۔ اس آیت میں ان نشانات کی اضافت اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب فرمائی تا کہ تنبیہ ہو جائے کہ ان سب کا خروج بندہ کی استطاعت کے مطابق ہوا ہے۔ (روح البیان)

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ

پس چوں آمد بایشاں سخن درست از نزدیک ما گفتند ہر آئنہ ایں سحر

پس جب انکے پاس ہماری طرف سے سچی بات آئی تو انھوں نے کہا بیشک یہ کھلا

مُّبِيْنٌ ۝۷۶ قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ

ظاہر است گفت موسی آیا چنیں میگوئید سخن درست را چوں بیاید بشما آیا سحر است

جادو ہے ۱ موسیٰ نے کہا جب سچی بات تمہارے پاس آئی تو اسکے بارے میں کہتے ہو کہ کیا یہ جادو ہے

هٰذَا ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ۝۷۷ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا

ایں و رستگار نمیشوند ساحران گفتند ایا آمدہٗ پیش ما باز داری ما را از دینی کہ

اور فلاح نہیں پاتے ہیں جادوگر ۲ انھوں نے کہا کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا کہ روک دے ہمیں اس دین سے

وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِى الْاَرْضِ ؕ

یافتیم بر آں پدران خود را و تا باشد شما را ریاست در زمین

جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا اور تا کہ تمہاری سرداری زمین میں قائم ہو جائے

وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ۝۷۸ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِىْ بِكُلِّ

و نیستم ما شما را باور دارندہ و گفت فرعون بیارید پیش من ہر

اور نہیں ہیں ہم تم پر ایمان لانے والے ۳ اور فرعون نے کہا لاؤ میرے سامنے ہر

سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ۝۷۹ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ

ساحر دانا را پس وقتیکہ آمدند ساحرانرا گفت ایشانرا موسی بیفگنید آنچہ

جادو گر جاننے والے کو ۴ پس جسوقت جادوگر آئے تو کہا ان سے موسیٰ نے ڈالو جو

اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ۝۸۰ فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ

شما افگندہ اید پس چوں افگندند گفت موسیٰ آنچہ آوردہ اید

تم ڈالنے والے ہو ۵ پس جب انھوں نے ڈالا تو موسیٰ نے کہا جو تم لیکر آئے ہو ۶

۱ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بھی انکے پاس کوئی معجزہ لاتے تو وہ لوگ اس معجزہ کا یہ کہہ کر انکار کر دیتے تھے کہ یہ جادو ہے۔ (القرطبی)

۲ سوال: جب قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو دیکھکر کہا: اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ بیشک یہ کھلا جادو ہے' پھر موسیٰ نے قوم کی جانب سے "اَسِحْرٌ هٰذَا" کیسے فرمایا یعنی علی سبیل الاستفہام؟ جواب: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جملہ قوم کی جانب سے نقل نہیں فرمایا بلکہ آپ نے فرمایا: "کیا تم حق کیلئے کہتے ہو جب وہ تمہارے پاس آئے" پھر دوسری مرتبہ فرمایا: "کیا اسے جادو کہتے ہو" گویا کہ یہ استفہام علی سبیل الانکار ہے پھر آپ نے معجزات سے متعلق دلیل قائم فرمائی کہ کیا یہ حجت نہیں ہے اور فرمایا: جادو کرنے والے فلاح نہیں پاتے ہیں" یعنی عصا کا سانپ بننا اور دریا کا پھٹ جانا وغیرہ تخیل اور نظر بندی نہیں ہے اس لئے تمہارا ان چیزوں کو جادو کہنا درست نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر)

۳ جاننا چاہیئے کہ فرعون اور قومِ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کو قبول نہیں کیا اور اس عدم قبول کی دو علت پیش کیں جسکا اس آیت میں بیان ہے (۱) انھوں نے انکار کی ایک وجہ یہ بتائی کہ اے موسیٰ! کیا آپ ہمارے پاس اس لئے آئے ہیں کہ ہمیں ہمارے باپ دادا کے دین سے جدا کر دیں گویا کہ انھوں نے یہ اقرار کیا کہ ہم اس دین کو نہیں چھوڑیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ (۲) انھوں نے انکار کی دوسری وجہ یہ بتائی کہ اے موسیٰ! آپ ہمیں ایک جدا دین کے بارے میں اس لئے درس دے رہے ہیں تا کہ زمین میں آپکی سرداری قائم ہو جائے۔ واضح رہے کہ سبب اول میں تمسک بالتقلید کی جانب اشارہ ہے اور سبب ثانی میں دنیا کی طلب پر حرص کی جانب اشارہ ہے۔ (تفسیر کبیر) حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ الکبریاء سے مراد عظمت ہے [اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ اے موسیٰ آپ دونوں بھائی زمین میں اپنی عظمت چاہتے ہیں] حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد بادشاہت وسرداری ہے۔ حضرت ضحاک فرماتے ہیں کہ اس سے مراد طاعت ہے۔ (ابن جریر) ۴ فرعون اور اسکے سردار جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر قولی الزام لگا چکے تو اپنے قول کو عملی جامہ پہنانے کیلئے کہا کہ ماہر جادوگروں کو بلاؤ تا کہ موسیٰ کا معارضہ کریں۔ (روح البیان) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب عصا اور ید بیضا کا معجزہ فرعون کے سامنے پیش کیا اور اس نے ان دونوں معجزہ کو جادو خیال کیا تو اپنے لوگوں کو حکم دیا کہ ماہرین جادوگروں کی ایک ٹیم لاؤ جو آ کر موسیٰ کا مقابلہ کرے۔ (القرطبی) ۵ سوال: اس آیت کریمہ میں یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں سے فرمایا کہ تم پہلے ڈالو۔ آپ جانتے تھے کہ جادو کفر ہے پھر آپ نے اسکا حکم کیسے دیا؟ جواب: آپ نے انھیں رسی اور لاٹھی ڈالنے کو کہا تھا تا کہ مخلوق پر انکا عملِ فاسد اور سعی باطل ظاہر ہو جائے نہ کہ آپ نے انھیں جادو کا حکم دیا تھا۔ اس سے آپکی غرض یہ بھی تھی کہ جب لوگوں نے آپ سے کہا کہ اے موسیٰ! آپ ہمارے پاس جادو لیکر آئے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسکے جواب میں فرمایا کہ تمہارا یہ کہنا باطل ہے بلکہ حق یہ ہے کہ جسے تم لیکر آئے ہو وہ کھلا جادو ہے۔ (تفسیر کبیر) ۶ قاضی کہتے ہیں کہ اس میں دلیل ہے کہ سحر محض افساد ہے اور نظر بندی ورنہ اسکی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ یعنی تم لوگ جو لیکر آئے ہو در حقیقت یہی جادو ہے جسے فرعون اور اسکی قوم نے جادو کہا ہے وہ جادو نہیں ہے بلکہ وہ تو آیات اللہ ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ یعنی وہ لوگ جادو کے بل بوتے پر جو کچھ لوگوں کو دکھا رہے ہیں عنقریب اللہ تعالیٰ معجزہ کے ذریعے اسے ختم فرمادیگا یہاں تک کہ اسکا اثر بھی وہاں باقی نہ رہیگا اور اسکا باطل ہونا لوگوں پر ظاہر ہو جائیگا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ یعنی مفسدوں کا عمل ثابت نہ ہوگا اور نہ اس میں پائیداری ہوگی بلکہ اسے مٹا کر اللہ تعالیٰ ہلاک فرمادیگا۔ (روح البیان)

تفسیر اظہار العرفان

السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَیُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۸۱﴾

سحر است ہر آئنہ خدا باطل خواہد ساخت آنرا ہر آئنہ خدا راست نمیدارد کار مفسدانرا

جادو ہے بیشک اللہ باطل کریگا اسے، بیشک اللہ درست نہیں فرماتا ہے مفسدوں کے کام کو

وَ یُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَمَاۤ اٰمَنَ

و ثابت خواہد کرد خداسخن درست رابفرمان خود اگرچہ ناخوش دارند گناہگاراں پس ایمان نیاوردند

اور اللہ ثابت فرمائیگا درست بات کو اپنے حکم سے اگرچہ گناہگاروں کو برا لگے[1] پس ایمان نہ لائی

لِمُوْسٰۤى اِلَّا ذُرِّیَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ

بموسی مگر جماعت از قوم وی با بوجہ خوف از فرعون

موسی پر مگر اسکی قوم میں سے ایک جماعت فرعون

وَ مَلَاۡىِٕهِمْ اَنْ یَّفْتِنَهُمْ ؕ وَ اِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِی الْاَرْضِ ۚ

و از اشراف قبط کہ عقوبت کنند ایشانرا و ہر آئنہ فرعون سرکش بود در آں زمین

اور قبطی سرداروں کے باوجود کہ وہ انھیں سزا دینگے اور بیشک فرعون سرکش تھا اس زمین میں

وَ اِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۸۳﴾ وَ قَالَ مُوْسٰى یٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ

و ہر آئنہ وی از حد گذرندگان بود و گفت موسی اے قوم من اگر آوردہ اید

اور بیشک وہ حد سے گذرنے والوں میں سے تھا[2] اور موسیٰ نے کہا اے میری قوم! اگر تم

اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَیْهِ تَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِیْنَ ﴿۸۴﴾

ایمان بخدا پس بروی توکل کنید اگر ہستید مسلمان

اللہ پر ایمان لائے تو اسی پر بھروسہ کرو اگر تم مسلمان ہو[3]

فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ

پس گفتند بر خدا توکل کردیم اے پروردگار ما مکن بر مالکد کوب قوم

پس انھوں نے کہا اللہ پر ہم نے بھروسہ کیا، اے ہمارے پروردگار! ہمیں ظالم لوگوں کیلئے[4]

[1] یعنی جو کچھ میں لیکر آیا ہوں اللہ تعالیٰ اسے ثابت رکھے گا اور اسے تقویت دیگا۔ کاشفی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں نصرت کا جو وعدہ دیا تھا اسے پورا فرمائیگا اور دشمنوں کی ناراضگی اور کراہت کی پرواہ نہ کریگا۔ (روح البیان)

[2] بعض اہل تفسیر کے نزدیک "قَوْمِهٖ" کی ضمیر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے یعنی صرف وہ بنی اسرائیل آپ پر ایمان لائے جو مصر میں رہتے تھے اور مصر سے نکلتے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کیساتھ تھے [قبطی ایمان نہیں لائے] حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ ایمان لانے والے ان اسرائیلیوں کی اولاد تھی جنکی ہدایت کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا۔ آباء واجداد کے مرنے کے بعد انکے بیٹے باقی رہے تھے ذریت سے یہی لوگ مراد ہیں۔ بعض علماء نے کہا کہ فرعون نے بنی اسرائیل کے نوزائیدہ بچوں کو قتل کردینے کا حکم جاری کیا تو بعض اسرائیلی عورتوں نے اپنے نوزائیدہ بچے قبطی عورتوں کو ویسے ہی دے دیئے ان بچوں نے قبطیوں کے پاس پرورش پائی اور جس روز حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگروں پر غالب آئے اس روز یہی اسرائیلی ایمان لائے تھے جو نسلاً اسرائیلی تھے اور بظاہر قبطی زادے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ "قَوْمِهٖ" کی ضمیر فرعون کی طرف راجع ہے۔ عطیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ قوم فرعون کے کچھ قلیل آدمی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے فرعون کی بیوی، فرعون کا خزانچی، خزانچی کی بیوی، فرعون کی بیوی کے بالوں میں کنگھا کرنے والی خادمہ اور مؤال فرعون [جس کا تذکرہ سورہ یٰسین کی آیت وَ جَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ رَجُلٌ یَّسْعٰى میں آیا ہے] انہی لوگوں میں سے تھے اور یہی چند اہل ایمان آیت میں مراد ہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول آیا ہے کہ وہ ستر آدمی ہیں جن کے باپ قبطی تھے اور مائیں اسرائیلی، یہ لوگ اپنے ننہال کے پیروکار ہوگئے تھے۔ فراء نے کہا کہ انکو ذریت اس لئے کہا گیا کہ انکے باپ قبطی تھے اور مائیں اسرائیلی، جس طرح بعض اہل فارس یمن میں آبسے تھے انکی اولاد کو ابنائے فارس کہا جاتا ہے کیونکہ انکے باپ دوسرے ملک سے آئے تھے اور مائیں دوسرے ملک سے۔ (مظہری) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انکی تعداد چھ تھی اور وہ اس طرح کہ حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں ۷۲ نفوس کیساتھ داخل ہوئے تھے پھر ان سے تعداد بڑھتے بڑھتے چھ ہزار ہوگئی۔ (القرطبی) [3] تَوَكُّلُ عَلَى اللّٰهِ عبارت ہے اپنے تمام امور کو بالکلیہ اللہ تعالیٰ کی طرف سپرد کرنے سے اور اپنے ہر احوال میں اسی پر بھروسہ کرنے سے۔ جاننا چاہیئے کہ جو اپنے تمام مہم میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے کافی ہوگا۔ ارشاد ہوتا ہے وَ مَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ترجمہ: اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریگا تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے کافی ہوگا" یہاں یہ بات واضح رہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ میں ارشاد ہوا "فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ" یعنی میں نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ہے کہ آپ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ پر بھروسہ کرو، ان دونوں کے قول سے دو درجوں کا تفاوت معلوم ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام اس باب میں تام ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام فوق التام ہیں۔ (تفسیر کبیر) [4] یعنی اے ہمارے رب! ان ظالموں کو ہم پر قابو نہ دینا کہ ہم کو یہ اپنے عذاب کا نشانہ بناسکیں یا یہ مطلب ہے کہ ان کافروں کے کفر اور سرکشی میں اضافہ کا سبب ہم کو نہ بنانا کہ براہ راست تیرے امتحان میں ہم مبتلا ہوجائیں یا فرعون کے ہاتھوں ہم پر عذاب نازل ہوجائے اور پھر فرعون والے کہیں گے کہ اگر یہ لوگ حق پر ہوتے تو عذاب میں مبتلا نہ ہوتے اور اس کہنے سے انکا کفر اور ترقی پر ہوجائے۔ نکتہ: دعا سے پہلے توکل کا ذکر کرنا بتا رہا ہے کہ دعا کرنے والے پر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا لازم ہے تا کہ اسکی دعا قبول ہوجائے۔ (مظہری)

الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٥﴾ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٨٦﴾

ستمگاران و خلاص کن ما را برحمت خود از قوم کافران

تختۂ مشق نہ بنا اور نجات دے ہمیں اپنی رحمت (کے صدقے) کافرین قوم سے ۱

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا

و وحی فرستادیم بسوئے موسیٰ و برادر وی کہ مسکن سازید برائے قوم خود

اور وحی بھیجی ہم نے موسیٰ کی جانب اور انکے بھائی کی جانب کہ اپنی قوم کیلئے

بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

در شہر مصر خانہا را و بسازید آں خانہائے خود را قبلۂ وی و برپا دارید نماز را

شہر مصر میں مکانات بناؤ اور اپنے گھروں کو قبلہ رو (مسجد) بناؤ اور قائم رکھو نماز

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨٧﴾ وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ

و بشارت دہ مومنانرا و گفت موسیٰ اے پروردگار ما ہر آئنہ تو دادۂ فرعون

اور بشارت دو مومنوں کو ۲ اور کہا موسیٰ نے اے ہمارے رب! بیشک تو نے فرعون اور اسکے سرداروں کو

وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا

قبیلۂ او را زینت و مالہائے بسیار در زندگانی دنیا اے پروردگار ما

آرائش اور بہت سے مال دنیا کی زندگی میں دیئے اے ہمارے رب!

لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَ

تا گمراہ کنند عالم را از راہ تو اے پروردگار ما مسخ کن مال ایشانرا و

تاکہ گمراہ کرے عالم کو تیری راہ سے' اے ہمارے رب! برباد کر انکے مال کو اور

اشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ

مہر کن بر دل ایشاں کہ ایمان نیارند تا بہ بینند عذاب

مہر لگا ان کے دلوں پر کہ ایمان نہ لائیں یہاں تک کہ دیکھیں عذاب ۳

۱ یعنی ہمیں فرعون اور اسکی قوم سے نجات عطا فرما اس لئے کہ یہ لوگ ہم سے بھاری کام لیتے ہیں۔ (القرطبی)

۲ امام بغوی نے لکھا ہے کہ اکثر مفسرین کرام کا بیان ہے کہ پہلے بنی اسرائیل صرف گرجوں میں اور خانقاؤں میں نماز پڑھا کرتے تھے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے بعد فرعون کے حکم سے تمام عبادت خانے ڈھا دیئے گئے اور بنی اسرائیل کو وہاں نماز پڑھنے کی ممانعت ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ اپنے گھروں کے اندر ہی مسجد بنا لو اور وہیں نماز پڑھا کرو۔ حضرت مجاہد کا بیان ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپکے ساتھیوں کو فرعون کی طرف سے ڈر تھا کہ جامع مسجدوں میں نماز پڑھیں گے تو فرعون پکڑوا کر سزا دیگا اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل اپنے گھروں میں کعبے کی رخ پر مسجد بنا لیں اور چھپ کر وہاں نماز پڑھا کریں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپکے ساتھیوں کا قبلہ کعبہ تھا۔ (مظہری) جاننا چاہیئے کہ پوری روئے زمین کو مسجد اور طہور بنانا ہمارے نبی ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے پس اسی بناء پر ہم الحمدللہ مساجد میں بھی نماز پڑھتے ہیں اور گھروں میں بھی۔ فرائض مساجد میں ادا کرتے ہیں اور نوافل گھروں میں' اسی بناء پر نوافل گھروں میں ادا کرنا مساجد کی نسبت افضل ہے اس لئے کہ مساجد میں نوافل کی ادائیگی سے ریاکاری حاصل ہوسکتی ہے جبکہ فرائض میں یہ بات نہیں ہے کیونکہ یہ باجماعت مشروع ہے۔ حضرت کعب بن عُجرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ مسجد بنی اشہل میں تشریف لائے اور مغرب کی نماز ادا فرمائی پس جب نماز پڑھ لی تو دیکھا کہ وہ لوگ نوافل ادا کر رہے ہیں آپ نے فرمایا: هٰذِهٖ صَلٰوةُ الْبُيُوْتِ یعنی یہ گھروں کی نماز ہے۔ نماز تراویح کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں؟ امام مالک' امام ابو یوسف اور بعض شافعی کا مذہب ہے کہ گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ ابن عبدالحکم' امام احمد اور بعض اصحاب شافعی کا مذہب ہے کہ مسجد میں جماعت کیساتھ پڑھنا افضل ہے۔ اس گروہ کا کہنا ہے کہ نبی ﷺ اور صحابہ کرام نے اس نماز کو مسجد میں ادا فرمایا ہے یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے متفرق کرنے والوں کو ایک قاری کی اقتدا میں جمع فرمایا۔ (القرطبی) وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی اے موسیٰ! تم ایمانداروں کو بشارت دو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو ہلاک کردیگا اور تم کو ملک میں انکا جانشین بنادیگا اور آخرت میں تم کو جنت عطا فرمائیگا۔ امام بغوی کہتے ہیں کہ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ سے خطاب رسول اللہ ﷺ کو ہے۔ (مظہری) ۳ آیت میں زینت سے مراد اسبابِ زینت' لباس' زیور' فرش' فرنیچر استعمال کا سامان' سواریاں' نوکر چاکر اور خدمت گار وغیرہ ہیں۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ لیضلوا میں لام بمعنی ''کے'' ہے [تاکہ] یعنی تو نے یہ سارا مال ومتاع دیکر انکو ڈھیل دی ہے تاکہ وہ گمراہی پر جمے رہیں یا یوں کہا جائے کہ چونکہ فرعون اور اسکے ساتھیوں نے خداداد مال ومتاع اور جاہ کو گمراہی کا ذریعہ بنا رکھا تھا تو گویا ان کو دیا ہی گیا اس لئے تھا کہ وہ گمراہ ہوجائیں اور دوسروں کو بہکائیں۔ (مظہری) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مصر سے حبشہ تک کے پہاڑوں میں سونا' چاندی اور زبرجد کی جو کانیں ہیں اسکا تعلق فرعون سے ہے کیونکہ فرعون کے حکم سے ان خزانوں کو ان پہاڑوں میں رکھا گیا تھا۔ فرعون نے اپنے کثیر مال کے سہارے قبطیوں کو اپنے تصرف میں کیا اور یہی مال ان کے ضلال اور اضلال کا سبب بنا۔ حدیث میں ہے کہ لَا تُجَالِسُوا الْمَوْتٰى یعنی الاغنیاء ترجمہ: موتی کے ساتھ نہ بیٹھو یعنی اغنیاء کے ساتھ مت بیٹھو۔ (روح البیان) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ سے مراد ہے کہ یہاں تک فرعون اور اس کا لشکر غرق ہوا۔ (القرطبی)

الْاَلِيْمَ ﴿٨٨﴾ قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ

درد دہندہ را گفت خدا ہر آئنہ قبول کردہ شد دعاے شما پس ثابت باشید و پیروی مکنید

تکلیف دینے والا۔ فرمایا اللہ نے بیشک قبول ہوئی تمہاری دعا پس ثابت (قدم) رہو اور پیروی نہ کرو

سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٨٩﴾ وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

راہ جاہلانرا و گذرانیدیم اولاد یعقوب را از

جاہلوں کی راہ کی ۱؎ اور ہم نے گذارا اولادِ یعقوب کو

الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰٓى

دریا پس در عقب ایشاں شدند فرعون و لشکر او از راہ ستم و تعدی تا وقتیکہ

دریا سے پس انکے پیچھے ہوئے فرعون اور اسکا لشکر ازراہِ ظلم اور سرکشی یہاں تک کہ

اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ

رسیدش مشقت غرق گفت باور داشتم کہ نیست ہیچ معبود مگر آنکہ

اسے غرق کی مشقت پہنچی کہا میں نے تصدیق کی کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ کہ

اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٩٠﴾ آٰلْــٰٔنَ

ایمان آوردہ اند بوی بنی اسرائیل و من از مسلمانانم گفتہ شد آیا

ایمان لائے جس پر بنی اسرائیل اور میں مسلمانوں میں سے ہوں ۲؎ کہا گیا کیا

وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٩١﴾

اکنوں ایمان آری و نافرمانی کردہ بودی پیش ازیں و بودی از مفسدان

اب ایمان لاتا ہے اور نافرمانی کرتا رہا اس (معائنہ آخرت) سے پہلے اور تو مفسدوں میں سے تھا ۳؎ پس آج کے

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ؕ

پس امروز بر مکان بلند افگنیم ترا بہماں جسد تو تا باشی نشانہ آنانرا کہ پس توانند از تو آئید نشانہ

روز بلند جگہ پر ڈالیں گے تجھے تیرے اسی جسم کیساتھ تا کہ تو نشانی بنے ان لوگوں کیلئے جو تیرے بعد آئیں گے

تفسیر اظہار العرفان

۱؎ حضرت ابو العالیہ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا کر رہے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہہ رہے تھے چونکہ آمین بھی دعا ہے اس لئے ارشاد ہوا کہ ان دونوں کی دعا قبول ہوئی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کو تین ایسی چیزیں دی گئی جو اس سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی۔ سلام اور یہ اہل جنت کا تحفہ ہے' صفوفِ ملائکہ اور آمین مگر جو موسیٰ اور ہارون علیہما السلام میں سے ہو۔ (القرطبی) مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے چالیس سال بعد قوم پر عذاب نازل ہوا اور چالیس سال کی تاخیر حکمت کے پیش نظر تھی جسے اللہ جانتا ہے۔ (صاوی)

۲؎ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور آل فرعون کے خلاف دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے آپکو حکم دیا کہ اپنی قوم یعنی بنی اسرائیل کو راتوں رات یہاں سے لے کر نکل جاؤ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو وہاں سے لے کر نکل گئے صبح کے وقت فرعون کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پیچھا کیا اور دریائے قلزم کے پاس بنی اسرائیل کے قریب پہنچ گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا کو دریا پر مارا تو اس میں بارہ راستے بن گئے ان راستوں سے آپ کی قوم خیریت سے گذر گئی لیکن فرعون اور آل فرعون اس میں غرق ہو گئے۔ (روح البیان) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا تو اس نے کہا ''میں ایمان لایا کہ اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے'' حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ مجھے اس وقت دیکھتے جب میں دریا سے سیاہ مٹی لے کر اس کے منہ میں ڈال رہا تھا اس ڈر سے کہ کہیں رحمت اسے نہ پالے۔ (ترمذی)

فرعون نے ایمان کا اقرار تین مرتبہ کیا اول: اٰمَنْتُ میں ایمان لایا۔ ثانی: لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ. ثالث: وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ. پھر کیا سبب ہے کہ اس کا ایمان قبول نہ ہوا؟ جواب: [علامہ رازی نے سات جوابات دیئے ہیں لیکن میں یہاں صرف تین جوابات نقل کر رہا ہوں] (۱) فرعون نے نزولِ عذاب کے وقت ایمان کا اقرار کیا تھا اور اس وقت ایمان غیر مقبول ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا پس انکے ایمان نے انھیں نفع نہ دیا جب انھوں نے ہمارے عذاب کو دیکھ لیا (۲) فرعون نے اسوقت ایمان کا اقرار اس لئے کیا تھا تا کہ اسکی وجہ سے حاضر ہونے والی مصیبت ٹل جائے اس کلمہ سے مقصود اللہ تعالیٰ کی وحدانیت نہ تھا اسی طرح ربوبیت کی عزت اور عبودیت کی ذلت مقصود نہ تھی بایں سبب اسکا ایمان غیر مقبول ہوا (۳) فرعون نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار تو کیا تھا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا اس نے اقرار نہ کیا چونکہ آپ اس کی جانب نبی بنا کر بھیجے گئے تھے اس لئے آپ کی نبوت کے اقرار کے بغیر فرعون کا ایمان غیر مقبول ہوا جیسے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کفار ہزار مرتبہ بھی اگر اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے لیکن اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ نہ کہے تو اسکا ایمان غیر مقبول ہوگا۔ (تفسیر کبیر) مروی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک مرتبہ نوجوان کی شکل میں فرعون کے پاس سے ایک فتویٰ لیا کہ وہ غلام جو اپنے مولیٰ کے مال سے پرورش پائے اور اسکی نعمت کھائے پھر اپنے آقا کی سیادت اور اسکی نعمت کا انکار کردے تو اسکی کیا سزا ہے اس کا جواب فرعون نے لکھا کہ ''ابو العباس ولید بن مصعب کہتا ہے کہ ایسے غلام کی سزا یہ ہے کہ اسے دریا میں غرق کر دیا جائے'' چنانچہ جب فرعون غرق ہو رہا تھا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے وہ تحریر اسے دکھائی۔ (صاوی) ۳؎ یہ قول اللہ تعالیٰ کا ہے یا حضرت جبرائیل کا ہے یا خود فرعون کا ہے جو اس نے اپنے دل کو مخاطب کر کے کہا۔ (القرطبی)

وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَ

و هر آئنه بسیاری از مردمان از نشانهائے ما بیخبراند و

اور بیشک بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے بے خبر ہیں [۱] اور

لَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ

هر آئنه جائے دادیم بنی اسرائیل را بمقام نیک و روزی دادیم ایشانرا

بیشک ہم نے بنی اسرائیل کو اچھے مقام میں جگہ دی اور ہم نے انھیں

مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ؕ اِنَّ

از پاکیزها پس اختلاف نکردند تا آنکه آمد بایشاں دانش هر آئنه

پاکیزہ چیزوں سے روزی دی پس انھوں نے اختلاف نہ کیا یہاں تک کہ ان کے پاس علم آیا بیشک

رَبَّكَ يَقْضِیْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ

پروردگار تو حکم کند میان ایشاں روز قیامت در آنچه میداشتند

تیرا رب انکے درمیان قیامت کے روز فیصلہ فرمائیگا جس میں اختلاف رکھتے تھے [۲]

يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَاِنْ كُنْتَ فِیْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْـَٔلِ

اختلاف پس اگر هستی در شکے از آنچه فرو فرستادیم بسوے تو پس پرس

پس اگر (اے انسان) تو شبہ میں ہو اس کے بارے میں جو ہم نے اتارا تیری طرف تو پوچھیے

الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ

آنانرا که میخوانند کتاب پیش از تو هر آئنه آمده است پیش تو

ان لوگوں سے جو کتاب پڑھتے تھے آپ سے پہلے بیشک تیرے پاس

الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۹۴﴾ لا وَ

وحی درست از پروردگار تو پس مشو از شک آرندگاں و

تیرے رب کی طرف سے حق آیا پس نہ ہو جاؤ شک لانے والوں میں سے [۳] اور

تفسیر اظہار العرفان

[۱] یعنی ہم تجھے زمین کی بلندی پر ڈالیں گے کیونکہ بنی اسرائیل کو یقین نہیں آرہا تھا کہ فرعون بھی غرق ہوگیا ہے پس جب اللہ تعالیٰ نے اسے دریا سے نکال کر مکانِ مرتفع پر ڈالا تو بنی اسرائیل کے لوگوں نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور انھیں یقین آگیا۔ حضرت ابن جریج کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے نکال کر ایک چھوٹے سے ٹیلے پر ڈال دیا۔ (القرطبی) پس آج کسی اونچے ٹیلے پر ہم تیرے جسم کو ڈال دینگے [کہ مچھلیاں نہ کھاسکیں اور بدن اپنی شکل کیساتھ قائم رہے] تاکہ تو اپنے پچھلے آنے والوں کیلئے عبرت بن جائے۔ نُنَجِّیْ نَجْوَۃٌ سے مشتق ہے نجوہ کا معنی ہے اونچی جگہ۔ یا یہ مطلب ہے کہ پانی کے جس قعر میں تیری قوم غرق ہوگئی ہے [کہ ان کے جسم بھی تہ نشین ہوگئے] ہم انکی طرح تیرے جسم کو پانی کے اندر نہیں داخل کرینگے بلکہ پانی کے اوپر تیرائیں گے۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کی لاش کو ساحل پر پھینکا تو لاش سرخ اور چھوٹی تھی بیل معلوم ہوتی تھی یعنی پھول گئی تھی۔ آیت سے مراد عبرت نصیحت یا ایسی مثال ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی توحید [قدرت] اور بندہ کا عجز ثابت ہورہا ہے خواہ بندہ بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔ بات یہ تھی کہ بنی اسرائیل کے دماغوں میں یہ بات جم چکی تھی کہ فرعون کبھی نہیں مریگا۔ اسی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اطلاع کے بعد بھی ان کو فرعون کے مرنے میں شک رہا آخر ساحل پر پڑی ہوئی لاش کو دیکھ کر ان کو یقین ہوگیا' یا لِمَنْ خَلْفَکَ اٰیَۃً سے مراد یہ ہے کہ آئندہ زمانہ میں آنے والے لوگ اس واقعہ کو سن کر عبرت حاصل کرینگے اور وہ سرکشی سے باز رہیں گے۔ (مظہری) بعد انتقال فرعون کے جسم سے یہ خطاب ایسے ہی ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے موقع پر مشرکین کی لاشوں کو ایک گڑھا میں ڈلوایا اور وہاں جاکر آپ نے ان سے خطاب کیا کہ اے مشرکو! بتاؤ تمہارے رب نے جو وعدہ تم سے کیا وہ سچ ہوا یا ہمارے رب نے ہم سے جو وعدہ کیا وہ سچ ہوا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان جانوں کو خطاب فرما رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اے عمر! تم ان سے زیادہ نہیں سن سکتے ہو۔ [اس واقع سے معلوم ہوا کہ سماعِ موتیٰ کا عقیدہ درست ہے اور یہ عقیدہ قرآن وحدیث کے عین مطابق ہے کیونکہ جب مرا ہوا کافر اور وہ بھی فرعون جیسا کافر سن سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے حق میں بعد انتقال کے سننا بدرجہ اتم ثابت ہوگا] (روح البیان) مُبَوَّاَ صِدْقٍ سے مراد ہے اچھی جگہ یعنی مصر یا اردن اور فلسطین' یہ وہی سرزمین تھی جسکا نام حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپکی نسل کو عطا کرنا اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا تھا۔ حضرت ضحاک کے نزدیک مصر اور شام مراد ہے۔ فَمَا اخْتَلَفُوْا یعنی بنی اسرائیل نے اختلاف نہیں کیا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جو بنی اسرائیل تھے۔ انھوں نے آپکی بعثت سے پہلے نبی آخر الزماں کے مسئلے میں اختلاف نہیں کیا تھا سب متفق تھے کہ جن صفات کا تذکرہ توریت میں ہے ان کا حامل اللہ کا رسول برحق ہوگا لوگوں کو وہ بشارت بھی دیتے تھے کہ اللہ کے رسول برحق کی بعثت کا زمانہ قریب آگیا ہے وہ لڑائی میں کافروں پر فتح یاب ہونے کی دعا بھی نبی آخر الزمان کے طفیل سے مانگتے تھے۔ حَتّٰی جَآءَهُمُ الْعِلْمُ یہاں تک کہ ان کے پاس علم آگیا یعنی وہ شخص آگیا جسکی صفات وہ جانتے تھے اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت مبارکہ ہے یا یہ معنی ہے کہ جب بنی اسرائیل کو علم ہوگیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم انہی صفات کے حامل ہیں جن کا ذکر توریت میں آیا ہے اور آپ کے معجزات سے بھی ان کو واقفیت ہوگئی اس وقت آپس میں دو فریق بن گئے کچھ ایمان لے آئے اور دوسرے فرقے نے محض عناد و حسد کی وجہ سے نبوت کو ماننے سے انکار کردیا۔ (مظہری) [۳] اس آیت میں خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن مراد غیر ہے یعنی آپ کو اس میں شک نہیں ہے لیکن آپ کے غیر کو اس میں شک ہے۔ (القرطبی)

لَا تَكُونَنَّ مِنَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُونَ

مباش از آنانکہ دروغ داشتند آیات خدا را آنگاہ شوی

نہ ہو جاؤ ان لوگوں میں سے جنہوں نے جھٹلایا اللہ کی آیتوں کو اسوقت تم ہو جاؤ گے

مِنَ الْخٰسِرِينَ ﴿۹۵﴾ اِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ

از زیاں نکاران ہر آئنہ آنانکہ ثابت شد بر ایشاں حکم پروردگار تو

نقصان اٹھانے والوں میں سے ۱ بیشک وہ لوگ کہ ثابت ہوا جن پر تیرے رب کا حکم

لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۹۶﴾ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ

ایمان نیارند و اگرچہ بیاید بایشاں ہر نشانہ تا آنکہ بہ بینند عذاب

ایمان نہیں لائیں گے ۲ اگرچہ آئے ان کے پاس ہر نشانی یہاں تک کہ تکلیف دینے والا

الْاَلِيمَ ﴿۹۷﴾ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيمَانُهَآ

درد دہندہ پس چرا نشد دیہے کہ ایماں آرد پس سود کندش ایمان وے

عذاب دیکھ لیں ۳ پس کیوں نہ ہوئی کوئی (ایسی) بستی کہ ایمان لاتے پس فائدہ دیتا اسے اسکا ایمان

اِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّآ اٰمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ

مگر قوم یونس چوں ایمان آوردند بر داشتیم از ایشاں عذاب رسوائی

مگر یونس کی قوم جب ایمان لائے ہم نے اٹھایا ان سے ذلت والا عذاب

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِينٍ ﴿۹۸﴾ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ

در زندگانی دنیا و بہرہ مند ساختیم ایشانرا تا مدتی و اگر خواستی خدا تو

دنیا کی زندگی میں اور فائدہ اٹھانے دیا انھیں ایک مدت تک ۴ اور اگر تیرا رب چاہتا

لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ

ایمان آورندے آنانکہ در زمین اند ہمہ ایشاں یکجا ایا تو توانی جبر کردن

تو ایمان لاتے وہ لوگ جو زمین میں ہیں سب کے سب کیا آپ زبردستی کر سکتے ہیں

۱ اس آیت میں بھی خطاب نبی ﷺ سے ہے لیکن مراد آپکا غیر ہے۔ (القرطبی) جاننا چاہیئے کہ مکلفین کی تین قسمیں ہیں (۱) رسول کی رسالت کی تصدیق کرنے والے (۲) رسول کی رسالت کی تصدیق میں توقف کرنے والے (۳) رسول کی رسالت کی تکذیب کرنے والے۔ اس آیت کریمہ میں مکذبین کا ذکر ہے اور اس گروہ کے باب میں فرمایا گیا کہ یہ لوگ خاسرین ہیں۔ (تفسیر کبیر)

۲ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور ناراضگی ثابت ہوگئی اور یہ غضب اور ناراضگی انکے گناہوں کے سبب ثابت ہوئی یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ (القرطبی)

۳ یعنی وہ لوگ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا کلمہ ثابت ہوگیا کہ ایمان نہیں لائیں گے ایسے لوگوں کے پاس اگر لاتعداد دلائل آجائیں جب بھی ایمان نہیں لائیں گے اس لئے کہ دلیل اللہ تعالیٰ کی اعانت کے بغیر ہدایت نہیں دے سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی اعانت نہیں فرماتا ہے اسلئے وہ دلائل انکے حق میں ضائع ہوجائیں گے۔ (تفسیر کبیر)

۴ اس سورت میں یہ تیسرا قصہ بیان ہورہا ہے [پہلا قصہ حضرت نوح علیہ السلام کا تھا اور دوسرا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تھا] (تفسیر کبیر) حضرت ابن مسعودؓ حضرت سعید بن جبیر اور حضرت وھب بن منبہ نے حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ یوں بیان فرمایا ہے کہ قوم یونس نینوا علاقہ [عراق میں واقع ہے] کے رہنے والی تھی اللہ تعالیٰ نے انکی ہدایت کیلئے حضرت یونس علیہ السلام کو مامور فرمایا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے انکو ایمان کی دعوت دی انھوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت یونس علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ ان سے کہہ دو کہ تین روز تک صبح کے وقت ان پر عذاب آئیگا۔ آپ نے قوم کو اطلاع دیدی، قوم والوں نے کہا تجربہ سے ثابت ہے کہ یہ شخص کبھی جھوٹ نہیں بولتا ہے اس لئے انتظار کرو اور دیکھو اگر یہ آج رات تمہارے ساتھ رہے تو سمجھ لو کہ صبح کو کچھ نہیں ہوگا اور اگر رات کو تمہارے ساتھ نہ رہے تو سمجھ لو کہ صبح کو عذاب ضرور آئیگا۔ وسط شب میں حضرت یونس علیہ السلام قوم کے پاس سے باہر چلے گئے صبح ہوئی تو لوگوں کے سروں سے ایک میل اوپر عذاب آگیا۔ وھب کا بیان ہے کہ عذاب ایک سیاہ گھٹا کی شکل میں سخت دھواں اڑاتا آگیا پھر نیچے آکر شہر پر چھا گیا جس سے گھروں کی چھتیں کالی ہوگئیں یہ دیکھ کر لوگوں کو ہلاک ہوجانے کا یقین ہوگیا۔ حضرت یونس علیہ السلام کو تلاش کیا تو انکا بھی کہیں پتہ نہ چلا آخر اللہ تعالیٰ نے انکے دلوں میں توبہ کرنے کا خیال ڈال دیا اور بڑے، بچے، عورت، مرد اور چوپائے سب شہر کے باہر میدان میں جمع ہوگئے سبھوں نے کمبل کا [فقیرانہ] لباس پہن لیا اور لگے توبہ کرنے اور صحیح نیت کیساتھ ایمان کا اظہار کرنے لگے، ہر ماں کو بچے سے علیحدہ کردیا گیا تھا یہاں تک کہ چوپایوں کے بچے بھی ماؤں سے جدا کر دیئے گئے۔ اس علیحدگی کی وجہ سے آدمیوں اور جانوروں کے بچوں نے چیخنا شروع کردیا مائیں بھی [جذبہ محبت کے زیر اثر] چیخنے لگیں۔ بیتابی سے سب چیخ پڑے اور اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑائے آخر اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا، دعا قبول فرمائی، چھایا ہوا عذاب دور کردیا یہ واقعہ ۱۰ محرام الحرام کا تھا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کی توبہ عاشورہ کے دن قبول ہوئی تھی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی توبہ قبول فرماتا ہے جب تک غرغرہ نہ لگنے لگے۔ حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بلاشک اپنے بندہ کی مغفرت کر دیتا ہے جب تک پردہ نہ پڑ جائے۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! پردہ کیا ہے؟ فرمایا شرک کی حالت میں مرنا۔ اب رہا فرعون کے ایمان کا قبول نہ ہونا اسکی وجہ یہ تھی کہ وہ مرنے کے وقت غرغرہ [نزع] کی حالت میں ایمان لایا تھا۔ جو [پیش کردہ احادیث کی روشنی میں] ناقابل قبول ہے۔ (مظہری)

النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ

مردمانرا تا مسلمان شوند و روا نبود ہیچ شخص را کہ

لوگوں پر کہ مسلمان ہو جائیں! اور جائز نہیں ہے کسی شخص کیلئے کہ

تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا

ایمان آرد مگر بخواست خدا و می انداز پلیدی را بر آنانکہ بر

ایمان لائے مگر اللہ کے چاہنے سے، اور ڈالتا ہے پلیدی کو ان لوگوں پر جو

يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

نمی یابند بگو چہ چیز است در آسمانہا و زمین

عقل نہیں رکھتے ہیں ۲ آپ فرما دیجئے دیکھو کیا چیز ہے آسمانوں اور زمین میں

وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَهَلْ

فائدہ نمی کند نشانہا و ترسانندگاں گروہیرا کہ باور نمیکنند پس

اور فائدہ نہیں پہنچاتیں نشانیاں اور ڈرانے والے اس قوم کو جو ایمان نہیں لاتی ۳

يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ

انتظار نمی کشند مگر مانند مصیبتہائے آنانکہ گذشتند پیش از ایشاں

پس انتظار نہیں کرتے ہیں مگر ان مصیبتوں کی مثل جو گزر چکی ہیں ان سے پہلے

قُلْ فَانْتَظِرُوْا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ ثُمَّ نُنَجِّيْ

بگو انتظار بکشید ہر آئنہ من نیز باشما منتظرانم باز خلاص میکنیم

آپ فرما دیجئے انتظار کرو بیشک میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں ۴ پھر ہم نجات دینگے اپنے رسولوں کو اور ان لوگوں کو

رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ

پیغمبران خود را و آنانرا کہ ایمان آوردند ہمچنیں خلاص میکنیم مسلمانانرا وعدہ دادہ ایم وعدہ درست

جو ایمان لائے اسی طرح ہم نجات دیتے ہیں ان مسلمانوں کو جنکو نجات دینا ہم نے اپنے ذمہ کرم میں

۱ جاننا چاہیئے کہ اول سورت سے یہاں تک اللہ تعالیٰ نے کفار کے ان شبہات کو مع جوابات بیان فرمایا ہے جو انکارِ نبوت سے متعلق تھے، ان میں سے ایک شبہ یہ تھا کہ نبی ﷺ انھیں ایمان نہ لانے پر نزولِ عذاب سے ڈراتے تھے اور یہ بتاتے تھے کہ انکی پیروی کی صورت میں اللہ تعالیٰ انکی مدد فرمائیگا اور انکی شان کو بلند فرمائیگا پھر کفار نے جب عذاب نہ دیکھا تو نبوت کے باب میں طعن کرنے لگے اور مذاق کے طور پر جلد عذاب لانے پر اصرار کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ تاخیر عذاب وعدہ کے خلاف نہیں ہے اور نہ ہی اسے جھوٹا وعدہ کہا جا سکتا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اس بات کو سمجھانے کیلئے حضرت نوح علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام [اور حضرت یونس علیہ السلام] کا واقعہ بیان فرمایا۔ اب اس آیت میں اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کفار کے حق میں جتنے بھی دلائل دیں ان دلائل سے انھیں کوئی فائدہ نہ پہنچے گا۔ (تفسیر کبیر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ اس پر حریص تھے کہ تمام لوگ ایمان لے آئیں لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایمان نہیں لائیں گے مگر وہ جن کیلئے ازل سے ہی سعادت لکھ دی گئی ہو وہ گمراہ نہ ہونگے مگر وہ جن کیلئے ازل سے ہی گمراہی لکھ دی گئی ہو ایمان نہیں لائیں گے (القرطبی)

۲ رجس کبھی عمل قبیح کو کہتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ترجمہ: "اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھر والو! کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے" اس جگہ بھی رجس سے مراد عمل قبیح ہے خواہ کفر ہو یا معصیت، اور تطہیر سے مراد یہ ہے کہ کفر اور معصیت کے رجس سے بندہ کو ایمان اور طاعت کی طہارت کی جانب منتقل کرنا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلی آیت میں یہ بیان فرمایا کہ ایمان اللہ کی مشیت اور تخلیق کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا ہے تو اب اس آیت میں یہ بیان ہو رہا ہے کہ رجس اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور تکوین کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا ہے اور جو رجس ایمان کے مقابل ہو اس سے کفر ہی مراد ہو سکتا ہے۔ شیخ ابو علی فارسی کہتے ہیں کہ رجس میں دو اور احتمال پائے جاتے ہیں (۱) اس سے عذاب مراد ہے اسوقت یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو عذاب پہنچائیگا جیسا کہ ارشاد ہے وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكَاتِ ترجمہ: منافق مرد اور منافق عورت اور مشرک مرد اور مشرک عورت کو عذاب دیگا (۲) اللہ تعالیٰ نے ان کفار کے حق میں رجس کا حکم دیا جیسا کہ ارشاد ہے اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ ترجمہ: مشرکین پلید ہیں۔ (تفسیر کبیر) ۳ اس آیت کریمہ میں کفار کو حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مصنوعات پر غور و فکر کریں تا کہ ان پر صانع کے وجود پر دلیل قائم ہو اسی طرح قادر علی الکمال پر بھی دلیل قائم ہوگی۔ نذر بمعنی رسل ہے۔ (القرطبی) اس آیت میں دو مطلوب پر دلالت ہے (۱) اللہ تعالیٰ کی معرفت کیلئے کوئی راستہ نہیں ہے مگر تدبر فی الدلائل، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے تَفَكَّرُوْا فِي الْخَلْقِ وَلَا تَفَكَّرُوْا فِي الْخَالِقِ ترجمہ: خلق میں غور و فکر کرو خالق میں غور و فکر مت کرو (۲) دلائل جن میں غور و فکر کرنا مقصود ہو وہ دلائل آسمان سے تعلق رکھتے ہونگے یا زمین سے، اگر دلائل سماویہ ہونگے تو اس میں چاند، سورج اور ستارے ہونگے اور دلائل ارضیہ ہونگے تو عناصر علویہ کے احوال میں غور و فکر کرنا ہے۔ اس میں شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دلائل سماویہ اور دلائل ارضیہ دونوں کا ذکر قرآن کریم میں فرمایا ہے اس لئے اس آیت کے ذریعے غور و فکر کی دعوت دی جا رہی ہے۔ (تفسیر کبیر) ۴ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ اس جیسے عذاب کا جو قومِ نوح، عاد اور ثمود پر آیا تھا عربی محاورہ میں لفظ ایام سے عذاب بھی مراد لیا جاتا ہے اور انعامات بھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ "اور انھیں اللہ کے ایام یاد دلاؤ" گویا انسانوں پر جو بھلائی یا تباہی آتی ہے ان سب کو ایام کہا جاتا ہے۔ (مظہری)

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٣﴾ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ

لازم بر خود بگو اے مردمان اگر ہستید در شبہ

لازم کر لیا ہے ۱ آپ فرما دیجئے اے لوگو! اگر تم شبہ میں ہو

مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ

از دین من پس بشنوید عبادت نمی کنم آنانرا کہ شما می پرستید بجز

میرے دین کے بارے میں تو سنو میں عبادت نہیں کرتا اسکی جسے تم پوجتے ہو

اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۖ وَاُمِرْتُ اَنْ

خدا و لیکن عبادت میکنم آں خدا را کہ قبض ارواح شما میکند و فرمودہ شد مرا کہ

اللہ کے سوا لیکن میں عبادت کرتا ہوں اس اللہ کی جو تمہاری روحیں قبض کرتا ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ

اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٤﴾ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ

باشم از مسلماناں و فرمودہ شد آنکہ راست کن روئے خود را بر دین

میں مسلمانوں میں سے رہوں ۲ اور حکم دیا گیا ہے کہ سیدھا رکھ اپنے چہرے کو دین پر

حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٠٥﴾ وَلَا تَدْعُ مِنْ

حنیف شدہ و مباش از مشرکان و مخواں بجز

مائل ہو کر اور نہ ہو جاؤ مشرکوں میں سے ۳ اور نہ پکار

دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ

خدا چیزیرا کہ سود نکند ترا و زیاں نرساند بتو پس اگر بکنی تو

اللہ کے سوا ایسی چیز کو جو تجھے نفع نہ دے اور نہ تجھے نقصان پہنچائے پس اگر تو (ایسا) کریگا

فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠٦﴾ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ

باشی آنگاہ از ستمگاران و اگر برساند خدا بتو

تو ہو جائیگا اس وقت ستمگاروں میں سے ۴ اور اگر اللہ تجھے

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی ہمارا طریقہ ہے کہ جب ہم کسی قوم پر عذاب اتارتے ہیں تو اس میں سے رسول اور مؤمنین کو نکال لیتے ہیں۔ (القرطبی) جب اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلی والی آیت میں یہ فرمایا کہ کفار کیساتھ عذاب کے انتظار میں ہم بھی شامل ہیں تو اب اس آیت میں اسکی تفصیل بیان کی جا رہی ہے کہ عذاب نازل نہیں ہوتا ہے مگر کفار پر، باقی رہے رسول اور انکے متبعین تو یہ لوگ اہل نجات میں سے ہیں۔ كَذٰلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا الخ صاحب کشاف کہتے ہیں کہ اس نجات کی مثال یہ ہے کہ مؤمنین کے حق میں نصرت ہے اور کافرین کے حق میں ہلاکت ہے۔ قاضی کہتے ہیں کہ "حَقًّا عَلَيْنَا" سے مراد وجوب ہے اس لئے رسول اور مومنین کی تخلیص عذاب سے ثواب کی جانب واجب ہے لیکن واضح رہے کہ یہ وجوب بسبب وعدہ اور حکم کے ہے نہ کہ بسببِ استحقاق اس لئے کہ بندہ اپنے خالق پر کسی شے کا استحقاق نہیں جما سکتا ہے۔ (تفسیر کبیر) اس آیت میں اس جانب اشارہ ہے کہ مدارِ نجات ایمان ہے۔ جاننا چاہیئے کہ اقل نجات موت ہے اس لئے موت مومن کا تحفہ ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ گذرا تو آپ نے فرمایا کہ یہ مستریح یا مستراح ہے اگر مستریح فرمایا ہوگا تو ایسی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ جانے والا شخص نیک تھا اب یہ دنیا کی مشقت سے نجات پا کر جا رہا ہے اور برزخ میں ثواب روحانی کے بدلے آرام کریگا اور یہ نصف نعیم ہے اور اگر مستراح فرمایا ہوگا تو ایسی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ جانے والا شخص فاسق تھا اب اسکی موت کی وجہ سے مخلوق راحت محسوس کریگی اور لوگ ان چیزوں سے نجات حاصل کریں گے جو اذیت یہ انھیں پہنچاتا تھا۔ (روح البیان) ۲ اللہ تعالیٰ اپنے نبی حضرت محمد ﷺ سے فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ! اپنی قوم کے ان مشرکین سے کہہ دیجئے جنہیں تعجب ہے کہ میں نے آپکی جانب وحی کی ہے کہ اے لوگو! جس دین کا میں نے دعوٰی کیا ہے اگر اس میں تمہیں کچھ شک ہو تو خوب اچھی طرح جان لو کہ میں اسکی عبادت نہیں کرونگا جسکی تم لوگ کرتے ہو کیونکہ یہ بت وہ ہیں جو نہ سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں نہ تمہاری مصیبت کے وقت تمہارے کوئی کام آسکتے ہیں۔ (ابن جریر) ۳ اس سے مراد یہ ہے کہ مجھے استقامت فی الدین کا حکم دیا گیا ہے، سختی کیساتھ فرائض کی ادائیگی اور قبائح سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ابن شیخ کہتے ہیں کہ دین کیلئے چہرہ سیدھا رکھنا، دراصل کنایہ ہے کہ نفس کو بالکلیہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جانب متوجہ کرلو اور اسکے سوا سے اعراض کرلو۔ کواشی میں ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ مؤمن ہو جاؤ اور اپنے عمل کو خالص اللہ تعالیٰ کیلئے کرو۔ حَنِيْفًا یہ کلمہ دین سے حال ہے یعنی ایسے دین کی جانب جو ہر باطل سے جدا ہے اور جس میں کوئی کجی نہیں ہے۔ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ یعنی اعتقاداً اور عملاً مشرکین میں سے مت ہو جانا۔ امام کہتے ہیں کہ جو اپنے مولیٰ کو پہچان لے پھر پہچان کے بعد اگر وہ غیر کی جانب التفات کریگا تو یہ شرک ہے اور یہ وہ شرک ہے جسے اصحابِ قلوب نے خفی کا نام دیا ہے۔ (روح البیان) ۴ اللہ تعالیٰ نے اس آیت اور اس سے پہلے کی دو آیات میں اپنے نبی ﷺ کی زبان مبارک سے دین حق کی پہچان کرائی اور اس پہچان میں چھ قیودات بیان کئے گئے ہیں۔ پہلی قید: فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ میں اسکی عبادت نہیں کرتا ہوں جسکی تم عبادت کرتے ہو۔ دوسری قید: وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ اور لیکن میں اسکی عبادت کرتا ہوں جو تمہیں موت دیتا ہے۔ تیسری قید: وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور مجھے حکم ہے کہ میں مومن ہی رہوں۔ چوتھی قید: وَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا اور میں اپنے چہرے کو دین حنیف کیلئے قائم رکھوں۔ پانچویں قید: وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اور میں مشرکوں سے نہ ہو جاؤں۔ چھٹی قید: اللہ کو چھوڑ کر ایسے کی عبادت نہ کرو جو نہ نفع دے سکے اور نہ نقصان پہنچا سکے۔ (تفسیر کبیر)

بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ

رنجی پس نیست بردارنده آنرا مگر او و اگر خواہد در حق تو نعمتی پس نیست

کوئی رنج پہنچائے تو اسکے سوا کوئی ہٹانے والانہیں ہے اور اگر تمہارے حق میں کوئی نعمت چاھے تو کوئی اسکے فضل کو

لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ

ہیچ دفع کننده فضل او را میرساندش بہر کہ خواہد از بندگان خود و اوست آمر زنده مہربان بگو

روکنے والانہیں اسے پہنچاتا ہے اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اور وہی بخشنے والا مہربان ہے[1] آپ فرما دیجئے

الرَّحِيْمُ ﴿١٠٧﴾ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ

اے مردمان آمده است بشما وحی راست از پروردگار شما پس ہر کہ راه یافت جز

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے سچی وحی آگئی پس جو کوئی راہ پائے تو اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ

فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا

این نیست کہ راه یافت برائے خود و ہر کہ گمراه شد پس جز این نیست کہ گمراه میشود بزیان خود

راہ پائی اپنے لئے اور جو کوئی گمراہ ہو تو اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ گمراہ ہوتا ہے اپنے نقصان کیلئے

يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿١٠٨﴾ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى

ونیستم من برشما نگہبان و پیروی کن چیزیرا کہ وحی فرستادیم بسوئے تو

اور میں تم پر نگاہبان نہیں ہوں[2] اور پیروی کرو ان چیزوں کی جو وحی تمہاری طرف بھیجی گئی ہے

اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚۖ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿١٠٩﴾ ع

وشکیبائی و رز تا آنکہ فیصل کند خدا و او بہترین فیصل کنندگان ست

اور صبر سے رنگ لو اپنے آپکو یہاں تک کہ اللہ فیصلہ فرمائے اور وہ بہترین فیصلہ فرمانے والا ہے[3]

سُوْرَةُ هُوْدٍ مَّكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّثَلٰثٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّعَشَرُ رُكُوْعَاتٍ

سوره ھود مکی ہے اور اس میں ایک سو تیئس آیات اور بیس رکوع ہیں[4]

[1] حضرت عامر بن قیس ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کتاب اللہ میں تین ایسی آیات پائیں جس نے مجھے خلائق سے بے پرواہ کردیا۔ اول: وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ترجمہ: اور اگر اللہ تکلیف پہنچائے تو اسے کوئی ہٹانے والانہیں اور اگر اللہ تیرے حق میں کوئی نعمت چاہے تو اسے کوئی دفع کرنے والانہیں۔ دوم: مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ ترجمہ اللہ جو رحمت لوگوں کیلئے کھولے اسکا کوئی روکنے والا نہیں اور جسے روک لے اسے کوئی پہنچانے والانہیں۔ سوم: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا ترجمہ: اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسانہیں جسکا رزق اللہ کے ذمے کرم پر نہ ہو۔ حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے رب سے بھلائی تلاش کرو، اللہ رحمتِ الٰہی کے فوارے سے اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے پہنچاتا ہے، اپنے عیوب کے چھپانے کی دعا کرو اور اپنے خوف سے امن میں رہنے کی دعا کرو۔ (درمنثور)

[2] اس آیت کریمہ میں حق سے مراد قرآن اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ پس جس نے حضرت محمد ﷺ کی تصدیق کی اور آپ جو لیکر آئے اس پر ایمان لایا تو تحقیق وہ ہدایت یافتہ ہوگا، اور جس نے رسول اللہ ﷺ اور قرآن کو چھوڑ کر بتوں کی پیروی کی تو تحقیق وہ گمراہ ہوا، اور اس گمراہی کا وبال اسی پر ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت، آیتِ سیف سے منسوخ ہے۔ (القرطبی)

[3] اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم دے رہا ہے کہ اے محمد ﷺ! آپ وحی الٰہی کی پیروی کیجئے اور اسکے مطابق عمل کیجئے جو حکم آپ پر اتارا جاتا ہے اور مشرکوں کی جانب سے جو تکالیف اور اذیتیں کی باتیں آپ تک پہنچ رہی ہیں آپ ان پر صبر کیجئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ آپکے اور انکے درمیان فیصلہ فرمائیگا۔ (ابن جریر) حضرت عبداللہ بن زید ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے گروہِ انصار! صبر کرو یہاں تک کہ حوض پر مجھ سے ملاقات کرو۔ حضرت اُسید ؓ فرماتے ہیں کہ انصار میں سے ایک آدمی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوا: یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ مجھے حاکم مقرر نہیں فرمائیں گے جس طرح فلاں کو حاکم مقرر فرمایا ہے؟ ارشاد فرمایا: تم میرے بعد دیکھو گے کہ دوسرے لوگوں کو تم پر ترجیح دی جائیگی لہذا صبر سے کام لینا یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر مجھ سے ملاقات کرو۔ یحیٰ بن سعید نے حضرت انس بن مالک ؓ سے سنا کہ جب وہ ان کیساتھ ولید کی طرف جارہے تھے کہ نبی ﷺ نے انصار کو بلایا تا کہ ان کیلئے بحرین کی جاگیریں لکھ دی جائیں وہ عرض گذار ہوا کہ اسوقت تک ایسا نہ کیجئے جب تک ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی اسی طرح جاگیریں نہ مل جائیں۔ فرمایا: اگر یہ پسند نہیں تو صبر سے کام لو یہاں تک کہ مجھ سے ملاقات کرو۔ میرے بعد دیکھو گے کہ دوسرے لوگوں کو تم پر ترجیح دی جائے گی۔ (بخاری) [4] اس میں سات ہزار چھ سو پانچ حروف، سترہ سو پندرہ کلمات اور ایک سو تیئیس آیات ہیں۔ (غرائب القرآن) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سورہ ھود مکہ میں نازل ہوئی۔ حضرت کعب ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سورہ ھود جمعہ کے روز پڑھا کرو۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! آپ کی جانب بڑھاپا تیزی سے آرہا ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے سورہ ھود، سورہ واقعہ، سورہ والمرسلات، سورہ عم یتساء لون اور سورہ اذا الشمس کورت نے بوڑھا کیا۔ [اس سورت میں حضرت ھود علیہ السلام کا نام پانچ مرتبہ آیا ہے بایں سبب سورت کا نام سورہ ھود رکھ دیا گیا ہے] (درمنثور)

تفسیر اظہار العرفان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

بنام خدای بخشاینده مهربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والا مہربان (ہے)

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ

این کتاب است که استوار کرده شد آیات او را باز واضح کرده شده

یہ کتاب ہے کہ اسکی آیتیں مضبوط کی گئیں پھر واضح کی ہوئی آئیں

مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۝۱ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا

آمد از نزدیک درست کار خبردار بآں مضمون که عبادت مکنید

حکمت والے باخبر کے پاس سے ۱ یہ کہ عبادت نہ کرو

اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ۝۲

مگر خدائے را و ہر آئنہ من شما را از جانب او بیم کنندہ و بشارت دہندہ ام

مگر اللہ کی اور بیشک میں تمہارے لئے اسکی جانب سے ڈرانے والا بشارت دینے والا ہوں ۲

وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ

و آنکہ آمرزش طلب کنیداز پروردگار خود باز رجوع کنید بسوئے وی

اور یہ کہ مغفرت طلب کرواپنے رب سے پھر رجوع کرو اسی کی جانب

يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ

تا بہرہ مند سازد شما را بہرۂ نیک تا میعاد معلوم

تا کہ تمہیں معلوم مدت تک اچھے لطف سے فائدہ اٹھانے دے

مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ

و تا بدہد ہر صاحب بزرگی را جزاے بزرگی او

تا کہ ہر صاحب فضیلت کو اسکی فضیلت کا بدلہ دے

۱ یعنی اسکی آیات موتیوں کی طرح مضبوط ہیں نہ اسکے الفاظ میں کوئی نقص ہے نہ معنی میں کوئی عیب۔ یا یہ مطلب ہے کہ اسکی آیات غیر منسوخ ہیں۔ یہ مطلب اس وقت صحیح ہوگا جب آیات کتاب سے صرف اس سورت کی آیات مراد ہوں کیونکہ اس سورت کی کوئی آیت منسوخ نہیں [باقی قرآن میں بعض آیات منسوخ ہیں] یا مضبوط کرنے سے مراد ہے دلائل و براہین سے پختہ کی ہوئی یا احکمت کا مطلب ہے پُرحکمت بنائی ہوئی یعنی علمی اور عملی حکمتیں اس کے اندر بھری ہوئی ہیں۔ فُصِّلَتْ یعنی جس طرح ہار کے درمیان جگہ جگہ دریکدانہ پروئے جاتے ہیں اس طرح اسکی آیات الگ کردی گئی ہیں کہیں اعتقادیات، کہیں عملی احکام، کہیں مواعظ، کہیں واقعات کی اطلاع یا فصل کردینے سے مراد ہے الگ الگ سورتیں مقرر کردینا یا تھوڑا تھوڑا [حسب ضرورت دنیا میں] بھیجنا، یا یہ مطلب ہے کہ جن امور کی [اصلاح بشر کیلئے] ضرورت تھی ان کو بطور خلاصہ بیان کردینا۔ (مظہری) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر جمعہ کے روز سورہ ھود پڑھا کرو۔ یزید بن ابان کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا پس میں نے سورہ ھود کی تلاوت کی جب میں سورہ ھود ختم کر چکا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے یزید! اس قرأت کے بعد رونا کہاں ہے؟ (القرطبی) اس سورتِ مبارکہ میں عقائد اسلامیہ بیان کئے گئے ہیں یعنی توحید، رسالت اور بعث و جزاء، اس میں دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے قصے بیان کئے گئے ہیں تا کہ نبی کریم ﷺ کی تسلی و تشفی کا سامان میسر آجائے کیونکہ مشرکین آپکو بہت زیادہ اذیت دیتے تھے خاص طور پر جب آپکے چچا ابو طالب کا انتقال ہوگیا۔ اسی طرح آپکی زوجہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد بھی مشرکین نبی کریم ﷺ کو اذیت پہنچاتے تھے۔ اس سورت کی ابتدا قرآن کریم کی بزرگی اور شرافت کیساتھ ہے۔ اسکے بعد اسلام کی دعوت دلائل و براہین کیساتھ دی گئی ہے، اسکے بعد رسولوں کا تذکرہ ہے ان میں سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ ہے کیونکہ آپ ابوالبشر ثانی ہیں، اسکے بعد حضرت ھود علیہ السلام کا قصہ ہے اسی نسبت سے اس سورت کا نام سورہ ھود ہے، اسکے بعد حضرت صالح علیہ السلام کا قصہ بیان ہوا، اسکے بعد حضرت شعیب علیہ السلام کا قصہ، اسکے بعد حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا قصہ ہے، اس سورت کا اختتام اس بیان پر ہے کہ ان نبیوں کے قصے کیوں بیان کئے گئے ہیں اور وہ حکمت کچھ اس طرح ہے کہ جو لوگ نبی آخر الزماں ﷺ کو جھٹلا رہے ہیں وہ گذرے ہوئے واقعہ کو سن کر عبرت حاصل کریں اور نبی ﷺ کے قلب میں ثابت قدمی پیدا ہو، اسی طرح اس سورت کا اختتام اللہ تعالیٰ کی توحید پر ہے کیونکہ ابتدا میں بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کا بیان تھا۔ (صفوۃ التفاسیر) ۲ یعنی ایسی محکم کتاب اس لئے نازل کی گئی کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو لہٰذا اگر کوئی اس مقصد اور مطلب سے صرف نظر کریگا تو تحقیق وہ نقصان اٹھانے والا ہوگا۔ (تفسیر کبیر) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ لوگوں سے کہیئے کہ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں، جو لوگ آپ کی باتوں سے انکار کریں آپ ان کو میرے عذاب سے ڈرایئے اور جو لوگ آپکی باتوں کو مان لیں آپ انھیں جنت کی بشارت دیدیجئے۔ (القرطبی)

وَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ
و اگر روگردان شوید پس ہر آئنہ می ترسم بر شما
اور اگر تم رو گردانی کرو تو بیشک میں ڈرتا ہوں تم پر

عَذَابَ یَوۡمٍ کَبِیۡرٍ ﴿۳﴾ اِلَی اللّٰہِ
از عذاب روز بزرگ بسوے خدا ست
بڑے دن کے عذاب سے ۱ اللہ کی طرف

مَرۡجِعُکُمۡ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ
باز گشت شما و او بر ہر چیز
تم سب کا لوٹنا ہے اور وہ ہر چیز پر

قَدِیۡرٌ ﴿۴﴾ اَلَاۤ اِنَّهُمۡ یَثۡنُوۡنَ صُدُوۡرَهُمۡ
توانا ست آگاہ باش ایں کافران می پیچند سینہاے خود
قادر ہے ۲ آگاہ رہو یہ کافرین اپنے سینوں کو موڑتے ہیں

لِیَسۡتَخۡفُوۡا مِنۡهُ ؕ اَلَا حِیۡنَ یَسۡتَغۡشُوۡنَ
کہ پنہاں شوند از خدا آگاہ باش چوں بر سر میکنند جامہاے خود را
تاکہ اللہ سے (اپنی باتوں کو) چھپا لیں آگاہ رہو جب اپنے کپڑوں کو سر پر رکھتے ہیں

ثِیَابَهُمۡ ۙ یَعۡلَمُ مَا یُسِرُّوۡنَ وَمَا
میداند آنچہ پنہاں میدارند و آنچہ آشکار میکنند
جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں

یُعۡلِنُوۡنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۵﴾
ہر آئنہ او دانا ہست بہ سری کہ در سینہا ست
بیشک وہ جاننے والا ہے اس بھید کو جسکے سینے مالک ہیں ۳

تفسیر اظہار العرفان

۱ اس آیت کریمہ میں نزول قرآن کے مقاصد میں سے دوسرا اور تیسرا مقصد بیان ہو رہا ہے یعنی اپنے رب سے مغفرت طلب کرو اور اسی کی جانب توبہ کرو۔ واضح رہے کہ استغفار اور توبہ میں چند وجوہ سے فرق ہے (۱) استغفار کا مطلب یہ ہے کہ اپنے رب سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرنا' اور توبہ وہ ہے جسکے ذریعہ بندہ کسی شے کو اپنے رب سے طلب کرتا ہے (۲) جو گناہ گذر چکے ہوں اس سے استغفار کرو اور توبہ دوبارہ اسکی جانب رجوع نہ کرنے کا نام ہے (۳) شرک اور معاصی سے استغفار کرو اور اعمالِ باطلہ سے توبہ کرو (۴) جو چیز اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہو اسکے زائل ہونے کیلئے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا اور توبہ انسان کی جانب اسکے زائل کرنے میں سعی ہے اسی بناء پر استغفار کو توبہ پر مقدم رکھا۔ (تفسیر کبیر) یہ احتمال بھی ہے کہ صغائر سے استغفار کرو اور کبائر سے توبہ کرو۔ اس جگہ استغفار کو مقدم اس لئے کیا کہ استغفار غرضِ مطلوب کو کہتے ہیں اور توبہ اسکا سبب ہے۔ یُمَتِّعۡکُمۡ مَتَاعًا حَسَنًا یہ استغفار توبہ کا ثمر ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس سبب سے تمہارے رزق میں برکت پیدا فرمائیگا۔ حضرت سہل بن عبداللہ کہتے ہیں کہ متاع حسن سے مراد ترکِ باطل کر کے حق کی جانب متوجہ ہو جانا' یہ بھی کہا گیا ہے کہ قناعت بالوجود کو کہتے ہیں اور مفقود پر حزن کو چھوڑ دینے کا نام ہے' اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد موت ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے قیامت مراد ہے اور ایک قول یہ ہے کہ دخول جنت مراد ہے۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ کفار مکہ نے جب آپ کی دعوت کو ٹھکرایا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے خلاف دعا فرمائی پس اللہ تعالیٰ نے انہیں سات سالوں تک قحط میں مبتلا رکھا یہاں تک کہ وہ لوگ ہڈیوں کو جلا کر' پلیدی' مردار اور کُتّے کھانے پر مجبور ہو گئے۔ (القرطبی) جاننا چاہیئے کہ یہ آیت توحید کی فضیلت اور استغفار کے شرف پر دلالت کرتی ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ موحد مستغفر اس دنیا میں کتنی اچھی زندگی گذارتا ہے۔ آخرت میں بھی ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ درجات عالیہ عطا فرمائیگا۔ (روح البیان) ۲ اللہ تعالیٰ اس آیت کریمہ کے ذریعے ان لوگوں کو یہ باور کرار ہا ہے کہ اے لوگو! تمہارا لوٹنا اور تمہارا ٹھکانا اللہ ہی کی جانب ہے اس لئے اسکے عذاب سے ڈرو اور تم لوگ بتوں کی عبادت سے توبہ کرو ورنہ بعد انتقال تمہیں جہنم میں ڈالیگا۔ (ابن جریر) ۳ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی اس عداوت کو بیان فرمایا جو وہ لوگ رسول اللہ کے خلاف اپنے دلوں میں چھپا بیٹھے تھے اور گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ انکے پوشیدہ احوال سے واقف نہیں ہے۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ یہ آیت بعض منافقین کے بارے میں نازل ہوئی جو آپکے سامنے آپکی تعریف کرتے تھے اور پیچھے برائی بیان کرتے تھے۔ یہ آیت اخنس بن شریق کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہ شخص خوب میٹھی میٹھی باتیں کرتا تھا اور منطق بھی خوب لگاتا تھا۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ سے ملا تو آپ سے محبت کا دم بھرنے لگا اور دل میں جو آپکے خلاف نفرتیں تھیں انہیں چھپائے رکھا۔ حضرت حسن کہتے ہیں کہ وہ لوگ آپکی تعریف کرتے تھے لیکن اسکے باوجود اپنے دل میں کفر چھپائے بیٹھے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ لوگ جب کھلے آسمان کے نیچے ہوتے تو عورتوں سے جماع نہیں کرتے تھے اور نہ رفع حاجت وغیرہ کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ بعض نے یہ مطلب بیان کیا کہ منافقوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ اگر ہم اپنے دروازے بند کر لیں اور اپنے آپکو کپڑوں سے چھپا لیں اور اپنے دلوں میں محمد ﷺ کی عداوت بسائے رکھیں تو کون ہے جو ہمیں سمجھ سکے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (القرطبی)

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا

و نیست ہیچ جنبندہ در زمین مگر بر خدا ست روزی او و میداند

اور نہیں ہے کوئی چلنے والا زمین میں مگر اللہ پر اسکی روزی ہے اور جانتا ہے

وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۚ كُلٌّ فِي كِتٰبٍ مُّبِينٍ ۝٦ وَ

جاے ماندن او را و جاے نگہداشتن او را ہر یک در کتاب روشن است و اوست آنکہ

اسکے رہنے کی جگہ کو اور اسکی حفاظت کی جگہ کو ہر ایک روشن کتاب میں ہے [1] اور وہی ہے جس نے

هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَّكَانَ

آفرید آسمانہا و زمین را در شش روز و بود

پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو چھ روز میں اور اس کا عرش

عَرْشُهُ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۗ وَلَئِنْ

عرش او بر آب تا بیاز ماید شما را کہ کدام کس از شما نیکو تر است از جہت عمل و اگر

پانی پر تھا تا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون سب سے اچھا ہے عمل کے اعتبار سے اور اگر

قُلْتَ إِنَّكُمْ مَّبْعُوثُونَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُولَنَّ

گوئی ہر آئنہ بر انگیختہ شوید از پس موت ہر آئنہ گویند

تم فرماؤ بیشک تم اٹھائے جاؤ گے موت کے بعد تو ضرور کہیں گے

الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝٧ وَلَئِنْ

کافران نیست این سخن مگر جادوی ظاہر و اگر

کافرین نہیں ہے یہ بات مگر واضح جادو [2] اور اگر

أَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِلٰى أُمَّةٍ مَّعْدُودَةٍ لَّيَقُولُنَّ

باز داریم از ایشاں عقوبت را تا مدتی شمردہ شدہ گویند

ہم ہٹا دیں ان سے عذاب کو کچھ دنوں تک تو ضرور کہیں گے

تفسیر اظہار العرفان

[1] اس آیت کریمہ میں "عَلَى اللّٰهِ" بمعنی "مِنَ اللّٰهِ" ہے اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ زمین پر ہر چلنے والے کے پاس رزق اللہ ہی کی طرف سے آتا ہے، اگر علی کو اپنے اصل معنی پر ہی رہنے دینگے تو ایسی صورت میں معنی یہ ہو گا کہ زمین پر چلنے والوں میں سے ہر ایک کا رزق اللہ تعالیٰ پر از روئے فضل ہے نہ کہ از روئے وجوب ہے۔ مروی ہے کہ حضرت ابو اسید سے پوچھا گیا کہ آپ کہاں سے کھاتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ سبحان اللہ و اللہ اکبر جو اللہ کتا کو رزق دے رہا ہے کیا وہ اللہ ابو اسید کو رزق نہیں دیگا؟ مروی ہے کہ حاتم اصم سے پوچھا گیا کہ آپ کہاں سے کھاتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ اللہ کی طرف سے۔ حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں زید بن اسلم سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ اشعریین یعنی ابو موسیٰ، ابو مالک اور ابو عامر ایک جماعت کی شکل میں مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئے پھر جب انکے پاس ساز و سامان ختم ہو گیا اور شدت بھوک سے بے تاب ہو گئے تو اپنے ایک ساتھی کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا تا کہ آپ سے مانگ کر کچھ لائے، وہ شخص جب رسول اللہ ﷺ کے دروازے کے پاس آیا تو آپ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ الخ تلاوت فرما رہے تھے وہ شخص وہی سے چلا گیا اور اپنے ساتھیوں کو بشارت دی کہ غوث تمہارے پاس آنے والا ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کی تلاوت کردہ آیت میں جس رزق کا ذکر تھا اسی جانب غوث کہہ کر اشارہ کر رہے تھے پس اسی اثناء میں دو شخص پیالہ میں گوشت کا سالن اور روٹی لیکر پہنچے، چنانچہ ان لوگوں نے خوب سیر ہو کر کھایا پھر ان میں سے بعض بعض سے کہنے لگے کہ ہم یہ کھانا رسول اللہ ﷺ تک پہنچا دیتے تو آپ بھی تناول فرما لیتے پس وہ شخص کھانا لیکر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور عرض گذار ہوئے کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے پاس کھانا زیادہ تھا اور لذیذ بھی ہے اس لئے ہم آپ کے پاس لیکر آ گئے۔ آپ نے پوچھا کہ تمہارے پاس کس نے کھانا بھیجا انھوں نے دو شخص کے بارے میں بتایا پھر ان دونوں شخصوں کا پورا قصہ کہہ سنایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ وہ شے ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے رزق بنایا۔ (القرطبی) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرشتہ کو حکم دیتا ہے کہ چار امور ماں کے پیٹ میں لکھ دیئے جائیں اسکا عمل، اسکی مدتِ زندگی، اسکا رزق اور اسکا سعید یا شقی ہونا۔ (بخاری) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مستقر سے مراد وہ جگہ ہے جہاں رات دن جاندار رہتا ہے اور اِدھر اُدھر گھوم پھر کر پھر اسی جگہ آ کر قرار پکڑتا ہے اور مستودع سے مراد ہے دفن ہونے کی جگہ۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک مستقر سے مراد ماں کا پیٹ اور مستودع سے مراد باپ کی پشت ہے۔ (مظہری) [2] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو میری راہ میں مال خرچ کر میں تجھے دونگا اور فرمایا کہ اللہ کے ہاتھ بھرے ہوئے ہیں رات دن خرچ کرنے سے خالی نہیں ہوتے۔ فرمایا کہ کیا تم نہیں دیکھتے جب سے آسمان و زمین کی پیدائش ہوئی اسوقت سے اس نے کتنے لوگوں کو دیا اسکے خزانے میں کوئی کمی نہیں آئی اور اسوقت اسکا عرش پانی پر تھا اور میزان یعنی قدرت اسی کو حاصل ہے جسکو چاہے گرائے اور جس کو چاہے اٹھائے۔ (بخاری) حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق کی ابتدا اتور سے کی اور اختتام جمعہ کے روز کیا۔ جمعہ کے روز آخری ساعت میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور ہر ایک روز کی مقدار ایک ہزار برس ہے۔ (ابن جریر)

مَا يَحۡبِسُهٗ ؕ اَلَا يَوۡمَ يَاۡتِيۡهِمۡ لَيۡسَ مَصۡرُوۡفًا عَنۡهُمۡ

چہ چیز باز میدارد آنرا آگاه باش روزیکہ بیاید بایشاں نباشد باز داشتہ شدہ از ایشاں

کیا چیز اسے روکتی ہے آگاہ رہو جس روز ان پر آئیگا تو نہ پھیرا جائیگا ان سے

وَحَاقَ بِهِمۡ مَّا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ۞ ۸ وَلَئِنۡ اَذَقۡنَا

و فرا گیرد ایشانرا آنچہ استہزا میکروند باں و اگر بچشانیم

اور گھیر لیگا انھیں وہ (عذاب) جس کا استہزاء کرتے تھے [1] اور اگر ہم چکھائیں

الۡاِنۡسَانَ مِنَّا رَحۡمَةً ثُمَّ نَزَعۡنٰهَا مِنۡهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَئُوۡسٌ

آدمی را از نزدیک خود نعمتی باز بر گیریم آنرا از وی ہر آئنہ وی نا امید

آدمی کو اپنی طرف سے کوئی نعمت پھر ہم چھین لیں اسے بیشک وہ بے آس

كَفُوۡرٌ ۞ ۹ وَلَئِنۡ اَذَقۡنٰهُ نَعۡمَآءَ بَعۡدَ ضَرَّآءَ مَسَّتۡهُ لَيَقُوۡلَنَّ

نا سپاس است و اگر بچشانیم آدمیرا رفاہتی بعد سختی کہ رسید باشد بوی گوید

نا شکرا ہے [2] اور اگر ہم چکھائیں آدمی کو آرام اس سختی کے بعد جو اسے پہنچی تو کہے گا

ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّىۡ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوۡرٌ ۞ ۱۰ اِلَّا الَّذِيۡنَ

برفتند سختیہا از من ہر آئنہ وی شادمان خود ستایندہ است مگر آنانکہ

مجھ سے سختیاں دور ہوئیں بیشک وہ خوش ہونے والا اپنی تعریف کرنے والا ہے [3] مگر وہ لوگ جنہوں نے

صَبَرُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّاَجۡرٌ

شکیبائی نمودند و کار ہائے شایستہ کردند آں جماعت ایشانرا ست آمرزش و مزد

صبر کیا اور اچھے کام کئے اس جماعت کیلئے مغفرت اور بڑا

كَبِيۡرٌ ۞ ۱۱ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعۡضَ مَا يُوۡحٰٓى اِلَيۡكَ وَ

بزرگ پس شاید تو ترک کنی بعضے آنچہ وحی فرستادہ میشود بسوئے تو و

اجر ہے [4] پس بھلا چھوڑ دو گے اسکا بعض حصہ جو وحی کی گئی تمہاری طرف اور

[1] حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ جب آیت اِقۡتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمۡ نازل ہوئی تو لوگ کہنے لگے کہ قیامت قریب آگئی ہے۔ اس پر تھوڑے عرصہ کیلئے وہ [برے کاموں سے] رک گئے لیکن کچھ عرصہ کے بعد دوبارہ وہ برے کاموں میں مشغول ہو گئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) لفظ امت آٹھ معانی کیلئے مستعمل ہے (۱) امت بمعنی جماعت، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان وَجَدَ عَلَيۡهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ ترجمہ: وہاں پر لوگوں کی ایک جماعت پائی۔ (۲) امت بمعنی انبیائے کرام علیہم السلام کے پیروکار۔ (۳) ایسے شخص کیلئے جس میں خیر مجتمع ہو اور لوگ اسکی اقتدا کرتے ہوں جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان اِنَّ اِبۡرَاهِيۡمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيۡفًا ترجمہ: بیشک ابراہیم ایک امام تھا اللہ کا فرمانبردار اور سب سے جدا۔ (۴) امت بمعنی دین وملت جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان اِنَّا وَجَدۡنَا اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ ترجمہ: ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا۔ (۵) امت بمعنی زمانہ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان وَلَئِنۡ اَخَّرۡنَا عَنۡهُمُ الۡعَذَابَ اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعۡدُوۡدَةٍ ترجمہ: اور اگر ہم ہٹا دیں ان سے عذاب گنتی کی مدت تک۔ (۶) امت بمعنی قامت جیسے کہا جاتا ہے فُلَانٌ حسن الامة ای القامة. (۷) امت اس معنی میں ہے کہ وہ شخص اپنے دین میں منفرد ہے اسکے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: يبعث زيد بن عمرو بن نُفَيل امة وحده ترجمہ: زید بن عمرو بن نفیل کو اٹھایا جائیگا تنہا اسکے دین پر۔ (۸) امت بمعنی ام یعنی ماں جیسے کہا جاتا ہے هذه امة زيد یعنی یہ زید کی ماں ہے۔ (القرطبی)

[2] اس آیت کریمہ میں انسان کے بارے میں دو اقوال ہیں پہلا قول یہ ہے کہ انسان سے مراد مطلق انسان ہے اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ آگے استثناء کیا جا رہا ہے اور یہ اسی صورت میں ہوگا جب انسان سے مراد مطلق انسان ہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ انسان سے مراد کافر ہے۔ (تفسیر کبیر) کہا گیا ہے کہ یہاں انسان سے مراد ولید بن مغیرہ ہے اور یہ آیت اسی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد عبداللہ بن اُبی امیہ مخزومی ہے۔ (القرطبی) [3] واضح رہے کہ اس سے پہلی آیت میں تھا کہ بندوں کی جانب بھلائی کا پہنچنا محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے اور مصیبت بندہ کے اپنی کرتوت کی وجہ سے ہے جیسا کہ ارشاد ہے مَا اَصَابَكَ مِنۡ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَا اَصَابَكَ مِنۡ سَيِّئَةٍ فَمِنۡ نَّفۡسِكَ ''ترجمہ: جو بھلائی تمہیں پہنچتی ہے پس وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور جو برائی تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہارے اپنے نفس کے کرتوت ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ قرآن کریم میں جب فرح مطلق استعمال ہو تو یہ ذم کیلئے ہوگی اور جب مقید استعمال ہو تو مدح کیلئے ہوگی جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد فَرِحِيۡنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ ترجمہ: خوشیاں مناتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے فضل سے عطا فرمایا۔ (روح البیان) [4] یعنی اہل ایمان اس ضابطہ سے مستثنیٰ ہیں وہ ناامید اور ناشکری نہیں کرتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے امیدوار رہتے ہیں اور اسکی سابقہ اور موجودہ نعمتوں کے شکرگذار ہوتے ہیں، اتراتے ہیں نہ اکڑتے ہیں نہ نعمت پا کر دوسرں پر اپنی بڑائی جتاتے ہیں یہ خصوصیات اہل ایمان ہی کی ہیں کہ دکھ میں صبر کرتے ہیں اور سکھ میں شکر ادا کرتے ہیں۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کا بھی عجیب معاملہ ہے اسکی ہر بات اچھی ہے اور یہ خصوصیت صرف مومن ہی کی ہے اگر اسکو سکھ ملتا ہے تو شکر کرتا ہے اور یہ اس کیلئے خیر ہو جاتا ہے اور دکھ پہنچتا ہے تو صبر کرتا ہے اور یہ اس کیلئے خیر ہو جاتا ہے۔ حضرت عیاض بن عمار اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرے پاس وحی بھیجی ہے کہ تواضع کرو، کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور کوئی کسی پر زیادتی نہ کرے۔ (مظہری)

ضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ
تنگ میشود بآں سینہ تو بجہت آنکہ میگویند چرا نہ فرود آوردہ شد برو
تم تنگ دل ہوتے ہو کہ مبادا یہ لوگ کہہ بیٹھیں کہ کیوں نہ اتارا گیا ان پر

كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ
گنجی یا چرا نہ آمد ہمراہ او فرشتہ جز ایں نیست کہ تو بیم کنندہ و خدائے تعالیٰ
کوئی خزانہ یا کیوں نہ آیا ان کے ساتھ فرشتہ' اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ تو ڈرانے والا ہے اور اللہ تعالیٰ

عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِيْلٌ ؕ ﴿١٢﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ
بر ہر چیز نگہبان است آیا میگویند بر بستہ است قرانرا بگو
ہر چیز پر نگہبان ہے ! کیا کہتے ہیں کہ تیار کیا ہے قرآن کو، آپ فرما دیجئے

فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ
پس بیارید دہ سورہ را مانند ایں بر بافتہ و بخوانید ہر کرا
پس لاؤ دس سورت اسکی مثل تیار کی ہوئیں اور بلا لاؤ ہر ایک کو

اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٣﴾
توانید بجز خدا اگر شما راستگوی ہستید
جسے تم بلا سکو اللہ کے سوا اگر تم سچ کہنے والے ہو ٢

فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ
پس اگر قبول نکند آں کافران سخن شما را بدانید کہ قران نازل کردہ شد است بعلم خدا
پس اگر قبول نہ کریں وہ کافرین آپکی بات تو جان لو کہ قرآن اللہ کے علم سے اتارا گیا ہے

وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٤﴾ مَنْ كَانَ
و بدانید کہ ہیچ معبود نیست مگر وی پس آیا شما مسلمان ہستید ہر کہ
اور جان لو کہ کوئی معبود نہیں ہے مگر وہ پس کیا تم مسلمان ہو ٣ جو کوئی

ا امام بغوی کہتے ہیں کہ مشرکوں نے کہا تھا کہ کوئی ایسا قرآن پیش کرو جس میں ہمارے معبودوں کو برا نہ کہا گیا ہو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس قول پر بَعْضَ مَا يُوْحٰى سے مراد ہوگی وہ وحی جس میں کافروں کے معبودوں کو برا کہا گیا ہو۔ علامہ بیضاوی نے اس شبہ کو دور کرنے کیلئے لکھا ہے کہ کسی چیز کا سبب' داعی اگر موجود ہو تب بھی اس چیز کا وقوع ضروری نہیں ہے ممکن ہے کہ داعی ہونے کے باوجود کوئی مانع موجود ہو جسکی وجہ سے اس شے کا وقوع نہ ہو سکے' اس جگہ بھی یہی صورت ہے کہ گو ترکِ تبلیغ کی توقع کا سبب بھی موجود ہے لیکن رسول خیانت سے پاک ہوتا ہے وہ وحی میں خیانت نہیں کر سکتا اور تبلیغ میں تقیہ رسول کی ذات سے ناممکن ہے اسی لئے ترکِ تبلیغ کی توقع کا وقوع نہیں ہو سکتا۔ میں [قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ] کہتا ہوں کہ علامہ بیضاوی کی اس تقریر سے یہ شبہ دفع ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی چیز کی توقع کا اظہار ہو تو اس چیز کا وقوع لازم ہے۔[کیونکہ اللہ کیلئے کسی حالت کا انتظار ناممکن اور دلیلِ عجز ہے اس لئے ہر منشاء کا وقوع بالفعل ضروری ہے] وَضَائِقٌ بِهٖ صَدْرُكَ یعنی آپکو ان کے اس قول سے دلی تنگی ہوتی ہے کہ محمد ﷺ پر کوئی خزانہ کیوں نازل نہ ہوا کہ بادشاہوں کی طرح لوگوں کو اپنا تابع فرمانبردار بنانے میں خرچ کرتے یا انکے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا جو انکی تصدیق کرتا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ان کے اس قول سے آپ کبیدہ خاطر اور ملول ہوتے ہیں یہ بات عبداللہ بن امیہ مخزومی نے کہی تھی۔ اس آیت کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ چونکہ مشرک اللہ تعالیٰ کی وحی کی کوئی قدر نہ کرتے تھے اس لئے آپ نے شاید وحی کے بعض صفحوں کی تبلیغ ترک کر دی مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کو ترک کرنے سے آپکا دل تنگ ہوتا ہے ترکِ امرِ الٰہی موجب تنگی ہے اور تعمیلِ حکم سبب انشراح صدر ہے۔ (مظہری) ٢ جاننا چاہیئے کہ جب مشرکین نے نبی کریم ﷺ سے معجزہ طلب کیا تو آپ نے فرمایا کہ میرا معجزہ قرآن ہے اور جب ایک معجزہ موجود ہو تو مزید معجزہ کا طلب کرنا جہالت اور بغاوت ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اعجاز قرآن کو بیان فرمایا کہ یہ لوگ ایسا کلام لانے سے عاجز ہیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ قرآن کو کس وجہ سے معجزہ کہا گیا ہے۔ اس میں چھ اقوال ہیں (١) فصاحت کی بناء پر (٢) اسلوب کی بناء پر (٣) عدمِ تناقض کی بناء پر (۴) قرآن کا علومِ کثیرہ پر مشتمل ہونے کی بناء پر (۵) صرف کی بناء پر (٦) قرآن کا اخبار عن الغیب ہونے کی بناء پر۔ میرے [علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ] اور اکثرین مفسرین کے نزدیک مختار یہ ہے کہ قرآن فصاحت کی بناء پر معجزہ ہے اور اسکی دلیل یہی آیت کریمہ ہے۔ (تفسیر کبیر) اس سورت میں کہا گیا ہے کہ قرآن کی مثل کوئی دس سورت بنالاؤ جبکہ سورہ یونس اور بقرہ میں ہے کہ کوئی ایک سورت بنالاؤ چونکہ یہ سورت' سورہ بقرہ اور سورہ یونس پر نزول کے اعتبار سے مقدم ہے جب مشرکین قرآن کی مثل دس سورت نہ لا سکے تو اس سورت کے بعد والی سورت یعنی سورہ بقرہ اور سورہ یونس میں ان سے کہا گیا کہ کوئی ایک سورت بنالاؤ۔ (روح البیان) ٣ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ! آپ ان مشرکین سے فرما دیجئے کہ اگر تم اس چیلنج کا جواب نہ دے سکو تو اللہ تعالیٰ کے سوا جتنے تمہارے حمایتی ہیں ان سب کو بلا لو تا کہ سورتوں کے بنانے میں تمہاری مدد کریں۔ جب تم اسکے باوجود بھی عاجز ہو جاؤ تو مان لو کہ محمد ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور یہ اللہ کے رسول ہیں۔ (ابن جریر)

يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ

خواستہ باشد بزندگانی دنیا و تحمل آں بتمام رسانیم بسوے ایں جماعت جزاے اعمال ایشانرا

دنیا کی زندگی اور اسکی زینت چاہے (تو) ہم پورا پہنچائیں گے اس جماعت کی جانب انکے اعمال کا بدلہ

فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ

در دنیا و ایشاں دریں جا نقصان داده نشوند ایں جماعت آنانند کہ نیست ایشانرا

دنیا میں اور انھیں اس جگہ کم نہ دیا جائیگا یہی جماعت ہے کہ نہیں ہے ان کیلئے

فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ

در آخرت آتش و باطل شد در آخرت آنچہ کرده بودند و نابود است

آخرت میں مگر آگ اور آخرت میں باطل ہوئے جو انھوں نے کیا تھا اور ملیا میٹ ہوئے

مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ

آنچہ بعمل می آوردند آیا کسیکہ باشد بر حجتی از جانب

جو عمل کرتے تھے ۲؎ کیا جو دلیل پر ہو اپنے رب کی جانب سے

رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى

پروردگار خود و متصل وی می آید گواہی از جانب پروردگار او و پیش از قرآن گواه وی بود کتاب موسیٰ

اور اسکے متصل آتا ہے ایک گواہ اسکے پروردگار کی جانب سے اور اس قرآن سے پہلے انکا گواہ موسیٰ کی کتاب تھی

اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۭ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ

پیشوای و بخشایشی ایں جماعت ایمان می آرند بقرآن و ہر کہ کافر شدند بآں

پیشوا اور رحمت یہ جماعت ایمان لاتی ہے قرآن پر اور جو اسکا منکر ہو

مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ

از گروه ہا پس آتش وعده گاه وی ست پس مباش در شبہ

گروہوں میں سے پس آگ انکی وعده گاه ہے پس نہ ہو جاؤ شبہ میں

تفسیر مظہر العرفان

۱؎ اس آیت کی تاویل میں علمائے مفسرین کا اختلاف ہے۔ حضرت ضحاک اور نحاس کا کہنا ہے کہ یہ آیت کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اسکی دلیل میں کہتے ہیں کہ اسکے بعد ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ لَیْسَ لَھُمْ فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ یعنی ان میں سے جو صلہ رحمی کریگا یا صدقہ دیگا ہم اسے دنیا میں بدلہ دے دینگے صحتِ جسم اور کثرتِ رزق کی صورت میں لیکن آخرت میں ان کیلئے کچھ بھی نہ ہوگا۔ دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ اس آیت میں خطاب مومنین کو ہے یعنی جو اپنے عمل کا صلہ دنیا ہی میں طلب کریگا اسے دنیا ہی میں بغیر کسی کمی کے دیا جائیگا اور اس کیلئے آخرت میں عذاب ہوگا جیسے نبی کریم ﷺ نے فرمایا اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ یعنی عمل کا دار و مدار نیت پر ہے۔ تیسرے گروہ کا کہنا ہے کہ اس آیت میں اہلِ ریا سے خطاب ہے۔ حدیث شریف میں اہل ریا سے متعلق ارشاد ہے تم روزہ رکھو، نماز پڑھو، صدقہ دو، جہاد کرو اور قرأت کرو تو ان سب کا صلہ دنیا ہی میں تمہیں دے دیا جائیگا جیسا کہ تم چاہتے ہو پھر ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے منہ کے بل جھنم میں ڈالے گا۔ چوتھے گروہ کا کہنا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو نبی کریم ﷺ کیساتھ جہاد دنیا کی طلب کیلئے کرتے تھے۔ اکثر علماء اس جانب گئے ہیں کہ اس آیت میں مطلق خطاب ہے۔ (القرطبی) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ ایک طویل حدیث بیان کی ہے اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان مذکور ہے کہ میں نے دیکھا تو خدا کی قسم مجھے رسول اللہ ﷺ کے گھر میں سوائے تین کچے چمڑوں کے اور کچھ دکھائی نہ دیا میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ آپکی امت کو فراخی عطا فرمائے۔ اہل فارس اور اہل روم کو تو اللہ تعالیٰ نے مال کی وسعت عنایت فرمائی اسکے باوجود وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے ہیں مگر ان کو دنیا دیدی گئی۔ رسول اللہ ﷺ تکیہ لگائے ہوئے تھے یہ سنکر بیٹھ گئے اور فرمایا: اے ابن خطاب! کیا تم اس خیال میں ہو کہ انکو دنیاوی زندگی میں لذتیں دے گئی ہیں اور مومن کا مقصد دنیا اور آخرت دونوں ہیں اور ارادۂ آخرت غالب ہے اس لئے اسکو نیکیوں کا بدلہ دنیا میں بھی دیا جاتا ہے اور آخرت میں بھی اسکا بدلہ دیا جائیگا۔ (بخاری) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مومن پر ظلم نہیں فرماتا ہے، نیکی کا صلہ اسکو دیا جاتا ہے اور آخرت میں اسکا ثواب دیا جائیگا رہا کافر تو اسکی نیکیوں کے عوض دنیا میں اسکو کھانے کو دیا جاتا ہے پھر جب آخرت میں پہنچے گا تو اسکی کوئی نیکی نہ ہوگی جسکی وجہ سے اسکو کوئی بھلائی دی جائے۔ (مسلم) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جسکی نیت آخرت کی طلب کی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اسکے دل میں بے نیازی فرما دیتا ہے اور اسکی پریشان حالی کو دور کر دیتا ہے اور دنیا ذلیل ہو کر اسکے سامنے آتی ہے اور جسکی دنیا کی طلب کی نیت ہوتی ہے تو فقر کو اللہ تعالیٰ اسکے دونوں آنکھوں کے درمیان پیدا کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے پریشان حال رکھتا ہے اور دنیا اتنی ہی اسے ملتی ہے جتنی اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے لکھ دی ہے۔ (ترمذی) ۲؎ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا تذکرہ فرما رہا ہے جنکے بارے میں اس سے پہلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ ہم انھیں دنیا ہی میں انکا صلہ دینگے اور آخرت میں ان کے اعمال باطل ہونگے۔ (ابن جریر) اس آیت کریمہ میں اشارہ ہے کہ مومن جہنم میں ہمیشہ کیلئے داخل نہیں ہوگا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمائیگا کہ اس کیساتھ شریک کیا جائے اور معاف فرمائیگا اس کے علاوہ۔ (القرطبی) جاننا چاہیئے کہ یہ بات عقلاً بھی ثابت ہے کہ جو اعمال دنیا کی ثناء کی طلب میں کئے جائیں ان میں دنیا کی محبت پوشیدہ ہوتی ہے آخرت کی محبت نہیں ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو دنیا ہی میں اجر دیگا اور آخرت میں سوائے عذاب کے اور کچھ نہ ہوگا۔ (تفسیر کبیر)

مِّنْهُ ۚ إِنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا

از نزول قرآن ہر آئنہ وی درست است آمدہ از پروردگار تو و لیکن بیشتر مردمان

قرآن کے نزول کے بارے میں؛ بیشک وہ حق ہے تمہارے رب کی جانب سے لیکن اکثر لوگ

يُؤْمِنُونَ ﴿١٧﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۚ

ایمان نمی آرند و کیست ستمگار از کسیکہ بر بست بر خدا دروغی را

ایمان نہیں لاتے ہیں ۱؎ اور کون ہے اس سے بڑا ظالم جس نے باندھا اللہ پر جھوٹ

أُولَٰئِكَ يُعْرَضُونَ عَلَىٰ رَبِّهِمْ وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ

ایں جماعت آوردہ شوند پیش پروردگار خویش و گویند گواہان

یہی جماعت لائی جائیگی اپنے رب کے پاس اور کہیں گے گواہان

هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ ۚ أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى

ایشانند آنانکہ دروغ بستند بر پروردگار خویش آگاہ باشی لعنت خدا ست بر

یہ لوگ ہیں جنہوں نے جھوٹ باندھا اپنے رب پر؛ آگاہ رہو اللہ کی لعنت ہے

الظَّالِمِينَ ﴿١٨﴾ الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَ

ستمگاران بر آنانکہ باز میدارند مردمانرا از راہ خدا و

ظالموں پر ۲؎ ان لوگوں پر جو روکتے ہیں لوگوں کو اللہ کی راہ سے اور

يَبْغُونَهَا عِوَجًا وَهُم بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ﴿١٩﴾ أُولَٰئِكَ لَمْ

میخواہند برائے آں راہ کجی را و ایشاں بآخرت کافرانند ایں جماعت نباشند

چاہتے ہیں اس راہ میں کجی اور یہ لوگ آخرت کے منکر ہیں ۳؎ یہ جماعت نہیں ہے

يَكُونُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ وَمَا كَانَ لَهُم مِّن دُونِ

عاجز کنندہ در زمین و نباشند ایشانرا بجز

عاجز کرنے والی زمین میں اور نہیں ہے ان کیلئے

۱؎ یہ آیت چار ایسے الفاظ پر مشتمل ہے جو مجمل ہیں۔ اول: جسکی صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنے رب کی جانب سے دلیل پر ہے وہ کون ہے؟ دوم: بینہ سے کیا مراد ہے؟ سوم: یتلوہ سے قرآن مراد ہے یا اسکا غیر؟ چہارم: شاہد سے کیا مراد ہے؟ واضح رہے کہ ان چاروں کے بارے میں علمائے مفسرین کے درمیان بہت اختلاف ہے۔ اول کے بارے میں مفسرین کرام کی ایک رائے یہ ہے کہ اس سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں دوسرے قول کے مطابق یہود میں سے جو لوگ ایمان لائے وہ مراد ہیں جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وغیرہ' اور یہ قول اظہر ہے اس لئے کہ اُولٰئِکَ یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ بھی ارشاد ہے' اور یہ صیغہ جمع ہے اس لئے اسے حضرت محمد ﷺ کی جانب رجوع نہیں کر سکتے ہیں۔ دوم یعنی "بینہ" کے بارے میں ارشاد ہے کہ اس سے مراد بیان و برھان ہے جسکے ذریعے دین کی صحت اور حق کی معرفت حاصل ہوتی ہو۔ سوم یعنی یتلوہ کے بارے میں علماء کا کہنا ہے کہ اسکی ضمیر بینہ کے معنی کی جانب راجع ہے اور اس سے بھی مراد بیان و برھان ہے۔ چہارم یعنی شاہد سے مراد قرآن ہے۔ (تفسیر کبیر) حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ مَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ رسول اللہ ﷺ تھے اور شاہد ایک فرشتہ تھا جو آپ ﷺ کی حفاظت پر مامور تھا۔ بعض لوگوں کا یہ قول بھی ہے کہ شاہد سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قریش کے ہر آدمی کے متعلق کوئی نہ کوئی آیت ضرور نازل ہوئی ہے کسی نے عرض کی آپ کے متعلق کیا نازل ہوا؟ فرمایا: وَیَتْلُوْہُ شَاھِدٌ مِّنْہُ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شاہد کیوں کہا گیا اسکی توجیہ شاید یہ ہو کہ سب سے پہلے آپ ہی ایمان لائے اس لئے رسول اللہ ﷺ کی صداقت کی اول ترین شہادت دینے والے آپ ہی ہوئے۔ میرے [قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ] کے نزدیک سب سے زیادہ قوی وجہ آپکو شاہد کہنے کی یہ ہے کہ آپ تمام کمالات ولایت کے مرکزی نکتہ تھے' قطب ولایت تھے' تمام اولیاء بلکہ تمام صحابہ بھی مقام ولایت میں آپکے پیچھے اور تابع ہیں۔ خلفاء ثلاثہ [حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم] ضرور آپ سے افضل تھے مگر انکی افضلیت کی وجہ دوسری ہے جسکی تشریح حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات کے آخر میں کی ہے۔ (مظہری) ۲؎ یعنی اس سے بڑا ظالم اور کوئی نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے' اللہ تعالیٰ کے کلام کو غیر کی طرف مضاف کرے' اللہ تعالیٰ کیلئے شریک اور ولد کا گمان کرے اور انھوں نے بتوں کے حق میں کہا کہ یہ ہماری اللہ کے پاس شفاعت کریں گے۔ وَیَقُوْلُ الْاَشْھَادُ. حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے ملائکہ حفظہ مراد ہیں' حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ اس سے انبیاء و مرسلین مراد ہیں اس پر اس آیت سے دلیل قائم کرتے ہیں فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَھِیْدٍ وَّجِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰٓؤُلَاءِ شَھِیْدًا. ترجمہ: پس کیسا ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے پھر ان تمام پر ایک گواہ لائیں گے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے ملائکہ' انبیاء اور علماء مراد ہیں۔ (القرطبی) حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ مؤمن کے قریب ہو کر فرمائیگا اے میرے بندے! کیا تجھے فلاں گناہ کا علم ہے؟ بندہ کہے گا جی ہاں اے میرے رب! پس جب بندہ اپنے گناہ کا اقرار کرلیگا تو اللہ تعالیٰ فرمائیگا: بیشک میں نے تیرے گناہوں کو دنیا میں چھپایا تھا اور آج کے روز میں تیرے گناہوں کو معاف کرتا ہوں پھر اسے نیکیوں کی کتاب دی جائے گی' پس کفار اور منافقین اسکے بارے میں اشھاد کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کو جھٹلایا تھا سنو ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے دنیا میں جس پر وہ تھے فضیحت دی گئی اور بیان کیا گیا کہ لوگ اپنے ظلم کے سبب عند اللہ ملعون ہونگے۔ (روح البیان) ۳؎ اس آیت میں اللہ تعالیٰ ظالمین پر لعنت کی علت بیان فرما رہا ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں اور اس راستے میں کجی چاہتے ہیں۔ (ابن جریر)

تفسیر اظہار العرفان

اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۗ مَا كَانُوْا

خدا دوستان دو چند کردہ شوند ایشانرا عذاب نمی

اللہ کے سوا کوئی دوست، دو چند کیا جائیگا ان کیلئے عذاب

يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ۝۲۰ اُولٰٓئِكَ

توانستند شنیدن و نمی دیدند ایں جماعت

وہ سن نہیں سکتے تھے اور نہ دیکھتے تھے [1] یہ وہ لوگ ہیں

الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝۲۱ لَا

آنانند کہ زیان کردند در حق خویش و گم شد از ایشاں آنچہ بر می باختند

جنہوں نے نقصان کیا اپنے حق میں اور گم ہوا ان سے جو وہ افترا کرتے تھے [2]

جَرَمَ اَنَّهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝۲۲ اِنَّ الَّذِيْنَ

بیشک ایں جماعت ایشانند در آخرت ایشانند زیانکاران ہر آئنہ آنانکہ

بیشک یہی جماعت آخرت میں نقصان اٹھانے والی ہے [3] بیشک وہ لوگ جو

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ ۙ اُولٰٓئِكَ

ایمان آوردند و کارہائے شائستہ کردند و آرام گرفتند متوجہ شدہ بسوے پروردگار خویش ایشاں

ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور اپنے رب کی طرف رجوع کر کے آرام حاصل کئے یہی لوگ

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۲۳ مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ

اہل بہشت اند ایشاں آنجا جاویدانند صفت ایں دو فریق ایں ست

اہل جنت ہیں یہ لوگ اس جگہ ہمیشہ رہیں گے [4] حال ان دو فریق کا یہ ہے

كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ۭ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ

مانند کور و کرو بینا و شنوا ایا ہر دو برابر اند در

جیسے اندھا اور بہرہ اور دیکھنے والا اور سننے والا کیا ہر دو برابر ہیں

[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے معجزین کا ترجمہ کیا ہے ''آگے نکل جانے والے'' حضرت قتادہ نے کہا ہے ''بھاگ جانے والے'' اور حضرت مقاتل نے کہا ہے ''چھوٹ جانے والے''۔ مطلب سب کا ایک ہی ہے یعنی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو دنیا میں سزا دینے سے روک نہیں سکتے مگر اللہ تعالیٰ نے خود ہی ان کے عذاب کو آخرت پر ٹال رکھا ہے تاکہ ان کو سخت عذاب میں مبتلا کر دے [اس لئے کہ دنیا کا عذاب کتنا ہی بڑا ہو آخرت کے عذاب کے مقابلے میں کم ہے اور ختم ہو جانے والا بھی ہے آخرت کا عذاب اس سے کہیں زیادہ شدید اور غیر منقطع ہے] علمائے کرام فرماتے ہیں کہ عذاب کی یہ وجہ ہے کہ یہ لوگ دوسروں کو بہکاتے ہیں اور انکے چیلے انکی پیروی کرتے ہیں۔ (مظہری) یہ لوگ دنیا میں کلام سن کر اس سے نفع حاصل نہ کرتے تھے اور اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بھی ہدایت حاصل نہ کرتے تھے [اس لئے کہا گیا کہ یہ لوگ دیکھ اور سن نہیں سکتے ہیں] فراء کہتے ہیں کہ یہ لوگ سن اس لئے نہیں سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں ان کیلئے گمراہی لکھ دی ہے۔ زجاج کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے عداوت اور بغض کی بناء پر کلام سنتے تھے نہ کلام سمجھ پاتے تھے۔ نحاس کہتے ہیں کہ کلامِ عرب میں معروف ہے کہ جب کوئی آدمی کسی کی بات کو بھاری محسوس کرتا تو اسکے بارے میں کہہ دیا جاتا کہ فلاں کلام نہیں سن سکتا ہے [اسی اعتبار سے ان کے حق میں کہا گیا ہے کہ سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں] (القرطبی)

[2] یعنی یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے خود اپنا نقصان کیا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت چھوڑ کر پتھروں کی پوجا کو اختیار کیا اور جنت دیکر دوزخ مول لی۔ ان بتوں کی سفارش کرنے کا جو ان کا خیال تھا اور یقین رکھتے تھے کی بت شفاعت کر کے انکو بچا لیں گے ایسا نہ ہو سکے گا۔ [3] جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے منکرین اور جاحدین کی کئی صفات اس آیت تک بیان فرمائی ہے۔ پہلی صفت: یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر افتراء کرتے ہیں اسکا بیان اس آیت میں ہے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا. دوسری صفت: یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر ذلت اور رسوائی کو پیش کرتے ہیں اسکا بیان اس آیت میں ہے اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ. تیسری صفت: رسوائی عبرت اور فضیحتِ عظیمہ کا حصول، اسکا بیان اس آیت میں ہے وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ. چوتھی صفت: یہ لوگ عند اللہ ملعون ہیں اسکا بیان اس آیت میں ہے اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ. پانچویں صفت: یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں اسکا بیان اس آیت میں ہے اَلَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. چھٹی صفت: یہ لوگ اہل ایمان کے دلوں میں شبہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں اسکا بیان اس آیت میں ہے اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ. نویں صفت: انکے اولیاء نہیں ہیں جو ان سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو ہٹا سکیں اسکا بیان اس آیت میں ہے وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ. دسویں صفت: ان کیلئے عذاب دونا ہوگا اسکا بیان اس آیت کے ٹکڑے میں ہے يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ. گیارھویں صفت: یہ لوگ سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں اسکا بیان اس آیت میں ہے مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ. بارھویں صفت: یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے عوض بتوں کی عبادت خرید کر سخت نقصان میں پڑ گئے۔ اسکا بیان اس آیت میں ہے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ. تیرھویں صفت: ان کے سفارشی ان سے گم ہو جائیں گے اسکا بیان اس آیت میں ہے وَضَلَّ عَنْهُمْ. چودھویں صفت: یہ لوگ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہونگے اسکا بیان لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ الخ میں ہے۔ (تفسیر کبیر) [4] اس آیت میں ان لوگوں کا بیان ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی تصدیق کی اور نیک عمل کیا ہو۔ (ابن جریر)

مَثَلًا اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖۤ

صفت آیا پند نمی گیرید و هر آئنه فرستادیم نوح را بسوے قوم او

صفت میں؛ کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے ہو! اور بیشک ہم نے بھیجا نوح کو انکی قوم کی جانب

اِنِّیْ لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲۵﴾ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَؕ اِنِّیْۤ

گفت هر آئنه من برائے شما بیم کننده آشکارم که مپرستید مگر خدا را هر آئنه من

فرمایا: بیشک میں تمہارے لئے کھلا ڈرانے والا ہوں ۲ کہ نہ پوجو مگر اللہ کو بیشک میں

اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۶﴾ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ

می ترسم بر شما از عذاب روز درد دهنده پس گفتند جماعتی که

ڈرتا ہوں تم پر تکلیف دینے والے روز کے عذاب سے ۳ پس ایک جماعت نے کہا: جو

كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا

کافر بودند از قوم او نمی بینیم ترا مگر آدمی مانند خویش و نمی

منکر تھے انکی قوم سے ہم نہیں دیکھتے ہیں مگر تمہیں اپنی مثل ایک آدمی اور نہیں

نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِۚ

بینیم ترا که پیروی تو کرده باشند بتامل سرسری مگر آنانکه ایشاں کمینهائے ما اند

دیکھتے ہیں تمہیں کہ تمہاری پیروی ظاہری علوم پر کی ہو مگر وہ لوگ جو ہم میں کم مرتبہ والے ہیں

وَمَا نَرٰی لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِیْنَ ﴿۲۷﴾

و نمی بینیم شما را هیچ بزرگی بر خود بلکه می پندارم شما را دروغگوئی

اور ہم نہیں دیکھتے ہیں تم میں کوئی بڑائی اپنے اوپر بلکہ ہم گمان کرتے ہیں تمہیں جھوٹ کہنے والا ۴

قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ

گفت اے قوم من ایا خبر دهید اگر باشم بر حجتی از پروردگار خود و

فرمایا: اے میری قوم! بھلا بتاؤ اگر میں حجت پر ہوں اپنے رب کی طرف سے اور

۱ نحاس کہتے ہیں کہ فریقِ کافرین کی مثال اندھے اور بہرے کی ہے اور فریقِ مومنین کی مثال سننے والے اور دیکھنے والے کی ہے' اس بناء پر کہا گیا هَلْ یَسْتَوِیَانِ [کیا یہ دونوں فریق برابر ہیں] (القرطبی) جاننا چاہیئے کہ اس تشبیہ کی یہ وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جسد اور نفس سے مرکب پیدا کیا جس طرح جسم کیلئے سمع اور بصر ہے اور جیسے جسم جب اندھا اور بہرہ جائے تو انسان متحیر ہو جاتا ہے اور اپنے مصالح چیزوں کی جانب رہنمائی نہیں پاتا ہے اسی طرح روح کے اندھے اور بہرے ہونے کی وجہ سے انسان گمراہی کی تاریکیوں میں پڑارہ جاتا ہے۔ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ کے ذریعے اللہ تعالیٰ اس اندھے پن اور بہرے پن کے علاج کی جانب اشارہ فرما رہا ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ حضرت نوح علیہ السلام کا اصل نام پہلے لکھا جا چکا ہے اس جگہ ہم یہ بحث کریں گے کہ کثرتِ نوحہ کی وجہ کیا ہے؟ چنانچہ علامہ اسماعیل حقی بروسوی رحمۃ اللہ علیہ اسکی تین وجہ بیان کرتے ہیں۔ پہلی وجہ: جب آپ نے قوم کیلئے یہ دعا فرمائی رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ دَیَّارًا ترجمہ: ''اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ''۔ پس اللہ تعالیٰ جب اس دعا سے راضی نہ ہوا تو آپ اس پر کثرت سے نوحہ کرتے تھے۔ دوسری وجہ: ایک روز آپ ایک کتا کے پاس سے گذرے تو آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں یہ سب سے زیادہ قبیح ہے پس اللہ تعالیٰ نے اس پر عتاب فرمایا تو حضرت نوح علیہ السلام اس پر نوحہ کرتے تھے۔ تیسری وجہ: جب کافرین ہلاک ہو رہے تھے تو ان میں آپکا بیٹا بھی ہلاک ہو رہا تھا تو آپ نے بیٹے کی محبت کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کی اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ ترجمہ: بیشک میرا یہ بیٹا میرے اہل سے ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ ''بیشک وہ تیرے اہل سے نہیں ہے'' اس پر نوح علیہ السلام نوحہ کرتے تھے۔ فقیر [اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ] کہتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی اصل وجہ' نوحہ رب تعالیٰ کی جلالیت وہیبت ہے جسے آپکے دل نے قبول کیا اور یہ عاشقین کی صفات اور عارفین کی صفات میں سے ہے۔ کیا آپ کو نہیں معلوم کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کثرت سے نوحہ کرتے تھے حالانکہ آپ سے کوئی لغزش نہ ہوئی تھی' اسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کا رونا اور نوحہ کرنا صرف فراقِ یوسف علیہ السلام میں نہیں تھا بلکہ یہ رونے کیلئے سبب ظاہری ہے ورنہ حقیقت میں آپکا رونا رب تعالیٰ کی جلالت وہیبت کی بناء پر تھا۔ سوال: حضرت نوح علیہ السلام کے ارسال کو ماضی کے لفظ سے بیان کیا گیا ہے اسکی کیا وجہ ہے؟ جواب: یہ اخبار باعتبار ازل ہے جسے کسی زمانے سے متصف نہیں کرتے ہیں لیکن یہاں ماضی سے اتصاف کرنا سامع کے اعتبار سے ہے۔ (روح البیان) جاننا چاہیئے کہ اس سورت میں بیان کئے گئے واقعات میں یہ پہلا واقعہ بیان ہو رہا ہے جو حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق ہے سورہ یونس میں بھی یہ واقعہ بیان کیا گیا اب یہاں بھی بیان ہو رہا ہے تا کہ اس واقعہ سے زیادہ فائدے حاصل ہوں۔ کہا گیا ہے کہ آپ نذیر اس اعتبار سے ہیں کہ گناہگاروں کو اللہ کے عذاب سے ڈراتے ہیں' اور نیک کاروں کو اللہ کی اطاعت پر ثواب کا مژدہ سناتے ہیں۔ (تفسیر کبیر) ۳ یعنی بتوں کی عبادت چھوڑ دو اور اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرو' گویا کہ اس آیت میں آپکے بھیجنے کا مقصد بیان ہو رہا ہے۔ (القرطبی) ۴ یعنی ہم میں نچلے طبقے کے لوگ ہیں جنہوں نے آپ کی پیروی کی ہے اور پیروی بھی کی ہے تو بغیر سوچے سمجھے۔ رَذْل کی جمع ہے اَرْذُل اور اَرْذُل کی جمع ہے اَرَاذِل۔ ہر نچلے طبقے کی چیز کو رذل کہا جاتا ہے۔ حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ نچلے طبقے سے مراد ہے جو دنیوی لحاظ سے نادار' مسکین اور مفلوک الحال ہو۔ رائ یعنی آنکھوں سے دیکھنا یا دل سے دیکھنا نیز اعتقاد [پختہ خیالی] کو رای کہا جاتا ہے۔ بَادِیَ 'بدو' سے مشتق ہے یا بدء سے' اول صورت میں بمعنی بغیر سوچے دوم صورت میں بمعنی ابتدائی رائی۔ (مظہری)

اَتٰىنِیْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّیَتْ عَلَیْكُمْؕ

داده باشد من بخشائشی از نزدیک خود پس پوشاینده شد بر شما

مجھے اپنی طرف سے رحمت (نبوت) دی اور وہ تمہیں سوجائی نہیں دیتی

اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَ اَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَ یٰقَوْمِ لَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ

ایا جبر کنیم شما را بر آں و شما ناخواہاں باشید اے قوم من طلب نمی کنم از شما

تو کیا ہم اس پر تمہیں جبر کریں اور تم اسے ناپسند کرنے والے ہو[۱] اور اے میری قوم! میں طلب نہیں کرتا تم سے

عَلَیْهِ مَالًاؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَ مَاۤ اَنَا بِطَارِدِ

بریں پیغام رسانیدن مال را نیست مزد من مگر بر خدا و نیستم یکسو کنندہ

اس پیغام پہنچانے کے بدلے مال، نہیں ہے میرا اجر مگر اللہ پر اور نہیں ہوں میں نکالنے والا

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْاؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ لٰكِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا

مسلمانان ہر آئنہ ایشاں ملاقات کنندگانند با پروردگار خویش و لیکن من می بینم شما را قومے

مسلمانوں کو بیشک وہ سب ملاقات کرنے والے ہیں اپنے رب سے لیکن میں دیکھتا ہوں تمہیں ایک قوم

تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَ یٰقَوْمِ مَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْؕ

کہ جہالت می کنید و اے قوم من کیست کہ نصرت دہد مرا از عقوبت خدا اگر برانم ایشانرا

جو نادانی کرتے ہو[۲] اور اے میری قوم! کون مدد کریگا میری اللہ کی عقوبت سے اگر میں انھیں دور کر دوں

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَ لَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىٕنُ

آیا پند نمی گیرید و نمی گویم بشما کہ نزدیک من خزینہای

کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے ہو[۳] اور میں نہیں کہتا ہوں تم سے کہ میرے پاس اللہ کے

اللّٰهِ وَ لَاۤ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَ لَاۤ اَقُوْلُ اِنِّیْ مَلَكٌ وَّ لَاۤ

خدا ست و نہ آنکہ میدانم غیب را و نمی گویم کہ من فرشتہ ام نہ

خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں جانتا ہوں غیب اور میں نہیں کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور نہ

[۱] جاننا چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت کے منکرین کے شبہات کو بیان فرمایا تو اب ان شبہات کے جوابات دیئے جارہے ہیں۔ منکرینِ نبوت کا پہلا شبہ یہ تھا کہ آپ ہماری طرح بشر ہیں۔ اسکے جواب میں آپ نے فرمایا کہ بشریت نبوت و رسالت کے منافی نہیں ہے اس لئے آپ نے اسکی دلیل کیلئے فرمایا: اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ ''بھلا بتاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے حجت پر ہوں'' اسکے بعد آپ نے ان سے فرمایا کہ ''مجھے میرے رب نے اپنی طرف سے رحمت عطا کی'' اس جگہ رحمت سے مراد نبوت ہے یا ایسے معجزات ہیں جو آپکی نبوت پر دلالت کرتے ہوں۔ واضح رہے کہ جب شے مجہول محض باقی رہ جاتی ہے تو نابینا پن سے مشابہ ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ علم بصیرتِ باطنہ کا نور اور آنکھ بصارتِ ظاہر کا نور ہے اس لئے یہاں حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت کو مجہول کیفیت اندھے پن سے تعبیر کر رہے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

[۲] اونچے طبقہ کو نچلے طبقہ کیساتھ بیٹھنا گوارا نہ تھا اس لئے انھوں نے کہا کہ ہم ایمان اس وقت لائیں گے جب تم ان رذیلوں کو اپنے ساتھ سے نکال دو گے انکی اس درخواست کے جواب میں حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا ''اور جو لوگ ایمان لے آئے ہیں میں ان کو نکالنے والا نہیں کیونکہ یہ لوگ یقیناً اپنے رب سے ملیں گے اور وہاں نکالنے والے سے جھگڑا کریں گے'' یا اسکا یہ مطلب ہو کہ یہ لوگ رب کے قریب پہنچیں گے اور ضرور کامیاب ہو جائیں گے، ایسے مقربانِ خداوندی کو میں اپنے پاس سے کیسے نکال سکتا ہوں۔ وَلٰكِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ یعنی تم اپنے رب کے حضور پیشی سے ناواقف ہو یا اپنے انجام سے ناواقف ہو یا ان مومنین کے مرتبہ قرب کو نہیں جانتے ہو یا تم اس بات کو نہیں جانتے ہو کہ تمہارا ان کو رذیل قرار دینا حماقت ہے یا ان کو نکال دینے کی درخواست نادانی کی وجہ سے کر رہے ہو۔ (مظہری) یعنی میں تبلیغ پر اور اللہ تعالیٰ کی جانب بلانے پر تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا ہوں اس لئے کہ اسکا اجر میرے رب کے کرم کے ذمے ہے۔ ان لوگوں نے حضرت نوح علیہ السلام سے ان لوگوں کو ہٹانے کی درخواست کی جو ایمان لا چکے تھے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قریش نے درخواست کی کہ آپ ان موالی اور فقراء کو اپنے پاس سے ہٹا دیجئے۔ (القرطبی) اس آیت میں منکرینِ نبوت کے دوسرے شبہ کا جواب دیا گیا ہے اور وہ شبہ یہ تھا کہ تمہاری پیروی صرف ارذل لوگ کرتے ہیں۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میں دعوت اور تبلیغ پر کچھ طلب نہیں کرتا ہوں اس لئے جو بھی میری دعوت کو قبول کریگا [اللہ تعالیٰ کے یہاں اجر پائیگا] مجھے اسکی امیری اور غریبی سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ جواب کی دوسری صورت یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ظاہر میں تم نے مجھے فقیر پایا تو گمان کیا کہ میں تبلیغ و دعوت کا کام اس لئے کر رہا ہوں تا کہ تم لوگوں سے مال جمع کروں ایسا نہیں ہے بلکہ اسکا اجر مجھے اللہ تعالیٰ دیگا اس لئے میری نظر ایمان لانے والے کی امیری یا غریبی پر نہیں ہے۔ جواب کی تیسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو طرح طرح کے انعام سے نواز رکھا تھا جس کے سبب حقیقی فضیلت آپ ہی کو حاصل تھی اس لئے آپ نے طلبِ دنیا میں کوشش نہیں کی اور صرف طلبِ دین میں کوشش کرتے رہے اور بالاتفاق دنیا سے منہ پھیرنا امہات الفضائل ہے، شاید آیت میں حصولِ فضیلت سے یہی تیسری صورت مراد ہے۔ (تفسیر کبیر) [۳] یعنی اے میری قوم! ان عمدہ صفات رکھنے والے مومنین کو اگر تمہاری درخواست پر نکال دوں تو اللہ تعالیٰ کے غضب سے مجھے بچانے والا کون ہوگا، کیا تم مجھے ایسے کام کا حکم دیتے ہو جسے تم خود نہیں جانتے ہو۔ حدیث شریف میں ہے کہ فقراء اور مساکین کی محبت انبیاء و مرسلین کے اخلاق میں سے ہے اور ان کے ساتھ بیٹھنے سے نفرت کرنا منافقین کے طریقے میں سے ہے۔ (روح البیان)

اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ

نمی گویم آنانرا کہ بخواری نگرد بایشاں چشم شما کہ نخواہد داد خدا بایشاں

میں کہتا ہوں ان لوگوں کے بارے میں جنھیں تمہاری آنکھیں حقیر دیکھتی ہیں کہ اللہ انھیں

خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۚ اِنِّيْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

ہیچ نعمتی خدا دانا تر است بآنچہ در ضمیر ایشاں است ہر آئنہ من آنگاہ از ستمگاراں باشم

کوئی نعمت نہیں دیگا اللہ خوب جانتا ہے جو انکے دلوں میں ہے بیشک میں اسوقت ستمگاروں سے ہونگا[1]

قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا

گفتند اے نوح مکابرہ کردی با ما پس بسیار کردی مکابرہ ما را پس بیار آنچہ

انھوں نے کہا: اے نوح! تم نے ہم سے مکابرہ کیا پس ہم سے خوب مکابرہ کیا پس لاؤ جو

تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ

وعدہ می کنی بما اگر ہستی از راستگویان گفت جز ایں نیست کہ بیارد آنرا بشما

وعدہ تم ہم سے کرتے ہو اگر سچ کہنے والوں میں سے ہو[2] اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ اسے تمہارے پاس

بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا يَنْفَعُكُمْ

خدا اگر خواہد و شما عاجز کنندہ نیستید و سود نمی کند شما را

اللہ لائیگا اگر چاہے اور تم عاجز کرنے والے نہیں ہو[3] اور نفع نہ دیگی تمہیں

نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ

نصیحت من اگر خواہم کہ نصیحت کنم شما اگر خدا خواستہ باشد

میری نصیحت اگر میں چاہوں کہ تمہیں نصیحت کروں اگر اللہ تمہیں گمراہ کرنا

اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ؕ هُوَ رَبُّكُمْ ۫ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۴﴾ ؕ اَمْ يَقُوْلُوْنَ

کہ گمراہ کند شما را اوست پروردگار شما و بسوے او باز گردانیدہ شوید ایا میگویند

چاہے وہی ہے تمہارا رب اور اسی کی جانب تم لوٹائے جاؤ گے[3] کیا تم کہتے ہو

تفسیر اظہار العرفان

[1] پچھلی آیت کے بیان کو اس آیت سے تین طرح سے موکد کیا گیا ہے۔ پہلی وجہ: جس طرح میں تم سے کچھ سوال نہیں کرتا ہو بس اسی طرح یہ دعوی نہیں کرتا ہوں کہ بہت سارے مال کا مالک ہوں اور نہ میرے لئے مال میں کوئی غرض ہے نہ لینے میں اور نہ دفع کرنے میں۔ دوسری وجہ: نہ میں علم غیب جاننے کا [دعوی] کرتا ہوں۔ تیسری وجہ: اور نہ میں یہ دعوی کرتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ جاننا چاہیئے کہ حقیقتِ روحانیہ کے فضائل تین چیزوں میں ہیں۔ اول استغناء مطلق: دنیا میں قاعدہ جاری ہے کہ جو کثیر مال کا مالک ہوگا اسے غنی سے موصوف کیا جاتا ہے پس حضرت نوح علیہ السلام کا فرمان وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ میں اس جانب اشارہ ہے کہ میں استغناء مطلق کا دعوی نہیں کرتا ہوں۔ دوم علم تام: اسکی جانب اس قول سے اشارہ ہے وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ. سوم قدرت تامہ کاملہ: مروی ہے کہ مخلوقات میں قوت اور قدرت کے اعتبار سے ملائکہ ہیں اس لئے آپ نے اسکی جانب اشارہ کیا وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ. ان تینوں امور کے بیان کا مقصد یہ ہے کہ تینوں مراتب حاصل ہیں مگر قوتِ بشریہ کے مطابق۔ باقی رہے کمالِ مطلق تو میں اسکا دعوی نہیں کرتا ہوں۔ (تفسیر کبیر) جن لوگوں کو انکی مفلسی کی وجہ سے تم حقیر سمجھتے ہو اور انکو رذیل کہتے ہو چونکہ ظاہری ناداری اور مفلسی کو آنکھوں سے دیکھ کر وہ حقیر جانتے تھے ان کے کمالات اور خصائلِ فاضلہ پر غور نہیں کرتے تھے اس لئے حقیر جاننے کی نسبت آنکھوں کی طرف کلام کو پُر زور بنانے کیلئے کردی [ورنہ آنکھوں کا کام حقیر جاننا نہیں تحقیر ہو یا اعزاز اس کو جاننا انسان کے دماغ کا کام ہے] بلکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان اور ہدایت کی جو توفیق عطا فرمادی اور آخرت میں جو بلندی مرتبہ اور جنت عطا فرمائیگا وہ تمہارے اس دینوی مال وجاہ سے بہتر ہے۔ (مظہری) سعدی مفتی کہتے ہیں کہ اس کلام کا ظاہر یہ ہے کہ جب نوح علیہ السلام نے نبوت کا دعوی کیا تو قوم نے مغیبات کے بارے میں سوال کیا اور کہا کہ اگر آپ اپنے دعوی میں سچے ہیں تو فلاں فلاں کے بارے میں خبر دیجئے۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میں نے نبوت کا دعوی کیا ہے اور اس دعوی پر اپنے رب کی طرف سے تمہارے پاس دلیل لیکر آیا ہوں اور میں غیب نہیں جانتا ہوں مگر اللہ تعالیٰ کے بتانے سے۔ (روح البیان) [2] یعنی انھوں نے حضرت نوح علیہ السلام سے خوب جھگڑا کیا۔ جدل کلام عرب میں مبالغہ فی الخصومت کیلئے استعمال ہوتا ہے واضح رہے کہ جدل فی الدین محمود ہے اسی لئے حضرت نوح علیہ السلام اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنی قوم سے جدل فرمایا یہاں تک کہ حق ظاہر ہوگیا باقی رہے غیر حق کیلئے جدل تا کہ باطل کو ظاہر کیا جائے یہ صورت مذموم ہے۔ (القرطبی) کفار نے جب حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت پر شبہات وارد کئے تو آپ نے ان کے ہر شبہ کا جواب دیا ان جوابات کے بعد کفار نے حضرت نوح علیہ السلام پر دو کلام وارد کئے۔ (۱) انھوں نے حضرت نوح علیہ السلام پر یہ الزام لگایا کہ آپ کثرت سے ہم سے مجادلہ کرتے ہیں (۲) انھوں نے یہ مطالبہ کیا ہے اے نوح! آپ جس عذاب کا وعدہ ہم سے کر رہے ہیں اس عذاب کو جلدی ہم پر لائیے۔ (تفسیر کبیر) [3] اس آیت کریمہ میں حضرت نوح علیہ السلام کفار کو جواب دے رہے ہیں اسکا مطلب یہ ہے کہ عذاب کا اتارنا میری طرف سے نہیں ہے بلکہ اسے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے پس اسے کرتا ہے جسے وہ چاہتا ہے اور جب وہ چاہتا ہے اور جب وہ اللہ عذاب کا ارادہ فرمائیگا تو اسے کوئی روکنے والا نہیں ہوگا۔ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ یعنی اللہ تعالیٰ جب چاہے گا عذاب اتار دیگا تم میں سے کوئی بھی روک نہیں سکتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ تم میں سے کوئی بھی اس عذاب سے بچنے والا نہیں ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ تم میں سے کوئی بھی اس عذاب سے بچنے کیلئے بھاگ نہیں سکتا [کیونکہ تم سب اسکے قبضۂ قدرت میں ہو] اسکے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ (تفسیر کبیر)

افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ

بر بستہ است قرآنرا بگو اگر بر بستہ ام پس بر من است گناہ من و من بے تعلق ام

تیار کیا ہے (اپنی طرف سے) قرآن کو فرما دیجئے اگر میں نے تیار کیا تو مجھ پر میرا گناہ اور میں بے تعلق ہوں

مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ

از گناہ کردن شما و فرستادہ شد بسوے نوح کہ ایمان نخواہد آورد از

تمہارے گناہ کرنے سے [۲] اور وحی کی گئی نوح کی جانب کہ ایمان نہ لائیں گے

قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا

قوم تو الا آنکہ مومن شد است پس اندوہ مخور بسبب آنکہ

آپکی قوم سے مگر جو ایمان سے مشرف ہو چکے ہیں پس غم نہ کھاؤ اس سبب جو

يَفْعَلُوْنَ ﴿٣٦﴾ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا

میکردند و بساز کشتی را بحضور ما و بفرمان ما و مگو

وہ سب کرتے ہیں [۳] اور تیار کرو کشتی ہمارے حضور اور ہمارے فرمان سے اور نہ کرو

تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿٣٧﴾ وَيَصْنَعُ

سخن با من در باب آنانکہ ستم کردند ہر آئنہ ایشاں غرق کردہ شدگانند و می ساخت نوح

بات مجھ سے ان لوگوں کے باب میں جنہوں نے ظلم کیا بیشک وہ سب غرق کئے جائیں گے[۴] اور بناتے ہیں نوح

الْفُلْكَ ۫ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ؕ

کشتی را ہر گاہ گذشتی بر آں کشتی جماعت از قوم وی تمسخر میکروند با وی

کشتی اور جب اس کشتی کے پاس سے انکی قوم کی ایک جماعت گذرتی ہے تو انکا مذاق اڑاتی

قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿٣٨﴾ؕ

گفت اگر تمسخر میکید با ما پس ہر آئنہ ما تمسخر خواہیم کرد با شما چنانچہ شما تمسخر میکید

فرمایا: اگر تم تمسخر کرتے ہو ہمارے ساتھ تو بیشک ہم تمسخر کریں گے تمہارے ساتھ جیسا کہ تم تمسخر کرتے ہو[۵]

تفسیر اظہار العرفان

[۱] یہ آیت کریمہ معتزلہ اور قدریہ مذہب کے بطلان پر دلالت کرتی ہے کیونکہ ان دونوں فرقوں کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ عاصی سے معصیت اور کافر سے کفر کا ارادہ نہیں فرماتا ہے جبکہ آیت کی دلالت اسکے برعکس ہے۔ (القرطبی)

[۲] یعنی اگر میں نے اپنی طرف سے قرآن بنالیا ہے تو اس جرم کا عقاب مجھ پر ہے اور اگر میں اس معاملے میں صادق ہوں تو اس تکذیب کا عقاب تمہارے ذمے ہیں۔ واضح رہے کہ یہ آیت حضرت محمد ﷺ کے قصہ میں واقع ہے جو حضرت نوح علیہ السلام کی حکایت کے درمیان واقع ہوئی ہے۔ (تفسیر کبیر)

[۳] امام بغوی نے بروایت ضحاک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان نقل کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم والے آپ کو اتنا مارتے تھے کہ آپ گر پڑتے تھے اور مردہ سمجھ کر لوگ لبادہ میں لپیٹ کر گھر ڈال جاتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ حضرت نوح علیہ السلام انتقال فرما گئے لیکن دوسرے روز آپ پھر باہر آکر لوگوں کو اللہ کی طرف آنے کی دعوت دیتے تھے۔ یہ بھی روایت میں آیا ہے کہ ایک بوڑھا آدمی لاٹھی کے سہارے سے جا رہا تھا اسکا بیٹا ساتھ تھا باپ نے اس سے کہا: اے میرے بیٹے! اس دیوانے بوڑھے کے دھوکے میں نہ آنا۔ بیٹے نے کہا: آپ مجھے اپنی لاٹھی دیجئے، باپ نے لاٹھی دیدی، بیٹے نے لاٹھی لیکر حضرت نوح علیہ السلام کے سر پر ماری اور آپ کو سخت زخمی کر دیا اس پر حضرت نوح علیہ السلام کے پاس وحی آئی۔ اس وحی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو آئندہ کسی کے ایمان نہ لانے کی خبر دی تا کہ آپ لاحاصل تبلیغ کی تکلیف سے محفوظ رہیں اور آئندہ کسی کو سرکشی سے نہ روکیں اور کوئی فکر نہ کریں جب آپکو معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کرنے والا ہے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی: رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا. ترجمہ پروردگار نہ چھوڑ زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا۔ جب قوم کی نافرمانی بڑھتی چلی گئی اور قوم کے ہاتھوں دکھ اور اذیت میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا تو آپ

آئندہ نسل کا انتظار کرنے لگے کہ شاید ان کی اگلی نسل ہدایت یاب ہو جائے یونہی نسل در نسل چلتی گئی اور ہر پچھلا اگلے سے زیادہ خبیث ہوتا رہا اور پچھلے لوگ کہتے یہ دیوانہ تو میرے باپ دادا کے زمانے سے چلا آرہا ہے۔ وہ آپکے وعظ ونصیحت پر توجہ نہ دیتے تھے۔ آخر حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اپنا دکھ عرض کی اور دعا کی: رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا. ترجمہ: "پروردگار بلا شبہ میں نے بلایا اپنی قوم کو رات دن" کلام کے آخر میں عرض کی رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا. اسوقت وحی آئی۔ (مظہری) [۴] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بِاَعْيُنِنَا کا ترجمہ 'بمراء منا' یعنی 'ہمارے حضور' کیا' حضرت مقاتل نے اسکا ترجمہ "علم" کیا' اسکا ترجمہ "حفظ" بھی کیا۔ آنکھ کو نگرانی اور حفاظت میں دوسرے تمام حواس سے زیادہ دخل ہے اس لئے نگرانی کو اعین [چشم] کے لفظ سے تعبیر کیا۔ امام بغوی اس قصہ کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت نوح علیہ السلام سے آکر کہا: آپکا رب آپکو کشتی بنانے کا حکم دے رہا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا کہ میں بڑھئی نہیں ہوں کیسے بناؤنگا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ آپکا رب فرماتا ہے تو ہمارے حضور ہے کشتی بنا [غلطی نہ ہوگی] چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام بنانے لگے اور ٹھیک ٹھاک بنانے لگے یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے کشتی پرندہ کی شکل کی بنائی۔ (مظہری) کاشفی کہتے ہیں بِاَعْيُنِنَا کا مطلب یہ ہے کہ ہماری حفاظت میں یا اسکا مطلب یہ ہے کہ ملائکہ کی آنکھوں کے سامنے جو تمہارے مددگار مؤکل ہونگے" فقیر [اسماعیل حقی] کے نزدیک اسکا مطلب یہ ہے کہ ہماری حفاظت اور ہماری حمایت میں کشتی بناؤ۔ (روح البیان) [۵] حضرت نوح علیہ السلام قوم کی طرف سے غافل ہو کر کشتی بنانے میں مشغول ہو گئے ادھر قوم نوح کی ساری عورتیں بانجھ ہو گئیں اسکے بعد انکے یہاں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا۔ حضرت نوح علیہ السلام تختے چیرنے اور لوہا لگانے اور کشتی کیلئے ضروری سامان کی تیاری کرنے لگے مثلاً تار کول یا روغنِ قیر [ملنے لگے] لوگ ادھر سے گذرتے اور آپکو مشغول دیکھ کر ٹھٹھا کرتے تھے' حضرت نوح علیہ السلام خشکی میں کشتی بنا رہے تھے قریب کہیں بھی پانی نہیں تھا اس لئے لوگ ٹھٹھا کرتے اور کہتے نوح پہلے تم نبی تھے اور اب بڑھئی ہو گئے ہو' یہ بھی روایت ہے کہ لوگ پوچھتے نوح کیا کر رہے ہو؟ حضرت نوح علیہ السلام جواب دیتے میں ایسا گھر بنا رہا ہوں جو پانی پر چلے گا اس پر لوگ ہنسی کرنے لگتے۔ اسکے جواب میں آپ فرماتے جسطرح کشتی بنتے دیکھ کر تم ہم سے ٹھٹھا کر رہے ہو آئندہ ہم بھی تمکو طوفان میں ڈوبتے اور دوزخ میں جلتے دیکھ کر ٹھٹھا کریں گے (مظہری)

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّأْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ

پس خواہید دانست آنرا کہ بیایدش عذابی کہ رسوا کندش و فرود آید

پس (بہت جلد) جان لو گے کہ کس پر عذاب نازل ہوتا ہے کہ (دنیا میں) اسے رسوا کر دے اور

عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝۳۹ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ

بروی عقوبتی دایم تا وقتیکہ آمد فرمان ما و بجوشید تنور

(کس پر قیامت میں) دائمی عذاب نازل ہوگا۔ یہاں تک کہ جب ہمارا فرمان آیا اور تنور ابلا

قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ

گفتیم بردار در کشتی از ہر جنس دوتن نر و مادہ را و بردار کسان خود را

ہم نے فرمایا: اٹھا لو کشتی میں ہر جنس سے ایک جوڑا نر و مادہ اور اٹھاؤ اپنے لوگوں کو

اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ؕ وَمَآ اٰمَنَ

مگر آنکہ سبقت کردہ است بر وی قضا و بردار مسلمانانرا و ایمان نیاوردند

سوائے ان کے جن پر قضا سبقت کر گئی اور اٹھاؤ مسلمانوں کو اور ایمان نہ لائے

مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝۴۰ وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ

با وی مگر اندکی و گفت نوح سوار شوید در کشتی بنام خدا ست

ان کے ساتھ مگر تھوڑے ۲ اور فرمایا نوح نے سوار ہو جاؤ کشتی میں اللہ کے نام سے

مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۴۱ وَهِيَ تَجْرِيْ

رواں شدن وی و ایستادہ کردن وی ہر آئنہ پروردگار من آمر زندہ مہربان است و آں کشتی می برد

اسکا چلنا اور اسکا کھڑا رہنا، بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے ۳ اور وہ کشتی انھیں لے جا رہی تھی

بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۟ وَنَادٰى نُوْحُ ِۨابْنَهٗ وَكَانَ

ایشانرا در موجی مانند کوہہا و آواز داد نوح پسر خود را و او بود

پہاڑوں جیسی موج میں اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ

۱ طوفان میں غرق ہونے کا عذاب ان پر آگیا اور سب ڈوب کر عالمِ برزخ میں پہنچ گئے جہاں قیامت تک ان پر عذاب ہوتا رہیگا پھر قیامت میں ان پر عذاب ہوگا اور دوزخ میں ڈال دیا جائیگا۔ بغوی نے لکھا ہے کہ اہل تورات کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ ساگوان یا سار کی لکڑی کی کشتی بنائیں جسکا سینہ آگے کو نکلا ہوا ہو اور کشتی کے اندر باہر ہر طرف روغنِ قار کی پالش کردیں کشتی کی لمبائی ۸۰ ہاتھ، چوڑائی ۸۰ ہاتھ اور اونچائی ۳۰ ہاتھ ہو واضح رہے کہ ہاتھ سے مراد انگلیوں کے پوروں سے مونڈھے تک پورا ہاتھ ہے اور تین منزلیں بنائیں، نچلی، درمیانی اور بالائی اور بالائی منزل میں دریچیں رکھیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے حکم کے مطابق کشتی بنائی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا حکم دیا تو آپ نے عرض کی: اے میرے مالک! تختے کہاں ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ساگوان یا سار کا درخت لگاؤ، آپ نے سار کا درخت بویا، بیس برس تک وہ درخت پرورش پاتا رہا اس مدت میں حضرت نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی نہ قوم والوں نے کوئی استہزاء کیا۔ جب درخت بھرپور ہوگیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے اسے کاٹ کر خشک کیا اور عرض کی اے میرے رب! میں گھر یعنی کشتی کیسے بناؤں، حکم ہوا اسکی تین شکلیں رکھو اگلا سرا تو مرغ کی دم کی طرح، سینہ پرندہ کے سینہ کی طرح اور دونوں پہلوؤں پر دریچے ہوں اور لوہے کی کیلوں سے اسے مضبوط کردیا گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے آپ کو کشتی بنانا سکھا دی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ دو سال میں کشتی تیار ہوگئی اسکے تین درجے تھے، نچلے حصہ میں جنگلی جانور، درندے اور چوپائے تھے، درمیانی منزل میں گھوڑے اور اونٹ تھے اور بالائی منزل میں حضرت نوح علیہ السلام آپ کے ساتھی اور کھانے پینے کا ضروری سامان تھا۔ واضح رہے کہ کشتی کے طول کے بارے میں مختلف قول ہیں یعنی ۸۰ ہاتھ، ۳۳۰ ہاتھ، ۱۲۰۰ ہاتھ اور ۶۶۰ ہاتھ لیکن مشہور روایت کے مطابق ۳۳۰ ہاتھ ہے۔ (مظہری) ۲ تنور کے بارے میں سات اقوال ہیں۔ (۱) زمین کے اوپر کے حصے کو کہتے ہیں کیونکہ عرب والے زمین کے اوپر کے حصے کو تنور کہتے ہیں (۲) اس سے وہ تنور مراد ہے جس میں روٹی پکائی جاتی ہے۔ حضرت حواء کے پاس پتھر کا ایک تنور تھا وہی تنور حضرت نوح علیہ السلام کے پاس تھا آپ سے کہا گیا کہ جب آپ تنور میں پانی جوش مارتا ہوا دیکھیں تو آپ اپنے ساتھیوں کو کشتی پر سوار کرلیں (۳) کشتی میں ایک جگہ تھی جہاں پانی جمع تھا [اس حصے کو تنور کہا گیا] (۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہاں تنور سے مراد طلوع فجر ہے (۵) مسجد کوفہ کے ایک کنارے پر تنور ہے یہاں وہی تنور مراد ہے (۶) زمین کے ہر بلند حصے اس سے مراد ہیں (۷) جزیرہ میں ایک چشمہ ہے یہاں وہی چشمہ مراد ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کی تعداد کل ۸۰ تھی ان میں سے تین ان کے بیٹے تھے سام حام اور یافث۔ (القرطبی) ۳ حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کشتی پر دس رجب المرجب میں سوار ہوئے اور جودی پہاڑ پر دس محرم الحرام کو اترے اس طرح کشتی پر کل چھ ماہ گذارے۔ (القرطبی) مروی ہے کہ جس روز آپ کشتی سے اترے اس روز آپ اور آپ کے ساتھیوں نے روزہ رکھا اور سات قسم کے دانے ملا کر افطار کے لئے کھانا تیار کیا [جسے آج حلیم پکانا کہتے ہیں اس کی اصل یہ واقعہ بھی ہے] (روح البیان)

فِیْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَیَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۴۲﴾

در کریانہ اے پسر سوار شو با ما و مباش با کافراں

کنارے میں تھا اے بیٹا: سوار ہو جا ہمارے ساتھ اور کافروں کے ساتھ نہ رہ ۱؎

قَالَ سَاٰوِیْۤ اِلٰى جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا

گفت پناہ خواہم گرفت بسوے کوہی کہ نگاہدارد مرا از آب گفت نوح ہیچ

کہا: میں کسی پہاڑ کی جانب پناہ لے لونگا جو ہمیں پانی سے بچا لیگا فرمایا نوح نے کوئی

عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَیْنَهُمَا

نگاہدارندہ نیست امروز از عذاب خدا لیکن معصوم کسے باشد کہ خدا رحم کردہ است بروی و در آمد

بچانے والا نہیں ہے آج کے روز اللہ کے عذاب سے مگر محفوظ وہ ہو گا جس پر اللہ نے رحم کیا ہو اور

الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ ﴿۴۳﴾ وَقِیْلَ یٰۤاَرْضُ ابْلَعِیْ

موج میان ایشاں پس شد از غرق کردگان و گفتہ شد اے زمین فرو بر آب

انکے درمیان موج حائل ہوگئی پس وہ غرق ہونے والوں میں سے ہوگیا ۲؎ اور کہا گیا اے زمین! نگل جا اپنے پانی

مَآءَكِ وَیٰسَمَآءُ اَقْلِعِیْ وَغِیْضَ الْمَآءُ وَقُضِیَ الْاَمْرُ وَ

خود را و اے آسمان بازمان و کم کردہ شد آب و سر انجام نمودہ شد کار

کو اور اے آسمان! تھم جا اور خشک کر دیا گیا پانی اور انجام کو پہنچا دیا گیا

اسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِیِّ وَقِیْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۴﴾

و قرار گرفت کشتی بر کوہ جودی و گفتہ شد ہلاک باد قوم ستمگارانرا

اور کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری اور کہا گیا ہلاکت ہو ظالم قوم کیلئے ۳؎

وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ

و آواز داد نوح بہ پروردگار خود پس گفت اے پروردگار من ہر آئنہ پسر من از اہل من ست

اور پکارا نوح نے اپنے رب کو پس عرض کی اے میرے رب! بیشک میرا بیٹا میرے اہل سے ہے

۱؎ تفسیر میں آیا ہے کہ پانی ہر چیز سے پندرہ ہاتھ بلند ہوگیا تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے اس بیٹے کا نام کنعان تھا' یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسکا نام یام تھا۔ (القرطبی) سوال: جب حضرت نوح علیہ السلام نے زمین کے جملہ کافرین کے حق میں دعا فرمائی کہ اے میرے رب! زمین پر بسنے والے کسی کافر کو نہ چھوڑ۔ پھر آپ اپنے بیٹے کنعان کو کیوں پکار رہے تھے ساتھ اسکے کہ وہ کافروں میں سے تھا؟ اسکا جواب تین طریقوں سے دیا گیا ہے (۱) آپکا بیٹا منافق تھا اور اسکا نفاق اسی روز ظاہر ہوا تھا اس سے پہلے وہ اپنے آپ کو مؤمن ظاہر کرتا تھا اس لئے آپ نے اسے پکارا۔ (۲) حضرت نوح علیہ السلام کو معلوم تھا کہ یہ کافر ہے لیکن آپ نے گمان کیا کہ شاید غرق اور ہولناکیوں کی وجہ سے ایمان قبول کر کے کشتی میں سوار ہو جائے کیونکہ آپ نے فرمایا: یَا بُنَیَّ ارْكَبْ مَّعَنَا. ہمارے ساتھ ہوکر سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ نہ ہو۔ (۳) شاید شفقتِ پدری نے آپکو اس نداء پر مجبور کیا۔ (تفسیر کبیر)

۲؎ مروی ہے کہ کنعان نے اپنی پناہ کیلئے پہاڑ کی چوٹی پر اس انداز کا گھر بنایا کہ اس میں پانی داخل نہ ہو سکے طوفانِ نوح کے وقت جب وہ اس قبہ میں گیا تو اسے پیشاب لگا اس نے قبہ کے اندر ہی پیشاب کیا پس وہ پیشاب بڑھتا ہی چلا گیا یہاں تک کہ اسی میں غرق ہوگیا اور باقی سارے کفار پانی میں غرق ہوئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آسمان سے چالیس روز تک مسلسل بارش ہوئی اور زمین پانی اگلتی رہی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَفَتَحْنَا اَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُّنْهَمِرٍ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلٰى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ. ترجمہ: ''تو ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیئے زور کے بہتے پانی سے اور زمین چشمے کر کے بہادی تو دونوں پانی مل گئے اس مقدار پر جو مقدر تھی''۔ (روح البیان) بغوی نے لکھا ہے کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ جب گلی کوچوں میں پانی بہت بڑھ گیا تو ایک بچے کی ماں کو اپنے بچے کے ڈوب جانے کا خوف ہوا اور وہ بچے کو لے کر پہاڑ کی طرف بھاگی' پہاڑ کے ایک تہائی حصہ پر چڑھی تھی کہ کچھ دیر میں پانی وہاں تک پہنچ گیا عورت اور چڑھی اور دو تہائی پہاڑ تک پہنچ گئی پانی وہاں بھی پہنچ گیا تو عورت اور اوپر چڑھی اور چوٹی پر پہنچ گئی مگر پانی وہاں بھی پہنچ گیا اور عورت کے گلے تک آ گیا اس نے بچے کو دونوں ہاتھوں سے اوپر اٹھا لیا آخر پانی عورت کو بہا لے گیا۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی پر رحم اس روز کرنے والا ہوتا تو اس بچے کی ماں پر ضرور کرتا۔ میں [قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ] کہتا ہوں کہ یہ قصہ اس روایت کے خلاف ہے جس میں آیا ہے کہ طوفان آنے سے برسوں پہلے سے قومِ نوح کی عورتیں بانجھ ہوگئیں تھیں طوفان کے وقت کوئی بچہ ہی نہ تھا[ممکن ہے کہ حصولِ عبرت کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے ان بانجھ عورتوں میں سے کسی ایک کو بچہ عطا کیا ہو اور اسی عورت کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہو۔] (مظہری) ۳؎ بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے زمین کی خبر لانے کیلئے کوّے کو بھیجا وہ کسی مردار پر جا پڑا اور لوٹ کر نہیں آیا تو آپ نے کبوتر کو بھیجا واپس آیا تو اسکے چونچ میں زیتون کا ایک پتہ تھا اور پاؤں کیچڑ میں آلودہ تھے' یہ حالت دیکھ کر حضرت نوح علیہ السلام سمجھ گئے کہ پانی خشک ہوگیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ آپ نے کوّے کو بددعا دی کہ ہمیشہ ڈرتا رہے اس بددعا کا اثر ہے کہ کوّا گھروں میں نہیں رہتا ہے اور کبوتر کے گلے میں ایک سبز ہار ڈال دیا اور اس کو امن کی دعا دی اس لئے وہ گھروں میں رہنے کا عادی ہے۔ بعض اقوال میں آیا ہے کہ صرف ایک کافر یعنی عوج بن عنق ڈوبنے سے بچ گیا تھا طوفان کا پانی اس کے کمر تک آیا تھا۔ محفوظ رہنے کی وجہ یہ تھی کہ کشتی کیلئے سار کی لکڑی کی ضرورت تھی اور اس کو ڈھونڈنا ممکن نہ تھا تو اس نے ملک شام سے خود لا کر حضرت نوح علیہ السلام کو لکڑیاں دی تھیں۔ (مظہری)

وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ يٰنُوْحُ

و هر آئنه وعده تو راست است و تو بهترین حکم کنندگانی گفت اے نوح

اور بیشک تیرا وعدہ حق ہے اور تو بہترین حکم فرمانے والا ہے ۱ فرمایا: اے نوح!

اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْـَٔلْنِ

هر آئنه وی نیست از اهل تو هر آئنه وی خداوند کار ناشائسته است پس سوال مکن تو مرا

بیشک وہ نہیں ہے تیرے اہل سے بیشک وہ ناشایستہ کام کرنے والا ہے پس سوال مت کر مجھ سے اس چیز سے متعلق

مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ

از چیزیکه نیست ترا دانش آں هر آئنه من پند می دهم ترا برائے احتراز از آنانکه باشی

جس کا تجھے علم نہیں، بیشک میں نصیحت کرتا ہوں تجھے بچنے کیلئے اس سے کہ تو ہو جائے نادانوں میں سے ۲ عرض کی

الْجٰهِلِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا

جاہلان گفت اے پروردگار من هر آئنه من می پناهم بتو از آنکه پرسم از تو

اے میرے رب بیشک میں پناہ چاہتا ہوں تیری اس سے کہ سوال کروں تجھ سے جس کا علم میرے پاس نہیں ہے اور

لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ

نیست مرا دانش آں و اگر نیامرزی مرا و رحمت نکنی بر من باشم از

اگر تو نہ بخشے مجھے اور رحمت نہ کرے مجھ پر تو میں ہو جاؤنگا نقصان اٹھانے والوں میں سے ۳ کہا گیا اے نوح! اتر و

الْخٰسِرِيْنَ ﴿۴۷﴾ قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ

زیانکاران گفته شد اے نوح فرود آئی همراه سلامتی از جانب ما و همراه برکتها فرود آمده بر تو

سلامتی کیساتھ ہماری طرف سے اور برکتوں کیساتھ جو تم پر نازل ہونگی اور تمہارے ساتھ والوں میں سے ان گروہوں

وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا

و بر امتہا کہ کافر نشوند از همراهان تو و امتهاے دیگر اند که بهره مند کنیم ایشانرا در دنیا باز برسد بایشاں از جانب ما

پر جو کافر نہیں ہونگے اور دوسرے گروہ وہ ہیں کہ ہم انھیں برتنے دینگے دنیا میں پھر انھیں پہنچے گا ہماری طرف سے

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کی کہ اے میرے رب! تیرا وعدہ ہے کہ تو میرے اہل کو نجات عطا فرمائیگا چنانچہ کنعان اپنے دل میں کفر پوشیدہ رکھتا تھا اور ایمان ظاہر کرتا تھا اسکے جواب میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو کنعان کے کفر کے بارے میں خبر دی۔ حضرت حسن کہتے ہیں کہ کنعان منافق تھا۔ (القرطبی)

۲ چونکہ حضرت نوح علیہ السلام کی نداء کے اندر نجاتِ اہل کا وعدہ تھا اور وعدہ کو پورا کرنے کی درخواست اس نداء کے اندر مضمر تھی اس لئے ندا کو سوال قرار دیا اور سوال کی ممانعت فرمادی۔ (مظہری) حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ کا مطلب یہ ہے کہ اے نوح! تمہارا یہ بیٹا ان لوگوں میں سے نہیں ہے جنکے نجات کے بارے میں ہم نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ جمہور کا کہنا ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ یہ تمہارے دین کے ماننے والوں میں سے نہیں ہے اور تمہاری ولایت میں سے نہیں ہے۔ حضرت سعید بن جبیر سے اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ سے متعلق یہ سوال کیا گیا کہ کنعان حضرت نوح علیہ السلام کے اہل سے تھا؟ کیا وہ ان کا بیٹا تھا؟ آپ کافی دیر تک تسبیح پڑھتے رہے پھر کہا: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ کنعان حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا ہے اور تم کہتے ہو کہ بیٹا نہیں ہے۔ سنو وہ آپکا بیٹا ہی تھا لیکن نیت، عمل اور دین میں مخالف تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ. ”بیشک وہ تمہارے اہل میں سے نہیں ہے“۔ یہ آیت اسکی نفی نہیں ہے کہ وہ آپکا بیٹا نہیں ہے۔ واضح رہے کہ اس آیت میں ان صالحین بندوں کو تسلی ہے کہ جن کی اولاد فساد میں مبتلا ہو۔ (القرطبی) جاننا چاہیئے کہ عصمتِ انبیائے کرام علیہم السلام کے منکرین اس آیت سے دلیل قائم کرتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام سے معصیت صادر ہوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ. [منکرینِ عصمتِ انبیاء کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ] جب دلائل کثیرہ سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو گناہوں سے پاک رکھا تو اس آیت کو ترکِ افضل واکمل پر محمول کرنا واجب ہے اور حضرت نوح علیہ السلام کا یہ عمل حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْن ”مقربین کے سیات ابرار کیلئے نیکیاں ہیں“ کے قبیل سے ہے۔ (تفسیر کبیر)

۳ جاننا چاہیئے کہ اس آیت کا پہلا جزء یعنی اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ بِهٖ عِلْمٌ. اس میں مستقبل کے بارے میں اخبار ہے یعنی میں دوبارہ ایسے امور کی جانب نہیں لوٹوں گا۔ آیت کا دوسرا جزء یعنی وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ایسے امور کے اعتذار پر مبنی ہے جو پہلے گذر چکے ہوں اور حقیقتِ توبہ بھی دو امور کا تقاضہ کرتی ہے۔ (۱) مستقبل میں: اسکا مطلب یہ ہے کہ جو کام پہلے ہو چکا اس کے ترک پر عزم کرنا اور یہ آیت کے پہلے جزء سے ثابت ہے۔ (۲) ماضی میں: اسکا مطلب یہ ہے کہ ماضی میں جو کچھ ہو چکا اس پر ندامت کا اظہار کرنا اور یہ آیت کے دوسرے جزء سے ثابت ہے۔ واضح رہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی امت تین اقسام میں منقسم تھی مؤمن جسکا ایمان معلوم تھا، کافر جس کا کفر ظاہر تھا اور منافق جو ایمان اور کفر دونوں [حالات کی مناسبت سے] ظاہر کرتا تھا۔ مؤمن کیلئے نجات کا حکم تھا، کافر کیلئے غرق کا حکم تھا اور منافق کا حکم مخفی تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا بھی ان میں سے تھا جس کا حکم مخفی تھا اس لئے آپ نے اس کیلئے سوال کیا، گویا کہ اس باب میں اس خطاء کو خطائے اجتہادی کہیں گے جیسے حضرت آدم علیہ السلام کی خطاء کو خطائے اجتہادی کہتے ہیں۔ (تفسیر کبیر) جاننا چاہیئے کہ بندہ ہمیشہ ملک الغفار کی جانب توبہ، استغفار اور التجا کرتا رہے اس لئے کہ مؤمن تنزلات اور ترقیات کے مابین پھرتا رہتا ہے [اس وجہ سے نبیوں کا بھی طریقہ رہا ہے کہ ہمیشہ استغفار اور التجا کرتے رہتے تھے] (روح البیان)

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٤٨﴾ تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ

عذاب درد دہندہ ایں قصہ از اخبار غیب است و می فرستیم آنرا بسوے تو

تکلیف دینے والا عذاب ۱ یہ قصہ اخبار غیب سے ہے اور ہم اسے آپکی طرف بھیجتے ہیں

مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛ فَاصْبِرْ ۛ

نمی دانستے آنرا تو و نہ قوم تو می دانستند پیش ازیں پس صبر کن

آپ اسے نہیں جانتے تھے اور نہ آپکی قوم جانتی تھی اس سے پہلے پس آپ صبر کیجئے

اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٩﴾ وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۘ قَالَ

ہر آئنہ عاقبت متقیانراست و فرستادیم بسوے عاد برادر ایشاں ھود را گفت

بیشک (اچھی) عاقبت متقیوں کیلئے ہے ۲ اور ہم نے بھیجا عاد کی طرف انکے برادر ھود کو، فرمایا

يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۘ اِنْ اَنْتُمْ

اے قوم من عبادت کنید خدا را نیست شما را ہیچ معبود بجز وی نیستید شما

اے میری قوم عبادت کرو اللہ کی، نہیں ہے تمہارا کوئی معبود اسکے سوا، نہیں ہو تم

اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ﴿٥٠﴾ يٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۘ اِنْ اَجْرِيَ

مگر افترا کنندہ اے قوم من نمی طلبم از شما بریں پیغام مزد را نیست مزد من

مگر افترا کرنے والے ۳ اے میری قوم! میں تم سے اس پیغام پر کوئی اجر طلب نہیں کرتا ہوں نہیں ہے میرا اجر

اِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ۘ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٥١﴾ وَيٰقَوْمِ

مگر برکسیکہ آفریدہ است مرا ایا در نمی یابید و اے قوم من

مگر اسکے ذمے جس نے مجھے پیدا کیا کیا تم عقل نہیں رکھتے ہو ۴ اور اے میری قوم!

اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ

آمرزش طلبید از پروردگار خود باز رجوع کنید بسوئے او تا بفرستد ابر بر شما

مغفرت طلب کرو اپنے رب سے پھر رجوع کرو اسکی جانب تا کہ تم پر

۱ جاننا چاہیئے کہ حضرت نوح علیہ السلام اور آپکے ساتھی عاشورہ کے روز کشتی سے نیچے اترے [اس لئے یہاں عاشورہ کے بارے میں کچھ لکھنا مناسب رہیگا] حضرت نوح علیہ السلام نے عاشورہ کے روز سات دانے ملا کر [حلیم] پکایا اور اسے تناول فرمایا پس لوگوں نے بھی عاشورہ کے روز معمولات میں اسے شامل کیا اور اس [حلیم پکانے] میں اجر عظیم ہے اس کیلئے جو پکا کر فقراء اور مساکین کو کھلائے۔ مروی ہے کہ اس روز اللہ تعالیٰ آبِ زم زم کو بڑھا دیتا ہے' جو شخص اس روز غسل کریگا' جو شخص اس روز اپنے اہل وعیال کے خرچ میں وسعت کریگا تو اللہ تعالیٰ پورے سال اسکے رزق میں وسعت فرمائیگا۔ حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایسا ہی پایا [رزق میں وسعت پائی] عاشورہ کے روز صدقہ' روزہ' ذکر وغیرہ مستحب ہے' مؤمنوں کو چاہیئے کہ عاشورہ کے افعال میں یزید سے مشابہت کی بناء پر بچے اور اس روز کے افعال شیعہ' روافض اور خوارج کی مشابہت سے بھی بچے یعنی عاشورہ کی عید منائے نہ یوم ماتم منائے۔ پس جو کوئی عاشورہ کے روز سرمہ لگائیگا تو تحقیق اس نے یزید کی مشابہت کی' عاشورہ کے روز اور اوائل محرم میں مقتل حسین رضی اللہ عنہ پڑھے تو تحقیق اس نے روافض سے مشابہت کی خصوصًا ایسے الفاظ استعمال کئے جائیں جس کی بناء پر سامعین غمگین ہوں' قہستانی میں ہے کہ اگر امام حسین رضی اللہ عنہ کے ذکر کا ارادہ کرے تو چاہیئے کہ اولاً صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شہادت کو بیان کرے تا کہ روافض کی مشابہت ختم ہو جائے۔ فائدہ: روضۃ الاخبار میں ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک عراق کی سر زمین کربلاء میں ہے اور سر مبارک شام کی جامع مسجد دمشق میں استوانہ کے پاس مدفون ہے۔ (روح البیان) کشتی سے نیچے اترتے وقت یا جودی پہاڑ سے نیچے اترتے وقت یہ ندا آئی۔ یہ ندا فرشتوں کی تھی یا اللہ تعالیٰ کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام آدم اصغر ہیں اس لئے کہ اب جمیع خلائق [انسانوں میں سے] ان ہی کی نسل میں سے ہیں۔ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ. اس کلام میں قیامت تک آنے والے مؤمنین شامل ہیں اور وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ میں قیامت تک آنے والے کافرین شامل ہیں۔ (القرطبی) ۲ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرما رہا ہے کہ نوح کا یہ قصہ جسے ہم نے آپکو بتایا ہے یہ انباء غیب میں سے ہے جسے ہم وحی کے ذریعے آپکو بتا رہے ہیں تا کہ اس واقعہ کو آپ بھی جان لیں اور آپکی قوم بھی جان لے۔ پس آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے قیام اور اسکے پیغام کو پہنچانے پر صبر کیجئے۔ مشرکین کی جانب سے آپکو جو رنج بھی پہنچے آپ اس پر صبر کیجئے جیسے نوح نے صبر کیا۔ (ابن جریر) حضرت خباب بن الارت فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا آپ اس وقت کعبہ کے سائے میں اپنی چادر مبارک سے تکیہ لگائے آرام فرما رہے تھے۔ میں شکایت کے طور پر آپکی بارگاہ میں عرض گذار ہوا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمارے لئے دعا نہیں فرماتے اور آپ ہماری مدد نہیں فرماتے ہیں' یہ سنکر آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور آپ کے چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا فرمایا: تم سے پہلے جو لوگ تھے ان میں سے ایک شخص کو لایا گیا' زمین میں گڑھا کھود کر اس میں ڈالا گیا اور اسکے سر پر آری چلائی گئی یہاں تک کہ دو ٹکڑے ہو گئے جب بھی انہیں انکے دین سے پھیرا نہیں جا سکا۔ (ابوداؤد)

۳ حضرت ھود علیہ السلام سام بن نوح کی اولاد میں سے ہیں' حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ھود علیہ السلام کے مابین آٹھ سو سال کا فاصلہ ہے۔ آپ چار سو اڑسٹھ سال ظاہری حیات میں رہے۔ (صاوی) ۴ تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا کہ تم پر مالی بوجھ پڑے اور بار پڑنے کی وجہ سے تم میری نصیحت کو نہ مانو۔ (مظہری)

مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ۝۵۲

ریزاں گشته و بافزاید شما را قوتی همراه قوت شما و روگردان مشوید گناهگار شده

برسنے والا ابر بھیجے اور تمہارے لئے قوت کو تمہاری قوت کے ہمراہ بڑھائے اور روگردانی مت کرو گناہگار ہو کر ا

قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا

گفتند اے هود نیاوردی بما دلیلے و نیستیم ما ترک کننده معبودان خود را

انھوں نے کہا: اے ہود! تو ہمارے پاس کوئی دلیل لے کر نہیں آیا اور نہیں ہیں ہم چھوڑنے والے اپنے معبودوں کو

عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝۵۳ اِنْ نَّقُوْلُ

بگفتهٔ تو و نیستیم ما ترا باوردارنده نمیگوئیم

تمہارے کہنے سے اور نہیں ہیں ہم تجھ پر یقین کرنے والے ۲ ہم نہیں کہتے ہیں

اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ

الا آنکه رسانیده اند بتو بعض معبودان ما ضررے گفت هر آئنه من گواه میسازم خدا را

مگر یہ کہ تجھ کو ہمارے بعض معبودوں سے ضرر پہنچی ہے کہا بیشک میں گواہ بناتا ہوں اللہ کو

وَاشْهَدُوْٓا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝۵۴ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ

و شما گواه باشید که من بے تعلقم از آنچه شما شریک میگیرید بجز وی پس بد سگالی کنید در حق من

اور تم سب گواہ ہو جاؤ کہ میں بے تعلق ہوں اس سے جو شرک کرتے ہو۳ اسکے سوا پس دشمنی کرو میرے حق میں

جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ۝۵۵ اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَ

همه یکجا باز مهلت مدهید مرا هر آئنه من توکل کردم بر خدا پروردگار من و

سب مل کر پھر مہلت نہ دو مجھے ۴ بیشک میں نے بھروسہ کیا اللہ پر جو میرا رب ہے اور

رَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ

پروردگار شما نیست هیچ جنبنده الا او بدست گرفته است موئے پیشانی او را هر آئنه پروردگار من

تمہارا رب، نہیں ہے کوئی چلنے والا مگر اسکی چوٹی اسکے قبضۂ قدرت میں ہے بیشک میرا رب

۱ یعنی ایمان لے آؤ اور مسلمان ہو جاؤ۔ حضرت عمرو بن عاص ﷛ کی مرفوع روایت مسلم شریف میں آئی ہے کہ اسلام گذشتہ گناہوں کو ڈھا دیتا ہے۔ سورہ اعراف میں ہم نے بیان کر دیا ہے کہ قوم عاد بت پرستی میں مبتلا ہو گئی تھی، تین سال سے بارش نہیں ہوئی تھی اور عورتیں بھی بانجھ ہو گئی تھیں، کسی کے یہاں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا تھا۔ حضرت ھود ؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے استغفار اور توبہ کرو، وہ تمہارے لئے پانی برسائیگا جس سے تمہاری مالی ترقی ہوگی اور وہ عورتوں کا بانجھ پن دور کریگا اور بچے پیدا ہونے لگیں گے اس طرح تم کو مال و اولاد کی مزید طاقت حاصل ہو جائیگی۔ بعض نے قوت سے مراد لی ہے بدنی طاقت یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری جسمانی قوت بڑھائیگا۔ (مظہری)

۲ جاننا چاہیئے کہ اس آیت میں قومِ ھود نے آپکو جو جواب دیا تھا اسکا بیان ہے (۱) مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ: قوم نے کہا کہ اے ھود آپ ہمارے پاس کوئی دلیل لے کر نہیں آئے حالانکہ یہ بات انھیں بھی معلوم تھی کہ آپ نے معجزات کا اظہار کیا مگر انھوں نے اپنی جہالت کی بناء پر اسکا انکار کیا اور گمان کیا کہ آپ معجزات لیکر تشریف نہیں لائے۔ (۲) وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ: وہ لوگ اس بات کے معترف تھے کہ ہمارا حقیقی معبود اللہ تعالیٰ ہی ہے اور یہ بت نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان، جب یہ معاملہ بداہت العقل سے ان پر ظاہر ہو گیا تو چاہیئے تھا کہ بتوں کی عبادت چھوڑ دیتے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت بجالاتے۔ (۳) وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ: قومِ ھود کا یہ جملہ اصرار، تقلید اور جحود پر دلالت کرتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

۳ اس آیت کریمہ میں انکی سرکشی کا چوتھا سبب بیان ہو رہا ہے۔ جسکا مفہوم یہ ہے کہ اے ھود! آپ ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہیں اس لئے ہم نے آپکو مجنون شمار کر لیا ہے۔ [اور مجنون کی باتوں پر عمل نہیں کیا جاتا ہے] (تفسیر کبیر) اِعْتَرٰى [بابِ افتعال] عربی يَعْرُو سے ماخوذ ہے، عربی کا معنی ہے پہنچ گیا' سوء سے مراد ہے جنون' بدحواسی۔ یعنی تم جو ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہو اور انکی عبادت سے ہم کو روکتے ہو تو ہمارے کسی معبود نے اسکا انتقام تم سے لیا ہے اور تمہارا دماغ خراب کر دیا ہے کہ ایسی خرافات کہہ رہے ہو۔ ماضی بمعنی مضارع ہے کہ تم جو معبودوں کو برا کہتے ہو ہمارا یقینی خیال ہے کہ کوئی معبود تم کو پٹ کر دیگا ہلاک کر دیگا چونکہ ایسا ہو جانا قوم کے نزدیک ضروری اور یقینی تھا اس لئے قطعی دھمکی دینے کیلئے مضارع کی جگہ ماضی کا صیغہ کہا۔ حضرت ھود ؑ کا جواب آگے ذکر کیا گیا ہے یہ توجیہ اسکے مناسب ہے۔ (مظہری) ۴ حضرت ھود ؑ کا یہ قول حضرت نوح ؑ کے اس قول کے مشابہ ہے فَاَجْمِعُوْا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ [اِلٰى قَوْلِهٖ] وَلَا تُنْظِرُوْنِ. ترجمہ ''پس تم لوگ مل کر سامان کر و اپنے حملہ کا اپنے بنائے ہوئے شریکوں کے ساتھ پھر نہ رہ جائے تمہارا شریک کار تم پر مشتبہ پھر گذر و میرا فیصلہ اور مجھے مہلت ہی نہ دو''۔ [حضرت ھود ؑ نے بھی اپنی قوم سے فرمایا کہ میرے حق میں تم سب مل کر دشمنی کرو اور مجھے مہلت نہ دو] جاننا چاہیئے کہ یہ معجزہ قاہرہ ہے اور وہ اس طرح کہ ایک شخص کے خلاف پوری قوم ہو جائے اور وہ شخص ان تمام لوگوں سے کہے کہ تم لوگ میری ایذا رسانی میں اور عداوت میں جہاں تک پہنچ سکتے ہو پہنچ جاؤ اور یہ بات ظاہر ہے کہ ایسا وہی شخص کہہ سکتا ہے جسے مکمل وثوق ہو کہ اللہ تعالیٰ اسکی حفاظت فرمائیگا۔ (تفسیر کبیر) حضرت ھود ؑ کے اس کلام میں اس جانب اشارہ ہے کہ تمہاری تمام تدبیریں میری نظر میں حقیر ہیں، مجھے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے۔ تمہارے معبود عاجز ہیں نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ آپکا یہ قول ایک معجزہ تھا جو پورا ہوا قوم والے شہزور تھے بڑے طاقتور اور جابر و ظالم تھے آپ کے خون کے پیاسے بھی تھے مگر کچھ بگاڑ نہ سکے۔ (مظہری)

عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۞٥٦ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ

بر راہ راست است اگر روگردان شوید ضررے بمن عاید نیست ہر آئنہ رسانیدم

سیدھے راستے پر (ملتا) ہے ا پس اگر تم روگردانی کرو (تو مجھے کوئی ضرر پہنچنے والا نہیں ہے) بیشک میں نے پہنچا دیا

اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَيْكُمْ ؕ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۚ وَلَا

پیغامبرا کہ فرستادہ شدم ہمراہ آں بسوے شما و جانشین سازد پروردگار من قومے را بجز شما و

اس پیغام کو جس کیساتھ میں تمہاری طرف بھیجا گیا تھا اور جانشین بنائیگا میرا رب دوسری قوم کو تمہاری جگہ اور

تَضُرُّوْنَهٗ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ۞٥٧ وَ

ہیچ زیاں نتوانید رسانیدن خدا را ہر آئنہ پروردگار من بر ہمہ چیز نگاہبان است و

کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے ہو اللہ کو بیشک میرا رب تمام چیزوں پر نگہبان ہے ۲ اور

لَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ

چوں آمد عذاب ما خلاص ساختیم ہود را و آنانرا کہ ایمان آوردند با وی برحمتے از جانب خود

جب ہمارا عذاب آیا تو ہم نے ہود کو بچا لیا اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے ان پر اپنی رحمت سے

وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۞٥٨ وَتِلْكَ عَادٌ ۟ جَحَدُوْا

و برہانیدیم ایشانرا از عقوبتی سخت و ایں است سر گذشت عاد انکار کردند

اور ہم نے نجات دی ان کو سخت عذاب سے ۳ یہ ہے عاد کا واقعہ انھوں نے انکار کیا

بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۞٥٩

آیات پروردگار خود را نافرمانی نمودند پیغامبران او را و پیروی کردند امر ہر سرکش ستیزندہ را

اپنے رب کی آیتوں کا اور نافرمانی کی اپنے رسولوں کی اور پیروی کی ہر سرکش جھگڑالو کے حکم کی ۴

وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَآ اِنَّ

و از پے ایشاں فرستادہ شد در دنیا لعنتی و روز قیامت نیز آگاہ باش ہر آئنہ

اور ان کے بعد بھیجی گئی دنیا میں لعنت اور قیامت کے دن بھی آگاہ رہو بیشک

۱ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جاندار کو زندہ فرمائیگا پھر اسے موت دیگا۔ (القرطبی) یعنی میں اس پر بھروسہ کرتا ہوں جو ہمارا اور تمہارا مالک ہے اور جمیع خلق اسی سے قائم ہے۔ تمہاری طرف سے مجھے جو بھی پہنچے گا میں نے اسی پر بھروسہ کیا اس لئے کہ اسکے حکم کے بغیر کوئی نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔ (ابن جریر) نــاصیــہ مقدم سر میں بال اگنے کی جگہ کو کہتے ہیں انسان کو پیشانی سے پکڑنا عبارت ہے قہر اور غلبہ سے۔ عرب والے جب کسی انسان کی ذلت اور حقارت کو بیان کرتے ہیں تو اسکے متعلق بھی یہی کہتے ہیں کہ میں نے اسے پیشانی سے پکڑا۔ یہاں اس کلام کے پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت' جلالت اور اسکی کبریائی بیان ہو اور انسان پر یہ واضح کرنا ہے کہ کوئی جاندار بھی اسکے قبضۂ قدرت سے باہر نہیں ہے۔ (روح البیان)

۲ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کی وجہ اسکا حفیظ اور حصین ہونا ہے اور اسکی چند صورتیں ہیں (۱) اللہ تعالیٰ کی ربوبیت ہر ایک کیلئے عام ہے اور جو تربیت کرتا ہے وہ مربوب کی تدبیر بھی فرماتا ہے اور اسکی حفاظت بھی فرماتا ہے اس لئے وہ حفظِ غیر کا محتاج نہیں ہے (۲) ہر ذی نفس اللہ تعالیٰ کے قہر کے تحت اسیر ہے' عاجز عن الفعل ہے اور اپنے غیر میں تاثیر پہنچانے سے بھی عاجز ہے اس لئے احتراز کی جانب حاجت نہیں ہے (۳) عالم کثرت میں علی طریقِ عدل اسی وحدہ لاشریک کا سایہ ہے اس لئے کوئی ایک دوسرے پر مسلط نہیں ہوسکتا ہے۔ (روح البیان) اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظ اس میں تین وجوہ ہیں۔ اول: اللہ تعالیٰ بندوں کے اعمال کا محافظ ہے یہاں تک کہ اسے اسکے اعمال کا بدلہ دیگا۔ ثانی: اللہ تعالیٰ تمہارے شر اور مکر سے میری حفاظت فرمائیگا۔ ثالث: جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کو ہلاک کرنا نہیں چاہتا ہے تو اسے ہلاکت سے محفوظ فرماتا ہے اور جب ہلاک کرنا چاہتا ہے تو اسے ہلاک کردیتا ہے۔ (تفسیر کبیر) ۳ یعنی جب میرا عذاب آیا تو ہم نے محض اپنی رحمت کی وجہ سے انھیں بچالیا' اگر اس جگہ رحمت سے مراد ایمان ہو تو مفہوم یہ ہوگا کہ ہم نے انھیں ایمان کے سبب بچالیا۔ واضح رہے کہ مؤمنوں کی کل تعداد چار ہزار تھی' عذاب غلیظ سے مراد ہے طوفان جس سے قومِ عاد کو ہلاک کیا گیا۔ (مظہری) اللہ تعالیٰ نے سات راتیں اور آٹھ روز تک ان پر سخت ہوا بھیجی جسکے سبب وہ لوگ ہلاک ہوئے۔ سوال: ہوا سے وہ لوگ کیسے ہلاک ہوئے؟ جواب: یہ احتمال ہے کہ آٹھ روز تک چلنے والی ہوا سخت گرم ہوگی یا سخت سرد۔ ہوا زمین سے انسان کو اوپر اٹھا کر زمین پر زور سے مارتی تھی جس سے انسان کی ہلاکت واقع ہوئی۔ واضح رہے کہ نَجَّیْنَا هُوْدًا کا ٹکڑا دلالت کررہا ہے کہ بلاء کا مومن اور کافر پر ایک ساتھ آنا جائز ہے' اسوقت اللہ تعالیٰ مومن کو اپنی رحمت سے بچالیتا ہے اور کافروں کو عذاب دیتا ہے۔ جو لوگ انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کرتے ہیں ان پر عذاب کا نازل ہونا اللہ تعالیٰ کی حکمت میں سے ہے اور مؤمن کو نجات دینا بھی حکمتِ الٰہی میں سے ہے۔ (تفسیر کبیر) ۴ اللہ تعالیٰ نے جب قصہ عاد کو بیان فرمالیا تو اب حضرت محمد ﷺ کی قوم سے خطاب فرمایا۔ تِلْكَ عَادٌ سے ان کی قبور اور ان کے آثار کی جانب اشارہ ہے اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِیْنَ ترجمہ: ''زمین میں سیر کرو اور عبرت حاصل کرو کہ مجرمین کا انجام کیسا ہوا'' پھر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں انکے تین اوصاف بیان فرمائے۔ (۱) انھوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا۔ (۲) انھوں نے رسولوں کی نافرمانی کی۔ (۳) انھوں نے ہر سرکش اور جھگڑالو کی پیروی کی۔ یہ تینوں اوصاف قومِ عاد کی ہلاکت کے سبب بنے۔ (تفسیر کبیر)

عَادًا كَفَرُوا رَبَّهُمْ ۗ أَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُودٍ ﴿٦٠﴾ وَإِلَىٰ

عاد کافر شدند بہ پروردگار خویش آگاہ باش نفریں باد عاد را کہ قوم ہود بودند و فرستادیم بسوے

عاد منکر ہوئے اپنے رب سے آگاہ رہو پھٹکار ہے عاد کیلئے جو قوم ہود میں سے تھا[1] اور ہم نے بھیجا

ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم

ثمود برادر ایشاں صالح را گفت اے قوم من عبادت کنید خدا را نیست شما را

ثمود کی طرف ان کے برادر صالح کو، صالح نے فرمایا: اے میری قوم! عبادت کرو اللہ کی، نہیں ہے تمہارے لئے

مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ

ہیچ معبود بجز وی او پیدا کرد شما را از زمین و گردانید شما را باشندہ

کوئی معبود اس کے سوا، اسی نے پیدا کیا تمہیں زمین میں اور تمہیں آباد کیا

فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ ۚ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ ﴿٦١﴾

درزمین پس آمرزش طلب کنید از وباز رجوع کنید بسوئے او ہر آئنہ پروردگار من نزدیک ست پذیرندہ دعاست

زمین میں پس مغفرت طلب کرو اس سے اور پھر رجوع کرو اسکی جانب بیشک میرا رب قریب ہے دعا قبول کرنیوالا

قَالُوا يَا صَالِحُ قَدْ كُنتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هَٰذَا ۖ أَتَنْهَانَا

گفتند اے صالح بودی تو درمیان ما امید داشتہ شدہ پیش ازیں آیا منع میکنی ما را

ہے[2] انھوں نے کہا: اے صالح! تو ہمارے درمیان امید گاہ تھا اس سے پہلے، کیا تم ہمیں روکتے ہو

أَن نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا وَإِنَّنَا لَفِي شَكٍّ مِّمَّا

ازانکہ عبادت کنیم معبودان انیرا کہ عبادت میکردند پدران ما و ہر آئنہ ما در شبہ قوی ایم

اس سے کہ ہم عبادت کریں ان معبودوں کی جسکی عبادت کرتے تھے ہمارے باپ دادا اور بیشک ہم قوی شبہ میں ہیں

تَدْعُونَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ ﴿٦٢﴾ قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِن كُنتُ عَلَىٰ

از آنچہ میخوانی ما را بسوئے آں گفت اے قوم من ایا دیدید اگر باشم بر

اسکے بارے میں جسکی جانب تم ہمیں بلاتے ہو[3] کہا اے میری قوم! بھلا بتاؤ اگر میں

[1] لعنت کا معنی اس جگہ ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کر دینا' مردود بنا دینا ہے یعنی انسانوں اور فرشتوں کی طرف سے انکے لعنتی ہونے کی دعا پڑے گی۔ امام بغوی کہتے ہیں کہ بُعد کے دو معانی ہیں دوری یعنی قُرب کی ضد (۲) جملہ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ یہ دعائیہ ہے مراد یہ ہے کہ قوم عاد اپنے مذکورہ جرائم کی وجہ سے اس عذاب کی مستحق تھی جوان پر آیا۔ قومِ عاد کی مزید تشنیع ظاہر کرنے اور انکی حالت کو سبقِ عبرت بنانے کیلئے حرفِ تنبیہ "اَلَا" کو مکرر ذکر کیا۔ ''قومِ ہود'' کا لفظ اشارہ کر رہا ہے کہ قوم کو استحقاقِ عذاب و لعنت صرف اس وجہ سے ٹھہرایا گیا کہ حضرت ہود علیہ السلام کی انھوں نے مخالفت کی تھی۔ حضرت ہود علیہ السلام اور قوم کے درمیان جو واقعات ہوئے انہی واقعات نے قوم کو مستحق عذاب ولعنت بنا دیا۔ [یہ بھی ممکن ہے کہ قومِ ہود کہنے کی یہ وجہ ہو کہ عاد نام کی دو قومیں گذری ہیں' عادِ اولیٰ اور عادِ ثانیہ یعنی قوم ثمود اور آیت میں عادِ اولی یعنی قوم ہود مراد ہے قومِ ثمود کا ذکر کرنا اس جگہ مطلوب نہیں ہے] (مظہری)

[2] ثمود ابو القبیلہ کا نام تھا شہرت کی وجہ سے اسکے نام سے قبیلے کا نام رکھ دیا گیا۔ حضرت صالح علیہ السلام اور ثمود کے درمیان پانچ اجداد کا فاصلہ تھا اور حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام کے درمیان سو سال کا فاصلہ تھا۔ حضرت صالح ایک سو اسی [۱۸۰] برس تک حیات سے رہے۔ (صاوی) اِسْتَعْمَرَ کا مادہ عمر ہے اور عمر سے یہ لفظ بنا ہے۔ حضرت ضحاک نے اسکا ترجمہ یہ کیا ہے کہ تمہاری عمریں دراز کیں۔ چنانچہ ۳۰۰' سے ۱۰۰۰' برس تک قومِ ثمود والوں کی عمریں ہوتی تھیں۔ قومِ عاد کی بھی یہی عمریں تھیں۔ اسکا دوسرا مقصد یہ بھی بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں زمین میں آباد ہونے کی قدرت دی' تم کو زمین کا آباد کرنے والا اور زمین کا باشندہ بنایا۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اِسْتَعْمَرَ کا لفظ عُمْرٰی سے مشتق ہے [عُمْرٰی ہبہ کی ایک قسم ہے۔ عمر بھر کیلئے اگر کوئی چیز کسی کو دیدی جائے اور موہوب لہ کے مرنے کے بعد وہ چیز واہب کی طرف لوٹ آئے تو ایسے ہبہ کو عُمْرٰی کہتے ہیں] یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین تمہارے لئے بنا دی ہے جب تک تم زندہ رہو پھر تمہارے مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی مِلک میں لے لیتا ہے' یا یہ مطلب ہے کہ زمین پر مکانوں میں تم کو عمر بھر رکھا جاتا ہے پھر تمہارے مرنے کے بعد مکان دوسروں کو دے دئے جاتے ہیں۔ (مظہری) یہاں سے تیسرا واقعہ بیان ہو رہا ہے [پہلا واقعہ حضرت نوح علیہ السلام کا تھا' دوسرا واقعہ حضرت ہود علیہ السلام کا تھا اور تیسرا واقعہ جو یہاں سے شروع ہو رہا ہے وہ حضرت صالح علیہ السلام کا ہے] حسب سابق یہاں بھی امر توحید سے واقعہ شروع ہو رہا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ زمین انسان کے منافع کیلئے ہے اور انسان اس پر حسبِ ضرورت عمارات تعمیر کرتا ہے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ قدرت دی ہے کہ وہ اپنی ضرورت کے مطابق عمارت تعمیر کرے' یہ ساری باتیں وجودِ صانع پر دلالت کرتی ہیں۔ (تفسیر کبیر) علمائے کرام فرماتے ہیں کہ عمارات کی چند قسمیں ہیں۔ واجب' مندوب' مباح اور حرام مثلاً جامع مسجد شہر میں بنانا واجب ہے' مدارس اور مسافر خانہ بنانا مندوب ہے' خانقاہ اور گرمی و سردی کے مطابق مکانات بنانا مباح ہے اور ایسے مکانات جہاں ظلم اور خلافِ شرع کام ہو بنانا حرام ہے' اسی طرح حاجت سے زائد بھی حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص حاجت سے زائد مکان بنائیگا وہ قیامت کے روز اسے اپنی گردن پر اٹھا کر لائیگا۔ (روح البیان)

[3] یعنی حضرت صالح علیہ السلام کی تبلیغ پر قوم نے جواب دیا کہ اے صالح! امید تھی کہ آپ ایسا نہ کرتے تو ہم میں آپ سردار ہوتے۔ حضرت صالح علیہ السلام معبودانِ باطلہ کی بھرپور مذمت کیا کرتے تھے جو آپکی قوم کو اچھا نہیں لگتا تھا۔ (القرطبی)

بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ

حجتی از پروردگار خود و عطا کرده باشد بمن از جانب خود بخشائشی پس که نصرت دہد مرا از عقوبت

اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور عطا کی ہو مجھے اپنی جانب سے رحمت پس کون مدد کریگا میری اللہ کے

اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ ۗ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ﴿٦٣﴾ وَيٰقَوْمِ

خدا اگر نافرمانی او کنم پس زیادہ نمی کنید در حق من مگر زیانکاریرا و اے قوم من

عذاب سے اگر میں اسکی نافرمانی کروں پس زیادہ نہ کرو گے تم میرے حق میں مگر نقصانات کو اور اے قوم!

هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ

ایں است مادہ شتری کہ خدا فرستاد است برائے شما نشانہ پس بگذاریدش تا بخورد در زمین

یہ ہے اللہ کی اونٹنی، بھیجی ہے تمہارے لئے نشانی پس اسے چھوڑ دو (تاکہ) کھائے اللہ

اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ﴿٦٤﴾

خدا و مرسانید بوی ہیچ ضررے کہ آنگاہ بگیرد شما را عقوبت نزدیک

کی زمین میں اور نہ پہنچاؤ اسے کوئی تکلیف کہ اسوقت تمہیں قریبی عذاب پکڑیگا ٢

فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ

پس پے زدند آنرا پس گفت صالح بہرہ من باشید در سرائے خود سہ روز ایں

پس اسکی کوچیں کاٹ دیں پس فرمایا صالح نے نفع حاصل کرو اپنے گھروں میں تین روز، یہ

وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴿٦٥﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّ

وعدہ است غیر دروغ پس وقتیکہ آمد فرمان ما خلاص ساختیم صالح را و

وعدہ ہے جو جھوٹا نہ ہوگا ٣ پس جس وقت ہمارا حکم آیا ہم نے بچایا صالح کو اور

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ؕ

آنانرا کہ ایمان آوردند ہمراہ وی بہ بخشایشی از جانب خود و رہانیدیم از رسوائی آنروز

ان لوگوں کو جو ایمان لائے ان کے ہمراہ رحمت سے اور نجات دی اس روز کی رسوائی سے

١ چونکہ کافروں کو حضرت صالح علیہ السلام کا صاحبِ بصیرت ہونا تسلیم نہ تھا اس لئے آپ نے بھی لفظ ''اِنْ'' شکیہ کہا ورنہ آپکو اپنی جگہ یقین تھا کہ میں صداقت پر ہوں، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اِنْ [شرطیہ شکیہ نہ ہو] مخففہ ہو یعنی بلاشبہ میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں۔ رحمت سے مراد نبوت اور حکمت ہے۔ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو نبوت و ہدایت مجھے عطا فرمائی ہے تم اسکی تکذیب کرتے ہو اور اس میں میرا نقصان ہے پس تم لوگ میرے خسارے کو ہی بڑھا رہے ہو۔ حسین بن فضل کہتے ہیں کہ حضرت صالح علیہ السلام تو کبھی بھی خسارے میں نہیں رہے۔ آیت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی کی طرف خسارا بڑھا رہے ہو بلکہ تخسیر کا معنی ہے کسی کی طرف خسارے کی نسبت کر دینا، خسارہ یاب قرار دینا جیسے تکفیر و تفسیق کا معنی ہے کسی کو کافر اور فاسق قرار دینا، کفر و فسق کی طرف منسوب کرنا۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری تکذیب سے مجھے یوں نظر آتا ہے کہ تم میری جانب بہت نقصان اٹھانے اور بڑے خسارے کی نسبت کرتے ہو۔ (مظہری)

٢ جاننا چاہیئے کہ ناقہ [اونٹنی] چند وجہ سے معجزہ ہے (١) اللہ تعالیٰ نے اس اونٹنی کو پتھر سے پیدا فرمایا (٢) اس اونٹنی کو پہاڑ کے وسط میں پیدا فرمایا پھر اسکے لئے پہاڑ کو شق فرمایا (٣) اس اونٹنی کو بغیر نر کے حاملہ پیدا فرمایا (۴) اللہ تعالیٰ نے اس اونٹنی کو بغیر ولادت کے ایک ہی دفعہ میں اونٹنی کی صورت میں پیدا فرمایا (۵) پانی پینے کیلئے اللہ تعالیٰ نے ایک دن اس اونٹنی کیلئے مقرر فرمایا اور دوسرا دن قوم کے پینے کے واسطے مقرر فرمایا (٦) اس اونٹنی سے اتنا وافر مقدار میں دودھ ملتا تھا کہ خلقِ عظیم کیلئے وہ دودھ کافی ہوتا تھا۔ [بیان کردہ ان چھ وجوہ] میں سے ہر وجہ قوی معجزہ ہے لیکن قرآن کریم میں صرف یہ ہے کہ اونٹنی اللہ تعالیٰ کی نشانی اور معجزہ ہے۔ وہ لوگ جو بتوں کی عبادت کرتے تھے جب بھی کوئی نبی ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا پیغام لاتے اور انھیں ایک خدا وحدہ لاشریک کی عبادت کی جانب بلاتے تو وہ لوگ اس دعوہ پر دلیل طلب کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تو آپ نے اپنی قوم کے سامنے اونٹنی کو بطورِ معجزہ پیش فرمایا لیکن قوم نے اس معجزہ کے ساتھ ظلم کیا۔ (تفسیر کبیر) مروی ہے کہ جس دن اونٹنی کی باری ہوتی تو اونٹنی چرنے اور پانی پینے کے بعد اپنے دونوں پیر کو کشادہ کر دیتی تاکہ قوم کے لوگ دودھ دوہ لیں۔ چنانچہ وہ لوگ دودھ دوہ لیتے تھے یہاں تک کہ سارے برتن بھر جاتے تھے۔ وہ لوگ دودھ پی کر ذخیرہ بھی کر لیتے تھے اسوقت نو سو گھرانے موجود تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک ہزار پانچ سو گھرانے تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے جب قوم کی جانب سے بدنیتی محسوس کی تو آپ نے ان کو تنبیہ کی کہ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ ''اور اسے تکلیف نہ پہنچانا'' (روح البیان) ٣ ان لوگوں نے اس اونٹنی کے کوچے کاٹ ڈالے، واضح رہے کہ اس آیت میں کاٹنے کی نسبت کل اونٹنی کی جانب ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ کل اعضاء کاٹنے پر راضی تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے ان لوگوں سے فرمایا کہ اب تم لوگ اپنے گھروں میں تین روز تک نفع حاصل کر لو اس لئے کہ اب حتمی طور پر اللہ تعالیٰ کا عذاب تم پر آئیگا۔ ان لوگوں نے بدھ کے روز یہ عمل کیا پھر جمعرات، جمعہ اور سنیچر تک اپنے گھروں میں قائم رہے، اتوار کے روز ان پر عذاب آیا۔ پہلے روز ان کے رنگ پیلے پڑ گئے، دوسرے روز سخت سرخ ہو گئے، تیسرے روز سخت سیاہ ہو گئے اور چوتھے روز وہ سب ہلاک ہو گئے۔ واضح رہے کہ اس آیت میں حیات کو تمتع سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (القرطبی)

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ﴿٦٦﴾ وَأَخَذَ الَّذِينَ ظَلَمُوا

هر آئنہ پروردگار تو ہموں است توانا غالب و در گرفت ستمگارانرا

بیشک تمہارا رب وہی قوی غالب ہے ١ اور پکڑا ظالموں کو

الصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جَاثِمِينَ ﴿٦٧﴾ كَأَنْ لَمْ يَغْنَوْا

آوازی سخت پس صبح کردند در سراہائے خود مردہ شدہ گویا ہرگز نبودند

سخت آواز نے پس صبح کی اپنے گھروں میں مردہ ہو کر ٢ گویا کبھی نہ تھے

فِيهَا ۗ أَلَا إِنَّ ثَمُودَ كَفَرُوا رَبَّهُمْ ۗ أَلَا بُعْدًا لِثَمُودَ ﴿٦٨﴾ وَلَقَدْ

آنجا آگاہ باش ہر آئنہ ثمود انکار کردند پروردگار خود را آگاہ باش دوری بود ثمود او را و ہر آئنہ

اس جگہ آگاہ رہو بیشک ثمود نے انکار کیا اپنے رب کا آگاہ رہو دوری تھی ثمود کیلئے ٣ اور بیشک

جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ قَالُوا سَلَامًا ۖ قَالَ

آمدند فرستادگان ما پیش ابراہیم بہ بشارت سلام گفتند ابراہیم جواب

ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس بشارت لے کر آئے سلام کہا ابراہیم نے سلام کا

سَلَامٌ ۖ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ ﴿٦٩﴾ فَلَمَّا رَأَىٰ أَيْدِيَهُمْ

سلام داد پس توقف نکرد در آنکہ آورد گو سالہ بریاں پس چوں دید کہ دست ایشاں

جواب دیا پس توقف نہ کیا اس میں کہ بھنا ہوا بچھڑا لیکر آئے ٤ پس دیکھا کہ ان کے ہاتھ نہیں پہنچ رہے ہیں اس

لَا تَصِلُ إِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ۚ قَالُوا لَا

نمی رسد باں بد برد آنرا از ایشاں و در دل آورد از ایشاں ترسی گفتند

(کھانا) کی طرف تو انکے اس فعل کو ناپسند کیا اور دل ہی دل میں ان سے ڈرنے لگے (فرشتوں نے) کہا

تَخَفْ إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمِ لُوطٍ ﴿٧٠﴾ وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ

مترس ہر آئنہ ما فرستادہ شدہ ایم بسوے قوم لوط و زن ابراہیم ایستادہ بود

نہ ڈریئے بیشک ہم قوم لوط کی جانب بھیجے گئے ہیں ٥ اور ابراہیم کی عورت کھڑی تھی

١ خــزی بڑی ذلت کو کہتے ہیں یہاں تک کہ وہ ذلت حدِ فضیحت کو پہنچ جائے۔ اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے محاربین کے بارے میں ارشاد فرمایا: **ذَالِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا** ترجمہ: ”یہ ان کیلئے دنیا میں بڑی ذلت ہے“۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام پر آنے والے عذاب کو ”خزی“ فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے **إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ** فرما کر اس میں حسن پیدا فرمادیا۔ اس لئے کہ یہ عذاب اللہ تعالیٰ نے کافروں کو پہنچایا اور اہل ایمان کو اس سے محفوظ رکھا اور یہ تمیز ممکن نہیں ہے مگر اس قادر مطلق کی طرف سے جو اشیاء کے طبائع پر غلبہ رکھتا ہے وہ چاہتے تو ایک ہی شے کو ایک گروہ کیلئے بلاء اور عذاب بنادے اور دوسرے گروہ کیلئے راحت وامان بنادے۔ (تفسیر کبیر)

٢ صَيْــحَة کے بارے میں دو اقوال ہیں۔ پہلا قول: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد کڑک ہے۔ دوسرا قول: صیحۃ ایسے خوفناک آواز کو کہتے ہیں کہ سنتے ہی آدمی مرجائے۔ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم اس آواز کو سنکر اپنے اپنے گھروں میں چہرے کے بل مرے پڑے تھے۔ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ ایسی آواز نکالو جسے سن کر یہ لوگ مرجائیں۔ (تفسیر کبیر) زاد المیسر میں آیا ہے کہ وہ تین روز جس میں وعدہ حیات دیا گیا تھا لوگ اپنے اپنے گھروں میں مقیم رہے اور اپنی اپنی قبر کھود کر عذاب کا انتظار کرنے لگے، جب چوتھے روز سورج طلوع ہوا اور ان پر عذاب نہیں آیا تو اپنے گھروں سے نکل کر ایک دوسرے سے اسکا ذکر کرنے لگے، اچانک حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہوئے، آپکا پاؤں زمین پر، سر آسمان میں، پَر مشرق تا مغرب پھیلے ہوئے، پَروں کا رنگ زرد، بالوں کا رنگ سبز، دندان انتہائی سفید، پیشانی اور رخسار نورانی، سر کے بالوں سے سرخ مرجان ظاہر ہوئے۔ آپ کی قوم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اس حال میں دیکھا تو خوف کے مارے پھر اپنے مساکن میں آگئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نعرہ بلند کیا: **مُوْتُوْا عَلَيْكُمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ** ترجمہ: ”مرجاؤ تم سب پر اللہ تعالیٰ کی لعنت“ اس نعرہ کو فقط ایک بار ہی سن کر مر گئے پھر زلزلہ نے ان کے گھروں کی چھتوں کو ان پر گرادیا۔ (روح البیان) ٣ یعنی عذاب سے ایسے نیست ونابود ہوئے گویا کہ وہ سب وہاں تھے ہی نہیں۔ (تفسیر کبیر) ٤ یہاں سے چوتھا واقعہ شروع ہورہا ہے۔ (تفسیر کبیر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ ملائکہ تین تھے یعنی حضرت جبرائیل، حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل علیہم السلام، محمد بن کعب کہتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اور ان کے ساتھ دوسرے سات ملائکہ اور بھی تھے، حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ آنے والے فرشتوں کی تعداد ٩ تھی، حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ ان کی تعداد ١٢ تھی، سعدی کہتے ہیں کہ انکی تعداد ١١ تھی۔ سب ملائکہ خوبصورت لڑکوں کی شکل میں آئے تھے۔ سب نے آکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سلام کہا، آپ نے بھی ان کو جواباً سلام کہا۔ واضح رہے کہ **حَنِيذٌ** بمعنی گرم پتھر پر بھنا ہوا، جیسے **حَنَذَ الشَّاةُ** اس نے بکری کا گوشت بھونا۔ بعض نے کہا کہ **حَنِيذٌ** کا ترجمہ ہے وہ قطرے جو چربی سے ٹپکیں جیسے **حَنَذْتُ الْفَرَسَ** میں نے گھوڑے پر جھول ڈال کر بدن سے پسینے نکال دیا۔ (مظہری) ٥ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اس زمانے میں ان لوگوں کا دستور تھا کہ اگر مہمان میزبان کا کھانا نہیں کھاتے تھے تو میزبان خیال کرتا تھا کہ یہ لوگ برے ارادے سے آئے ہیں، رات کے آنے والے مہمان کو کھانا پیش کیا جاتا اگر وہ کھالیتا تو گھر والے اسکی طرف سے بے خوف ہوجاتے اور نہ کھاتا تو ڈرنے لگتے کہیں یہ چور تو نہیں کہ لوٹنے آیا ہو، لیکن یہاں اسکا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم تھا کہ یہ سب ملائکہ ہیں کیونکہ انھوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھائے [مگر] یہ خوف ہوا کہ کہیں اللہ تعالیٰ کو میرا کوئی عمل ناپسند ہوا ہو اور یہ ملائکہ کسی مصیبت میں ڈالنے کیلئے بھیجے گئے ہوں یا ان کی قوم پر عذاب نازل کرنے کیلئے مقرر کئے گئے ہوں۔ (مظہری)

فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾

پس بخندید پس مژدہ دادیمش بتولد اسحٰق و بعد اسحٰق بوجود یعقوب

پس ہنس پڑی تو ہم نے اسے اسحاق کی پیدائش کی بشارت دی اور اسحاق کے بعد یعقوب کے وجود کی[۱]

قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا ۭ

گفت اے وائے من آیا خواہم زاد من پیرم و ایں شوہر من است کلاں سال شدہ

بولیں اے میری خرابی! کیا میں (بچہ) جنوں گی اور میں بوڑھی ہوں اور میرا شوہر عمر رسیدہ ہو گیا ہے

اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ

ہر آئنہ ایں چیزی عجب است فرشتگان گفتند ایا تعجب می کنی از قدرت خدا

بیشک یہ چیز عجیب ہے[۲] فرشتوں نے کہا: کیا تو تعجب کرتی ہے اللہ کی قدرت میں

رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۭ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ

بخشایش خدا و برکات اوبر شما ست اے اہل خانہ ہر آئنہ خدا ستودہ کار

اللہ کی رحمت اور اسکی برکتیں تم پر ہیں اے اہل خانہ، بیشک اللہ تعریف کیا ہوا

مَّجِيْدٌ ﴿۷۳﴾ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ

بزرگوار است پس چوں رفت از ابراہیم ترس و خوف و آمدش

قابلِ تعظیم ہے[۳] پس جب ابراہیم سے خوف گیا اور انکے پاس

الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِىْ قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ

بشارت شروع نمود جدال کردن بما در قوم لوط ہر آئنہ ابراہیم بردبار ترس کار

بشارت آئی تو ہم سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنا شروع کیا[۴] بیشک ابراہیم بردبار ڈرنے والے

مُّنِيْبٌ ﴿۷۵﴾ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ

رجوع کنندہ بخدا بود گفتیم اے ابراہیم بگذار ازیں جدال ہر آئنہ ایں ست حال آمدہ است عقوبت

اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے[۵] ہم نے فرمایا: اے ابراہیم! چھوڑو اس جدال کو حال یہ ہے کہ تیرے

[۱] یعنی سارہ بنت آزر بن باحور۔ مروی ہے کہ آپ پردہ کے پیچھے کھڑی تھیں اور ملائکہ کی گفتگو سماعت فرما رہی تھیں، یہ بھی مروی ہے کہ آپ مہمان کی خدمت کیلئے کھڑی تھیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بیٹھے تھے۔ آپکے ہنسنے کے اسباب کے بارے میں چند اقوال ہیں۔ پہلا قول: کھانے کی جانب جب انھوں نے ہاتھ نہیں بڑھایا تو اس سے ایک قسم کا خوف پیدا ہوا جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا: لَاتَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ نہ ڈرو بیشک ہم لوط کی قوم کی جانب بھیجے گئے ہیں، اسکے بعد خوف زائل ہو گیا اور خوشی سے حضرت سارہ ہنس پڑیں۔ دوسرا قول: فرشتوں نے جب یہ کہا کہ ہم حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی جانب بھیجے گئے ہیں انکی قوم سرکش اور نافرمان ہو گئی ہے اس لئے اسے ہلاک کرنے کا حکم دیا گیا ہے، یہ سنکر حضرت سارہ خوش ہو گئیں کیونکہ قومِ لوط کی سرکشی اس قدر بڑھ گئی تھی کہ یہ بھی چاہتی تھیں کہ اس قوم کو ہلاک کر دینا چاہیئے۔ اس لئے یہ خوشخبری سن کر ہنس پڑیں۔ تیسرا قول: حضرت سدی کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب ان سے یہ کہا کہ تم لوگ کیوں نہیں کھاتے ہو تو ملائکہ نے جواب دیا کہ ہم نہیں کھاتے ہیں مگر ثمن کے بدلے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اسکی قیمت یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کا ذکر اسکے اول میں کرو اور آخر میں اسکی تحمید کرو، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت میکائیل علیہ السلام سے کہا کہ اس قسم کے شخص کا حق ہے کہ اسکا رب اسے خلیل بنائے، یہ سنکر حضرت سارہ خوشی سے ہنس پڑیں۔ چوتھا قول: جب ملائکہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بتایا کہ ہم ملائکہ میں سے ہیں بشر میں سے نہیں ہیں تو آپ نے فرمایا کہ تمہارے پاس اسکی دلیل کیا ہے؟ ملائکہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ اے اللہ! تو اس بچھڑے کو زندہ فرما دے پس وہ بچھڑا اٹھ کر چراگاہ کی جانب چلنے لگا، یہ دیکھ کر حضرت سارہ خوشی سے ہنس پڑیں۔ پانچواں قول: آپ تعجب کے طور پر ہنس پڑیں کہ جس قوم پر عذاب آنے والا ہے وہ قوم غفلت میں پڑی ہے۔ چھٹا قول: ولد کی خوشخبری سن کر تعجب کے طور پر ہنس پڑیں، اس لئے کہ اسوقت آپکی عمر ۹۰، سال سے اوپر تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۱۰۰، برس تھی۔ (تفسیر کبیر) [۲] یعنی اے فرشتو! تم نے مجھے عجیب شے کی بشارت دی ہے۔ (القرطبی) [۳] مطلب یہ ہے کہ اے اہل خانہ! تم کو اولاد کی بشارت پر تعجب نہیں کرنا چاہیئے اللہ تعالیٰ کی ایسی رحمتیں اور برکتیں تو تمہارے لئے بکثرت موجود ہیں۔ واضح رہے کہ لغت کے لحاظ سے اہل بیت تو بیویاں ہی حقیقت میں ہوتی ہیں دوسرے لوگوں کو تبعاً اہل بیت کہا جاتا ہے۔ (مظہری) یہ آیت ہمیں بتا رہی ہے کہ بیوی اہل بیت میں سے ہے اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی بیویاں اہل بیت ہیں پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر ازواج مطہرات اہل بیت نبی ﷺ میں سے ہیں۔ ان برکتوں میں سے ایک برکت یہ تھی کہ جمیع انبیاء و مرسلین حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ کی اولاد میں سے ہوئے۔ (القرطبی) [۴] قومِ لوط کے بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملائکہ سے فرمایا: اگر لوط کی بستیوں میں ۵۰، مؤمن ہونگے تو کیا تم انکو ہلاک کر دو گے، فرشتوں نے جواب دیا نہیں، فرمایا اگر چالیس ہوں، فرشتوں نے کہا نہیں، فرمایا اگر ۳۰، ہوں فرشتوں نے کہا نہیں، اس طرح آپ ۵ تک پہنچے اور فرشتے نہیں کہتے رہے آخر آپ نے فرمایا اگر وہاں ایک مسلمان ہوگا تو کیا تم اسکو ہلاک کر دو گے، فرشتوں نے کہا نہیں، فرمایا تو وہاں لوط موجود ہیں، فرشتوں نے کہا ہم خوب جانتے ہیں کہ وہاں کون مؤمن ہے ہم لوط کو اور دوسرے لوگوں کو بچالیں گے سوائے ان کی بیوی کے وہ پیچھے رہ جانے والے لوگوں میں شامل ہوگی۔ (مظہری) [۵] منیب رجوع کرنے والے کو کہتے ہیں چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے سارے معاملات میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے تھے اس لئے آپ کو منیب کہا گیا سورہ بقرہ میں اسکی تفصیل گذر چکی ہے۔ (القرطبی)

رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ﴿٧٦﴾ وَلَمَّا جَآءَتْ

پروردگار تو و ہر آئنہ ایں جماعت آئندہ است بایشاں عقوبتی کہ باز گردانیدہ نشود و چوں آمدند

رب کا عذاب آچکا اور بیشک یہ جماعت انکے پاس ایسا عذاب آنے والا ہے جو پھیرا نہ جائیگا! اور جب آئے

رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا

فرشتگان ما پیش لوط اندوہگین شد بسبب ایشاں و دل تنگ شد بسبب ایشاں و گفت ایں

ہمارے فرشتے لوط کے پاس تو غمگین ہوئے انکے سبب سے اور ان کے وجہ سے دل تنگ ہوا اور کہا یہ

يَوْمٌ عَصِيْبٌ ﴿٧٧﴾ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ

روزیست سخت و آمدند پیش لوط قوم او شتاباں بسوئے او و پیش ازاں

دن سخت ہے ۲ اور لوط کے پاس انکی قوم کے لوگ دوڑتے ہوئے آئے اور اس سے پہلے

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ

میکردند کارہائے زشت لوط گفت اے قوم من ایں دختران من اند

(ہی سے) برے کام کرتے تھے لوط نے کہا: اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں ہیں

اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ؕ اَلَيْسَ

پاکیزہ تر اند برائے شما بترسید از خدا و رسوا مکنید مرا در باب مہمانان من

پاکیزہ تر ہیں تمہارے لئے پس ڈرو اللہ سے اور رسوا نہ کرو مجھے مہمانوں کے باب میں

مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ﴿٧٨﴾ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ

ایا نیست او شما ہیچ مرد شائستہ گفتند ہر آئنہ تو دانستۂ کہ نیست ما را در

کیا تم میں کوئی مرد بھی نیک نہیں ہے ۳ انھوں نے کہا: بیشک تمہیں معلوم ہے کہ نہیں ہے ہمارے لئے

بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ﴿٧٩﴾ قَالَ لَوْ اَنَّ

دختران تو از حاجتی و ہر آئنہ تو میدانی آنچہ میخواہیم گفت اگر مرا بمقابلہ

تیری بیٹیوں میں کوئی حاجت اور بیشک تم جانتے ہو جو ہم چاہتے ہیں ۵ فرمایا: اگر میرے پاس

ا یعنی فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ آپ اس مجادلہ کو چھوڑیئے اس لئے کہ قوم لوط کو عذاب الیم پہنچانا آپکے رب کا حکم ہے اور یہ حکم دلالۃ النص سے ثابت ہے تو آپ اس بحث کو ترک فرمادیں۔(تفسیر کبیر)

۲ حضرت قتادہ اور سدی کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے نکل کر ملائکہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس انکی بستی میں دوپہر کے وقت پہنچے حضرت لوط علیہ السلام اپنی زمین میں کچھ کام کررہے تھے یا لکڑیاں جمع کرنے جنگل کو گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ جب تک لوط چار مرتبہ اپنی قوم کے خلاف گواہی نہ دیں تم انکی قوم کو ہلاک نہ کرنا' فرشتوں نے آپ کے پاس بطور مہمان رکنا چاہا تو آپ انکو لیکر چل دیئے۔ تھوڑی دیر چلے تھے کہ آپ نے مہمانوں سے پوچھا: تمہیں اس بستی کے بارے میں معلوم ہے؟ فرشتوں نے جوابًا کہا کہ آپ انکا حال ہمیں بتایئے۔ آپ نے فرمایا: اس زمین پر سب سے زیادہ بدعمل بستی ہے آپ نے یہ الفاظ چار مرتبہ کہے' غرض ملائکہ آپ کے ساتھ آپکے گھر آگئے۔ یہ بھی منقول ہے کہ آپ لکڑیاں اٹھائے آرہے تھے اور ملائکہ پیچھے پیچھے تھے' قوم کی ایک جماعت کے پاس سے گذر ہوا تو ان لوگوں نے آپس میں اشارے کئے' حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں میری قوم سب سے بری ہے' اسی طرح دوسری جماعت کے پاس سے گذر ہوا تو انھوں نے بھی ایسا ہی کیا اور آپ نے یہی فرمایا: تیسری جماعت کا قصہ بھی یوں ہی ہوا' حضرت لوط علیہ السلام جب بھی انکی برائی زبان سے ادا فرماتے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام فرشتوں سے کہتے تھے گواہ رہو' آخر آپ ان ملائکہ کو لیکر گھر پہنچ گئے۔ یہ بھی منقول ہے کہ ملائکہ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر پوشیدہ طور سے آئے تھے اور گھر والوں کے سوا کسی کو انکا آنا معلوم نہ تھا۔ آپکی بیوی نے جا کر قوم کو اطلاع دے دی کہ لوط کے پاس ایسے لوگ آئے ہیں کہ ان سے زیادہ خوبصورت میں نے کوئی آدمی نہیں دیکھا۔ (مظہری) ۳ یعنی تم ان سے نکاح کرلو اس سے انہوں نے آپکی بیٹیوں کا رشتہ طلب کیا تھا مگر آپ نے انکی بدکاریوں کو دیکھ کرانکار کردیا تھا درخواست کو رد کرنے کی یہ وجہ نہ تھی کہ وہ کافر تھے کافر سے نکاح کی حرمت تو شریعت اسلامیہ میں بعد کو ہوئی ہے' پہلے کافر و مومن کا نکاح آپس میں جائز تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی دو صاحبزادیوں کا رشتہ عتبہ بن ابی لہب اور ابوالعاص بن ربیع سے نزول حکم ممانعت سے پہلے کیا تھا۔ حسین بن فضل کہتے ہیں کہ حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی لڑکیوں سے نکاح کی پیش کش انکے مسلمان ہوجانے کی شرط پر کی تھی' حضرت مجاہد اور سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ بَنَاتِیْ سے قوم کی ساری عورتیں مراد ہیں اس لئے کہ ہر نبی اپنی امت کا باپ ہوتا ہے' حضرت ابی بن کعب کی قرأت میں اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ کے آخر میں وَهُوَ اَبٌ لَّهُمْ بھی آیا ہے اس سے قول مذکورہ کی تائید ہوتی ہے' اس قول کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی لڑکیاں دو تھیں اور لڑکیوں کی طلب گار پوری جماعت تھی' دو لڑکیوں کا ایک جماعت سے نکاح کیسے ممکن تھا؟ جو لوگ "بنات" سے حضرت لوط علیہ السلام کی لڑکیاں مراد لیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ قوم لوط کے دو سردار تھے سب لوگ انکا حکم مانتے تھے انہی دونوں سے آپ نے اپنی لڑکیوں کا نکاح کرنا چاہا تھا' بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت لوط علیہ السلام نے جو هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ فرمایا اس سے نکاح کی حقیقتًا پیش کش مقصود نہ تھی بلکہ مقصد تھا قوم والوں کی بدترین خباثت کا اظہار اور یہ کہ مہمانوں کا دفاع ہوجائے۔ (مظہری) ۴ یعنی آپکی بنات میں ہمارے لئے کوئی حاجت اور چاہت نہیں ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ اے لوط! آپ نے ان لڑکیوں کے نکاح کی جانب اس شرط پر بلایا ہے کہ ہم آپ پر ایمان لے آئیں اور ہم آپ پر ایمان نہیں لائیں گے اس لئے ان عورتوں پر ہمارا کوئی حق نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر) لڑکیوں سے نکاح کرنا حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی عادت میں سے نہ تھا اور نہ انکے مذہب میں سے تھا اس لئے انھوں نے کہا کہ اس میں ہمیں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ (روح البیان)

لِىْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰى رُكْنٍ شَدِیْدٍ ﴿۸۰﴾ قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا

شما قوتی بودی یا پناہ گرفتمی بقوم زور آور میکردم آنچہ میکردم فرشتگان گفتند اے لوط

تمہارے مقابلے کیلئے قوت ہوتی یا طاقت قوم کی طرف پناہ پکڑتا تو ہم (ایسا ہی) کرتے جوتم (ہمارے ساتھ)

رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ یَّصِلُوْۤا اِلَیْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ

ہر آئنہ ما فرستادگان پروردگار تو ایم نخواہند رسید بتو پس ببر کسان خود را بہ پارہ

کرتے ۱ فرشتوں نے کہا: اے لوط! بیشک ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں نہ پہنچ سکیں گے تم تک پس لے جاؤ

مِّنَ الَّیْلِ وَ لَا یَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ اِنَّهٗ

از شب و باید کہ پس ننگرد از شما الا زن تو کہ

اپنے گھر والوں کو رات کے کچھ حصے میں' اور چاہیئے کہ مڑ کر نہ دیکھے تم میں سے کوئی سوائے تمہاری عورت کے کہ

مُصِیْبُهَا مَاۤ اَصَابَهُمْ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ اَلَیْسَ الصُّبْحُ

رسیدنی است او را آنچہ رسید بایں قوم ہر آئنہ میعاد ایشاں وقت صبح ست آیا صبح

پہنچنا ہے اسے (بھی) جو اس قوم کو پہنچا ہے بیشک انکی میعاد صبح کا وقت ہے کیا صبح

بِقَرِیْبٍ ﴿۸۱﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَ

نزدیک نیست پس چوں آمد فرمان ما ساختیم زبر آں دیہ ہا را زیر آں و

قریب نہیں ہے ۲ پس جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے ان بستیوں کے اوپر کے تختہ کو نیچے کر دیا اور

اَمْطَرْنَا عَلَیْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً

بارانیدیم بر آنجا سنگہا از قسم سنگ گل تہ بتہ نشامند ساختہ شدہ

ہم نے اس جگہ کنکر کے قسم کا پتھر لگاتار برسایا ۳ نشان کئے ہوئے

عِنْدَ رَبِّكَ وَ مَا هِیَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ بِبَعِیْدٍ ﴿۸۳﴾ وَ اِلٰى

نزدیک پروردگار تو و ایں سنگہا نیستند دور از ستمگاران و فرستادیم بسوے

تیرے رب کے پاس اور یہ پتھر ظالموں سے دور نہیں ہیں ۴ اور ہم نے بھیجا

تفسیر اظہار العرفان

۱ حضرت لوط علیہ السلام نے جب اپنی قوم کی جانب سے سرکشی ملاحظہ فرمائی تو کہنے لگے کہ کاش ان لوگوں کی سرکشی دفع کرنے کیلئے کوئی میرا معاون ہو جاتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت لوط علیہ السلام نے اولاد کا ارادہ کیا۔ [ہمارے پاس اتنی اولاد ہوتی کہ میں ان کے ساتھ مل کر اس سرکش قوم سے لڑائی کرتا] بخاری شریف میں حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام کی مغفرت فرمائے وہ ایک زبردست طاقت کی پناہ لینا چاہتے تھے' ترمذی شریف میں ہے کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا مگر اپنی قوم کے اعلیٰ نسب میں۔ (القرطبی)

۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت لوط علیہ السلام نے دروازہ بند کر لیا' ملائکہ اندر گھر میں تھے اور دروازہ کے اندر سے ہی آپ قوم والوں سے جھگڑا کر رہے تھے اور ان کو قسمیں دے رہے تھے وہ لوگ سب دروازہ کے باہر تھے آخر وہ لوگ دیوار پھاند کر اندر جانے کی تدبیر کرنے لگے۔ جب ملائکہ نے حضرت لوط علیہ السلام کی یہ حالت دیکھی تو "انھوں نے کہا لوط ہم آپکے رب کے بھیجے ہوئے ہیں ان لوگوں کی دسترس آپ تک ہرگز نہیں ہو سکے گی" اس لئے آپ دروازہ کھول دیجئے اور ہم کو ان سے نپٹنے دیجئے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے دروازہ کھول دیا وہ لوگ اندر گھس آئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنے رب سے عذاب کرنے کی اجازت طلب کی' اجازت مل گئی تو انھوں نے اپنی وہی صورت اختیار کر لی جو انکی عموماً اور معمولاً ہوتی تھی' پَر پھیلا دیئے موتیوں کا ہار پہنے' چمکدار دانت' جھلکتی پیشانی' سر کے بال گھنگریالے برف کی طرح سفید اور دونوں پاؤں مائل بہ سبزی [یہ شکل تھی حضرت جبرائیل علیہ السلام کی] پھر آپ نے اپنا ایک پَر ان لوگوں کے منہ پر مارا جس کی وجہ سے ان کی آنکھیں پَٹ نابینا ہو گئیں' گھروں کا راستہ بھی نظر نہ آتا تھا فوراً یہ کہتے ہوئے پلٹ پڑے کہ بھاگو بھاگو لوط کے گھر میں روئے زمین کے سب سے بڑے جادوگر آئے ہیں جنہوں نے ہم پر جادو کر دیا ہے' پھر حضرت لوط علیہ السلام سے کہنے لگے ذرا ٹھہرو صبح ہو لینے دو کل صبح ہم تم سے نپٹیں گے صبح کو تم کو پتہ چل جائیگا۔ حضرت لوط علیہ السلام نے فرشتوں سے قوم والوں کے ہلاک ہونے کی میعاد دریافت کی تو فرشتوں نے کہا کہ صبح کو۔ آپ نے فرمایا: میں اس سے بھی جلدی چاہتا ہوں ابھی ان کو ہلاک کر دو تو بہتر ہے' فرشتوں نے کہا: کیا صبح قریب نہیں ہے؟ (مظہری) ۳ قوم لوط کی پانچ بستیاں تھیں' سدوم' عاموراء' داروما' ضعوہ اور قتم۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان بستیوں کو آسمان سے اتنا قریب اٹھایا کہ اہل ایمان نے مرغ اور گدھے کی آواز سن لی بستی والوں کو اسکی خبر نہ ہوئی' ان کے جو سامان جہاں تھے وہیں رہے یہاں تک کہ برتن کا پانی بھی نہیں چھلکا پھر آپ نے اوپر کے حصہ کو نیچے کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان پر پے در پے پتھروں کی بارش برسائی۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ ان پانچ بستیوں میں سے "ضعوہ" والوں کو نجات ملی' بعض نے کہا کہ اسکے غیر کو نجات ملی تھی۔ (القرطبی) جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو اس عذاب کے دو وصف کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ (۱) جَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا یعنی اس بستی کے اوپر کے حصے کو نیچے کر دیا (۲) وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ یعنی اور ہم نے اس جگہ برسائے پتھر' کنکر کی قسم میں سے۔ (تفسیر کبیر) بستی الٹنے کا یہ کام ملائکہ نے کیا تھا لیکن یہ کام اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا تھا اس لئے الٹنے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب کی۔ اس سے اپنے امر کی عظمت کا اظہار مقصود ہے۔ (مظہری) ۴ قتادہ اور عکرمہ فرماتے ہیں کہ ان پتھروں پر سرخ دھاریاں تھیں' حضرت سدی کہتے ہیں کہ وہ مہر زدہ تھے مہر کی طرح ان پر نشان تھے' ہر پتھر پر اس شخص کا نام لکھا ہوا تھا جس پر وہ گرنے والا تھا۔ حضرت قتادہ اور عکرمہ کہتے ہیں کہ "ظالمین" سے مراد اس امت کے ظالم ہیں۔ امام بغوی کہتے ہیں کہ بعض آثار میں آیا ہے کہ کوئی ظالم [خواہ اس دور میں ہو یا اس سے پہلے ہو] ایسا نہیں کہ وہ پتھر کے نشانے پر نہ ہو۔ (مظہری)

مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا

قوم مدین برادر ایشاں شعیب را گفت اے قوم من عبادت کنید خدا را نیست

قوم مدین کی جانب انکے برادر شعیب کو، فرمایا: اے میری قوم! عبادت کرو اللہ کی، نہیں ہے

لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۖ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ

شما را ہیچ معبود مگر وی و کم مکنید پیمانہ و ترازو را ہر آئنہ من

تمہارے لئے کوئی معبود مگر وہ اور پیمانہ اور ترازو کو کم نہ کرو بیشک میں

اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ﴿٨٤﴾

می بینم شما را بآسودگی و ہر آئنہ من می ترسم بر شما از عذاب روز در گیرندہ

تم کو آسودہ حال دیکھتا ہوں اور بیشک میں ڈرتا ہوں تم پر گھیرنے والے روز کے عذاب سے [1]

وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا

و اے قوم من تمام کنید پیمانہ و ترازو و بانصاف و کم مرسانید

اور اے میری قوم! پورا کرو پیمانہ اور ترازو انصاف سے اور کم نہ پہنچاؤ

النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿٨٥﴾

بمردماں چیزہائے ایشاں را و تباہکاری مکنید در زمین فساد کناں

لوگوں کو انکی چیزیں اور فساد نہ کرو زمین میں فساد کرنے والوں (کی طرح) [2]

بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَآ اَنَا

نفعتی کہ خدا حلال ساختہ است بہتر ست شما را اگر باور دارندگانید و نیستم من

وہ نفع جسے اللہ نے حلال کیا ہے بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم یقین رکھنے والے ہو اور میں نہیں ہوں

عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿٨٦﴾ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ

بر شما نگہبان گفتند اے شعیب آیا نماز تو میفرماید ترا کہ

تم پر نگہبان [3] انھوں نے کہا: اے شعیب تمہاری نماز تمہیں حکم دیتی ہے کہ

تفسیر اظہار العرفان

[1] جاننا چاہیئے کہ اس سورتِ مبارکہ میں قصصِ مذکورہ میں سے چھٹا قصہ ہے [اول حضرت نوح علیہ السلام، دوم حضرت ھود علیہ السلام، سوم حضرت صالح علیہ السلام، چہارم حضرت ابراہیم علیہ السلام، پنجم حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام کا واقعہ ہے] کثیر مفسرینِ کرام فرماتے ہیں کہ مدین شہر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے مدین نے آباد کیا تھا اسی کے نام پر شہر کا نام رکھ دیا گیا۔ یہاں یہ بات واضح رہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام تبلیغ کے باب میں اولاً توحید کی جانب بلاتے ہیں، اسی بناء پر حضرت شعیب علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا: مَالَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ''تمہارے لئے اسکے سوا کوئی معبود نہیں ہے''۔ توحید کی تبلیغ کے بعد اہم ثم اہم کی تبلیغ فرماتے ہیں۔ مدین والے ناپ اور تول میں کمی کرتے تھے اس لئے آپ نے توحید کے بعد اس عادتِ قبیحہ کے چھوڑنے کی تبلیغ کی اور فرمایا: وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ ''اور ناپ اور تول میں کمی نہ کرو''۔ (تفسیر کبیر) حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم دو میزان اور دو مکیال رکھتے تھے ایک بڑا اور دوسرا اس سے چھوٹا۔ جب یہ لوگ کسی سے سامان لیتے تو بڑے مکیال یا بڑے میزان سے لیتے اور جب سامان فروخت کرتے تو چھوٹے میزان یا چھوٹے مکیال کو استعمال کرتے تھے۔ (روح البیان)

[2] سوال: اس آیت میں تکرار واقع ہے اور اس طرح کہ اس سے پہلے ارشاد ہوا ''اور ناپ تول میں کمی نہ کرو'' اب ارشاد ہو رہا ہے کہ ''ناپ تول پورا کرو'' پھر تیسری جگہ ارشاد ہے کہ ''اور کم نہ پہنچاؤ لوگوں کی چیزیں'' جبکہ ان تینوں کا مقصد ہے کہ ناپ تول میں کمی نہ کرو۔ جواب: چونکہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم اس عمل پر مصر تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے مبالغہ کے ساتھ انکو اس سے روکا، اس آیت میں تکرار تاکید کا فائدہ دے رہی ہے۔ (تفسیر کبیر) رسول اللہ ﷺ نے غلہ کو فروخت کرنے سے اسوقت تک روکا ہے جب تک دوبارہ ایک بار بائع نے اور ایک بار مشتری نے اپنے اپنے پیمانے سے ناپ تول نہ کر لی ہو۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں غلہ پیمانوں سے ناپ کر فروخت کیا جاتا تھا صاع، فرق اور وسق وغیرہ غلہ ناپنے کے پیمانے تھے، تول کر نہیں بیچا جاتا تھا، یہ بھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ وزن کر کے ذرا جھکتا دو کیونکہ ہم گروہِ انبیاء اسی طرح تولتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی پیمائشی یا وزنی چیز کسی نے ناپ کر خریدی ہو اور بائع نے ناپ تول کر دی ہو تو جب تک خریدار خود دوبارہ اسکا ناپ تول نہ کر لے نہ خود اسکو استعمال کر سکتا ہے نہ فروخت کر سکتا ہے۔ (مظہری) [3] یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال میں سے جو کچھ باقی رکھا وہ اس سے بہتر ہے جسے تم ناپ تول میں کمی کر کے رکھتے ہو۔ حضرت حسن کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس قدرِ قلیل سے تمہارے لئے بہتر ہے اس لئے کہ اطاعت کا بدلہ باقی رہنے والا ہے۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ تمہارا وہ حصہ جو تمہارے رب کے پاس ہے بہتر ہے۔ میں [علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ] کہتا ہوں کہ یہ بقیہ مال سے ہوگا تو ان کیلئے دنیا میں باقی رہیگا اور یہ بقیہ ثواب اللہ سے ہو تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوگا اور یہ دونوں اس کیلئے بہتر ہیں، مال تو اس اعتبار سے کہ جب لوگوں کو اس کے صدق اور امانت کے بارے میں معلوم ہوگا تو لوگ اسکی جانب ہر معاملات میں رجوع کرینگے اس طرح بابِ رزق اس کیلئے کھل جائیگا۔ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ اس میں دو وجوہ جائز ہیں۔ پہلی وجہ: میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں اور بھلائی کی جانب رہنمائی کرتا ہوں [اس کے باوجود بھی اگر تم باز نہیں آؤ گے] تو میں اس عملِ قبیح سے تمہیں روکنے پر قدرت نہیں رکھتا ہوں۔ دوسری وجہ: ناپ تول میں کمی کے باعث پہلے جو اشارات دیئے گئے کہ اسکی وجہ سے اللہ تعالیٰ تم سے رحمت زائل فرما دیگا تو اس وقت میں تمہاری حفاظت پر قدرت نہیں رکھوں گا۔ (تفسیر کبیر)

نَتۡرُكَ مَا یَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوۡ اَنۡ نَّفۡعَلَ فِیۡۤ اَمۡوَالِنَا مَا

بگذاریم آنچہ می پرستیدند پدران ما یا بگذاریم آنکہ کنیم در اموال خود ہر چہ

ہم چھوڑ دیں جسے ہمارے باپ دادا نے پوجا ہے یا یہ کہ ہم اپنے اموال میں جو

نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنۡتَ الۡحَلِیۡمُ الرَّشِیۡدُ ﴿۸۷﴾ قَالَ یٰقَوۡمِ اَرَءَیۡتُمۡ

خواہیم ہر آئنہ تو مرد بردبار راست معاملہٗ (و مقصود ایشاں استہزا بود) گفت اے قوم آیا دیدید

چاہیں کریں واقعی آپ بردبار درست معاملہ والے ہیں (انکا مقصود استہزا تھا)[۱] فرمایا: اے قوم! بھلا بتاؤ

اِنۡ كُنۡتُ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنۡ رَّبِّیۡ وَرَزَقَنِیۡ مِنۡهُ رِزۡقًا

اگر باشم بر حجتی از پروردگار خود و دادہ باشد بمن از جانب خود روزیٔ

اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور مجھ کو اپنی طرف سے اچھا رزق دیا ہے

حَسَنًا ؕ وَمَاۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اُخَالِفَكُمۡ اِلٰی مَاۤ اَنۡهٰىكُمۡ عَنۡهُ ؕ

نیک و نخواہم کہ خلاف کنم با شما مایل شدہ بسوے آنچہ منع میکنم شما را ازاں

اور میں نہیں چاہتا کہ تمہارے پیچھے وہ چیز کروں جس سے میں تم کو منع کرتا ہوں

اِنۡ اُرِیۡدُ اِلَّا الۡاِصۡلَاحَ مَا اسۡتَطَعۡتُ ؕ وَمَا تَوۡفِیۡقِیۡۤ

نمی خواہم مگر صلاح کارے تا بتوانم و نیست توفیق من

میں نہیں چاہتا ہوں مگر اصلاح جہاں تک مجھ سے ہو سکے اور نہیں ہے میری توفیق

اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَیۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَاِلَیۡهِ اُنِیۡبُ ﴿۸۸﴾ وَیٰقَوۡمِ

مگر بفضل خدا بروی توکل کردم و بسوے وے رجوع میکنم و اے قوم من نکند

مگر اللہ کے فضل سے اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور اسی کی جانب رجوع کرتا ہوں[۲] اور اے میری قوم!

لَا یَجۡرِمَنَّكُمۡ شِقَاقِیۡۤ اَنۡ یُّصِیۡبَكُمۡ مِّثۡلُ مَاۤ اَصَابَ

پیدا در حق شما دشمنی من ایں خصلت را کہ برسد بشما مانند آنکہ رسید

میری دشمنی تمہارے حق میں اس خصلت کو پیدا نہ کرے کہ تمہیں اسکی مثل پہنچے جو پہنچا

[۱] مروی ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کثیر الصلوۃ تھے' فرائض اور نوافل پر مواظبت فرماتے تھے اور اپنی قوم سے فرماتے تھے کہ بیشک نماز برائی اور بے حیائی سے بچاتی ہے۔ جب آپ نے قوم کو اسکا حکم دیا تو وہ لوگ کثرتِ صلوۃ کی بناء پر آپکی برائی کرنے لگے اور آپکا استہزاء کرنے لگے اور کہا کہ اللہ نے اسکے متعلق کوئی خبر نہیں دی ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہاں صلوۃ بمعنی قرأت ہے' حضرت حسن فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا مگر ان پر صلوۃ اور زکوۃ فرض کی۔ (القرطبی) جاننا چاہیئے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو دو چیزوں کا حکم دیا' اول توحید' دوم ناپ تول میں کمی نہ کرنا۔ قوم نے جواباً ان دونوں طرح کی طاعت کا سے انکار کر دیا [اس آیت میں ان دونوں امور کی جانب اشارہ کیا گیا ہے] پس اَنۡ نَّتۡرُکَ مَایَعۡبُدُ آبَاءُ نَا سے توحید کی جانب اشارہ ہے اور اَوۡاَنۡ نَّفۡعَلَ فِیۡ اَمۡوَالِنَا مَا نَشَاءُ سے ناپ تول میں کمی نہ کرنے کے حکم کو رد کر دینے کی جانب اشارہ ہے۔ واضح رہے کہ اس جگہ لفظِ صلوۃ میں دو اقوال ہیں۔ پہلا قول: اس سے مراد دین اور ایمان ہے اس لئے کہ نماز شعارِ دین میں اظہر ہے اس لئے صلوۃ کو دین سے کنایۃً ذکر فرمایا۔ دوسرا قول: یہاں صلوۃ سے مراد اعمالِ مخصوصہ ہیں۔ اِنَّکَ لَاَنۡتَ الۡحَلِیۡمُ الرَّشِیۡدُ اس میں چند وجوہ ہیں۔ (۱) اسکا مطلب یہ ہے کہ بیشک آپ سفیہ اور نادان ہیں مگر قوم نے ان دونوں لفظ کا عکس استہزاء اور سخریت کے طور پر کیا جیسے بخیل کیلئے کہا جاتا ہے کہ اگر میں تمہیں حاتم دیکھونگا تو تمہیں سجدہ کرونگا۔ (۲) حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم میں حلیم ورشید کی صفت سے مشہور تھے جب آپ نے اپنی قوم کو دو امور کا حکم دیا تو قوم تعجب سے کہنے لگی کہ اے شعیب! آپ تو ہم میں حلیم اور رشید ہیں پھر آپ ہمیں ہمارے آباء واجداد کے دین سے کیونکر روکتے ہیں اس سے انکا مقصد یہ تھا کہ جو شخص ان صفات سے متصف ہوتا ہے وہ ایسا حکم نہیں دیتا ہے۔ (تفسیر کبیر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قوم نے حضرت شعیب علیہ السلام کو حلیم ورشید بطورِ طنز کہا تھا حقیقت میں انکے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ تم سادہ لوح وگمراہ ہو۔ عرب والے ایک مفہوم کی تعبیر اسکے ضد سے کر لیتے ہیں نیک شگون یا دعا کے طور پر اس شخص کو جسکو بچھو ڈس لے "سلیم" کہتے ہیں اور خطرناک بیابان کو "مَفَازہ" کامیابی کی جگہ کہہ دیتے ہیں۔ (مظہری) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہودیوں نے نبی ﷺ کے پاس آکر [اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ کی بجائے] اَلسَّامُ عَلَیۡکُمۡ کہا پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے [یہودیوں کی جانب سے انکی اس خباثت کو سنکر] کہا اَلسَّامُ عَلَیۡکُمۡ یَا اِخۡوَانَ الۡقِرَدَةِ وَالۡخَنَازِیۡرِ وَلَعۡنَةُ اللّٰهِ وَغَضَبُهٗ "السام علیکم اے بندرو اور خنزیر کے بھائی اور اللہ تعالیٰ کی لعنت اور غضب تم پر ہو" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ چھوڑو' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! ان یہود نے کیا کہا آپ نے سماعت نہیں فرمایا؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میں نے جواباً ان کو کیا لوٹایا تم نے نہیں سنا؟ رفق کسی چیز میں داخل نہیں ہوتی مگر اسکے وزن کے مطابق اور رفق چھینی نہیں جاتی مگر اسکی شان کے مطابق (احمد) [۲] رِزۡقًا حَسَنًا سے مراد حلال رزق ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام بڑے مالدار تھے' مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی کے ذریعے سے بصیرت عطا فرمائی اور مجھے بغیر محنت و مشقت کے حلال رزق عطا فرمایا تو کیا اب یہ جائز ہے کہ میں اسکے احکام کی مخالفت کروں اور وحی میں خیانت کروں اور اسکا پیغام نہ پہنچاؤں۔ قوم نے حضرت شعیب علیہ السلام پر طنز کیا تھا کہ تم ساری قوم کے مذہب کی مخالفت کر رہے ہو' اس پر آپ نے مذکورہ بالا الفاظ میں انکو جواب دیا اور قوم کے افکار واعمال کی مخالفت کرنے کی وجہ بیان کر دی۔ یعنی جس بات سے تم کو روک رہا ہوں میں اسکا ارتکاب کروں اور اپنے عمل کو قول کے خلاف ظاہر کروں ایسا کرنا نہیں چاہتا۔ اگر یہ بات بہتر ہوتی تو میں اسکو کیوں چھوڑتا؟ میں تمہارے لئے وہی بات پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں (مظہری)

قَوۡمَ نُوۡحٍ اَوۡ قَوۡمَ هُوۡدٍ اَوۡ قَوۡمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوۡمُ لُوۡطٍ

بقوم نوح یا قوم هود یا قوم صالح و نیست قوم لوط

قوم نوح یا قوم هود یا قوم صالح کو اور قوم لوط

مِّنۡكُمۡ بِبَعِيۡدٍ ﴿۸۹﴾ وَاسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّكُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَيۡهِ ؕ اِنَّ

دور از شما و طلب آمرزش کنید از پروردگار خود باز رجوع کنید بسوے او هر آئنه

تم سے دور نہیں ہے[۱] اور طلب کرو مغفرت اپنے رب سے پھر رجوع کرو اسکی جانب بیشک

رَبِّىۡ رَحِيۡمٌ وَّدُوۡدٌ ﴿۹۰﴾ قَالُوۡا يٰشُعَيۡبُ مَا نَفۡقَهُ كَثِيۡرًا

پروردگار من مهربان دوستدار است گفتند اے شعیب نمی فهیم بسیارے

میرا رب مہربان ہے محبت والا ہے[۲] انھوں نے کہا: اے شعیب! ہمیں بہت سی باتیں سمجھ میں نہیں آتیں

مِّمَّا تَقُوۡلُ وَاِنَّا لَنَرٰٮكَ فِيۡنَا ضَعِيۡفًا ۚ وَلَوۡلَا رَهۡطُكَ

از آنچه می گوئی و هر آئنه ما بنیم ترا درمیان خود نا تواں و اگر نبودی قبیله تو

جو تم کہتے ہو اور بیشک ہم دیکھتے ہیں تمہیں اپنے درمیان کمزور اور اگر نہ ہوتا تمہارا قبیلہ

لَرَجَمۡنٰكَ ؗ وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَيۡنَا بِعَزِيۡزٍ ﴿۹۱﴾ قَالَ يٰقَوۡمِ اَرَهۡطِىۡۤ

سنگسار میکردیم ترا و نیستی تو پیش ما گرامی قدر گفت اے قوم من آیا قبیله من

تو ہم تجھے سنگسار کرتے اور نہیں ہے تو ہمارے سامنے گرامی قدر[۳] فرمایا: اے میری قوم! کیا میرا قبیلہ

اَعَزُّ عَلَيۡكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاتَّخَذۡتُمُوۡهُ وَرَآءَكُمۡ

گرامی تر است پیش شما از خدا و گرفتید خدارا انداخته پس پشت خویش

زیادہ معزز ہے تمہارے نزدیک اللہ سے اور تم نے اللہ (کے حکم) کو پیٹھ پیچھے ڈال رکھا

ظِهۡرِيًّا ؕ اِنَّ رَبِّىۡ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ مُحِيۡطٌ ﴿۹۲﴾ وَيٰقَوۡمِ اعۡمَلُوۡا عَلٰى

هر آئنه پروردگار من بآنچه میکنید در گیرنده است و اے قوم من عمل کنید بر

بیشک میرا رب جو تم کرتے ہوئے احاطہ کئے ہوا ہے[۴] اور اے میری قوم! عمل کرو

تفسیر اظہار العرفان

[۱] اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ حضرت شعیب علیہ السلام کے اس قول کو نقل فرما رہا ہے جو انھوں نے اپنی قوم کو خطاب میں کہا آپ نے فرمایا: اے میری قوم نہ ابھارے میری عداوت، بغض اور میرا اپنے دین پر قائم رہنا اس عمل پر جس پر تم ہو یعنی کفر، بتوں کی عبادت، ناپ تول میں کمی، ترکِ انابت اور ترکِ توبہ، اگر تم نے ایسا کیا تو تمہیں بھی پہنچے گا۔ قومِ ہود۔ قومِ صالح اور قومِ لوط کی طرح عذاب، کیا تم ان واقعات سے نصیحت حاصل نہیں کرتے ہو اور ان لوگوں کے حالات کو دیکھ کر عبرت حاصل نہیں کرتے ہو؟ (ابن جریر) وَمَا قَوۡمُ لُوۡطٍ مِّنۡكُمۡ بِبَعِيۡدٍ اس میں دو وجہیں ہیں (۱) یہاں بُعد کی نفی سے مراد مکان ہے اس لئے کہ قومِ لوط شہر مدین سے قریب تھے (۲) یہاں بُعد کی نفی سے مراد زمان ہے اس لئے کہ قومِ لوط کی ہلاکت کا زمانہ قریب تھا جسے حضرت شعیب علیہ السلام کے زمانے میں ہر خاص و عام جانتا تھا پس ان دونوں صورتوں میں یعنی مکان و زمان کے بُعد کی نفی میں زیادتِ معرفت کا فائدہ حاصل ہوگا اور انکے احوال پر کمالِ وقوف، گویا کہ ان سے کہا جا رہا ہے کہ تم لوگ ان کے احوال کو دیکھ کر عبرت حاصل کرو اور اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے ڈرو کہ کہیں تم پر انکی مثل عذاب نازل نہ ہو جائے۔ (تفسیر کبیر)

[۲] مروی ہے کہ نبی ﷺ جب حضرت شعیب علیہ السلام کا تذکرہ فرماتے تو ارشاد فرماتے ذَالِکَ خَطِیۡبُ الۡاَنۡبِیَاءِ ترجمہ: آپ خطیب الانبیاء ہیں۔ (القرطبی) اِنَّ رَبِّىۡ رَحِيۡمٌ وَّدُوۡدٌ اسکا مفہوم یہ ہے کہ میرا رب جمیع خلائق کیلئے بھلائی چاہتا ہے اور خلائق کے کل احوال میں اچھائی چاہتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ اسکا مفہوم یہ ہے کہ اپنے اولیاء کیلئے محب ہے۔ جاننا چاہیئے کہ اگر اللہ تعالیٰ "ودود" نہ ہوتا تو اپنے بندوں کو ہدایت نہ دیتا اور عبد مؤمن کی توبہ سے خوش نہ ہوتا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کیلئے عبدِ مؤمن کی توبہ سے زیادہ خوشی نہیں ہے، ایک شخص ساز و سامان کے ساتھ ایک زمین پر اترتا ہے پھر سر رکھ کر سو جاتا ہے جب بیدار ہوتا ہے تو اسکی سواری غائب ہو جاتی ہے۔ بندہ تلاش میں نکلا یہاں تک کہ سخت گرمی اور پیاس اسے پہنچی پھر وہ بندہ تھک کر اسی جگہ واپس آ کر سو جاتا ہے جیسے ہی اسکی آنکھ کھلی تو سواری ساز و سامان کیساتھ وہاں موجود تھی اسوقت اس بندے کو جتنی خوشی ہوگی اس سے کہیں زیادہ خوشی اللہ تعالیٰ کو بندے کی توبہ پر ہوتی ہے۔ (روح البیان)

[۳] جاننا چاہیئے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے انکی زبان میں خطاب فرمایا اسکے باوجود قوم نے کہا کہ مَا نَفۡقَهُ یعنی ہمیں آپکی بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ علمائے مفسرین اسکا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قوم نے آپ کے خطاب کو سمجھنے کے باوجود کہا کہ ہم آپکی بات سمجھ نہیں پا رہے ہیں ایسا انھوں نے شدتِ نفرت کی بناء پر کیا۔ اسکا دوسرا جواب یہ ہے کہ ان لوگوں نے قلوب سے آپکی باتوں کو سمجھ لیا تھا لیکن زبان سے اسکا اقرار نہیں کر رہے تھے۔ ایسا انھوں نے استہانت کے طور پر کیا۔ (تفسیر کبیر)

[۴] یعنی میرے خاندان کی رعایت سے تم نے مجھے قتل نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہے اس خداداد رسالت کا تم نے کوئی لحاظ نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ کو بالکل فراموش کر دیا، اسکے ساتھ دوسروں کو شریک بناتے ہو، تم کو کوئی اندیشہ ہوا نہ اسکے رسول کی توہین کرنے سے کوئی باک۔ (مظہری) جاننا چاہیئے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت پر جب قوم نے آپکو قتل اور ایذا رسانی کی دھمکی دی تو حضرت شعیب علیہ السلام نے اس کے جواب میں یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ تم لوگ برادری کا اس قدر لحاظ کرتے ہو لیکن اپنے رب کے فرمان کا کوئی لحاظ نہیں کرتے ہو اور اس کے فرمان کو پسِ پشت ڈال دیتے ہو۔ (تفسیر کبیر) مِنَ اللّٰهِ ظاہر یہ ہے کہ مِنِّیۡ کہا جاتا مگر حضرت شعیب علیہ السلام نے مِنَ اللّٰهِ اس لئے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اس لئے آپ کا معاملہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا معاملہ ٹھہرا۔ (روح البیان)

مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ ۖ سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۙ مَنْ يَأْتِيهِ

طور خود ہر آئنہ من عمل کننده ام زود خواہید دانست آنرا کہ بیایدش

اپنے طریقے پر بیشک میں عمل کرنے والا ہوں (اپنے طریقے پر) بہت جلد جان لو گے کس پر آئے گا

عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ۖ وَارْتَقِبُوا إِنِّي

عذابی کی رسوا کندش و آنرا کہ وی دروغگو ست و انتظار برید ہر آئنہ من

وہ عذاب جو اسے رسوا کریگا اور اسے کہ کون جھوٹا ہے اور انتظار کرو بیشک میں

مَعَكُمْ رَقِيبٌ ﴿٩٣﴾ وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَالَّذِينَ

با شما منتظرم و وقتیکہ آمد عذاب ما خلاص ساختیم شعیب را و آنانرا کہ

تمہارے ساتھ منتظر ہوں ! اور جس وقت ہمارا عذاب آیا تو ہم نے نجات دی شعیب کو اور ان لوگوں جو

آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَأَخَذَتِ الَّذِينَ ظَلَمُوا

ایمان آوردند باوی بہ بخشائش از ما و در گرفت ظالمان را

ایمان لائے انکے ساتھ اپنی رحمت سے اور پکڑ لی ظالموں کو

الصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جَاثِمِينَ ﴿٩٤﴾ كَأَنْ لَمْ

آواز سخت پس گشتند در سراہاے خویش مردہ افتادہ گویا ہر گز

سخت آواز نے پس ہو گئے اپنے گھروں میں مردہ پڑے ہوئے ٢ گویا ہر گز

يَغْنَوْا فِيهَا ۗ أَلَا بُعْدًا لِمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُودُ ﴿٩٥﴾

نبودند آنجا آگاہ باش دوری باد مدین را چنانکہ دور افتادند ثمود

ہر گز نہ تھے اس جگہ' آگاہ ہو دوری رہے مدین کیلئے جیسا کہ دوری تھی ثمود کیلئے ٣

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُبِينٍ ﴿٩٦﴾

و ہر آئنہ فرستادیم موسیٰ را ہا نشانہائے خود و بدلیل روشن

اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور روشن دلیل کے ساتھ بھیجا ٤

١ اس آیت کریمہ میں قوم سے تہدید و وعید ہے۔ آپ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم عذاب اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا انتظار کروٗ میں اللہ تعالیٰ کی نصرت اور رحمت کا انتظار کرونگا۔ (القرطبی)

٢ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دو امتوں کو ایک عذاب نہیں دیا سوائے قومِ شعیب اور قومِ صالح کے' کہ قوم صالح کو کڑک نے نیچے سے پکڑا' اور قومِ شعیب کو کڑک نے اوپر سے پکڑا۔ وَلَمَّا جَاءَ اَمْرُنَا یعنی جب ہمارے حکم کا وقت آ گیا اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کے ساتھ جو مؤمنین تھے ان کو اپنی رحمت سے نجات دی۔ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا میں دو وجوہ ہیں (١) اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو اس عذاب سے محض اپنی رحمت سے نجات دی' اس میں یہ تنبیہ بھی ہے کہ بندہ کو جو کچھ ملتا ہے اسکی رحمت سے ملتا ہے (٢) یہاں رحمت سے مراد ایمان' اطاعت اور تمام اعمالِ صالحہ ہیں اور یہ سب بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر ممکن نہیں ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے اس عذاب کی کیفیت بیان فرمائی وَاَخَذَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ. (تفسیر کبیر) کہا گیا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک چیخ ماری تھی جس سے سب کی جانیں نکل گئیں یا آسمان کی طرف سے ایک چیخ آئی تھی جس سے سب مر گئے' جُثُوْمٌ کا لغوی معنی ہے زمین سے چمٹ جانا۔ (مظہری)

٣ قومِ ثمود کی ہلاکت بھی ایک چیخ سے ہوئی تھی اس لئے اہل مدین کی ہلاکت کو قومِ ثمود کی ہلاکت سے تشبیہ دی گئی۔ (مظہری) آیت میں اشارہ ہے کہ کفار اور اہل ہوا اپنی فطری روحانی استعداد کو طلبِ دنیا میں ضائع کر دیتے ہیں' اپنی شہوات کی تکمیل میں لگے رہتے ہیں' حق اور ہدایت کو قبول کرنے سے روگردانی کرتے ہیں اور باطل میں کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح صورتاً اور معناً ہلاکت کی جانب چلے جاتے ہیں۔ اس لئے صالحین پر لازم ہے کہ ہالکین کے احوال سے عبرت حاصل کریں کہ ان لوگوں نے آخرت پر دنیا کو ترجیح دی پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے انکے اموال اور ان کے شہروں کو سلب کر لیا اور وہ لوگ ان چیزوں سے نفع حاصل نہ کر سکے' حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مجالسِ رسول اللہ ﷺ میں سے ایک مجلس میں حاضر ہوا' ایک شخص سفید چہرہ' خوبصورت بالوں اور سفید کپڑے والا حاضر ہوا اور آ کر کہا: السلام علیک یارسول اللہ' آپ نے جواباً فرمایا: علیک السلام' پھر اس شخص نے سوال کیا کہ دنیا کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: یہ نیند کے خواب کی طرح ہے اور اسکے رہنے والے مجازون [نیک کام کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اسکا بدلہ دیگا] اور معاقبون ہیں [اس دنیا میں گناہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ عذاب میں مبتلا فرمائیگا] اس شخص نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آخرت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہمیشہ کی زندگی [اس آخرت میں] ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ بھڑکتی آگ میں ہوگا۔ اس شخص نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! جہنم کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: آخرت کا بدلہ اسکے طالب کیلئے اور وہ اس سے کبھی بھی جدا نہیں ہوگا۔ اس شخص نے عرض کیا اس امت کی بھلائی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں عمل کرتا ہو۔ اس شخص نے عرض کیا: اس دنیا میں انسان کس طرح اپنی زندگی بسر کرے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: اپنے آپ کو طالبِ قافلہ کی طرح سمیٹتا ہوا۔ اس شخص نے عرض کیا: اس میں کتنا قرار ہے؟ آپ نے فرمایا کہ پیچھے رہ جانے والے کی مقدار میں' سائل نے پوچھا دنیا اور آخرت میں کتنا فاصلہ ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: پلک جھپکنے کی مقدار۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سوال کرنے والا چلا گیا اور ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ جبرائیل تھے جو اس لئے آئے تھے کہ تم کو دنیا سے کنارہ کشی کا طریقہ اور آخرت میں رغبت کا طریقہ سکھا دیں۔ جاننا چاہیئے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی چیخ تھی جس نے ان سرکش قوم کو ہلاک کیا اور انہیں جینے نہیں دیا اس طرح حضرت شعیب علیہ السلام کی پکار نے مؤمنین کو زندہ کیا اور انہیں اس عذاب میں مرنے نہیں دیا۔ اس لئے کہ انبیاء اور اولیاء کے انفاس زندگی بخشنے میں نفخِ اسرافیل کی طرح ہیں۔ (روح البیان) ٤ یعنی نبی کے بعد نبی تا کہ حجت قائم ہو جائے اور انکار کی علت زائل ہو جائے۔ (القرطبی)

اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَآ
بسوئے فرعون و جماعت او پس پیروی کردند فرمان فرعون را و نبود
فرعون اور اسکی جماعت کی جانب پس انھوں نے فرعون کے حکم کی پیروی کی اور نہ تھا
اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ﴿۹۷﴾ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
فرمان فرعون بر راہ راست و پیشوا شود فرعون قوم خود را روز قیامت
فرعون کا حکم سیدھی راہ کیلئے [۱] اور آگے ہو گا فرعون اپنی قوم کے قیامت کے روز
فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ۭ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ﴿۹۸﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ
پس بیارد ایشانرا در آتش و بدجائیست کہ وارد آں شدند دوزخ و از پے ایشاں آوردہ شد
پس ان سب کو دوزخ میں اتارے گا اور دوزخ بری جگہ ہے جس میں یہ لوگ اترے [۲] اور انکے پیچھے ملی
هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ﴿۹۹﴾
لعنت دریں دنیا و روز قیامت نیز بد عطائیست کہ دادہ شد آں لعنت
لعنت اس دنیا میں اور قیامت کے روز بھی، کیا ہی برا عطیہ ہے لعنت جو انہیں ملی [۳]
ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَاۗىِٕمٌ
ایں از اخبار دیہ ہا است کہ میخوانیم آنرا بر تو بعضی ازاں باقی است
یہ بستیوں کی خبروں میں سے ہے جسے ہم پڑھتے ہیں آپ پر، ان (بستیوں) میں سے باقی ہے
وَّحَصِيْدٌ ﴿۱۰۰﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ
و بعضے از بیخ بریدہ و ستم نکردیم بر ایشاں و لیکن ایشاں ستم کردند بر خویشتن پس ہیچ
اور بعض جڑ سے صاف ہیں [۴] اور ہم نے ظلم نہ کیا ان پر لیکن انھوں نے ظلم کیا اپنے اوپر پس کچھ بھی عذاب
اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ
دفع نکردند از ایشاں معبودان ایشانرا میخواندند بجز
نہ ہٹایا ان سے ان کے ان معبودوں نے جن کو پکارتے تھے

[۱] یہ اس سورت کا ساتواں قصہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے اور یہ اس سورت کا آخری قصہ ہے۔ (تفسیر کبیر) اس آیت میں گروہِ فرعون کی جہالت وحماقت کا بیان ہے، کہ فرعون الوہیت کا مدعی تھا باوجود یہ کہ اپنے مصاحبین کی طرح عام انسان تھا، علی الاعلان کفر وشرک اور ظلم کرتا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ہادی برحق تھے عقل ونقل کی شہادت اور معجزات کی تائید آپ کے قول کو ثابت کر رہی تھی، پھر بھی فرعون کے ساتھ ایسے لوگ تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے ہادی برحق کی پیروی سے روگردانی کرتے تھے اور فرعون جیسے باطل پرست کی پیروی کرتے تھے۔ (مظہری) وَمَا اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ. کاشفی کہتے ہیں کہ فرعون کا کام رشد وصواب کی نہج پر نہ تھا۔ دوسرے لوگوں کا کہنا ہے کہ رشد ہر محمود شے کیلئے مستعمل ہے اور ہر پسندیدہ کام کیلئے بھی۔ جس طرح غبی ہر مذموم اور ناپسندیدہ کیلئے مستعمل ہے۔ یہاں رشید بمعنی مرشد ہے۔ معنی یہ ہوگا کہ فرعون خیر کی جانب رہنمائی کرنے والا نہیں ہے۔ (روح البیان)

[۲] فرعون دنیا میں اپنی قوم کا گمراہی میں پیشوا تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں بھی مقدم رکھے گا اور اسکی قوم اسکے تابع ہوگی، یا یہ مفہوم ہے کہ جس طرح دنیا میں یہ اپنی قوم پر مقدم تھا، دریا میں پہلے داخل ہوا اور اسے قوم سے پہلے غرق کیا گیا اسی طرح قیامت کے روز جہنم کی آگ اسے سب سے پہلے جلائے گی۔ سوال: يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ یعنی يُوْرِدُ کی بجائے ماضی کا صیغہ اَوْرَدَ ہے ایسا کیوں؟ جواب: یہاں مضارع کی جگہ ماضی کا صیغہ غایتِ مبالغہ کی دلالت کیلئے ہے۔ (تفسیر کبیر) واضح رہے کہ وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ایک دعویٰ تھا اور يَقْدُمُ قَوْمَهٗ الخ دلیل ہے کیونکہ جس کی رہنمائی دوزخ میں لے جائے وہ یقیناً غلط رو ہوگا اور اسکی رہبری تباہ کن ہوگی یا یوں کہا جائے کہ رشیدوہ ہے جسکا انجام اچھا ہو اور فرعون کی پیشوائی کا انجام تباہ کن ہوگا گویا دوسری آیت پہلی آیت کی تشریح ہے۔ (مظہری)

[۳] اس آیت کریمہ میں اہل ہوا کی پیروی اور اہل فسق کی دوستی کی مذمت کی گئی ہے۔ حدیث شریف میں ہے لَا تُسَاكِنُوا الْمُشْرِكِيْنَ وَلَا تُجَامِعُوْهُمْ فَمَنْ سَاكَنَهُمْ اَوْ جَامَعَهُمْ فَهُوَ مِنْهُمْ وَلَيْسَ مِنَّا. ترجمہ: ''مشرکوں کے ساتھ نہ رہو اور نہ ان کے ساتھ جمع ہو پس جو ان کے ساتھ رہے انکے ساتھ جمع ہو ان ہی میں سے ہے اور ہم میں سے نہیں ہے'' اس حدیث شریف کا مفہوم یہ ہے کہ ایک ہی گھر میں ان کیساتھ نہ رہو اور مجلس واحد میں انکے ساتھ جمع نہ ہو یہاں تک کہ وہ اپنے برے اخلاق اور قبیح سیرت کے اثرات تم میں نہ ڈال دیں۔ (روح البیان) اس آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ فرعون کی پیروی کی وجہ سے اسکی قوم پر دنیا وآخرت میں لعنت ہے اور یہ لعنت اللہ تعالیٰ، ملائکہ اور انبیائے کرام علیہم السلام کی جانب سے دین ودنیا میں ملی ہوئی ہے جو ان سے زائل نہیں ہوگی۔ اَلرِّفْدُ بمعنی عطیہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ سب لعنت کی طرف پلٹیں گے، حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ ان سب پر دو لعنتیں چھائیں گی۔ ایک لعنت اس دنیا میں اور دوسری لعنت اخرت میں۔ (تفسیر کبیر) [۴] حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ آیت میں ''قَاۗىِٕمٌ'' سے مراد وہ مکانات ہیں جو بغیر چھت کے ویران پڑے تھے، اور ''حَصِيْدٌ'' سے مراد وہ بستیاں ہیں جن کے نام ونشانات تک مٹ گئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قائم بستیاں ہیں اور حصیب سے مراد ویران بستیاں ہیں یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ہے، حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ قائم سے وہ مکانات مراد ہیں جو چھتوں کے بل گرے پڑے تھے اور حصید سے مراد وہ مکانات ہیں جو باقی تھے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ بیان کردہ واقعات [اس سورت مبارکہ میں کل سات واقعات ہیں] کو انباء القری فرما رہا ہے۔ (القرطبی)

اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ

بجز ایشانرا نیفزودند تو پروردگار فرمان آمد وقتیکه خدا

اللہ کو چھوڑ کر جس وقت تمہارے رب کا فرمان آیا اور زیادہ نہ کیا ان کیلئے سوائے

تَتْبِيْبٍ ﴿١٠١﴾ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى

دیہہا را در گرفت کند تو چوں پروردگار گرفتار کردن است ہمچنیں و ہلاکے

ہلاکت کے ۱ اور اسی طرح تمہارے رب کا پکڑنا ہے جب پکڑتا ہے بستیوں کو

وَهِیَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴿١٠٢﴾ اِنَّ فِیْ

و آنہا ستمگار باشند ہر آئنہ در گرفت وی درد دہندہ سخت است ہر آئنہ در

اس حال میں کہ وہ سب ظلم کرنے والے ہوں' بیشک اسکی پکڑ سخت تکلیف دینے والی ہے ۲ بیشک

ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمٌ

ایں سخن نشانہ است کسے را کہ ترسیدہ است از عذاب آخرت آنروز روزیست

اس بات میں نشانی ہے ان کیلئے جو ڈرنے والے ہوں آخرت کے عذاب سے' یہ وہ دن ہے

مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴿١٠٣﴾ وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا

کہ جمع کردہ شوند در آں مردمان و آنروز روزیست کہ ہمہ حاضر شوند دروی و موقوف نمیداریم آنرا

کہ جمع کئے جائیں گے اس میں لوگ اور یہ وہ دن ہے کہ تمام کے تمام اس میں حاضر ہونگے ۳ اور ہم موقوف نہیں

لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ﴿١٠٤﴾ ؕ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا

مگر کس ہیچ نگوید سخن بیاید روزیکہ معین مدت تا مگر

رکھتے اسے مگر مدتِ معین تک ۴ وہ دن آئیگا کہ بات نہ کریگا کوئی مگر

بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِیٌّ وَّسَعِيْدٌ ﴿١٠٥﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا

بدستوری حق پس بعض ایشاں بد بخت باشند و بعضے نیک بخت پس اما آنانکہ بد بخت شدند

اسکی اجازت سے ان میں سے بعض بدبخت ہونگے اور بعض نیک بخت ۵ پس وہ لوگ جو بدبخت ہونگے

تفسیر اظہار العرفان

۱ اللہ تعالیٰ اس آیت کریمہ میں اپنے نبی ﷺ سے فرما رہا ہے کہ اے محمد ﷺ! جن قوموں کے بارے میں آپکو خبر دی گئی ہے کہ ان پر ہمارا عذاب آیا ان قوموں پر عذاب اس لئے آیا کہ انھوں نے ایسا کام کیا جس کی بناء وہ لوگ عذاب کے مستحق ٹھہرے۔ ہم نے بغیر استحقاق کے ان پر عذاب نازل نہیں کیا۔ (ابن جریر) ان جیسے واقعات کو جو لوگ سنتے ہیں ان پر یہ بات عیاں ہو جائے گی کہ صدیق اور زندیق کا کیا مقام ہے' اسی طرح موافق اور منافق کی عاقبت کیا ہے۔ مومن جب دنیا سے نکلتا ہے تو ثنائے جمیل کے ساتھ اور آخرت میں ثوابِ جزیل کے ساتھ داخل ہوتا ہے' جبکہ کافر دنیا میں بھی ملعون ہوتا ہے اور آخرت میں بھی ملعون ہو کر داخل ہوتا ہے۔ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ میں چند وجوہ ہیں (ا) ہم نے انھیں عذاب اور ہلاک کر کے ظلم نہیں کیا بلکہ انھوں نے کفر اور معصیت کر کے اپنے اوپر ظلم کیا (۲) جن قوموں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا یہ عذاب نازل ہونا ظلم نہیں ہے بلکہ عدل اور حکمت ہے اس لئے کہ قوم نے اولاً کفر اور معصیت کر کے اپنے اوپر ظلم کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے استحقاق کے مطابق ان پر عذاب نازل کیا (۳) حضرت ابن عباس ﷛ فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ ہم دنیا میں اپنی نعمتوں کو کم نہیں کرتے ہیں اور ہر ایک کو اس کا حصہ دیتے ہیں لیکن انھوں نے خود اپنے حصے میں کمی کی۔ (تفسیر کبیر)

۲ حضرت ابو موسیٰ اشعری ﷛ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا رہتا ہے آخر میں اس کی گرفت کرتا ہے تو ایسی کرتا ہے کہ وہ چھوٹ نہیں سکتا ہے۔ یہ فرمانے کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰى الخ. (ترمذی) ۳ یعنی آخرت کا اندازہ اس سے کر سکتے ہیں اور سمجھ سکتے ہیں کہ مجرموں پر دنیا میں جو عذاب آیا وہ عذاب آخرت کا ایک نمونہ ہے' یا یہ مطلب ہے کہ ان واقعات کے بیان کو سن کر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو ترک کر دیتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ عذاب اس الٰہ مختار کی طرف سے آیا ہے جو اپنی مرضی کے مطابق جس کو چاہئے عذاب دے اور جس پر رحم کرنا چاہیے رحم کرے' باقی رہے منکرینِ آخرت تو وہ جانوروں کی طرح ہیں نہ ان میں فہم ہے نہ بصیرت' بلکہ وہ اس قسم کے عذاب کو محض اتفاق اور سلسلۂ اسباب و مسبباب کی پوشیدہ کڑی قرار دیتے ہیں۔ (مظہری) جاننا چاہیئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آخرت کا ذکر فرمایا تو اسے دو وصف سے موصوف فرمایا۔ پہلا وصف: يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ یعنی اس روز اللہ تعالیٰ خلقِ اولین اور آخرین کو جمع فرمائے گا۔ دوسرا وصف: يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ. حضرت ابن عباس ﷛ فرماتے ہیں کہ اس روز نیکی اور بدی حاضر ہو کر گواہی دے گی' دوسرے لوگوں کا کہنا ہے کہ اہل آسمان اور اہل زمین اس روز حاضر ہونگے۔ (تفسیر کبیر) ۴ یعنی آخرت کی تاخیر اور دنیا کی فناء وقت مقررہ پر موقوف ہے اور ہر چیز جس کیلئے وقت مقرر ہو وہ متناہی ہوتی ہے۔ (تفسیر کبیر) ۵ حضرت علی ابن ابی طالب ﷛ نے فرمایا کہ ہم ایک جنازہ کے ساتھ نکلے بقیع میں پہنچے تو رسول اللہ ﷺ بھی [چھڑی ہاتھ میں لئے سامنے سے آتے] نظر آئے' آپ تشریف لا کر بیٹھ گئے تھوڑی دیر چھڑی سے زمین کریدتے رہے' پھر فرمایا: کوئی جان کسی بدن میں پھونکی ہوئی ایسی نہیں کہ جنت یا دوزخ میں اس کی جگہ پہلے سے نہ لکھ دی گئی ہو' یا اس کا شقی و سعید ہونا نہ لکھ دیا گیا ہو۔ یہ سن کر ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! تو پھر اپنے مقدر میں لکھے پر بھروسہ کیوں نہ کروں اور عمل ترک کیوں نہ کر دوں؟ فرمایا نہیں عمل کئے جاؤ ہر ایک کو تقدیر میں لکھے ہوئے عمل کی توفیق دی جاتی ہے' اہل شقاوت کو شقاوت کے عمل کی توفیق دی جاتی ہے اور اہل سعادت کو سعادت مندوں کے عمل کی توفیق دی جاتی ہے پھر آپ نے آیت فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى الخ تلاوت فرمائی۔ (مسلم)

فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَّشَهِيقٌ ﴿١٠٦﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

پس در آتش باشند ایشانرا آنجا مانند زیربم خر باشد باشند جاویداں آنجا

پس آگ میں ہونگے ان کیلئے اس جگہ گدھے کی (سی) پہلی آواز اور آخری آواز ہوگی ۱ اس جگہ ہمیشہ رہیں گے

مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ

مدت بقاے آسمانہا و زمین جز وقتیکہ خواستہ است پروردگار تو ہر آئنہ

آسمانوں اور زمین کی بقا کی مدت تک سوائے اس وقت کہ جو تمہارا رب چاہے بیشک

رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿١٠٧﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي

پروردگار تو میکند آنچہ میخواہد و اما آنانکہ نیک بخت کردہ شدند پس در

تمہارا رب جو چاہتا ہے کرتا ہے ۲ اور وہ لوگ جو نیک بخت ہوئے پس

الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ

بہشت باشند جاویداں آنجا تا مدت بقاے آسمانہا و زمین

جنت میں ہونگے، ہمیشہ رہیں گے اس جگہ آسمانوں اور زمین کی بقا کی مدت تک

اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿١٠٨﴾ فَلَا تَكُ فِيْ

بجز وقتیکہ خواستہ است پروردگار تو بخششے غیر منقطع پس مباش تو در

سوائے اس وقت کہ جو تمہارا رب چاہے، ایسی بخشش ہے جو کبھی ختم نہ ہوگی ۳ پس تو نہ رہنا شبہ میں

مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ؕ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ

شبہ از آنچہ می پرستند ایں گروہ نمی پرستند مگر چنانکہ می پرستیدند

شبہ میں اسکے بارے میں جسے یہ لوگ پوجتے ہیں نہیں پوجتے ہیں مگر جیسا کہ پوجتے تھے

اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿١٠٩﴾

پدران ایشاں پیش ازیں اما البتہ تمام رسانیدہ ایم حصہٗ ایشانرا ناکاہیدہ

ان کے باپ دادا اس سے پہلے اور ہم ضرور پورا پہنچائیں گے ان کا حصہ بغیر کمی کے ۴

۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زفیر سخت آواز کو کہتے ہیں اور شہیق کمزور آواز کو کہتے ہیں۔ حضرت ضحاک اور مقاتل کہتے ہیں کہ زفیر گدھے کی اول آواز کی مثل کو کہتے ہیں اور شہیق گدھے کی اس آواز کو کہتے ہیں جب وہ آواز سے فارغ ہوتا ہے۔ حضرت ابو العالیہ کہتے ہیں کہ زفیر سینے سے آواز نکالنے کو کہتے ہیں اور شہیق حلق سے آواز نکالنے کو کہتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ زفیر شدتِ غم سے سانس لوٹانے کو کہتے ہیں اور شہیق لمبے سانس کھینچنے کو کہتے ہیں گویا کہ زفیر اور شہیق غمگین آواز کو کہتے ہیں۔ (القرطبی)

۲ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ آسمان و زمین سے جنت و دوزخ کے آسمان و زمین مراد ہیں جو چیز سر کے اوپر ہو وہ سماء ہے اور جس پر قدم ٹکے ہوئے ہوں وہ ارض ہے۔ یہ بات ناقابلِ انکار ہے کہ حشر میں سب لوگوں کا اجتماع ہوگا تو وہ کسی جگہ ہوگا' قدموں کے نیچے بھی کوئی چیز ہوگی اور سر کے اوپر بھی۔ اہل معنی کہتے ہیں کہ اہل عرب جب کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کو آسمان و زمین کے وجود کیساتھ مشروط کرتے ہیں تو اس سے مراد انکے فعل یا عدمِ فعل کا دوام ہوتا ہے۔ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ یہ جملہ بظاہر دلالت کر رہا ہے کہ دوزخ کے اندر دوزخی ایک خاص وقت تک رہیں گے پھر مدتِ سکونت دوزخ کی ختم ہو جائیگی۔ ایک روایت میں حضرت ابن مسعود اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے جو اقوال آئے ہیں ان سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جہنم میں ایک ایسا وقت ضرور آئے گا کہ اس میں کوئی نہ ہوگا اور یہ حالت اس وقت ہوگی جب لوگ اس میں صدیوں تک رہ چکے ہونگے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان بھی اسی طرح آیا ہے۔ صوفیاء میں سے شیخ محی الدین ابن عربی کا قول بھی یہی ہے لیکن یہ قول صریح آیات و احادیث کے خلاف ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ عذاب میں ہی وہ ہمیشہ رہیں گے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر دوزخیوں سے کہہ دیا جائے کہ تم کو دوزخ میں اتنا عرصہ رہنا ہے جتنی سنگریزوں کی تعداد ہے تو وہ اسکو سن کو خوش ہو جائینگے اور اگر اہل جنت سے کہہ دیا جائے کہ تمکو جنت میں اتنا عرصہ رہنا ہے جتنی سنگریزوں کی تعداد ہے تو اسکو سن کو غمزدہ ہو جائینگے مگر ایسا نہ ہوگا بلکہ ان سب دوزخیوں اور جنتیوں کیلئے وہاں دوامِ سکونت مقرر کر دیا گیا ہے۔ امام بغوی کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اول الذکر قول اگر صحیح روایت سے ثابت ہو جائے تو اس قول کا یہ مطلب ہوگا کہ جہنم پر ایک ایسا وقت آئیگا جب اسکے اندر کوئی اہل ایمان میں سے نہیں رہیگا' اور کافر تو ہمیشہ اس میں بھرے رہیں گے۔ (مظہری) ۳ بعض اوقات میں اہل جنت کو اس درجہ پر فائز کر دیا جائیگا جو جنت سے بھی اعلیٰ ہوگا یعنی اللہ تعالیٰ کے دیدار میں مستغرق اور بارگاہِ قدس سے ناقابلِ بیان اتصال۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل جنت اپنے عیش میں ہونگے کہ اچانک اوپر سے ایک نورانی پرَ نمودار ہوگا' سر اٹھا کر دیکھیں گے تو اوپر اللہ تعالیٰ ان کی طرف توجہ فرما ہوگا اور خطاب فرمائیگا کہ اے اہل جنت تم پر سلام ہو۔ آیت سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ کا یہی مطلب ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ انکی طرف دیکھے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف۔ اللہ تعالیٰ کی جانب دیکھنے کے وقت وہ کسی اور نعمت کی طرف التفات بھی نہیں کرینگے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ حجاب فرمالیگا اور اسکا نور و رحمت اہل جنت کی گردن میں رہ جائے گی۔ (مظہری) ۴ جاننا چاہیئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے بتوں کی عبادت کرنے والوں کے واقعات' اشقیاء کے احوال اور سعداء کے احوال کو بیان فرمادیا تو اب اس آیت میں کفار کے احوال کو بیان فرما رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کفار کے بارے میں فرماتا ہے کہ ہم انھیں انکے کفر پر پورا عذاب دینگے۔ اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ اگر یہ لوگ حق سے منہ پھیریں اور کفر میں پڑے رہیں تو بھی ہم انھیں دنیوی رزق اور خیرات پورا دینگے۔ (تفسیر کبیر)

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْ

و ہر آئنہ دادہ بودیم موسیٰ را کتاب پس اختلاف افتاد دراں و اگر

اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی پس اس میں پھوٹ پڑ گئی اور اگر

لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ

نبودی سخنے کہ سابقا صادر شدہ از پروردگار تو ہر آئنہ فیصل کردہ می شد میان ایشاں و ایشاں در

نہ ہوتی ایک بات جو صادر ہو چکی ہو پہلے تمہارے رب کی طرف سے تو بیشک فیصلہ ہو چکا ہوتا ان کے درمیان اور وہ

شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ

شبہ قوی اندازاں و ہر آئنہ ہر کسے وقتیکہ بر انگیختہ شوند البتہ تمام خواہد داد ایشانرا پروردگار تو

سب اس سے قوی شبہ میں ہیں ا اور بیشک جس وقت سب اٹھائے جائیں گے تو ضرور پورا دیگا انکو تمہارا رب

اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱۱﴾ فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ

جزای کردار ایشاں ہر آئنہ وی بآنچہ میکنند دانا است پس استوار باش چنانچہ فرمودہ شدہٗ تو

انکے کردار کا بدلہ' بیشک جو عمل وہ سب کرتے ہیں جاننے والا ہے ۲ پس قائم رہو جیسا کہ حکم دیا گیا تمہیں

وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۲﴾

و آنانکہ توبہ کردہ اند ہمراہ تو نیز و از حد مگزرید ہر آئنہ وی بآنچہ میکنید بینا ست

اور وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی تمہارے ساتھ اور حد سے نہ گذرو، بیشک وہ جو تم کرتے ہو دیکھنے والا ہے ۳

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ

و میل مکنید بسوے آنانکہ ستم کردند کہ آنگاہ برسد بشما آتش و نیست شما را

اور نہ جھکو ان لوگوں کی جانب جنہوں نے ظلم کیا پس اسوقت تمہیں آگ چھوئے گی اور نہیں ہے تمہارے لئے

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَاَقِمِ

بجز خدا دوستان باز نصرت دادہ نشوید و بر پا کن

اللہ کے سوا دوست پھر مدد نہ دیئے جاؤ گے ۴ اور قائم کرو

۱ جاننا چاہیئے کہ اس سے پہلی والی آیت میں انکارِ توحید پر کفارِ مکہ کا اصرار بیان کیا گیا اب اس آیت میں انکارِ رسالت اور تکذیبِ کتاب کے اصرار کو بیان جا رہا ہے گویا کہ ان کفار کے انکار کا طریقہ ہر انبیاء کیساتھ رہا ہے مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی گئی تو کچھ نے اختلاف کیا اور بعض نے اس سے انکار کردیا۔ لَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ الخ میں چند احتمال ہیں (۱) اگر اس امت سے تاخیرِ عذاب کا حکم پہلے نہ گذرتا تو ان کفار پر اللہ تعالیٰ کا عذاب ضرور اتارا جاتا (۲) دو اختلاف کرنے والوں کے درمیان قیامت کے روز فیصلہ کا حکم نہ گذرتا تو اللہ تعالیٰ باطل اور حق کی تمیز دنیا ہی میں خوب فرما دیتا کہ حق کا کوئی منکر ہی نہ ہوتا (۳) اللہ تعالیٰ کی رحمت اسکے غضب پر اور اسکا احسان اسکے قہر پر غالب کا حکم پہلے ہی نہ گذرتا تو انکا فیصلہ ضرور دنیا ہی میں کردیا جاتا۔ (تفسیر کبیر)

۲ یعنی مومن یا کافر میں سے ہر اختلاف کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اسکا بدلہ ضرور دیگا۔ (روح البیان)

۳ جب اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں اور کافروں یعنی توحید و نبوت کے ماننے اور نہ ماننے والوں کا ذکر پہلے فرما دیا اور سزا و جزا کے وعدے اور وعید کی بھی وضاحت کردی تو اب استقامت کا حکم دے رہا ہے۔ واضح رہے کہ استقامت کا لفظ اپنے اندر عموم رکھتا ہے ہر طرح کی استقامت کو شامل ہے (۱) عقائد میں استقامت مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات کو صفاتِ کمالیہ کا جامع سمجھنا اور اسکی صفات کو مشابہ قرار نہ دینا اور نہ بندوں کو بالکل مجبور سمجھ لینا نہ کامل مختار (۲) اعمال میں استقامت مثلاً وحی اور شریعت کو پورا پورا بیان کردینا' نہ اس میں زیادتی کرے اور نہ کمی (۳) عبادات اور معاملات میں استقامت مثلاً حقوق کو انکے موافق ادا کرنا' نہ ان میں زیادتی کرنا کہ پانچ وقت کی جگہ چھ وقت کی نماز فرض قرار دے دی جائے' نہ کمی کرنا کہ چار رکعت فرض کی جگہ تین رکعت مقرر کرلی جائے۔ حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اسلام کے متعلق مجھے کوئی ایسی بات بتا دیجئے کہ آپکے بعد میں کسی سے پوچھنے کا محتاج نہ رہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: کہو میں اللہ پر ایمان لایا اور اس پر استقامت رکھو۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: استقامت سے مراد یہ ہے کہ اوامر و نواہی پر بندہ قائم ہو جائے اور لومڑی کی طرح نہ مڑے۔ [مختصر یہ کہ] استقامت بہت ہی سخت حکم ہے اس لئے صوفیا کا قول ہے کہ استقامت کا مرتبہ کرامت سے اونچا ہے۔ امام بغوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پوری نبوت کی مدت میں اس آیت سے زیادہ سخت کوئی آیت نازل نہیں ہوئی۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ مجھے سورہ ھود نے بوڑھا کردیا۔ وَلَا تَطْغَوْا بعض علماء نے کہا کہ طغیان نہ کرنے سے مراد ہے کہ اوامر و نواہی کو انکی مقرر کردہ حدود سے آگے نہ بڑھاؤ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دین آسان ہے اس میں جو شدت اختیار کریگا دینی شدت اسکو مغلوب کردیگی لہٰذا تم سیدھی اور درمیانی چال چلو اور کامیابی کی لوگوں کو بشارت دو' سختی کر کے مایوس نہ کرو اور رفتارِ صبح و شام اور کچھ سیرِ شب سے مدد حاصل کرو۔ (مظہری) ۴ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ ظالموں کی طرف محبت سے نہ جھکو اور نہ اسکی اطاعت کرو' ابن جریج کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ انکی طرف مائل نہ ہو' حضرت ابو العالیہ کہتے ہیں کہ ظالموں کے کردار سے راضی نہ ہو' ان میں سے ہر ایک قول ایک دوسرے سے قریب قریب ہے۔ واضح رہے کہ یہاں ظالم سے مراد اہل شرک ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عام نافرمان لوگ مراد ہیں۔ [انکی صحبت کے نقصان کو اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہوئے کہتا ہے] کہ کہیں انکی مصاحبت اور میل جول کی وجہ سے تمہیں بھی آگ نہ چھولے اس لئے ان سے بچو۔ (القرطبی)

الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ

نماز را دو طرف روز و ساعتی چند از شب هر آئنہ طاعات

نماز دن کے کناروں میں اور رات کے کچھ حصوں میں بیشک نیکیاں

يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَاصْبِرْ

دور میکنند گناہاں را ایں پندی ہست پند پذیرانرا و شکیبای کن

دور کرتی ہے گناہوں کو، یہ نصیحت ہے نصیحت قبول کرنے والوں کیلئے ۱ اور صبر کرو

فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَلَوْلَا كَانَ

پس ہر آئنہ خدا ضایع نمیکند مزد نیکوکارانرا پس چرا نشدند ازاں

پس بیشک اللہ ضائع نہیں فرماتا ہے نیکوکار کے اجر کو ۲ پس کیوں نہ ہوئے ان

مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ

قرنہا کہ پیش از شما بودند اہل خرد کہ منع کنند از فساد

قرنوں میں سے جو تم سے پہلے تھے عقل والے، جو روکتے فساد کو

فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ

در زمین الا اندکی کی کہ خلاص ساختیم از میان ایشاں و پیروی کردند

زمین میں مگر (ایسے لوگ) تھوڑے ان میں سے جنہیں ہم نے نجات دی اور ظلم کرنے والے

ظَلَمُوْا مَاۤ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَمَا كَانَ

ستمگاران چیزیرا کہ آسودگی دادہ شدند بآں و بودند گناہ گار و ہر گز نیست

ان لذتوں کے پیچھے پڑے رہے جو انہیں دی گئی اور وہ سب گناہگار تھے ۳

رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

کہ پروردگار تو ہلاک کند دیہہا را بستم و اہل آں نیکوکار باشند

اور تمہارا رب (ایسا بے انصاف) نہیں ہے کہ بستیوں کو زبردستی ہلاک کردے اور انکے رہنے والے نیکوکار ہوں ۴

۱ حضرت ابن مسعود ﷛ فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے ایک پرائی عورت کو بوسہ دیا[غلطی کا احساس ہونے پر] وہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوگیا اور آپ سے اس واقعہ کا ذکر کردیا پس اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ وہ شخص عرض گذار ہوا کہ کیا یہ حکم صرف میرے لئے ہے؟ فرمایا میرے ہر ایسے امتی کیلئے ہے۔ (بخاری) جاننا چاہیئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے استقامت کا حکم دیا تو اب اس آیت میں نماز قائم کرنے کا حکم دے رہا ہے۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ نماز اعظم العبادات [عبادتوں میں سب سے بڑی عبادت] ہے۔ حضرت ابن عباس ﷛ فرماتے ہیں کہ پنج گانہ نماز تمام گناہوں کیلئے کفارہ ہے لیکن اس شرط پر کہ کبائر سے اجتناب کرے۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ حسنات سے مراد بندے کا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ. کہنا ہے۔ (تفسیر کبیر) مروی ہے کہ نبی ﷺ نے جب یہ آیت تلاوت فرمائی تو آپ نے اس شخص سے فرمایا: جاؤ چار رکعت نماز ادا کرو۔ حضرت ابن عباس ﷛ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نئی نیکی پرانی بدی کا جسطرح خوبی کیساتھ پیچھا کرتی ہے اور تیزی کیساتھ اسکو پہنچ جاتی ہے اتنی پہنچ والی کوئی اور چیز میں نے نہیں دیکھی۔ (القرطبی) حضرت ابو ذر غفاری ﷛ نے فرمایا: میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے فرمایا: جب تو کوئی گناہ کرے تو اس کے پیچھے نیکی بھی ضرور کرنا، نیکی بدی کو مٹا دیگی، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا نیکیوں میں سے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بھی ہے، فرمایا وہ سب نیکیوں میں سے افضل ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچوں نمازیں اور جمعہ کی نماز تک جمعہ اور رمضان کے روزے رمضان تک کے درمیانی گناہوں کو ساقط کردینے والے ہیں جبکہ آدمی کبیرہ گناہوں سے بچا رہے۔ حضرت ابو ہریرہ ﷛ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر جاری ہو اور وہ اس میں روز پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے جسم پر کوئی بھی میل باقی رہیگا، صحابہ نے عرض کیا کچھ نہیں رہیگا، آپ نے فرمایا: پس یہی حالت پانچ نمازوں کی ہے اللہ تعالیٰ ان سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور دل گناہوں کی کثافت سے پاک ہوجاتا (مظہری) ۲ اے محمد ﷺ! اوامر کی ادائیگی پر صبر کیجئے، قرآن کریم کا یہ اسلوب رہا ہے کہ اکثر اوامر کے خطابات نبی ﷺ پر جاری ہوتے ہیں اور نواہی کے اکثر خطابات امت پر جاری ہوتے ہیں۔ (روح البیان)

۳ اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اُمم ماضیہ پر آنے والے عذاب کے دو اسباب بیان کئے ہیں۔ پہلا سبب: ان لوگوں میں کوئی ایسا نہ تھا جو قوم کو زمین میں فساد کرنے سے منع کرتا۔ دوسرا سبب: وہ لوگ دنیاوی عیش وعشرت میں پڑ گئے جن چیزوں سے انھیں اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا اس سے نہ رکے اور جن کاموں کے کرنے کا انھیں حکم دیا گیا ان امور سے منہ پھیرا اور طلبِ شہوات اور لذاتِ دنیا میں منہمک ہو گئے۔ (تفسیر کبیر) وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ یہ جملہ ان امتوں پر عذاب کے حلال ہونے کو بیان کر رہا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ خاص کے عمل کے سبب عام کو عذاب نہیں دیتا ہے یہاں تک کہ وہ لوگ منکرین کو اپنے درمیان پائیں اور یہ ان کو روکنے پر قادر بھی ہوں اس کے باوجود انھیں نہ روکیں تو اللہ تعالیٰ عام اور خاص کو عذاب دیتا ہے۔ پس ہر وہ قوم جس میں نیکی کا حکم دینے والا اور برائی سے روکنے والا اربابِ صدق میں سے نہ ہو اور وہ سب فساد پر مجتمع ہوں تو ایسی قوم کو اللہ تعالیٰ ہلاک فرما دیتا ہے۔ (روح البیان) ۴ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرما رہا ہے کہ جن قوموں کی ہلاکت کا تذکرہ کیا گیا ہے ان کو ظلماً ہلاک نہیں کیا گیا ہے بلکہ یہ لوگ ہلاکت کے مستحق تھے۔ (ابن جریر) حضرت ابوبکر صدیق ﷛ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے ہیں کہ لوگ جب ظالم کو دیکھیں اور اسکے ظلم کے ہاتھ کو نہ پکڑیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ عذاب کے طور پر انہیں اندھا کردے۔ (ترمذی)

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا

و اگر خواستی پروردگار تو البتہ گردانیدی مردمانرا یک ملت و

اور اگر تمہارا رب چاہتا تو لوگوں کو ایک ملت کر دیتا اور

يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ

ہمیشہ باشند مختلف الا آنکہ بروی رحم کردہ است پروردگار تو برائے ایں اختلاف آفریدہ است ایشانرا

ہمیشہ اختلاف میں رہیں گے ۱ مگر وہ جن پر رحم کیا ہو تمہارے رب نے‘ اسی اختلاف کیلئے پیدا کیا ہے انھیں

وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ

و تمام شد سخن پروردگار تو کہ البتہ پر کنم دوزخ را از جن و

اور پوری ہوئی تمہارے رب کی بات میں ضرور بھر دونگا دوزخ کو تمام جنوں سے اور

النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ

مردمان ہمہ یکجا و ہر چیزیرا میخوانیم بر تو از اخبار

تمام لوگوں سے ۲ اور ہم تم سے انبیائے سابقین کے یہ سب احوال بیان کرتے ہیں

الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ

پیغمبران آں چیزیرا کہ ثابت میگردانیم بآں دل ترا آمدہ است بتو دریں سورہ

جس سے آپ کے دل کو ثابت رکھیں اور تمہارے پاس اس سورہ میں

الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَقُلْ

سخن درست و پندی و یاد کردنے برائے مسلمانانرا بگو

حق بات اور نصیحت اور ذکر آیا مسلمانوں کیلئے ۳ اور آپ فرما دیجئے ان لوگوں سے

لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ؕ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ ۙ

آنانرا کہ ایمان نمی آرند کار کنید بر طور خود و ہر آئنہ ما نیز کار می کنیم

جو ایمان نہیں لاتے ہیں کہ اپنے طریقے پر عمل کرو اور بیشک ہم بھی (اپنے طریقے پر) عمل کرتے ہیں ۴

۱ اس آیت کریمہ سے معلوم ہورہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت الگ چیز ہے اور حکم جدا حیثیت رکھتا ہے اور دونوں ایک نہیں ہیں اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو مؤمن بنانے کا وعدہ نہیں کیا ہے اگر وہ چاہتا تو اسکی مشیت کے مطابق ضرور ہو جاتا۔ لوگ ہمیشہ حق سے اختلاف کرتے رہیں گے اور طرح طرح سے باطل کی طرف مائل ہوتے رہیں گے‘ کوئی یہودی رہیگا‘ کوئی عیسائی‘ کوئی آتش پرست‘ کوئی بت پرست‘ کوئی جبری‘ کوئی قدری‘ کوئی رافضی‘ کوئی خارجی وغیرہ۔ (مظہری)

۲ جاننا چاہئے کہ لوگ ادیان میں چار قسموں پر ہیں (۱) لباسِ سعادت میں سعید بالنفس والروح۔ یہ انبیائے کرام علیہم السلام اور اہل طاعت ہیں (۲) لباسِ شقاوت میں شقی بالنفس۔ یہ کفار ومشرکین ہیں (۳) لباسِ سعادت میں شقی بالنفس جیسے بلعم بن باعورا‘ برصیصا اور ابلیس (۴) لباسِ شقاوت میں سعید بالنفس: جیسے حضرت بلال‘ حضرت صہیب اور حضرت سلمان ؓ انکے اوائل امور ایسے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے انکے لباس کو لباسِ تقویٰ سے بدل دیا۔ (روح البیان) حضرت ابن مسعود ؓ نے فرمایا کہ ہمارے سامنے رسول اللہ ﷺ نے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے‘ پھر دائیں بائیں کچھ خطوط ترچھے اور کھینچے اور فرمایا یہ مختلف راستے ہیں ان میں سے ہر راستے پر شیطان بیٹھا اپنی طرف بلا رہا ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ. ترجمہ: اور یہ کہ یہ ہے میرا سیدھا راستہ تو اس پر چلو اور راہیں نہ چلو۔ (نسائی) اس آیت کریمہ سے ہمارے اصحاب استدلال کرتے ہیں کہ ہدایت اور ایمان اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے اس لئے کہ یہ آیت بتارہی ہے کہ دین میں اختلاف زائل نہیں ہوسکتا ہے مگر اس کیلئے جس پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت فرمادے۔ وَلِذٰلِکَ خَلَقَھُمْ اس میں تین اقوال ہیں۔ پہلا قول: حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ وَلِلرَّحْمَةِ خَلَقَھُمْ اور رحمت کیلئے انھیں پیدا کیا۔ جمہور معتزلہ نے اسے اختیار کیا۔ دوسرا قول: اس قول کے مطابق اسکا مطلب یہ ہوگا کہ وَلِلاخْتِلَافِ خَلَقَھُمْ اور انھیں اختلاف کیلئے پیدا فرمایا۔ تیسرا قول: یہ مختار ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل رحمت کو رحمت کیلئے اور اہل اختلاف کو اختلاف کیلئے پیدا فرمایا۔ ابوصالح‘ حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل رحمت کو اس لئے پیدا فرمایا کہ وہ اختلاف نہ کریں اور اہل عذاب کو اس لئے پیدا فرمایا تا کہ وہ اختلاف کریں اور اللہ تعالیٰ نے جنت بنائی اور اسکے اہل کو بھی پیدا فرمایا اور جہنم بنائی اور اسکے اہل کو بھی پیدا فرمایا۔ (تفسیر کبیر) ۳ اللہ تعالیٰ نے جب اس سورت میں بہت سارے قصص بیان فرمائے تو اب اس آیت میں دو فوائد بیان فرمارہا ہے۔ پہلا فائدہ: امور رسالت کی ادائیگی پر دل کیلئے ثابت قدمی ہو اور انکی اذیت پر آپ صبر وتحمل سے کام لیں‘ کیونکہ انسان جب کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو اسکی مصیبت کو ہلکا کرنے کیلئے اسی جیسا واقعہ سنایا جاتا ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ ان واقعات کو سنتے ہیں تو کفار کی جانب سے پہنچائی جانے والی ایذا پر صبر کرتے ہیں اور آپ امور رسالت کی انجام دہی میں بدستور مصروف رہتے ہیں۔ دوسرا فائدہ: مؤمنین کے واسطے یہ ہے کہ واقعات نصیحت ہوجائیں۔ واضح رہے کہ فِیْ هٰذِهٖ میں تین اقوال ہیں (۱) فِیْ هٰذِهِ السُّوْرَةِ یعنی اس سورت میں (۲) فِیْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ یعنی اس آیت میں (۳) فِیْ هٰذِهِ الدُّنْيَا یعنی اس دنیا میں‘ لیکن یہ تیسرا قول تفسیر کے لحاظ سے بعید ہے اور اس جگہ غیر لائق ہے۔ (تفسیر کبیر) ۴ یعنی اے محمد ﷺ! جو لوگ حق کی تصدیق نہیں کررہے ہیں آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تم اپنے طریقے پر عمل کئے جاؤ اور ہم اپنے طریقے پر عمل کرینگے [فیصلہ آخرت میں ہوجائیگا] (ابن جریر)

وَانْتَظِرُوْا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَ

و انتظار کشید ہر آئنہ ما نیز منتظریم و خدا راست علم غیب آسمانہا و

اور انتظار کرو بیشک ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں ا اور اللہ کیلئے آسمانوں اور زمین کا علم غیب

الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَ

زمین و بسوے او باز گردانیدہ میشود کار ہمہ پس عبادت کن او را و

اور اسی کی طرف تمام کام لوٹائے جائیں گے پس عبادت کرو اسی کی اور

تَوَكَّلْ عَلَيْهِ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ ع

توکل کن بر او و نیست پروردگار تو بے خبر از آنچہ میکنید

بھروسہ کرو اسی پر اور نہیں ہے تمہارا رب بے خبر اس سے جو تم کرتے ہو ۲

سُوْرَةُ يُوْسُفَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّاِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً وَّاثْنَا عَشَرَ رُكُوْعًا

سورہ یوسف مکی ہے اور اس میں ایک سو گیارہ آیات اور بارہ رکوع ہیں ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

بنام خدای بخشایندہ مہربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والا مہربان (ہے)

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۱﴾ قف اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا

این آیتہا آیات کتاب روشن است ہر آئنہ ما فرو فرستادیم آنرا قران عربی

یہ آیتیں روشن کتاب کی ہیں ۴ بیشک ہم نے اسے اتارا عربی قرآن

لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲﴾ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ

ساختہ باشد کہ شما در یابید ما قصہ بخوانیم بر تو بہترین قصہ خواندن

بنا کر تا کہ تم سمجھو ۵ ہم تم پر بہترین قصہ بیان کرتے ہیں

۱ تم اللہ تعالیٰ کے قہر کے باب سے قہرِ حق کا انتظار کرو اور ہم اسکے لطف کے باب سے وجدانِ حق کا انتظار کرتے ہیں۔ (روح البیان)

۲ یعنی آسمانوں اور زمین کا غیب اور شہادت دونوں اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔ حضرت ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں۔ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ آسمانوں اور زمین کی وہ تمام چیزیں جو بندوں سے غائب ہیں سب اللہ کیلئے ہیں۔ باقی کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ آسمان سے عذاب نازل ہونے کا وقت اور زمین سے طلوع ہونے کا وقت اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔ (القرطبی) حضرت کعب احبار کہتے ہیں کہ سورہ انعام فاتحة التوراة ہے اور یہ آیت خاتمة التوراة ہے۔ (روح البیان)

۳ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ سورت ہجرت کے وقت نازل ہوئی ہے اس میں سات ہزار ایک سو چھیاسٹھ حروف اور ایک ہزار سات سو چھیالیس کلمات ہیں۔ (غرائب القرآن) اس سورت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ یہود نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ آپ ہمیں حضرت یعقوب علیہ السلام انکے بیٹے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں بتایئے تو اللہ تعالیٰ نے پوری سورت نازل فرما کر اسکے بارے میں آپکو خبر دی۔ اس سورت میں بہت سارے فوائد اور احکام ہیں جو تحتِ حصر داخل نہیں ہو سکتے ہیں۔ اسی بناء پر خالد بن معدان کہتے ہیں کہ سورہ یوسف اور سورہ مریم اہل جنت کیلئے جنت میں بھی میوہ ہیں، حضرت عطاء کہتے ہیں کہ غمگین آدمی اگر سورہ یوسف کی تلاوت سنے گا تو اسے خوشی حاصل ہو گی۔ (صاوی) حضرت سعد بن ابی وقاص ﷺ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ پر قرآن نازل ہوا تو ایک مدت تک آپ لوگوں میں اسکی تلاوت فرماتے رہے، ایک دفعہ انھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کوئی واقعہ بیان فرمایئے اس پر اللہ تعالیٰ نے آٹھ آیت اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ نازل فرمائی۔ علماء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کے واقعات کو قرآن میں بیان فرمایا اور ایک واقعہ کو مختلف طریقے سے قرآن میں جگہ بجگہ بیان فرمایا لیکن قصۂ یوسف کو ایک ہی جگہ بیان فرمایا اس قصہ میں تکرار نہیں ہے تا کہ منکرین پر اسکا اعجاز ظاہر ہو جائے اور یہ بھی واضح ہو جائے کہ جس طرح منکرین واقعات مکررہ کا معارضہ کرنے سے قاصر ہیں اسی طرح غیر مکررہ کا معارضہ کرنے سے بھی قاصر ہیں۔ (القرطبی) حضرت اُبی بن کعب ﷺ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "اپنے گھر والوں کو سورہ یوسف سکھاؤ اس لئے کہ کوئی بھی مسلمان اسے لکھے اور اپنے گھر والوں کو سکھائے اور اپنے ماتحت کو سکھائے اللہ تعالیٰ اس پر موت کی سختیوں کو آسان فرما دیگا اور اسے قوت عطا فرمائیگا اور یہ کہ وہ کسی مسلمان پر حسد نہیں کریگا"۔ حضرت یوسف ﷺ اپنے بھائیوں کی جانب سے حسد کا شکار ہوئے، کنویں کی سختیاں اور قید کی صعوبتوں کو برداشت کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیج کر آسانی پیدا فرمائی اور آپ کو قوت اور سلطنت عطا کی، پس جو کوئی سورہ یوسف کی تلاوت پر محافظت کریگا اسکے معانی پر غور و فکر کریگا تو اللہ تعالیٰ اسے بھی حضرت یوسف علیہ السلام کو پہنچنے والی خوشیوں میں سے حصہ عطا فرمائیگا۔ (روح البیان)

۴ یعنی یہ آیات اس قرآن کی جسکا اعجاز ظاہر ہے یا جس کے مضامین میں حلال و حرام، حدود اور احکام واضح ہیں۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم قرآن اسکی برکت، ہدایت اور رشد کو ظاہر کرنے والا ہے۔ حضرت زجاج کہتے ہیں کہ حق کو باطل سے اور حرام کو حلال سے واضح کرنے والا ہے۔ (مظہری)

۵ تا کہ تم لوگ اسکے معانی کو سیکھو اور اسے سمجھو۔ واضح رہے کہ یہاں لَعَلَّ میں شک کا معنی غور و فکر کرنے والوں کی طرف لوٹ رہا ہے نہ کہ کتاب کی جانب، اسی طرح یہ معنیٰ شک اللہ تعالیٰ کی جانب بھی نہیں لوٹے گا۔ اَنْزَلْنَا کا معنی یہ ہے کہ ہم نے یوسف کی خبر اتاری۔ نحاس کہتے ہیں کہ یہ توجیہ معنی کے زیادہ مشابہ ہے اس لئے کہ یہود نے یہ سوال کیا تھا کہ آلِ یعقوب شام سے مصر کی جانب کیوں منتقل ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی خبر تورات کے موافق نازل فرمائی اور اس واقعہ میں جو زیادت ہے وہ تورات میں نہیں تھی۔ (القرطبی)